اُردو

حیاۃ الصَّحابہ رضی اللہ عنہم

حصّہ دوم



حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی

مترجم حضرت مولانا محمد احسان الحق

شمع بک ایجنسی لاہور

اُردو

حصہ دوئم

حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

تالیف

حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حضرت مولانا محمد احسان الحق

شمع بُک ایجنسی
یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور
Ph: 042-7232132

نام کتاب .... حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم اردو

مصنف .... حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ

مترجم .... حضرت مولانا محمد احسان الحق

باہتمام .... صابر حسین

مطبع .... ریاض شہباز پریس لاہور

ناشر .... شمع بک ایجنسی

یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون 7232132

فہرست مضامین

دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنا ۳۳۷

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دنیا سے بے رغبتی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق و عادات کیسے تھے اور ان کی آپس کی معاشرت کیسی تھی حسن

صبر کرنا

شکر

اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

عبادت میں کوشش اور محنت

کتاب حیاۃ الصحابہ رضی اللہ عنہم

حصہ دوم

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا باہمی اتحاد اور اتفاق رائے کا اہتمام کرنا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دعوت دینے اور اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے میں آپس کے اختلاف اور جھگڑے سے بچنے کا اہتمام کرنا

ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سقیفہ بنی ساعدہ والے دن بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ بات جائز نہیں ہے کہ مسلمانوں کے دو امیر ہوں۔ کیونکہ جب بھی ایسا ہوگا مسلمانوں کے تمام کاموں اور تمام احکام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور ان کا شیرازہ بکھر جائے گا اور ان کا آپس میں جھگڑا ہو جائے گا اور پھر سنت چھوٹ جائے گی اور بدعت غالب آ جائے گی اور بڑا فتنہ ظاہر ہوگا اور کوئی بھی اسے ٹھیک نہ کر سکے گا۔ [اخرجہ البیہقی: ۸:۱۴۵]

حضرت سالم بن عبید رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے بارے میں روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس موقع پر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا ایک امیر ہم (انصار) میں سے ہو اور ایک امیر آپ (مہاجرین) میں سے ہو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک نیام میں دو تلواریں نہیں سما سکتیں۔ [اخرجہ ایضاً البیہقی ۸:۱۴۵]

ایک مرتبہ بیان میں فرمایا اے لوگو! (اپنے امیر کی) بات ماننا اور آپس میں اکٹھے رہنا اپنے لیے ضروری سمجھو کیونکہ یہی چیز اللہ کی وہ رسی ہے جس کو مضبوطی سے تھامنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور آپس میں جڑ مل کر چلنے میں جو ناگوار باتیں تمہیں پیش آئیں گی وہ تمہاری ان پسندیدہ باتوں سے بہتر ہیں جو تم کو الگ چلنے میں حاصل ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو چیز بھی پیدا فرمائی ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک انتہا بھی بنائی ہے جہاں وہ چیز پہنچ جاتی ہے۔ یہ اسلام کے ثبات اور ترقی کا زمانہ ہے اور عنقریب یہ بھی اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا پھر قیامت کے دن تک اس میں کمی زیادتی ہوتی رہے گی اور اس کی نشانی یہ ہے کہ لوگ بہت زیادہ فقیر ہو جائیں گے اور فقیر کو ایسا آدمی نہیں ملے گا جو اس پر احسان کرے اور غنی بھی یہ سمجھے گا کہ اس کے پاس جو کچھ ہے وہ اس کے لیے کافی نہیں ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے سگے بھائی اور چچازاد بھائی سے اپنی فقیری کی شکایت کرے گا لیکن وہ بھی اسے کچھ نہیں دے گا اور یہاں تک کہ ضرورت مند سائل ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک ہفتہ بھر مانگتا پھرے گا لیکن کوئی بھی اس کے ہاتھ پر کچھ نہیں رکھے گا اور جب نوبت یہاں تک پہنچ جائے گی تو زمین سے ایک زوردار آواز اس طرح نکلے گی کہ ہر میدان کے لوگ یہی سمجھیں گے کہ یہ آواز ان کے میدان سے ہی نکلی ہے اور پھر جب تک اللہ چاہیں گے زمین میں خاموشی رہے گی پھر زمین اپنے جگر کے ٹکڑوں کو باہر نکال پھینکے گی۔ ان سے پوچھا گیا اے حضرت ابو عبدالرحمن! زمین کے جگر کے ٹکڑے کیا چیزیں ہیں؟ آپ نے فرمایا سونے اور چاندی کے ستون اور پھر اس دن کے بعد سے قیامت کے دن تک سونے اور چاندی سے کسی طرح کا نفع نہیں اٹھایا جا سکے گا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷:۳۲۸ رواه الطبرانی باسانید و فیه مجالد و قد وثق و فیه خلاف و بقیه رجال احدی الطرق ثقات۔ انتهی]

اور حضرت مجالد رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ دیگر حضرات کی روایت میں یہ مضمون ہے کہ رشتہ داریوں کو توڑا جائے گا یہاں تک کہ مالدار کو صرف فقیری کا ڈر ہوگا اور فقیر کو کوئی آدمی ایسا نہ ملے گا جو اس پر احسان کرے اور آدمی کا چچازاد بھائی مالدار ہوگا اور وہ اس سے اپنی حاجت کی شکایت کرے گا لیکن وہ چچازاد بھائی اسے کچھ نہیں دے گا۔ اس کے بعد والا مضمون ذکر نہیں کیا۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلية ۹:۲۴۹]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دینے کے لیے ایک چیز اٹھا

کر لے چلے۔ ان کے مقام ربذہ پہنچ کر ہم نے ان کے بارے میں پوچھا تو وہ ہمیں وہاں نہ ملے اور ہمیں بتایا گیا کہ انہوں نے (امیر المومنین سے) حج پر جانے کی اجازت مانگی تھی۔ ان کو اجازت مل گئی تھی (وہ حج کرنے گئے ہوئے ہیں) چنانچہ ہم وہاں سے چل کر شہر منیٰ میں ان کے پاس پہنچے ہم لوگ ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے ان کو بتایا کہ (امیر المومنین) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (منیٰ میں) چار رکعت نماز پڑھی ہے تو انہیں اس سے بڑی ناگواری ہوئی اور اس بارے میں انہوں نے بڑی سخت بات کہی اور فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (یہاں منیٰ میں) نماز پڑھی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (یہاں) نماز پڑھی تھی (تو انہوں نے بھی دو دو رکعت نماز پڑھی تھی) لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آیا تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی۔ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مکہ میں شادی کر لی تھی اور مکہ میں کچھ دن رہنے کا ارادہ کر لیا تھا اس لیے وہ مقیم ہو گئے تھے اور چار رکعت نماز پڑھ رہے تھے) اس پر ان کی خدمت میں کہا گیا کہ امیر المومنین کے جس کام پر آپ اعتراض کر رہے تھے اب آپ خود ہی اسے کر رہے ہیں۔ فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ سخت ہے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا تھا تو ارشاد فرمایا تھا کہ میرے بعد بادشاہ ہوگا تم اسے ذلیل نہ کرنا کیونکہ جس نے اسے ذلیل کرنے کا ارادہ کیا اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے نکال پھینکا اور اس شخص کی توبہ اس وقت تک قبول نہ ہوگی جب تک وہ اس سوراخ کو بند نہ کر دے جو اس نے کیا ہے (یعنی بادشاہ کو ذلیل کر کے اس نے اسلام کو جو نقصان پہنچایا ہے اس کی تلافی نہ کر لے) اور وہ ایسا نہ کر سکے گا اور (اپنے سابقہ رویہ سے) رجوع کر کے اس بادشاہ کی عزت کرنے والا نہ بن جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات کا حکم دیا کہ تین باتوں میں بادشاہوں کو ہم اپنے پر غالب نہ آنے دیں (یعنی ہم ان کی عزت کرتے رہیں لیکن ان کی وجہ سے یہ تین کام نہ چھوڑیں) ایک تو ہم نیکی کا لوگوں کو حکم دیتے رہیں اور برائی سے روکتے رہیں اور لوگوں کو سنت طریقے سکھاتے رہیں۔

[اخرجه احمد قال الهيثمي ۵:۲۱۶ وفيه راو لم يسم و بقية رجاله ثقات۔ انتهى]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور منیٰ میں دو رکعت قصر نماز پڑھا کرتے تھے اور اسی طرح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت

کے ابتدائی زمانہ میں دو ہی رکعت نماز پڑھی لیکن بعد میں چار رکعت پڑھنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا انا للّٰہ و انا الیہ راجعون (لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آیا) تو انہوں نے کھڑے ہو کر چار رکعت نماز پڑھی تو ان سے کہا گیا کہ (چار رکعت کی خبر پر تو) آپ نے انا للّٰہ پڑھی تھی اور خود چار رکعت پڑھ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا امیر کی مخالفت کرنا اس سے زیادہ بری چیز ہے۔ [اخرجه عبد الرزاق کذافی الکنز ۴: ۲۴۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ تم ویسے ہی فیصلے کرتے رہو جیسے پہلے کیا کرتے تھے کیونکہ میں اختلاف کو بہت بری چیز سمجھتا ہوں یا تو لوگوں کی ایک ہی جماعت رہے یا میں مر جاؤں جیسے میرے ساتھی (حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بغیر اختلافات کے) مر گئے۔ چنانچہ حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ تھی کہ (غلو پسند) لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عموماً جو روایات نقل کرتے ہیں وہ غلط ہیں۔

[اخرجه البخاری و ابوعبید فی کتاب الاموال و الاصبهانی فی الحجة کذافی المنتخب ۵: ۵۰]

حضرت سلیم بن قیس عامری بیان کرتے ہیں کہ ابن کواء نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنت اور بدعت اور اکٹھے رہنے اور بکھر جانے کے بارے میں پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن کواء! تم نے سوال یاد رکھا اب اس کا جواب سمجھ لو۔ اللہ کی قسم! سنت تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے بدعت وہ کام ہے جو اس طریقہ سے ہٹ کر ہو اور اللہ کی قسم! اہل حق کا اکٹھا ہونا ہی اصل میں اکٹھا ہونا ہے چاہے وہ تعداد میں کم ہوں اور اہل باطل کا اکٹھا ہونا حقیقت میں بکھر جانا ہے چاہے وہ تعداد میں زیادہ ہوں۔ [اخرجه العسکری کذافی الکنز ۱: ۹۶]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کی خبر سن کر) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سخ محلہ سے اپنی سواری پر تشریف لائے اور مسجد کے دروازے پر پہنچ کر سواری سے نیچے اترے۔ آپ بڑے بے چین اور غمگین تھے اور انہوں نے اپنی بیٹی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے گھر میں آنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بستر پر تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج

مطہرات آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات نے اپنے چہرے چادروں سے چھپا لیے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پردہ کر لیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے چادر ہٹائی اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر بوسہ لینے لگے۔ اور روتے ہوئے فرمانے لگے کہ (حضرت عمر) ابن خطاب (رضی اللہ عنہ) جو کہہ رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں ہے (کہ حضور ﷺ کا انتقال نہیں ہوا ہے بلکہ یہ بے ہوشی طاری ہوئی ہے یا ان کی روح معراج میں گئی ہے جو واپس آجائے گی) رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! یا رسول اللہ ﷺ! آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ آپ حالت حیات میں اور وفات کے بعد بھی کتنے پاکیزہ ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے چہرے پر چادر ڈال دی اور پھر تیزی سے مسجد کی طرف چلے اور لوگوں کی گردنوں کو پھلانگتے ہوئے منبر تک پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آتا ہوا دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے منبر کی ایک جانب کھڑے ہو کر لوگوں کو آواز دی۔ آواز سن کر سب بیٹھ گئے اور خاموش ہو گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت جیسا انہیں آتا تھا پڑھا اور فرمایا کہ جب اللہ کے نبی ﷺ تمہارے درمیان زندہ تھے اسی وقت اللہ تعالیٰ نے ان کو موت کی خبر دے دی تھی اور تم کو بھی تمہاری موت کی خبر دے دی اور یہ موت ایک یقینی امر ہے۔ اللہ عزوجل کے علاوہ تم میں سے کوئی بھی (اس دنیا میں) باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) فرمایا ہے:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [آل عمران: ۱۴۴]

"اور محمد (ﷺ) نرے رسول ہی تو ہیں اور آپ (ﷺ) سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ (ﷺ) کا انتقال ہو جائے یا شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میں اس آیت کو بالکل ہی بھول گیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پڑھنے سے مجھے یہ یاد آئی اور) مجھے ایسے لگا کہ جیسے قرآن کی یہ آیت آج ہی نازل ہوئی ہے اور آج سے پہلے نازل نہیں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ سے فرمایا ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ [زمر آیت: ۳۰]

"آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:
﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ [قصص آیت:۸۸]

''سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے اسی کی حکومت ہے (جس کا ظہور کامل قیامت میں ہے) اور اسی کے پاس تم سب کو جانا ہے۔ (پس سب کو ان کے کیے کی جزا دے گا۔)''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ وَيَبْقَى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ﴾

[رحمن آیت:۲۶]

''جتنے (ذی روح) روئے زمین پر موجود ہیں سب فنا ہو جائیں گے اور آپ کے پروردگار کی ذات جو کہ عظمت والی احسان والی ہے باقی رہ جائے گی۔''

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾

[آل عمران آیت:۱۸۵]

''ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور تم کو پوری پاداش تمہاری قیامت کے روز ملے گی۔''

اور پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی عمر عطا فرمائی اور ان کو اتنا عرصہ دنیا میں باقی رکھا کہ اس عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے دین کو قائم کر دیا' اللہ کے حکم کو غالب کر دیا' اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور اللہ کے راستہ میں جہاد کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اسی حالت پر وفات دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں ایک (صاف اور کھلے) راستے پر چھوڑ کر گئے ہیں اب جو بھی ہلاک ہوگا وہ اسلام کی واضح دلیلوں اور (کفر و شرک سے) شفاء دینے والے قرآن کو دیکھ کر ہی ہلاک ہوگا۔ جس آدمی کے رب اللہ تعالیٰ ہیں تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہیں جن پر موت نہیں آسکتی اور جو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کیا کرتا تھا اور ان کو معبود کا درجہ دیا کرتا تھا تو (وہ سن لے کہ) اس کا معبود مر گیا۔ اے لوگو! اللہ سے ڈرو اور اپنے دین کو مضبوط پکڑو اور اپنے رب پر توکل کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا دین موجود ہے اور اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہے اور جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا اللہ اس کی مدد فرمائیں گے اور اپنے دین کو عزت فرمائیں گے اور اللہ تعالیٰ کی کتاب

ہمارے پاس ہے جو کہ نور اور شفاء ہے۔ اسی کتاب کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت عطا فرمائی اور اسی کتاب میں اللہ کی حلال اور حرام کردہ چیزیں مذکور ہیں۔ اللہ کی قسم! اللہ کی مخلوق میں سے جو بھی ہمارے اوپر لشکر لائے گا ہم اس کی کوئی پرواہ نہیں کریں گے بیشک اللہ کی تلواریں ستی ہوئی ہیں۔ ہم نے ان کو ابھی رکھا نہیں ہے اور جو ہماری مخالفت کرے گا ہم اس سے جہاد کریں گے جیسے کہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ ہو کر جہاد کیا کرتے تھے۔ اب جو بھی زیادتی کرے گا وہ حقیقت میں اپنے اوپر ہی زیادتی کرنے والا ہے۔ پھر ان کے ساتھ مہاجرین حضور ﷺ کی طرف (تکفین اور تدفین کے لیے) چلے گئے۔ [اخرجه البيهقي كذافي البداية ٥: ٢٤٣]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وہ آخری خطبہ سنا جو انہوں نے منبر پر بیٹھ کر بیان فرمایا تھا۔ یہ حضور ﷺ کی وفات سے اگلے دن کی بات ہے اور اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بالکل خاموش تھے اور کوئی بات نہ فرما رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے امید تھی کہ حضور ﷺ اتنا زیادہ عرصہ زندہ رہیں گے کہ ہم دنیا سے پہلے چلے جائیں گے اور حضور ﷺ ہمارے بعد تشریف لے جائیں گے۔ (لیکن اللہ کو ایسا منظور نہیں تھا اب) اگر حضرت محمد (ﷺ) کا انتقال ہو گیا ہے تو (گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے) اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان ایک نور (یعنی قرآن) باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے تم ہدایت پا سکتے ہو اور اسی کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ہدایت نصیب فرمائی تھی اور (دوسری بات یہ ہے کہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے (خاص) صحابی ہیں اور (ان کی امتیازی صفت اور بڑی فضیلت یہ ہے کہ جب حضور ﷺ ہجرت کی رات میں مکہ سے چل کر غار ثور میں چھپ گئے تھے تو اس وقت صرف ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ جس کی وجہ سے قرآن مجید کے الفاظ کے مطابق) یہ ثانی اثنین یعنی دو میں سے دوسرے ہیں اور یہ تمہارے کاموں کے لیے تمام مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ مناسب ہیں۔ لہٰذا کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ اور اس سے پہلے سقیفہ بنی ساعدہ میں ایک جماعت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو چکی تھی اور عام مسلمانوں کی بیعت (مسجد میں) منبر پر ہوئی۔ [اخرجه البخاري]

حضرت زہری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے کہہ رہے تھے کہ آپ منبر پر تشریف لے جائیں اور ان کو بار بار یہی کہتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منبر پر

خود چڑھایا۔ پھر عام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سقیفہ (بنی ساعدہ) میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوگئی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے) اگلے دن منبر پر بیٹھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے پہلے بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی شایان شان حمد و ثناء بیان کی۔ پھر فرمایا اے لوگو! کل میں نے تمہارے سامنے ایسی بات کہہ دی تھی جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس میں ملی ہے اور نہ اس کا مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عہد لیا تھا۔ بس میرا اپنا یہ خیال تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سب کے بعد دنیا سے تشریف لے جائیں گے (اس لیے کل میں نے کہہ دیا تھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا جو کہ غلط تھا) اور اب اللہ تعالیٰ نے تمہارے میں اپنی اس کتاب کو باقی رکھا ہوا ہے جس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت نصیب فرمائی تھی۔ اگر تم اسے مضبوطی سے پکڑو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں بھی ان باتوں کی ہدایت دے دے گا جن کی انہیں ہدایت دی تھی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے امر (خلافت) کو تمہارے میں سے سب سے بہترین آدمی پر مجتمع فرمادیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور غار ثور کے ساتھی ہیں۔ لہٰذا تم سب کھڑے ہو کر ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ سقیفہ کی بیعت کے بعد (اب مسجد میں) عام مسلمانوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی شان کے مناسب حمد و ثناء بیان کی اور پھر کہا مجھے تمہارا والی بنادیا گیا ہے۔ حالانکہ میں تم میں سب سے بہتر نہیں ہوں (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ بات تواضعاً فرما رہے ہیں ورنہ تمام علماء اُمت کے نزدیک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل ہیں) اگر میں ٹھیک کام کروں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں ٹھیک نہ کروں تو تم مجھے سیدھا کر دینا۔ سچائی امانت داری ہے اور جھوٹ خیانت ہے اور تمہارا کمزور میرے نزدیک طاقتور ہے وہ جو بھی شکایت میرے پاس لے کر آئے گا میں ان شاء اللہ اسے ضرور دور کر دوں گا۔ تمہارا طاقتور میرے نزدیک کمزور ہے میں اس سے کمزور کا حق لے کر کمزور کو ان شاء اللہ دوں گا۔ جو لوگ بھی جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیں گے اللہ تعالیٰ ان پر ذلت مسلط فرمادیں گے اور جو لوگ بھی بے حیائی کی اشاعت کرنے لگ جائیں گے اللہ تعالیٰ (دنیا میں) ان سب کو (فرمانبردار اور نافرمان کو) عام سزا دیں گے۔ جب تک میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مانتا رہوں تم بھی میری مانتے رہو اور جب میں اللہ اور اس کے

رسول ﷺ کی نافرمانی کروں تو پھر میری اطاعت تم پر لازم نہیں ہے۔ اب نماز کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

[عند ابن اسحاق عن الزھری کذافی البدایة ۵:۲۴۸ وقال ھذا اسناد صحیح]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھایا کرتا تھا (اس زمانہ میں بڑے چھوٹوں سے بھی علم حاصل کیا کرتے تھے) ایک دن حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اپنی قیام گاہ پر واپس آئے تو انہوں نے مجھے اپنے انتظار میں پایا اور یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آخری حج اور منیٰ کا واقعہ ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا کہ فلاں آدمی کہہ رہا تھا کہ اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں فلاں آدمی سے (یعنی حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ) سے بیعت خلافت کر لوں گا۔ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت یوں اچانک ہوئی تھی اور پوری ہو گئی تھی۔ (میں بھی یوں اچانک ان سے بیعت کر لوں گا تو ان کی بیعت بھی پوری ہو جائے گی اور سب ان سے بیعت ہو جائیں گے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ آج شام ان شاء اللہ میں لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان کروں گا اور لوگوں کو اس جماعت سے ڈراؤں گا جو مسلمانوں سے ان کا امر خلافت (یوں) اچانک چھیننا چاہتے ہیں (یعنی بغیر مشورہ اور سوچ و بچار کے اپنی مرضی کے آدمی کو اہلیت دیکھے بغیر خلیفہ بنانا چاہتے ہیں) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المومنین! آپ ایسا نہ کریں کیونکہ موسم حج میں گرے پڑے، کم سمجھ اور عام لوگ جمع ہو جاتے ہیں۔ جب آپ بیان کے لیے لوگوں میں کھڑے ہوں گے تو یہی آپ کی مجلس میں غالب آ جائیں گے (اور یوں سمجھدار عقلمند آدمیوں کو آپ کی مجلس میں جگہ نہ ملے گی) اس لیے مجھے خطرہ ہے کہ آپ جو بات کہیں گے اسے یہ لوگ لے اڑیں گے نہ خود پوری طرح سمجھیں گے اور نہ اسے موقع محل کے مطابق دوسروں سے بیان کر سکیں گے۔ (لہٰذا ابھی آپ صبر فرمائیں) جب آپ مدینہ پہنچ جائیں (تو وہاں آپ یہ بیان فرمائیں) کیونکہ مدینہ ہجرت کا مقام اور سنت نبوی کا گھر ہے۔ لوگوں میں سے علماء اور سرداروں کو الگ لے کر آپ جو کہنا چاہتے ہیں اطمینان سے کہہ لیں۔ وہ لوگ آپ کی بات کو پوری طرح سمجھ بھی لیں گے اور موقع محل کے مطابق اسے دوسروں سے بیان بھی کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (میری بات کو قبول کرتے ہوئے)

فرمایا اگر میں صحیح سالم مدینہ پہنچ گیا تو (انشاء اللہ) میں اپنے سب سے پہلے بیان میں لوگوں سے یہ بات ضرور کہوں گا (حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ) جب ہم ذی الحجہ کے آخری دنوں میں جمعہ کے دن مدینہ پہنچے تو میں سخت گرمی کی پرواہ کیے بغیر عین دوپہر کے وقت جلدی سے (مسجد نبوی) گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ مجھ سے پہلے آکر منبر کے دائیں کنارے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ان کے برابر میں گھٹنے سے گھٹنا ملا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر کہا کہ آج عمر رضی اللہ عنہ اس منبر پر ایسی بات کہیں گے جو آج سے پہلے اس پر کسی نے نہ کہی ہوگی۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ نے میری اس بات کا انکار کیا اور کہا کہ میرا تو یہ خیال نہیں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آج ایسی باتیں کہیں جو ان سے پہلے کسی نے نہ کہی ہوں (کیونکہ دین تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پورا ہو چکا۔ اب کون نئی بات لاسکتا ہے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھ گئے (پھر موذن نے اذان دی) جب موذن خاموش ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور اللہ کی شان کے مطابق اللہ کی حمد وثناء بیان کی۔ پھر فرمایا۔ اما بعد! اے لوگو! میں ایک بات کہنے والا ہوں۔ جس بات کو کہنا پہلے سے ہی میرے مقدر میں لکھا جا چکا ہے اور ہو سکتا ہے یہ بات میری موت کا پیش خیمہ ہو۔ لہٰذا جو میری بات کو یاد رکھے اور اسے اچھی طرح سمجھ لے تو جہاں تک اس کی سواری اسے دنیا میں لے جائے وہاں تک کے تمام لوگوں میں میری اس بات کو بیان کرے اور جو میری بات کو اچھی طرح نہ سمجھے تو میں اسے اس کی اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ میرے بارے میں غلط بیانی سے کام لے (سب کو چوکنا کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ بات پہلے فرمادی) اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا اور ان پر کتاب کو نازل فرمایا اور جو کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اس میں رجم (یعنی زانی کو سنگسار کرنے) کی آیت بھی تھی (اور وہ آیت یہ تھی) الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما اس آیت کے الفاظ تو منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) ہم نے اس آیت کو پڑھا اور اسے یاد کیا اور اسے اچھی طرح سمجھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ لیکن مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ طویل زمانہ گزرنے پر کوئی آدمی یوں کہے کہ ہم تو رجم کی آیت کو کتاب اللہ میں نہیں پاتے ہیں اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ فرض کو چھوڑ کر وہ لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔ زانی کو رجم کرنے کا حکم اللہ کی کتاب میں

تھا۔ جو محصن (شادی شدہ) مرد یا عورت زنا کریں گے اور زنا کے گواہ پائے جائیں گے یا زنا سے حاملہ عورت زنا کا اقرار کرلے گی یا کوئی مرد یا عورت ویسے ہی زنا کا اقرار کریں گے تو اسے رجم کرنا شرعاً لازم ہوگا اور سنو! ہم (قرآن میں) یہ آیت بھی پڑھا کرتے تھے:

﴿لَا تَرْغَبُوْا عَنْ آبَائِكُمْ فَإِنَّ كُفْرًا بِكُمْ اَنْ تَرْغَبُوْا عَنْ آبَاءِكُمْ﴾

"اپنے باپ دادا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی طرف نسب کی نسبت نہ کرو کیونکہ اپنے باپ دادا کے نسب کو چھوڑنا کفر ہے۔"

یعنی کفران نعمت ہے۔ (اب اس آیت کے الفاظ بھی منسوخ ہو چکے ہیں لیکن اس کا حکم باقی ہے) اور سنو! حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری تعریف میں ایسا مبالغہ نہ کرو جیسے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی تعریف میں مبالغہ کیا گیا۔ میں تو بس ایک بندہ ہی ہوں۔ لہٰذا تم (میرے بارے میں) یہ کہو کہ یہ اللہ کے بندے اور اسکے رسول ہیں اور مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں کوئی آدمی یہ کہہ رہا ہے کہ اگر (حضرت) عمر (رضی اللہ عنہ) مر گئے تو میں فلاں سے بیعت کرلوں گا اسے اس بات سے دھوکہ نہیں لگنا چاہئے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت اچانک ہوئی تھی اور وہ پوری بھی ہوگئی تھی۔ سنو! وہ بیعت واقعی ایسے ہی (جلدی میں) ہوئی تھی لیکن اس بیعت کے (جلدی میں ہونے کے) شر سے اللہ تعالیٰ نے (ساری اُمت کو) بچالیا اور آج تم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا کوئی نہیں ہے۔ جس کی فضیلت کے سب قائل ہوں اور قریب و بعید سب اس کی موافقت کرلیں۔
جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت ہمارا قصہ یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھ کچھ اور لوگ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں پیچھے رہ گئے اور ادھر تمام انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو گئے اور مہاجرین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ میں نے ان سے کہا اے ابوبکر! آئیں ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس چلیں۔ چنانچہ ہم ان انصاریوں کے ارادے سے چل پڑے۔ راستہ میں ہمیں دو نیک آدمی (حضرت عویم انصاری رضی اللہ عنہ اور حضرت معن رضی اللہ عنہ) ملے اور انصار جو کر رہے تھے وہ ان دونوں نے ہمیں بتایا اور ہم سے پوچھا کہ اے جماعت مہاجرین! تمہارا کہاں جانے کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا ہم اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جا رہے ہیں۔ ان دونوں نے کہا ان انصار کے پاس جانا آپ لوگوں کے لیے ضروری نہیں ہے۔ اے جماعت مہاجرین! تم اپنے معاملہ کا خود فیصلہ کرلو۔ میں نے کہا

اللہ کی قسم! نہیں۔ ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے۔ چنانچہ ہم گئے اور ہم ان کے پاس پہنچے۔ وہ سب سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع تھے اور ان کے درمیان ایک آدمی چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ ان لوگوں نے کہا۔ یہ سعد بن عبادہ ہیں۔ میں نے کہا ان کو کیا ہوا؟ انہوں نے بتایا یہ بیمار ہیں۔ جب ہم بیٹھ گئے تو ان میں سے ایک صاحب بیان کے لیے کھڑے ہوئے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد کہا۔ اما بعد! ہم اللہ (کے دین) کے انصار و مددگار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے جماعت مہاجرین! آپ لوگ ہماری نبی کی جماعت ہیں اور آپ لوگوں میں سے کچھ لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ لوگ ہمیں نظر انداز کرنا چاہتے ہیں اور امر خلافت سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ جب وہ صاحب خاموش ہو گئے تو میں نے بات کرنی چاہی اور میں نے ایک مضمون (اپنے ذہن میں) تیار کر رکھا تھا جو مجھے بہت پسند تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے میں اسے کہنا چاہتا تھا اور میں اس میں نرمی اختیار کئے ہوئے تھا اور میں غصہ والی باتیں نہیں کہنا چاہتا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! آرام سے بیٹھے رہو۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ناراض کرنا پسند نہ کیا۔ (اس لیے اپنی بات کہنے کے لیے کھڑا نہ ہوا) چنانچہ انہوں نے گفتگو فرمائی اور وہ مجھ سے زیادہ دانا اور زیادہ باوقار تھے اور اللہ کی قسم! جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے اپنے مضمون میں جتنی باتیں سوچی تھیں وہ سب باتیں انہوں نے اپنے برجستہ بیان میں کہہ دیں یا تو وہی باتیں کہیں یا ان سے بہتر کہیں۔ چنانچہ انہوں نے کہا۔ اما بعد! تم نے اپنے بارے میں جس خیر کا ذکر کیا تم لوگ واقعی اس کے اہل ہو۔ لیکن تمام عرب کے لوگ امر خلافت کا حق دار صرف قبیلہ قریش کو ہی سمجھتے ہیں اور قبیلہ قریش سارے عرب سے نسب اور شہر کے اعتبار سے سب سے افضل ہے اور مجھے تمہارے (خلیفہ بننے کے لئے) ان دو آدمیوں میں سے ایک آدمی پسند ہے۔ دونوں میں جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ۔ اور یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا اور اس ایک بات کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اور کوئی بات مجھے ناگوار نہ گزری اور اللہ کی قسم! مجھے آگے بڑھا کر بغیر کسی گناہ کے میری گردن اڑا دی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہوتے ہوئے میں لوگوں کا امیر بن جاؤں۔ اس وقت تو میرے دل کی یہی کیفیت تھی لیکن مرتے وقت میری یہ کیفیت بدل جائے تو اور بات ہے۔ پھر انصار میں سے ایک آدمی نے کہا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین

حل ہے اور اس مرض کی بہت عمدہ دوا ہے اور وہ یہ ہے کہ اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے بعد سب بولنے لگ گئے اور آوازیں بلند ہو گئیں اور ہمیں آپس کے اختلاف کا خطرہ ہوا تو میں نے کہا اے ابوبکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھا دیا پہلے میں ان سے بیعت ہوا۔ پھر مہاجرین بیعت ہوئے اس کے بعد انصار ان سے بیعت ہوئے اور یوں ہم حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ پر غالب آ گئے (کہ وہ امیر نہ بن سکے) اس پر ان میں سے کسی نے کہا ارے تم نے تو سعد کو مار ڈالا۔ میں نے کہا اللہ انہیں مارے (یعنی جیسے انہوں نے اس موقع پر حق کی نصرت نہیں کی ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ امیر بننے میں ان کی نصرت نہ کرے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ کی قسم! اس موقع پر ہم جتنے امور میں شریک ہوئے ان میں کوئی امر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت سے زیادہ کارآمد اور مناسب نہ پایا (اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت کا سلسلہ ایک دم اس لیے شروع کرا دیا) کیونکہ ہمیں ڈر تھا کہ بیعت کے بغیر ہم ان انصار کو یہاں چھوڑ کر چلے گئے تو یہ ہمارے بعد کسی نہ کسی سے بیعت ہو جائیں گے۔ پھر ہمیں (ان کا ساتھ دینے کے لئے) یا تو ناپسندیدہ صورت حال کے باوجود ان سے بیعت ہونا پڑے گا یا ہمیں ان کی مخالفت کرنی پڑے گی تو فساد کھڑا ہو جائے گا۔ (لہٰذا اب باقاعدہ کلیہ بن لو) جو آدمی مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر کسی امیر سے بیعت ہو جائے گا تو اس کی یہ بیعت شرعاً معتبر نہ ہوگی اور نہ اس امیر کی بیعت کی کوئی حیثیت ہوگی بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ (ان دونوں کے بارے میں حکم شرعی یہ ہو کہ اگر یہ حق بات نہ مانیں تو ان) دونوں کو قتل کر دیا جائے۔ حضرت زہری حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ دو آدمی جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو راستہ میں ملے تھے۔ وہ حضرت عویم بن ساعدہ اور حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہما تھے اور حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جن صاحب نے کہا تھا کہ اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے وہ حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ تھے۔ [اخرجه احمد ورواه مالك و من طريقه اخرج هذا الحديث الجماعة كذافى البداية ۵:۲۴۵ واخرجه ايضاً البخارى وابو عبيد فى الغريب والبيهقى و ابن ابى شيبة بن بنحوه مطولا كما فى الكنز ۳:۱۳۸،۱۳۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام کا قصہ اس طرح ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو ہم سے ایک آدمی نے آ کر کہا کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

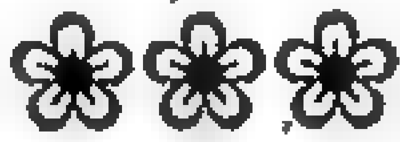
کے پاس جمع ہو چکے ہیں اور وہ بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر میں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ گھبرا کر ان کی طرف چل پڑے کہ کہیں یہ انصار اسلام میں نئی بات نہ کھڑی کر دیں۔ راستہ میں ہمیں انصار کے دو آدمی ملے جو بڑے سچے آدمی تھے۔ ایک حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ اور دوسرے معن بن عدی رضی اللہ عنہ ان دونوں نے کہا آپ لوگ کہاں جا رہے ہیں؟ ہم نے کہا تمہاری قوم (انصار) کے پاس۔ کیونکہ ہمیں ان کی بات پہنچ گئی ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ حضرات واپس چلے جائیں کیونکہ آپ لوگوں کی مخالفت ہرگز نہیں کی جا سکتی ہے اور ایسا کوئی کام نہیں کیا جا سکتا ہے جو آپ حضرات کو ناگوار ہو۔ لیکن ہم نے کہا ہم تو ان کے پاس ضرور جائیں گے اور میں (راستہ میں) وہاں جا کر بیان کرنے کے لیے مضمون تیار کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ ہم انصار کے پاس پہنچ گئے تو وہ حضرت سعد بن عبادہ کے ارد گرد جمع تھے اور حضرت سعد اپنے تخت پر بیمار پڑے ہوئے تھے۔ جب ہم ان کے مجمع میں پہنچ گئے تو انہوں نے (ہم سے) کہا اے جماعت قریش! ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر آپ لوگوں میں سے ہو اور حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس مرض کی میرے پاس بہت عمدہ دوا ہے اور اس مسئلہ کا میرے پاس بہترین حل ہے اور اللہ کی قسم اگر تم چاہو تو ہم اس مسئلہ کا فیصلہ جوان اونٹ کی طرح پسندیدہ بنا دیں۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ سب لوگ اپنی جگہ آرام سے بیٹھے رہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ارادہ کیا کہ کچھ کہوں لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! تم خاموش رہو اور پھر انہوں نے حمد و ثناء کے بعد کہا اے جماعت انصار! اللہ کی قسم! آپ لوگوں کی فضیلت کا اور اسلام میں جس عظیم درجہ تک آپ لوگ پہنچ گئے ہیں اس درجہ کا اور آپ لوگوں کے حق واجب کا ہمیں انکار نہیں ہے لیکن آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس قبیلہ قریش کو عربوں میں ایک خاص مقام حاصل ہے جو ان کے علاوہ اور کسی کو حاصل نہیں ہے اور عرب اس قبیلہ ہی کے کسی آدمی پر جمع ہو سکیں گے۔ لہٰذا آپ اللہ سے ڈریں اور اسلام کے شیرازے کو نہ بکھیریں اور آپ لوگ اسلام میں سب سے پہلے نئی بات پیدا کرنے والے نہ بنیں اور ذرا غور سے سنیں! میں نے آپ لوگوں کے لیے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو پسند کیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں سے مجھے اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو مراد لیا تھا۔ پھر فرمایا ان دونوں میں سے جس سے بھی آپ لوگ بیعت ہو جائیں وہ قابل اعتماد انسان ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں جو

بات بھی کہنا پسند کرتا تھا وہ بات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہہ دی تھی سوائے اس آخری بات کے کہ یہ مجھے پسند نہ تھی۔ کیونکہ اللہ کی قسم! مجھے کسی گناہ کے بغیر قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مجھے قتل کیا جائے اور پھر مجھے زندہ کیا جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ایسے لوگوں کا امیر بنوں جن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی ہوں۔ پھر میں نے کہا اے جماعت انصار! اور اے جماعت مسلمین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے امر خلافت کے لوگوں میں سے سب سے زیادہ حقدار وہ صاحب ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید میں) ﴿ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْهُمَا فِي الْغَارِ﴾ کے الفاظ آئے ہیں اور وہ ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جو ہر نیکی میں کھلے طور سے سبقت لے جانے والے ہیں۔ پھر میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) پکڑنا چاہا لیکن ایک انصاری آدمی مجھ پر سبقت لے گئے اور انہوں نے میرے ہاتھ دینے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا (اور بیعت ہو گئے) پھر تو لوگوں نے لگاتار بیعت ہونا شروع کر دیا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے سب کی توجہ ہٹ گئی۔

[عند ابن ابی شیبۃ فی حدیث ابن عباس کذافی کنز العمال ۳:۱۳۹]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ زریق کے ایک آدمی نے بیان کیا کہ اس دن (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے دن) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما حجرہ سے نکلے اور انصار کے پاس پہنچے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے جماعت انصار! ہمیں تمہارے حق کا انکار نہیں ہے اور نہ ہی کوئی مومن تمہارے حق کا انکار کر سکتا ہے اور اللہ کی قسم! ہم لوگوں نے جو خیر بھی حاصل کی ہے تم اس میں ہمارے برابر کے شریک رہے ہو۔ لیکن عرب کے لوگ قریش ہی کے کسی آدمی (کے خلیفہ بننے) سے راضی اور مطمئن ہو سکیں گے کیونکہ ان کی زبان تمام لوگوں سے زیادہ فصیح ہے اور ان کے چہرے سب سے زیادہ خوبصورت ہیں اور ان کا شہر (مکہ مکرمہ) تمام عرب (کے شہروں) سے افضل ہے اور یہ تمام عربوں سے زیادہ لوگوں کو کھانا کھلانے والے ہیں لہٰذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف آؤ اور ان سے بیعت ہو جاؤ۔ انصار نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیوں؟ (یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندر کی بات کہلوانے کے لیے پوچھی تھی ورنہ ان کا خود خلیفہ بننے کا ارادہ نہیں تھا) انصار نے کہا ہمیں خطرہ ہے کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دی جائے گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک میں زندہ رہوں گا اس وقت تک تم پر دوسروں کو ترجیح نہیں دی

جائے گی۔ آپ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جائیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تم مجھ سے زیادہ قوی ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہا آپ مجھ سے زیادہ افضل ہیں۔ یہی بات دونوں حضرات میں دوسری دفعہ ہوئی۔ جب تیسری مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میری ساری قوت آپ کے ساتھ ہوگی اور پھر آپ کو مجھ پر فضیلت بھی ہے۔ چنانچہ لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت کچھ لوگ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس (بیعت ہونے) آئے۔ حضرت ابوعبیدہ نے کہا تم میرے پاس آرہے حالانکہ تم میں وہ صاحب بھی ہیں جن کے بارے میں (قرآن مجید) میں ثَانِیَ اثْنَیْنِ کے الفاظ ہیں (یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) [عن ابن ابی شیبة کذافی الکنز ۳:۱۴۰]



حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امر خلافت میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھنا اور ان کی خلافت پر راضی ہونا اور جس آدمی نے ان میں توڑ پیدا کرنا چاہا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسے رد کر دینا

حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ آؤ میں تمہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا) خلیفہ بنادوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر اُمت کے لیے ایک امین ہوتا ہے اور آپ اس اُمت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو (اور وہ خود آپ ہی ہیں)۔ [اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز ۳:۱۳۶ واخرجه الحاكم ۳:۲۶۷ عن مسلم البطين عن ابى البخترى بنحوه و قال صحيح الاسناد و قال الذهبى منقطع واخرجه ابن عساكر و ابن شاهين وغيرهما عن على بن كثير بنحوه كما فى كنز العمال ۳:۱۳۶]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم اپنا ہاتھ آگے بڑھاؤ تاکہ میں تم سے بیعت ہو جاؤں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آپ اس اُمت کے امین ہیں۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس آدمی سے آگے نہیں بڑھ سکتا ہوں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز میں) ہمارا امام بننے کا حکم دیا ہو اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال تک ہماری امامت کی ہو۔ (اور وہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا میں خلیفہ نہیں بن سکتا)۔

[واخرجه احمد قال الهيثمى ۵:۱۸۳ رجاله رجال الصحيح الا ان ابا البخترى لم يسمع من عمر۔ واخرجه ابن عساكر ايضاً بنحوه كما فى الكنز ۳:۱۴۰]

ابن سعد اور ابن جریر نے حضرت ابراہیم تیمی سے اسی جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے) کہا جب سے تم اسلام

لائے ہو میں نے اس سے پہلے تم سے عاجزی اور غفلت کی بات نہیں دیکھی ہے۔ کیا تم مجھ سے بیعت ہونا چاہتے ہو؟ حالانکہ آپ لوگوں میں وہ صاحب موجود ہیں جو صدیق (اکبر) ہیں اور جو (غار ثور میں) دو میں سے دوسرے تھے یعنی حضور ﷺ کے غار کے ساتھی۔ اور خیثمہ طرابلسی حضرت حمران رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام لوگوں سے زیادہ امر خلافت کے حق دار ہیں کیونکہ وہ صدیق بھی ہیں اور (ہجرت کے موقع پر غار ثور کے) حضور ﷺ کے ساتھی بھی ہیں اور حضور ﷺ کے صحابی بھی ہیں۔

[کذا فی کنز العمال ۳:۱۴۰]

حضرت سعد بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی تلوار توڑ دی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اور ان کے سامنے اپنا عذر پیش کیا اور فرمایا اللہ کی قسم! کسی دن یا کسی رات بھی یعنی زندگی بھر کبھی بھی میرے دل میں امارت کی تمنا پیدا نہیں ہوئی اور نہ اس کی خواہش ہوئی اور نہ میں نے کبھی اللہ سے امارت کو چھپ کر یا علی الاعلان مانگا۔ لیکن مجھے (مسلمانوں میں) فتنہ (پیدا ہو جانے) کا ڈر رہا (کہ اگر میں امارت قبول نہ کرتا تو مسلمانوں میں جوڑ باقی نہ رہتا بلکہ ان میں توڑ پیدا ہو جاتا) اور میرے لیے امارت میں راحت کا کوئی سامان نہیں ہے اور ایک بہت بڑے امر (یعنی امر خلافت) کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دی گئی ہے جو میری قوت اور طاقت سے باہر ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ قوت عطا فرما دے (تو پھر وہ ذمہ داری ٹھیک طرح سے ادا ہو سکتی ہے) اور میں دل سے یہ چاہتا ہوں کہ لوگوں میں سے جو سب سے زیادہ قوی آدمی ہے وہ آج میری جگہ اس امارت پر آ جائے۔ حضرات مہاجرین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو اور ان کے عذر کو قبول کر لیا۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہمیں تو صرف اس بات پر غصہ آیا تھا کہ ہمیں مشورہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ ورنہ ہم اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بعد لوگوں میں خلافت کے سب سے زیادہ حق دار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ حضور ﷺ کے غار کے ساتھی ہیں اور (قرآن کے الفاظ کے مطابق) یہ ثانی اثنین دو میں سے دوسرے ہیں۔ ہم ان کی شرافت اور بزرگی کو خوب پہچانتے ہیں اور حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

[اخرجه الحاکم ۳:۶۶ والبیهقی ۸:۱۵۲]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ، حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے پاس (ان کے گھر) گئے۔ اور یوں کہا اے علی! اور اے عباس! (یہ بتاؤ کہ) یہ خلافت کا کام کیسے قریش کے سب سے زیادہ کم عزت اور سب سے زیادہ چھوٹے خاندان میں چلا گیا۔ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم! میں تو نہیں چاہتا کہ تم (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دو اور اے ابوسفیان! اگر ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس خلافت کا اہل نہ سمجھتے تو ہم ہرگز ان کے لیے خلافت کو نہ چھوڑتے۔ بے شک مؤمن تو ایسے لوگ ہیں کہ سب ایک دوسرے کا بھلا چاہنے والے ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے محبت کرنے والے ہوتے ہیں۔ اگر چہ ان کے وطن اور جسم دور ہوں اور منافقین ایسے لوگ ہیں جو ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں۔ [اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز ۳: ۱۴۱]

حضرت ابو احمد دہقان نے اسی کے ہم معنی روایت ذکر کی ہے جس میں مزید یہ مضمون بھی ہے کہ منافقوں کے بدن اور وطن اگر چہ قریب ہوں لیکن وہ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے ہوتے ہیں اور ہم تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو چکے ہیں اور وہ اس کے اہل ہیں۔

[كذا في الكنز ۳: ۱۴۰]

حضرت ابن الجبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو گئی تو حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آ کر کہا کیا تم لوگوں پر اس خلافت کے بارے میں قریش کا ایک کم درجہ کا گھرانہ غالب آ گیا؟ غور سے سنو! اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں (ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف) سوار اور پیادہ لشکر سے سارا مدینہ بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم زندگی بھر اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی کرتے رہے لیکن اس سے اسلام اور اہل اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ ہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت کا اہل سمجھتے ہیں۔

[اخرجه ابن المبارك عن مالك بن مغول كذافي الاستيعاب ۴: ۸۷]

حضرت مرہ بن طیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا کہ یہ کیا ہوا کہ خلافت قریش کے سب سے کم درجہ والے اور سب سے کم عزت والے آدمی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل گئی؟ اللہ کی قسم! اگر تم چاہو تو میں سارے مدینہ

کو ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کے خلاف سوار اور پیادہ لشکر سے بھر دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوسفیان! تم اسلام اور اہل اسلام سے بہت دشمنی کر چکے ہو لیکن تمہاری دشمنی سے اسلام اور اہل اسلام کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا۔ ہم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اس (امر خلافت) کا اہل پایا۔ تبھی تو ہم ان سے بیعت ہوئے۔ [اخرجہ الحاکم ۳:۷۸]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہرے دار حضرت صخر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ یمن میں تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت بھی حضرت خالد یمن میں ہی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت خالد (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دیباج کا ریشمی جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کی حضرت عمر بن خطاب اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جبہ کو پھاڑ دو۔ کیا یہ ریشم پہن رہا ہے؟ حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مردوں کے لیے اس کا استعمال درست نہیں ہے۔ چنانچہ لوگوں نے ان کا جبہ پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن! اے بنو عبد مناف! تم اسے ایک دوسرے پر غلبہ پانے کی کوشش سمجھتے ہو یا خلافت؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اے بنو عبد مناف! تم سے زیادہ حق دار آدمی اس امر خلافت پر غالب نہیں آسکتا (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تو بنو عبد مناف میں سے نہیں ہیں اس لیے وہ کیسے خلیفہ بن گئے؟) چونکہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی یہ بات مسلمانوں میں اختلاف کا سبب بن سکتی تھی اس وجہ سے سمجھانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ تیرے دانتوں کو توڑ کر گرا دے۔ اللہ کی قسم! تم نے جو بات کہی ہے جھوٹے آدمی اس کے بارے میں سوچ بچار کرتے رہیں گے اور پھر صرف اپنا ہی نقصان کریں گے۔

[اخرجہ الطبری ۴:۲۸ واخرجہ سیف و ابن عساکر عن صخر مختصراً کما فی الکنز ۸:۵۹]

حضرت خالد بن سعید بن العاص رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام خالد کہتی ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو جانے کے بعد میرے والد یمن سے مدینہ آئے تو انہوں نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے کہا اے بنو عبد مناف! کیا تم اس پر راضی ہو گئے ہو کہ دوسرے لوگ اس امر خلافت میں تمہارے والی بنیں؟ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پہنچائی لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس سے کوئی اثر نہیں لیا البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی اس

بات سے اثر لے کر اسے دل میں بٹھا لیا۔ چنانچہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے تین ماہ تک بیعت نہ کی۔ اس کے بعد ایک مرتبہ دوپہر کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزر ا ہوا حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے گھر میں تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو سلام کیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ سے بیعت ہو جاؤں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (اپنی طرف متوجہ نہ کیا بلکہ عام مسلمانوں کی طرف متوجہ کرتے ہوئے) کہا جس صلح میں تمام مسلمان داخل ہوئے ہیں میں چاہتا ہوں تم بھی اس میں داخل ہو جاؤ۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا آج شام کا آپ سے وعدہ ہے۔ میں آپ سے شام کو بیعت ہو جاؤں گا۔ چنانچہ شام کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ آئے اس وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ ان سے بیعت ہو گئے۔ ان کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے اچھی تھی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کی تعظیم کرتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف لشکر روانہ فرمانے لگے تو انہوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کا امیر بنا کر انہیں امارت کا جھنڈا دے دیا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ وہ جھنڈا لے کر اپنے گھر گئے۔ (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چلا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس بارے میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے گفتگو کی اور کہا کہ آپ (حضرت) خالد (رضی اللہ عنہ) کو امیر بنا رہے ہیں حالانکہ انہوں نے ہی (آپ کے خلیفہ بننے کے خلاف) وہ بات کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بار بار حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنی بات کہتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (ان کی رائے کو قبول کر لیا اور) حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو امارت سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا اور (اس کے لئے) حضرت ابواروی دوسی کو (حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس) یہ پیغام دے کر بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ سے کہہ رہے ہیں کہ ہمارا (امارت والا) جھنڈا ہمیں واپس کر دو۔ چنانچہ انہوں نے وہ جھنڈا نکال کر حضرت ابواروی کو دے دیا اور کہا کہ نہ تمہارے امیر بنانے سے ہمیں کوئی خوشی ہوئی تھی اور نہ اب تمہارے معزول کرنے سے ہمیں کوئی رنج وصدمہ ہوا ہے اور قابل ملامت تو آپ کے علاوہ کوئی اور ہے (یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ ہے) حضرت اُم خالد کہتی ہیں کہ ابھی کچھ وقت نہ گزرا تھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے والد کے پاس آ کر ان سے معذرت کرنے لگے اور وہ انہیں قسم دے کر کہہ رہے تھے کہ وہ کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا برائی سے تذکرہ نہ کریں۔ چنانچہ میرے والد مرتے دم تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے

دعائے خیر کرتے رہے۔[اخرجہ ابن سعد ۴: ۹۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے والد سواری پر سوار ہو کر تلوار سونتے ہوئے ذی القصہ مقام کی طرف نکلے۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے آ کر ان کی سواری کی لگام پکڑی اور کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ کہاں جا رہے ہیں؟ میں آج آپ سے وہی بات کہتا ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احد کے دن آپ کو فرمائی تھی کہ آپ اپنی تلوار کو میان میں رکھ لیں اور آپ (زخمی یا شہید ہو کر) ہمیں اپنے بارے میں پریشان نہ کریں۔ کیونکہ اللہ کی قسم! اگر ہمیں آپ (کی موت) کا صدمہ پہنچا تو پھر آپ کے بعد کبھی بھی اسلام کا نظام باقی نہیں رہ سکے۔ چنانچہ میرے والد خود واپس آ گئے اور لشکر کو روانہ کر دیا۔

[اخرجہ الساجی کذا فی الکنز ۳: ۱۴۳ واخرجہ الدارقطنی ایضاً بنحوہ کما فی البدایۃ ۶: ۳۱۵]

خلافت لوگوں کو واپس کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! اگر تمہارا یہ گمان ہے کہ میں نے تمہاری یہ خلافت اس لیے لی ہے کہ مجھے اس کے لینے کا شوق تھا یا میں تم پر اور مسلمانوں پر فوقیت حاصل کرنا چاہتا تھا تو ایسی بات ہرگز نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ میں نے یہ خلافت نہ تو اپنے شوق سے لی ہے اور نہ تم پر اور نہ کسی مسلمان پر فوقیت حاصل کرنے کے لیے ہے اور (زندگی بھر) نہ کسی رات میں نہ کسی دن میں میرے دل میں اس کی طلب پیدا ہوئی اور نہ کبھی چھپ کر اور نہ کبھی علی الاعلان میں نے اللہ سے اسے مانگا ہے اور میں نے بڑی بھاری ذمہ داری اٹھالی ہے جس کی مجھ میں طاقت نہیں ہے ہاں اگر اللہ میری مدد فرمائے (تو اور بات ہے) میں تو یہ چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی صحابی اس خلافت کو سنبھال لے۔ بشرطیکہ وہ اس میں انصاف سے کام لے۔ لہٰذا یہ خلافت میں تمہیں واپس کرتا ہوں اور تمہاری مجھ سے بیعت ختم۔ تم جسے چاہو اسے خلافت دے دو میں تم میں سے ایک آدمی بن کر رہوں گا۔

[اخرجہ ابو نعیم فی فضائل الصحابۃ کذا فی الکنز ۳: ۱۳۱]

حضرت عیسیٰ بن عطیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیعت سے اگلے دن کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان فرمایا اے لوگو! (میرے خلیفہ بنانے کے بارے میں) تمہاری جو رائے ہے وہ

میں نے تم کو واپس کر دی ہے۔ کیونکہ میں تمہارا بہترین آدمی نہیں ہوں۔ تم اپنے بہترین آدمی سے بیعت ہو جاؤ۔ تمام لوگوں نے کھڑے ہو کر کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ اللہ کی قسم! آپ ہمارے بہترین آدمی ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! لوگ اسلام میں خوشی اور ناخوشی (دونوں طرح) داخل ہوئے ہیں لیکن اب وہ سب اللہ کی پناہ اور اس کے پڑوس میں ہیں اس لیے تم اس کی پوری کوشش کرو کہ اللہ تعالیٰ تم سے اپنی ذمہ داری کا کچھ بھی مطالبہ نہ کرے (یعنی کسی مسلمان کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچاؤ) میرے ساتھ بھی ایک شیطان رہتا ہے۔ جب تم دیکھو کہ مجھے غصہ آ گیا ہے تو پھر تم مجھ سے الگ ہو جاؤ کہیں میں تمہارے بالوں یا کھالوں کو تکلیف نہ پہنچا دوں۔ اے لوگو! اپنے غلاموں کی آمدن کی تحقیق کر لیا کرو (کہ حلال ہے یا حرام) اس لیے کہ جس گوشت کی پرورش حرام مال سے ہو وہ جنت میں داخل ہونے کے لائق نہیں۔ غور سے سنو! اپنی نگاہوں سے میری نگرانی کرو۔ اگر میں سیدھا چلوں تو تم میری مدد کرو اور اگر میں ٹیڑھا چلوں تو تم مجھے سیدھا کر دو۔ اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو تم میری بات مانو اور اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو تم میری بات نہ مانو۔ [عند الطبرانی کذافی الکنز ۳: ۱۳۵ قال الهیثمی ۵: ۱۸۴ و فیه عیسیٰ بن سلیمان و هو ضعیف ابن عطیة لم اعرفه انتهی]

حضرت ابوالجحاف کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے بیعت کر لی تو انہوں نے تین دن تک اپنا دروازہ بند کیے رکھا اور روزانہ باہر آ کر لوگوں سے کہتے تھے اے لوگو! میں نے تم کو تمہاری بیعت واپس کر دی ہے۔ لہٰذا اب تم جس سے چاہو بیعت ہو جاؤ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے (اپنی زندگی میں مسلمانوں کی امامت کیلئے) آپ کو آگے بڑھایا تھا۔ اب کون آپ کو پیچھے کر سکتا ہے؟ [عند العشاری کذافی الکنز ۳: ۱۴۱]

حضرت زید بن علی اپنے آباء (یعنی بڑوں) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے منبر پر کھڑے ہو کر تین مرتبہ فرمایا کیا کوئی میری بیعت کو ناپسند سمجھنے والا ہے تاکہ میں اس کی بیعت واپس کر دوں؟ اور ہر مرتبہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر کہتے نہ ہم آپ کی بیعت واپس کرتے ہیں اور نہ آپ سے بیعت کی واپسی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا ہے تو اب آپ کو کون پیچھا کر سکتا ہے؟ [اخرجه ابن النجار کذافی الکنز ۳: ۱۴۰]

کسی دینی مصلحت کی وجہ سے خلافت قبول کرنا

حضرت رافع بن ابورافع کہتے ہیں کہ جب لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنالیا تو میں نے کہا یہ تو میرے وہی ساتھی ہیں جنہوں نے مجھے حکم دیا تھا کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں (اور خود سارے مسلمانوں کے امیر بن گئے ہیں) چنانچہ میں (اپنے گھر سے) چل کر مدینہ پہنچا اور میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے آ کر ان سے عرض کیا۔ اے ابوبکر! کیا آپ مجھ کو پہچانتے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ میں نے کہا کیا آپ کو وہ بات یاد ہے جو آپ نے مجھے کہی تھی کہ میں دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بنوں اور آپ خود ساری اُمت کے امیر بن گئے ہیں (یعنی آپ نے جو مجھے نصیحت کی تھی خود اس کے خلاف عمل کر رہے ہیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تھے اور لوگ زمانہ کفر کے قریب تھے (کچھ عرصہ پہلے ہی انہوں نے کفر چھوڑا تھا) مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اگر میں خلیفہ نہ بنا تو) لوگ مرتد ہو جائیں گے اور ان میں اختلاف ہو جائے گا۔ مجھے خلافت ناپسند تھی لیکن میں نے (امت کے فائدے کی وجہ سے) قبول کر لی اور میرے ساتھی برابر مجھ پر تقاضا کرتے رہے۔ حضرت ابوبکر اپنے اعذار بیان فرماتے رہے یہاں تک کہ میرا دل مان گیا کہ واقعی یہ (خلافت کے قبول کرنے میں) معذور ہیں۔ [اخرجه ابن راهويه والعدني والبغوي وابن خزيمة كذافي الكنز ۳،۱۲۵]

خلافت قبول کرنے پر غمگین ہونا

آل ربیعہ کے ایک شخص کہتے ہیں کہ ان کو یہ بات پہنچی کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو وہ غمگین ہو کر اپنے گھر میں بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی خدمت میں گھر حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کو ملامت کرنے لگے اور کہنے لگے تم نے مجھے خلافت قبول کرنے پر مجبور کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ وہ لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کریں؟ تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ والی و حاکم جب (صحیح طریقے سے) محنت کرتا ہے اور حق تک پہنچ جاتا ہے تو اسے دو اجر ملتے ہیں اور اگر (صحیح طریقے سے) محنت کرے لیکن حق تک نہ پہنچ سکے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ (یہ حدیث سنا کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے گویا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا غم ہلکا کر دیا۔

[اخرجه ابن راهویه وخیثمة فی فضائل الصحابة وغیرهما كذا فی الكنز ۳:۱۳۵]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے مرض الوفات میں ان سے فرمایا مجھے صرف اس پر افسوس ہے کہ میں نے تین کام کیے۔ اے کاش میں ان کو نہ کرتا اور تین کام میں نے نہیں کیے اور اے کاش میں انہیں کر لیتا اور میں تین باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا۔ آگے حدیث بیان کی۔ پھر یہ مضمون ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ میں خلافت کا بوجھ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں سے کسی ایک کے کندھے پر ڈال دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں ان کا وزیر مشیر ہوتا اور میں چاہتا ہوں کہ جب میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو ملک شام بھیجا تھا تو اس وقت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو عراق بھیج دیتا۔ اس طرح میں اپنے دائیں بائیں دونوں ہاتھ اللہ کے راستے میں پھیلا دیتا اور وہ تین باتیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کی میرے دل میں تمنا رہ گئی ان میں سے ایک یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتا کہ یہ امر خلافت کن میں رہے گا؟ تاکہ اہل خلافت سے کوئی جھگڑا نہ کر سکتا اور میں چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی پوچھ لیتا کہ کیا اس خلافت میں انصار کا بھی کچھ حصہ ہے؟

[اخرجه ابوعبید والعقیلی والطبرانی وابن عساكر وسعید بن منصور وغیرهم كذا فی الكنز ۳:۱۳۵، قال الهیثمی ۵:۲۰۳، وفیه علوان بن داؤد البجلی وهو ضعیف وهذا الاثر مما انكر علیه]

امیر کا کسی کو اپنے بعد خلیفہ بنانا

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیماری بڑھ گئی اور ان کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاؤ کہ وہ کیسے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا آپ جس آدمی کے بارے میں مجھ سے پوچھ رہے ہیں آپ اس کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ چاہے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں لیکن پھر بھی تم بتاؤ۔ حضرت عبدالرحمٰن نے عرض کیا جتنے آدمیوں کو آپ خلافت کا اہل سمجھتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سب سے افضل ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا

اوران سے فرمایا تم مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاؤ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان کو ہم سب سے زیادہ جانتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعبداللہ! (یہ حضرت عثمان کی کنیت ہے) پھر بھی۔ تب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں ان کا باطن ان کے ظاہر سے بہتر ہے اور ہم میں ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ اللہ کی قسم! اگر میں ان کو چھوڑ دیتا (یعنی ان کو خلیفہ نہ بناتا) تو میں تم سے آگے نہ بڑھتا (یعنی تم کو خلیفہ بناتا کسی اور کو نہ بناتا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان دو حضرات کے علاوہ حضرت سعید بن زید ابوالاعور اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہم اور دیگر حضرات مہاجرین وانصار سے مشورہ کیا۔ حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کو آپ کے بعد سب سے بہتر سمجھتا ہوں۔ جن کاموں سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں ان ہی کاموں سے وہ (عمر رضی اللہ عنہ) بھی خوش ہوتے ہیں اور جن کاموں سے اللہ ناراض ہوتے ہیں ان سے وہ بھی ناراض ہوتے ہیں۔ ان کا باطن ان کے ظاہر سے زیادہ اچھا ہے۔ خلافت کے لیے ان سے زیادہ طاقتور اور کوئی والی نہیں ہوسکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے یہ سنا کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تنہائی میں کچھ بات کی ہے۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان میں سے ایک صاحب نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سختی کو جانتے ہی ہیں اور آپ ان کو ہمارا خلیفہ بنارہے ہیں۔ اس بارے میں جب آپ کا پروردگار آپ سے پوچھے گا تو آپ اس کا کیا جواب دیں گے؟ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا مجھے بٹھادو۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جو تمہارے معاملہ میں ظلم کو توشہ بنا کر لے جائے وہ نامراد ہو۔ میں اپنے پروردگار سے کہوں گا اے اللہ! جو تیری مخلوق میں سب سے بہترین تھا میں نے اسے مسلمانوں کا خلیفہ بنایا تھا۔ میں نے جو بات کہی ہے وہ میری طرف سے اپنے پیچھے کے تمام لوگوں کو پہنچا دینا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ لیٹ گئے اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا لکھو:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ معاہدہ ہے جو ابوبکر بن ابی قحافہ نے دنیا کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوتے

ہوئے اور آخرت کے زمانہ میں داخل ہوتے وقت کیا ہے۔ جبکہ کافر مؤمن ہو جاتا ہے اور فاجر کو بھی یقین آ جاتا ہے اور جھوٹا سچ بولنے لگتا ہے۔ میں نے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد تمہارا خلیفہ بنایا ہے۔ تم ان کی سنو اور ان کی بات مانو۔ میں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دین اور اپنی ذات اور تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی ہے اگر (خلیفہ بن کر) عمر رضی اللہ عنہ نے عدل سے کام لیا تو یہی میرا ان کے بارے میں گمان ہے اور اسی کا مجھے ان کے بارے میں علم ہے اور اگر وہ بدل گئے تو ہر آدمی جو گناہ کمائے گا اسی کا بدلہ پائے گا میں نے تو خیر ہی کا ارادہ کیا ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا جنہوں نے (حقوق اللہ وغیرہ میں) ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ کر جانا ہے۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ۔"

پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حکم فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس پر مہر لگا دی۔ پھر بعض راوی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کا ابتدائی حصہ لکھوایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ذکر ابھی باقی رہ گیا تھا اور کسی کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے لکھ دیا کہ میں نے تم پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب ہوش میں آئے تو فرمایا آپ نے جو کچھ لکھا ہے وہ مجھے سنائیں۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام پڑھ کر سنایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر اور فرمایا کہ میرا خیال یہ ہے کہ (آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام خود اس لیے لکھ دیا کہ ان کا نام لکھوائے بغیر) اگر اس بے ہوشی میں میری روح پرواز کر جاتی تو آپ کو خطرہ تھا کہ لوگوں میں (خلیفہ کے بارے میں) اختلاف ہو جاتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام اور اہل اسلام کی طرف سے بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ اللہ کی قسم! آپ بھی اس (خلافت) کے اہل ہیں۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حکم دینے پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اس معاہدہ نامہ پر مہر لگا کر باہر نکلے اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت اسید بن سعید قرظی رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا جس آدمی کا نام اس میں ہے کیا تم اس سے بیعت کرو گے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں اور بعض لوگوں نے کہا ہمیں اس آدمی کا نام معلوم ہے اور وہ عمر (رضی اللہ عنہ) ہے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ بات

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہی تھی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بیعت کا) اقرار کیا اور وہ سب اس پر راضی تھے اور سب بیعت ہو گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے تنہائی میں بلایا اور ان کو بہت وصیتیں کیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس سے چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! میں نے اپنے اس عمل سے مسلمانوں کے فائدے اور بھلائی کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے ڈر تھا کہ (میں اگر عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہ بناتا تو) مسلمان میرے بعد فتنہ میں مبتلا ہو جائیں گے۔ (مسلمانوں کے فائدے کے لئے) میں نے یہ کام کیا ہے جسے آپ اچھی طرح جانتے ہیں اور صحیح فیصلہ کرنے کے لیے میں نے اپنی پوری کوشش کی ہے اور جو ان میں سب سے بہترین آدمی تھا سب سے زیادہ طاقتور تھا اور مسلمانوں کے فائدے کو سب سے زیادہ چاہنے والا تھا اسے میں نے ان کا والی بنایا ہے اور میرے لیے آپ کا مقرر کردہ موت کا وقت آچکا ہے۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہو جا۔ یہ سب تیرے بندے ہیں۔ ان کی پیشانیاں تیرے ہاتھ میں ہیں۔ ان کے لیے ان کے والی کو صالح بنا دے اور اسے اپنے ان خلفاء راشدین میں سے کر دے جو نبی رحمت کے طریقہ کا اور ان کے بعد کے صالحین کے طریقہ کا اتباع کرے اور اس کے لیے اس کی رعیت کو صالح بنا دے۔

[اخرجه ابن سعد ۱۹۹:۳ وکذا فی الکنز ۱۳۵:۳]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بہت زیادہ بیمار ہو گئے اور ان کو اپنے بارے میں موت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے لوگوں کو اپنے پاس جمع کیا اور ان سے فرمایا جو کچھ میرا حال ہے وہ تم دیکھ رہے ہو۔ میرا گمان تو یہی ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے عہد و پیمان کو میری بیعت سے اٹھالیا اور میرے بندھن کو تم سے کھول دیا اور تمہارے امر (خلافت) کو تمہاری طرف واپس کر دیا۔ اب تم جسے چاہو اپنا امیر بنا لو۔ کیونکہ اگر تم میری زندگی میں اپنا امیر بنا لو گے تو میرے بعد تمہارا آپس میں اختلاف نہیں ہو سکے گا۔ چنانچہ لوگ اس مقصد کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو تنہائی میں چھوڑ گئے لیکن اس بارے میں کوئی بات طے نہ ہو سکی اور لوگوں نے واپس آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ! آپ ہی ہمارے لیے اپنی رائے سے کسی امیر کا فیصلہ کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا شاید تم میرے فیصلہ سے اختلاف کرو۔ لوگوں نے کہا بالکل نہیں کریں گے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ

نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ میں جو فیصلہ کروں تم اس پر راضی رہنا۔ تمام لوگوں نے کہا جی بالکل راضی ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کچھ مہلت دو تا کہ میں سوچ لوں کہ اللہ اور اس کے دین کے بندوں کا فائدہ کس میں ہے؟ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پیغام دے کر بلایا اور (جب وہ آ گئے تو) ان سے فرمایا مجھے مشورہ دو کہ کس آدمی کو امیر بنایا جائے؟ ویسے تو اللہ کی قسم! میرے نزدیک آپ بھی اس امارت کے اہل اور حق دار ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا عمر رضی اللہ عنہ کو بنا دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا لکھو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ لکھنے لگے تو جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نام تک پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے پھر ان کو افاقہ ہوا تو فرمایا لکھو عمر۔

[عند ابن عساکر و سیف]

حضرت عثمان بن عبید اللہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے اپنا وصیت نامہ لکھوایا۔ لیکن (امارت کے لئے) کسی کا نام لکھوانے سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بے ہوش ہو گئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہاں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہوش میں آ گئے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے کس کا نام لکھا ہے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے خطرہ ہوا کہ آپ کا اس بے ہوشی میں انتقال ہو جائے اور بعد میں مسلمانوں میں اختلاف ہو جائے اس لیے میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا نام لکھ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے اگر آپ اپنا نام لکھ دیتے تو آپ بھی اس امارت کے اہل تھے۔ پھر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا جو لوگ میرے پیچھے ہیں میں ان کا قاصد بن کر آیا ہوں۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کی زندگی میں ہم پر کتنی سختی کرتے رہے ہیں۔ اب جب آپ ہمارے امور ان کے حوالے کر دیں گے تو آپ کے بعد نہ معلوم یہ ہم پر کتنی سختی کریں گے اور اللہ تعالیٰ آپ سے ان کے بارے میں پوچھیں گے۔ جو آپ کہہ رہے ہیں اس کے بارے میں آپ غور کر لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ کیا تم مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ جس آدمی نے تمہارے معاملے کے طے کرنے میں وہم سے کام لیا ہو وہ نامراد ہو (یعنی میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام اس یقین کے ساتھ طے کیا ہے کہ وہ تمہارے لیے ہر طرح بہتر ہیں) جب اللہ تعالیٰ مجھ سے

پوچھے گا تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے تیری مخلوق پر ان میں سب سے بہترین انسان کو اپنا خلیفہ بنایا تھا یہ بات میری طرف سے اپنے پیچھے والے لوگوں تک پہنچا دو۔[عند الالکائی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنایا۔ پھر حضرت علی اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہما حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ نے کس کو خلیفہ بنایا ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ان دونوں نے کہا آپ اپنے رب کو کیا جواب دیں گے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم دونوں مجھے اللہ سے ڈراتے ہو؟ میں اللہ کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تم دونوں سے زیادہ جانتا ہوں۔ میں (اپنے رب سے) کہہ دوں گا میں نے تیری مخلوق میں سب سے بہترین آدمی کو ان کا خلیفہ بنایا تھا۔

[عند ابن سعد ۳:۱۹۶، کذا فی الکنز ۳:۱۴۶، واخرجہ البیہقی ۸:۱۴۹، بنحوہ عن عائشہ رضی اللہ عنہا و ابن جریر ۴:۵۲، بمعناہ عن اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا]

امر خلافت کی صلاحیت رکھنے والے حضرات کے مشورہ پر امر خلافت کو موقوف کر دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب ابو لولوء نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزے کے دو وار کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خیال ہوا کہ شاید ان سے لوگوں کے متعلق کوئی ایسی کوتاہی ہوئی ہے جسے وہ نہیں جانتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان سے بڑی محبت تھی۔ وہ ان کو اپنے قریب رکھتے تھے اور ان کی بات سنا کرتے تھے اور ان سے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم یہ پتہ کرو کہ کیا میرا یہ قتل لوگوں کے مشورے سے ہوا ہے؟ چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما باہر چلے گئے۔ وہ مسلمانوں کی جس جماعت کے پاس گزرتے وہ روتی ہوئی نظر آتی۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں واپس آکر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! میں جس جماعت کے پاس سے گزرا میں نے ان کو روتے ہوئے پایا۔ ایسے معلوم ہو رہا تھا کہ جیسے آج ان کا پہلا بچہ گم ہو گیا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا مجھے کس نے قتل کیا ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مجوسی غلام ابو لولوء نے۔ حضرت ابن

عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں (جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ ان کا قاتل مسلمان نہیں بلکہ مجوسی ہے) تو میں نے ان کے چہرے پر خوشی کے آثار دیکھے اور وہ کہنے لگے تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میرا قاتل ایسے آدمی کو نہیں بنایا جو لا الہ الا اللہ کہہ کر مجھ سے حجت بازی کر سکے۔ غور سے سنو۔ میں نے تم کو کسی عجمی کافر غلام کو یہاں لانے سے منع کیا تھا لیکن تم نے میری بات نہ مانی۔ پھر فرمایا میرے بھائیوں کو بلا لاؤ۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم۔ ان لوگوں کے پاس آدمی بھیجیں پھر اپنا سر میری گود میں رکھ دیا۔ جب وہ حضرات آگئے تو میں نے کہا یہ سب آگئے ہیں تو فرمایا اچھا میں نے مسلمانوں کے معاملہ میں غور کیا ہے۔ میں نے آپ چھ حضرات کو مسلمانوں کا سردار اور قائد پایا ہے اور یہ امر خلافت صرف تم میں ہی ہوگا جب تک تم سیدھے رہو گے اس وقت تک لوگوں کی بات بھی ٹھیک رہے گی۔ اگر مسلمانوں میں اختلاف ہوا تو پہلے تم لوگوں میں ہوگا۔ جب میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے اختلاف کا ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یوں کہہ رہے ہیں کہ اگر اختلاف ہوا لیکن یہ اختلاف ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ بہت کم ایسا ہوا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کوئی چیز کہی ہو اور میں نے اسے ہوتے ہوئے نہ دیکھا ہو۔ پھر ان کے زخموں سے بہت سا خون نکلا جس سے وہ کمزور ہو گئے۔ وہ چھ حضرات آپس میں چپکے چپکے باتیں کرنے لگے یہاں تک کہ مجھے خطرہ ہوا کہ یہ لوگ ابھی اپنے میں کسی ایک سے بیعت ہو جائیں گے۔ اس پر میں نے کہا ابھی امیر المومنین زندہ ہیں اور ایک وقت میں دو خلیفہ نہیں ہونے چاہئیں کہ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں۔ (ابھی کسی کو خلیفہ نہ بناؤ) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم نے ان کو اٹھایا پھر انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ تین دن مشورہ کرو اور اس عرصہ میں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ لوگوں کو نماز پڑھاتے رہیں۔ ان حضرات نے پوچھا ہم کن سے مشورہ کریں۔ انہوں نے فرمایا مہاجرین اور انصار سے اور یہاں جتنے لشکر ہیں ان کے سرداروں سے۔ اس کے بعد تھوڑا سا دودھ منگوایا اور اسے پیا تو دونوں زخموں میں سے دودھ کی سفیدی باہر آنے لگی جس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سمجھ لیا کہ موت آنے والی ہے۔ پھر فرمایا اب اگر میرے پاس دنیا ہوتو میں اسے موت کے بعد آنے والے ہولناک مناظر کی گھبراہٹ کے بدلے میں دینے کو تیار ہوں لیکن مجھے اللہ کے فضل سے امید ہے

کہ میں خیر ہی دیکھوں گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا آپ نے جو کچھ فرمایا ہے اس کا بہترین بدلہ اللہ تعالیٰ آپ کو عطا فرمائے کیا یہ بات نہیں ہے کہ جس زمانے میں مسلمان مکہ میں خوف کی حالت میں زندگی گزار رہے تھے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی تھی کہ آپ کو ہدایت دے کر اللہ تعالیٰ دین کو اور مسلمانوں کو عزت عطا فرمائے۔ جب آپ مسلمان ہوئے تو آپ کا اسلام عزت کا ذریعہ بنا اور آپ نے مدینہ کو ہجرت فرمائی اور آپ کی ہجرت فتح کا ذریعہ بنی۔ پھر جتنے غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین سے قتال فرمایا آپ کسی سے غیر حاضر نہ ہوئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات اس حال میں ہوئی کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ رسول کی خوب زوردار مدد کی اور ماننے والوں کو لے کر آپ نے نہ ماننے والوں کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ لوگ طوعاً و کرہاً اسلام میں داخل ہو گئے۔ (بہت سے لوگ خوشی سے داخل ہوئے۔ کچھ ماحول اور حالات سے مجبور ہو کر داخل ہوئے) پھر ان خلیفہ کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ پھر آپ کو خلیفہ بنایا گیا اور آپ نے اس ذمہ داری کو اچھے طریقہ سے انجام دیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ سے بہت سے نئے شہر آباد کرائے (جیسے کوفہ اور بصرہ) اور (مسلمانوں کے لیے روم و فارس کے) سارے اموال جمع کر دیئے اور آپ کے ذریعہ دشمن کا قلع قمع کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے ہر گھر میں آپ کے ذریعہ دین کو بھی ترقی عطا فرمائی اور رزق میں بھی وسعت عطا فرمائی اور پھر اللہ نے آپ کو خاتمہ میں شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا۔ یہ مرتبہ شہادت آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم (ایسی باتیں کر کے) جسے دھوکہ دے رہے ہو اگر وہ ان باتوں کو اپنے لیے مان جائے گا تو وہ واقعی دھوکہ کھانے والا انسان ہے۔ پھر فرمایا اے عبداللہ! کیا تم قیامت کے دن اللہ کے سامنے بھی میرے حق میں ان تمام باتوں کی گواہی دے سکتے ہو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ تو فرمایا اے اللہ! تیرا شکر ہے (کہ میری گواہی دینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچازاد بھائی تیار ہو گئے ہیں پھر فرمایا) اے عبداللہ بن عمر! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) میں نے ان کا سر اپنی ران سے اٹھا کر اپنی پنڈلی پر رکھ دیا تو فرمایا نہیں۔ میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ انہوں نے اپنی داڑھی اور رخسار کو اٹھا کر زمین پر رکھ دیا اور فرمایا او عمر! اگر اللہ نے تیری مغفرت نہ کی تو پھر اے عمر! تیری بھی ہلاکت ہے اور تیری ماں کی بھی ہلاکت ہے۔ اس کے بعد ان کی روح پرواز کر گئی۔ رحمہ

اللہ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان حضرات نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ لوگوں کو حکم دے گئے ہیں کہ آپ لوگ مہاجرین اور انصار سے اور جتنے لشکر یہاں موجود ہیں ان کے امراء سے مشورہ کریں اگر آپ لوگ یہ کام نہیں کرو گے تو میں آپ لوگوں کے پاس نہیں آؤں گا۔ جب حضرت حسن بصری سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے وقت کے عمل کا اور ان کے اپنے رب سے ڈرنے کا تذکرہ کیا گیا تو انہوں نے کہا مؤمن ایسے ہی کیا کرتا ہے کہ عمل بھی اچھے طریقے سے کرتا ہے اور اللہ سے ڈرتا بھی ہے اور منافق عمل بھی برے کرتا ہے اور اپنے بارے میں دھوکہ میں مبتلا رہتا ہے۔ اللہ کی قسم! گزشتہ زمانے میں اور موجودہ زمانے میں میں نے یہی پایا کہ جو بندہ اچھے عمل میں ترقی کرتا ہے وہ اللہ سے ڈرنے میں بھی ترقی کرتا ہے اور جو برے عمل میں ترقی کرتا ہے اس کا اپنے بارے میں دھوکہ بھی بڑھتا جاتا ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۹:۷۶]

حضرت عمرو بن میمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کا قصہ ذکر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا دیکھو مجھ پر کتنا قرض ہے؟ اس کا حساب لگاؤ۔ انہوں نے کہا چھیاسی ہزار۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر عمر (رضی اللہ عنہ) کے خاندان کے مال سے یہ قرضہ ادا ہو جائے تو ان سے مال لے کر میرا یہ قرضہ ادا کر دینا۔ ورنہ (میری قوم) بنو عدی بن کعب سے مانگنا۔ اگر ان کے مال سے میرا تمام قرضہ اتر جائے تو ٹھیک ہے ورنہ (میرے قبیلہ) قریش سے مانگنا۔ ان کے بعد کسی اور سے نہ مانگنا اور میرا قرضہ ادا کر دینا۔ اور اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں جا کر سلام کرو اور ان سے کہو عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ (حجرۂ مبارک میں) دفن ہونے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ عمر بن خطاب کہنا اور اس کے ساتھ امیر المومنین نہ کہنا۔ کیونکہ میں آج امیر المومنین نہیں ہوں۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ وہ بیٹھی ہوئی رو رہی ہیں۔ سلام کر کے ان کی خدمت میں عرض کیا کہ عمر بن خطاب اپنے دونوں ساتھیوں کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت چاہتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے اس جگہ دفن ہونے کی اپنے لیے نیت کی ہوئی تھی۔ لیکن میں آج عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دوں گی۔ (یعنی ان کو اجازت ہے) جب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ

نے کہا تم کیا جواب لائے ہو؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے آپ کو اجازت دے دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس وقت) میرے نزدیک اس کام سے زیادہ ضروری کوئی چیز نہیں ہے۔ پھر فرمایا جب میں مر جاؤں تم میرے جنازے کو اٹھا کر (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دروازے کے سامنے) لے جانا۔ پھر ان سے دوبارہ اجازت طلب کرنا اور یوں کہنا کہ عمر رضی اللہ عنہ بن خطاب (حجرہ میں دفن ہونے کی) اجازت مانگ رہے ہیں اور اگر وہ اجازت دے دیں تو مجھے اندر لے جانا (اور اس حجرہ میں دفن کر دینا) اور اگر اجازت نہ دیں تو مجھے واپس کر کے مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے کو اٹھایا گیا تو (سب کی چیخیں نکل گئیں اور) اور ایسے لگا کہ جیسے آج ہی مسلمانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹا ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے سلام کر کے عرض کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ (اندر دفن ہونے کی) اجازت طلب کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دے دی اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دفن ہونے کا شرف عطا فرمادیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے کہا آپ کسی کو اپنا خلیفہ مقرر کر دیں تو فرمایا میں ان چھ آدمیوں کی اس جماعت سے زیادہ کسی کو بھی امر خلافت کا حق دار نہیں پاتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا تھا کہ وہ ان چھ سے راضی تھے۔ یہ جسے بھی خلیفہ بنالیں وہی میرے بعد خلیفہ ہوگا۔ پھر حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے نام لئے۔ اگر خلافت حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو ملے تو وہی اس کے مستحق ہیں ورنہ ان میں سے جسے بھی خلیفہ بنایا جائے وہ ان سے مدد حاصل کرتا رہے کیونکہ میں نے ان کو (کوفہ کی گورنری سے) کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے بیٹے) عبداللہ کے لیے یہ طے کیا کہ یہ چھ حضرات ان سے مشورہ لے سکتے ہیں لیکن ان کا خلافت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ جب یہ چھ حضرات جمع ہوئے تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا اپنی رائے کو تین آدمیوں کے حوالے کر دو۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنا اختیار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ جب ان تینوں کو اختیار مل گیا تو ان تینوں نے اکٹھے ہو کر مشورہ کیا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم اس بات پر راضی ہو کہ فیصلہ میرے حوالہ کر دو اور

میں اللہ سے اس بات کا عہد کرتا ہوں کہ تم میں سے سب سے افضل آدمی کی اور مسلمانوں کے لیے سب سے زیادہ مفید شخص کی تلاش میں کمی نہیں کروں گا۔ دونوں حضرات نے کہا ہاں ہم دونوں تیار ہیں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور کہا کہ آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کا شرف بھی حاصل ہے اور اسلام میں سبقت بھی۔ میں آپ کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو کیا آپ انصاف کریں گے؟ اور اگر میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دوں تو کیا آپ ان کی بات سنیں گے اور مانیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کی اور ان سے بھی یہی پوچھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے عثمان! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان سے بیعت کی پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور باقی لوگوں نے کی۔

[اخرجه ابن سعد ۳: ۳۴۴ و ابو عبید و ابن ابی شیبة و البخاری والنسائی وغیرهم]

حضرت عمرو رحمۃ اللہ علیہ سے ہی یہ روایت ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موت کا وقت قریب آیا تو آپ نے کہا حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ (چنانچہ یہ حضرات آ گئے) ان حضرات میں سے صرف حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما سے گفتگو فرمائی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے علی! یہ حضرات آپ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری کو اور ان کے داماد ہونے کو بھی جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو علم اور فقہ عطا فرمایا ہے اسے بھی جانتے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی بنو ہاشم) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عثمان! یہ حضرات اچھی طرح جانتے ہیں کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اور آپ کی عمر زیادہ ہے اور آپ بڑی شرافت والے ہیں۔ لہٰذا اگر آپ کو خلیفہ بنا دیا جائے تو اللہ سے ڈرتے رہنا اور بنو فلاں (یعنی اپنے رشتہ داروں) کو لوگوں کی گردنوں پر نہ بٹھا دینا۔ پھر فرمایا حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ (وہ آئے) تو ان سے فرمایا تم لوگوں کو تین دن نماز پڑھانا۔ یہ (چھ) حضرات ایک گھر میں جمع رہیں۔ اگر یہ حضرات کسی ایک کے خلیفہ ہونے پر متفق ہو جائیں تو جو ان کی مخالفت کرے اس کی گردن اڑا دینا۔

[عند ابن ابی شیبة و ابن سعد]

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرات شوریٰ سے فرمایا آپ لوگ اپنے امر خلافت کے بارے میں مشورہ کریں۔ (اور اگر رائے میں اختلاف ہو اور چھ حضرات) اگر دو اور دو ہو جائیں یعنی تین آدمیوں کو خلیفہ بنانے کی رائے بن رہی ہو تو پھر دوبارہ مشورہ کرنا اور اگر چار اور دو ہو جائیں تو زیادہ کی یعنی چار کی رائے کو اختیار کر لینا۔ حضرت اسلم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر رائے کے اختلاف کی وجہ سے یہ حضرات تین اور تین ہو جائیں تو جدھر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ ہوں ادھر کی رائے اختیار کر لینا اور ان حضرات کے فیصلہ کو سننا اور ماننا۔ [عند ابن سعد]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات سے تھوڑی دیر پہلے حضرت ابوطلحہ (انصاری) رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا اے ابوطلحہ! تم اپنی قوم انصار کے پچاس آدمی لے کر ان حضرات شوریٰ کے ساتھ رہنا۔ میرا خیال یہ ہے کہ یہ اپنے میں سے کسی ایک کے گھر جمع ہوں گے تم ان کے دروازے پر اپنے ساتھی لے کر کھڑے رہنا اور کسی کو اندر نہ جانے دینا اور نہ ان کو تین دن تک چھوڑنا یہاں تک کہ یہ حضرات اپنے میں سے کسی کو امیر مقرر کر لیں۔ اے اللہ! تو ان میں میرا خلیفہ ہے۔ [کذا فی الکنز ۳: ۱۵۶، ۱۵۷]

خلافت کا بوجھ کون اٹھائے؟

یعنی خلیفہ میں کن صفات کا ہونا ضروری ہے

حضرت عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیماری میں لوگوں کو جمع کیا پھر ایک آدمی کو حکم دیا جو آپ کو اٹھا کر منبر پر لے گیا۔ چنانچہ یہ آپ کا آخری بیان تھا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا:

”اے لوگو! دنیا سے بچ کر رہو اور اس پر بھروسہ نہ کرو۔ یہ بہت دھوکہ باز ہے اور آخرت کو دنیا پر ترجیح دو اور اس سے محبت کرو کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک سے محبت کرنے سے ہی دوسرے سے بغض ہوتا ہے اور ہمارے تمام معاملات امر خلافت کے تابع ہیں۔ اس امر خلافت کے آخری حصہ کی اصلاح اسی طریقہ سے ہوگی جس

طریقہ سے اس کے ابتدائی حصہ کی ہوئی تھی۔ اس امر خلافت کا بوجھ وہی اٹھا سکتا ہے جو تم میں زیادہ طاقت والا ہو اور اپنے نفس پر سب سے زیادہ قابو پانے والا ہو۔ سختی کے موقع پر خوب سخت اور نرمی کے موقع پر خوب نرم ہو اور شوریٰ والے اہل رائے کی رائے کو خوب جانتا ہو۔ لایعنی میں مشغول نہ ہوتا ہو۔ جو بات ابھی پیش نہ آئی ہو اس کی وجہ سے غمگین و پریشان نہ ہو۔ علم سیکھنے سے شرماتا نہ ہو۔ اچانک پیش آ جانے والے کام سے گھبراتا نہ ہو۔ مال کے سنبھالنے میں خوب مضبوط اور غصہ میں آ کر کمی زیادتی کر کے مال میں خیانت بالکل نہ کرے اور آئندہ پیش آنے والے امور کے لیے تیاری رکھے اور احتیاط اور چوکناپن اور اطاعت خداوندی سے بروقت آراستہ ہو اور ان تمام صفات کے حامل حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔"

یہ بیان فرما کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

[اخرجه ابن عساكر كذافى كنز العمال ۳:۱۴۷]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایسی خدمت کی کہ ان کے گھر والوں میں کوئی بھی ویسی نہ کر سکا اور میں نے ان کے ساتھ شفقت کا ایسا معاملہ کیا کہ ان کے گھر والوں میں سے کوئی بھی ویسا نہ کر سکا۔ ایک دن میں ان کے گھر میں ان کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھے اپنے پاس بٹھایا کرتے تھے اور میرا بہت اکرام فرمایا کرتے تھے۔ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے آہ بھری کہ مجھے خیال ہوا کہ اس سے ان کی جان نکل جائے گی۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے یہ آہ کسی چیز سے گھبرا کر بھری ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں گھبرا کر بھری ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا ذرا نزدیک آ جاؤ۔ چنانچہ میں ان کے بالکل قریب ہو گیا تو فرمایا میں کسی کو اس امر خلافت کا اہل نہیں پا رہا ہوں میں نے کہا فلاں اور فلاں' فلاں اور فلاں' فلاں اور فلاں کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کے سامنے چھ اہل شوریٰ کے نام گنائے۔ جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان چھ میں سے ہر ایک کے بارے میں کچھ نہ کچھ بات فرمائی۔ پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن سخت اور درشت نہ ہو۔ نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو۔ سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ [اخرجه ابن سعد]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئی ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے لیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں اپنے بعد یہ امر خلافت کس کے سپرد کروں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا شاید تم اپنے ساتھی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو اس امر خلافت کا اہل سمجھتے ہو۔ میں نے کہا جی ہاں! بے شک وہ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ کیونکہ وہ شروع میں مسلمان ہوئے تھے اور بڑے فضل و کمال والے ہیں۔ انہوں نے فرمایا بے شک وہ ایسے ہی ہیں جیسے تم نے کہا لیکن وہ ایسے آدمی ہیں کہ ان میں دل لگی اور مذاق کی عادت ہے۔ پھر ان کا تذکرہ کرتے رہے اور پھر فرمایا اس امر خلافت کی صلاحیت صرف وہ آدمی رکھتا ہے جو مضبوط ہو لیکن درشت نہ ہو اور نرم ہو لیکن کنجوس نہ ہو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ یہ تمام صفات تو صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہی میں پائی جاتی تھیں۔

[عن ابی عبید فی الغریب و الخطیب فی رواۃ مالک]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت کیا کرتا تھا ان سے ڈر بھی بہت کرتا تھا اور ان کی تعظیم بھی بہت کیا کرتا تھا۔ میں ایک دن ان کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوا وہ اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے زور سے سانس لیا کہ میں سمجھا کہ ان کی جان نکل گئی ہے۔ پھر انہوں نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر بہت لمبا سانس لیا۔ میں نے ہمت سے کام لیا اور کہا میں ان سے اس بارے میں ضرور پوچھوں گا۔ چنانچہ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے کسی بڑی پریشانی کی وجہ سے اتنا لمبا سانس لیا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں اللہ کی قسم! مجھے سخت پریشانی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے کوئی بھی امر خلافت کا اہل نہیں مل رہا ہے۔ پھر فرمایا تم یوں کہتے ہو گے کہ تمہارے ساتھی یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اس امر خلافت کے اہل ہیں۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! انہیں ہجرت کی سعادت بھی حاصل ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ بھی ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار بھی ہیں کیا وہ ان تمام امور کی وجہ سے خلافت کے اہل نہیں ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جیسے کہہ رہے ہو وہ ایسے ہی ہیں لیکن ان کی طبیعت میں مزاح اور دل لگی ہے۔ پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ فرماتے رہے۔ پھر یہ فرمایا کہ خلافت کی ذمہ داری

صرف وہی شخص اٹھا سکتا ہے جو نرم ہو لیکن کمزور نہ ہو اور مضبوط ہو لیکن سخت نہ ہو اور سخی ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو اور احتیاط سے خرچ کرنے والا ہو لیکن کنجوس نہ ہو اور پھر فرمایا اس خلافت کو سنبھالنے کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو بدلہ لینے کے لیے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے اور اللہ کی طرف سے سونپی ہوئی خلافت کی ذمہ داری کی طاقت صرف وہی آدمی رکھتا ہے جو اپنی زبان سے ایسی نہ کہے جس کی وجہ سے اپنا عزم توڑنا پڑے اور اپنی جماعت کے خلاف بھی حق کا فیصلہ کر سکے۔

[عند ابن عساکر کذافی الکنز ۳: ۱۵۸، ۱۵۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امر خلافت کا ذمہ دار اس شخص کو ہی بننا چاہیے جس میں یہ چار خوبیاں پائی جاتی ہوں نرمی ہو لیکن کمزوری نہ ہو مضبوطی ہو لیکن درشتی نہ ہو احتیاط سے خرچ کرتا ہو لیکن کنجوسی نہ ہو سخاوت ہو لیکن فضول خرچ نہ ہو۔ اگر اس میں ان میں سے ایک خوبی بھی نہ ہوئی تو باقی تینوں خوبیاں بیکار ہو جائیں گی۔ [عند عبدالرزاق]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ کے اس کام کو ٹھیک طرح سے وہی کر سکتا ہے جو بدلہ لینے کے لیے دوسروں سے حسن سلوک نہ کرے اور ریاکاروں کی مشابہت اختیار نہ کرے اور لالچ میں نہ پڑے۔ اس میں اپنی عزت بنانے کا جذبہ نہ ہو اور تیزی اور غصہ کے باوجود حق کو نہ چھپائے۔

[عندہ ایضاً وابن عساکر وغیرھما کذافی کنز العمال ۳: ۱۶۵]

حضرت سفیان بن ابی العوجاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا خدا کی قسم! مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ ہوں؟ اگر میں بادشاہ ہوں تو یہ بڑے (خطرے کی) بات ہے۔ (حاضرین میں سے) ایک نے کہا ان دونوں میں تو بڑا فرق ہے۔ خلیفہ تو ہر چیز حق کی وجہ سے لیتا ہے اور پھر اسے حق میں ہی خرچ کرتا ہے اور اللہ کے فضل سے آپ ایسے ہی ہیں اور بادشاہ لوگوں پر ظلم کرتا ہے۔ ایک سے زبردستی لیتا ہے اور دوسرے کو ناحق دیتا ہے۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ [اخرجہ ابن سعد ۳: ۲۲۱]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ میں بادشاہ ہوں یا خلیفہ؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگر آپ نے مسلمانوں کی زمین سے ایک درہم یا اس سے کم وبیش (ظلماً) لیا ہے اور پھر اسے ناحق خرچ کیا ہے تو آپ بادشاہ ہیں خلیفہ نہیں ہیں۔ اس پر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔[عندہ ایضاً کذا فی منتخب کنز العمال ۴/ ۳۸۳]

قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں موجود تھا۔ انہوں نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا جن میں حضرت طلحہؓ حضرت سلمانؓ حضرت زبیر اور حضرت کعب رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ فرمایا کہ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنے لگا ہوں' تم مجھے غلط جواب نہ دینا ورنہ مجھے اور اپنے آپ کو ہلاک کر دو گے۔ میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا میں خلیفہ ہوں یا بادشاہ؟ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ہم سے ایسی بات پوچھ رہے ہیں جسے ہم جانتے نہیں ہیں۔ ہمیں معلوم نہیں ہے کہ خلیفہ اور بادشاہ میں کیا فرق ہے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں پورے انشراح صدر کے ساتھ گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہ بات کہہ رہے ہو تو تمہیں ایسے فیصلہ کن انداز میں یہ بات کہنے کا حق ہے کیونکہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے۔ پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ بات اس وجہ سے کہی ہے کہ آپ رعایا میں انصاف کرتے ہیں اور ان میں (ہر چیز برابر) تقسیم کرتے ہیں اور ان کے ساتھ ایسی شفقت و محبت کا معاملہ کرتے ہیں جیسے کوئی آدمی اپنے گھر والوں کے ساتھ کرتا ہے اور آپ ہر فیصلہ اللہ کی کتاب کے مطابق کرتے ہیں۔ اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس مجلس میں میرے علاوہ بھی کوئی آدمی ایسا ہے جو خلیفہ اور بادشاہ کے فرق کو جانتا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو حکمت اور علم سے بھرا ہوا ہے۔ پھر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ خلیفہ ہیں اور بادشاہ نہیں ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ یہ گواہی کس بنیاد پر دے رہے ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا میں آپ کا ذکر اللہ کی کتاب (یعنی تورات) میں پاتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا اس میں میرا ذکر میرے نام کے ساتھ ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ بلکہ آپ کا ذکر آپ کی صفات کے ساتھ ہے۔ چنانچہ تورات میں اس طرح ہے کہ پہلے نبوت ہوگی۔ پھر نبوت کے طریقے پر خلافت اور رحمت ہوگی۔ اس کے بعد ایسی بادشاہت ہوگی جس میں کچھ ظلم بھی ہوگا۔

[نعیم بن حماد فی الفتن کذا فی منتخب الکنز ۴:۳۸۹]

خلیفہ کی نرمی اور سختی کا بیان

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر (کھڑے ہو کر) بیان فرمایا۔ پہلے اللہ کی حمد و ثناء بیان کی پھر فرمایا:

''اے لوگو! مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ مجھ میں سختی اور درشتی دیکھتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا تھا۔ میں آپ کا غلام اور خادم تھا اور (آپ کے بارے میں) اللہ تعالیٰ نے جیسے فرمایا ہے۔ بالمؤمنین رءوف رحیم (ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق مہربان ہیں) آپ واقعی ایسے ہی (بڑے ہی شفیق اور مہربان تھے) اس لیے میں آپ کے سامنے سنی ہوئی ننگی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ اگر آپ مجھے نیام میں ڈال دیتے یا مجھے کسی کام سے روک دیتے تو میں رک جاتا۔ ورنہ میں آپ کی نرمی کی وجہ سے لوگوں کے ساتھ سختی سے پیش آتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں میرا یہی طرز رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاں بلا لیا اور دنیا سے جاتے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی تھے میں اس پر اللہ کا بہت شکر ادا کرتا ہوں اور اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ آپ لوگ ان کے کرم، تواضع اور نرم مزاجی کو جانتے ہی ہیں۔ میں ان کا خادم تھا اور ان کے سامنے سنی ہوئی تلوار کی طرح رہتا تھا۔ میں اپنی سختی کو ان کی نرمی کے ساتھ ملا دیتا تھا۔ اگر وہ کسی معاملہ میں خود پہل کر لیتے تو میں رک جاتا۔ ورنہ میں اقدام کر لیتا اور ان کے ساتھ میرا یہی رویہ رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو دنیا سے اٹھا لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ مجھ سے راضی تھے۔ میں اس پر اللہ کا بڑا شکر ادا کرتا ہوں اور میں اسے اپنی بڑی سعادت سمجھتا ہوں اور آج تمہارا مسئلہ میری طرف منتقل ہو گیا ہے (کیونکہ میں خلیفہ بنا دیا گیا ہوں) مجھے معلوم ہے کہ بعض لوگ یہ کہیں گے کہ جب خلیفہ دوسرے تھے (عمر رضی اللہ عنہ نہیں تھے) تو یہ ہم پر سختی کیا کرتے تھے اب جبکہ یہ خود خلیفہ بن گئے ہیں تو اب ان کی سختی کا کیا حال ہوگا۔ تم پر واضح ہو جانا چاہئے کہ تمہیں میرے بارے میں کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تم مجھے پہچانتے بھی ہو اور تم لوگ میرا تجربہ بھی کر چکے ہو اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت جتنی میں جانتا ہوں اتنی تم بھی جانتے ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے ہر بات پوچھ رکھی ہے۔ اب مجھے (ضرورت کی) کسی بات کے نہ پوچھنے

پر ندامت نہیں ہے۔ تم اچھی طرح سے سمجھ لو کہ اب جب کہ میں خلیفہ بن گیا ہوں تو اب میری سختی جو تم دیکھتے تھے وہ کئی گنا بڑھ گئی ہے لیکن یہ سختی اس انسان کے خلاف ہوگی جو ظلم اور زیادتی کرے گا اور یہ سختی طاقتور مسلمان سے حق لے کر کمزور مسلمان کو دینے کے لیے ہوگی اور میں اپنی اس سختی کے باوجود اپنا رخسار تمہارے ان لوگوں کے لیے بچھادوں گا جو پاکدامن ہوں گے اور غلط کاموں سے رکیں گے اور بات مانیں گے اور مجھے اس بات سے بھی انکار نہیں ہے کہ اگر میرے اور تم میں سے کسی کے درمیان کسی فیصلہ کے بارے میں اختلاف ہو جائے تو تم جسے پسند کرو میں اس کے ساتھ اس کے پاس چلا جاؤں گا اور وہ (ثالث) میرے اور اس کے درمیان جو فیصلہ کرے گا وہ مجھے منظور ہوگا۔ اے اللہ کے بندو! اللہ سے ڈرو۔ اور اپنے بارے میں اس طرح میری مدد کرو کہ میرے پاس (ادھر ادھر کی ساری) باتیں نہ لاؤ اور میرے نفس کے خلاف میری اس طرح مدد کرو کہ (جب ضرورت پیش آئے تو) مجھے نیکی کا حکم کرو اور مجھے برائی سے روکو اور تمہارے جن امور کا اللہ نے مجھے والی بنا دیا ہے ان میں تم میرے ساتھ پوری خیر خواہی کرو۔

پھر آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔

[اخرجه الحاکم والالکائی وغیرھما کذا فی کنز العمال ۳:۱۴۷]

حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم جمع ہوئے اور ان میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے (بات کرنے میں) سب سے زیادہ جری حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ چنانچہ ان حضرات نے (ان سے) کہا اے عبدالرحمٰن! کیا ہی اچھا ہو کہ آپ لوگوں کے بارے میں امیر المومنین سے بات کرلیں اور ان سے یہ کہیں کہ بہت سے حاجت مند لوگ آتے ہیں لیکن آپ کی ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے اور اپنی ضرورت پوری کیے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ اے امیر المومنین! آپ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار فرمائیں۔ کیونکہ بہت سے ضرورت مند آپ کے پاس آتے ہیں لیکن آپ کے رعب اور ہیبت کی وجہ سے آپ سے بات نہیں کر پاتے ہیں اور آپ سے اپنی ضرورت کہے بغیر ہی واپس چلے جاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہو کہ کیا تمہیں حضرت علی،

حضرت عثمان، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد رضی اللہ عنہم نے یہ بات کرنے کو کہا ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عبدالرحمٰن! اللہ کی قسم! میں نے لوگوں کے ساتھ اتنی نرمی اختیار کی کہ اس نرمی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس نرمی پر پکڑ نہ فرمالے) پھر میں نے لوگوں پر اتنی سختی اختیار کی کہ اس سختی پر اللہ سے ڈرنے لگا (کہ کہیں وہ اس پر پکڑ نہ فرمالے) اب تم ہی بتاؤ کہ چھٹکارا کی کیا صورت ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ وہاں سے روتے ہوئے چادر گھسیٹتے ہوئے اٹھے اور ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے کہہ رہے تھے ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا۔ ہائے افسوس! آپ کے بعد ان کا کیا بنے گا۔

[کذا فی منتخب کنز العمال ۴: ۳۸۲]

ابونعیم اپنی کتاب حلیہ میں حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا دل اللہ کے لیے اتنا نرم ہوا کہ مکھن سے بھی زیادہ نرم ہوگیا اور (اسی طرح) میرا دل اللہ کے لیے اتنا سخت ہوا کہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہوگیا۔

ابن عساکر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو ان سے ایک صاحب نے کہا کہ بعض لوگوں نے اس بات کی کوشش کی کہ یہ خلافت آپ کو نہ ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کس وجہ سے؟ اس نے کہا ان کا یہ خیال تھا کہ آپ بہت سخت ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرا دل لوگوں کی شفقت سے بھر دیا اور لوگوں کے دل میں میرا رعب بھر دیا۔ [کذا فی منتخب کنز العمال ۴: ۳۸۲]

جن لوگوں کی نقل وحرکت سے اُمت میں انتشار پیدا ہو انہیں روکے رکھنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو اس وقت قریش (کے بعض خاص حضرات) ان سے اکتا چکے تھے کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو مدینہ میں روک رکھا تھا (اور ان کے باہر جانے پر پابندی لگا رکھی تھی) اور ان پر خوب خرچ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے اس اُمت ﷺ کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ تمہارے مختلف شہروں میں پھیلنے سے معلوم ہوتا

ہے۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ پابندی مہاجرین میں سے بعض خاص حضرات پر لگا رکھی تھی) اور مہاجرین کے ان خاص حضرات کے علاوہ اور اہل مکہ پر یہ پابندی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہیں لگائی تھی۔ چنانچہ جن مہاجرین کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ رہنے کا پابند بنا رکھا تھا ان میں سے کوئی جہاد میں جانے کی اجازت مانگتا تو اس سے فرماتے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو غزوات کے سفر کر چکے ہو وہ منزل مقصود یعنی جنت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے لیے کافی ہیں۔ آج تو غزوہ میں جانے سے تمہارے لیے یہی بہتر ہے کہ (یہاں مدینہ میں ہی رہو) نہ تم دنیا کو دیکھو اور نہ دنیا تمہیں دیکھے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد یہ تھا کہ یہ چند خاص حضرات اگر مختلف علاقوں میں چلے جائیں گے تو وہاں کے مسلمان ان کی ہی صحبت پر اکتفا کرلیں گے اور مدینہ نہیں آیا کریں گے اور یوں ان کا امیر المومنین اور مرکز اسلام سے تعلق کمزور ہو جائے گا۔ اگر یہ حضرات مدینہ ہی میں رہیں گے تو ساری دنیا کے مسلمان مدینہ نہیں آیا کریں گے اور اس طرح ان کا امیر المومنین اور مرکز اسلام سے تعلق مضبوط ہوتا رہے گا اور یوں مسلمانوں میں فکر اور محنت اور ساری ترتیب میں یکسانیت رہے گی) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے ان حضرات سے یہ پابندی اٹھالی اور انہیں جانے کی اجازت دے دی۔ یہ حضرات مختلف علاقوں میں پھیل گئے اور وہاں کے مسلمانوں نے ان حضرات کی صحبت پر ہی اکتفاء کرلیا۔ اس حدیث کے راوی حضرت محمد اور حضرت طلحہ لکھتے ہیں کہ یہ سب سے پہلی کمزوری تھی جو اسلام میں داخل ہوئی اور یہی سب سے پہلا فتنہ تھا جو عوام میں پیدا ہوا (کہ مقامی حضرات سے تعلق زیادہ ہو گیا اور امیر المومنین اور مرکز اسلام سے تعلق کم ہو گیا)۔

[اخرجه سيف و ابن عساكر كذا في الكنز ۷: ۱۳۹ واخرجه الطبري ۵: ۱۳۴ من طريق سيف بنحوهٗ]

حضرت قیس بن ابی حازم کہتے ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جہاد میں جانے کی اجازت لینے کے لیے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے گھر میں بیٹھے رہو۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بہت غزوے کر چکے ہو۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ بار بار اصرار کرنے لگے۔ تیسری یا چوتھی مرتبہ کے اصرار پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے گھر میں بیٹھ جاؤ۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں دیکھ رہا ہوں کہ اگر تم اور تمہارے ساتھی نکل کر اطراف مدینہ میں چلے جاؤ گے تو تم لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے خلاف فتنہ پیدا کر دو گے۔

[عند الحاكم ۳: ۱۲۰ وقال الذهبي صحيح]

حضرات اہل الرائے سے مشورہ کرنا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوسفیان (کے لشکر) کے آنے کی خبر ملی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ سے مشورہ فرمایا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کچھ بات فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اعراض فرمالیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ بات فرمائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بھی اعراض فرمالیا۔ آگے حدیث کا اور مضمون بھی ہے جو کہ جہاد کے باب کے شروع میں حصہ اول پر گزر چکا ہے۔ [اخرجہ احمد]

امام احمد اور امام مسلم بدر کے واقعہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر' حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا (کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟) تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ (ہمارے) چچا کے بیٹے' خاندان کے لوگ اور بھائی ہیں۔ میری رائے یہ ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے فدیہ لے لیں (اور انہیں چھوڑ دیں) تو ہم ان سے جو فدیہ لیں گے وہ کفار سے مقابلہ کے لیے ہماری قوت کا ذریعہ بنے گا اور ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے دے تو پھر یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب! تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ کی قسم! جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے وہ میری رائے نہیں بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا اقربی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کردیں میں اس کی گردن اڑادوں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیں وہ عقیل کی گردن اڑادیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یعنی (حضرت) عباس (رضی اللہ عنہ) وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کی گردن اڑادیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ یہ لوگ قریش کے سردار اور امام اور قائد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور میری رائے آپ کو پسند نہ آئی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے لیا۔ اگلے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں

گیا تو وہ دونوں رو رہے تھے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ (ﷺ) مجھے بتائیں کہ آپ اور آپ کے ساتھی کیوں رو رہے ہیں؟ اگر (رونے کی وجہ معلوم ہونے پر) مجھے بھی رونا آ گیا تو میں بھی رونے لگ جاؤں گا اور اگر رونا نہ آیا تو آپ دونوں کے رونے کی وجہ سے میں بھی بہ تکلف رونے کی صورت بنالوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ تمہارے ساتھیوں نے ان قیدیوں سے جو فدیہ لیا ہے اس کی وجہ سے اللہ کا عذاب اس درخت سے بھی زیادہ قریب آ گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے:

﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ اَسْرٰى﴾ [الانفال آیت:٦٧]

"نبی کی شان کے لائق نہیں کہ ان کے قیدی باقی رہیں (بلکہ قتل کر دیئے جائیں) جب تک کہ وہ زمین میں اچھی طرح خونریزی نہ کرلیں۔ تم تو دنیا کا مال واسباب چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ آخرت (کی مصلحت) کو چاہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے زبردست بڑی حکمت والے ہیں۔" [اخرجه ایضاً ابو داؤد والترمذي وابن ابي شيبة وابو عوانة وابن جرير وابن المنذر وابن ابي حاتم و ابن حبان و ابو الشيخ و ابن مردويه وابو نعيم والبيهقي كما في الكنز ٥:٢٦٥]

امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جنگ بدر کے موقع پر قیدیوں کے بارے میں مشورہ فرمایا تو ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دے دیا ہے۔ (بتاؤ اب ان کے ساتھ کیا کرنا چاہئے؟) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ان لوگوں کی گردنیں اڑا دیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہیں ان لوگوں پر قابو دے دیا ہے اور یہ لوگ کل تمہارے بھائی ہی تھے۔ (لہٰذا ان کے ساتھ نرمی کا ہی برتاؤ ہونا چاہئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ وہی رائے پیش کی۔ حضور ﷺ نے ان کی طرف سے چہرہ پھیر لیا۔ حضور ﷺ نے پھر متوجہ ہو کر وہی بات ارشاد فرمائی۔ اس مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہماری رائے یہ ہے کہ آپ ان کو معاف کر دیں۔ اور ان سے فدیہ قبول فرمالیں (یہ سن کر) حضور ﷺ کے چہرہ مبارک سے غم اور پریشانی کا اثر دور ہو گیا۔ پھر آپ نے ان کو معاف فرما دیا اور ان سے فدیہ لینا قبول فرمالیا۔

اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيْمَا اَخَذْتُمْ﴾ [الانفال آیت: ۶۸]

"اگر خدا تعالیٰ کا ایک نوشتہ مقدر نہ ہو چکتا تو جو امر تم نے اختیار کیا ہے اس کے بارے میں تم پر کوئی بڑی سزا واقع ہوتی۔" [عند احمد كذافي نصب الراية ۳: ۴۰۳، قال الهيثمي ۶: ۸۷، رواه احمد عن شيخه علي بن عاصم بن صهيب و هو كثير الغلط والخطالا يرجع اذا قيل له الصواب و بقية رجال احمد رجال الصحيح انتهى]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فدیہ لینے کی رائے کی طرف رجحان صرف صلہ رحمی اور رحم دلی کی وجہ سے تھا۔ البتہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے صرف مالی فوائد کو سامنے رکھ کر یہ رائے دی تھی اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے دوسری دینی مصلحتوں اور اخلاقی پہلو کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے دی تھی اور فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے ہاں غلطی قرار دیا گیا اور یہ غلطی تھی تو ایسی کہ ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا تھا۔ مگر سزا دینے سے وہ چیز مانع ہے جو اللہ پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے۔ اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں۔

1. مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا۔
2. اہل بدر کی خطاؤں کو اللہ معاف فرما چکا ہے۔
3. ان قیدیوں میں سے بہت سوں کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا۔ وغیرہ۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے) فرمایا تم ان قیدیوں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ لوگ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خاندان کے ہیں ان کو (معاف فرما کر دنیا میں) باقی رکھیں اور ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمائیں۔ شاید اللہ تعالیٰ ان کو (کفر و شرک سے) توبہ کی توفیق دے دے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انہوں نے آپ کو (مکہ سے) نکالا اور آپ کو جھٹلایا۔ آپ ان کو اپنے پاس بلائیں اور ان کی گردنیں اڑا دیں اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے یہ رائے پیش کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ گھنے درختوں والا جنگل تلاش کریں۔ پھر ان لوگوں کو اس جنگل میں داخل کر کے اوپر سے آگ جلا دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے سب کی رائے سنی اور کوئی فیصلہ نہ فرمایا اور (اپنے خیمہ میں) تشریف لے گئے۔ (لوگ آپس میں باتیں کرنے لگے) بعض نے کہا آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کریں گے اور بعض نے کہا آپ حضرت عبداللہ بن رواحہ کی رائے پر عمل کریں گے۔ پھر آپ لوگوں کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا نرم فرما دیتے ہیں کہ وہ دودھ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتے ہیں اور بعض لوگوں کے دلوں کو اپنے بارے میں اتنا سخت فرما دیتے ہیں کہ وہ پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں اور اے ابوبکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ○﴾ [ابراہیم آیت:۳۶]

''پھر جو شخص میری راہ پر چلے گا وہ تو میرا ہی ہے اور جو شخص (اس باب میں) میرا کہنا نہ مانے تو آپ تو کثیر المغفرت کثیر الرحمۃ ہیں۔''

اور اے ابوبکر تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا:

﴿اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ○﴾

[المائدہ آیت:۱۱۸]

''اور اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر آپ ان کو معاف فرما دیں تو آپ زبردست حکمت والے ہیں۔''

اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِیْنَ دَیَّارًا﴾ [نوح آیت:۲۶]

''اے رب! نہ چھوڑ یو زمین پر منکروں کا ایک گھر بھی بسنے والا۔''

اور اے عمر تمہاری مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے کیونکہ انہوں نے فرمایا تھا:

﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓی اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ﴾

''اے ہمارے رب! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو زیادہ سخت کر دیجئے جس سے ہلاکت کے مستحق ہو جائیں یہاں تک کہ عذاب الیم (کے مستحق ہو کر) اس کو دیکھ لیں۔''

(پھر حضور ﷺ نے فرمایا) چونکہ تم ضرورت مند ہو اس وجہ سے ان قیدیوں میں سے ہر قیدی یا تو فدیہ دے گا یا پھر اس کی گردن اڑا دی جائے گی۔ حضرت عبداللہ (بن مسعود) فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس حکم سے سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ قرار دیا جائے۔ کیونکہ میں نے ان کو اسلام کا بھلائی کے ساتھ تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے۔ (یہ سن کر) حضور ﷺ خاموش رہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دن جتنا مجھے اپنے اوپر آسمان سے پتھروں کے برسنے کا ڈر لگا اتنا مجھے کبھی نہیں لگا۔ (ڈر اس وجہ سے تھا کہ کہیں حضور ﷺ نے نامناسب بات کی فرمائش نہ کر دی ہو) آخر حضور ﷺ نے فرما ہی دیا کہ سہیل بن بیضا کو مستثنیٰ کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ نے ما کان لنبی ان یکون له اسری سے لے کر دو آیتیں نازل فرمائیں۔ [عند احمد و هکذا رواه الترمذی والحاکم وقال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاه ورواه ابن مردویه من طریق عبدالله بن عمروابی هریرة رضی الله عنهم بنحو ذلك و قدروی عن ابی ایوب الانصاری رضی الله عنه بنحوه کذا فی البدایة ۳:۲۹۷]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب مسلمانوں پر (غزوۂ خندق کے موقع پر) مصیبت سخت ہوگئی تو حضور ﷺ نے قبیلہ غطفان کے دو سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف مری کو بلا بھیجا اور ان کو مدینہ کا تہائی پھل اس شرط پر دینے کا ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے ساتھیوں کو آپ کے اور آپ کے صحابہ کے مقابلہ سے واپس لے جائیں۔ چنانچہ آپ کے اور ان کے درمیان صلح کی بات شروع ہوگئی حتی کہ انہوں نے صلح نامہ بھی لکھ لیا لیکن ابھی تک گواہیاں نہیں لکھی گئی تھیں اور صلح کا مکمل فیصلہ نہیں ہوا تھا صرف ایک دوسرے کو آمادہ کرنے کی باتیں چل رہی تھیں۔ جب آپ نے اس طرح صلح کر لینے کا پختہ فیصلہ فرما لیا تو آپ نے حضرت سعد بن معاذ اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما کو بلا کر اس صلح کا ان سے تذکرہ فرمایا اور ان دونوں سے اس بارے میں مشورہ کیا تو ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ صلح کا کام آپ ﷺ کو پسند ہے اس لیے آپ ﷺ اس کو کر رہے ہیں یا اللہ نے آپ ﷺ کو اس صلح کرنے کا حکم دیا ہے جس پر عمل کرنا ہمارے لیے ضروری ہے یا یہ صلح ہمارے فائدے کے لیے کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں یہ صلح تمہارے فائدے کے لیے کر رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں یہ صلح اس وجہ سے کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں کہ سارے عرب والے ایک کمان سے تم پر تیر چلا رہے ہیں یعنی سارے تمہارے

خلاف متحد ہو گئے ہیں اور ہر طرف سے کھلم کھلا تمہاری دشمنی کر رہے ہیں تو میں نے یہ سوچا کہ (یوں صلح کر کے) ان کی طاقت کو کچھ توڑ دوں۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اور یہ لوگ پہلے اللہ کے ساتھ شرک کرنے اور بتوں کی عبادت میں اکٹھے تھے ہم اللہ کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ہم اللہ کو پہچانتے بھی نہیں تھے اس زمانے میں ہماری ایک کھجور بھی زبردستی کھا لینے کا ان میں حوصلہ نہیں تھا ہاں ہمارے مہمان بن جاتے یا ہم سے خرید لیتے تو پھر یہ ہماری کھجور کھا سکتے تھے تو اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام کا شرف عطا فرمایا اور ہمیں اسلام کی ہدایت دی اور آپ ﷺ کے ذریعہ اسلام دے کر ہمیں عزت عطا فرما دی تو اب ہم خود اپنے پھل انہیں دے دیں؟ (یہ ہرگز نہیں ہو سکتا) اللہ کی قسم! ہمیں اس صلح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کی قسم! ہم ان کو تلوار کے علاوہ اور کچھ نہیں دیں گے۔ یہاں تک کہ اللہ ہی ہمارے اور ان کے درمیان فیصلہ کرے گا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا تم جانو اور تمہارا کام۔ (تمہاری رائے صلح کرنے کی نہیں ہے تو پھر ہم نہیں کرتے) چنانچہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ صلح نامہ لیا اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا تھا وہ مٹا دیا اور کہا کہ وہ ہمارے خلاف اپنا سارا زور لگا کر دیکھ لیں۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا فى البداية ۴: ۱۰۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حارث حضور ﷺ کی خدمت میں (غزوۂ خندق کے موقع پر) آ کر کہنے لگا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو ورنہ میں آپ (ﷺ) کے خلاف مدینہ کو سوار اور پیدل لشکر سے بھر دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں (حضرت) سعد بن عبادہ اور (حضرت) سعد بن معاذ سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ (آپ نے جا کر ان دونوں حضرات سے مشورہ کیا) ان دونوں نے کہا نہیں، یہ نہیں ہو سکتا۔ اللہ کی قسم! ہم تو زمانہ جاہلیت میں کبھی ایسی ذلت والی بات پر راضی نہیں ہوئے تو اب جبکہ اللہ نے ہمیں اسلام سے نواز دیا ہے تو اس ذلت والی بات پر ہم کیسے راضی ہو سکتے ہیں۔ حضور ﷺ نے واپس آ کر حارث کو یہ جواب بتایا۔ اس نے کہا اے محمد (ﷺ)! آپ (ﷺ) نے (نعوذ باللہ) بدعہدی کی۔ [اخرجه البزار]

طبرانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حارث غطفانی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا ہمیں مدینہ کی آدھی کھجوریں دے دو۔ حضور ﷺ نے فرمایا سعد نامی لوگوں سے مشورہ کر کے بتاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ، حضرت سعد بن

عبادہ' حضرت سعد بن الربیع' حضرت سعد بن خیثمہ اور حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہم کو بلا کر فرمایا۔ مجھے معلوم ہے سارے عرب کے لوگ تم کو ایک کمان سے تیر مار رہے ہیں یعنی وہ سب تمہارے خلاف متحد ہو چکے ہیں اور حارث تم سے مدینہ کی آدھی کھجوریں مانگ رہا ہے تو اگر تم چاہو تو اس سال اسے آدھی کھجوریں دے دو۔ آئندہ تم دیکھ لینا۔ ان حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ آسمان سے وحی آئی ہے؟ پھر تو اس کے آگے سر تسلیم خم ہے یا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی رائے ہے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے پر عمل کریں گے لیکن اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم پر شفقت کی وجہ سے یہ فرما رہے ہیں تو اللہ کی قسم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ ہی چکے ہیں کہ ہم اور یہ برابر ہیں۔ یہ ہم سے ایک کھجور بھی زبردستی نہیں لے سکتے ہاں خرید کر یا مہمان بن کر لے سکتے ہیں۔ (ان حضرات سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں تو شفقت کی وجہ سے کہہ رہا تھا (اور پھر حارث سے کہا) تم سن رہے ہو کہ یہ حضرات کیا کہہ رہے ہیں۔ حارث نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے (معاذ اللہ) بدعہدی کی ہے۔ [قال الهیثمی ۶: ۱۳۲' رجال البزار والطبرانی فیهما محمد بن عمرو و حدیثه حسن و بقیة رجاله ثقات]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے اس طرح کے امور کے بارے میں رات کے وقت حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے (مشورہ کے لیے) گفتگو فرماتے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔ [خرجه مسدد و هو صحیح کذا فی کنز العمال ۴: ۱۴۵]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو کوئی ایسا مسئلہ پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل فقہ سے مشورہ کرنا چاہتے تو مہاجرین و انصار میں سے کچھ حضرات کو بلا لیتے اور حضرت عمر' حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت عبدالرحمن بن عوف' حضرت معاذ بن جبل' حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کو بھی بلاتے۔ یہ سب حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے اور لوگ بھی ان ہی حضرات سے مسائل پوچھا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یہ ترتیب رہی۔ ان کے بعد حضرت عمر خلیفہ بنے تو وہ بھی ان ہی حضرات کو (مشورہ کے لئے) بلایا کرتے اور ان کے زمانے میں

حضرت عثمان، حضرت ابی اور حضرت زید رضی اللہ عنہم فتویٰ کا کام کیا کرتے۔

[اخرجه ابن سعد كذا فى الكنز ۳: ۱۳۴]

حضرت عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے علاقہ میں ایک شوریلی زمین ہے جس میں نہ گھاس اگتی ہے اور نہ اس سے کوئی اور فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو وہ ہمیں بطور جاگیر دے دیں تاکہ ہم اس میں ہل چلائیں اور اسے کاشت کریں شاید وہ آباد ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے وہ زمین ان کو بطور جاگیر دینے کا ارادہ کر لیا اور ان کے لیے ایک تحریر لکھی اور یہ طے کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس فیصلہ پر گواہ بنیں۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ دونوں تحریر لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس پر گواہ بنانے کے لیے ان کے پاس گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس تحریر کا مضمون سنا تو ان دونوں کے ہاتھ سے وہ تحریر لی اور اس پر تھوک کر اسے مٹا دیا۔ اس پر ان دونوں کو غصہ آ گیا اور دونوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم دونوں کی تالیف قلب فرمایا کرتے تھے (اور تالیف قلب کی وجہ سے تم دونوں کو زمین دی تھی) جبکہ اس وقت اسلام کمزور اور اسلام والے تھوڑے تھے اور آج اللہ تعالیٰ نے اسلام کو غلبہ عطا فرمایا جاؤ میرے خلاف جتنا زور لگا سکتے ہو لگا لو اور اگر تم لوگ اللہ سے حفاظت مانگو تو اللہ تمہاری حفاظت نہ کرے۔ یہ دونوں غصہ میں بھرے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اللہ کی قسم! ہمیں سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ خلیفہ ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر وہ چاہتے تو خلیفہ بن سکتے تھے۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی غصہ میں بھرے ہوئے آئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس کھڑے ہو کر کہنے لگے آپ مجھے بتائیں کہ آپ نے یہ زمین جو ان آدمیوں کو بطور جاگیر دی ہے یہ آپ کی ملک ہے یا تمام مسلمانوں کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں، تمام مسلمانوں کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر آپ نے سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر صرف ان دو کو کیوں دے دی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے پاس جو مسلمان تھے میں نے ان سے مشورہ کیا تھا۔ ان سب نے مجھے ایسا کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے اپنے پاس والوں سے تو مشورہ کیا لیکن کیا آپ نے تمام مسلمانوں سے مشورہ کر کے ان کی رضامندی حاصل کی ہے؟ (چونکہ یہ بات ظاہر تھی کہ ہر امر میں سارے مسلمانوں سے مشورہ

نہیں لیا جاسکتا۔ اس وجہ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس سوال کا کوئی جواب نہ دیا بلکہ) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تو تم سے پہلے ہی کہا تھا کہ تم اس امر خلافت (کو سنبھالنے) کی مجھ سے زیادہ طاقت رکھتے ہو لیکن تم مجھ پر غالب آ گئے (اور تم نے مجھے زبردستی خلیفہ بنا دیا)۔

[اخرجه ابن ابی شيبة والبخاری فی تاریخهٖ وابن عساکر و البیهقی و یعقوب بن سفیان کذا فی الکنز ۲:۱۸۹ وعزاه فی الاصابة ۳:۵۵، ۱:۵۹ الی البخاری فی تاریخه الصغیر و یعقوب بن سفیان و قال باسناد صحیح و ذکر عن علی بن المدینی هذا منقطع لان عبیدة لم یدرك القصة ولایروی عن عمرانه سمع منه وقال ولایروی عن عمر باحسن من هذا الاسناد انتهی واخرجه عبد الرزاق عن طاؤس مختصرا کما فی الکنز ۱:۸۰]

حضرت عطیہ بن بلال رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت سہم بن منجاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اقرع اور زبرقان دونوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ بحرین کا خراج (محصول) ہمارے لیے مقرر فرما دیں ہم آپ کو اس بات کی ضمانت دیتے ہیں کہ ہماری قوم کا کوئی آدمی (دین اسلام سے) نہیں پھرے گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایسا کرنے پر تیار ہو گئے اور ان کیلئے ایک تحریر لکھی اور یہ معاملہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کی وساطت سے طے ہوا۔ ان حضرات نے چند گواہ بھی مقرر کیے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ تحریر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور انہوں نے اسے دیکھا تو انہوں نے اس پر گواہ بننے سے انکار کر دیا اور فرمایا نہیں۔ اب کسی کے اکرام اور تالیف قلب کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر اس تحریر کے لکھے ہوئے کو مٹا کر اسے پھاڑ دیا۔ اس پر حضرت طلحہ کو بہت غصہ آیا اور انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہ آپ امیر ہیں یا عمر؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا امیر تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں لیکن بات میری ماننی ضروری ہے۔ (حضرت طلحہ نے سوال تو ایسا کیا تھا جس سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما میں توڑ پیدا ہو جائے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب جوڑ والا دیا اس وجہ سے) یہ سن کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔ [اخرجه سیف وابن عساکر عن الصعب بن عطیة بن بلال کذا فی منتخب الکنز ۴:۳۹۰]

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگی امور کے بارے میں مشورہ کیا کرتے تھے لہٰذا تم بھی مشورہ کرنے کو اپنے لیے لازمی سمجھو۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۵:۳۱۹ رواه الطبرانی ورجاله

قد وثقوا انتهى و اخرجه ايضاً البزار و العقيلي و سنده حسن كما في الكنز ۲: ۱۶۳]

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا حضرات اہل رائے سے مشورہ کرنا

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو ان کی صاحبزادی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے نکاح کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں نے یہ طے کر رکھا ہے کہ اپنی بیٹیوں کی شادی صرف جعفر کے بیٹوں سے ہی کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے علی! تم اس سے میری شادی کر دو کیونکہ روئے زمین پر کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جو آپ کی بیٹی کے ساتھ اچھی زندگی گزار کر وہ اعلیٰ فضیلت حاصل کرنا چاہتا ہو جو میں حاصل کرنا چاہتا ہوں (اور اس فضیلت کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آگے جا کر بیان فرمایا ہے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اچھا میں نے (اس بیٹی کا آپ سے نکاح) کر دیا۔ مہاجرین میں سے حضرت علی' حضرت عثمان' حضرت زبیر' حضرت طلحہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشورے والے حضرات تھے اور یہ حضرات ہر وقت مسجد نبوی میں) قبر نبوی اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے رہتے تھے۔ جب اطراف عالم سے کوئی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتی تو وہ آ کر ان کو بتایا کرتے اور اس کے بارے میں ان سے مشورہ کیا کرتے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو آ کر کہا مجھے نکاح کی مبارکباد دو۔ ان حضرات نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مبارکباد دی اور پوچھا اے امیر المؤمنین! (آپ نے) کس سے (نکاح کیا ہے؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے۔ پھر انہیں سارا واقعہ تفصیل سے بتانے لگے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت تو مجھے حاصل ہے ہی۔ اب میں نے چاہا کہ (اس نکاح کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) میرا رشتہ کا تعلق بھی قائم ہو جائے۔ [اخرجه ابن سعد و سعيد بن منصور و رواه ابن راهويه مختصرا كذا في الكنز ۷: ۹۸' واخرجه الحاكم ۳: ۱۴۲' ايضاً مختصرا وقال هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي منقطع]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو بلایا کرتے تھے اور بدر والوں کے ساتھ ان سے بھی مشورہ کیا کرتے تھے اور حضرت

ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانے سے آخر دم تک فتویٰ کا کام انجام دیتے رہے۔ حضرت یعقوب بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی کوئی اہم مسئلہ پیش آتا تو وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مشورہ لیتے اور فرماتے اے غوطہ لگانے والے! (یعنی ہر معاملہ کی گہرائی تک پہنچنے والے!) غوطہ لگاؤ (اور اس اہم مسئلہ میں اچھی طرح سوچ کر اپنی رائے پیش کرو) حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایسا کوئی آدمی نہیں دیکھا جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند، زیادہ علم والا اور زیادہ بردبار ہو۔ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے کہ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو پیچیدہ اور مشکل مسائل کے پیش آنے پر بلاتے اور فرماتے یہ ایک پیچیدہ مسئلہ تمہارے سامنے ہے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کے مشورے پر عمل کرتے حالانکہ ان کے چاروں طرف بدری حضرات مہاجرین وانصار کا مجمع ہوتا۔

[اخرجه ابن سعد]

حضرت ابن شہاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو آپ نوجوانوں کو بلاتے اور ان کی عقل وسمجھ کی تیزی کو اختیار کرتے ہوئے ان سے مشورہ لیتے۔

[اخرجه البیهقی و ابن السمعانی]

امام بیہقی نے حضرت ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مزاج مشورہ کر کے چلنے کا تھا چنانچہ بعض دفعہ مستورات سے بھی مشورہ لے لیا کرتے اور ان مستورات کی رائے میں ان کو کوئی بات اچھی نظر آتی تو اس پر عمل کر لیتے۔ [کذافی الکنز ۳: ۱۶۳]

حضرت محمد، حضرت طلحہ اور حضرت زیاد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ (یکم محرم ۱۴ھ کو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ لشکر لے کر (مدینہ سے) نکلے اور ایک پانی پر پڑاؤ کیا جس کا نام صرار تھا۔ (یہ پانی مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر تھا) اور لشکر کو بھی وہاں ٹھہرا لیا۔ لوگوں کو پتہ نہیں چل رہا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے چلیں گے یا (مدینہ ہی) ٹھہریں گے اور لوگ جب کوئی بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھنا چاہتے تو حضرت عثمان یا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے واسطے سے پوچھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ہی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا لقب ردیف پڑ گیا تھا اور عربوں کی زبان میں ردیف اسے کہتے ہیں جو کسی آدمی کے بعد اس کا قائم مقام ہو اور موجودہ امیر کے بعد اس کے امیر بننے کی امید ہو۔ اور جب یہ دونوں حضرات لوگوں کی وہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھنے کی ہمت نہ پاتے

تو پھر لوگ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو واسطہ بناتے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کو کیا خبر پہنچی ہے؟ اور آپ کا کیا ارادہ ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعہ (اے لوگو! نماز کے عنوان پر جمع ہو جاؤ) چنانچہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہو گئے۔ انہوں نے لوگوں کو (سفر کی) خبر دی۔ پھر دیکھنے لگے کہ اب لوگ کیا کہتے ہیں؟ تو اکثر لوگوں نے کہا آپ بھی چلیں اور ہمیں بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔ چانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی اس رائے سے اتفاق کیا اور ان کی رائے کو یونہی چھوڑ دینا مناسب نہ سمجھا بلکہ یہ چاہا کہ ان کو اس رائے سے نرمی اور حکمت عملی کے ساتھ ہٹائیں گے (اگر ضرورت پیش آ گئی تو) اور فرمایا خود بھی تیار ہو جاؤ اور دوسروں کو بھی تیار کرو۔ میں بھی (آپ لوگوں کے ساتھ) جاؤں گا۔ لیکن اگر آپ لوگوں کی رائے سے زیادہ اچھی رائے کوئی اور آ گئی تو پھر نہیں جاؤں گا۔ پھر آپ نے آدمی بھیج کر اہل الرائے حضرات کو بلایا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چیدہ چیدہ صحابہ اور عرب کے چوٹی کے لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میرا خیال ہے کہ میں بھی اس لشکر کے ساتھ چلا جاؤں۔ آپ لوگ اس بارے میں اپنی رائے مجھے دیں۔ وہ حضرات سب جمع ہو گئے اور ان سب نے یہی رائے دی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی آدمی کو (اپنی جگہ) بھیج دیں۔ اور خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہاں (مدینہ) ہی ٹھہرے رہیں اور اس آدمی کی مدد کے لیے لشکر بھیجتے رہیں پھر اگر حسب منشا فتح ہو گئی تو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور لوگوں کی مراد پوری ہو جائے گی ورنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوسرے آدمی کو بھیج دیں گے اور اس کے ساتھ دوسرا لشکر روانہ کر دیں گے۔ اس طرح کرنے سے دشمن کو غصہ آئے گا اور مسلمان غلطی کرنے سے بچ جائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہو گا اور اللہ کی مدد آئے گی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعۃ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مسلمان جمع ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں اپنی جگہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا تھا۔ انہیں بلانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیجا وہ بھی آ گئے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقدمۃ الجیش پر مقرر فرما کر آگے بھیجا ہوا تھا انہیں بھی آدمی بھیج کر بلایا۔ وہ بھی آ گئے۔ اس لشکر کے میمنہ اور میسرہ پر حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کو مقرر کیا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

"بے شک اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو اسلام پر جمع فرمادیا اور ان کے دلوں میں ایک

دوسرے کی محبت پیدا کر دی اور اسلام کی وجہ سے ان کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیا اور مسلمان آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں۔ ایک عضو کو جو تکلیف پہنچتی ہے وہ باقی تمام اعضاء کو بھی پہنچتی ہے۔ اس لیے مسلمانوں کو ایک جسم کے اعضاء کی طرح ہونا چاہیے (کہ ایک مسلمان کی تکلیف سے سب کو تکلیف ہو) اور مسلمانوں کا ہر کام حضرات اہل شوریٰ کے مشورے سے طے ہونا چاہیے۔ عام مسلمان اپنے امیر کے تابع ہیں اور اہل شوریٰ جس چیز پر اتفاق کر لیں تو تمام مسلمانوں کے لیے اس پر عمل کرنا ضروری ہے اور جو مسلمانوں کا امیر بنے وہ ان اہل شوریٰ کا تابع ہے۔ اسی طرح جنگی تدابیر میں جو اہل شوریٰ کی رائے ہو اور جس تدبیر پر اہل شوریٰ راضی ہوں اس میں تمام مسلمان ان کے تابع ہیں۔ اے لوگو! میں بھی تم میں سے ایک آدمی تھا (اور میرا بھی تمہارے ساتھ جانے کا ارادہ تھا) لیکن تمہارے اہل شوریٰ نے مجھے جانے سے روک دیا ہے۔ اب میری بھی یہ رائے ہے کہ میں (مدینہ ہی) ٹھہروں اور (اپنی جگہ) کسی دوسرے کو (امیر بنا کر) بھیج دوں اور میں جن کو آگے بھیج چکا تھا یا پیچھے (مدینہ) چھوڑ آیا تھا (اور جو یہاں موجود تھے) میں ان سب سے اس بارے میں مشورہ کر چکا ہوں۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیچھے مدینہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ بنا کر آئے تھے اور مقدمۃ الجیش پر امیر بنا کر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو آگے اعوص مقام پر بھیج رکھا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو بلا کر بھی اس مشورہ میں شریک کیا تھا۔ [اخرجه ابن جرير ۴؍۸۳ من طريق سيف]

ابن جریر حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو عبید بن مسعود رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی اطلاع ملی اور یہ پتہ چلا کہ اہل فارس کسریٰ کے خاندان کے ایک آدمی (کی امارت) پر جمع ہو رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اعلان کر کے حضرات مہاجرین اور انصار کو جمع فرمایا اور ان کو اپنے ساتھ لے کر (مدینہ سے) باہر نکلے یہاں تک کہ صرار مقام پر پہنچ گئے۔ آگے مختصر حدیث ذکر کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے۔

امام طبرانی حضرت محمد بن سلام بیکندی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن معدیکرب رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں بہت کارنامے کیے تھے اور انہوں نے اسلام کا زمانہ بھی پایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفد کے ہمراہ آئے تھے اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ بھیجا تھا اور وہاں انہوں نے اپنی بہادری کے بڑے جوہر دکھائے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا تھا کہ میں تمہاری مدد کے لیے دو ہزار آدمی بھیج رہا ہوں ایک (حضرت) عمرو بن معدیکرب اور دوسرے (حضرت) طلیحہ بن خویلد اسدی (رضی اللہ عنہما) ہیں (یعنی یہ دونوں اتنے بہادر ہیں کہ ان میں سے ہر ایک ہزار آدمیوں کے برابر ہے) ان دونوں سے جنگی میں مشورہ کرتے رہنا لیکن ان کو کسی کا ذمہ دار نہ بنانا۔ [قال الهيثمی ۵: ۳۱۹ رواه الطبرانی هكذا منقطع الأسناد]

جماعتوں پر کسی کو امیر مقرر کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو قبیلہ جہینہ کے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں آ گئے ہیں لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں معاہدہ نامہ لکھ دیں تا کہ ہم اپنی ساری قوم کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ سکیں۔ چنانچہ آپ نے ان کو معاہدہ نامہ لکھ کر دیا اور پھر وہ قبیلہ جہینہ والے مسلمان ہو گئے۔ حضرت سعد فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں رجب کے مہینہ میں بھیجا اور ہماری تعداد سو بھی نہیں تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم قبیلہ بنو کنانہ پر حملہ کریں۔ یہ قبیلہ جہینہ کے قریب ہی آباد تھا۔ چنانچہ ہم نے ان پر حملہ کر دیا ان کی تعداد زیادہ تھی۔ اس لیے ہم پناہ لینے قبیلہ جہینہ کے پاس چلے گئے۔ انہوں نے ہمیں پناہ دے دی۔ لیکن انہوں نے کہا تم لوگ شہر حرام (یعنی قابل احترام مہینے) میں کیوں جنگ کرتے ہو؟ (عرب کے لوگ شوال، ذی قعدہ، ذی الحجہ اور رجب کو اشہر حرم یعنی قابل احترام مہینے سمجھتے تھے اور ان مہینوں میں آپس میں جنگ نہیں کرتے تھے)۔ ہم نے ان سے کہا کہ ہم تو صرف ان لوگوں سے جنگ کر رہے ہیں جنہوں نے ہمیں بلد حرام (یعنی قابل احترام شہر مکہ) سے شہر حرام (یعنی قابل احترام مہینے) میں نکالا تھا۔ ہمارے ساتھیوں نے ایک دوسرے سے پوچھا کیا رائے ہے؟ (اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ اس پر ہمارا اختلاف ہو گیا) کچھ ساتھیوں نے کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جاتے ہیں اور انہیں ساری بات بتاتے ہیں۔ کچھ ساتھیوں نے کہا نہیں ہم تو یہیں ٹھہریں گے۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے نہیں۔ ہم تو قریش کے قافلہ کے طرف چلتے ہیں اور ان کے سامان تجارت پر قبضہ کر

لیتے ہیں اور اس زمانہ کا دستور یہ تھا کہ کافروں سے جو مال بغیر لڑائی کے ملے گا وہ سارے کا سارا انہی مسلمانوں کا ہوگا جنہوں نے وہ مال کافروں سے لیا ہوگا۔ چنانچہ ہم تو اس قافلہ کی طرف چلے گئے اور جا کر حضور ﷺ کو ساری تفصیل سنائی تو آپ ﷺ غصہ میں کھڑے ہو گئے اور آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہو گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا تم میرے پاس سے اکٹھے گئے تھے اور اب تم الگ الگ ہو کر واپس آ رہے ہو۔ یوں بکھر جانے نے ہی تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اب میں تم پر ایسے آدمی کو امیر بنا کر بھیجوں گا جو تم سے بہتر تو نہیں ہوگا لیکن تم سے زیادہ بھوک پیاس برداشت کرنے والا ہوگا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش اسدی رضی اللہ عنہ کو ہمارا امیر بنا کر بھیجا۔ چنانچہ یہ سب سے پہلے صحابی ہیں جن کو اسلام میں امیر بنایا گیا۔ [اخرجه احمد و اخرجه ایضاً ابن ابی شیبة کما فی الکنز ۷:۶۰ و البغوی کما فی الاصابة ۲:۲۸۷ واخرجه ایضاً البیهقی فی الدلائل (وزاد بعد لم تقاتلون فی الشهر الحرام فقالوا نقاتل فی الشهر الحرام من اخرجنا من البلد الحرام) کما فی البدایة ۳:۲۴۸ قال الهیثمی ۲:۶۶ و فیه المجالد بن سعید وهو ضعیف عند الجمهور وثقه النسائی فی روایة و بقیة رجال احمد رجال الصحیح انتهی]

دس آدمیوں کا امیر بنانا

حضرت حبیب رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت شہاب عنبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ تستر شہر کے دروازے کو سب سے پہلے میں نے آگ لگائی تھی اور (اس جنگ میں) حضرت اشعری رضی اللہ عنہ کو تیر لگا تھا جس سے وہ زخمی ہو کر زمین پر گر گئے تھے۔ جب مسلمانوں نے تستر فتح کر لیا تو حضرت اشعری نے مجھے میری قوم کے دس آدمیوں کا امیر بنا دیا۔

[اخرجه ابن ابی شیبة و اسناده صحیح کذا فی الاصابة ۲:۱۵۹]

سفر میں امیر بنانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سفر میں تین آدمی ہوں تو انہیں چاہیے کہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنا لیں۔ اس طرح امیر بنانے کا حضور ﷺ نے حکم دیا ہے۔

[اخرجه البزار و ابن خزیمة والدارقطنی والحاکم کذافی الکنز ۳:۳۴۴]

امارت کی ذمہ داری کون اُٹھا سکتا ہے؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت بھیجی جن کی تعداد زیادہ تھی۔ ان میں سے ہر آدمی کو جتنا قرآن یاد تھا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سنا۔ چنانچہ سنتے سنتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے شخص کے پاس آئے جو ان میں سب سے کم عمر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلاں! تمہیں کتنا قرآن یاد ہے؟ اس نے کہا فلاں فلاں سورتیں اور سورۂ بقرہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں سورۂ بقرہ یاد ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جاؤ تم اس جماعت کے امیر ہو۔ اس جماعت کے سرداروں میں سے ایک آدمی نے کہا میں نے سورۂ بقرہ صرف اس وجہ سے یاد نہیں کی کہ میں شاید اسے تہجد میں نہ پڑھ سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ قرآن سیکھو اور اسے پڑھو کیونکہ جو آدمی قرآن سیکھتا ہے اور اسے پڑھتا ہے۔ اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جو مشک سے بھری ہوئی ہو کہ اس کی خوشبو تمام مکان میں پھیلتی ہے اور جس شخص نے قرآن سیکھا اور پھر سو گیا اس کی مثال اس تھیلی کی سی ہے جس کا منہ بند کر دیا گیا ہو۔

[اخرجه الترمذی و حسنه و ابن ماجة و ابن حبان واللفظ للترمذی کذافی الترغیب ۳:۱۲]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت یمن بھیجی اور ان میں سے ایک صحابی کو ان کا امیر بنا دیا جن کی عمر سب سے کم تھی وہ لوگ کئی دن تک وہاں ہی ٹھہرے اور نہ جا سکے۔ اس جماعت کے ایک آدمی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فلانے! تمہیں کیا ہوا؟ تم ابھی تک کیوں نہیں گئے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے امیر کے پاؤں میں تکلیف ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس امیر کے پاس تشریف لے گئے اور بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا فِيْهَا سات مرتبہ پڑھ کر اس آدمی پر دم کیا۔ وہ آدمی (اسی وقت) ٹھیک ہو گیا۔ ایک بوڑھے آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ اس کو ہمارا امیر بنا رہے ہیں حالانکہ یہ ہم سب میں کم عمر ہے؟ آپ نے اس کے زیادہ قرآن پڑھنے کا تذکرہ فرمایا۔ اس بوڑھے آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر مجھے اس بات کا ڈر نہ ہوتا کہ میں سستی کی وجہ سے سوتا رہ جاؤں گا اور قرآن کو تہجد میں نہ پڑھ سکوں گا تو میں اسے ضرور سیکھتا (یعنی اس کے حفظ کو باقی نہ رکھ سکوں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا قرآن کی مثال اس تھیلی جیسی ہے جسے تم نے خوب مہکنے والے مشک سے بھر دیا ہو۔ اسی طرح قرآن جب تیرے سینے میں ہو اور تو اسے پڑھے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷:۱۶۱ وفیه یحیی بن سلمه بن کهیل ضعفه الجمهور وثقه ابن حبان وقال فی احادیث ابنه عنه مناکیر' قلت لیس هذا من روایة ابنه عنه انتهی]

حضرت ابوبکر بن محمد انصاری کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل بدر کو امیر کیوں نہیں بناتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان کا مرتبہ پہچانتا ہوں لیکن میں اسے اچھا نہیں سمجھتا کہ میں ان کو دنیا کی گندگی سے آلودہ کروں۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة وابن عساکر کذا فی الکنز ۱:۱۳۶]

حضرت عمران بن عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا ہوا۔ آپ مجھے امیر نہیں بناتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ آپ کا دین خراب ہو جائے۔[اخرجه ابن سعد ۳:۶۰]

حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں (کوفہ) یہ خط لکھا:

"اما بعد! میں تمہاری طرف حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیج رہا ہوں۔ یہ دونوں حضرات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں خاص اونچے درجے کے لوگوں میں ہیں اور غزوۂ بدر میں شریک ہوئے ہیں۔ لہٰذا آپ لوگ ان دونوں سے (دین) سیکھو اور ان دونوں کی اقتداء کرو۔ (مجھے مدینہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بہت ضرورت تھی لیکن) میں اپنی ضرورت کو قربان کر کے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو آپ لوگوں کے پاس بھیج رہا ہوں اور میں حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کو عراق کے دیہات (کی زمین کی پیمائش کرنے) کے لیے بھیج رہا ہوں۔ میں نے ان حضرات کے لیے روزانہ کا وظیفہ ایک بکری مقرر کیا ہے۔ بکری کا آدھا حصہ اور کلیجی گردے وغیرہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیے جائیں (کیونکہ وہ امیر ہیں اور ان کے پاس مہمان زیادہ ہوں گے) اور باقی آدھا حصہ ان تینوں حضرات کو دیا جائے۔ (دو تو حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عثمان

بن حنیف رضی اللہ عنہما ہیں۔ تیسرے غالباً حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ ہیں جن کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ کے ساتھ زمین کی پیمائش کے لیے بھیجا تھا)۔" [اخرجه ابن سعد والحاکم و سعید بن منصور' کذافی الکنز ۲:۳۱۴' واخرجه الطبرانی مثله الا انه لم یذکرو بعثت عثمان الی آخره قال الهیثمی ۹:۲۹۱' رجاله رجال الصحیح غیر حارثة و هو ثقة انتهی' واخرجه البیهقی ۹:۱۳۶' ایضاً بسیاق آخر مطولا]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج کل میں مسلمانوں کے ایک کام کی وجہ سے بہت فکرمند ہوں۔ بتاؤ! میں اس کام کا امیر کسے مقرر کروں؟ لوگوں نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا وہ کمزور ہیں۔ لوگوں نے کہا فلاں صاحب کو مقرر کر دیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا آپ کیسا آدمی چاہتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ایسا آدمی چاہئے کہ جب وہ امیر ہو تو ایسے (متواضع بن کر) رہے جیسے کہ وہ لوگوں میں سے ایک عام آدمی ہے اور جب وہ امیر نہ ہو تو وہ ایسے (فکر اور ذمہ داری) سے چلے کہ گویا وہ ہی امیر ہے۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو ایسا آدمی ربیع بن زیاد کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے ٹھیک کہا۔ [اخرجه ابو احمد الحاکم فی الکنی کذافی الکنز ۳:۱۶۴]

امیر بن کر کون شخص (دوزخ سے) نجات پائے گا

حضرت ابووائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ کو ہوازن کے صدقات (وصول کرنے) پر عامل مقرر کیا۔ لیکن حضرت بشر (ہوازن کے صدقات وصول کرنے) نہ گئے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم (ہوازن) کیوں نہیں گئے؟ کیا ہماری بات کو سننا اور ماننا ضروری نہیں ہے؟ حضرت بشر نے کہا کیوں نہیں۔ لیکن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا

چلا جائے گا۔ (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت پریشان اور غمگین ہوئے اور وہاں سے چلے گئے۔ راستہ میں ان کی ملاقات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ہوئی۔ انہوں نے کہا کیا بات ہے؟ میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کیوں نہ پریشان اور غمگین ہوؤں جبکہ میں حضرت بشر بن عاصم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد سن چکا ہوں کہ جسے مسلمانوں کے کسی امر کا ذمہ دار بنایا گیا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا۔ اگر اس نے اپنی ذمہ داری کو اچھی طرح ادا کیا ہوگا تو وہ نجات پالے گا اور اگر اس نے ذمہ داری صحیح طرح ادا نہ کی ہوگی تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا۔ اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث نہیں سنی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی مسلمان کو ذمہ دار بنائے گا اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا اگر وہ (اس ذمہ دار بنانے میں) ٹھیک تھا تو (دوزخ سے) نجات پائے گا اور اگر وہ اس میں ٹھیک نہیں تھا تو پل اسے لے کر ٹوٹ پڑے گا اور وہ ستر برس تک جہنم میں گرتا چلا جائے گا اور وہ جہنم کالی اور اندھیری ہے۔ (آپ بتائیں کہ) ان دونوں حدیثوں میں سے کس حدیث کے سننے سے آپ کے دل کو زیادہ تکلیف ہوئی ہے؟ آپ نے فرمایا دونوں کے سننے سے میرے دل کو تکلیف ہوئی ہے لیکن جب خلافت میں ایسا زبردست خطرہ ہے تو اسے کون قبول کرے گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے وہی قبول کرے گا جس کی ناک کاٹنے کا اور اس کے رخسار کو زمین سے ملانے کا یعنی اسے ذلیل کرنے کا اللہ نے ارادہ کیا ہو۔ بہر حال ہمارے علم کے مطابق آپ کی خلافت میں خیر ہی خیر ہے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ آپ اس خلافت کا ذمہ دار ایسے شخص کو بنا دیں جو اس میں عدل و انصاف سے کام نہ لے تو آپ بھی اس کے گناہ سے نہ بچ سکیں گے۔ [اخرجه الطبرانی کذافی الترغیب ۳:۴۱، قال الهیثمی ۵:۲۰۵، رواه الطبرانی و فیه سوید بن عبد العزیز وهو متروك انتهٰی واخرجه ایضا عبد الرزاق وابونعیم وابوسعید النقاش والبغوی والدارقطنی فی المتفق من طریق سوید کما فی الکنز ۳:۱۶۳، واخرجه ابن ابی شیبة و ابن مندة من غیر طریق سوید کما فی الاصابة ۱:۱۵۲]

امارت قبول کرنے سے انکار کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت مقداد بن اسود کو گھوڑ سواروں کی ایک جماعت کا امیر بنایا۔ جب یہ واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا۔ تم نے امارت کو کیسے پایا؟ انہوں نے کہا یہ لوگ مجھے اٹھاتے اور بٹھاتے تھے یعنی میرا خوب اکرام کرتے تھے جس سے اب مجھے یوں لگ رہا ہے کہ میں وہ پہلے جیسا مقداد نہیں رہا۔ (میری تواضع والی کیفیت میں کمی آ گئی ہے) حضور ﷺ نے فرمایا واقعی امارت ایسی ہی چیز ہے۔ حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آئندہ میں کبھی بھی کسی کام کا ذمہ دار نہیں بنوں گا۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ ان سے کہا کرتے تھے کہ آپ آگے تشریف لا کر ہمیں نماز پڑھا دیں تو یہ صاف انکار کر دیتے (کیونکہ نماز میں امام بننا امارت صغریٰ ہے)

[اخرجه البزار قال الهيثمي ۵: ۲۰۱ فيه سوار بن داود ابو حمزه و ثقه احمد و ابن حبان و ابن معين وفيه ضعف و بقية رجاله رجال الصحيح و اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱: ۱۸۴ عن انس رضی اللہ عنہ بنحوه]

اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت مقداد نے کہا مجھے سواری پر بٹھایا جاتا اور سواری سے اتارا جاتا جس سے مجھے یوں نظر آنے لگا کہ مجھے ان لوگوں پر فضیلت حاصل ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا امارت تو ایسی ہی چیز ہے (اب تمہیں اختیار ہے) چاہے اسے آئندہ قبول کرو یا چھوڑ دو۔ حضرت مقداد نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! آئندہ میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔ [واخرجه ايضاً عن المقداد مختصراً]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک مرتبہ مجھے کسی جگہ (امیر بنا کر) بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو آپ نے مجھ سے فرمایا تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ میں نے کہا آہستہ آہستہ میری کیفیت یہ ہو گئی کہ مجھے اپنے تمام ساتھی اپنے خادم نظر آنے لگے اور اللہ کی قسم! اس کے بعد میں کبھی دو آدمیوں کا بھی امیر نہیں بنوں گا۔

[عند الطبراني قال الهيثمي ۵: ۲۰۱۔ رجاله رجال الصحيح خلا عمير بن اسحاق وثقه ابن حبان وغيره وضعفه ابن معين وغيره وعبد الله بن احمد ثقة مامون]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک آدمی کو ایک جماعت کا امیر

بنایا جب وہ کام کر کے واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا تم نے امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا میں جماعت کے بعض افراد کی طرح تھا جب میں سوار ہوتا تو ساتھی بھی سوار ہو جاتے اور جب میں سواری سے اترتا تو وہ بھی اتر جاتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ عام طور پر ہر سلطان ایسے (ظالمانہ) کام کرتا ہے جس سے وہ اللہ کی ناراضگی کے دروازے پر پہنچ جاتا ہے۔ مگر جس سلطان کو اللہ تعالیٰ اپنی حفاظت میں لے لیں وہ اس سے بچ جاتا ہے (بلکہ وہ تو اللہ کے عرش کا سایہ پاتا ہے) اس آدمی نے کہا اللہ کی قسم! اب میں نہ آپ کی طرف سے اور نہ کسی اور کی طرف سے امیر بنوں گا۔ اس پر آپ اتنا مسکرائے کہ آپ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۵: ۲۰۱ وفیه عطاء بن السائب وقد اختلط و بقیة رجاله ثقات انتهیٰ]

حضرت رافع طائی کہتے ہیں میں ایک غزوہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا جب ہم واپس آنے لگے تو میں نے کہا اے ابوبکر! مجھے کچھ وصیت فرما دیجیے۔ انہوں نے فرمایا فرض نماز اپنے وقت پر پڑھا کرو' اپنے مال کی زکوٰۃ خوشی خوشی ادا کیا کرو' رمضان کے روزے رکھا کرو' بیت اللہ کا حج کیا کرو اور اس بات کا یقین رکھو کہ اسلام میں ہجرت بہت اچھا عمل ہے اور ہجرت میں جہاد بہت اچھا عمل ہے اور تم امیر نہ بننا۔ پھر فرمایا کہ یہ امارت جو آج تمہیں ٹھنڈی اور مزیدار نظر آ رہی ہے۔ عنقریب یہ پھیل کر اتنی بڑھے گی کہ نا اہل لوگ بھی اسے حاصل کر لیں گے۔ (اور یہ یاد رکھو کہ) جو بھی امیر بنے گا اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ لمبا ہوگا اور اس پر عذاب سب سے زیادہ سخت ہوگا اور جو امیر نہیں بنے گا اس کا حساب سب لوگوں سے زیادہ آسان ہوگا اور اس کا عذاب سب سے ہلکا ہوگا۔ کیونکہ امراء کو مسلمانوں پر ظلم کرنے کے سب سے زیادہ مواقع ملتے ہیں اور جو مسلمانوں پر ظلم کرتا ہے وہ اللہ کے عہد کو توڑتا ہے اس لیے کہ یہ مسلمان اللہ کے پڑوسی اور اللہ کے بندے ہیں۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی کے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر کوئی مصیبت آتی ہے (وہ بکری یا اونٹ چوری ہو جاتا ہے یا کوئی اسے مار دے یا ستائے تو اس پڑوسی کی ہمدردی اور حمایت میں) غصہ کی وجہ سے ساری رات اس کے پٹھے پھولے رہتے ہیں اور کہتا رہتا ہے میرے پڑوسی کی بکری یا اونٹ پر فلاں مصیبت آئی ہے (جب انسان اپنے پڑوسی کی وجہ سے اتنا غصہ میں آتا ہے) تو اللہ تعالیٰ اپنے پڑوسی کی خاطر غصہ میں آنے کے زیادہ حق دار ہیں۔

[اخرجه ابن المبارك فی الزهد كذا فی الكنز ۳: ۱۴۲]

حضرت رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوات السلاسل کے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ اس لشکر میں حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی بھیجا۔ چنانچہ یہ حضرات (مدینہ منورہ) سے روانہ ہوئے اور چلتے چلتے قبیلہ طے کے دو پہاڑوں پر پڑاؤ ڈال دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی راستہ بتانے والا تلاش کرو۔ لوگوں نے کہا ہمارے علم کے مطابق تو رافع بن عمرو کے علاوہ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے کیونکہ وہ ربیل تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد حضرت طارق سے پوچھا کہ ربیل کسے کہتے ہیں۔ انہوں نے کہا ربیل اس ڈاکو کو کہتے ہیں جو اکیلا ہی حملہ کر کے پوری قوم کو لوٹ لے۔ رافع کہتے ہیں کہ جب ہم اپنے غزوہ سے فارغ ہو گئے اور جس جگہ سے ہم چلے تھے وہاں واپس پہنچ گئے تو مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ میں بہت سی خوبیاں نظر آئیں جن کی بناء پر میں نے ان کو اپنے لیے منتخب کیا اور میں نے ان کی خدمت میں جا کر عرض کیا۔ اے حلال روزی کھانے والے! میں نے خوبیوں کی وجہ سے آپ کے ساتھیوں میں سے آپ کو اپنے لیے منتخب کیا ہے۔ اس لیے آپ مجھے ایسی چیز بتائیں کہ جس کی پابندی کرنے سے میں آپ لوگوں میں سے شمار ہونے لگوں اور آپ جیسا ہو جاؤں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم اپنی پانچ انگلیوں کو یاد رکھ سکتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ نماز قائم کرو۔ اگر تمہارے پاس مال ہو تو زکوٰۃ ادا کرو، بیت اللہ کا حج کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔ کیا تمہیں یہ باتیں یاد ہو گئیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ کہ دو آدمیوں کا بھی ہرگز کبھی امیر نہ بننا۔ میں نے کہا کیا یہ امارت اب اہل بدر کے علاوہ کسی اور کو بھی مل سکتی ہے؟ انہوں نے کہا عنقریب یہ امارت اتنی عام ہو جائے گی کہ تمہیں بھی مل جائے گی بلکہ تم سے کم درجہ کے لوگوں کو بھی مل جائے گی۔ اللہ عزوجل نے جب اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو (ان کی محنت پر) لوگ اسلام میں داخل ہو گئے۔ بہت سے لوگ تو اپنی خوشی سے اسلام میں داخل ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت سے نوازا تھا لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جن کو تلوار نے اسلام لانے پر مجبور کیا۔ بہر حال اب یہ تمام مسلمان اللہ کی پناہ میں آ گئے ہیں۔ یہ اللہ کے پڑوسی اور اس کی ذمہ داری میں ہیں۔ جب کوئی آدمی امیر بنتا ہے اور لوگ ایک دوسرے

پر ظلم کرتے ہیں اور یہ امیر ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہیں لیتا ہے تو پھر ایسے امیر سے اللہ بدلہ لیتا ہے۔ جیسے تم میں سے کسی آدمی کی پڑوسی کی بکری ظلماً پکڑ لی جاتی ہے تو سارا دن اس پڑوسی کی حمایت میں غصہ کی وجہ سے اس کی رگیں پھولی رہتی ہیں۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ بھی اپنے پڑوسی کی پوری حمایت کرتے ہیں۔ حضرت رافع کہتے ہیں کہ میں ایک سال (اپنے گھر) ٹھہرا رہا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے۔ میں سواری پر سوار ہو کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے کہا میں رافع ہوں اور میں فلاں جگہ آپ کا رہبر تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے تم کو پہچان لیا۔ میں نے کہا آپ نے مجھے تو دو آدمیوں کا بھی امیر بننے سے منع کیا تھا اور اب خود آپ ساری اُمت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے امیر بن گئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا ہاں لیکن یاد رکھو جو آدمی ان مسلمانوں میں اللہ کی کتاب والے حکم نہیں چلائے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۵: ۲۰۲ رجاله ثقات انتهى]

حضرت سعید بن عمر بن سعید بن عاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے چچا حضرت خالد بن سعید بن عاص اور حضرت ابان بن سعید بن عاص اور حضرت عمرو بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہم کو جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خبر پہنچی تو (یہ حضرات مختلف علاقوں کے امیر تھے خبر ملتے ہی) یہ حضرات اپنے اپنے عہدے چھوڑ کر مدینہ منورہ واپس آ گئے۔ ان حضرات سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بنائے ہوئے امیروں سے زیادہ امیر بننے کا حقدار نہیں ہے۔ لہٰذا تم لوگ اپنے علاقوں میں اپنے عہدوں پر واپس چلے جاؤ۔ ان حضرات نے کہا اب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے امیر بن کر جانے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ یہ حضرات اللہ کے راستہ میں ملک شام چلے گئے اور وہاں ہی سب کے سب شہید ہو گئے۔ (ان حضرات کی طبیعتوں میں امارت سے گریز تھا اور اللہ کے راستہ میں جان دینے کا شوق تھا)۔

[اخرجه الحاكم وابو نعيم و ابن عساكر كذافي الكنز ۳: ۱۳۶]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابان بن سعید رضی اللہ عنہ (اپنے علاقہ کی امارت چھوڑ کر) مدینہ منورہ آ گئے تو ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں یہ حق حاصل نہیں ہے کہ تم اپنے امام وقت کی اجازت کے بغیر اپنا کام چھوڑ کر آ جاؤ اور پھر خصوصاً ان حالات میں (کہ چاروں طرف ارتداد پھیل رہا ہے اور دشمنوں کی مدینہ پر حملے کی

خبریں آرہی ہیں) لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں اپنے امام وقت کا ڈر نہیں رہا۔ اس لیے تم نڈر ہو گئے ہو۔ حضرت ابان نے کہا اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب میں کسی کی طرف سے امارت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول کرتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ضرور قبول کرتا۔ کیونکہ انہیں بہت سے فضائل حاصل ہیں اور وہ سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور پرانے مسلمان ہیں لیکن میں نے یہ طے کر لیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے امارت قبول نہیں کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے مشورہ کرنے لگے کہ اب کسے بحرین بھیجا جائے؟ تو ان سے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اس آدمی کو بھیجیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بحرین بھیجا تھا اور وہ بحرین والوں کو مسلمان اور فرمانبردار بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے۔ بحرین والے انہیں اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ بحرین والوں کو اور ان کے علاقہ کو اچھی طرح جانتے ہیں اور وہ ہیں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ آپ (بحرین واپس جانے پر) حضرت ابان بن سعید بن عاص کو مجبور کریں۔ کیونکہ یہ بحرین کئی دفعہ جا چکے ہیں۔ لیکن انہیں مجبور کر کے بھیجنے سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور فرمایا میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ جو آدمی کہتا ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی کی طرف سے امیر نہیں بنوں گا میں اسے امارت قبول کرنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت علاء بن حضرمی کو بحرین بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ [عند ابن سعد کذافی الکنز ۳: ۱۳۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو امیر بنانے کے لیے بلایا۔ انہوں نے امارت قبول کرنے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم امیر بننے کو برا سمجھتے ہو حالانکہ اسے تو اس شخص نے مانگا تھا جو تم سے بہتر تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا وہ کون؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ حضرت یوسف بن یعقوب علیہما السلام ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت یوسف تو خود اللہ کے نبی تھے اور اللہ کے نبی کے بیٹے تھے (انہیں ایسا کرنے کا حق تھا) میں تو امیمہ نامی عورت کا بیٹا ابوہریرہ ہوں اور امیر بننے میں مجھے تین اور دو (کل پانچ) باتوں کا ڈر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پانچ ہی کیوں نہیں کہہ دیتے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا (دو باتیں تو یہ ہیں کہ) میں علم کے بغیر کوئی بات کہہ دوں اور کوئی غلط فیصلہ کر دوں۔ (امیر بن کر

مجھ سے یہ دو غلطیاں سرزد ہو سکتی ہیں جس کے نتیجے میں مجھے یہ تین سزائیں امیر المؤمنین کی طرف سے دی جا سکتی ہیں کہ) میری کمر پر کوڑے مارے جائیں اور میرا مال چھین لیا جائے اور مجھے بے آبرو کر دیا جائے۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۳۸۰ واخرجه ایضاً ابو موسیٰ فی الذیل قال فی الاصابة ۴:۲۴۱ وسنده ضعیف جدا ولکن اخرجه عبد الرزاق عن معمر عن ایوب فقوی انتھی واخرجه ابن سعد ۴:۵۹ عن ابن سیرین عن ابی ھریرة بمعناه مع زیادة فی اوله]

حضرت عبداللہ بن موہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا جاؤ اور لوگوں کے قاضی بن جاؤ۔ ان میں فیصلے کیا کرو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ مجھے اس سے معاف رکھیں گے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ میں تمہیں قسم دیتا ہوں تم جا کر لوگوں کے قاضی بنو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ جلدی نہ کریں۔ کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے اللہ کی پناہ چاہی وہ بہت بڑی پناہ میں آ گیا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں قاضی بننے سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم قاضی کیوں نہیں بنتے ہو؟ حالانکہ تمہارے والد تو قاضی تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو قاضی بنا اور پھر نہ جاننے کی وجہ سے غلط فیصلہ کر دیا تو وہ دوزخی ہے اور جو قاضی عالم ہو اور حق و انصاف کا فیصلہ کرے وہ بھی یہ چاہے گا کہ وہ اللہ کے ہاں جا کر برابر سرابر پر چھوٹ جائے (نہ انعام ملے اور نہ کوئی سزا ملے) اب اس حدیث کو سننے کے بعد بھی میں قاضی بننے کا خیال کر سکتا ہوں؟ [اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط قال الھیثمی ۴:۱۹۳ رواه الطبرانی فی الکبیر والاوسط والبزار و احمد کلاھما باختصار و رجاله ثقات]

امام احمد کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا اور ان سے فرمایا کہ تم کو تو معاف کر دیا لیکن تم کسی اور کو یہ بات نہ بتانا (ورنہ اگر سارے ہی انکار کرنے لگے تو پھر مسلمانوں میں قاضی کون بنے گا؟ اور یہ اجتماعی ضرورت کیسے پوری ہوگی؟)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قاضی بنانا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی اور فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قاضی تین قسم کے ہیں ایک نجات پائے گا دو دوزخ میں جائیں گے۔ جس نے ظالمانہ فیصلہ کیا یا اپنی خواہش

کے مطابق فیصلہ کیا وہ ہلاک ہوگا اور جس نے حق کے مطابق فیصلہ کیا وہ نجات پائے گا۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۴: ۱۹۳ رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر ورجال الکبیر ثقات و رواه ابویعلی بنحوه انتهٰی واخرجه ابن سعد ۴: ۱۰۸ عبد اللّٰه بن موهب بمعناه مطولا]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دومۃ الجندل میں جمع ہوئے (غالباً یہ قصہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ راوی کو غلط فہمی ہوگئی ہے) تو اس دن مجھ سے (میری ہمشیرہ) اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا تمہارے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ تم ایسی صلح سے پیچھے رہو جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے درمیان صلح کرادے۔ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال سے تعلق رکھتے ہو اور (امیر المؤمنین) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو۔ اس کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ایک بہت بڑے بختی اونٹ پر یعنی خراسانی اونٹ پر آ کر کہنے لگے کون خلافت کی طمع اور امید رکھتا ہے؟ اور کون اس کے لیے اپنی گردن اٹھاتا ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے پہلے کبھی میرے دل میں دنیا کا خیال نہیں آیا تھا۔ میں نے سوچا کہ ان سے جا کر یہ کہوں کہ اس خلافت کی امید وطمع وہ آدمی کر رہا ہے جس نے آپ کو اور آپ کے باپ کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا اور (مار مار کر) تم دونوں کو اسلام میں داخل کیا تھا۔ (اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنی ذات مراد لے رہے ہیں) لیکن پھر مجھے جنت اور اس کی نعمتیں یاد آ گئیں تو میں نے ان سے یہ بات کہنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔ [اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی ۴: ۲۰۸ رجاله ثقات والظاهر انه اراد صلح الحسن بن علی رضی اللّٰه عنهما وهم الراوی انتهٰی و اخرجه ابن سعد ۴: ۱۳۴ عن ابن عمر نحوه]

حضرت ابو حصین کہتے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس امر خلافت کا ہم سے زیادہ حق دار کون ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے جی میں آئی کہ میں کہہ دوں خلافت کا آپ سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو اسلام کی وجہ سے مارا تھا۔ (یعنی خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما) لیکن مجھے جنت کی نعمتیں یاد آ گئیں اور اس بات کا خطرہ ہوا کہ کہیں اس طرح کہنے سے فساد نہ برپا ہو جائے۔ [اخرجه ابن سعد ایضاً]

حضرت زہری فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ جمع ہوئے تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر فرمایا امر خلافت کا مجھ سے زیادہ حق دار کون ہے؟ حضرت

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرا ارادہ ہوا کہ میں کھڑے ہو کر کہوں کہ اس خلافت کا آپ سے زیادہ حق دار وہ ہے جس نے آپ کو اور آپ کے والد کو کفر کی وجہ سے مارا تھا (یعنی خود حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ) لیکن مجھے ڈر ہوا کہ میرے اس طرح کہنے سے میرے بارے میں اس چیز کا گمان کر لیا جائے گا جو مجھ میں نہیں ہے۔ (یعنی یہ سمجھ لیا جائے گا کہ مجھے خلیفہ بننے کا شوق ہے حالانکہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔)

حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زیاد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو خراسان کا حاکم بنا کر بھیجنا چاہا تو انہوں نے معذرت کر دی۔ ان کے ساتھیوں نے ان سے کہا کیا آپ نے خراسان کی امارت چھوڑ دی؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! مجھے اس بات سے کوئی خوشی نہیں ہے کہ مجھے تو خراسان کی گرمی پہنچے اور اس کے ساتھیوں کو اس کی ٹھنڈک یعنی میں تو وہاں امیر بن کر مشقت اٹھاتا رہوں اور وہ لوگ وہاں کی آمدنی سے مزے اڑاتے رہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ میں تو دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوں اور میرے پاس زیاد کا ایسا خط آئے کہ اگر میں اس پر عمل کروں تو ہلاک ہو جاؤں اور اگر اس پر عمل نہ کروں تو (زیاد کی طرف سے) میری گردن اڑا دی جائے۔ پھر زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ سے خراسان کا امیر بننے کو کہا جسے انہوں نے قبول کر لیا۔ راوی کہتے ہیں یہ سن کر حضرت عمران نے فرمایا کوئی ہے جو حکم کو میرے پاس بلا لائے۔ چنانچہ حضرت عمران کا قاصد گیا اور اس پر حضرت حکم حضرت عمران کے پاس آئے تو حضرت عمران نے ان سے فرمایا کیا آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ کسی کی ایسی بات ماننی بالکل جائز نہیں ہے جس میں خدا کی نافرمانی ہو رہی ہو؟ حضرت حکم نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمران نے الحمد للہ کہہ کر اللہ کا شکر ادا کیا یا اللہ اکبر کہہ کر خوشی کا اظہار کیا۔

حضرت حسن کی ایک روایت میں اس طرح ہے کہ زیاد نے حضرت حکم غفاری رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنایا تو حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور لوگوں کی موجودگی میں ان سے ملے اور فرمایا کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے پاس کیوں آیا ہوں؟ حضرت حکم نے کہا (آپ ہی بتائیں) آپ کیوں آئے ہیں؟ حضرت عمران نے کہا کیا آپ کو یاد ہے کہ ایک آدمی سے اس کے امیر نے کہا تھا کہ اپنے آپ کو آگ میں پھینک دو (وہ آدمی تو آگ کی طرف چل دیا تھا لیکن دوسرے) لوگوں نے جلدی سے اسے پکڑ کر آگ میں چھلانگ لگانے سے روک دیا تھا۔ یہ سارا

واقعہ حضور ﷺ کو بتایا گیا تھا تو آپ نے فرمایا تھا اگر یہ آدمی آگ میں گر جاتا تو یہ آدمی بھی اور اسے حکم دینے والا امیر بھی دونوں دوزخ میں جاتے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی بات ماننی جائز نہیں ہے۔ حضرت حکم نے کہا جی ہاں (یاد ہے) حضرت عمران نے کہا میں تو تمہیں صرف یہ حدیث یاد دلانا چاہتا تھا۔

[اخرجه احمد قال الهيثمی ۵:۲۲۶؛ رواه احمد بالفاظ والطبرانی باختصار (وفی بعض طرقه لا طاعة لمخلوق فی معصية الخالق) ورجال احمد رجال الصحيح انتهٰی]

خلفاء اور اُمراء کا احترام کرنا اور ان کے احکامات کی تعمیل کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس جماعت میں ان کے ساتھ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ چنانچہ یہ لوگ (مدینہ منورہ سے) روانہ ہوئے اور رات کے آخری حصے میں انہوں نے اس قوم کے قریب جا کر پڑاؤ ڈالا جس پر صبح حملہ کرنا تھا۔ کسی مخبر نے جا کر اس قوم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے آنے کی خبر کر دی جس پر وہ لوگ بھاگ گئے اور محفوظ مقام پر پہنچ گئے لیکن اس قوم کا ایک آدمی جو خود اور اس کے گھر والے مسلمان ہو چکے تھے وہیں ٹھہرا رہا۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا تو انہوں نے بھی سامان سفر باندھ لیا۔ اس نے گھر والوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم لوگ یہاں ٹھہرو۔ پھر وہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا اے ابوالیقظان! یعنی اے بیدار مغز آدمی! میں اور میرے گھر والے مسلمان ہو چکے ہیں تو کیا اگر میں یہاں ٹھہرا رہوں تو میرا یہ اسلام مجھے کام دے گا کیونکہ میری قوم والوں نے تو جب آپ لوگوں کا سنا تو وہ بھاگ گئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم ٹھہرے رہو تمہیں امن ہے۔ چنانچہ یہ آدمی اور اس کے گھر والے اپنی جگہ واپس آ گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے صبح اس قوم پر حملہ کیا تو پتہ چلا کہ وہ لوگ تو سب جا چکے۔ البتہ وہ آدمی اور اس کے گھر والے وہاں ملے جنہیں حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں نے پکڑ لیا۔ حضرت عمار نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا اس آدمی کو آپ نہیں پکڑ سکتے کیونکہ یہ مسلمان ہے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو اس سے کیا مطلب؟ امیر تو میں ہوں اور مجھ سے پوچھے بغیر کیا آپ پناہ دے سکتے ہیں؟ حضرت عمار نے کہا ہاں۔ آپ امیر ہیں اور میں آپ سے پوچھے

بغیر پناہ دے سکتا ہوں کیونکہ یہ آدمی ایمان لا چکا ہے اگر یہ چاہتا تو یہاں سے جا سکتا تھا جیسے اس کے ساتھی چلے گئے۔ چونکہ یہ مسلمان تھا اس وجہ سے میں نے اسے یہاں ٹھہرنے کو کہا تھا اس پر ان دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی اور ایک دوسرے کے بارے میں کچھ نازیبا الفاظ نکل گئے۔ جب یہ دونوں حضرات مدینہ پہنچ گئے تو دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کے تمام حالات سنائے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے امان دینے کو درست قرار دیا لیکن آئندہ کے لیے امیر کی اجازت کے بغیر پناہ دینے سے منع کر دیا۔ اس پر ان دونوں حضرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی تیز کلامی ہو گئی اس پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ غلام مجھے سخت الفاظ کہہ رہا ہے؟ اللہ کی قسم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو یہ مجھے کبھی ایسے الفاظ نہ کہتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے خالد! عمار رضی اللہ عنہ کو کچھ مت کہو کیونکہ جو عمار سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض رکھے گا اور جو عمار پر لعنت کرے گا اس پر اللہ لعنت کرے گا۔ پھر حضرت عمار رضی اللہ عنہ وہاں سے اٹھ کر چل دیئے۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا یہ اثر ہوا کہ) حضرت خالد رضی اللہ عنہ بھی حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل دیئے اور ان کا کپڑا پکڑ کر انہیں مناتے رہے یہاں تک کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان سے راضی ہو گئے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ﴾

"تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔"

(حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) ان حاکموں سے مراد جماعتوں اور لشکروں کے امیر ہیں:

﴿فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ﴾

"پھر اگر کسی امر میں تم باہم اختلاف کرنے لگو تو اس امر کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف حوالہ کیا کرو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب تم اپنے جھگڑے کو اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جاؤ گے تو پھر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس جھگڑے کا فیصلہ کریں گے:

﴿ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا﴾ [نساء:۵۹]

''یہ امور سب بہتر ہیں اور ان کا انجام خوشتر ہے۔''

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے انجام اچھا ہوگا۔

[اخرجه ابن جرير وابن عساكر كذا فى الكنز ۱:۲۴۲' واخرجه ايضاً ابويعلى وابن عساكر والنسائى والطبرانى والحاكم من حديث خالد رضى الله عنه بمعناه مطولا وابن ابى شيبة و احمد والنسائى مختصراً كما فى الكنز ۷:۷۳' قال الحاكم ۳:۳۹۰' صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبى صحيح و قال الهيثمى ۹:۳۹۴' رواه الطبرانى مطولاو مختصرا منها وما وافق احمد و رجاله ثقات]

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی ان مسلمانوں کے ساتھ سفر میں گیا جو غزوہ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ یمن سے لشکر کی مدد کے لیے آنے والے ایک صاحب اس سفر میں میرے ساتھی بن گئے۔ اس کے پاس اس کی تلوار کے علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ ایک مسلمان نے ایک اونٹ ذبح کیا۔ میرے اس ساتھی نے اس مسلمان سے اونٹ کی کھال کا ایک ٹکڑا مانگا۔ انہوں نے اسے ایک ٹکڑا دے دیا جسے لے کر اس نے ڈھال جیسا بنالیا۔ پھر ہم وہاں سے آگے چلے ہمارا رومی لشکروں سے مقابلہ ہوا۔ ان رومیوں میں ایک آدمی اپنے سرخ گھوڑے پر سوار تھا جس کی زین اور ہتھیار پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا۔ وہ رومی مسلمانوں کو بڑے زور وشور سے قتل کرنے لگا۔ مدد کے لیے آنے والا یمنی ساتھی اس کی تاک میں ایک چٹان کے پیچھے بیٹھ گیا۔ وہ رومی جونہی اس کے پاس سے گزرا اس نے حملہ کر کے اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ وہ رومی زمین پر گر پڑا۔ اس کے اوپر چڑھ کر یمنی نے اسے قتل کر دیا اور اس کے گھوڑے اور ہتھیار پر قبضہ کر لیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے مسلمان کو فتح عطا فرمادی تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے (جن کو آخر میں مسلمانوں نے امیر بنالیا تھا) اس یمنی کو بلا کر اس سے مقتول رومی کا سارا سامان لے لیا۔ حضرت عوف کہتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہا اے خالد! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قاتل کے لیے مقتول کے سامان کا فیصلہ کیا تھا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے معلوم ہے لیکن مجھے یہ سامان بہت زیادہ معلوم ہو رہا ہے۔ میں نے کہا یا تو آپ یہ سامان اس یمنی کو واپس دے دیں نہیں تو میں رسول اللہ ﷺ سے آپ کی شکایت کروں گا اور پھر آپ کو پتہ چل جائے گا۔ لیکن حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے

وہ سامان واپس کرنے سے انکار کر دیا (اس سفر سے واپسی پر) ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو میں نے اس یمنی کا قصہ اور جو کچھ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کیا تھا وہ سب حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے خالد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے وہ سامان بہت زیادہ معلوم ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے خالد! تم نے اس سے جو کچھ لیا ہے وہ اسے واپس کر دو۔ حضرت عوف کہتے ہیں اس پر میں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا اے خالد! لو میں نے تم سے جو کہا تھا وہ پورا کر دیا نا کہ حضور ﷺ سے شکایت کر کے تمہیں سزا دلواؤں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ کیا بات ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو ساری تفصیل بتائی۔ اس پر حضور ﷺ ناراض ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اے خالد! وہ سامان واپس نہ کرو (اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے متوجہ ہو کر فرمایا) کیا تم میری وجہ سے میرے امیروں کو چھوڑ نہیں دیتے؟ (کہ ان کی بے اکرامی نہ کیا کرو بلکہ ان کا احترام کیا کرو) ان کے اچھے کام تمہارے لیے مفید ہیں اور ان کے برے کام کا وبال ان ہی پر ہوگا۔ یعنی اگر وہ اچھے اعمال کریں گے تو ان کا فائدہ تمہیں بھی ہوگا اور اگر وہ غلط کام کریں گے تو اس کا خمیازہ ان کو ہی بھگتنا پڑے گا۔ تمہیں ہر حال میں ان کا اکرام کرنا چاہئے۔

[اخرجه احمد و رواه مسلم وابوداؤد' نحوه كذا فى البداية ۴:۲۴۹' واخرجه البيهقى ۶:۳۱۰ بنحوه]

حضرت راشد بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال آیا۔ آپ اس مال کو لوگوں میں تقسیم کرنے لگے۔ آپ کے پاس لوگوں کا بڑا مجمع ہو گیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ مجمع کو چیرتے ہوئے ان کے پاس آ پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑا لے کر ان پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا تم تو اسطرح آگے آ رہے ہو جیسے کہ تم زمین پر اللہ کے سلطان سے ڈرتے نہیں ہو۔ میں بھی تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ کا سلطان تم سے نہیں ڈرتا ہے۔

[اخرجه ابن سعد ۳:۲۰۶]

حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ایک لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ اس لشکر میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ جب یہ حضرات لڑائی کی جگہ پر پہنچے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے لشکر کو حکم دیا کہ آگ بالکل نہ جلائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات پر غصہ آ گیا اور انہوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بات کرنے کا

ارادہ کیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تمہارا امیر اس وجہ سے بنایا ہے کہ وہ جنگی ضروریات کو خوب جانتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھنڈے پڑ گئے اور حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس نہ گئے۔ [اخرجه البیهقی ۹: ۴۱، واخرجه الحاکم ۳: ۴۲ عن عبد اللّٰه بن بریدة عن ابیه اقل بعث رسول اللّٰه صلی اللہ علیہ وسلم عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فیغزوه ذات السلاسل فذکره بنحوه و قال هذا حدیث صحیح و لم یخرجاه وقال الذهبی صحیح]

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیاض بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ نے دارا شہر فتح ہو جانے کے بعد اس کے حاکم کو (کوڑوں سے) سزا دی۔ حضرت ہشام بن حکیم رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور (حاکم کو سزا دینے پر) ان کو سخت بات کہی۔ چند دن گزرنے کے بعد حضرت ہشام رضی اللہ عنہ، حضرت عیاض رضی اللہ عنہ کے پاس معذرت کرنے کے لیے آ گئے اور حضرت عیاض رضی اللہ عنہ سے (اپنی سختی کی وجہ بتاتے ہوئے) کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اسے ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ عذاب دیتا تھا۔ حضرت عیاض رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ہشام! ہم نے بھی وہ سب کچھ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے) سنا ہے جو آپ نے سنا ہے اور ہم نے بھی وہ سب کچھ دیکھا ہے جو آپ نے دیکھا ہے اور ہم بھی اسی ذات اقدس کی صحبت میں رہے ہیں جن کی صحبت میں آپ رہے ہیں۔ اے ہشام! کیا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو کسی بادشاہ کو نصیحت کرنا چاہتا ہو تو اسے علی الاعلان لوگوں کے سامنے نصیحت نہ کرے بلکہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے علیحدگی میں لے جائے (اور تنہائی میں اسے نصیحت کرے) اگر بادشاہ اس کی نصیحت قبول کر لے تو ٹھیک ورنہ اس نے اس بادشاہ کا حق ادا کر دیا اور اے ہشام! تم بہت بے باک ہو اور اللہ کے بادشاہ کے خلاف دلیری کرتے ہو کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں تھا کہ اللہ کا سلطان تمہیں قتل کر دے اور تم اللہ کے بادشاہ کے قتل کیے ہوئے کہلاتے۔ [اخرجه الحاکم ۳: ۲۹۰ قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاه وقال الذهبی فیه ابن زریق واه واخرجه البیهقی ۸: ۱۶۴، بهذا الاسناد مثله وذکره فی مجمع الزوائد ۵: ۲۲۹، بدون ذکر مخرجه ثم قال رجاله ثقات واسناده متصل و اخرجه احمد عن شریح بن عبید وغیره قال جلد عیاض بن غنم صاحب دارا حین فتحت فاغلظ له هشام فذکر الحدیث بنحوه قال الهیثمی ۵: ۲۲۹، رجاله ثقات الا انی لم اجد لشریح من عیاض و

ہشام سماعا وان کان تابعیا]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں لوگوں نے ایک امیر کی کسی بات پر اعتراض کیا۔ ایک آدمی سب سے بڑی جامع مسجد میں داخل ہوا اور لوگوں میں سے گزرتا ہوا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گیا وہ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے وہ آدمی ان کے سر کے قریب کھڑا ہو کر کہنے لگا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! کیا آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتے ہیں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اوپر اٹھایا اور وہ آدمی جو کچھ چاہتا تھا اسے سمجھ گئے تو اس سے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر واقعی بہت اچھا کام ہے لیکن یہ سنت میں سے نہیں ہے کہ تم اپنے امیر پر ہتھیار اٹھاؤ۔ [اخرجه البزار قال الهيثمي ٥: ٢٢٣، وفيه حبيب بن خالد و ثقه ابن حبان وقال ابو حاتم ليس بقوى انتهى]

حضرت زیاد بن کسیب عدوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عامر باریک کپڑے پہن کر اور بالوں میں کنگھی کر کے لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے نماز پڑھائی اور پھر اندر چلے گئے اور حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ منبر کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ مرداس ابو بلال نے کہا کیا آپ لوگ دیکھتے نہیں ہیں کہ امیر باریک کپڑے پہنتے ہیں اور فاسق لوگوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں؟ حضرت ابو بکرہ نے ان کی بات سن لی اور اپنے بیٹے اصیلع سے کہا ابو بلال کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ وہ انہیں بلا کر لائے تو ان سے حضرت ابو بکرہ نے فرمایا غور سے سنو! تم نے ابھی امیر کے بارے میں جو کہا ہے وہ میں نے سن لیا ہے لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو اللہ کے سلطان کا اکرام کرے گا اللہ اس کا اکرام کریں گے اور جو اللہ کے سلطان کی اہانت کرے گا اللہ اس کی اہانت کریں گے۔ [اخرجه البيهقى ٨: ١٦٣]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو ایک جماعت کا امیر بنا کر بھیجا اور اس جماعت کو تاکید فرمائی کہ اپنے امیر کی بات سنیں اور مانیں۔ چنانچہ (اس سفر میں) امیر کو ان کی کسی بات پر غصہ آ گیا تو اس نے کہا میرے لیے لکڑیاں جمع کرو۔ چنانچہ انہوں نے لکڑیاں جمع کیں۔ پھر اس امیر نے کہا آگ جلاؤ۔ اس پر ان لوگوں نے آگ جلائی۔ پھر اس امیر نے کہا کیا آپ لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم نہیں دیا کہ آپ لوگ میری بات سنو اور مانو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں حکم دیا ہے۔ اس امیر نے کہا تو پھر تم اس آگ

میں داخل ہو جاؤ (لوگوں کا امتحان لینا مقصود تھا) اس پر لوگ ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور یوں کہا ہم تو آگ سے بھاگ کر حضور ﷺ کے پاس آئے تھے۔ (اتنی دیر میں) اس امیر کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور آگ بھی بجھ گئی۔ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضور ﷺ سے اس قصہ کا ذکر کیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ لوگ اس آگ میں داخل ہو جاتے تو کبھی اس سے باہر نہیں نکل سکتے تھے (یعنی یہ بات نہیں تھی کہ امیر کے حکم ماننے کی وجہ سے آگ ان کو نہ جلاتی اور یہ زندہ آگ سے باہر آ جاتے بلکہ جل کر مر جاتے) امیر کی اطاعت صرف نیکی کے کاموں میں ضروری ہے۔ (گناہ کے کاموں میں اس کی اطاعت نہ کی جائے)

[اخرجه الشیخان وهذه القصة ثابتة ایضاً فی الصحیحین عن ابن عباسؓ کذا فی البدایة ۴:۲۲۶ واخرجه ابن جریر عن ابن عباس و ابن ابی شیبة عن ابی سعید بمعناه وسمی ابوسعید الرجل الانصاری عبد اللّٰہ بن حذافة السهمی کما فی الکنز ۳:۱۷۰ وهکذا سماه فی البخاری عن ابن عباس کما فی الاصابة ۲:۲۹۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ اپنے کچھ صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کیا تمہیں یہ بات معلوم نہیں ہے کہ میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ صحابہ نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس نے میری اطاعت کی۔ اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ میری اطاعت حقیقت میں اللہ کی اطاعت میں شامل ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں' معلوم ہے۔ ہم گواہی دیتے ہیں جس نے آپ ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور آپ ﷺ کی اطاعت اللہ کی اطاعت میں شامل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ کی اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم میری اطاعت کرو اور میری اطاعت میں یہ شامل ہے کہ تم اپنے امیروں کی اطاعت کرو۔ اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔

[اخرجه ابویعلی و ابن عساکر و رجاله ثقات کذافی الکنز ۳:۱۶۸]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب حضور ﷺ کی خدمت سے فارغ ہو جاتے تو مسجد میں آ جایا کرتے۔ مسجد ہی ان کا گھر تھا اسی میں وہ لیٹ جایا کرتے تھے۔ ایک رات حضور ﷺ مسجد میں

تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مسجد میں زمین پر لیٹے ہوئے سو رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں مسجد میں سوتا ہوا نہیں دیکھ رہا ہوں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں اور کہاں سوؤں؟ اس مسجد کے علاوہ میرا اور کوئی گھر نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ ان کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا جب لوگ تم کو (کسی اجتماعی ضرورت کی وجہ سے) اس مسجد سے نکالیں گے تو تم کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں ملک شام چلا جاؤں گا کیونکہ شام (پہلے انبیاء علیہم السلام) کی ہجرت کی جگہ ہے اور وہاں ہی میدان حشر ہوگا اور وہ انبیاء کی سرزمین ہے۔ (وہاں بہت نبی ہوئے) اور میں وہاں والوں میں سے بن جاؤں گا (یعنی وہاں رہنے لگ جاؤں گا) حضور ﷺ نے فرمایا جب لوگ تمہیں ملک شام سے بھی نکال دیں گے تو پھر کیا کرو گے؟ انہوں نے کہا میں اسی مسجد میں یعنی مدینہ میں واپس آ جاؤں گا۔ یہی میرا گھر اور میری منزل ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا جب لوگ تمہیں اس مسجد سے یعنی مدینہ سے دوبارہ نکال دیں گے تو پھر تمہارا کیا ہوگا؟ انہوں نے کہا میں تلوار لے کر مرتے دم تک (ان سے) لڑتا رہوں گا۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکرائے اور انہیں ہاتھ سے تھپکی دی اور فرمایا کیا میں تمہیں اس سے بہتر بات نہ بتادوں؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ضرور بتادیں۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جدھر لے جائیں تم ادھر چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم ادھر کو چلے جانا (یعنی جیسے وہ کہیں ویسے کرتے رہنا) یہاں تک کہ اسی حال میں آ کر مجھ سے مل لینا۔ [اخرجه ابن جرير كذافي الكنز ۳:۱٦۸' واخرجه ايضاً احمد عن اسماء نحوه قال الهيثمى ۵:۲۲۳ وفيه شهر بن حوشب وهو ضعيف وقد وثق انتهى]

ابن جریر نے اس جیسی حدیث خود حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا جب تمہیں (مدینہ سے) دوبارہ نکالا جائے گا تو تم کیا کرو گے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں تلوار لے کر نکالنے والوں کو ماروں گا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر مارا اور فرمایا اے ابوذر! تم (ان نکالنے والوں کو) معاف کر دینا اور وہ تمہیں آگے سے پکڑ کر جہاں لے جائیں وہاں چلے جانا اور پیچھے سے تمہیں جدھر کو چلائیں تم ادھر کو چلے جانا (یعنی ان کی بات مانتے رہنا) چاہے تم کو یہ معاملہ ایک کالے غلام کے ساتھ کیوں نہ کرنا پڑے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب (امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فرمان پر) میں

ربذہ رہنے لگا تو ایک دفعہ نماز کی اقامت ہوئی اور ایک کالا آدمی جو وہاں کے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگا اور مجھے آگے کرنے لگا۔ میں نے کہا تم اپنی جگہ رہو میں حضور ﷺ کی بات مانوں گا۔

[اخرجه ابن جرير ايضًا]

عبدالرزاق نے حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ سے یہی حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ربذہ گئے تو ان کو وہاں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک کالا غلام ملا۔ اس نے اذان دی اور اقامت کہی پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوذر! (نماز پڑھانے کے لئے) آگے بڑھیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ مجھے تو حضور ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں امیر کی بات سنوں اور مانوں۔ چاہے وہ کالا غلام ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ وہ غلام آگے بڑھا اور حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اس کے پیچھے نماز پڑھی۔ [اخرجه ايضًا عبد الرزاق كذافي الكنز ۳: ۱۶۸]

ابن ابی شیبہ اور ابن جریر اور بیہقی اور نعیم بن حماد وغیرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اپنے امیر کی بات سنو اور مانو چاہے تم پر کان کٹا حبشی غلام ہی کیوں نہ امیر بنا دیا گیا ہو۔ اگر وہ تمہیں تکلیف پہنچائے تو اسے برداشت کرو اور اگر وہ تمہیں کسی کام کا حکم دے تو اسے مانو اور اگر وہ تمہیں کچھ نہ دے تو صبر کرو اور اگر وہ تم پر ظلم کرے تو بھی صبر کرو اور اگر وہ تمہارے دین سے کم کرنا چاہے تو اس سے کہہ دو جان حاضر ہے دین نہیں (میں جان دے سکتا ہوں لیکن دین میں کمی برداشت نہیں کر سکتا) چاہے کچھ بھی ہو جائے تم جماعت سے جدا نہ ہونا۔

[كذافي كنز العمال ۳: ۱۶۷]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علقمہ بن علاثہ رات کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (شکل وصورت اور قد میں) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے مشابہ تھے (حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ ان کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ سمجھے) اور ان سے کہا اے خالد! تمہیں اس آدمی نے (یعنی حضرت عمرؓ نے) معزول کر دیا۔ انہوں نے تنگ نظری کی وجہ سے ایسا کیا ہے میں اور میرا چچا زاد بھائی ان سے کچھ مانگنے کے لیے ان کے پاس جانا چاہتے تھے۔ لیکن اب جبکہ انہوں نے آپ کو امارت سے ہٹا دیا ہے تو اب میں ان سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان کے آئندہ کے ارادے معلوم کرنے کے لیے حضرت خالد رضی اللہ عنہ جیسی آواز بنا کر) ان سے کہا اور کوئی

بات۔ پھر اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہمارے امراء کا ہم پر حق ہے (کہ ہم ہر حال میں ان کے فرمانبردار اور وفادار رہیں) ہم ان کا حق ادا کرتے رہیں گے اور اپنا اجر و ثواب اللہ سے لیں گے (صحابہ کرام نے ناگواریوں میں ایک دوسرے سے جڑنا سیکھا ہوا تھا) جب صبح ہوئی (اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ اکٹھے ہوئے تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا آج رات علقمہ رضی اللہ عنہ نے تم کو کیا کہا تھا؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے مجھے کچھ نہیں کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا تم قسم بھی کھاتے ہو۔ ابونضرہ کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے اے خالد! چھوڑو (قسم نہ کھاؤ اور انکار نہ کرو) سیف بن عمرو کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دونوں سچے ہیں۔ دونوں نے ٹھیک کہا ہے۔ ابن عائذ کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ کی فریاد سنی اور ان کی ضرورت پوری کر دی۔ زبیر بن بکار کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (رات کو) جب یہ پوچھا تھا کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے؟ تو حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے کہا تھا بات سننے اور ماننے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پیچھے جتنے آدمی ہیں وہ سب تمہارے ان اچھے جذبات پر ہوں تو مجھے یہ اتنے اور اتنے مال یعنی ساری دنیا کے مال سے زیادہ محبوب ہے۔ [اخرجه يعقوب بن سفيان باسناد صحيح و رواه الزبير بن بكار عن محمد بن سلمة عن مالك فذكر نحوه مختصرا كذافى الاصابة ۲: ۵۰۴]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک کوڑھی عورت کے پاس سے گزرے جو کہ بیت اللہ کا طواف کر رہی تھی۔ آپ نے اس سے فرمایا اللہ کی بندی! لوگوں کو تکلیف نہ پہنچاؤ۔ اگر تم اپنے گھر میں بیٹھی رہو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ چنانچہ (اس نے بیت اللہ کے طواف کے لیے حرم شریف چھوڑ دیا اور) اپنے گھر بیٹھ گئی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک آدمی اس عورت کے پاس سے گزرا اور اس سے کہا جس امیر المومنین نے تمہیں طواف کرنے سے روکا تھا ان کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا اب تم جا کر طواف کر لو۔ اس عورت نے کہا میں ایسی نہیں ہوں کہ ان کی زندگی میں تو ان کی بات مانوں اور ان کے مرنے کے بعد ان کی نافرمانی کروں۔

[اخرجه مالك كذافى كنز العمال ۵: ۱۹۴]

ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں (ایک علاقہ کا) چودھری تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں ایک کام کا حکم دیا (کچھ عرصہ کے بعد) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تمہیں جس کام کا حکم دیا تھا کیا تم نے وہ کام کر لیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! تمہیں جو حکم دیا جائے اسے پورا پورا کرو نہیں تو تمہاری گردنوں پر یہود و نصاریٰ سوار ہو جائیں گے۔ [اخرجه ابن ابی شیبة عن شمر کذافی الکنز ۳: ۱۶۷]

امیروں کا ایک دوسرے کی بات ماننا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو (لشکر کا امیر بنا کر) ملک شام کی بستیوں میں قبیلہ قضاعہ کے قبائل بنو بلی اور بنو عبداللہ وغیرہ میں بھیجا۔ بنو بلی (حضرت عمرو کے والد) عاص بن وائل کے ننھیال کے لوگ تھے۔ جب حضرت عمرو وہاں پہنچے تو دشمن کی بڑی تعداد دیکھ کر ڈر گئے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدد کے لیے آدمی بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مہاجرین اولین کو (حضرت عمرو کی مدد کے لیے) جانے کی ترغیب دی۔ جس پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر سرداران مہاجرین تیار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو ان حضرات مہاجرین کا امیر بنایا۔ جب یہ لوگ حضرت عمرو کے پاس پہنچے تو حضرت عمرو نے ان سے کہا میں آپ لوگوں کا بھی امیر ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آدمی بھیج کر آپ لوگوں کو اپنی مدد کے لیے بلایا ہے۔ حضرات مہاجرین نے کہا نہیں۔ آپ اپنے ساتھیوں کے امیر ہیں۔ حضرت ابوعبیدہ مہاجرین کے امیر ہیں۔ حضرت عمرو نے کہا آپ لوگوں کو تو میری مدد کے لیے بھیجا گیا ہے۔ (اس لیے اصل امیر تو میں ہوں آپ لوگ میرے معاون ہیں) حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اچھے اخلاق والے اور نرم طبیعت والے انسان تھے۔ جب انہوں نے یہ دیکھا تو انہوں نے کہا اے عمرو! آپ کو یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جو آخری ہدایت دی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم اپنے ساتھی کے پاس پہنچو تو تم دونوں ایک دوسرے کی اطاعت کرنا۔ اگر تم میری بات نہیں مانو گے تو میں تمہاری بات ضرور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت ابوعبیدہ نے امارت حضرت عمرو بن عاص کے حوالے کر دی۔

[اخرجه البیهقی کذا فی البدایة ۴: ۲۷۳ وهکذا اخرجه ابن عساکر عن عروة کما فی

الکنز ۵:۳۱۰، وفی مشارق بدل مشارف]

حضرت زہری بیان کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بنو کلب، بنو غسان اور عرب کے ان کافروں کے پاس جو شام کے دیہات میں رہتے تھے دو لشکر بھیجے۔ ایک لشکر پر حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اور دوسرے لشکر پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی گئے۔ جب لشکروں کے جانے کا وقت ہوا تو حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ اور حضرت عمرو کو بلا کر ان سے فرمایا ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا۔ جب یہ دونوں حضرات (اپنے لشکر لے کر) مدینہ سے روانہ ہو گئے تو حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمرو کو علیحدہ ایک طرف لے جا کر کہا حضور ﷺ نے مجھے اور آپ کو خاص طور سے ہدایت فرمائی ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا اس لیے اب (اس ہدایت پر عمل کی صورت یہ ہے کہ) یا تو تم میرے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ یا میں تمہارا مطیع اور فرمانبردار بن جاؤں۔ حضرت عمرو نے کہا نہیں تم میرے مطیع اور فرمانبردار بن جاؤ۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے میں بن جاتا ہوں اور یوں حضرت عمرو دونوں لشکروں کے امیر بن گئے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے (حضرت ابو عبیدہ سے) کہا کیا آپ نابغہ (نامی عورت) کے بیٹے کی اطاعت اختیار کر رہے ہیں اور ان کو اپنا اور حضرت ابو بکر کا اور ہمارا امیر بنا رہے ہیں؟ یہ کیسی رائے ہے؟ (یعنی یہ ٹھیک نہیں ہے) حضرت ابو عبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے میری ماں کے بیٹے! یعنی اے میرے بھائی! حضور ﷺ نے مجھے اور ان کو خاص ہدایت فرمائی تھی کہ تم ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کرنا تو مجھے یہ ڈر ہوا کہ اگر میں نے ان کی اطاعت نہ کی تو مجھ سے حضور ﷺ کی نافرمانی ہو جائے گی اور میرے اور حضور ﷺ کے تعلق میں لوگوں کا دخل ہو جائے گا۔ (یعنی لوگوں کی وجہ سے میرے اور حضور ﷺ کے تعلق میں فرق آ جائے گا) اور اللہ کی قسم! (مدینہ) واپسی تک میں ان کی بات ضرور مانتا رہوں گا۔ جب یہ دونوں لشکر (مدینہ منورہ) واپس پہنچے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے بات کی اور ان سے (حضرت ابو عبیدہ) کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا آئندہ میں تم مہاجرین کا امیر صرف تم میں سے ہی بنایا کروں گا (کسی اور کو نہیں بناؤں گا) [اخرجہ ابن عساکر ایضا کذا فی الکنز ۵:۳۱۹]

رعایا پر امیر کے حقوق

حضرت سلمہ بن شہاب عبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے رعایا کے لوگو! ہمارے تم پر کچھ حقوق ہیں۔ ہماری غیر موجودگی میں بھی تم ہمارے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کرو۔ (ہماری موجودگی میں تو کرنا ہی ہے) اور خیر کے کاموں میں ہماری مدد کرو۔ اور اللہ کے نزدیک امام کی بردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب اور لوگوں کے لیے زیادہ فائدہ مند کوئی چیز نہیں ہے اور امام کے جہالت والے رویہ سے زیادہ مبغوض اللہ کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔

[اخرجه هناد كذا في الكنز ٣:١٦٥]

حضرت عبداللہ بن عکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے نزدیک کوئی بردباری امام کی بردباری اور نرمی سے زیادہ محبوب نہیں ہے اور اللہ کے نزدیک کوئی جہالت امام کی جہالت سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اور اپنے ساتھ پیش آنے والے معاملات میں جو آدمی عفو و درگزر سے کام لے گا اسے عافیت ملے گی اور جو اپنی ذات کے بارے میں لوگوں سے انصاف کرے گا اسے اپنے کام میں کامیابی ملے گی اور اطاعت میں ذلت برداشت کرنا گناہوں میں ظاہری عزت ملنے سے نیکی کے زیادہ قریب ہے۔ [اخرجه هناد كذا في الكنز ٣:١٦٥]

اُمراء کو بُرا بھلا کہنے کی ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے جو ہمارے بڑے تھے انہوں نے ہمیں (امراء کے بارے میں چند باتوں سے) منع کیا (اور وہ چند باتیں یہ ہیں کہ) تم اپنے امیروں کو برا بھلا نہ کہو اور ان کو دھوکہ مت دو اور ان کی نافرمانی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور صبر کرو کیونکہ موت (یا قیامت) عنقریب آنے والی ہے۔ [اخرجه ابن جرير كذا في الكنز ٣:١٦٨]

امیر کے سامنے زبان کی حفاظت کرنا

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا اور میں نے ان سے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) ہم

اپنے ان امیروں کے پاس بیٹھتے ہیں اور وہ کوئی بات کہتے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ (یہ بات غلط ہے اور) صحیح بات کچھ اور ہے۔ لیکن ہم ان کی بات کی تصدیق کر دیتے ہیں اور وہ لوگ ظلم کا فیصلہ کرتے ہیں اور ہم ان کو تقویت پہنچاتے ہیں اور ان کے اس فیصلے کو اچھا بتاتے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے! ہم تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے (کہ دل میں کچھ اور ہے اور زبان سے کچھ اور ظاہر کر رہا ہے) لیکن مجھے پتہ نہیں تم لوگ اسے کیا سمجھتے ہو؟ (یعنی امیر کے سامنے حق بات نہ کہہ سکے تو اس کے غلط کو بھی صحیح تو نہ کہے)۔ [اخرجه البیہقی ۸: ۱۶۵]

(حضرت عاصم کے والد) حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا ہم اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں اور ہم کو اس کے سامنے (اس کی وجہ سے) کچھ ایسی باتیں زبان سے کہنی پڑتی ہیں کہ اس کے پاس سے باہر آ کر ان کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [اخرجه البیہقی ایضا ۸: ۱۶۵]

امام بخاری نے حضرت محمد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سے اس جیسی حدیث روایت کی ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ ہم اسے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اسے نفاق شمار کرتے تھے۔

[کذافی الترغیب ۴: ۳۸۲]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا تو اس سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تمہارا حضرت ابو انیس (ضحاک بن قیس رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ کیسا رویہ ہے؟ اس نے کہا جب ہم ان سے ملتے ہیں تو ہم ان کے سامنے وہ بات کہتے ہیں جو ان کو پسند ہو اور جب ان کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو پھر کچھ اور کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [اخرجه ابن عساکر کذافی کنز العمال ۱: ۹۳]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم جب ان (امیروں) کے پاس چلے جاتے ہیں تو وہ بات کہتے ہیں جو وہ چاہتے ہیں اور جب ان کے پاس سے باہر چلے جاتے ہیں تو اس کے خلاف کہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم اسے نفاق شمار کرتے تھے۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۴: ۳۳۲]

حضرت علقمہ بن وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک بیکار آدمی تھا جو امیروں کے پاس جا کر ان کو

ہنسایا کرتا تھا۔ اس سے میرے دادا نے کہا اے فلانے! تیرا ناس ہو۔ تم ان امیروں کے پاس جا کر کیوں ہنساتے ہو؟ (ایسا کرنا چھوڑ دو) کیونکہ میں نے حضور ﷺ کے صحابی حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا بعض دفعہ بندہ اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے جس کا انسانوں پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اتنا موثر ہونے کا اسے گمان بھی نہیں ہوتا اور اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے راضی ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے راضی رہتے ہیں اور کبھی بندہ اللہ کی ناراضگی والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے جس کا انسان پر بہت زیادہ اثر ہوتا ہے اور اسے اتنا موثر ہونے کا گمان بھی نہیں ہوتا۔ اس ایک بول کی وجہ سے اللہ اس سے ناراض ہو جاتے ہیں اور اس سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن تک اس سے ناراض رہتے ہیں۔ [اخرجه البيهقي ۸:۱۶۵]

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا میں نے دیکھا ہے کہ تم ان امیروں کے پاس کثرت سے جاتے ہو۔ دیکھ لو تم ان سے کیا باتیں کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ آدمی اللہ کی رضا والا ایک بول ایسا بول دیتا ہے اور پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [اخرجه البيهقي ايضاً ۸:۱۶۵]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اپنے آپ کو فتنے کی جگہوں سے بچاؤ۔ کسی نے ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ! فتنوں کی جگہیں کون سی ہیں؟ انہوں نے فرمایا امیروں کے دروازے کہ تم میں سے ایک آدمی امیر کے پاس جاتا ہے اور اس کی غلط بات کی تصدیق کرتا ہے اور (اس کی تعریف کرتے ہوئے) ایسی خوبی کا تذکرہ کرتا ہے جو اس میں نہیں ہے۔

[اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱:۲۷۷]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے میرے والد (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا اے میرے بیٹے! میں دیکھ رہا ہوں کہ امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) تمہیں بلاتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور حضور ﷺ کے دیگر صحابہ کے ساتھ تم سے بھی مشورہ لیتے ہیں۔ لہٰذا تم میری تین باتیں یاد رکھنا۔ اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے۔ یعنی کبھی ان کے سامنے جھوٹ نہ بولنا اور ان کا کوئی راز فاش نہ کرنا اور کبھی ان کے پاس کسی کی غیبت نہ کرنا۔ حضرت عامر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا ان

تین باتوں میں سے ہر بات ایک ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ نہیں ان میں سے ہر ایک دس ہزار (درہم) سے بہتر ہے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۳۱۸، ورواه الطبرانی نحوه قال الهیثمی ۴:۲۲۱ وفیه مجالد بن سعید وثقه النسائی وغیره وهو ضعفه جماعة]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ آدمی یعنی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ تمہارا بڑا اکرام کرتے ہیں اور تمہیں اپنے قریب بٹھاتے ہیں اور تمہیں ان لوگوں میں یعنی ان بڑے صحابہ میں شامل کر دیا ہے کہ ان جیسے تم نہیں ہو۔ میری تین باتیں یاد رکھنا۔ کبھی ان کے تجربہ میں یہ بات نہ آئے کہ تم نے جھوٹ بولا ہے اور کبھی ان کا کوئی رازِ فاش نہ کرنا اور ان کے پاس کسی کی غیبت بالکل نہ کرنا۔

[اخرجه البیهقی ۸:۱۹۷]

امیر کے سامنے حق بات کہنا اور جب وہ اللہ کے حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو اس کے حکم کو ماننے سے انکار کر دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی (پڑھی ہوئی) ایک آیت کا انکار کیا (کہ یہ قرآن میں نہیں ہے یا قرآن میں اس طرح نہیں ہے) حضرت ابی نے کہا میں نے اس آیت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور تم تو بقیع بازار میں خرید و فروخت میں مشغول رہا کرتے تھے (اس لیے تمہیں یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سننے کا موقع نہیں ملا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ میں نے تمہاری آیت کا قصداً انکار تم لوگوں کو آزمانے کے لیے کیا تاکہ پتہ چلے کہ تم میں کوئی ایسا آدمی ہے جو (امیر کے سامنے) حق بات کہہ سکے۔ اس امیر میں کوئی خیر نہیں ہے جس کے سامنے حق بات نہ کہی جا سکے اور نہ وہ خود حق بات کہہ سکے۔ [اخرجه ابن راهویه کذافی کنز العمال ۷:۲]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی مِنَ الَّذِيْنَ اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم نے غلط پڑھا۔ حضرت ابی نے کہا (میں نے ٹھیک پڑھا ہے) آپ کی غلطی زیادہ ہے۔ کسی آدمی نے (حضرت ابی سے) کہا

آپ امیر المومنین (کی بات) کو غلط کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابی نے کہا میں تم سے زیادہ امیر المومنین کی تعظیم کرنے والا ہوں۔ لیکن چونکہ ان کی بات قرآن کے خلاف تھی اس وجہ سے میں نے قرآن کے مقابلہ میں ان کی بات کو غلط کہا ہے اور یہ نہیں ہوسکتا کہ میں قرآن کو غلط کہوں اور امیر المومنین کی (غلط) بات کو ٹھیک کہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت ابی ٹھیک کہتے ہیں۔

[عند عبدبن حمید و ابن جریر و ابن عدی کذافی الکنز ۱: ۲۸۵]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک مجلس میں تھے اور ان کے اردگرد حضرات مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا یہ بتانا کہ اگر میں کسی کام میں ڈھیل برتوں تو تم کیا کروگے؟ تمام حضرات ادباً خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بات کو دو تین مرتبہ دہرایا تو حضرت بشیر بن سعد نے فرمایا اگر آپ ایسا کریں گے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (خوش ہوکر) فرمایا پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس میں بیٹھنے کے قابل ہو) پھر تو تم لوگ ہی (امیر کی مجلس کے قابل ہو)۔ [اخرجه ابن عساکر و ابوذر الهروی فی الجامع کذا فی الکنز ۳: ۱۴۸]

حضرت موسیٰ بن ابی عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو حارثہ کی پانی کی سبیل کے پاس آئے۔ وہاں انہیں حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے محمد! مجھے کیسا پاتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میں آپ کو ویسا پاتا ہوں جیسا میں چاہتا ہوں اور جیسا ہر وہ آدمی چاہتا ہے جو آپ کے لیے بھلا چاہتا ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ مال جمع کرنے میں خوب زوردار ہیں لیکن آپ خود مال سے بچتے ہیں اور اسے انصاف سے تقسیم کرتے ہیں۔ اگر آپ ٹیڑھے ہوگئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (خوش ہوکر) فرمایا اچھا (تم مجھے کہہ رہے ہو کہ) اگر آپ ٹیڑھے ہوگئے تو ہم آپ کو ایسا سیدھا کر دیں گے جیسے اوزار سے تیر کو سیدھا کیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسے لوگوں میں (امیر) بنایا کہ میں اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں۔ [عن ابن المبارک کذافی منتخب کنز العمال ۴: ۳۸۱]

حضرت ابوقبیل کہتے ہیں حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن منبر پر چڑھے اور اپنے خطبہ میں فرمایا یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے اور خراج کا مال اور لڑے بغیر ملنے والا مال غنیمت

بھی ہمارا ہے۔ جسے چاہیں گے دیں گے اور جسے چاہیں گے نہیں دیں گے۔ اس پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ اگلے جمعہ کو بھی انہوں نے (خطبہ میں) یہی بات کہی۔ پھر کسی نے کچھ نہیں کہا۔ جب تیسرا جمعہ آیا تو انہوں نے خطبہ میں پھر وہی بات کہی تو حاضرین مسجد میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا۔ ہرگز نہیں۔ یہ (اجتماعی) مال ہمارا ہے اور یہ خراج کا مال اور مال غنیمت ہمارا ہے۔ لہٰذا جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہوگا ہم اپنی تلواروں سے اس کو اللہ کے فیصلہ کی طرف لے جائیں گے۔ حضرت معاویہ (منبر سے) نیچے اتر آئے اور اس آدمی کو بلانے کیلئے پیغام بھیج دیا۔ (اور جب وہ آ گیا تو اسے اندر بلا لیا۔ لوگ کہنے لگے یہ آدمی تو ہلاک ہو گیا۔ پھر لوگ اندر گئے تو انہوں نے دیکھا وہ آدمی تو حضرت معاویہ کے ساتھ تخت پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضرت معاویہ نے لوگوں سے کہا اس آدمی نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ اسے زندہ رکھے۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد ایسے امیر ہوں گے کہ اگر وہ کوئی (غلط) بات کہیں گے تو کوئی ان کی تردید نہ کر سکے گا۔ وہ آگ میں ایک دوسرے پر ایسے اندھا دھند گریں گے جیسے (کسی درخت کے اوپر سے) بندر ایک دوسرے پر چھلانگ لگاتے ہیں۔ چنانچہ میں نے پہلے جمعہ کو یہ (غلط) بات (قصداً) کہی تھی۔ کسی نے میری تردید نہیں کی۔ جس سے مجھے ڈر ہوا کہ کہیں میں (آگ میں گرنے والے) ان امیروں میں سے نہ ہوں۔ پھر میں نے دوسرے جمعہ کو وہی بات دوبارہ کہی تو پھر کسی نے میری تردید نہ کی۔ اس پر میں نے اپنے دل میں کہا میں تو ضرور ان ہی امیروں میں سے ہوں۔ پھر میں نے تیسرے جمعہ کو وہی بات تیسری مرتبہ کہی تو اس آدمی نے کھڑے ہو کر میری تردید کی۔ اس طرح اس نے مجھے زندہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھے۔ [اخرجہ الطبرانی و ابویعلی قال الهیثمی ۵: ۲۳۶ رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط و ابویعلی و رجالہ ثقات انتہٰی]

حضرت خالد بن حکیم بن حزام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ ملک شام کے گورنر تھے۔ انہوں نے ایک مقامی ذمی (کافر) کو (جزیہ نہ دینے پر) سزا دی۔ حضرت خالد (بن الولید) رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر حضرت ابوعبیدہ سے (سزا دینے کے بارے میں) بات کی۔ لوگوں نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے تو امیر کو ناراض کر دیا۔ انہوں نے کہا میرا ارادہ تو انہیں ناراض کرنے کا نہیں تھا بلکہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس بارے میں ایک حدیث سنی تھی وہ حدیث انہیں بتانا چاہتا تھا اور وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ

عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو دنیا میں لوگوں کو سب سے زیادہ سزا دیں گے۔

[اخرجه ابن ابی عاصم والبغوی و اخرجه ایضاً احمد والبخاری فی تاریخه والطبرانی و اخرجه الباوردی وزادفیه وهو یعذب الناس فی الجزیة کذافی الاصابة ۱: ۴۰۳، قال الهیثمی ۵: ۲۳۴، ورواه احمد والطبرانی وقال فقیل له اغضبت الامیر وزاد اذهب فخل سبیلهم ورجاله رجال الصحیح خلا خالد بن حکیم و هوثقه انتهٰی]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں زیاد نے حضرت حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ عنہ کو (لشکر کا امیر بنا کر) خراسان بھیجا۔ ان کو وہاں بہت سا مال غنیمت ملا۔ زیاد نے ان کو یہ خط لکھا:

''امابعد! امیر المومنین (حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ) نے (مجھے) یہ لکھا ہے کہ مال غنیمت میں سے سارا سونا چاندی ان کے لیے الگ کر لیا جائے۔ (لہٰذا) آپ سونا چاندی مسلمانوں میں تقسیم نہ کریں۔''

حضرت حکم نے جواب میں زیاد کو یہ خط لکھا:

''امابعد! تم نے مجھے خط لکھا ہے جس میں تم نے امیر المومنین کے خط کا تذکرہ کیا ہے لیکن مجھے اللہ کی کتاب امیر المومنین کے خط سے پہلے مل چکی ہے۔ (اور امیر المومنین کا خط اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔ اس لیے میں اسے نہیں مان سکتا) اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر سارے آسمان اور زمین کسی بندے پر بند ہو جائیں اور وہ آدمی اللہ سے ڈرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ان کے درمیان سے نکلنے کا راستہ ضرور بنا دیں گے۔ والسلام۔''

ادھر حضرت حکم نے ایک آدمی کو حکم دیا اس نے مسلمانوں میں یہ اعلان کیا کہ صبح اپنا مال غنیمت لینے کے لیے آ جاؤ (چنانچہ لوگ صبح آئے) اور انہوں نے مسلمانوں میں وہ سارا مال غنیمت (سونے چاندی سمیت) تقسیم کر دیا۔ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضرت حکم نے مال غنیمت سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا ہے تو انہوں نے آدمی بھیجے جنہوں نے حضرت حکم کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر قید کر دیا۔ اسی قید میں ان کا انتقال ہوا اور ان کو خراسان ہی میں دفن کیا گیا۔ انہوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں (اس بارے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اللہ کے ہاں) جھگڑا کروں گا۔ [اخرجه الحاکم ۳: ۴۴۲]

ابن عبد البر نے اسی جیسی حدیث ذکر کی ہے لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت حکم نے مسلمانوں میں مال غنیمت تقسیم کر دیا اور اللہ سے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ! (ان حالات میں) اگر تیرے پاس میرے لیے خیر ہو تو مجھے اپنی طرف بلا لے۔ چنانچہ ان کا علاقہ خراسان کے مرو شہر میں انتقال ہو گیا۔ [اخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۱:۳۱۶ فذکر نحوه]

اور اصابہ میں یہ ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ جب ان کے پاس زیاد کی ناراضگی کا خط آیا تو انہوں نے اپنے لیے (مرنے) کی دعا کی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ [قال فی الاصابه ۱:۳۴۷]

حضرت ابراہیم بن عطاء اپنے والد (حضرت عطاء) سے نقل کرتے ہیں کہ زیاد یا ابن زیاد نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کو صدقات وصول کرنے کے لیے بھیجا۔ جب وہ واپس آئے تو ایک درہم بھی لے کر نہ آئے تو ان سے زیاد یا ابن زیاد نے کہا مال کہاں ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے مجھے مال کے لیے بھیجا تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جیسے ہم صدقات لیا کرتے تھے ویسے ہم نے صدقات لیے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاں خرچ کیا کرتے تھے وہاں ہم نے خرچ کر دیئے۔ (یعنی وہاں کے مستحقین میں تقسیم کر دیئے)۔

[اخرجه الحاکم ۳:۴۷۱، قال الحاکم هذا حدیث صحیح الاسناد و قال الذهبی صحیح]

امیر پر رعایا کے حقوق

حضرت اسود (بن یزید) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی وفد آتا تو ان سے ان کے امیر کے بارے میں پوچھتے کہ کیا وہ بیمار کی عیادت کرتا ہے؟ کیا غلام کی بات سنتا ہے؟ جو ضرورت مند اس کے دروازہ پر کھڑا ہوتا ہے اس کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہوتا ہے؟ اگر وفد والے ان باتوں میں سے کسی کے جواب میں ''نہ'' کہہ دیتے تو اس امیر کو معزول کر دیتے۔

[اخرجه البیهقی کذا فی الکنز ۳:۱۶۶، و اخرجه الطبری ۵:۲۴ عن الاسود بمعناه]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو (کسی علاقہ کا) گورنر بناتے اور اس علاقہ سے ان کے پاس وفد آتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے (اس گورنر کے بارے میں) پوچھتے کہ تمہارا امیر کیسا ہے؟ کیا وہ غلاموں کی عیادت کرتا ہے؟ کیا وہ جنازے کے ساتھ جاتا ہے؟ اس کا دروازہ کیسا ہے؟ کیا وہ نرم ہے؟ اگر وہ کہتے کہ اس کا دروازہ نرم ہے؟ (ہر ایک کو اندر

جانے کی اجازت ہے) اور غلاموں کی عیادت کرتا ہے تب تو اسے گورنر رہنے دیتے ورنہ آدمی بھیج کر اس کو گورنری سے ہٹا دیتے۔ [عند هناد كذافى كنز العمال ۳:۱۶۶]

حضرت عاصم بن ابی نجود کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب اپنے گورنروں کو مختلف علاقوں میں گورنر بنا کر بھیجا کرتے تو ان پر یہ شرطیں لگاتے کہ تم لوگ ترکی گھوڑے پر سوار نہیں ہوا کرو گے اور چھنے ہوئے آٹے کی چپاتی نہیں کھایا کرو گے۔ اور باریک کپڑا نہیں پہنا کرو گے اور حاجت مندوں پر اپنے دروازے بند نہیں کرو گے اگر تم نے ان میں سے کوئی کام کر لیا تو تم سزا کے حق دار بن جاؤ گے۔ پھر رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ تھوڑی دور چلتے جب واپس آنے لگتے تو ان سے فرماتے میں نے تم کو مسلمانوں کے خون (بہانے) پر اور ان کی کھال (ادھیڑنے) پر اور انہیں بے آبرو کرنے پر اور ان کے مال (چھیننے) پر مسلط نہیں کیا ہے بلکہ میں تمہیں (اس علاقہ میں) اس لیے بھیج رہا ہوں تاکہ تم وہاں کے مسلمانوں میں نماز قائم کرو اور ان میں ان کا مال غنیمت تقسیم کرو اور ان میں انصاف کے فیصلے کرو اور جب تمہیں کوئی ایسا امر پیش آ جائے جس کا حکم تم پر واضح نہ ہو تو اسے میرے سامنے پیش کرو۔ ذرا غور سے سنو! عربوں کو نہ مارنا۔ اس طرح تم ان کو ذلیل کر دو گے اور ان کو اسلامی سرحد پر جمع کر کے وطن واپسی سے روک نہ دینا۔ اس طرح تم ان کو فتنہ میں ڈال دو گے اور ان کے خلاف ایسے جرم کا دعویٰ نہ کرنا جو انہوں نے نہ کیا ہو اس طرح تم ان کو محروم کر دو گے اور قرآن کو (احادیث وغیرہ سے) الگ اور ممتاز کر کے رکھنا۔ یعنی قرآن کے ساتھ حدیثیں نہ ملانا۔ [اخرجه البيهقى كذافى الكنز ۳:۱۴۸]

حضرت ابوحصین سے اسی حدیث کے ہم معنی مختصر حدیث مروی ہے اور اس میں مزید مضمون بھی ہے کہ قرآن کو الگ اور ممتاز کر کے رکھو اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کیا کرو اور اس کام میں میں تمہارا شریک ہوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوایا کرتے تھے۔ جب ان سے ان کے کسی گورنر کی شکایت کی جاتی تو اس گورنر کو اور شکایت کرنے والے کو ایک جگہ جمع کرتے (اور گورنر کے سامنے شکایت سنتے) اگر اس گورنر کے خلاف کوئی ایسی بات ثابت ہو جاتی جس پر اس کی پکڑ لازمی ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کی پکڑ فرماتے۔ [اخرجه الطبرى ۵:۱۹]

حضرت ابوخزیمہ بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر مقرر فرماتے تو انصار اور دوسرے حضرات کی ایک جماعت کو اس پر گواہ بناتے اور اس سے فرماتے میں نے تم کو

مسلمانوں کا خون بہانے کے لیے گورنر نہیں بنایا ہے۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔

[اخرجه ایضًا ابن ابی شیبة و ابن عساکر کما فی الکنز ۳:۱۴۸]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر حضرت سعید بن عامر جمحی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا ہم تمہیں ان لوگوں کا امیر بنا رہے ہیں۔ ان کو لے کر دشمن کے علاقہ میں جاؤ اور ان کو لے کر دشمن سے جہاد کرو۔ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ مجھے آزمائش میں نہ ڈالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا۔ تم لوگ خلافت کی ذمہ داری میرے کندھوں پر ڈال کر مجھے اکیلا چھوڑ کر خود الگ ہو جانا چاہتے ہو۔ میں تمہیں ایسے لوگوں کا امیر بنا کر بھیج رہا ہوں کہ تم ان سے افضل نہیں ہو اور میں تمہیں اس لیے بھی نہیں بھیج رہا ہوں کہ تم مار مار کر ان کی کھال ادھیڑ دو اور تم ان کی بے عزتی کرو بلکہ اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم ان کو لے کر ان کے دشمن سے جہاد کرو اور ان کا مال غنیمت ان میں تقسیم کرو۔

[اخرجه ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز ۳/ ۱۴۹]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے لوگو) امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے تمہارے پاس اس لیے بھیجا ہے تاکہ میں تمہیں تمہارے رب کی کتاب اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھاؤں اور تمہارے لیے تمہارے راستے صاف کردوں۔

[اخرجه ابن عساکر و ابو نعیم فی الحلیة کذا فی الکنز ۳:۱۴۹ اخرجه الطبرانی بنحوه قال الهیثمی ۵:۲۱۳ و رجاله رجال الصحیح انتهٰی]

امیر کے عام مسلمانوں سے اپنا معیارِ زندگی بلند کرنے پر اور دربان مقرر کر کے ضرورت مندوں سے چھپ جانے پر نکیر

حضرت ابو صالح غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے (مصر سے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ہم نے (یہاں) جامع مسجد کے پاس آپ کے لیے ایک مکان کی جگہ مخصوص کر دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے جواب میں لکھا کہ حجاز میں رہنے والے آدمی کے لیے مصر میں گھر کیوں کر ہو سکتا ہے اور حضرت عمرو کو حکم دیا کہ اس جگہ کو مسلمانوں

کے لیے بازار بنادیں۔ [اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی الکنز ۳: ۱۴۸]

حضرت ابو تمیم جیشانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''اما بعد! مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ تم نے ایک منبر بنایا ہے (جب تم اس پر بیان کرتے ہو تو) تم لوگوں کی گردنوں سے بلند ہو جاتے ہو۔ کیا تمہارے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ تم (زمین پر) کھڑے ہو کر بیان کرو۔ اس طرح مسلمان تمہاری ایڑیوں کے نیچے ہوں گے۔ میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم اسے توڑ دو۔''

[اخرجہ ابن عبدالحکم کذا فی الکنز ۳/ ۱۶۶]

حضرت ابو عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ آذربائیجان میں تھے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں یہ خط لکھا:

''اے عتبہ بن فرقد! یہ ملک و مال تمہیں تمہاری محنت سے نہیں ملا اور نہ ہی تمہارے ماں باپ کی محنت سے ملا ہے۔ اس لیے تم اپنے گھر میں جو چیز پیٹ بھر کر کھاتے ہو وہی چیز سارے مسلمانوں کو ان کے گھروں میں پیٹ بھر کر کھلاؤ اور ناز و نعمت کی زندگی سے اور مشرکین جیسی ہیئت اختیار کرنے سے اور ریشم پہننے سے بچو''۔

[اخرجہ مسلم کذافی الترغیب ۳: ۴۵۸]

حضرت عروہ بن رویم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ لوگوں کے حالات کا جائزہ لے رہے تھے۔ ان کے پاس سے حمص کے لوگ گزرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تمہارے امیر (حضرت عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ) کیسے ہیں؟ ان لوگوں نے کہا بہترین امیر ہیں بس ایک بات ہے کہ انہوں نے ایک بالا خانہ بنالیا ہے جس میں رہتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امیر کو خط لکھا اور اپنا قاصد بھی ساتھ بھیجا اور اس قاصد کو حکم دیا کہ وہاں جا کر اس بالا خانے کو جلا دے جب وہ قاصد وہاں پہنچا تو اس نے لکڑیاں جمع کر کے اس بالا خانے کے دروازے کو آگ لگا دی۔ جب یہ بات اس امیر کو بتائی گئی تو اس نے کہا اسے کچھ مت کہو۔ یہ (امیر المومنین کا بھیجا ہوا) قاصد ہے۔ پھر اس قاصد نے ان کو (حضرت عمر) کا خط دیا۔ وہ خط پڑھتے ہی سوار ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف چل دیئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو ان سے فرمایا

(مدینہ سے باہر پتھریلے میدان) حرہ میں میرے پاس پہنچ جاؤ۔ حرہ میں صدقہ کے اونٹ تھے (جب وہ حرہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے تو ان سے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اپنے کپڑے اتار دو۔ (انہوں نے کپڑے اتار دیئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اونٹ کے اون کی چادر پہننے کے لیے دی (جسے انہوں نے پہن لیا) اور پھر ان سے فرمایا (اس کنویں سے) پانی نکالو اور ان اونٹوں کو پانی پلاؤ۔ وہ یونہی ہاتھ سے کنویں سے پانی نکالتے رہے یہاں تک کہ تھک گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا دنیا میں اور کتنا رہو گے؟ انہوں نے کہا بس تھوڑا ہی عرصہ۔ فرمایا بس اس (مختصر سی زندگی) کے لیے تم نے وہ بالاخانہ بنایا تھا جس کی وجہ سے تم مسکین، بیوہ اور یتیم انسانوں (کی پہنچ) سے اوپر ہو گئے تھے۔ جاؤ اپنے کام پر واپس جاؤ اور آئندہ ایسا نہ کرنا۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال ۳:۱۶۶]

حضرت عتاب بن رفاعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک محل بنوایا ہے اور اس پر دروازہ بھی لگوایا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ اب (بازار کا) شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ یہ محل انہوں نے اسی وجہ سے بنایا تھا کہ بازار کی آوازیں بہت آتی تھیں (جس کی وجہ سے یہ کام صحیح طرح نہیں کر سکتے تھے) چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنی مرضی کے مطابق کام کروانا ہوتا تھا تو ان کو ہی بھیجا کرتے تھے اور ان سے فرمایا۔ سعد کے پاس جاؤ اور ان (کے محل) کا دروازہ جلا دو۔ چنانچہ حضرت محمد رضی اللہ عنہ کوفہ پہنچ گئے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچتے ہی اپنی چقماق نکالی اور اس سے آگ جلائی پھر دروازے کو آگ لگا دی۔ لوگوں نے آکر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع دی اور آگ لگانے والے کا حلیہ بیان کیا تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کو پہچان گئے اور ان کے پاس باہر آئے۔ حضرت محمد نے ان سے کہا امیر المؤمنین کو آپ کی طرف سے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ اب شور آنا ختم ہو گیا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت محمد نے کہا ہمیں تو جو حکم دیا گیا وہ کر رہے ہیں اور اب آپ جو کہہ رہے ہیں وہ آپ کی طرف سے (امیر المؤمنین کو) پہنچا دیں گے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضرت محمد کو راستہ کے لیے توشہ پیش کرنے لگے لیکن حضرت محمد نے لینے سے انکار کر دیا اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل دیئے اور مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا تو فرمایا۔ تم بڑی جلدی

واپس آ گئے ہو) اگر ہمیں تمہارے ساتھ حسن ظن نہ ہوتا تو ہم یہی سمجھتے کہ تم نے کام پورا نہیں کیا۔ حضرت محمد نے کہا میں نے سفر بہت تیزی سے کیا ہے اور آپ نے جس کام کے لیے بھیجا تھا وہ بھی میں نے پورا کر دیا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ معذرت کر رہے تھے اور قسم کھا کر کہہ رہے تھے کہ انہوں نے یہ بات نہیں کہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے تم کو سفر کے لیے توشہ دیا تھا؟ حضرت محمد نے کہا نہیں لیکن آپ نے مجھے توشہ کیوں نہیں دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اس بات کو برا سمجھا کہ تمہارے لیے توشہ کا حکم دوں کہ اس طرح تمہیں تو دنیا میں توشہ مل جائے گا لیکن میری آخرت میں پکڑ ہو جائے گی۔ کیونکہ میرے اردگرد مدینہ والے ہیں جو بے چارے بھوک سے مر رہے ہیں۔ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ مؤمن خود تو اپنا پیٹ بھر لے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ [اخرجه ابن المبارك وابن راهويه ومسدد كذا فى الكنز ۳: ۱۶۵، وقد ذكره فى الاصابة ۳: ۲۸۴ بتمامه الا انه قال عن عباية بن رفاعة وهكذا ذكره الهيثمى ۸: ۱۶۷، عن عباية بطوله ثم قال رواه احمد و ابويعلى ببعضه ورجاله رجال الصحيح الا ان عباية بن رفاعة لم يسمع من عمر انتهى]

حضرت ابوبکرہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما اسی حدیث کو مختصر طور سے نقل کرتے ہیں اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنا دربار مقرر کر لیا ہے اور لوگوں سے الگ رہتے ہیں اور اپنا دروازہ بند رکھتے ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما کو بھیجا اور ان سے فرمایا۔ جب تم وہاں پہنچو اور تم کو حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا دروازہ بند ملے تو تم اس کو آگ لگا دینا۔

[اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۸: ۱۶۸، وفيه عطاء بن السائب و قد اختلط]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملک شام جانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف اس شرط پر اجازت دے سکتا ہوں کہ تم وہاں جا کر کسی شہر کے گورنر بن جاؤ۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں گورنر بننے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر میں اجازت نہیں دیتا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں وہاں جا کر لوگوں کو ان کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سکھاؤں گا اور انہیں نماز پڑھاؤں گا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی۔ (اور وہ ملک شام چلے گئے۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام

تشریف لے گئے۔ جب حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قریب پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔ جب رات کا اندھیرا چھا گیا تو (اپنے دربان سے) فرمایا اے یرفا! حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس لے چلو اور ان کو دیکھو ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور دیباج بچھا رکھا ہوگا۔ (ان حضرات کے ریشم کو بچھانے کی وجہ یہ تھی کہ اول تو ان حضرات کا ملک شام میں قیام عارضی تھا۔ وہاں ٹھہرنے کے جو پہلے سے انتظامات تھے ان ہی میں چند دن ٹھہر کر انہیں آگے جانا تھا۔ دوسرے ہوسکتا ہے کہ اس کا تانا ریشم کا ہو اور بانا سوتی وغیرہ حلال دھاگے کا ہو۔ تیسرے اگر وہ مکمل ریشم ہی کا تھا تو بعض صحابہ کرام ریشم کے بچھانے کو جائز سمجھتے تھے البتہ ریشم کے پہننے کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تھا) تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ پہلے یہ پوچھیں گے کہ تم کون ہو پھر تم کو اجازت دیں گے۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور حضرت یزید کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا السلام علیکم۔ حضرت یزید نے کہا وعلیکم السلام۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اندر آجاؤں؟ انہوں نے کہا آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا نے کہا یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی۔ یہ امیر المؤمنین ہیں۔ حضرت یزید نے دروازہ کھولا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت یرفا اندر داخل ہوئے) ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس جمی ہوئی ہے۔ چراغ جل رہا ہے۔ ریشم اور دیباج بچھا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یرفا! جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کروا اور ایک کوڑا حضرت یزید کی کنپٹی پر رسید کیا اور سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا اور ان لوگوں سے کہا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اس جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرت یزید کے پاس سے باہر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں ان کے پاس بھی مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے دیباج بچھا رکھا ہوگا۔ تم انہیں سلام کرو گے۔ وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے پوچھیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ حضرت عمرو کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا السلام علیکم۔ حضرت عمرو نے جواب دیا وعلیکم السلام۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں اندر آجاؤں۔ حضرت عمرو نے پوچھا آپ کون ہیں؟ حضرت یرفا

نے کہا یہ وہ ہستی ہے جو تمہارے ساتھ ناگوار سلوک کرے گی۔ یہ امیر المؤمنین ہیں۔ حضرت عمرو نے دروازہ کھولا (یہ دونوں حضرات اندر گئے) اندر جا کر ان حضرات نے دیکھا کہ مجلس لگی ہوئی ہے اور چراغ جل رہا ہے اور ریشم اور دیباج بچھا رکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یرفا جلدی سے دروازہ بند کرو۔ دروازہ بند کرو۔ پھر ایک کوڑا حضرت عمرو کی کنپٹی پر رسید کیا پھر سارا سامان سمیٹ کر گھر کے درمیان رکھ دیا۔ پھر ان لوگوں سے فرمایا میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ سب یہیں رہیں۔ پھر یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس سے باہر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یرفا! آؤ چلیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں اور ان کو دیکھتے ہیں۔ ان کے پاس مجلس جمی ہوئی ہوگی اور چراغ جل رہا ہوگا اور مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اونی کپڑا بچھا رکھا ہوگا۔ تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے وہ اجازت دینے سے پہلے معلوم کریں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو وہاں بھی مجلس جمی ہوئی تھی۔ چراغ جل رہا تھا اور اونی کپڑا بچھا رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی کنپٹی پر کوڑا رسید کیا اور فرمایا اے ابوموسیٰ! تم بھی (یہاں آ کر بدل گئے ہو اور وہی کر رہے ہو جو دوسرے کر رہے ہیں) حضرت ابوموسیٰ نے کہا میں نے تو کم کیا ہے۔ میرے ساتھیوں نے جو کچھ کرلیا ہے آپ وہ دیکھ ہی چکے ہیں (وہ مجھ سے زیادہ ہے) اللہ کی قسم! مجھے بھی اتنا ملا جتنا میرے ساتھیوں کو ملا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ مقامی لوگ کہتے ہیں کہ اتنا کرنے سے ہی (امارت کا) کام ٹھیک چلے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سارا سامان سمیٹ کر گھر کے بیچ میں رکھ دیا اور ان لوگوں سے فرمایا۔ میرے واپس آنے تک تم میں سے کوئی بھی یہاں سے باہر نہ جائے سب یہیں رہیں۔ جب ہم ان کے پاس سے باہر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے یرفا! آؤ ہم اپنے بھائی (حضرت ابوالدرداء) کے پاس چلیں اور ان کو دیکھیں۔ نہ ان کے ہاں مجلس لگی ہوگی۔ نہ چراغ ہوگا اور نہ ان کے دروازے کو بند کرنے کی کوئی چیز کنڈی وغیرہ ہوگی۔ کنکریاں بچھا رکھی ہوں گی۔ پالان کے نیچے ڈالنے والے کمبل کو تکیہ بنا رکھا ہوگا۔ ان پر پتلی چادر ہوگی جس میں انہیں سردی لگ رہی ہوگی۔ تم انہیں سلام کرو گے وہ تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ پھر تم ان سے اندر آنے کی اجازت مانگو گے۔ وہ یہ معلوم کئے بغیر ہی تم کو اجازت دے دیں گے کہ تم کون ہو؟ چنانچہ ہم دونوں چلے۔ یہاں تک کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے دروازے پر پہنچ

کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں اندر آ جاؤں؟ انہوں نے کہا آ جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی۔ ہم اندر گئے تو کمرہ میں اندھیرا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے۔ یہاں تک کہ ان کا ہاتھ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو لگ گیا۔ پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا۔ پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں۔ پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ باریک سی چادر تھی۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ بڑی دیر سے آئے ہیں۔ میں سال بھر سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کیے؟ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی حدیث؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے۔ [اخرجه ابن عساکر و اليشكري عن جويرية رحمه الله قال بعضه عن نافع وبعضه عن رجل من ولد ابی الدرداء كذافي كنز العمال ۷:۷۷]

رعایا کے حالات کی خبر گیری

حضرت ابوصالح غفاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے خدمت کے لیے مدینہ کے کنارے میں رہنے والی ایک نابینا عمر رسید بڑھیا تلاش کی تاکہ رات کو اس کا پانی بھر دیا کریں اور اس کے کام کاج کر دیا کریں۔ لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے ہاں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ کوئی آدمی ان سے پہلے آ کر خدمت کے سارے کام بڑھیا کی حسب منشا کر چکا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کئی مرتبہ کوشش کی لیکن اس آدمی سے پہلے نہ آ سکے۔ وہی پہلے آ کر تمام کام کر جاتا۔ آخر کار اس کا پتہ چلانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ راستہ میں گھات لگا کر بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (اس بڑھیا کی خدمت کرنے) آ رہے ہیں اور یہی وہ صاحب ہیں جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پہلے آ کر خدمت کر رہے تھے۔ حالانکہ وہ خلیفہ وقت تھے۔ انہیں دیکھ کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میری عمر کی قسم! آپ ہیں۔ (جو مجھ سے بھی پہلے آ کر اس بڑھیا کی خدمت کر رہے تھے)۔ [اخرجه الخطيب كذا في منتخب الكنز ۴: ۳۴۷]

حضرت اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کی تاریکی میں باہر نکلے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی نظر ان پر پڑی۔ انہوں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلے ایک گھر میں داخل ہوئے۔ پھر دوسرے گھر میں۔ صبح کو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس گھر میں گئے تو دیکھا کہ گھر میں ایک نابینا اور اپاہج بڑھیا ہے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ یہ آدمی تمہارے پاس کس لیے آتا ہے؟ اس بڑھیا نے کہا یہ اتنے عرصہ سے یعنی برسوں سے میری دیکھ بھال کر رہے ہیں۔ میری ضرورت کے کام کر دیتے ہیں اور میرے گھر کے پاخانے وغیرہ تمام چیزوں کی صفائی کر دیتے ہیں۔ اس پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے طلحہ! تیری ماں تجھے گم کرے۔ کیا تم عمر رضی اللہ عنہ کی لغزشوں کو تلاش کرتے ہو۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۱: ۴۸]

ظاہری اعمال کے مطابق فیصلہ کرنا

حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لوگوں کے ساتھ وحی کے مطابق معاملہ کیا جاتا تھا۔ (جس میں بعض دفعہ ان کے چھپے ہوئے کاموں کے مطابق اللہ تعالیٰ فیصلہ کیا کرتے تھے) اب وحی کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ اب ہم تمہارے ظاہری اعمال کے مطابق معاملہ کریں گے۔ جو ہمارے سامنے اچھے کام کرے گا ہم اسے امین سمجھ کر اپنے قریب کریں گے۔ ہمیں اس کے اندرونی اعمال سے کوئی واسطہ نہیں ہوگا۔ اس کے اندرونی اعمال کا اللہ ہی محاسبہ فرمائیں گے اور جو ہمارے سامنے برے کام کرے گا نہ ہی اسے امین سمجھیں گے اور نہ اسے سچا مانیں گے۔ اگرچہ وہ یہ کہتا رہے کہ اس کا اندرون بہت اچھا ہے۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فى الكنز ۳: ۱۴۷، واخرجه البيهقى ۸: ۲۰۱، عن عبد الله مثله وقال رواه البخارى فى الصحيح]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (خلیفہ بننے کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ اس کے بعد فرمایا:

"اما بعد! (اب میرا تم سے واسطہ پڑ گیا ہے) میری آزمائش تمہارے ذریعہ سے ہوگی

اور تمہاری میرے ذریعہ سے اور میرے دونوں ساتھیوں (حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ) کے بعد مجھے تم لوگوں کا خلیفہ بنا دیا گیا ہے۔ جو ہمارے پاس موجود ہوگا اس سے تو ہم خود معاملہ کرلیں گے اور جو ہم سے غائب ہوگا اس پر ہم طاقتور اور امانت دار آدمی کو امیر بنائیں گے۔ لہٰذا جو شخص اچھی طرح چلے گا۔ اس کے ساتھ ہم اچھا سلوک کریں گے اور جو غلط چلے گا اسے ہم سزا دیں گے۔ اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔" [اخرجه ابن سعد ۳:۱۹۶ والبیهقی کذا فی الکنز ۳:۱۴۷]

امیر بنا کر اس کے اعمال پر نگاہ رکھنا

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بتاؤ اگر میں تمہارا امیر ایسے آدمی کو بنا دوں جو ان آدمیوں میں سب سے اچھا ہو جن کو میں جانتا ہوں۔ پھر میں اسے عدل و انصاف سے چلنے کا حکم بھی دے دوں تو کیا اس طرح میں اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جاؤں گا؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ جب تک میں یہ نہ دیکھ لوں کہ وہ میرے کہنے کے مطابق کام کر رہا ہے یا نہیں۔ [اخرجه البیهقی وابن عساکر کذا فی الکنز ۳:۱۶۵]

باری باری لشکر بھیجنا

حضرت عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں انصار کا ایک لشکر اپنے امیر کے ساتھ ملک فارس میں تھا۔ ہر سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ باری باری لشکر بھیجا کرتے تھے (دوسرا لشکر بھیج کر پہلے لشکر کو بلا لیا کرتے تھے) لیکن اس سال حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور کاموں میں مشغول رہے جس کی وجہ سے بعد میں دوسرا لشکر نہ بھیج سکے۔ جب مقرر کردہ وقت پورا ہو گیا تو اس سرحد والا (انصار کا) لشکر واپس آ گیا۔ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی جگہ پر کام کرنے والا لشکر ابھی بھیجا نہیں تھا اس لئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ناراض ہوئے اور انہیں خوب دھمکایا اور یہ سب حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے تو انہوں نے کہا اے عمر! آپ تو ہمیں بھول گئے اور حضور ﷺ نے ہمارے بارے میں آپ کو یہ حکم دیا تھا کہ باری باری لشکر بھیجتے رہنا۔ آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔

[اخرجه ابو داؤد و البیهقی کذا فی کنز العمال ۳:۱۴۸]

جو تکلیف عام مسلمانوں پر آئے اس میں امیر کا مسلمانوں کی رعایت کرنا

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب امیر المومنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے یہ سنا کہ شام میں لوگ طاعون میں مبتلا ہو رہے ہیں تو انہوں نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا مجھے ایک کام میں تمہاری ضرورت پیش آ گئی ہے۔ میں تمہارے بغیر اس کام کو نہیں کر سکتا اس لیے میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں اگر تمہیں میرا یہ خط رات کو ملے تو صبح ہونے سے پہلے اور اگر دن میں ملے تو شام ہونے سے پہلے تم سوار ہو کر میری طرف چل پڑو۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے (خط پڑھ کر) کہا امیر المومنین کو جو ضرورت پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا جو آدمی اب دنیا میں رہنے والا نہیں ہے وہ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ چاہتے ہیں کہ میں طاعون کی وبا والا علاقہ چھوڑ کر مدینہ چلا جاؤں اور اس طرح موت سے بچ جاؤں۔ لیکن میں موت سے بچنے والا نہیں ہوں) حضرت ابوعبیدہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جواب میں یہ لکھا کہ میں مسلمانوں کے ایک لشکر میں ہوں۔ جان بچانے کے لیے میں انہیں چھوڑ کر جانے کے لیے تیار نہیں ہوں اور جو ضرورت آپ کو پیش آئی ہے میں اسے سمجھ گیا ہوں۔ آپ اسے باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اب دنیا میں باقی رہنے والا نہیں ہے۔ لہٰذا جب میرا یہ خط آپ کی خدمت میں پہنچ جائے تو آپ مجھے اپنی قسم کے پورا کرنے سے معاف فرما دیں اور مجھے یہاں ہی ٹھہرنے کی اجازت دے دیں۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا تو ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور رونے لگے تو حاضرین مجلس نے کہا کیا حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ لیکن یوں سمجھو کہ ہو گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اردن کا سارا علاقہ وبا سے متاثر ہو چکا ہے اور جابیہ شہر وبا سے محفوظ ہے اس لیے آپ مسلمانوں کو لے کر وہاں چلے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے یہ خط پڑھ کر فرمایا امیر المومنین کی یہ بات تو ہم ضرور مانیں گے۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے مجھے حکم دیا کہ میں سوار ہو کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہراؤں۔ اتنے میں میری بیوی کو بھی طاعون ہو گیا۔ میں (حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو

بتانے کے لئے) ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ خود جا کر لوگوں کو ان کی قیام گاہوں میں ٹھہرانے لگے۔ پھر خود ان کو طاعون ہو گیا جس میں ان کا انتقال ہو گیا اور پھر طاعون کی وبا ختم ہو گئی۔ حضرت ابوالموجہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ چھتیس ہزار کا لشکر تھا جن میں سے صرف چھ ہزار زندہ بچے (باقی تیس ہزار کا اس طاعون میں انتقال ہو گیا) حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ نے اس سے مختصر روایت نقل کی ہے۔

[اخرجه ابن عساکر عن طارق بن شهاب کذافی الکنز ۲: ۳۳۴]

حاکم نے اسی روایت کو حضرت سفیان کے واسطہ سے نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھ کر) کہا اللہ تعالیٰ امیر المؤمنین پر رحم فرمائے وہ ان لوگوں کو بچانا چاہتے ہیں جو اب بچنے والے نہیں ہیں۔ پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے جن میں طاعون کی بیماری پھیلی ہوئی ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے ان کو چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔ [اخرجه الحاکم ۳: ۲۶۳ قال الحاکم رواۃ هذا الحدیث کلهم ثقات وهو عجیب بمرۃ و قال الذهبی علی شرط البخاری و مسلم]

ابن اسحاق نے حضرت طارق کے واسطہ سے اسی روایت کو نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے کہ اے امیر المؤمنین! آپ کو جس وجہ سے میری ضرورت ہے وہ میں سمجھ گیا ہوں۔ میرے ساتھ مسلمانوں کا ایک لشکر ہے۔ میں اپنی جان بچانے کے لیے ان کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں۔ لہٰذا جب تک اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے بارے میں فیصلہ نہ کر دے میں ان سے جدا نہیں ہو سکتا۔ اس لیے اے امیر المؤمنین! آپ اپنی قسم کے پورا کرنے سے مجھے معاف فرمائیں اور مجھے اپنے لشکر میں رہنے دیں۔ [اخرجه ابن اسحاق من طریق طارق طوله کما فی البدایۃ ۷: ۷۸، واخرجه الطبری ۴: ۲۰۱ ایضا بطوله عن طارق]

امیر کا شفیق ہونا

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بحرین سے کچھ قیدی لے کر آئے۔ آپ نے ان قیدیوں میں ایک عورت کو دیکھا کہ وہ رو رہی ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے کہا انہوں نے یعنی حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ نے

میرے بیٹے کو بیچ دیا ہے۔ (میں بیٹے کی جدائی میں رو رہی ہوں) حضور ﷺ نے حضرت ابو اسید سے پوچھا کیا تم نے اس عورت کے بیٹے کو بیچا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضور ﷺ نے پوچھا کن لوگوں کے ہاتھ بیچا ہے؟ انہوں نے کہا قبیلہ بنو عبس کے ہاتھ۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم خود سوار ہو کر اس قبیلہ کے پاس جاؤ اور اس بچہ کو لے کر آؤ۔

[اخرجه ابن ابی شیبة كذافی الكنز ۲:۲۲۹]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک انہوں نے ایک عورت کے چیخنے کی آواز سنی تو انہوں نے (اپنے دربان سے) کہا اے یرفا! دیکھو یہ آواز کیسی ہے؟ وہ دیکھ کر آئے تو عرض کیا کہ ایک قریشی لڑکی کی ماں فروخت کی جا رہی ہے (اس وجہ سے وہ لڑکی رو رہی ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ اور حضرات مہاجرین و انصار کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ تھوڑی دیر نہیں گزری تھی کہ گھر اور حجرہ (ان حضرات سے) بھر گیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''امابعد! کیا آپ حضرات جانتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ جو دین لے کر آئے تھے اس میں قطع رحمی بھی شامل ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن آج یہ قطع رحمی آپ لوگوں میں بہت پھیل گئی ہے پھر یہ آیت پڑھی:

﴿فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ﴾

[سورة محمد آیت ۲۲]

''سو اگر تم کنارہ کش رہو تو آیا تم کو یہ احتمال بھی ہے کہ تم دنیا میں فساد مچا دو اور آپس میں قطع قرابت کر دو۔''

پھر فرمایا اس سے زیادہ سخت اور کونسی قطع رحمی ہو سکتی ہے کہ ایک (آزاد) عورت کی ماں کو بیچا جا رہا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ لوگوں کو اب بہت وسعت دے رکھی ہے۔ ان حضرات نے کہا اس بارے میں آپ جیسا مناسب سمجھیں ضرور کریں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام علاقوں کو خط لکھا کہ کسی آزاد انسان کی ماں کو نہ بیچا جائے کیونکہ اسے بیچنا قطع رحمی بھی ہے اور حلال بھی نہیں ہے۔ [اخرجه ابن المنذر والحاكم والبيهقى كذا فى كنز العمال ۲:۲۲۶]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو اسد کے ایک آدمی کو ایک

کام کا امیر مقرر کیا۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس تقرر نامہ لینے آیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بچہ ان کے پاس لایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس بچہ کا بوسہ لیا۔ اس اسدی نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ اس بچے کا بوسہ لے رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! میں نے آج تک کبھی کسی بچہ کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (جب تمہارے دل میں بچوں کے بارے میں شفقت نہیں ہے) پھر تو اللہ کی قسم! دوسرے لوگوں کے بارے میں شفقت اور کم ہو گی۔ لاؤ ہمارا تقرر نامہ واپس دے دو۔ آئندہ تم میری طرف سے کبھی امیر نہ بننا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے امارت سے ہٹا دیا۔ [اخرجه البيهقي و هناد ۹:۴۱ كذافي الكنز ۳:۱۶۵]

اور اسی واقعہ کو دینوری نے محمد بن سلام کے واسطہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تمہارے دل سے شفقت نکال لی گئی ہے تو اس میں میرا کیا گناہ ہے؟ اللہ تعالیٰ تو اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر شفیق ہوتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معزول کر دیا اور فرمایا جب تم اپنے بچہ پر شفقت نہیں کرتے ہو تو دوسرے لوگوں پر کیسے کر سکو گے؟ [كذا في الكنز ۸:۳۱۰]

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عدل وانصاف

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں فتح مکہ کے موقع پر ایک عورت نے چوری کی اس عورت کی قوم والے گھبرا کر حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تاکہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس عورت کی سفارش کر دیں (اور یوں ان کی عورت چوری کی سزا سے بچ جائے) جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو آپ کا چہرہ مبارک (غصہ کی وجہ سے) بدل گیا اور فرمایا (اے اسامہ!) تم مجھ سے اللہ کی حدود کے بارے میں (سفارش) کی بات کر رہے ہو۔ (حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ سفارش کر کے انہوں نے غلطی کی ہے اس لیے فوراً) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے لیے استغفار فرمائیں۔ شام کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرمانے کھڑے ہوئے۔ پہلے اللہ کی شان کے مناسب ثنا

بیان کی پھر فرمایا:

''امابعد! تم سے پہلے لوگ صرف اسی وجہ سے ہلاک ہوئے کہ جب ان کا طاقتور اور معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور جب کمزور آدمی چوری کرتا تو اس پر حد شرعی قائم کرتے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرے گی تو میں اس کا ہاتھ ضرور کاٹوں گا۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا جس پر اس عورت کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس نے بہت اچھی توبہ کی اور اس نے شادی بھی کی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کے بعد وہ عورت (میرے پاس) آیا کرتی تھی اور میں اس کی ضرورت کی بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کیا کرتی تھی۔

[اخرجه البخاری وقدرواه البخاری فی موضع آخر و مسلم من حدیث عائشة رضی الله عنها کذا فی البداية ۴:۳۱۸ واخرجه ايضًا الاربعة عن عائشة كما فی الترغيب ۴:۲۶]

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ حنین کے موقع پر نکلے۔ جب ہمارا (دشمن سے) سامنا ہوا تو اکثر مسلمان بکھر گئے (البتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور بعض صحابہ میدان جنگ میں جمے رہے) میں نے دیکھا کہ ایک مشرک آدمی ایک مسلمان پر چڑھا ہوا ہے میں نے پیچھے سے اس مشرک کے کندھے پر تلوار کا وار کیا جس سے اس کی زرہ کٹ گئی (اور کندھے کی رگ بھی کٹ گئی۔ (وہ زخمی تو ہو گیا لیکن) وہ مجھ پر حملہ آور ہوا اور مجھے اس زور سے بھینچا کہ میں مرنے کے قریب ہو گیا (لیکن زیادہ خون نکل جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گیا) آخر اس پر موت کے اثرات طاری ہونے لگے اور اس نے مجھے چھوڑ دیا۔ (اور پھر وہ مر گیا) میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملا۔ میں نے ان سے کہا لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ ان مسلمانوں کو شکست ہوگئی) انہوں نے کہا اللہ کا حکم ایسا ہی تھا۔ (بعد میں کفار کو مکمل شکست ہوئی اور مسلمان جیت گئے) پھر مسلمان (میدان جنگ سے) واپس آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا جس نے کسی کافر کو قتل کیا ہے اور اس کے پاس گواہ بھی ہے تو اس مقتول کا سامان اسے ہی ملے گا۔ میں نے کھڑے ہو کر کہا کون میرے لیے گواہی دیتا ہے؟ (جب کسی نے جواب نہ دیا تو) میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے اسی طرح ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لئے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں

بیٹھ گیا۔ حضور ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا۔ میں نے پھر کہا کون میرے لیے گواہی دیتا ہے؟ اور پھر میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے پھر وہی ارشاد فرمایا میں پھر کھڑا ہو گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوقتادہ! تمہیں کیا ہوا؟ میں نے آپ ﷺ کو سارا قصہ بتایا تو ایک آدمی نے کہا یہ سچ کہتے ہیں۔ اس مقتول کافر کا سامان میرے پاس ہے (یارسول اللہ ﷺ) آپ ان کو کسی طرح مجھ سے راضی فرمادیں (کہ یہ اس مقتول کا سامان میرے پاس رہنے دیں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہوسکتا۔ جب ان کی بات ٹھیک ہے تو یہ سامان ان کو ہی ملنا چاہیے۔ تمہیں دینے کا مطالب تو یہ ہوگا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لڑنے والے اللہ کے شیر کو ملنے والا سامان حضور ﷺ تمہیں دے دیں۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا۔ ابوبکر ٹھیک کہتے ہیں تم ان کو وہ سامان دے دو۔ چنانچہ اس نے مجھے وہ سامان دے دیا جس سے میں نے بنوسلمہ کے علاقہ میں ایک باغ خریدا۔ وہ پہلا مال تھا جو میں نے اسلام میں جمع کیا۔ [اخرجه البخاری و اخرجه ایضاً مسلم ۲:۸۶' ابوداؤد ۲:۱۶' والترمذی ۱:۲۰۲' وابن ماجه ۲۰۹ والبیهقی ۹:۵۰]

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ان کے ذمہ ایک یہودی کے چار درہم قرض تھے۔ اس یہودی نے اس قرض کی وصولی میں حضور ﷺ سے مدد لینی چاہی اور یوں کہا اے محمد ﷺ! میرے اس آدمی کے ذمہ چار درہم قرض ہیں اور یہ ان دراہم کے بارے میں مجھ پر غالب آچکے ہیں (یعنی میں کئی مرتبہ ان سے تقاضا کر چکا ہوں لیکن یہ مجھے دیتے نہیں ہیں) حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اس کا حق اسے دے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! دینے کی میرے پاس بالکل گنجائش نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق اسے دو۔ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دینے کی بالکل گنجائش نہیں اور میں نے اسے بتایا تھا کہ آپ ہمیں خیبر بھیجیں گے اور امید ہے کہ آپ ہمیں کچھ مال غنیمت دیں گے۔ اس لیے وہاں سے واپسی پر اس کا قرض ادا کردوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو۔ آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ کسی بات کو تین دفعہ سے زیادہ نہیں فرماتے تھے۔ (تین دفعہ فرمادینا پورے اہتمام اور تاکید کی نشانی تھی) چنانچہ حضرت ابن ابی حدرد بازار گئے۔ ان کے سر پر پگڑی تھی اور ایک چادر باندھ رکھی تھی۔ انہوں نے سر سے پگڑی اتار کر اسے لنگی بنالیا اور چادر کھول کر اس یہودی سے کہا تم مجھ سے یہ چادر خرید لو۔ چنانچہ وہ چادر اس

یہودی کے ہاتھ چار درہم میں بیچ دی۔ اتنے میں ایک بڑھیا کا وہاں سے گزر ہوا۔ اس نے یہ حال دیکھ کر کہا اے حضور ﷺ کے صحابی! تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے اسے سارا قصہ سنایا تو اس بڑھیا نے اپنے اوپر سے چادر اتار کر ان پر ڈال دی اور کہا یہ چادر لے لو۔

[اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز ۳:۱۸۱' واخرجه احمد ایضًا کما فی الاصابة ۲:۱۹۵]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں انصار کے دو آدمی کسی ایسے میراث کا جھگڑا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کے نشان مٹ چکے تھے اور کوئی گواہ بھی ان کے پاس نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو اور جس کے بارے میں مجھ پر کوئی وحی نازل نہیں ہوئی میں اس میں اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا جس آدمی کی دلیل کی وجہ سے میں اس کے حق میں فیصلہ کر دوں جس کی وجہ سے وہ اپنے بھائی کا حق لے رہا ہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کا حق ہرگز نہ لے کیونکہ میں تو اسے آگ کا ٹکڑا دے رہا ہوں اور وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ یہ ٹکڑا اس کے گلے کا ہار بنا ہوا ہوگا۔ اس پر وہ دونوں حضرات رونے لگے اور دونوں میں سے ہر ایک نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنا حق اسے دیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب تم نے یہ ارادہ کر لیا تو جاؤ اور حق پر چلو اور اس میراث کو آپس میں تقسیم کر لو اور تقسیم کرنے کے لیے قرعہ اندازی کر لو اور یہ سب کچھ کرنے کے بعد تم دونوں میں سے ہر ایک اپنے ساتھی کو اپنا حق معاف کر دے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة و ابوسعید النقاش کذافی الکنز ۳:۱۸۲]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک اعرابی کا حضور ﷺ پر قرضہ تھا وہ آ کر حضور ﷺ سے اپنے قرض کا تقاضا کرنے لگا اور اس نے حضور ﷺ پر بڑی سختی کی یہاں تک کہ یہ کہہ دیا کہ جب تک آپ میرا قرضہ ادا نہیں کریں گے میں آپ کو تنگ کرتا رہوں گا۔ حضور ﷺ کے صحابہ نے اسے جھڑکا اور کہا تیرا ناس ہو۔ تم جانتے ہو کہ تم کس سے بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا میں تو اپنا حق مانگ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے حق والے کا ساتھ کیوں نہیں دیا؟ اور پھر آپ نے حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر تمہارے پاس کھجوریں ہوں تو ہمیں ادھار دے دو جب ہمارے پاس آئیں گی تو ہم تمہارا قرضہ ادا کر دیں گے۔ انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ حضور ﷺ نے ان سے قرض لے

کر اس اعرابی کا قرض ادا کر دیا اور جتنا اس کا قرضہ تھا اس سے زیادہ اسے دیا۔ اس اعرابی نے کہا آپ نے قرضہ پورا ادا کر دیا اللہ آپ کو پورا بدلہ دے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا حق کا ساتھ دینے والے لوگوں میں سب سے بہترین لوگ ہیں اور وہ اُمت پاکیزہ نہیں ہو سکتی جس میں کمزور آدمی بغیر کسی تکلیف اور پریشانی کے اپنا حق وصول نہ کر سکے۔

[اخرجه ابن ماجه ورواه البزار من حديث عائشه رضى الله عنها مختصراً والطبرانى من حديث ابن مسعود رضی اللہ عنہ باسناد جيد كذافى الترغيب ۳:۲۷۱]

حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ بنت قیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ بنو ساعدہ کے ایک آدمی کی ایک وسق کھجوریں حضور ﷺ کے ذمہ قرض تھیں (ایک وسق تقریباً سوا پانچ من کا ہوتا ہے) اس آدمی نے آکر حضور ﷺ سے اپنی کھجوروں کا تقاضا کیا۔ حضور ﷺ نے ایک انصاری صحابی سے فرمایا کہ اس کا قرض ادا کر دو۔ انہوں نے اس کی کھجوروں سے گھٹیا قسم کی کھجوریں دینی چاہیں۔ اس آدمی نے لینے سے انکار کر دیا۔ ان انصاری نے کہا کیا تم رسول اللہ ﷺ کو ان کی کھجوریں واپس کرتے ہو؟ اس آدمی نے کہا ہاں اور حضور ﷺ سے زیادہ عدل کرنے کا کون حق دار ہے؟ یہ سن کر حضور ﷺ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور آپ ﷺ نے فرمایا یہ ٹھیک کہتا ہے۔ مجھ سے زیادہ عدل کرنے کا حق دار کون ہو سکتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ اس اُمت کو پاک نہیں فرماتے جس کا کمزور آدمی طاقتور سے اپنا حق نہ لے سکے اور نہ اس پر زور دے سکے۔ پھر فرمایا اے خولہ! اسے گن کر ادا کر دو کیونکہ جس مقروض کے پاس سے قرض خواہ خوش ہو کر جائے گا اس کے لیے زمین کے جانور اور سمندر کی مچھلیاں دعا کریں گی اور جس مقروض کے پاس قرضہ کی ادائیگی کے لیے مال ہے اور وہ ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہر دن اور رات کے بدلہ میں اس کے لیے ایک گناہ لکھتے ہیں۔ [اخرجه الطبرانى ورواه احمد بنحوه عن عائشة رضى الله عنها باسناد جيد قوى كذا فى الترغيب ۳:۲۷۰]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے دن کھڑے ہو کر فرمایا جب صبح ہو تو تم صدقہ کے اونٹ ہمارے پاس لے آؤ۔ ہم انہیں تقسیم کریں

گے اور ہمارے پاس اجازت کے بغیر کوئی نہ آئے۔ ایک عورت نے اپنے خاوند سے کہا یہ نکیل لے جاؤ شاید اللہ تعالیٰ ہمیں بھی کوئی اونٹ دے دے۔ چنانچہ وہ آدمی گیا۔ اس نے دیکھا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اونٹوں میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ داخل ہو گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ کر فرمایا تم ہمارے پاس کیوں آ گئے؟ پھر اس کے ہاتھ سے نکیل لے کر اسے ماری۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹوں کی تقسیم سے فارغ ہوئے تو اس آدمی کو بلایا اور اسے نکیل دی اور فرمایا تم اپنا بدلہ لے لو تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اللہ کی قسم! یہ آپ سے بدلہ بالکل نہیں لے گا۔ آپ اسے مستقل عادت نہ بنائیں (کہ امیر تنبیہ کرنے کے لیے کسی کو سزا دے تو اس سے بدلہ لیا جائے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے قیامت کے دن اللہ سے کون بچائے گا؟ (ان حضرات میں اللہ کا خوف بہت زیادہ تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ (اسے کچھ دے کر) راضی کر لیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے کہا تم میرے پاس ایک اونٹ، اس کا کجاوہ، ایک کمبل اور پانچ دینار لاؤ۔ چنانچہ یہ سب کچھ اس آدمی کو دے کر اسے راضی کیا۔ [اخرجه البيهقي كذافي كنز العمال ۳:۱۲۷]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان (کھجور کے ایک درخت کے بارے میں) جھگڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ ہم آپس کے فیصلے کے لیے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اپنا ثالث بنا لیا۔ یہ دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تاکہ آپ ہمارے درمیان فیصلہ کر دیں (اور امیر المومنین ہو کر میں خود آپ کے پاس اس لیے آیا ہوں کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ) فیصلہ کروانے والے خود ثالث کے گھر آیا کرتے ہیں۔ جب دونوں حضرات حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس اندر داخل ہوئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر کے سرہانے بٹھانا چاہا اور یوں کہا اے امیر المومنین! یہاں تشریف رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا یہ پہلا ظلم ہے جو آپ نے اپنے فیصلہ میں کیا ہے میں تو اپنے فریق مخالف کے ساتھ بیٹھوں گا۔ حضرت ابی نے اپنا دعویٰ پیش کیا

جس کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار کیا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی رضی اللہ عنہ سے کہا (قاعدہ کے مطابق انکار کرنے پر مدعی علیہ کو قسم کھانی پڑتی ہے لیکن میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ) آپ امیر المومنین کو قسم کھانے کی زحمت نہ دیں اور میں امیر المومنین کے علاوہ کسی اور کے لیے یہ درخواست نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس رعایت کو قبول نہ کیا بلکہ) قسم کھائی اور قسم کھا کر کہا حضرت زید رضی اللہ عنہ صحیح قاضی تب بن سکتے ہیں جب کہ ان کے نزدیک عمر اور ایک عام مسلمان برابر ہوں۔

[اخرجه ابن عساکر و سعيد بن منصور والبيهقي]

ابن عساکر نے اسی قصہ کو شعبیؒ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ کھجور کے ایک درخت کاٹنے پر حضرت ابی بن کعب اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما میں جھگڑا ہو گیا۔ اس پر حضرت ابی رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا اے عمر! کیا تمہاری خلافت میں ایسا ہو رہا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ آپس کے فیصلے کے لیے کسی کو ثالث مقرر کر لیتے ہیں۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ثالث بنا لیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بھی پسند ہیں۔ چنانچہ دونوں حضرات گئے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کے پاس اندر داخل ہوئے آگے پیچھے جیسی حدیث ذکر کی۔

[کما فی کنز العمال ۳: ۱۷۴ و ۳: ۱۸۱]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کا ایک گھر مدینہ منورہ کی مسجد (نبوی) کے بالکل ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مسجد میں شامل کرنا چاہا تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا آپ یہ گھر میرے ہاتھ بیچ دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ آپ یہ گھر مجھے ہدیہ ہی کر دیں وہ یہ بھی نہ مانے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ خود ہی یہ گھر مسجد میں شامل کر دیں۔ انہوں نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو ان تین کاموں میں سے کوئی ایک کام تو کرنا ہی پڑے گا لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ پھر بھی تیار نہ ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا پھر کسی کو آپ ثالث مقرر کر لیں جو ہمارا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا۔ یہ دونوں حضرات اپنا مقدمہ ان کے پاس لے گئے۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ آپ ان کی مرضی کے بغیر ان سے یہ گھر نہیں لے سکتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ کو یہ فیصلہ اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں ملا ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ حدیث کیا ہے؟ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی تعمیر شروع کی تو جب بھی وہ کوئی دیوار بناتے تو صبح کو وہ گری ہوئی ہوتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ اگر آپ کسی کی زمین میں بنانا چاہتے ہیں تو پہلے اسے راضی کر لیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو چھوڑ دیا۔ بعد میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی خوشی سے اس گھر کو مسجد میں شامل کر دیا۔ [اخرجہ عبد الرزاق]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا گھر لے کر مسجد (نبوی) میں شامل کر دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے انہیں گھر دینے سے انکار کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو یہ گھر ضرور لوں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے فیصلہ کروا لو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات حضرت ابی کے پاس آئے اور ان سے سارا قصہ بیان کیا۔ حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان بن داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ وہ بیت المقدس کی تعمیر کریں۔ وہ زمین ایک آدمی کی تھی۔ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے اس سے وہ زمین خریدی۔ جب اسے قیمت ادا کرنے لگے تو اس آدمی نے کہا جو قیمت تم مجھے دے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے یا جو زمین تم مجھ سے لے رہے ہو وہ زیادہ بہتر ہے؟ حضرت سلیمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو زمین میں تم سے لے رہا ہوں وہ زیادہ بہتر ہے۔ اس پر اس آدمی نے کہا تو پھر میں اس قیمت پر راضی نہیں ہوں۔ پھر حضرت سلیمان نے اسے پہلے سے زیادہ قیمت دے کر خریدا۔ اس آدمی نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ دو تین مرتبہ اس طرح کیا (ایک قیمت مقرر کر کے پھر اس سے زیادہ کا مطالبہ کر دیتا) آخر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس پر یہ شرط لگائی کہ تم جتنی قیمت کہہ رہے ہو میں اتنے میں خریدتا ہوں لیکن تم بعد میں یہ نہ پوچھنا کہ زمین اور قیمت میں کون سی چیز بہتر ہے۔ چنانچہ اس کی بتائی ہوئی قیمت پر خریدنے لگے تو اس نے بارہ ہزار قنطار سونا قیمت لگائی۔ (ایک قنطار چار ہزار دینار کو کہتے ہیں) حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ قیمت بہت زیادہ معلوم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ اگر تم اسے یہ قیمت اپنے پاس سے دے رہے ہو تو پھر تو تم جانو اور اگر تم ہمارے دیئے ہوئے مال میں سے دے رہے ہو تو پھر اسے اتنا دو کہ وہ راضی ہو جائے۔ چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے

ایسا ہی کیا اور پھر حضرت ابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا فیصلہ یہ ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے زیادہ حقدار ہیں اگر ان کا گھر مسجد میں شامل کرنا ہی ہے تو پھر وہ جس طرح راضی ہوں انہیں راضی کیا جائے۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب آپ نے میرے حق میں فیصلہ کر دیا ہے تو میں اب یہ گھر مسلمانوں کے لیے صدقہ کرتا ہوں۔ [اخرجه عبدالرزاق ایضا کذا فی کنز العمال ۴: ۲۶۰، واخرجه ابن سعد ۴: ۱۳، وابن عساکر عن سالم ابی النضر مطولا جدا وسنده صحیح الا ان سالما لم یدرك عمرو اخرجاه ایضا والبیهقی ویعقوب بن سفیان عن ابن عباس رضی اللّٰه عنهما مختصرا و سنده حسن کما فی الکنز ۷: ۶۶ و اخرجه الحاکم و ابن عساکر من طریق اسلم من وجه آخر مطولا کما فی الکنز ۷: ۶۵، و فی حدیثه حذیفة بدل ابی بن کعب رضی اللّٰه عنهما]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں مصر میں میرے بھائی عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے نبیذ پی (پانی میں کھجوریں ڈال دی جاتی تھیں کچھ دیر کھجوریں پڑی رہتی تھیں۔ جس سے وہ پانی میٹھا ہو جاتا تھا اسے نبیذ کہا جاتا تھا۔ زیادہ دیر پڑے رہنے سے اس میں نشہ بھی پیدا ہو جاتا تھا) جس سے انہیں نشہ ہو گیا۔ صبح کو یہ دونوں مصر کے امیر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا (سزا دے کر) ہمیں پاک کر دیں کیونکہ ہم نے ایک مشروب پیا تھا جس سے ہمیں نشہ ہو گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھ سے میرے بھائی نے کہا مجھے نشہ ہو گیا تھا۔ میں نے ان سے کہا گھر چلو میں تمہیں (سزا دے کر) پاک کر دوں گا۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ دونوں حضرات حضرت عمرو کے پاس جا چکے ہیں۔ پھر میرے بھائی نے مجھے بتایا کہ وہ امیر مصر کو یہ بات بتا چکے ہیں تو میں نے کہا تم گھر چلو میں تمہارا سر مونڈ دوں گا تا کہ تمام لوگوں کے سامنے تمہارا سر نہ مونڈا جائے۔ اس زمانے کا دستور یہ تھا کہ حد لگانے کے ساتھ سر بھی مونڈ دیتے تھے۔ چنانچہ وہ دونوں گھر چلے گئے۔ میں نے اپنے بھائی کا سر اپنے ہاتھ سے مونڈا۔ پھر حضرت عمرو نے ان پر شراب کی حد لگائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ عبدالرحمٰن کو میرے پاس بغیر کجاوہ کے اونٹ پر سوار کرا کر بھیج دو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو انہوں نے اسے کوڑے لگائے اور اپنا بیٹا ہونے کی وجہ سے اسے سزا دی پھر اسے چھوڑ دیا۔ اس کے بعد وہ ایک مہینہ تو ٹھیک رہے۔ پھر تقدیر الٰہی غالب آ گئی اور ان کا انتقال ہو گیا۔ عام لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے

کوڑے لگانے سے ان کا انتقال ہوا ہے حالانکہ ان کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کوڑے لگانے سے نہیں ہوا۔ (بلکہ طبعی موت مرے ہیں)۔ [اخرجه عبد الرزاق والبیهقی قال فی منتخب کنز العمال ۴: ۴۲۲، وسنده صحیح و اخرجه ابن سعد عن اسلم عن عمرو بن العاص رضی الله عنه بطوله کما فی منتخب الکنز ۴: ۴۲۰]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عورت کا خاوند غائب تھا۔ اس کے پاس کسی کی آمدو رفت تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے کھٹک ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلانے کے لیے اس کے پاس آدمی بھیجا۔ اس آدمی نے اس عورت سے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہیں بلا رہے ہیں اس نے کہا ہائے میری ہلاکت۔ مجھے عمر (رضی اللہ عنہ) سے کیا واسطہ۔ وہ گھر سے چلی (وہ حاملہ تھی) ابھی وہ راستہ ہی میں تھی کہ وہ گھبرا گئی جس سے اسے دردزہ شروع ہو گیا۔ وہ ایک گھر میں چلی گئی۔ جہاں اس کا بچہ پیدا ہوا۔ بچہ دو دفعہ رویا اور مر گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے مشورہ کیا (کہ میرے ڈر کی وجہ سے وہ عورت گھبرا گئی اور بچہ قبل از وقت پیدا ہو گیا۔ اس وجہ سے وہ بچہ مر گیا تو کیا اس بچہ کے یوں مر جانے کی وجہ سے مجھ پر کوئی چیز شرعاً لازم آتی ہے؟) بعض صحابہ نے کہا آپ پر کچھ لازم نہیں آتا۔ کیونکہ آپ مسلمانوں کے والی ہیں اور (اس وجہ سے) آپ کے ذمہ ہے کہ آپ ان کو ادب سکھائیں کوئی کمی دیکھیں تو انہیں بلا کر تنبیہ کریں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ خاموش تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر کہا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ان لوگوں نے یہ بات بغیر کسی دلیل کے محض اپنی رائے سے کہی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے آپ کو خوش کرنے کے لیے یہ بات کہی ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچہ کی دیت یعنی خون بہا آپ کو دینا پڑے گا۔ کیونکہ آپ کے بلانے کی وجہ سے وہ عورت گھبرائی ہے۔ اس لیے یوں بچے کے قبل از وقت پیدا ہو جانے کا سبب آپ ہی ہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس بچہ کا خون بہا سارے قریش سے وصول کریں اس لیے کہ یہ قتل ان سے خطا کے طور پر صادر ہوا ہے۔

[اخرجه عبد الرزاق والبیهقی کذا فی کنز العمال ۷: ۳۰۰]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو حکم دیا کرتے تھے کہ وہ حج کے موقع پر ان کے پاس آیا کریں۔ جب سارے گورنر آجاتے تو (عام مسلمانوں کو جمع کر کے)

فرماتے:

''اے لوگو! میں نے اپنے گورنر تمہارے ہاں اس لیے نہیں بھیجے ہیں کہ وہ تمہاری کھال ادھیڑیں یا تمہارے مال پر قبضہ کریں یا تمہیں بے عزت کریں بلکہ میں نے تو صرف اس لیے ان کو بھیجا ہے تاکہ تمہیں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنے دیں اور تمہارے درمیان مال غنیمت تقسیم کریں۔ لہٰذا جس کے ساتھ اس کے خلاف کیا گیا ہو وہ کھڑا ہو جائے (اور اپنی بات بتائے)''

(چنانچہ ایک مرتبہ انہوں نے گورنروں کو جمع کر کے لوگوں میں یہی اعلان کیا تو) صرف ایک آدمی کھڑا ہوا اور اس نے کہا اے امیر المومنین! آپ کے فلاں گورنر نے مجھے (ظلماً) سو کوڑے مارے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اس گورنر سے) کہا تم نے اسے کیوں مارا؟ (اور اس آدمی سے کہا) اٹھ اور اس گورنر سے بدلہ لے۔ اس پر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اگر آپ نے اس طرح گورنروں سے بدلہ دلانا شروع کر دیا تو پھر آپ کے پاس بہت زیادہ شکایات آنے لگ جائیں گی اور یہ گورنروں سے بدلہ لینا ایسا دستور بن جائے گا کہ جو بھی آپ کے بعد آئے گا اسے یہ اختیار کرنا پڑے گا (حالانکہ اپنے گورنروں سے بدلہ دلوانا ہر امیر کے بس میں نہیں ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات اقدس سے بدلہ دلوانے کے لیے تیار رہتے ہوئے دیکھا ہے تو میں (اپنے گورنر سے) کیوں نہ بدلہ دلواؤں؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ہمیں اس آدمی کو راضی کرنے کا موقع دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا چلو تم اسے راضی کر لو۔ چنانچہ اس گورنر نے ہر کوڑے کے بدلہ دو دینار کے حساب سے دو سو دینار اس آدمی کو بدلہ میں دیئے۔

[اخرجه ابن سعد ۳: ۲۱۱، واخرجه ایضاً ابن راهویه کما فی منتخب الکنز ۴: ۴۱۹]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ مصر سے ایک آدمی حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور اس نے عرض کیا اے امیر المومنین! مجھ پر ظلم ہوا ہے۔ میں آپ کی پناہ لینا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تم میری مضبوط پناہ میں ہو تو اس نے کہا میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے (محمد) سے دوڑنے میں مقابلہ کیا تو میں ان سے آگے نکل گیا تو وہ کوڑے مارنے لگے اور یہ کہنے لگے میں بڑے اور کریم لوگوں کی اولاد ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمرو کو خط لکھا کہ وہ خود بھی (مصر سے مدینہ منورہ) آئیں اور اپنے ساتھ اپنے اس بیٹے کو بھی لائیں۔ چنانچہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ (مدینہ) آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ (شکایت کرنے والا) مصری کہاں ہے؟ کوڑا لو اور اسے مارو۔ وہ مصری کوڑے مارے جا رہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے جا رہے تھے کمینوں کے بیٹے کو مارو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس مصری نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے بیٹے کو خوب پیٹا اور ہم چاہتے تھے کہ وہ انہیں خوب پیٹے۔ اور اس نے مارنا تب چھوڑا جب ہمیں بھی تقاضا ہو گیا کہ وہ اب اور نہ مارے۔ یعنی اس نے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس مصری نے فرمایا اب حضرت عمرو کی چندیا پر بھی مار (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد اس پر تنبیہ کرنا تھا کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے کی ایسی تربیت کرنی چاہیے تھی جس سے اس میں کسی پر بھی ظلم کرنے کی جرأت پیدا نہ ہوتی) اس مصری نے کہا اے امیر المؤمنین! مجھے تو ان کے بیٹے نے مارا تھا اور میں نے ان سے بدلہ لے لیا ہے (اس لیے میں حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو نہیں ماروں گا) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرمایا کب سے تم نے لوگوں کو اپنا غلام بنا رکھا ہے؟ حالانکہ ان کو ان کی ماؤں نے آزاد جنا ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس قصہ کا بالکل پتہ نہیں چلا اور نہ یہ مصری میرے پاس شکایت لے کر آیا (ورنہ میں اپنے بیٹے کو خود سزا دیتا)۔ [اخرجه ابن عبدالحکم کذافی منتخب کنز العمال ۴: ۴۰۲]

حضرت یزید بن منصور رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ بحرین میں ان کے مقرر کردہ گورنر حضرت ابن جارود یا ابن ابی جارود کے پاس ایک شخص لایا گیا جس کا نام ادریاس تھا اس نے مسلمانوں کے دشمن کے ساتھ خفیہ خط و کتابت کر رکھی تھی اور ان دشمنوں کے ساتھ مل جانے کا ارادہ بھی تھا اور اس کے ان جرائم پر گواہ بھی موجود تھے اس پر اس گورنر نے اسے قتل کر دیا۔ وہ شخص قتل ہوتے ہوئے کہہ رہا تھا اے عمر! میری مدد کو آئیں۔ اے عمر رضی اللہ عنہ! میں مظلوم ہوں میری مدد کو آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس گورنر کو خط لکھا کہ میرے پاس آؤ۔ چنانچہ وہ آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک چھوٹا نیزہ تھا۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ چھوٹا نیزہ ان کے جبڑوں پر مارنا چاہا (لیکن مارا نہیں کہ حضرت جارود نے اجتہادی غلطی کی وجہ سے اس آدمی کو قتل کیا تھا اس لیے چھوڑ دیا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جا رہے تھے اے ادریاس! میں تیری مدد کو حاضر

ہوں۔ اے ادریاس! میں تیری مدد کو حاضر ہوں اور حضرت جارود کہنے لگے اے امیر المؤمنین! اس نے مسلمانوں کی خفیہ باتیں دشمن کو لکھی تھیں اور دشمن سے جا ملنے کا اس نے ارادہ بھی کر رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا صرف برائی کے ارادہ پر ہی تم نے اسے قتل کر دیا۔ ہم میں ایسا کون ہے جس کے دل میں ایسے برے ارادے نہیں آتے؟ اگر گورنروں کے قتل کرنے کا مستقل دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس کے بدلہ میں ضرور قتل کر دیتا۔

[اخرجه ابن جرير كذافي الكنز ٧:٢٩٨]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دونوں کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے باہر نکلے اور آپ کہہ رہے تھے یا لبیکاہ۔ میں مدد کو حاضر ہوں۔ میں مدد کو حاضر ہوں۔ لوگوں نے ان سے پوچھا کہ انہیں کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ ان کے مقرر کردہ ایک امیر کی طرف سے قاصد یہ خبر لایا ہے کہ ان کے علاقہ میں مسلمانوں کے راستہ میں ایک نہر پڑتی تھی جسے پار کرنے کے لیے مسلمانوں کو کشتی نہ مل سکی تو ان کے امیر نے کہا کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو نہر کی گہرائی معلوم کرنا جانتا ہو۔ چنانچہ ان کے پاس ایک بوڑھے کو لایا گیا اس بوڑھے نے کہا مجھے سردی سے ڈر لگتا ہے اور وہ موسم سردی کا تھا۔ لیکن اس امیر نے اسے مجبور کر کے اس نہر میں داخل کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ہی اس پر سردی کا بہت زیادہ اثر ہو گیا اور وہ زور زور سے پکارنے لگا۔ اے عمر! میری مدد کو آؤ اور وہ بوڑھا ڈوب گیا۔ اس بوڑھے کی فریاد کے جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کانوں میں انگلیاں ڈالے ہوئے یا لبیکاہ کہتے ہوئے نکلے تھے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس امیر کو خط لکھا جس پر وہ مدینہ منورہ آ گئے۔ ان کو آئے ہوئے کئی دن ہو گئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ فرمائی اور یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت شریفہ تھی کہ جب ان کو کسی پر غصہ آتا تھا تو اس سے اعراض فرما لیتے تھے۔ اس کی طرف توجہ نہ فرماتے تھے۔ پھر اس امیر کو کہا جس آدمی کو تم نے مار ڈالا اس کا کیا بنا؟ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا ارادہ اسے قتل کرنے کا نہیں تھا۔ ہمیں نہر پار کرنے کے لیے کوئی بھی چیز نہیں مل رہی تھی۔ ہم تو صرف یہ چاہتے تھے کہ یہ پتہ چل جائے کہ نہر کے پانی کی گہرائی کتنی ہے؟ پھر بعد میں ہم نے اللہ کے فضل سے فلاں فلاں علاقے فتح کیے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم جو کچھ (فتوحات کی خبر وغیرہ) لے کر آئے ہو مجھے ایک مسلمان اس سے زیادہ محبوب ہے۔ اگر مستقل

دستور بن جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔ تم اس کے رشتہ داروں کو خون بہا دو اور میرے پاس سے چلے جاؤ۔ آئندہ تمہیں کبھی نہ دیکھوں۔ [اخرجه البیهقی كذافی الکنز ۷:۲۹۹]

حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ (جہاد میں) ایک آدمی تھا (اس لڑائی میں) مسلمانوں کو بڑا مال غنیمت حاصل ہوا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے مال غنیمت میں سے اس کا حصہ تو دیا لیکن پورا نہ دیا۔ اس نے کہا لوں گا تو پورا لوں گا' نہیں تو نہیں لوں گا۔ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اسے بیس کوڑے مارے اور اس کا سر مونڈ دیا۔ وہ اپنے بال جمع کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا (وہاں جا کر) اس نے اپنی جیب سے بال نکالے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سینے پر دے مارے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں کیا ہوا اس نے اپنا سارا قصہ سنایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''سلام علیک! اما بعد! فلاں بن فلاں نے مجھے اپنا سارا قصہ اس اس طرح سنایا۔ میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں اگر یہ کام (اس کے ساتھ) آپ نے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے کیا ہے تو آپ اس کے لیے بھرے مجمع میں لوگوں کے سامنے بیٹھ جائیں اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے اور اگر یہ کام (اس کے ساتھ) آپ نے تنہائی میں کیا ہے تو آپ اس کے لیے تنہائی میں بیٹھ جائیں (اور پھر وہ آپ سے اپنا بدلہ لے)''

چنانچہ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط ملا تو وہ بدلہ دینے کے لیے (اس آدمی کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر اس آدمی نے کہا میں نے ان کو اللہ کے لیے معاف کر دیا۔

[اخرجه البیهقی كذافی کنز العمال ۷:۲۹۹]

حضرت خرازی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت فیروز دیلمی رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''اما بعد! مجھے یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ میدے کی روٹی شہد کے ساتھ کھانے میں مشغول ہو گئے ہو۔ لہٰذا جب آپ کے پاس میرا یہ خط پہنچے تو آپ اللہ کا نام لے کر میرے پاس آ جائیں اور اللہ کے راستہ میں جہاد کریں۔''

چنانچہ حضرت فیروز (خط ملتے ہی مدینہ) آ گئے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دے دی (وہ اندر جانے لگے تو) ایک

قریشی نوجوان بھی اندر جانے لگا جس سے ان کا راستہ تنگ ہو گیا انہوں نے اس قریشی کی ناک پر (اس زور سے) تھپڑ مارا (کہ خون نکل آیا) وہ قریشی نوجوان اسی حالت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر چلا گیا کہ اس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نوجوان سے پوچھا تمہارے ساتھ یہ کس نے کیا ہے؟ اس نے کہا حضرت فیروز نے۔ اور وہ اس وقت دروازے پر ہی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فیروز کو اندر آنے کی اجازت دی۔ وہ اندر آ گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے فیروز! یہ کیا ہے؟ حضرت فیروز نے کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے کچھ عرصہ قبل ہی بادشاہت چھوڑی ہے (جس کا اثر ابھی ہماری طبیعتوں میں باقی ہے) بات یہ ہوئی کہ آپ نے مجھے خط بھیج کر بلوایا۔ اسے آپ نے کوئی خط نہیں لکھا اور (اجازت مانگنے پر) آپ نے مجھے تو اندر آنے کی اجازت دی۔ اس نے نہ اجازت مانگی اور نہ آپ نے اسے اجازت دی۔ اس نے (قاعدہ کے خلاف کرتے ہوئے بلا اجازت) مجھ سے پہلے میری اجازت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اندر داخل ہونا چاہا (اس پر مجھے غصہ آ گیا) اس لیے مجھ سے وہ حرکت سرزد ہو گئی جو یہ آپ کو بتا رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو بدلہ دینا ہوگا۔ حضرت فیروز نے پوچھا کیا بدلہ ضرور دینا پڑے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ضرور دینا پڑے گا۔ حضرت فیروز گھٹنوں کے بل بدلہ دینے کے لیے بیٹھ گئے اور وہ نوجوان بدلہ لینے کھڑا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا اے نوجوان! ذرا ٹھہرنا میں تمہیں وہ بات سناتا ہوں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ ایک دن صبح کے وقت میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جھوٹے نبی اسود عنسی کو آج رات قتل کر دیا گیا ہے اور اس کو اللہ کے نیک بندے فیروز دیلمی نے قتل کیا ہے۔ جب تم نے ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سن لی ہے تو کیا اس کے بعد بھی تم ان سے بدلہ لینا چاہتے ہو؟ اس نوجوان نے کہا جب آپ نے ان کے بارے میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی ہے تو میں نے ان کو معاف کر دیا۔ حضرت فیروز نے کہا میں نے اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور اس نے خوشی خوشی مجھے معاف کر دیا تو کیا اس کے بعد میں اپنی اس غلطی پر (اللہ کی پکڑ سے) بچ جاؤں گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ اس پر حضرت فیروز نے کہا میں آپ کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میری تلوار، میرا گھوڑا اور میرے مال میں سے تیس ہزار اس نوجوان کو ہدیہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے قریشی! تم نے معاف کرنے کے ثواب کی سے بدلہ لیا اور تم کو اتنا مال بھی مل گیا۔

اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز ٧: ٨٣

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک باندی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا میرے آقا نے پہلے مجھ پر تہمت لگائی۔ پھر مجھے آگ پر بٹھا دیا۔ جس سے میری شرمگاہ جل گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کیا تمہارے آقا نے تم کو وہ برا کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم نے کسی برائی کا اس کے سامنے اقرار کیا تھا؟ اس باندی نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اسے میرے پاس لاؤ (چنانچہ وہ آدمی آ گیا) جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو دیکھا تو فرمایا کیا تم انسانوں کو وہ عذاب دیتے ہو جو اللہ کے ساتھ خاص ہے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! مجھے اس پر شبہ ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تم نے اسے وہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا کیا اس باندی نے تمہارے سامنے اس جرم کا اعتراف کیا تھا؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہوتا کہ مالک سے اس کے غلام اور والد سے اس کے بیٹے کو بدلہ نہیں دلوایا جائے گا تو میں تجھ سے اس باندی کو بدلہ دلواتا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو سو کوڑے مارے اور اس باندی سے فرمایا تو جا' تو اللہ کے لیے آزاد ہے۔ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آزاد کردہ ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جسے آگ میں جلایا گیا جس کی شکل آگ سے جلا کر بگاڑی گئی وہ آزاد ہے اور وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا آزاد کردہ ہے۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط والحاکم والبیهقی كذافی الكنز ۷:۲۹۹]

حضرت مکحول کہتے ہیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے ایک دیہاتی کو بلایا تا کہ وہ بیت المقدس کے پاس ان کی سواری کو پکڑ کر کھڑا رہے اس نے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ نے اسے مارا جس سے اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اس نے ان کے خلاف حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مدد طلب کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ نے اس کے ساتھ ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے اسے کہا کہ میری سواری پکڑ کر کھڑا رہے لیکن اس نے انکار کر دیا اور مجھ میں ذرا تیزی ہے اس لیے میں نے اسے مار دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ اپنے غلام کو اپنے بھائی سے بدلہ دلوا رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بدلہ دلوانے کا ارادہ چھوڑ دیا اور یہ فیصلہ

کیا کہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اسے اس زخم کے بدلہ میں مقررہ رقم دیں۔

[أخرجه البيهقی كذا فی الكنز ۷: ۳۰۳]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی کھڑا ہوا جس کا سر زخمی تھا اور اس کی پٹائی ہو چکی تھی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ میری جو حالت دیکھ رہے ہیں یہ سب کچھ ایک مسلمان نے میرے ساتھ کیا ہے اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ غصہ آیا اور حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے کہا جاؤ اور دیکھو کس نے اس کے ساتھ ایسا کیا ہے؟ اسے میرے پاس لاؤ۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے جا کر پتہ کیا تو معلوم ہوا کہ یہ سب کچھ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ نے کیا ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا امیر المؤمنین کو تم پر بہت زیادہ غصہ آیا ہوا ہے۔ تم حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان سے کہو کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تمہارے بارے میں بات کریں (اور وہ تمہارے لیے ان سے سفارش کریں) کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمہیں دیکھتے ہی فوراً سزا دینے لگ جائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہوئے تو انہوں نے پوچھا صہیب رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ کیا تم اس آدمی کو لے آئے ہو؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ جا کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا سارا قصہ بتا چکے تھے اور حضرت معاذ اس وقت وہاں آئے ہوئے تھے چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المؤمنین! وہ مارنے والے عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (جیسے قابل اعتماد انسان) ہیں۔ آپ ان کی بات سن لیں اور انہیں سزا دینے میں جلدی نہ کریں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عوف رضی اللہ عنہ سے کہا تمہیں اس آدمی کے ساتھ کیا بات پیش آئی۔ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان عورت گدھے پر سوار ہے یہ پیچھے سے اس گدھے کو ہانک رہا ہے۔ اتنے میں اس نے اس عورت کو گرانے کے لیے اسے لکڑی سے چوکا مارا لیکن وہ نہ گری (پھر اس نے) اسے ہاتھ سے دھکا دیا جس سے وہ عورت گر گئی اور یہ اس کے اوپر چڑھ گیا (اور اس کی عصمت لوٹ لی۔ میں یہ منظر برداشت نہ کر سکا اور میں نے اس کے سر پر مار دیا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم اس عورت کو لاؤ تا کہ وہ تمہاری بات کی تصدیق کرے۔ حضرت عوف رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس گئے تو اس کے باپ اور خاوند نے ان سے کہا تم ہماری عورت کے ساتھ کیا کرنا چاہتے ہو؟ تم نے تو (یہ سارا واقعہ

سنا کر) ہمیں رسوا کر دیا۔ لیکن اس عورت نے کہا نہیں۔ میں تو ان کے ساتھ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خود بتانے) ضرور جاؤں گی تو اس کے والد اور خاوند نے کہا (تم ٹھہرو) ہم جا کر تمہاری طرف سے ساری بات پہنچا آتے ہیں۔ چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور بالکل ویسا ہی قصہ بتایا جیسا حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے بتایا تھا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم دینے پر اس یہودی کو سولی دی گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے یہودیو!) ہم نے تم سے اس پر صلح نہیں کی تھی کہ تم ہماری عورتوں کے ساتھ زنا کرو اور ہم کچھ نہ کہیں پھر فرمایا اے لوگو! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امان کے بارے میں اللہ سے ڈرتے رہو لیکن ان میں سے جو کسی مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے گا اس کے لیے کوئی امان نہیں ہو گی۔ حضرت سوید کہتے ہیں یہ پہلا یہودی ہے جسے میں نے اسلام میں سولی چڑھتے ہوئے دیکھا۔ [اخرجه ابو عبيد والبيهقي وابن عساكر كذا في الكنز ۲:۲۹۹. واخرجه الطبراني عن عوف بن مالك رضی اللہ عنہ مختصراً قال الهيثمي ۶:۱۳ ورجاله رجال الصحيح انتهى]۔

حضرت عبد الملک بن یعلی لیثی کہتے ہیں حضرت بکیر بن شداخ رضی اللہ عنہ ان صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہیں جو بچپن سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ جب یہ بالغ ہوئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے گھر آتا جاتا تھا لیکن اب میں بالغ ہو گیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) یہ دعا دی اے اللہ! اس کی بات کو سچا کر دے اور اسے کامیابی نصیب فرما۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا زمانہ خلافت آیا تو ایک یہودی مقتول پایا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بہت بڑا حادثہ سمجھا اور آپ گھبرا گئے اور منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے خلیفہ بنایا ہے تو کیا میرے زمانہ خلافت میں لوگوں کو یوں اچانک قتل کیا جائے گا۔ جس آدمی کو اس قتل کے بارے میں کچھ علم ہے میں اسے اللہ کی یاد دلا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھے ضرور بتائے۔ اس پر حضرت بکیر بن شداخ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا میں نے اسے قتل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اکبر۔ تم نے اس کے قتل کا اقرار کر لیا ہے تو اب ایسی وجہ بتاؤ جس سے تم سزا سے بچ سکو۔ انہوں نے کہا ہاں میں بتاتا ہوں۔ فلاں مسلمان اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے گیا اور اپنے گھر والوں کی دیکھ بھال میرے ذمہ کر گیا۔ میں اس کے گھر گیا تو میں نے اس یہودی کو وہاں پایا اور وہ یہ شعر پڑھ رہا تھا

وَاَشْعَثَ غَرَّهٗ الْاِسْلَامُ مِنِّیْ

خَلَوْتُ بِعِرْسِهٖ لَيْلَ التَّمَامِ

"اشعث (اس عورت کے خاوند کا نام ہے) کو تو اسلام نے دھوکہ میں ڈالا ہوا ہے۔ (وہ اسلامی جذبہ سے گھر چھوڑ کر خدا کے راستہ میں گیا ہوا ہے اور میں نے اس دھوکہ سے یہ فائدہ اٹھایا کہ) میں نے ساری رات اس کی بیوی کے ساتھ تنہائی میں گزاری ہے۔"

اَبِيْتُ عَلٰى تَرَائِبِهَا وَ يُمْسِيْ
عَلٰى جَرْدَاءَ لَا حِقَةِ الْحِزَامِ

"میں تو ساری رات اس کی بیوی کے سینہ پر گزار رہا ہوں اور وہ خود چھوٹے بالوں والی اونٹنی کی پشت پر شام گزارتا ہے جس کا تنگ بندھا ہوا ہے۔"

كَاَنَّ مَجَامِعَ الرَّبَلَاتِ مِنْهَا
فِئَامٌ يَنْهَضُوْنَ اِلٰى فِئَامِ

"(عربوں کو عورت کا موٹا ہونا اور مرد کا دبلا ہونا پسند تھا اس لیے کہہ رہا ہے کہ اس کی بیوی اتنی موٹی ہے کہ) اس کے رانوں کے ملنے کی جگہ یعنی سرین تہہ بہ تہہ ہے وہاں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت بکیر کی بات کو سچا مان لیا اور اس یہودی کے خون کو معاف کر دیا (اور ان سے بدلہ یا خون بہانہ لیا) اور حضرت بکیر کے ساتھ یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے ہوا (کہ بغیر گواہ کے ان کی بات سچی مان لی گئی)۔

[اخرجه ابن منده و ابونعیم كذا في الكنز ۷: ۱۳]

حضرت قاسم بن ابی بردہ کہتے ہیں شام میں ایک مسلمان نے ایک ذمی کافر کو قتل کر دیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے سامنے مقدمہ پیش کیا گیا تو انہوں نے یہ قصہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ لکھا کہ یوں ذمیوں کو قتل کرنا اگر اس مسلمان کی مستقل عادت بن گئی ہے پھر تو اسے آگے کر کے اس کی گردن اڑا دو اور اگر وہ طیش میں آ کر اچانک ایسا کر بیٹھا ہے تو اس پر چار ہزار کی دیت کا جرمانہ لگا دو۔

[اخرجه عبد الرزاق و البيهقي كذا في كنز العمال ۷: ۲۹۸]

کوفہ کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر بھیجا اس کے امیر کو یہ خط لکھا کہ مجھے پتہ چلتا ہے کہ تمہارے کچھ ساتھی بھی موٹے تازے کافر کا پیچھا کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ کافر دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ جاتا ہے اور خود کو محفوظ کر لیتا ہے تو پھر اس سے تمہارا ساتھی (فارسی میں) کہتا ہے مترس یعنی مت ڈرو (یہ کہہ کر اسے امان دے دیتا ہے وہ کافر خود کو اس مسلمان کے حوالے کر دیتا ہے) پھر یہ مسلمان اس کافر کو پکڑ کر قتل کر دیتا ہے (یہ قتل دھوکہ دے کر کیا ہے) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے آئندہ اگر مجھے کسی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ [اخرجه مالك]

حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر تم میں سے کسی نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر کے کسی مشرک کو امان دے دی اور وہ مشرک اس وجہ سے اس مسلمان کے پاس آ گیا اور پھر مسلمان نے اسے قتل کر دیا تو (یوں دھوکہ سے قتل کرنے پر) میں اس مسلمان کو ضرور قتل کروں گا۔

[عند ابن صاعد واللالكائي كذا في كنز العمال ۲: ۲۹۸]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے تستر کا محاصرہ کیا (آخر محاصرہ اور جنگ سے تنگ آ کر تستر کے حاکم) ہرمزان نے اپنے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلہ پر اترنا قبول کیا۔ میں اس کو لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ نے اس سے کہا کہو کیا کہتے ہو؟ اس نے کہا زندہ رہنے والے کی طرح بات کروں یا مر جانے والے کی طرح؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لاباس یعنی تم اپنے بارے میں مت ڈرو۔ بات کرو۔ ہرمزان نے کہا اے قوم عرب! جب تک اللہ تعالیٰ خود تمہارے ساتھ نہ تھے بلکہ اللہ نے معاملہ ہمارے اور تمہارے درمیان چھوڑ رکھا تھا اس وقت تک تو ہم تمہیں اپنا غلام بناتے تھے، تمہیں قتل کرتے تھے اور تم سے سارا مال چھین لیا کرتے تھے لیکن جب سے اللہ تمہارے ساتھ ہو گیا ہے اس وقت سے ہم میں تم سے مقابلہ کی بھی طاقت باقی نہیں رہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (مجھ سے) پوچھا (اے انس!) تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا اے امیر المومنین! میں اپنے پیچھے بڑی تعداد میں دشمن اور ان کا بڑا دبدبہ چھوڑ کر آیا ہوں۔ اگر آپ اسے قتل کر دیں گے تو پھر اس کی قوم اپنی زندگی سے ناامید ہو کر مسلمانوں سے لڑنے میں اور زیادہ زور لگائے گی (اس لیے آپ اس کو قتل نہ

کریں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت براء بن مالک ۔اور حضرت مجزاء بن ثور رضی اللہ عنہما (جیسے بہادر صحابہ) کے قاتل کو کیسے زندہ چھوڑ دوں؟ (اس نے ان دونوں کو قتل کیا ہے) حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب مجھے خطرہ ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تو اسے ضرور قتل کر ہی دیں گے تو میں نے ان سے کہا آپ اسے قتل نہیں کر سکتے کیونکہ آپ اس سے لَا بَاسَ ''تم مت ڈرو اور بات کرو'' کہہ چکے ہیں (اور لَا بَاسَ کہنے سے جان کی امان مل جاتی ہے لہٰذا آپ تو اسے امان دے چکے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا معلوم ہوتا ہے تم نے اس سے کوئی رشوت لی ہے اور اس سے کوئی مفاد حاصل کیا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے اس سے نہ رشوت لی ہے اور نہ کوئی مفاد (میں تو ایک حق بات کہہ رہا ہوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم اپنے اس دعویٰ (لَا بَاسَ کہنے سے کافر کو امان مل جاتی ہے) کی تصدیق کرنے والا کوئی اور گواہ اپنے علاوہ لاؤ ورنہ میں تم سے ہی سزا کی ابتداء کروں گا۔ چنانچہ میں گیا مجھے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ ملے۔ میں ان کو لے کر آیا انہوں نے میری بات کی تصدیق کی۔ جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہرمزان کے قتل سے رک گئے اور ہرمزان مسلمان ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بیت المال میں سے وظیفہ مقرر کیا۔

[اخرجه البيهقى ۹:۹۶، واخرجه ایضاً الشافعی بمعناه مختصراً كما فی الكنز ۲:۲۹۸، واخرجه البيهقى ۹:۹۶ ایضاً من طريق جبير بن حية بسياق آخر بطوله و ذكره فی البداية ۷:۸۷ مطولا جدا]

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ (دمشق کی بستی) جابیہ پہنچے تو آپ نے ایک بوڑھے ذمی کو دیکھا کہ وہ لوگوں سے کھانا مانگ رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا (کہ یہ کیوں مانگ رہا ہے) کسی نے کہا یہ ذمی آدمی ہے جو کمزور اور بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے ذمہ جو جزیہ تھا وہ معاف کر دیا اور فرمایا پہلے تم نے اس پر جزیہ لگایا (جسے وہ دیتا رہا) اب جب وہ کمزور ہو گیا ہے تو تم نے اسے کھانا مانگنے کے لیے چھوڑ دیا ہے۔ پھر آپ نے اس کے لیے بیت المال میں سے دس درہم وظیفہ مقرر کیا۔ وہ بوڑھا عیال دار تھا۔ [اخرجه ابن عساكر و الواقدی]

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک بوڑھے ذمی پر گزر ہوا جو لوگوں سے مسجدوں کے دروازوں پر مانگتا پھر رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اے ذمی!) ہم نے تم سے انصاف نہیں کیا۔ جوانی میں تو ہم تم سے جزیہ لیتے رہے اور بڑھاپے میں ہم نے تمہارا کوئی خیال نہ رکھا۔ پھر

آپ نے اس کے لیے بیت المال میں سے بقدر گزارا وظیفہ جاری کر دیا۔

[عند ابی عبیدو ابن زنجویه والعقیلی کذا فی الکنز ۲:۳۰۱،۳۰۲]

حضرت یزید بن ابی مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مسلمان جابیہ بستی میں ٹھہرے ہوئے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ تھے۔ ایک ذمی نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ لوگ اس کے انگوروں کے باغ پر ٹوٹ پڑے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو ان کی اپنے ایک ساتھی سے ملاقات ہوئی جس نے اپنی ڈھال پر انگور اٹھا رکھے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ارے میاں تم بھی۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! ہمیں بہت زیادہ بھوک لگی ہوئی ہے (کھانے کا اور سامان ہے نہیں) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس آ گئے اور یہ حکم دیا کہ اس ذمی کو اس کے انگوروں کی قیمت ادا کی جائے۔ [اخرجہ ابو عبید کذافی کنز العمال ۲:۲۹۹]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مسلمان اور یہودی اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے دیکھا کہ یہودی حق پر ہے تو آپ نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اس پر یہودی نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے حق کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے (خوشی میں ہلکا سا) کوڑا مارا اور فرمایا تجھے کس طرح پتہ چلا (کہ حق کیا ہوتا ہے؟) اس پر یہودی نے کہا اللہ کی قسم! ہمیں تورات میں یہ لکھا ہوا ملتا ہے کہ جو قاضی حق کا فیصلہ کرتا ہے اس کے دائیں جانب ایک فرشتہ اور بائیں جانب ایک فرشتہ ہوتا ہے جو اسے صحیح راستہ پر چلاتے ہیں اور اسے حق بات کا الہام کرتے ہیں جب تک وہ قاضی حق کا فیصلہ کرنے کا عزم رکھتا ہے۔ جب وہ یہ عزم چھوڑ دیتا ہے تو دونوں فرشتے اسے چھوڑ کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ [اخرجہ مالک کذافی الترغیب ۳:۴۵۵]

حضرت ایاس بن سلمہ اپنے والد (حضرت سلمہ) سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بازار سے گزرے۔ ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی تھا۔ انہوں نے آہستہ سے وہ کوڑا مجھے مارا جو میرے کپڑے کے کنارے کو لگ گیا اور فرمایا راستہ سے ہٹ جاؤ جب اگلا سال آیا تو آپ کی مجھ سے ملاقات ہوئی۔ مجھ سے کہا اے سلمہ! کیا تمہارا حج کا ارادہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور مجھے چھ سو درہم دیئے اور کہا انہیں اپنے سفر حج میں کام لے آنا اور یہ اس ہلکے سے کوڑے کے بدلہ میں ہیں جو میں نے تم کو مارا تھا۔ میں نے کہا

اے امیر المؤمنین! مجھے تو وہ کوڑا یاد بھی نہیں رہا۔ فرمایا لیکن میں تو اسے نہیں بھولا (یعنی میں نے مار تو دیا لیکن سارا سال کھٹکتا رہا) [اخرجہ الطبری ۵:۳۲]

حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت ابوالفرات رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا آپ نے اس سے فرمایا۔ میں نے ایک دفعہ تمہارا کان مروڑا تھا لہٰذا تم مجھ سے بدلہ لے لو۔ چنانچہ اس نے آپ کا کان پکڑ لیا تو آپ نے اس سے فرمایا زور سے مروڑ۔ دنیا میں بدلہ دینا کتنا اچھا ہے۔ اب آخرت میں بدلہ نہیں دینا پڑے گا۔

[اخرجہ السمان فی الموافقۃ کذافی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ للمحب الطبری ۲:۱۱۱]

حضرت نافع بن عبدالحارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ تشریف لائے تو جمعہ کے دن دارالندوہ تشریف لے گئے (جہاں قریش مشورہ کیا کرتے تھے اور بعد میں یہ جگہ مسجد حرام میں شامل کر دی گئی) آپ کا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ آپ نے وہاں کمرے میں ایک کھونٹی پر اپنی چادر لٹکا دی۔ اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا۔ آپ نے اسے اڑا دیا تو ایک سانپ اس کی طرف لپکا اور اسے مار ڈالا جب آپ نماز جمعہ سے فارغ ہو گئے تو میں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ آپ نے کہا آج مجھ سے ایک کام ہو گیا تم دونوں اس کام کے بارے میں میرے متعلق فیصلہ کرو آج ہی اس گھر میں داخل ہوا۔ میرا ارادہ یہ تھا کہ یہاں سے مسجد حرام جانا نزدیک پڑے گا۔ میں نے اپنی چادر اس کھونٹی پر لٹکا دی تو اس پر حرم کا ایک کبوتر آ بیٹھا۔ مجھے ڈر ہوا کہ یہ بیٹ کر کے کہیں چادر کو خراب نہ کر دے۔ اس لیے میں نے اسے اڑا دیا۔ وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ بیٹھا وہاں لپک کر ایک سانپ نے اسے پکڑ لیا اور اسے مار ڈالا۔ اب میرے دل میں یہ خیال آ رہا ہے کہ وہ پہلی کھونٹی پر محفوظ تھا وہاں سے میں نے اسے اڑا دیا وہ اڑ کر اس دوسری کھونٹی پر آ گیا جہاں اسے موت آ گئی۔ یعنی میں ہی اس کے قتل کا سبب بنا ہوں۔ یہ سن کر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کا کیا خیال ہے اگر آپ امیر المؤمنین پر دو دانت والی سفید بکری دینے کا فیصلہ کر دیں؟ انہوں نے کہا میری بھی یہی رائے ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح کی بکری دینے کا حکم دیا۔

[اخرجہ الامام الشافعی فی مسندہ ۱۴۷]

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت کلیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس اصبہان سے مال آیا۔ آپ نے اسے سات حصوں میں تقسیم کیا۔ اس میں آپ کو ایک روٹی بھی ملی۔ آپ نے اس کے سات ٹکڑے کئے اور ہر حصہ پر ایک ٹکڑا رکھ دیا پھر لشکر کے ساتوں حصوں کے امیروں کو بلایا اور ان میں قرعہ اندازی کی تاکہ پتہ چلے کہ ان میں سے پہلے کس کو دیا جائے۔

[اخرجه البيهقي ٦: ٣٤٨، كذا في الكنز ٣: ١١٦ واخرجه ابن عبد البر في الاستيعاب ٣: ٤٩]

حضرت عبداللہ ہاشمی اپنے والد سے نقل کرتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لیے آئیں ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد باندی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک کر (تقریباً ۶۲ من) غلہ اور چالیس درہم دیئے جائیں۔ اس آزاد شدہ باندی کو تو جو ملا وہ اسے لے کر چلی گئی لیکن عربی عورت نے کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو جتنا دیا مجھے بھی اتنا ہی دیا حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے۔ اس سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔

[اخرجه البيهقي ٦: ٣٤٩ عن عيسى بن عبد الله الهاشمي]

حضرت علی بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جعدہ بن ہبیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر کہا۔ اے امیر المؤمنین! آپ کے پاس دو آدمی آئیں گے۔ ان میں سے ایک کو تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت ہے یا یوں کہا اپنے اہل وعیال اور مال و دولت سے بھی زیادہ محبت ہے اور دوسرے کا بس چلے تو آپ کو ذبح کر دے۔ اس لیے آپ دوسرے کے خلاف پہلے کے حق میں فیصلہ کریں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ کے سینہ پر مکہ مارا اور فرمایا اگر یہ فیصلے اپنے آپ کو راضی کرنے کے لیے ہوتے تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن یہ فیصلے تو اللہ کو راضی کرنے کے لیے ہوتے ہیں (اس لیے میں تو حق کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ اب وہ فیصلہ جس کے حق میں چاہے ہو جائے)۔ [اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز ٣: ١٦٦]

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ آپ نے دیکھا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟

لوگوں نے بتایا کہ بازار والے اپنی جگہ سے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اپنی جگہ بڑھا لینے کا انہیں کوئی حق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا بازار نمازیوں کے نماز پڑھنے کی جگہ یعنی مسجد کی طرح ہوتا ہے لہٰذا جس جگہ کا کوئی مالک نہیں ہے وہاں پہلے آ کر جو قبضہ کرلے گا وہ جگہ اس دن اسی کی ہوگی ہاں وہ خود اسے چھوڑ کر کہیں چلا جائے تو اس کی مرضی۔

[اخرجہ ابو عبیدفی الاموال کذافی الکنز ۳:۱۷۶]

ایک یہودی کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قصہ جلد اول صفحہ ۳۶۹ پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان خلاق واعمال کے قصوں میں گزر چکا ہے جن کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما خیبر کے متعلق لمبی حدیث بیان کرتے ہیں۔ اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہر سال اہل خیبر کے پاس جا کر درختوں پر لگی ہوئی کھجوروں اور بیلوں پر لگے ہوئے انگوروں کا اندازہ لگاتے کہ یہ کتنے ہیں؟ پھر جتنے پھل کا ان کو اندازہ ہوتا اس کے آدھے پھل کی ان پر ذمہ داری ڈال دیتے کہ اتنے کا آدھا پھل تمہیں دینا ہوگا۔ خیبر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے اندازہ لگانے میں سختی کرنے کی شکایت کی اور وہ لوگ ان کو رشوت دینے لگے تو انہوں نے کہا اے اللہ کے دشمنو! مجھے حرام کھلاتے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تمہارے پاس اس آدمی کی طرف سے آیا ہوں جو مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اور تم لوگ مجھے بندروں اور خنزیروں سے بھی زیادہ برے لگتے ہو لیکن تمہاری نفرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مجھے تمہارے ساتھ ناانصافی کرنے پر مجھے آمادہ نہیں کر سکتی۔ ان لوگوں نے کہا اسی انصاف کی برکت سے زمین وآسمان قائم ہیں۔ [اخرجہ البیہقی کذافی البدایۃ ۴:۱۹۹]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف

حضرت حارث بن سوید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ ایک لشکر میں گئے ہوئے تھے۔ دشمن نے ان کا محاصرہ کرلیا۔ لشکر کے امیر نے حکم دیا کہ کوئی بھی اپنی سواری چرانے کے لیے لے کر نہ جائے۔ ایک آدمی کو امیر کے اس حکم کا پتہ نہ چلا وہ اپنی سواری لے کر چلا گیا جس پر امیر نے اسے مارا۔ وہ امیر کے پاس سے واپس آ کر کہنے لگا جو سلوک آج میرے ساتھ ہوا ہے

ایسا میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس گزرے تو اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ اس نے اپنا قصہ سنایا۔ اس پر حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے تلوار گلے میں ڈالی اور اس کے ساتھ چل پڑے اور امیر کے پاس پہنچ کر اس سے کہا۔ آپ نے اسے بلا وجہ مارا ہے اس لیے آپ اسے اپنی جان سے بدلہ دلوائیں۔ وہ امیر بدلہ دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اس پر اس آدمی نے امیر کو معاف کر دیا۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہوئے واپس آئے کہ میں انشاء اللہ اس حال میں مروں گا کہ اسلام غالب ہوگا (کہ کمزور کو طاقت سے بدلہ دلوایا جا رہا ہوگا)

[اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱:۱۷۶]

حضرت خلفاء کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ تعالیٰ سے ڈرنا

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ ایک پرندہ درخت پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو (پرندے کو مخاطب کر کے) کہنے لگے اے پرندے! تمہیں خوشخبری ہو (تم کس قدر مزے میں ہو) اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں بھی تمہاری طرح ہوتا۔ تم درختوں پر بیٹھتے ہو، پھل کھاتے ہو پھر اڑ جاتے ہو اور (قیامت کے دن) نہ تمہارا حساب ہوگا اور نہ تم پر کوئی عذاب ہوگا۔ اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ میں راستہ کے کنارے کا ایک درخت ہوتا۔ میرے پاس سے کوئی اونٹ گزرتا مجھے پکڑ کر اپنے منہ میں ڈال لیتا پھر وہ مجھے چباتا اور جلدی سے نگل لیتا اور پھر مجھے مینگنی بنا کر نکال دیتا اور میں انسان نہ ہوتا۔ [اخرجه ابن ابي شيبة وهناد والبيهقي]

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک چڑیا کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ اے چڑیا! تجھے خوشخبری ہو۔ تو پھل کھاتی ہے اور درختوں پر اڑتی پھرتی ہے اور نہ تجھے حساب دینا پڑے گا اور نہ تجھے عذاب ہوگا۔ اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ میں کوئی دنبہ ہوتا۔ میرے گھر والے مجھے کھلا پلا کر موٹا کرتے اور جب میں خوب موٹا ہو جاتا تو وہ مجھے ذبح کرتے اور میرا کچھ حصہ بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر بیت الخلاء میں پھینک دیتے اور مجھے انسان نہ بنایا جاتا۔ [عند ابن فتحويه في الوجل]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب الزہد میں روایت کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا اے کاش! میں کسی مؤمن بندے کے پہلو میں کوئی بال ہوتا۔

[كذا في منتخب الكنز ۴:۳۶۱]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کاش میں اپنے گھر والوں کا دنبہ ہوتا وہ مجھے کچھ عرصہ تک کھلا پلا کر موٹا کرتے رہتے۔ جب میں خوب موٹا ہو جاتا اور ان کا محبوب دوست ان کو ملنے آتا وہ (اس کی مہمانی کے لیے مجھے ذبح کرتے اور) میرے کچھ حصہ کو بھون کر اور کچھ حصہ کی بوٹیاں بنا کر کھا جاتے اور پھر مجھے پاخانہ بنا کر نکال دیتے اور میں انسان نہ ہوتا۔ [اخرجه هناد وابو نعيم فى الحلية ۱: ۵۲]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا اے کاش میں یہ تنکا ہوتا کاش میں پیدا نہ ہوتا۔ کاش میں کچھ بھی نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی اور کاش میں بالکل بھولا بسرا ہوتا۔

[عند ابن المبارك وابن سعد وابن ابى شيبة و مسدد وابن عساكر]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا اگر آسمان سے کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب جنت میں جاؤ گے تو مجھے (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا اور اگر کوئی منادی یہ اعلان کرے کہ اے لوگو! ایک آدمی کے علاوہ باقی تم سب کے سب دوزخ میں جاؤ گے تو مجھے (اللہ کے فضل سے) امید ہے کہ وہ ایک آدمی میں ہی ہوں گا (ایمان اسی خوف و امید کے درمیان کی حالت کا نام ہے)۔

[عند ابى نعيم فى الحلية ۱: ۵۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے ابو موسیٰ! کیا تم کو یہ بات پسند ہے کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر جو عمل کیے ہیں وہ عمل تو تمہارے لیے صحیح سالم اور ٹھیک رہیں۔ (کہ ان کا اچھا بدلہ تمہیں اللہ کی طرف سے ملے) اور تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (خصوصاً امارت کے زمانہ میں) جو عمل کیے ہیں ان سے تم برابر سرابر پر چھوٹ جاؤ۔ اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی نیکی پر تمہیں ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر تمہاری پکڑ ہو۔ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! نہیں (بعد والے زمانہ کے اعمال سے برابر برابر پر چھوٹنے کے لیے میں تیار نہیں ہوں بلکہ مجھے تو اس زمانہ کے اچھے اعمال پر بڑے ثواب کی امید ہے کیونکہ) اللہ کی قسم! جب میں بصرہ آیا تھا تو بصرہ والوں میں بدسلوکی اور اجڈ پن عام تھا۔

پھر میں نے ان کو قرآن وسُنّت سکھایا۔ ان کو ساتھ لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کیا۔ ان تمام اعمال کی وجہ سے مجھے اللہ کے فضل کی امید ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن میں تو چاہتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد والے زمانہ (خصوصاً خلافت کے زمانہ) کے اعمال سے برابر سرابر پر چھوٹ جاؤں اور اس زمانہ کا خیر شر کے بدلہ میں اور شر خیر کے بدلہ میں ہو جائے۔ نہ کسی عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی گناہ پر سزا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہ کر میں نے جو عمل کیے ہیں وہ میرے لیے صحیح سالم رہیں (ان کا اچھا بدلہ ملے) [عند ابن عساکر کذافی منتخب الکنز ۴:۴۰۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر نیزہ سے حملہ ہوا اور آپ زخمی ہو گئے تو میں ان کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کو خوشخبری ہو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ کئی شہروں کو آباد کیا۔ نفاق کو ختم کیا اور آپ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عام انسانوں کے لیے روزی کی خوب فراوانی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عباس! کیا امارت کے بارے میں تم میری تعریف کر رہے ہو؟ میں نے کہا میں تو دوسرے کاموں میں بھی آپ کی تعریف کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ امارت میں جیسا داخل ہوا تھا اس میں سے ویسا ہی نکل آؤں۔ نہ کسی اچھے عمل پر مجھے ثواب ملے اور نہ کسی برے عمل پر سزا۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ١:٥٢، واخرجه الطبرانى من حديث ابن عمر رضى الله عنهما فى حديث طويل وابويعلى كذلك عن ابى رافع كما فى المجمع ٩:٧٦ و اخرجه ابن سعد ٣:٢٥٣ عن ابن عباس رضى الله عنهما بنحوه]

ابن سعد نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حدیث ایک اور سند سے نقل کی ہے اس میں یہ مضمون ہے کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو جنت کی بشارت ہو۔ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور بڑے لمبے عرصہ تک ان کی صحبت میں رہے اور پھر آپ مسلمانوں کے امیر بنائے گئے تو آپ نے مسلمانوں کو خوب قوت پہنچائی اور امانت صحیح طور سے ادا کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے جنت کی بشارت دی ہے تو اس اللہ کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اگر ساری دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب مجھے مل جائے تو اس وقت میرے سامنے آخرت کا جو دہشت ناک منظر ہے اس سے بچنے کے لیے میں وہ سب کچھ یہ جاننے سے پہلے ہی فدیہ میں

دے دوں کہ میرے ساتھ کیا ہونے والا ہے؟ تم نے مسلمانوں کے امیر بننے کا بھی ذکر کیا ہے تو اللہ کی قسم! میں یہ چاہتا ہوں کہ امارت برابر سرابر رہے نہ ثواب ملے اور نہ سزا اور تم نے حضور ﷺ کی صحبت کا بھی ذکر کیا ہے تو یہ ہے امید کی چیز۔[اخرجہ ابن سعد ایضاً ۳: ۲۵۶ من طریق آخر عنہ]

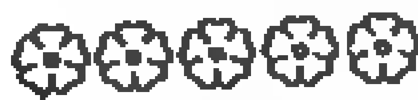
اور ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے بٹھاؤ۔ جب بیٹھ گئے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی بات دوبارہ کہو۔ انہوں نے دوبارہ کہی تو فرمایا اللہ سے ملاقات کے دن یعنی قیامت کے دن کیا تم اللہ کے سامنے ان تمام باتوں کی گواہی دے دو گے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی جی ہاں۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہو گئے اور ان کو یہ بات بہت پسند آئی۔[اخرجہ ابن سعد ایضاً ۳: ۲۵۷ من حدیث عبد اللہ بن عبید بن عمیر مطولاً]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سر میری ران پر رکھا ہوا تھا تو مجھ سے انہوں نے کہا میرا سر زمین پر رکھ دو۔ میں نے کہا آپ کا سر میری ران پر رہے یا زمین پر۔ اس میں آپ کا کیا حرج ہے؟ فرمایا نہیں۔ زمین پر رکھ دو۔ چنانچہ میں نے زمین پر رکھ دیا تو فرمایا اگر میرے رب نے مجھ پر رحم نہ کیا تو میری بھی ہلاکت ہے اور میری ماں کی بھی۔

اور حضرت مسور کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو فرمایا اگر مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری زمین بھر جائے تو میں اللہ کے عذاب کو دیکھنے سے پہلے ہی اس سے بچنے کے لیے وہ سارا سونا فدیہ میں دے دوں۔[عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱: ۵۲]

کیا امیر کسی کی ملامت سے ڈرے

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک آدمی نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ میرے لیے اللہ کے راستہ میں کسی کو ملامت سے نہ ڈرنا بہتر ہے یا اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنایا گیا ہو اسے تو اللہ کے راستہ میں کسی کی ملامت سے نہیں ڈرنا چاہیے اور جو اجتماعی ذمہ داری سے فارغ ہو اسے اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ رہنا چاہیے۔ البتہ اپنے امیر کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ رکھے۔[اخرجہ البیہقی کذافی الکنز ۳: ۱۶۳]



حضرات خلفاء کرام کا دیگر خلفاء و امراء کو وصیت کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت اغر بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنانا چاہا تو انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے فرمایا:

"میں تمہیں ایک ایسے کام کی طرف بلانے لگا ہوں کہ جو بھی اس کی ذمہ داری اٹھائے گا یہ کام اسے تھکا دے گا۔ لہٰذا اے عمر! اللہ کی اطاعت کے ذریعہ تم اس سے ڈرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اس کی اطاعت کرو کیونکہ اللہ سے ڈرنے والا ہی (ہر خوف سے) امن میں ہوتا ہے اور (ہر شر اور مصیبت سے) محفوظ ہوتا ہے۔ پھر اس امر خلافت کا حساب اللہ کے سامنے پیش کرنا ہوگا اور اس کام کا مستحق صرف وہی ہے جو اس کا حق ادا کر سکے اور جو دوسروں کو حق کا حکم دے اور خود باطل پر عمل کرے اور نیکی کا حکم کرے اور خود برائی پر عمل کرے اس کی کوئی امید پوری نہ ہو سکے گی اور اس کے تمام نیک اعمال ضائع ہو جائیں گے۔ (وہ اعمال آخرت میں اس کے کام نہ آئیں گے) لہٰذا اگر تم پر مسلمانوں کی خلافت کی ذمہ داری ڈال دی جائے تو پھر تم اپنے ہاتھوں کو ان کے خون سے دور رکھ سکو اور اپنے پیٹ کو ان کے مال سے خالی رکھ سکو اور ان کی آبرو ریزی سے اپنی زبان کو بچا سکو تو ضرور ایسے کرنا اور نیکی کرنے کی طاقت صرف اللہ ہی سے ملتی ہے۔"

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۵:۱۹۸ والاغرلم یدرك ابابكر رضی الله عنه وبقیة رجاله ثقات انتهی و قال الحافظ المنذری فی الترغیب ۴:۱۵ ورواته ثقات الا ان فیه انقطاعا انتهی]

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے یہ وصیت نامہ لکھوایا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''یہ ابوبکر صدیق کی طرف سے وصیت ہے (اور وہ یہ وصیت نامہ اس وقت کر رہے ہیں) جب کہ ان کا اس دنیا میں آخری وقت آیا ہے اور وہ اس دنیا سے جا رہے ہیں اور ان کی آخرت شروع ہو رہی ہے جس میں وہ داخل ہو رہے ہیں اور یہ موت کا وقت ایسا ہے کہ جس وقت کافر بھی غیب پر ایمان لے آتا ہے اور فاسق و فاجر بھی متقی بن جاتا ہے اور جھوٹا آدمی بھی سچ بولنے لگ جاتا ہے۔ میں نے اپنے بعد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا دیا ہے۔ اگر وہ عدل و انصاف سے کام لیں تو ان کے بارے میں میرا گمان یہی ہے اور اگر وہ ظلم کریں اور بدل جائیں تو (اس کا وبال ان پر ہی ہوگا اور ان کو خلیفہ بنانے سے) میرا ارادہ خیر کا ہی ہے اور مجھے غیب کا علم نہیں۔ ظالموں کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ ان کے ظلم کا انجام کیا ہوگا اور وہ کس برے ٹھکانہ کی طرف لوٹنے والے ہیں؟''

پھر انہوں نے آدمی بھیج کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان کو زبانی یہ وصیت فرمائی:

''اے عمر! کچھ لوگ تم سے بغض رکھتے ہیں اور کچھ تم سے محبت کرتے ہیں۔ پرانے زمانے سے یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ خیر کو برا سمجھا جاتا ہے اور شر کو پسند کیا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو مجھے خلافت کی ضرورت نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن خلافت کو تمہاری ضرورت ہے کیونکہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کے ساتھ رہے ہو اور تم نے یہ بھی دیکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنی ذات پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہمیں جو ملتا تھا ہم اسے استعمال کرتے اور پھر اس میں سے جو بچ جاتا وہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو بھیج دیا کرتے (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر والوں کو پہلے نہ دیتے بلکہ ان پر ترجیح دیتے ہوئے پہلے ہمیں دیتے) اور پھر تم نے مجھے بھی دیکھا ہے اور میرے ساتھ بھی رہے ہو اور میں نے اپنے سے پہلے والے کی یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے۔ اللہ کی قسم! یہ بات نہیں ہے کہ میں سو رہا ہوں اور خواب میں تم سے باتیں کر رہا ہوں یا کسی وہم کے طور پر

تمہارے سامنے یہ شہادتیں دے رہا ہوں اور میں نے (سوچ سمجھ کر) جو راستہ اختیار کیا ہے اس سے ادھر ادھر نہیں ہٹتا ہوں۔ اے عمر! اس بات کو اچھی طرح جان لو کہ رات میں اللہ تعالیٰ کے کچھ حقوق ایسے ہیں جنہیں وہ دن میں قبول نہیں کرتے ہیں اور دن میں کچھ حقوق اللہ کے ایسے ہیں جن کو وہ رات میں قبول نہیں کرتے ہیں (یعنی انسان دن میں انسانوں پر محنت کرے اور مسلمانوں کے اجتماعی کام میں لگا رہے اور رات کو کچھ وقت اللہ کی عبادت ذکر و تلاوت اور دعا میں مشغول رہے) دن و رات کی یہ ترتیب اللہ نے مقرر فرمائی ہے اور قیامت کے دن صرف حق کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی اعمال ترازو بھاری ہوگا اور جس ترازو میں صرف حق ہی ہو اس کا بھاری ہونا ضروری ہے اور قیامت کے دن صرف باطل کے اتباع کرنے کی وجہ سے ہی ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں صرف باطل ہی ہو اس کا ہلکا ہونا ضروری ہے۔ سب سے پہلے میں تمہیں تمہارے اپنے نفس سے ڈراتا ہوں۔ پھر لوگوں سے ڈراتا ہوں کیونکہ لوگوں کی نگاہیں (لالچ کی وجہ سے) جھانکنے لگ گئی ہیں اور ان کی نفسانی خواہشات پھول گئی ہیں (یعنی زور پکڑ چکی ہیں) لیکن جب ان خرابیوں کی وجہ سے انہیں ذلت اٹھانی پڑے گی تو اس وقت وہ حیران و پریشان ہوں گے کیونکہ جب تک تم اللہ سے ڈرتے رہو گے اس وقت تک وہ لوگ تم سے ڈرتے رہیں گے۔ یہ میری وصیت ہے۔ میری طرف سے تمہیں سلام ہو۔" [اخرجه ابن عساكر كذافي الكنز ۳: ۱۴۶]

حضرت عبدالرحمٰن بن سابط، حضرت زید بن زبید بن حارث اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہم کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بلا کر ان سے یہ فرمایا:

"اے عمر! اللہ سے ڈرتے رہنا اور تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے (انسانوں کے ذمہ) دن میں کچھ ایسے عمل ہیں جن کو وہ رات کو قبول نہیں کرتے ہیں اور ایسے ہی اللہ کی طرف سے (انسانوں کے ذمہ) رات میں کچھ عمل ایسے ہیں جن کو وہ دن میں قبول نہیں کرتے۔ اور جب تک فرض ادا نہ کیا جائے اس وقت تک اللہ نفل قبول نہیں فرماتے۔ دنیا میں حق کا اتباع کرنے اور حق کو برا سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن

اعمال کا ترازو بھاری ہوگا۔ کل جس ترازو میں حق رکھا جائے اسے بھاری ہونا چاہئے اور دنیا میں باطل کا اتباع کرنے اور باطل کو معمولی سمجھنے کی وجہ سے ہی قیامت کے دن ترازو ہلکا ہوگا اور جس ترازو میں باطل رکھا جائے اسے ہلکا ہی ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے جہاں جنت والوں کا ذکر کیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے ان کو ان کے سب سے اچھے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے برے اعمال سے درگزر فرمایا ہے۔ میں جب بھی جنت والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان میں شامل نہ ہوسکوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں دوزخ والوں کا ذکر کیا ہے وہاں ان کو سب سے برے اعمال کے ساتھ ذکر کیا ہے اور ان کے اچھے اعمال کو ان پر رد کردیا ہے۔ یعنی ان کو قبول نہیں فرمایا۔ میں جب بھی دوزخ والوں کا ذکر کرتا ہوں تو کہتا ہوں کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ شاید میں ان ہی کے ساتھ ہوں گا اور اللہ تعالیٰ نے رحمت کی آیت بھی ذکر فرمائی ہے اور عذاب کی آیت بھی۔ لہٰذا بندے کو رحمت کا شوق اور عذاب کا ڈر ہونا چاہئے اور اللہ تعالیٰ سے غلط امیدیں نہ باندھے (کہ عمل تو اچھے نہ کرے اور امید جنت کی رکھے) اور اس کی رحمت سے ناامید بھی نہ ہو اور اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالے۔ اگر تم نے میری یہ وصیت یاد رکھی (اور اس پر اچھی طرح عمل کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ محبوب نہ ہوگی اور تمہیں موت آ کر رہے گی اور اگر تم نے میری وصیت ضائع کردی اور (اس پر عمل نہ کیا) تو کوئی غائب چیز تمہیں موت سے زیادہ بری نہیں لگے گی اور وہ موت تمہیں پکڑ کر رہے گی تم اس سے بچ نہیں سکتے۔"

[عند ابن المبارك و ابن ابی شیبة وهناد و ابن جریر و ابی نعیم فی الحلیة كذا فی منتخب الكنز ۴ / ۳۶۳]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو وصیت کرنا

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے شام

بھیجنے کے لیے لشکروں کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا (چنانچہ لشکر جمع ہو گئے اور) ان کے مقرر کردہ امیروں میں سے سب سے پہلے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا لشکر جو مدینہ سے چلا تھا اس کی تعداد تین ہزار تھی۔ اس میں حضرات مہاجرین اور انصار کی بڑی تعداد تھی۔ (جب یہ لشکر روانہ ہوا تو ان کو رخصت کرنے کے لئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سواری کے ساتھ چل رہے تھے اور ان کو ہدایات دیتے جا رہے تھے اور فرما رہے تھے۔

''اے عمرو! ہر کام میں اللہ سے ڈرتے رہنا چاہے وہ کام چھپ کر کرو یا سب کے سامنے اور اللہ سے شرم کرنا کیونکہ وہ تمہیں اور تمہارے تمام کاموں کو دیکھتا ہے اور تم دیکھ چکے ہو کہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) ان لوگوں سے آگے کر دیا ہے جو تم سے زیادہ پرانے ہیں اور تم سے پہلے اسلام لائے ہیں اور اسلام اور مسلمانوں کے لیے تم سے زیادہ مفید ہیں۔ تم آخرت کے لیے کام کرنے والے بنو اور تم جو کام بھی کرو اللہ کی رضا کی نیت سے کرو اور جو مسلمان تمہارے ساتھ جا رہے ہیں تم ان کے ساتھ والد کی شفقت کا معاملہ کرنا۔ لوگوں کی اندر کی باتوں کو ہرگز نہ کھولنا بلکہ ان کے ظاہری اعمال پر اکتفا کر لینا اور اپنے کام میں پوری محنت کرنا اور دشمن سے مقابلہ کے وقت جم کر لڑنا اور بزدل نہ بننا (اور مال غنیمت میں اگر خیانت ہونے لگے تو اس) خیانت کو جلدی سے آگے بڑھ کر روک دینا اور اس پر سزا دینا اور جب تم اپنے ساتھیوں میں بیان کرو تو مختصر کرنا تم اپنے آپ کو ٹھیک رکھو تو تمہارے سارے مامور تمہارے ساتھ ٹھیک چلیں گے۔''

[اخرجه ابن سعد كذا في كنز العمال ۳: ۱۳۳، واخرجه ايضا ابن عساكر ۱: ۲۹ بنحوه]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو اور حضرت ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہما کو خط لکھا۔ ان دونوں میں سے ہر ایک قبیلہ قضاعہ کے آدھے صدقات وصول کرنے پر مقرر تھا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صدقات وصول کرنے کے لیے ان دونوں حضرات کو بھیجا تھا تو ان دونوں کو رخصت کرنے کے لیے ان کے ساتھ باہر آئے تھے اور ان دونوں کو ایک ہی وصیت فرمائی تھی کہ:

''ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ کیونکہ جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے لیے (ہر مشکل اور پریشانی اور سختی سے) نکلنے کا راستہ ضرور بنا دے گا اور اس کو وہاں سے روزی دے گا جہاں سے روزی ملنے کا گمان بھی نہ ہوگا اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کی برائیاں دور کر دے گا اور اسے بڑا اجر دے گا۔ اللہ کے بندے جن اعمال کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے ہیں ان میں سب سے بہترین اللہ کا ڈر ہے۔ تم اس وقت اللہ کے راستوں میں سے ایک راستہ پر ہو۔ تمہارے اس کام میں حق کی کسی بات پر چشم پوشی کرنے کی اور کسی میں کوتاہی کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور جس کام میں تمہارے دین کی درستگی ہے اور تمہارے کام کی ہر طرح حفاظت ہے اس کام سے غفلت برتنے کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لہٰذا سست نہ پڑنا اور کوتاہی نہ کرنا۔''

[اخرجه ابن جرير الطبري ۴: ۲۹ و اخرجه ايضاً ابن عساكر ۱: ۱۲۲ عن القاسم بنحوه]

حضرت مطلب بن سائب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''میں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لیے تمہارے پاس چلے جائیں۔ جب وہ تمہارے پاس آ جائیں تو تم ان کے ساتھ اچھی طرح رہنا اور ان پر بڑے بننے کی کوشش نہ کرنا چونکہ میں نے تم کو (امیر بنا کر) حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات سے آگے کر دیا ہے اس لیے تم ان (کے مشورہ) کے بغیر کسی کام میں فیصلہ نہ کرنا اور ان سے مشورہ لیتے رہنا اور ان کی مخالفت نہ کرنا۔''

[اخرجه ابن سعد كذافي كنز العمال ۳: ۱۳۳]

حضرت عبد الحمید بن جعفر اپنے والد جعفر سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''قبیلہ بلی، قبیلہ عذرہ اور قبیلہ قضاعہ کی دوسری شاخوں کے جن لوگوں کے پاس سے تم گزرو اور وہاں جو عرب آباد ہیں میں نے تم کو ان سب کا امیر بنایا ہے۔ ان سب کو اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے کی دعوت دینا اور اس کی خوب ترغیب دینا۔ لہٰذا ان میں سے جو تمہارے ساتھ چل پڑے اسے سواری اور توشہ دینا اور ان کا آپس میں جوڑ قائم

رکھنا۔ ہر قبیلہ کو الگ رکھنا اور ہر قبیلہ کو اس کے درجہ پر رکھنا۔"

[اخرجه ابن سعد كذافي الكنز ۳: ۱۳۳، واخرجه ابن عساكر ۱: ۱۲۹]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو امارت سے معزول کیا تو انہوں نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد بن سعید کے بارے میں یہ وصیت فرمائی اور حضرت شرحبیل بھی (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے) ایک امیر تھے۔ چنانچہ انہوں نے فرمایا:

"حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کا ہمیشہ خیال رکھنا، ان کا اپنے اوپر اسی طرح حق پہچاننا جس طرح ان کے امیر ہونے کی صورت میں تم ان سے اپنے حق کے پہچاننے کو پسند کرتے اور تم ان کا اسلام میں مرتبہ پہچان ہی چکے ہو اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا اس وقت وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے (فلاں قبیلہ کے) گورنر تھے اور میں نے بھی ان کو امیر بنایا تھا۔ پھر میں نے ان کو اس ذمہ داری سے ہٹانا مناسب سمجھا اور غالباً دینی اعتبار سے ان کے لیے زیادہ بہتر ہوگا۔ میں کسی کی امارت پر حسد نہیں کرتا۔ میں نے ان کو لشکروں کے امیروں کے بارے میں اختیار دیا تھا (کہ وہ جس امیر کو چاہیں اپنے لیے پسند کر لیں) انہوں نے دوسرے امیروں کو اور اپنے چچازاد بھائی کو چھوڑ کر تمہیں اختیار کیا ہے۔ جب تمہیں ایسا کوئی کام پیش آئے جس میں کسی متقی اور خیر خواہ آدمی کی رائے کی ضرورت ہو تو سب سے پہلے حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما سے مشورہ لینا اور ان دو کے بعد تیسرے حضرت خالد بن سعید ہوں کیونکہ تمہیں ان تینوں حضرات کے پاس خیر خواہی اور خیر ہی ملے گی اور ان حضرات سے مشورہ کے بغیر صرف اپنی رائے پر عمل نہ کرنا اور ان سے کچھ بھی نہ چھپانا۔"

[اخرجه ابن سعد ۴: ۱۷۰ كذافي الكنز ۳: ۱۳۴]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو وصیت کرنا

حضرت حارث بن فضیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کو لشکر کا جھنڈا دیا یعنی ان کو لشکر کا امیر بنایا تو ان سے یہ فرمایا:

اے یزید! تم جوان ہو۔ ایک نیک عمل کی وجہ سے تمہارا ذکر خیر ہوتا ہے جو لوگوں نے تمہیں کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہ ایک انفرادی عمل ہے جو تم نے تنہائی میں کیا تھا اور میں نے اس بات کا ارادہ کیا ہے کہ میں تمہیں (امیر بنا کر) آزماؤں اور تمہیں گھر والوں سے نکال کر باہر بھیجوں اور دیکھوں کہ تم کیسے ہو؟ اور تمہاری امارت کیسی ہے؟ بہر حال میں تمہیں آزمانے لگا ہوں۔ اگر تم نے (امارت کو) اچھی طرح سنبھالا تو تمہیں ترقی دوں گا اور اگر تم ٹھیک طرح نہ سنبھال سکے تو میں تمہیں معزول کر دوں گا۔ حضرت خالد بن سعید والے کام کا میں نے تم کو ذمہ دار بنا دیا ہے۔"

پھر اس سفر میں حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے جو کچھ کرنا تھا اس کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ہدایات دیں اور یوں فرمایا:

"میں تمہیں حضرت ابوعبیدہ بن جراح کے ساتھ بھلائی کرنے کی تاکید کرتا ہوں کیونکہ تم جانتے ہو کہ اسلام میں ان کا بڑا مقام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اُمت کا ایک امین ہوا کرتا ہے اور اس اُمت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراح ہیں۔ ان کے فضائل اور دینی سبقت کا لحاظ رکھنا اور ایسے ہی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کا بھی خیال رکھنا۔ تم جانتے ہی ہو کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ (قیامت کے دن) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ علماء کے آگے ایک اونچی جگہ پر چلتے ہوئے آئیں گے یعنی اس دن علمی فضیلت کی وجہ سے ان کی ایک امتیازی شان ہوگی۔ ان دونوں کے مشورہ کے بغیر کسی کام کا فیصلہ نہ کرنا اور یہ دونوں بھی تمہارے ساتھ بھلائی کرنے میں ہرگز کوئی کمی نہیں کریں گے۔"

حضرت یزید نے کہا اے رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ! جیسے آپ نے مجھے ان دونوں کے بارے میں تاکید فرمائی ہے ایسے ہی ان دونوں کو میرے بارے میں تاکید فرما دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ان دونوں کو تمہارے بارے میں ضرور تاکید کروں گا۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور اسلام کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

[اخرجه ابن سعد كذا فى الكنز ۳:۱۳۲]

حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ملک شام بھیجا تو یوں فرمایا:

''اے یزید! تمہارے بہت سے رشتہ دار ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ تم امیر بنانے میں ان رشتہ داروں کو دوسروں پر ترجیح دے دو۔ مجھے تم سے سب سے زیادہ اسی بات کا ڈر ہے لیکن غور سے سنو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو مسلمانوں کے کسی کام کا ذمہ دار بنا اور پھر اس نے ذاتی میلان کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو مسلمانوں کا امیر بنا دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ اس سے نہ کوئی نفل عبادت قبول فرمائیں گے اور نہ فرض بلکہ اسے جہنم میں داخل کریں گے اور جس نے ذاتی تعلق کی وجہ سے کسی غیر مستحق کو اپنے بھائی کا مال دے دیا تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا فرمایا اللہ کا ذمہ اس سے بری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اس بات کی دعوت دی ہے کہ وہ اللہ پر ایمان لے آئیں تاکہ وہ اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آجائیں۔ اب جو اللہ کی حمایت اور حفاظت میں آچکا ہے اس کو جو ناحق بے عزت کرے گا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی یا فرمایا اللہ کا ذمہ اس سے بری ہو جائے گا۔'' [اخرجه احمد والحاكم و منصور بن شعبة البغدادى فى الاربعين و قال حسن المتن غريب الاسناد قال ابن كثير ليس هذا الحديث فى شئى من الكتب الستة وكانهم اعرضوا عنه لجهالة شيخ بقية والذى يقع فى القلب صحة هذا الحديث فان الصديق رضى الله عنه كذلك فعل ولى على المسلمين خيرهم بعده كذا فى كنز العمال ۳:۱۴۳، وقال الهيثمى ۵:۲۳۲، رواه احمد و فيه رجل لم يسم انتهى]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو وصیت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''میں اپنے بعد ہونے والے خلیفہ کو مہاجرین اولین کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کا حق پہچانے اور ان کی عزت واحترام کا خیال کرے اور جو انصار دار ہجرت اور دار ایمان یعنی مدینہ منورہ میں مہاجرین سے پہلے رہتے تھے ان کے بارے میں بھی اسے وصیت کرتا ہوں کہ وہ ان کے نیک آدمیوں سے قبول کرتا رہے اور ان کے بروں کو معاف کرتا رہے اور میں اسے شہریوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ اسلام کے مددگار لوگوں سے (فرض زکوٰۃ وصدقات) کا مال جمع کرنے والے (اور امیر کو لاکر دینے والے) اور دشمن کے غصہ کا سبب بننے والے ہیں ایسے شہریوں سے صرف (ضرورت سے) زائد مال ان کی رضا مندی سے لیا جائے اور میں اسے دیہاتیوں کے بارے میں بھی بھلائی کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ یہ لوگ عرب کی اصل اور اسلام کی جڑ ہیں۔ وہ خلیفہ ایسے دیہاتیوں کے جانوروں میں صرف کم عمر کے جانور لے اور ان سے لے کر ان کے فقیروں کو تقسیم کر دے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے ان دیہاتیوں کے لیے جو عہد اور ذمہ داری خلیفہ پر عائد ہوتی ہے وہ اسے پوری طرح سے ادا کرے اور ان دیہاتیوں کے بعد والے علاقہ میں جو (دشمن اور کافر) رہتے ہیں ان سے یہ خلیفہ جنگ کرے اور ان دیہاتیوں کی طاقت سے زیادہ کا ان کو مکلف نہ بنائے۔'' [اخرجه ابن ابی شیبة و ابوعبید فی الاموال وابویعلی والنسائی و ابن حبان والبیهقی کذا فی المنتخب ۴: ۴۳۹]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں خلیفہ بننے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پہلا خط جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو لکھا جس میں انہوں نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کا امیر بنایا اس میں یہ مضمون تھا:

''میں تمہیں اس اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جو کہ باقی رہے گا اور اس کے علاوہ باقی تمام چیزیں فنا ہو جائیں گی اور اسی نے ہمیں گمراہی سے نکال کر ہدایت دی اور وہی اندھیروں سے نکال کر ہمیں نور کی طرف سے لے آیا۔ میں نے تمہیں خالد بن ولید کے لشکر کا امیر بنا دیا ہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے جو کام تمہارے ذمہ ہیں ان کو تم پورا کرو اور مال غنیمت کی امید میں مسلمانوں کو ہلاکت کی جگہ نہ لے جاؤ۔ کسی جگہ پڑاؤ کرنے سے پہلے آدمی بھیج کر مسلمانوں کے لیے مناسب جگہ تلاش کر لو اور یہ بھی معلوم کر لو کہ اس جگہ پہنچنے کا راستہ کیسا ہے؟ اور جب بھی کوئی جماعت بھیجو تو بھرپور جماعت بنا کر بھیجو (تھوڑے آدمی نہ بھیجو) اور مسلمانوں کو ہلاکت میں ڈالنے سے بچو اللہ تعالیٰ تمہیں میرے ذریعہ اور مجھے تمہارے ذریعہ سے آزما رہے ہیں۔ اپنی آنکھیں دنیا سے بند رکھو اور اپنا دل اس سے ہٹا لو۔ اس کا خیال رکھو کہ کہیں دنیا (کی محبت) تمہیں ہلاک نہ کر دے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر چکی ہے اور تم ان لوگوں کی ہلاکت کی جگہیں دیکھ چکے ہو۔'' [اخرجہ ابن جریر ۳: ۹۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت محمد اور حضرت طلحہ رحمہما اللہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام بھیج کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ

کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو عراق کی لڑائی کا امیر بنایا اور ان کو یہ وصیت فرمائی:

''اے سعد! اے قبیلہ بنو وہیب کے سعد! تم اللہ سے اس بات سے دھوکہ میں نہ پڑ جانا کہ لوگ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماموں اور صحابی کہتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتے بلکہ برائی کو اچھائی سے مٹاتے ہیں۔ اللہ کی اطاعت کے علاوہ اللہ کا کسی سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ اللہ کے ہاں بڑے خاندان کے لوگ اور چھوٹے خاندان کے لوگ سب برابر ہیں۔ اللہ ان سب کے رب ہیں اور وہ سب اس کے بندے ہیں جو عافیت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے نظر آتے ہیں لیکن یہ بندے اللہ کے انعامات اطاعت سے ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعثت سے لے کر ہم سے جدا ہونے تک جس کام کو کرتے ہوئے دیکھا ہے اس کام کو غور سے دیکھنا اور اس کی پابندی کرنا کیونکہ یہی اصل کام ہے یہی میری تمہیں خاص نصیحت ہے۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی طرف توجہ نہ دی تو تمہارے عمل ضائع ہو جائیں گے اور تم خسارے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو روانہ کرنے کا ارادہ فرمایا تو انہیں بلا کر فرمایا:

''میں نے تمہیں عراق کی لڑائی کا امیر بنایا ہے لہٰذا تم میری وصیت یاد رکھو تم ایسے کام کے لیے جا رہے ہو جو سخت دشوار بھی ہے اور طبیعت کے خلاف بھی ہے۔ حق پر چل کر ہی تم اس سے خلاصی پا سکتے ہو۔ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بھلائی کا عادی بناؤ اور بھلائی کے ذریعہ ہی مدد طلب کرو۔ تمہیں یہ معلوم ہونا چاہئے کہ ہر اچھی عادت حاصل کرنے کے لیے کوئی چیز ذریعہ بنا کرتی ہے۔ بھلائی حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ صبر ہے۔ ہر مصیبت اور ہر مشکل میں ضرور صبر کرنا اس طرح تمہیں اللہ کا خوف حاصل ہوگا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کا خوف دو باتوں سے حاصل ہوتا ہے ایک اللہ کی اطاعت دوسرے اس کی نافرمانی سے بچنے سے۔ جس کو دنیا سے نفرت نہ ہو اور آخرت سے نفرت ہو وہی اللہ کی نافرمانی کرتا ہے اور دلوں میں اللہ تعالیٰ کچھ حقیقتیں پیدا کرتے ہیں ان میں سے بعض چھپی ہوئی ہوتی ہیں اور بعض ظاہر۔ ایک

ظاہری حقیقت یہ ہے کہ حق بات کے بارے میں اس کی تعریف کرنے والا اور اسے برا کہنے والا دونوں اس کے نزدیک برابر ہوں (کہ حق بات پر چلنے سے مقصود اللہ کا راضی ہونا ہے۔ لوگ چاہے برا کہیں یا تعریف کریں اس سے کوئی اثر نہ لے) اور چھپی ہوئی حقیقتیں دو نشانیوں سے پہچانی جاتی ہیں ایک یہ ہے کہ حکمت و معرفت کی باتیں اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہونے لگیں۔ دوسری یہ ہے کہ لوگ اس سے محبت کرنے لگیں۔ لہٰذا لوگوں کے محبوب بننے سے بے رغبتی اختیار نہ کرو (بلکہ اسے اپنے لیے اچھی چیز سمجھو) کیونکہ انبیاء علیہم السلام نے لوگوں کی محبت اللہ سے مانگی ہے اور اللہ تعالیٰ جب بندہ سے محبت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے نفرت کرتے ہیں تو لوگوں کے دلوں میں اس کی نفرت پیدا فرما دیتے ہیں۔ لہٰذا جو لوگ تمہارے ساتھ دن رات بیٹھتے ہیں ان کے دلوں میں تمہارے بارے میں (محبت یا نفرت) کا جو جذبہ ہے تم اللہ کے ہاں بھی اپنے لیے وہی سمجھ لو۔"

[اخرجه ابن جرير ۳: ۹۲ من طريق سيف]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت عمیر بن عبد الملک رحمہ اللہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کو بصرہ بھیجا تو ان سے فرمایا:

"اے عتبہ! میں نے تمہیں ہند کی زمین کا گورنر بنا دیا ہے (چونکہ بصرہ خلیج فارس کے ساحل پر واقع ہے اور خلیج فارس ہند کی زمین تک پہنچ جاتی ہے اس وجہ سے بصرہ کو ہند کی زمین کہہ دیا)؛ اور یہ دشمن کی سخت جگہوں میں سے ایک سخت جگہ ہے اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اردگرد کے علاقہ سے تمہاری کفایت فرمائے گا اور وہاں والوں کے خلاف تمہاری مدد فرمائے گا۔ میں نے حضرت علاء بن حضرمی کو خط لکھا ہے کہ وہ تمہاری مدد کے لیے حضرت عرفجہ بن ہرثمہ کو بھیج دیں۔ یہ دشمن سے سخت جنگ کرنے والے اور

اس کے خلاف زبردست تدبیریں کرنے والے ہیں۔ جب وہ تمہارے پاس آجائیں تو تم ان سے مشورہ کرنا اور ان کو اپنے قریب کرنا۔ پھر (بصرہ والوں کو) اللہ کی طرف دعوت دینا جو تمہاری دعوت کو قبول کرلے تم اس سے اس کے اسلام کو قبول کر لینا اور جو (اسلام کی دعوت سے) انکار کرے تو اسے ذلیل اور چھوٹا بن کر جزیہ ادا کرنے کی دعوت دینا۔ اگر وہ اسے بھی نہ مانے تو پھر تلوار لے کر اس سے لڑنا اور اس کے ساتھ نرمی نہ برتنا اور جس کام کی ذمہ داری تمہیں دی گئی اس میں اللہ سے ڈرتے رہنا اور اس بات سے بچتے رہنا کہ کہیں تمہارا نفس تمہیں تکبر کی طرف نہ لے جائے۔ کیونکہ تکبر تمہاری آخرت خراب کردے گا۔ تم حضور ﷺ کی صحبت میں رہے ہو۔ تم ذلیل تھے حضور ﷺ کیوجہ سے تمہیں عزت ملی ہے۔ تم کمزور تھے حضور ﷺ کی وجہ سے تمہیں طاقت ملی ہے اور اب تم لوگوں پر امیر اور ان کے بادشاہ بن گئے ہو۔ جو تم کہو گے اسے سنا جائے گا اور جو تم حکم دو گے اسے پورا کیا جائے گا۔ یہ امارت بہت بڑی نعمت ہے بشرطیکہ امارت کی وجہ سے تم اپنے آپ کو اپنے درجہ سے اونچا نہ سمجھنے لگ جاؤ اور نیچے والوں پر تم اکڑنے نہ لگ جاؤ۔ اس نعمت سے ایسے بچو جیسے تم گناہوں سے بچتے ہو اور مجھے نعمت امارت اور گناہ میں سے نعمت امارت کے نقصان کا تم پر زیادہ خطرہ ہے کہ یہ آہستہ آہستہ تمہیں دھوکہ دے گی (اور تمہیں تکبر اور تحقیر مسلم میں مبتلا کردے گی) اور پھر تم ایسے گرو گے کہ سیدھے جہنم میں چلے جاؤ گے۔ میں تمہیں اور اپنے آپ کو امارت کے ان نقصانات سے اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں (یعنی مجھے اور تمہیں اللہ تعالیٰ امارت کے شر سے بچا کر رکھے) لوگ اللہ کی طرف تیزی سے چلے (خوب دین کا کام کیا) جب دین کا کام کرنے کے نتیجہ میں) دنیا ان کے سامنے آئی تو انہوں نے اسے ہی اپنا مقصد بنالیا۔ لہٰذا تم اللہ کو ہی مقصد بنانا۔ دنیا کو نہ بنانا اور ظالموں کے گرنے کی جگہ یعنی دوزخ سے ڈرتے رہنا۔“

[اخرجه ابن جرير ۴:۱۵۰ ورواه علی بن محمد المدائنی ایضا مثله کما فی البدایة ۷:۴۸]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ بحرین میں تھے وہاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ خط لکھا:

''تم حضرت عتبہ بن غزوان کے پاس چلے جاؤ۔ میں نے تم کو ان کے کام کا ذمہ دار بنایا ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ایسے آدمی کے پاس جا رہے ہو جو ان مہاجرین اولین میں سے ہے جن کے لیے اللہ کی طرف سے پہلے ہی بھلائی مقدر ہو چکی ہے۔ میں نے ان کو امارت سے اس لیے نہیں ہٹایا کہ وہ پاکدامن، قوی اور سخت لڑائی لڑنے والے نہیں تھے (بلکہ یہ تمام خوبیاں ان میں ہیں) بلکہ میں نے ان کو اس لیے ہٹایا ہے کہ میرے خیال میں تم اس علاقہ کے مسلمانوں کے لیے ان سے زیادہ مفید رہو گے۔ لہٰذا تم ان کا حق پہچاننا۔ تم سے پہلے میں نے ایک آدمی کو امیر بنایا تھا لیکن وہ وہاں پہنچنے سے پہلے انتقال کر گیا۔ اگر اللہ چاہیں گے تو تم وہاں کے امیر بن سکو گے اور اگر اللہ یہ چاہیں کہ عتبہ ہی امیر رہے (اور تمہیں موت آ جائے) تو پھر ایسا ہی ہوگا کیونکہ پیدا کرنا اور حکم دینا اللہ رب العالمین ہی کے لیے ہے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ ہی آسمان سے کوئی فیصلہ اتارتے ہیں اور پھر اپنی صفت حفاظت سے اس کی حفاظت فرماتے ہیں۔ (اس کو ضائع نہیں ہونے دیتے بلکہ وہ فیصلہ پورا ہو کر رہتا ہے) اور تم تو صرف اس کام کو دیکھو جس کے لیے تم پیدا کیے گئے ہو۔ اس کے لیے پوری محنت و کوشش کرو اور اس کے علاوہ اور تمام کاموں کو چھوڑ دو کیونکہ دنیا کے ختم ہونے کا وقت مقرر ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والی ہے تم دنیا کی ان نعمتوں میں مشغول ہو کر جو کہ ختم ہونے والی ہیں آخرت کے اس عذاب سے غافل نہ ہو جانا جو باقی رہنے والا ہے۔ اللہ کے غصہ سے بھاگ کر اللہ کی طرف آ جاؤ اور اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہیں اس کے حکم اور علم میں پوری فضیلت جمع فرما دیں۔ ہم اللہ سے اپنے لیے اور تمہارے لیے اس کی

اطاعت کرنے پر مدد اور اس کے عذاب سے نجات مانگتے ہیں۔"

[اخرجه ابن سعد ۴: ۷۸]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو وصیت کرنا

حضرت ضبہ بن محصن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اما بعد! بعض دفعہ لوگوں کو اپنے بادشاہ سے نفرت ہو جایا کرتی ہے میں اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں کہ میرے اور تمہارے بارے میں لوگوں کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو (اگر سارا دن حدود شرعیہ قائم نہ کر سکو تو) دن میں ایک گھڑی ہی حدود قائم کرو لیکن روزانہ ضرور قائم کرو۔ جب دو کام ایسے پیش آ جائیں کہ ان میں سے ایک اللہ کے لیے ہو اور دوسرا دنیا کے لیے تو دنیا والے کام پر اللہ والے کو ترجیح دینا کیونکہ دنیا تو ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی اور بدکاروں کو ڈراتے رہو اور ان کو ایک جگہ نہ رہنے دو بلکہ انہیں بکھیر دو (ورنہ اکٹھے ہو کر بدکاری کے منصوبے بناتے رہیں گے) بیمار مسلمانوں کی عیادت کرو اور ان کے جنازے میں شرکت کرو اور اپنا دروازہ کھلا رکھو اور مسلمانوں کے کام خود کرو کیونکہ تم بھی ان میں سے ایک ہو۔ بس اتنی سی بات ہے کہ اللہ نے تم پر ان سے زیادہ ذمہ داری کا بوجھ ڈال ہے۔ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تم نے اور تمہارے گھر والوں نے لباس' کھانے اور سواری میں ایک خاص طرز اختیار کر لیا ہے جو عام مسلمانوں میں نہیں ہے۔ اے عبداللہ! تم اپنے آپ کو اس سے بچاؤ کہ تم اس جانور کی طرح ہو جاؤ جس کا سرسبز وادی پر گزر ہوا اور اسے زیادہ سے زیادہ گھاس کھا کر موٹا ہو جانے کے علاوہ اور کوئی فکر نہ تھا۔ وہ زیادہ کھا کر موٹا تو ہو گیا لیکن اسی میں مر گیا اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ امیر جب ٹیڑھا ہو جائے گا تو اس کے مامور بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدبخت وہ ہے جس کی وجہ سے اس کی رعایا

بد بخت ہو جائے گی۔" [اخرجه الدينوري كذا في الكنز ۴: ۱۴۹ واخرجه ابن ابي شيبة وابو نعيم في الحلية عن سعيد بن ابي بردة مختصرا كما في الكنز ۸: ۲۰۹]

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا۔

"اما بعد! عمل میں قوت اور پختگی اس طرح پیدا ہوتی ہے کہ تم آج کا کام کل پر نہ چھوڑو کیونکہ جب تم ایسا کرو گے تو تمہارے پاس بہت سارے کام جمع ہو جائیں گے پھر تمہیں پتہ نہیں چلے گا کہ کون سا کام کروں اور کون سا نہ کروں اور یوں بہت سارے کام رہ جائیں گے۔ اگر تمہیں دو کاموں میں اختیار دیا جائے جن میں سے ایک کام دنیا کا ہو اور دوسرا آخرت کا تو آخرت والے کام کو دنیا والے کام پر ترجیح دو کیونکہ دنیا فانی ہے اور آخرت باقی رہنے والی ہے۔ اللہ سے ہمیشہ ڈرتے رہو اور اللہ کی کتاب سیکھتے رہو کیونکہ اس میں علوم کے چشمے اور دلوں کی بہار ہے (یعنی قرآن سے دل کو راحت ملتی ہے)" [اخرجه ابن ابي شيبة كذافي الكنز ۸: ۲۰۸]

حضرت عثمان ذو النورین رضی اللہ عنہ کا وصیت کرنا

حضرت علاء بن فضل کی والدہ کہتی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کے بعد لوگوں نے ان کے خزانے کی تلاشی لی تو اس میں ایک صندوق ملا جسے تالا لگا ہوا تھا جب لوگوں نے اسے کھولا تو اس میں ایک کاغذ ملا جس میں یہ وصیت لکھی ہوئی تھی:

"یہ عثمان کی وصیت ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم' عثمان بن عفان اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' وہ اکیلا ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ جنت حق ہے' دوزخ حق ہے اور اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کو قبروں سے اٹھائیں گے جس دن کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ اسی شہادت پر عثمان زندہ رہا اسی پر مرے گا اور اسی پر انشاء اللہ (قیامت کے دن) اٹھایا جائے گا۔" [اخرجه الفضائل الرازي عن العلاء بن الفضل]

نظام الملک نے بھی اس حدیث کو بیان کیا ہے اور اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ لوگوں نے اس کاغذ کی پشت پر یہ لکھا ہوا دیکھا

غِنَی النَّفْسِ یُغْنِی النَّفْسَ حَتّٰی یُجِلَّهَا
وَاِنْ عَضَّهَا حَتّٰی یَضُرُّ بِهَا الْفَقْر

''دل کا غنا آدمی کو غنی بنا دیتا ہے حتیٰ کہ اسے بڑے مرتبے والا بنا دیتا ہے۔ اگرچہ یہ غنا اسے اتنا نقصان پہنچائے کہ فقر اسے ستانے لگے۔''

وَ مَا عُسْرَةٌ فَاصْبِرْ لَهَا اِنْ لَقِيْتَهَا
بِكَائِنَةٍ اِلَّا سيبعها يُسْر

''اگر تمہیں کوئی مشکل پیش آئے تو تم اس پر صبر کرو کیونکہ ہر مشکل کے بعد آسانی ضرور آتی ہے۔''

وَمَنْ لَّمْ يُقَاسِ الدَّهْرَ لَمْ يَعْرِفِ الْاَسٰى
وَفِيْ غَيْرِ الْاَيَّامِ مَا وَعَدَ الدَّهْر

''جو زمانہ کی سختیاں برداشت نہیں کرتا اسے کبھی غم خواری کے مزے کا پتہ نہیں چل سکتا۔ زمانے کے حوادث ہی پر اللہ نے سب کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے۔''

[كذا في الرياض النضرة في مناقب العشرة للمحب الطبري ۲: ۱۳۳]

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ سخت ہو گیا تو آپ نے لوگوں کی طرف جھانک کر فرمایا اے اللہ کے بندو! راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ رہے ہیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ باندھا ہوا ہے اپنی تلوار گلے میں ڈالی ہوئی ہے۔ ان سے آگے حضرات مہاجرین و انصار کی ایک جماعت ہے جن میں حضرت حسن اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی ہیں۔ ان حضرات نے باغیوں پر حملہ کر کے انہیں بھگا دیا اور پھر یہ سب حضرت عثمان بن عفان کے پاس ان کے گھر گئے تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا السلام علیکم یا امیر المؤمنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دین کی بلندی اور مضبوطی اس وقت حاصل ہوئی جب آپ نے ماننے والوں کو مارنا شروع کر دیا اور اللہ کی قسم! مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ یہ لوگ آپ کو قتل کر دیں گے۔ لہٰذا آپ ہمیں اجازت دیں تا کہ ہم ان سے جنگ کریں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''جو آدمی اپنے اوپر اللہ کا حق مانتا ہے اور اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ میرا اس پر حق

ہے اس کو میں قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ میری وجہ سے کسی کا ایک سینگی بھر بھی خون نہ بہائے اور نہ اپنا خون بہائے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بات دوبارہ عرض کی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وہی جواب دیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے سے نکلتے ہوئے یہ فرما رہے تھے 'اے اللہ! آپ جانتے ہیں کہ ہم نے اپنا سارا زور لگا لیا ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے اور نماز کا وقت ہو گیا۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابوالحسن! آگے بڑھیں اور نماز پڑھائیں۔ انہوں نے کہا امام کے گھر کا محاصرہ کیا ہوا ہے۔ میں اس حال میں تم لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکتا میں تو اکیلے نماز پڑھوں گا۔ چنانچہ وہ اکیلے نماز پڑھ کر اپنے گھر چلے گئے۔ پیچھے سے ان کے بیٹے نے آ کر خبر دی۔ اے ابا جان! اللہ کی قسم! وہ باغی لوگ ان کے گھر میں زبردستی گھس گئے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون اللہ کی قسم! وہ لوگ تو ان کو قتل کر دیں گے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوالحسن! شہید ہو کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے کہا جنت میں اللہ کا قرب خاص پائیں گے۔ پھر انہوں نے پوچھا اے ابوالحسن! یہ قاتل لوگ کہاں جائیں گے؟ انہوں نے تین دفعہ کہا اللہ کی قسم! دوزخ میں جائیں گے۔ [اخرجه ابو احمد كذافي الرياض النضرة في مناقب العشرة ۲:۱۲۸]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا باغیوں نے محاصرہ کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ اور ایک صاحب ان کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر گئے۔ دونوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حج کی اجازت مانگی۔ انہوں نے حج کی اجازت دے دی۔ ان دونوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اگر یہ باغی لوگ غالب آ گئے تو ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمانوں کی عام جماعت کا ساتھ دینا۔ انہوں نے پوچھا اگر غالب آ کر یہ باغی ہی مسلمانوں کی جماعت بنالیں تو پھر ہم کس کا ساتھ دیں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا مسلمانوں کی عام جماعت کا ہی ساتھ دینا وہ جماعت جن کی بھی ہو۔ راوی کہتے ہیں ہم باہر نکلنے لگے تو ہمیں گھر کے دروازے پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آتے ہوئے ملے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے تھے تو ہم ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں کہ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کر کے کہا اے امیر

المومنین! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے میرے بھتیجے! واپس چلے جاؤ اور اپنے گھر بیٹھ جاؤ۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ جو چاہتے ہیں اسے وجود میں لے آئیں۔“

چنانچہ حضرت حسن بھی اور ہم بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے باہر آ گئے تو ہمیں سامنے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آتے ہوئے ملے وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا رہے تھے تو ہم بھی ان کے ساتھ واپس ہو گئے کہ سنیں یہ کیا کہتے ہیں؟ چنانچہ انہوں نے جا کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا۔ پھر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور ان کی پوری طرح فرمانبرداری کی۔ پھر میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہا اور ان کی ہر بات مانتا رہا اور میں ان کا اپنے اوپر دوہرا حق سمجھتا تھا۔ ایک والد ہونے کی وجہ سے اور ایک خلیفہ ہونے کی وجہ سے اور اب میں آپ کا پوری طرح فرمانبردار ہوں آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ میں اسے انشاء اللہ ضرور کروں گا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے آل عمر! اللہ تعالیٰ تمہیں دوگنی جزائے خیر عطا فرمائے مجھے کسی کے خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے کسی کا خون بہانے کی کوئی ضرورت نہیں۔“

[اخرجه ابواحمد كذافي الرياض النضرة في مناقب العشره ۲:۱۶۹]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر میں محصور تھا۔ ہمارے ایک آدمی کو (باغیوں کی طرف سے) تیر مارا گیا۔ اس پر میں نے کہا اے امیر المومنین! چونکہ انہوں نے ہمارا ایک آدمی قتل کر دیا ہے اس لیے اب ان سے جنگ کرنا ہمارے لیے جائز ہو گیا ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

”اے ابوہریرہ! میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اپنی تلوار پھینک دو۔ وہ لوگ تو میری جان لینا چاہتے ہیں اس لیے میں اپنی جان دے کر دوسرے مسلمانوں کی جان بچانا چاہتا ہوں۔“

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس فرمان پر) میں نے اپنی تلوار پھینک دی اور اب تک مجھے خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟

[اخرجه ابو عمر كذافي الرياض النضرة في مناقب العشرة ۲:۱۲۹]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنے امیروں کو وصیت کرنا

حضرت مہاجر عامری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو ایک شہر کا گورنر بنا رکھا تھا۔ اسے یہ خط لکھا:

''اما بعد! تم اپنی رعایا سے زیادہ دیر غائب نہ رہو (جب کسی ضرورت کی وجہ سے ان سے الگ ہونا پڑے تو ان کے پاس جلدی واپس آ جاؤ) کیونکہ امیر کے رعایا سے الگ رہنے کی وجہ سے لوگ تنگ ہوں گے اور خود امیر کو لوگوں کے حالات تھوڑے معلوم ہو سکیں گے بلکہ جن سے الگ رہے گا۔ ان کے حالات بالکل معلوم نہ ہو سکیں گے (جب امیر لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھے گا بلکہ الگ رہے گا تو اسے سنی سنائی باتوں پر ہی کام چلانا پڑے گا اس طرح سارا دارومدار سنانے والوں پر آ جائے گا اور سنانے والوں میں غلط لوگ بھی ہو سکتے ہیں جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ) پھر اس کے سامنے بڑی چیز کو چھوٹا اور چھوٹی چیز کو بڑا اور اچھی چیز کو برا اور بری چیز کو اچھا بنا کر پیش کیا جائے گا اور یوں حق باطل کے ساتھ خلط ملط ہو جائے گا اور امیر بھی انسان ہی ہے۔ لوگ اس سے چھپ کر جو کام کر رہے ہیں وہ ان کو نہیں جانتا ہے اور انسان کی ہر بات پر ایسی نشانیاں نہیں پائی جاتی ہیں جن سے پتہ چل سکے کہ اس کی یہ بات سچی ہے یا جھوٹی۔ لہٰذا اب اس کا حل یہی ہے کہ امیر اپنے لوگوں کی آمد و رفت کو آسان اور عام رکھے (جب لوگ اس کے پاس زیادہ آئیں گے تو اسے حالات زیادہ معلوم ہو سکیں گے اور پھر یہ فیصلہ صحیح کر سکیں گے) اور اس طرح یہ امیر ہر ایک کو اس کا حق دے سکے گا اور ایک کا حق دوسرے کو دینے سے محفوظ رہے گا لہٰذا تم ان دو قسم کے آدمیوں میں سے ایک قسم کے ضرور ہو گے۔ یا تو تم سخی آدمی ہو گے اور حق میں خرچ کرنے میں تمہارا ہاتھ بہت کھلا ہو گا اگر تم ایسے ہو اور تم نے لوگوں کو دینا ہی ہے اور ان سے اچھے اخلاق سے پیش آنا ہی ہے تو پھر تمہیں لوگوں سے الگ رہنے کی کیا ضرورت؟ اور اگر تم کنجوس ہو۔ اپنا سب کچھ روک کر رکھنے کی طبیعت رکھتے ہو تو پھر تو لوگ چند دن تمہارے پاس آئیں گے اور جب انہیں تم سے کچھ ملے گا نہیں تو وہ خود ہی مایوس ہو کر تمہارے پاس

آنا چھوڑ دیں گے۔ اس صورت میں بھی تمہیں ان سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے اور ویسے بھی لوگ تمہارے پاس اپنی ضرورتیں ہی لے کر آتے ہیں کہ یا تو کسی ظالم کی شکایت کریں گے یا تم سے انصاف کے طالب ہوں گے اور یہ ضرورتیں ایسی ہیں کہ ان کے پورا کرنے میں تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا (لہٰذا لوگوں سے الگ رہنے کی ضرورت نہیں ہے) اس لیے میں نے جو کچھ لکھا ہے اس پر عمل کر کے اس سے فائدہ اٹھاؤ اور میں تمہیں صرف وہی باتیں لکھ رہا ہوں جن میں تمہارا فائدہ ہے اور جن سے تمہیں ہدایت ملے گی انشاء اللہ۔"

[اخرجه الدینوری وابن عساکر کذافی منتخب الکنز ۵:۵۸]

حضرت مدائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک امیر کو خط لکھا:

"ٹھہرو اور یوں سمجھو کہ تم زندگی کے آخری کنارے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہاری موت کا وقت آ گیا ہے اور تمہارے اعمال تمہارے سامنے اس جگہ پیش کئے جا رہے ہیں جہاں دنیا کے دھوکے میں پڑا ہوا ہائے حسرت پکارے گا اور زندگی ضائع کرنے والا تمنا کرے گا کہ کاش میں توبہ کر لیتا اور ظالم تمنا کرے گا کہ اسے (ایک دفعہ پھر دنیا میں) واپس بھیج دیا جائے (تا کہ وہ نیک عمل کر کے آئے) اور یہ جگہ میدان حشر ہے۔"

[اخرجه الدینوری وابن عساکر کذافی منتخب الکنز ۵:۵۸]

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا شہر کا گورنر بنایا اور وہاں کے مقامی لوگ جو کہ ذمی تھے وہ میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا:

"عراق کے دیہاتی لوگ دھوکہ باز ہوتے ہیں خیال رکھنا کہیں تمہیں دھوکہ نہ دے دیں۔ لہٰذا ان کے ذمہ جو حق ہے وہ ان سے پورا وصول کرنا۔"

پھر مجھ سے فرمایا شام کو میرے پاس آنا۔ چنانچہ جب میں شام کو خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے فرمایا:

"میں نے صبح تم کو جو کہا تھا وہ ان لوگوں کو سنانے کے لیے کہا تھا۔ رقم کی وصولی کے لیے ان میں سے کسی کو کوڑا نہ مارنا اور نہ (دھوپ میں) کھڑا کرنا اور ان سے (شرعی حق

کے بغیر اپنے لئے) بکری اور گائے نہ لینا۔ ہمیں تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے عفو لیں اور جانتے ہو کہ عفو کسے کہتے ہیں؟ جسے وہ آسانی سے دے سکیں (اور وہ اس کی ضرورت سے زائد ہو)'' [اخرجہ ابن زنجویہ کذا فی الکنز ۳:۱۶۶]

اور بیہقی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ ان کا غلہ اور گرمی سردی کے کپڑے اور ان کے کھیتی اور بار برداری کے کام آنے والے جانور نہ بیچنا اور پیسوں کی وصولی کے لیے کسی کو (دھوپ میں) کھڑا نہ کرنا۔ اس امیر نے کہا پھر تو میں جیسا آپ کے پاس جا رہا ہوں ایسا ہی خالی ہاتھ واپس آ جاؤں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا (کوئی بات نہیں) چاہے تم جیسے جا رہے ہو ویسے ہی واپس آ جاؤ۔ تیرا ناس ہو! ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے کہ ہم ان سے ضرورت سے زائد مال ہی لیں۔ [اخرجہ البیہقی ۹:۲۰۵]

رعایا کا اپنے امام کو نصیحت کرنا

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں۔ انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر! میں آپ کو کچھ وصیت کرنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں ضرور وصیت کرو (امیر کو غلطی پر متنبہ نہ کرنا خیانت ہے اور بھرے مجمع میں متنبہ کرنا گستاخی ہے اور تنہائی میں متوجہ کرنا نصیحت ہے)

''میں آپ کو یہ وصیت کرتا ہوں کہ آپ لوگوں کے بارے میں اللہ سے ڈریں اور اللہ کے بارے میں لوگوں سے نہ ڈریں اور آپ کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہونا چاہیے کیونکہ بہترین قول وہ ہے جس کی تصدیق عمل کرے۔ ایک ہی معاملہ میں دو متضاد فیصلے نہ کرنا ورنہ آپ کے کام میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور آپ کو حق سے ہٹنا پڑے گا۔ دلیل والے پہلو کو اختیار کریں اس طرح آپ کو کامیابی حاصل ہو گی اور اللہ آپ کی مدد کرے گا اور آپ کے ہاتھوں آپ کی رعایا کی اصلاح کرے گا اور دور و نزدیک کے جن مسلمانوں کا اللہ نے آپ کو ذمہ دار بنایا ہے ان کی طرف اپنی توجہ پوری رکھیں اور ان کے فیصلے خود کریں اور جو کچھ اپنے لیے اور اپنے گھر والوں کے لیے ناپسند سمجھتے ہیں وہ ان کے لیے ناپسند سمجھیں اور حق تک پہنچنے کے لیے مشکلات میں

گھس جائیں (اوران سے نہ گھبرائیں) اور اللہ کے بارے میں کسی ملامت سے نہ ڈریں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کام کون کر سکتا ہے؟ حضرت سعید نے کہا آپ جیسے کر سکتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا ذمہ دار بنایا ہے اور (وہ ایسے بہادر ہیں کہ) ان کے اور اللہ کے درمیان کوئی حائل نہ ہو سکا۔

[اخرجه ابن سعد و ابن عساکر كذافي منتخب الكنز ۴: ۳۹۰]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک وفد کے آنے پر لوگوں کو جمع فرمانا چاہا تو اپنے اجازت دینے والے حضرت ابن ارقم رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو خاص طور سے دیکھو اور انہیں دوسرے لوگوں سے پہلے اندر آنے کی اجازت دو۔ پھر ان کے بعد والے لوگوں (یعنی حضرات تابعین) کو اجازت دو۔ چنانچہ یہ حضرات اندر آئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے صفیں بنالیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کو دیکھا تو انہیں ایک صاحب بھاری بھرکم نظر آئے جنہوں نے منقش چادریں اوڑھی ہوئی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے تین مرتبہ کہا تم مجھے کچھ بات کہو۔ انہوں نے بھی تین مرتبہ یہ کہا نہیں' آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (کچھ ناگواری کا اظہار فرماتے ہوئے) فرمایا اوہو' آپ کھڑے ہو جائیں چنانچہ وہ کھڑے ہو کر چلے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ ان حاضرین پر نظر ڈالی تو انہیں ایک اشعری نظر آئے جن کا رنگ سفید' جسم ہلکا' قد چھوٹا اور حال کمزور تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف اشارہ کیا جس پر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا۔ آپ مجھ سے کچھ بات کریں۔ اس اشعری نے کہا نہیں' آپ کچھ فرمائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کچھ بات کریں۔ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ پہلے کچھ بات شروع کریں۔ بعد میں ہم بھی کچھ کہہ لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اوہو' آپ بھی کھڑے ہو جائیں (میں تو بکریاں چرانے والا انسان ہوں) بکریاں چرانے والے (کی بات) سے آپ کو کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ (چنانچہ وہ چلے گئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر نظر ڈالی تو انہیں ایک سفید اور ہلکے جسم والا آدمی نظر آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اشارہ سے بلایا۔ وہ آگئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

ان سے کہا آپ مجھے کچھ کہیں۔ انہوں نے فوراً کھڑے ہو کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی اور خوب اللہ سے ڈرایا اور پھر کہا:

''آپ کو اس اُمت کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ لہٰذا آپ کو اس اُمت کے جن امور کا ذمہ دار بنایا گیا ہے ان میں اور اپنی رعایا کے بارے میں خصوصاً اپنی ذات کے بارے میں اللہ سے ڈریں کیونکہ (قیامت کے دن) آپ سے (ان سب کا) حساب لیا جائے گا اور آپ سے پوچھا جائے گا اور آپ کو امین بنایا گیا ہے لہٰذا آپ پر یہ لازم ہے کہ آپ امانت کی اس ذمہ داری کو پورے اہتمام سے ادا کریں اور آپ کے اعمال کے مطابق (اللہ کی طرف سے) اجر دیا جائے گا۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب سے میں خلیفہ بنا ہوں۔ تمہارے علاوہ کسی نے مجھے ایسی صاف اور صحیح بات نہیں کہی ہے تم کون ہو؟ انہوں نے کہا میں ربیع بن زیاد ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت مہاجر بن زیاد کے بھائی؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور حضرت (ابوموسیٰ) اشعری رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا اور ان سے فرمایا کہ ربیع بن زیاد کو اہتمام سے دیکھنا اگر یہ اپنی بات میں سچا نکلا (اس پر خود بھی عمل کیا) تو وہ اس امارت کی ذمہ داریوں میں تمہاری خوب مدد کرے گا اس لیے انہیں (بوقت ضرورت کسی جماعت کا) امیر بنا دینا۔ پھر ہر دس دن کے بعد ان کے کام کی دیکھ بھال کرتے رہنا اور ان کے کام کرنے کے طریقے کو مجھے اس تفصیل سے لکھنا کہ مجھے یوں لگے کہ جیسے میں نے خود ان کو امیر بنایا ہو۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نصیحت کی تھی اور فرمایا تھا:

''مجھے اپنے بعد تم پر سب سے زیادہ خوف اس منافق کا ہے جو باتیں کرنے کا خوب ماہر ہو (یعنی دل تو کھوٹا ہو لیکن زبان سے بڑی اچھی باتیں بناتا ہو)''

[اخرجه ابن راهويه والحارث و مسدد و ابويعلى و صحيح كذا فى كنز العمال ۷:۳۶]

حضرت محمد بن سوقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت نعیم بن ابی ہند رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک پرچہ مجھے نکال کر دیا جس میں یہ لکھا ہوا تھا:

''ابوعبیدہ بن جراح اور معاذ بن جبل کی طرف سے عمر بن خطاب کے نام سلام علیک!

اما بعد! ہم تو شروع سے ہی آپ کو دیکھ رہے ہیں کہ آپ کو اپنے نفس کی اصلاح کا بہت

اہتمام ہے اور اب تو آپ پر کالے اور گورے یعنی عرب و عجم تمام افراد امت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ آپ کی مجلس میں بڑے مرتبہ والے اور کم مرتبہ والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کو عدل میں اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ اے عمر! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ ہم آپ کو اس دن سے ڈراتے ہیں جس دن تمام چہرے جھکے ہوئے ہوں گے اور دل (خوف کے مارے) خشک ہو جائیں گے اور اس بادشاہ کی دلیل کے سامنے تمام (انسانوں کی) دلیلیں فیل ہو جائیں گی جو اپنی کبریائی کی وجہ سے ان پر غالب اور زور آور ہوگا اور ساری مخلوق اس کے سامنے ذلیل ہوگی۔ سب اس کی رحمت کی امید کر رہے ہوں گے اور اس کی سزا سے ڈر رہے ہوں گے۔ ہم آپس میں یہ حدیث بیان کیا کرتے تھے کہ اس امت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن۔ ہم اس بات سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا آپ اس کے علاوہ کچھ اور سمجھیں کیونکہ ہم نے یہ خط صرف آپ کی خیر خواہی کے جذبہ سے لکھا ہے۔ والسلام علیک۔"

جواب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو یہ خط لکھا:

"عمر بن خطاب کی طرف سے ابو عبیدہ اور معاذ کے نام سلام علیکما! امابعد! مجھے آپ دونوں کا خط ملا جس میں آپ نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے شروع سے دیکھ رہے ہیں کہ مجھے اپنے نفس کی اصلاح کا بہت اہتمام ہے اور اب مجھ پر کالے اور گورے یعنی عرب و عجم تمام افراد اُمت کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے۔ میری مجلس میں بڑے مرتبے والے اور کم مرتبے والے دوست دشمن ہر طرح کے لوگ آتے ہیں ان میں سے ہر ایک کو عدل میں اس کا حصہ ملنا چاہئے۔ آپ دونوں نے یہ بھی لکھا کہ اے عمر! آپ دیکھ لیں کہ آپ ان کے ساتھ کیسے چل رہے ہیں؟ اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ عزوجل کی مدد سے ہی عمر صحیح چل سکتا اور غلطی سے بچ سکتا ہے اور آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس دن سے ڈرا رہے ہیں جس دن سے ہم سے پہلے کی تمام امتیں ڈرائی گئی ہیں اور بہت پہلے سے یہ بات چلی آ رہی ہے کہ دن رات کا بدلتے رہنا اور دن رات میں وقت مقرر کے آنے پر لوگوں کا دنیا سے جاتے رہنا ہر دور کو نزدیک کر رہا ہے اور ہر نئے کو پرانا

کر رہا ہے اور ہر وعدہ کو لا رہا ہے۔ اور یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا یہاں تک کہ سارے لوگ جنت اور دوزخ میں اپنی اپنی جگہ پہنچ جائیں گے۔ آپ دونوں نے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے ڈرا رہے ہیں کہ اس امت کا آخر زمانہ میں اتنا برا حال ہو جائے گا کہ لوگ اوپر سے دوست ہوں گے اور اندر سے دشمن لیکن نہ تو آپ ان برے لوگوں میں سے ہیں اور نہ یہ وہ برا زمانہ ہے اور یہ تو اس زمانہ میں ہوگا جس میں لوگوں میں شوق اور خوف تو خوب ہوگا لیکن ایک دوسرے سے ملنے کا شوق صرف دنیاوی اغراض کی وجہ سے ہوگا آپ دونوں نے مجھے لکھا کہ آپ دونوں مجھے اس بات سے اللہ کی پناہ میں دیتے ہیں کہ آپ دونوں نے مجھے یہ خط جس دلی ہمدردی کے ساتھ لکھا ہے میں اس کے علاوہ کچھ اور سمجھوں اور یہ کہ آپ دونوں نے یہ بات ٹھیک لکھی ہے۔ لہٰذا مجھے خط لکھنا نہ چھوڑیں کیونکہ میں آپ دونوں (کی نصیحتوں) کا محتاج ہوں آپ لوگوں سے مستغنی نہیں ہو سکتا والسلام علیکما''۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ١:٢٣٨' واخرجه ايضًا ابن ابى شيبة و هناد بمثله كما فى الكنز ٨:٢٠٩' والطبرانى كما فى المجمع ٥:٢١٤' وقال ورجاله ثقات الى هذا الصحيفة]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا وصیت کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اردن میں طاعون میں مبتلا ہوئے تو جتنے مسلمان وہاں تھے ان کو بلا کر ان سے فرمایا:

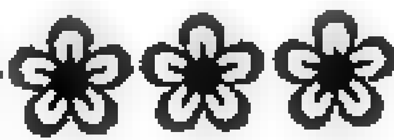
''میں تمہیں ایک وصیت کر رہا ہوں اگر تم نے اسے مان لیا تو ہمیشہ خیر پر رہو گے اور وہ یہ ہے کہ نماز قائم کرو' ماہ رمضان کے روزے رکھو' زکوٰۃ ادا کرو' حج وعمرہ کرو' ماہ رمضان کے روزے رکھو' زکوٰۃ ادا کرو' حج وعمرہ کرو' آپس میں ایک دوسرے کو (نیکی کی) تاکید کرتے رہو اور اپنے امیروں کے ساتھ خیر خواہی کرو اور ان کو دھوکہ مت دو اور دنیا تمہیں (آخرت سے) غافل نہ کرنے پائے کیونکہ اگر انسان کی عمر ہزار سال بھی ہو جائے تو بھی اسے (ایک نہ ایک دن) اس ٹھکانے یعنی موت کی طرف آنا پڑے گا۔ جسے تم دیکھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تمام بنی آدم کے لیے مرنا طے کر دیا۔ لہٰذا وہ سب ضرور مریں گے اور بنی آدم میں سب سے زیادہ سمجھدار وہ ہے جو اپنے رب کی سب

سے زیادہ اطاعت کرے اور اپنی آخرت کے لیے سب سے زیادہ عمل کرے۔
والسلام علیک ورحمۃ اللہ! معاذ بن جبلؓ! آپ لوگوں کو (میری جگہ) نماز پڑھاؤ۔"

اس کے بعد حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر یہ بیان کیا:

"اے لوگو! تم اللہ کے آگے اپنے گناہوں سے توبہ کرو کیونکہ جو بندہ بھی اپنے گناہوں سے توبہ کر کے (قیامت کے دن) اللہ سے ملے گا تو اللہ کے ذمہ اس کا حق ہو گا کہ اس کی مغفرت فرما دیں اور جس کے ذمہ قرض ہے اسے چاہئے کہ وہ اپنا قرضہ ادا کرے کیونکہ بندہ اپنے قرضہ کی وجہ سے بندھا رہے گا۔ (جب تک اسے ادا نہیں کرے گا اللہ کے ہاں اسے چھوٹ نہیں ملے گی) اور جس کسی نے اپنے (مسلمان) بھائی سے قطع تعلق کر رکھا ہو اسے چاہئے کہ وہ اس سے مل کر صلح کر لے۔ اے مسلمانو! تمہیں ایک ایسے آدمی کی موت کا صدمہ پہنچا ہے جس کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ ان سے زیادہ نیک دل ان سے زیادہ شر و فساد سے دور رہنے والا ان سے زیادہ عوام سے محبت کرنے والا اور ان سے زیادہ خیر خواہی کرنے والا میں نے کوئی نہیں دیکھا لہٰذا ان کے لیے نزول رحمت کی دعا کرو اور ان کی نماز جنازہ میں شرکت کرو۔"

[کذا فی الریاض النضرۃ فی مناقب العشرہ للمحب الطبری ۱: ۳۱۷]



حضرات خلفاء وامراء کی طرز زندگی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرز زندگی

حضرت ابن عمرؓ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن مسیب وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم سے مروی ہے لیکن ان کی حدیثیں آپس میں مل گئی ہیں۔ بہر حال یہ حضرات فرماتے ہیں ہجرت کے گیارہویں سال ۱۲ اربیع الاول کو پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔ اسی دن لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت ہوئے۔ آپ کا قیام اپنی بیوی حضرت حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زہیر کے ہاں سُنح محلّہ میں تھا جو کہ قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں سے تھیں۔ اپنے لیے بالوں کا ایک خیمہ ڈال رکھا تھا۔ اس میں انہوں نے کوئی اضافہ نہیں کیا یہاں تک کہ اپنے مدینہ والے گھر منتقل ہوگئے۔ بیعت کے بعد چھ ماہ تک سنح ہی ٹھہرے رہے۔ اکثر صبح پیدل مدینہ منورہ جاتے۔ کبھی اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جاتے اور ان کے جسم پر ایک لنگی اور گیروے رنگ سے رنگی ہوئی ایک چادر ہوتی۔ چنانچہ مدینہ آتے اور لوگوں کو نمازیں پڑھاتے۔ جب عشاء کی نماز پڑھا لیتے تو سنح اپنے گھر والوں کے پاس واپس آتے۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خود (مدینہ میں) ہوتے تو خود لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ جب خود نہ ہوتے تو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نماز پڑھاتے۔ جمعہ کے دن' دن کے شروع میں سنح ہی رہتے۔ اپنے سر اور داڑھی پر مہندی لگاتے۔ پھر جمعہ کے وقت تشریف لے جاتے اور لوگوں کو جمعہ پڑھاتے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تاجر آدمی تھے' روزانہ صبح بازار جا کر خرید وفروخت کرتے۔ ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی ان کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا۔ اپنے محلّہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے۔ جب یہ خلیفہ بنے تو محلّہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا نہیں۔ میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لیے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلّہ والوں کا دودھ نکالا کرتے اور بعض دفعہ از راہ مذاق محلّہ کی لڑکی

سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے۔ کبھی وہ کہتی جھاگ والا اور کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہرحال جیسے وہ کہتی ویسے یہ کرتے۔ چنانچہ سخ محلہ میں چھ ماہ ایسے ہی ٹھہرے رہے پھر مدینہ آگئے اور وہاں مستقل قیام کر لیا۔ پھر اپنی خلافت کے بارے میں غور کیا تو فرمایا اللہ کی قسم! تجارت میں لگے رہنے سے تو لوگوں کے کام ٹھیک طرح سے نہیں ہو سکیں گے۔ ان کے کام تو تب ہی ٹھیک ہو سکیں گے جب کہ میں تجارت سے فارغ ہو کر مسلمانوں کے کام میں پورے طور سے لگ جاؤں اور ان کی دیکھ بھال کروں لیکن میرے اہل و عیال کے لیے گزارہ کے قابل خرچہ ہونا بھی ضروری ہے۔ یہ سوچ کر انہوں نے تجارت چھوڑ دی اور مسلمانوں کے بیت المال میں سے روزانہ اتنا وظیفہ لینے لگے جس سے ان کا اور ان کے اہل و عیال کا ایک دن کا گزارہ ہو جائے اور اس وظیفہ سے حج اور عمرہ بھی کر سکیں۔ چنانچہ شوریٰ والوں نے ان کی ان تمام ضرورتوں کے لیے سالانہ چھ ہزار درہم مقرر کیے۔ جب ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو فرمایا ہمارے پاس مسلمانوں کے بیت المال میں سے جو کچھ (بچا ہوا) ہے وہ واپس کر دو کیونکہ میں اس مال سے فائدہ اٹھانا نہیں چاہتا اور میں مسلمانوں کا جتنا مال استعمال کر چکا ہوں اس کے بدلہ میں میں نے اپنی فلاں علاقے والی زمین مسلمانوں (کے بیت المال) کو دے دی۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد وہ زمین اور ایک دودھ والی اونٹنی اور تلواروں کو تیز کرنے والا غلام اور ایک چادر جس کی قیمت پانچ درہم تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ سب چیزیں دی گئیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال گئے (کہ ان کی طرح کون کر سکے گا کہ ساری زندگی اپنا سارا مال اور ساری جان اسلام پر لگا دی اور جب مجبوری میں لینا پڑا تو کم سے کم لیا اور دنیا سے جاتے وقت وہ بھی واپس کر گئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ۱۱ھ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ پھر رجب ۱۲ھ میں خود عمرے کے لیے تشریف لے گئے۔ چاشت کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور اپنے گھر تشریف لے گئے (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے والد) حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کچھ نوجوان بیٹھے ہوئے تھے جن سے وہ باتیں کر رہے تھے کسی نے ان کو بتایا کہ یہ آپ کے بیٹے آگئے ہیں تو وہ کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اونٹنی بٹھائے بغیر جلدی سے اونٹنی سے نیچے اتر گئے اور کہنے لگے اے ابا جان! آپ کھڑے نہ ہوں۔ پھر ان سے مل کر ان سے چمٹ گئے اور ان کی پیشانی کا

بوسہ لیا اور بڑے میاں یعنی حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے آنے کی خوشی میں رو پڑے۔ مکہ کے ذمہ دار اور سردار حضرت عتاب بن اسید، حضرت سہیل بن عمرو، حضرت عکرمہ بن ابی جہل، حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ عنہم ملنے آئے اور انہوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا اور یوں کہا سلام علیک اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! اور سب نے ان سے مصافحہ کیا۔ پھر جب انہوں نے حضور ﷺ کا تذکرہ شروع کیا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر ان سب نے حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ حضرت ابو قحافہ رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر) کہا اے عتیق! یہ لوگ مکہ کے سردار ہیں ان کے ساتھ حسن سلوک سے رہنا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابا جان! اللہ کی مدد سے ہی انسان نیکی کر سکتا ہے اور برائی سے بچ سکتا ہے اور مجھ پر (خلافت کے) بہت بڑے کام کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے جسے ادا کرنے کی مجھ میں بالکل طاقت نہیں ہے۔ ہاں اللہ مدد فرمائے تو پھر یہ ذمہ داری ادا ہو سکتی ہے۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ گھر گئے اور غسل کیا اور باہر آئے۔ آپ کے ساتھی آپ کے پیچھے چلنے لگے۔ آپ نے ان کو ہٹا دیا اور فرمایا آرام سے چلو (میرے پیچھے بھیڑ کرنے کی ضرورت نہیں ہے) راستہ میں لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ملتے ان کے ساتھ چلتے اور ان سے حضور ﷺ کی تعزیت کرتے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ روتے جا رہے تھے یہاں تک کہ بیت اللہ تک پہنچ گئے۔ پھر آپ نے طواف کے لیے اضطباع کیا (یعنی دائیں کندھے کے نیچے سے احرام کی چادر نکال کر اس کے دونوں کنارے بائیں کندھے پر ڈال دیئے) پھر حجر اسود کا بوسہ لے کر سات چکر لگائے پھر دو رکعت نماز پڑھی پھر اپنے گھر واپس آ گئے۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو گھر سے باہر آئے اور بیت اللہ کا طواف کیا پھر دار الندوہ کے قریب بیٹھ گئے اور فرمایا کوئی آدمی ایسا ہے جو کسی ظلم کی شکایت لایا ہو یا کسی حق کا مطالبہ کر رہا ہو؟ اس پر کوئی نہ آیا تو لوگوں نے اپنے امیر (حضرت عتاب بن اسید) کی تعریف کی۔ پھر عصر کی نماز پڑھائی اور بیٹھ گئے۔ ۱۲ھ میں لوگوں کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خود حج کیا اور صرف حج کا احرام باندھا جسے افراد کہا جاتا ہے اور مدینہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا۔ [اخرجه ابن سعد ۳:۱۳۱ قال ابن كثير هذا سياق حسن وله شواهد من وجوه اخرو مثل هذا تقبله النفوس و تلقاه بالقبول]

حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمیر بن سعد انصاری رضی اللہ عنہ کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ یہ وہاں ایک سال رہے لیکن اس عرصہ میں ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کاتب سے فرمایا۔ عمیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھو۔ اللہ کی قسم! میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے ہم سے خیانت کی ہے۔ (خط کا مضمون یہ تھا)

''جونہی میرا یہ خط تمہیں ملے میرے پاس آ جاؤ اور میرا خط پڑھتے ہی تم وہ سارا مال ساتھ لے کر آؤ جو تم نے مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے جمع کر رکھا ہے۔''

(خط پڑھتے ہی حضرت عمیر رضی اللہ عنہ چل پڑے اور) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنا چمڑے کا تھیلا لیا اور اس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھا اور اپنا چمڑے کا لوٹا (غالباً تھیلے سے باندھ کر) لٹکا لیا اور اپنی لاٹھی لی اور حمص سے پیدل چل کر مدینہ منورہ پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو رنگ بدلا ہوا تھا' چہرہ غبار آلود تھا اور بال لمبے ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے اور کہا السلام علیکم یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کا کیا حال ہے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ میرا حال دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ نہیں دیکھ رہے ہیں کہ میں صحت مند پاک خون والا ہوں اور میرے ساتھ دنیا ہے جس کی باگ پکڑ کر میں اسے کھینچ کر لایا ہوں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ساتھ میرا تھیلا ہے جس میں اپنا توشہ اور پیالہ رکھتا ہوں۔ پیالہ میں کھا بھی لیتا ہوں اور اسی میں اپنا سر اور اپنے کپڑے دھو لیتا ہوں اور ایک لوٹا ہے جس میں وضو اور پینے کا پانی رکھتا ہوں اور میری ایک لاٹھی ہے جس پر میں ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن سامنے آ جائے تو اسی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! دنیا میرے اس سامان کے پیچھے ہے (یعنی میری ساری ضروریات اسی سامان سے پوری ہو جاتی ہیں) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم وہاں سے پیدل چل کر آئے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تمہارا وہاں (تعلق والا) کوئی آدمی ایسا نہیں تھا جو تمہیں سواری کے لیے کوئی جانور دے دیتا؟ انہوں نے کہا وہاں والوں نے مجھے سواری دی نہیں اور میں نے ان سے مانگی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ برے مسلمان ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو (کہ انہوں نے اپنے گورنر کا ذرا خیال نہیں کیا) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! آپ اللہ سے ڈریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیبت سے منع کیا ہے اور میں نے ان کو دیکھا ہے کہ وہ

صبح کی نماز پڑھ رہے تھے (اور جو صبح کی نماز پڑھ لے وہ اللہ کی ذمہ داری میں آجاتا ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تمہیں کہاں بھیجا تھا؟ اور طبرانی کی روایت میں یوں ہے میں نے تم کو جس چیز کی وصولی کے لیے بھیجا تھا وہ کہاں ہے؟ اور وہاں تم نے کیا کیا؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! آپ کیا پوچھ رہے ہیں (میں سمجھ نہیں سکا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (تعجب سے) کہا سبحان اللہ! (سوال تو بالکل واضح ہے) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہ ڈر نہ ہوتا کہ نہ بتانے سے آپ غمگین ہو جائیں گے تو میں آپ کو نہ بتاتا آپ نے مجھ کو وہاں بھیجا وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے نیک لوگوں کو جمع کیا اور مسلمانوں سے مال غنیمت جمع کرنے کا ان کو ذمہ دار بنا دیا۔ جب وہ جمع کر کے لے آئے تو میں نے وہ سارا مال صحیح مصرف پر خرچ کر دیا اگر اس میں شرعاً آپ کا حصہ بھی ہوتا تو میں وہ آپ کے پاس ضرور لے آتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو کیا تم ہمارے پاس کچھ نہیں لائے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (یہ تو بہت اچھے گورنر ہیں کچھ لے کر نہیں آئے ہیں) عمیر رضی اللہ عنہ کے لیے (گورنر حمص کا) عہد نامہ پھر لکھ دو۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اب میں نہ آپ کی طرف سے گورنر بننے کے لیے تیار ہوں اور نہ آپ کے بعد کسی اور کی طرف سے۔ کیونکہ اللہ کی قسم! میں (اس گورنری میں) خرابی سے بچ نہ سکا۔ میں نے ایک نصرانی سے (امارت کے زعم میں) کہا تھا۔ اے فلانے! اللہ تجھے رسوا کرے (اور ذمی کو تکلیف پہنچانا برا کام ہے) اے عمر! آپ نے مجھے گورنر بنا کر ایسی خرابیوں میں مبتلا ہونے کے خطرہ میں ڈال دیا ہے۔ اے عمر! میری زندگی کے سب سے برے دن وہ ہیں جن میں میں آپ کے ساتھ پیچھے رہ گیا (اور دنیا سے چلا نہیں گیا) پھر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کو اجازت دے دی۔ وہ اپنے گھر واپس آ گئے۔ ان کا گھر مدینہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب حضرت عمیر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا تو یہی خیال ہے کہ عمیر رضی اللہ عنہ نے ہم سے خیانت کی ہے (یہ حمص سے ضرور مال لے کر آئے ہیں جسے اپنے ساتھ میرے پاس نہیں لائے بلکہ سیدھے اپنے گھر بھیج دیا ہے) حارث نامی ایک آدمی کو سو دینار دے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دینار لے جاؤ۔ جا کر عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں اجنبی مہمان بن کر ٹھہرو۔ اگر ان کے گھر میں فراوانی دیکھو تو ایسے ہی میرے پاس واپس آجاؤ اور اگر تنگی کی سخت حالت دیکھو تو انہیں یہ سو دینار دے دینا۔ حضرت حارث گئے وہاں جا کر دیکھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ دیوار کے ساتھ ایک کونے

میں بیٹھے اپنی قمیص سے جوئیں نکال رہے ہیں۔ انہوں نے جا کر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو سلام کیا۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے (سلام کا جواب دیا اور) کہا اللہ آپ پر رحم کرے۔ آ جاؤ ہمارے مہمان بن جاؤ۔ چنانچہ وہ سواری سے اتر کر ان کے ہاں ٹھہر گئے۔ پھر حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہو؟ انہوں نے کہا مدینہ سے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا آپ نے امیر المؤمنین کو کس حال میں چھوڑا۔ انہوں نے کہا اچھے حال میں تھے۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا امیر المؤمنین شرعی حدود قائم نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا کرتے ہیں۔ ان کے بیٹے سے ایک گناہ کبیرہ ہو گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس پر حد شرعی قائم کی تھی اور اسے کوڑے لگائے تھے جس سے اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس واقعہ کے ایک ماہ بعد طبعی موت سے ان کا انتقال ہوا) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! عمر رضی اللہ عنہ کی مدد فرما۔ جہاں تک میں جانتا ہوں وہ آپ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں تین دن مہمان رہے۔ ان کے ہاں صرف جو کی ایک روٹی ہوتی تھی جسے وہ حضرت حارث کو کھلا دیا کرتے اور خود بھوکے رہتے۔ آخر جب فاقہ بہت زیادہ ہو گیا تو انہوں نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے کہا تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو فاقہ پر فاقے آ گئے اگر تم مناسب سمجھو تو کہیں اور چلے جاؤ۔ اس پر حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے وہ دینار نکال کر ان کو دیئے اور کہا امیر المؤمنین نے یہ دینار آپ کے لیے بھیجے ہیں آپ انہیں اپنے کام میں لائیں۔ بس دینار دیکھتے ہی ان کی چیخ نکل گئی اور انہوں نے کہا مجھے ان کی کوئی ضرورت نہیں ہے انہیں واپس لے جاؤ۔ ان کی بیوی نے کہا واپس نہ کرو لے لو۔ آپ کو ضرورت پڑ گئی تو اس میں خرچ کر لینا ورنہ مناسب جگہ خرچ کر دینا (ضرورتمندوں کو دے دینا) حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس میں میں ان کو رکھ لوں۔ اس پر ان کی بیوی نے اپنی قمیص کے نیچے کا دامن پھاڑ کر انہیں ایک ٹکڑا دیا جس میں انہوں نے وہ دینار رکھ لیے اور فوراً گھر سے باہر گئے اور شہداء اور فقراء میں سب تقسیم کر دیئے اور گھر واپس آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قاصد یعنی حضرت حارث رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی ان دیناروں میں سے کچھ دیں گے (لیکن ان کو کچھ نہ دیا) اور ان سے کہا امیر المؤمنین کو میرا سلام کہنا۔ چنانچہ حضرت حارث حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس واپس آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے بڑا سخت حال

دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا انہوں نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ حضرت حارث رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے پتہ نہیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ جونہی تمہیں میرا یہ خط ملے ملتے ہی خط رکھنے سے پہلے ہی میری طرف چلے آؤ۔ چنانچہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ان دیناروں کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا میں نے جو مرضی آئی کیا۔ آپ ان دیناروں کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ تم مجھے ضرور بتاؤ کہ تم نے ان کا کیا کیا ہے؟ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان کو اپنے لیے اگلے جہان میں بھیج دیا (یعنی ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ آپ پر رحم فرمائے اور حکم دیا کہ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو ایک وسق (یعنی پانچ من دس سیر) غلہ اور دو کپڑے دیئے جائیں۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے کہا غلہ کی مجھے ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں گھر میں دو صاع (یعنی سات سیر) جو چھوڑ کر آیا ہوں اور ان دو صاع کے کھانے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ اور رزق پہنچا دیں گے۔ چنانچہ غلہ تو لیا نہیں۔ البتہ دونوں کپڑے لے لیے اور یوں کہا فلانی ام فلاں کے پاس کپڑے نہیں ہیں (اسے دے دوں گا) اور اپنے گھر واپس آ گئے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کے انتقال کی خبر ملی تو ان کو بہت رنج و صدمہ ہوا اور ان کے لیے خوب دعائے رحمت و مغفرت کی۔ پھر (ان کو دفن کرنے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ پیدل (مدینہ کے قبرستان) جنت البقیع گئے اور آپ کے ساتھ اور لوگ بھی پیدل چل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم میں سے ہر آدمی اپنی آرزو اور تمنا ظاہر کرے۔ چنانچہ ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو اور میں اس سے خرید خرید کر اتنے اتنے غلام اللہ کے لیے آزاد کروں۔ دوسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس بہت سا مال ہو جسے میں اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ تیسرے نے کہا میرا دل چاہتا ہے کہ مجھے اتنی جسمانی طاقت مل جائے کہ میں خود زمزم سے ڈول نکال نکال کر بیت اللہ کے حاجیوں کو زمزم پلاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میرے پاس عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ جیسا آدمی ہو جسے میں مسلمانوں کے مختلف کاموں میں اطمینان سے لگا سکوں۔

[خرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۲۴۷، عن عبد الملك بن هارون بن عنترة عن ابیه عن

جده و اخرجه الطبرانی ایضًا مثله عن عمیر بن سعد قال الهیثمی ۹: ۳۸۴' وفیه عبد الملك بن ابراهیم بن عنترة وهو متروك انتهی هكذا وقع عند الهیثمی والذی یظهر ان الصواب عبدالملك بن هارون بن عنترة كما فی كتب اسماء الرجال و قد اخرجه ابن عساكر من طریق محمد بن مزاحم بطوله بمعناه مع زیادات كما فی الكنز ۷: ۷۹]

حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ کا قصہ

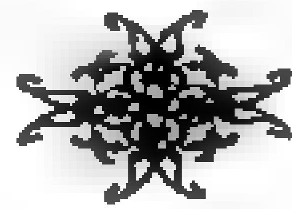
حضرت خالد بن معدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ کو حمص پر ہمارا گورنر بنایا جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حمص تشریف لائے تو فرمایا اے حمص والو! تم نے اپنے گورنر کو کیسا پایا؟ اس پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنے گورنر کی شکایتیں کیں چونکہ حمص والے بھی اپنے گورنر کی ہمیشہ شکایت کیا کرتے تھے اس وجہ سے حمص کو چھوٹا کوفہ کہا جاتا تھا۔ انہوں نے کہا ہمیں ان سے چار شکایتیں ہیں۔ پہلی تو یہ ہے کہ جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ ہمارے پاس گھر سے باہر نہیں آتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واقعی یہ تو بہت بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن گھر میں ہی رہتے ہیں۔ ہمارے پاس باہر آتے ہی نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بھی بڑی شکایت ہے۔ اس کے علاوہ اور کیا؟ انہوں نے کہا کبھی کبھی ان کو موت جیسی بے ہوشی کا دورہ پڑتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حمص والوں کو اور ان کے گورنر کو ایک جگہ جمع کیا اور یہ دعا مانگی۔ اے اللہ! سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کے بارے میں (اچھے ہونے کا) میرا جو اندازہ تھا آج اسے غلط نہ ہونے دے۔ اس کے بعد حمص والوں سے فرمایا تمہیں ان سے کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا جب تک اچھی طرح دن نہیں چڑھ جاتا اس وقت تک یہ گھر سے ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اس کی وجہ بتانا مجھے پسند نہیں تھی لیکن اب مجبوراً بتاتا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میرے گھر والوں کا کوئی خادم نہیں ہے اس لیے میں خود آٹا گوندھتا ہوں پھر اس انتظار میں بیٹھتا ہوں کہ آٹے میں خمیر پیدا ہو جائے۔ پھر میں روٹی پکاتا ہوں۔ پھر وضو کر کے گھر سے باہر ان لوگوں کے پاس آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں

ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا یہ رات کو کسی کی بات نہیں سنتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اے سعید!) آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس کی وجہ بتانا بھی مجھے پسند نہیں ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے دن اور رات کو تقسیم کیا ہے۔ دن ان لوگوں کو دیا ہے اور رات اللہ تعالیٰ کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا مہینے میں ایک دن یہ ہمارے پاس باہر نہیں آتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا نہ تو میرے پاس کوئی خادم ہے جو میرے کپڑے دھو دے اور نہ میرے پاس اور کپڑے ہیں جنہیں پہن کر میں باہر آسکوں۔ اس لیے میں اپنے کپڑے دھوتا ہوں پھر ان کے سوکھنے کا انتظار کرتا ہوں۔ جب سوکھ جاتے ہیں تو وہ موٹے ہونے کی وجہ سے سخت ہو جاتے ہیں اس لیے میں ان کو رگڑ رگڑ کر نرم کرتا ہوں۔ سارا دن اسی میں گزر جاتا ہے پھر انہیں پہن کر شام کو ان لوگوں کے پاس باہر آتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہیں ان سے اور کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا انہیں کبھی کبھی بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت خبیب انصاری رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت میں مکہ میں موجود تھا۔ لے قریش نے ان کے گوشت کو جگہ جگہ سے کاٹا پھر ان کو سولی پر لٹکایا اور کہا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ (تمہاری جگہ ان کو سولی دے دی جائے) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ میں اپنے اہل و عیال میں ہوں اور (اس کے بدلہ میں) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کانٹا چبھے اور پھر (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے جوش میں آ کر) زور سے پکارا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! جب بھی مجھے وہ دن یاد آتا ہے کہ میں نے اس حالت میں ان کی مدد نہیں کی اور میں اس وقت مشرک تھا اللہ تعالیٰ پر ایمان نہیں لایا تھا تو میرے دل میں زور سے یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس گناہ کو کبھی معاف نہیں فرمائیں گے۔ بس اس خیال سے مجھے بے ہوشی کا دورہ پڑ جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جوابات سن کر فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری فراست کو غلط نہیں ہونے دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ہزار دینار بھیجے اور فرمایا انہیں اپنے کام میں لے آؤ۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں آپ کی خدمت سے بے نیاز کر دیا۔ حضرت سعید نے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے

ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا جا کر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں' فلاں خاندان کے یتیموں' فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا کیا آپ ہمارے لیے کوئی خادم نہیں خرید لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية: ١: ٢٤٥]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قصہ

حضرت ثعلبہ بن ابی مالک قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مروان کی جگہ مدینہ کے گورنر تھے۔ ایک دن لکڑیوں کا گٹھڑ اٹھائے ہوئے بازار میں آئے اور بطور مزاح فرمایا اے ابن ابی مالک! امیر کے لیے راستہ کشادہ کر دو۔ میں نے ان سے کہا یہ راستہ تو امیر کے لیے کافی ہے۔ انہوں نے کہا ارے امیر کے سر پر لکڑیوں کا گٹھڑ بھی ہے اس لیے ان کے لیے یہ راستہ کافی نہیں ہے۔ اس لیے امیر کے لیے یہ راستہ کشادہ کر دو۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ١: ٣٨٥]



خرچ کرنے کا باب

نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس طرح اللہ کے راستہ میں اور اللہ کی رضامندی کی جگہوں میں مال کو اور اللہ کی دی ہوئی ہر نعمت کو خرچ کیا کرتے تھے اور یہ خرچ کرنا ان کو کس طرح اپنے اوپر خرچ کرنے سے زیادہ محبوب تھا چنانچہ یہ حضرات فاقہ کے باوجود دوسروں کو اپنے اوپر مقدم رکھتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خرچ کرنے کی ترغیب دینا

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ دن کے شروع حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کچھ لوگ آئے جو ننگے بدن اور ننگے پاؤں اور دھاری دار اونی چادریں اور عبا پہنے ہوئے تھے اور تلواریں گردنوں میں لٹکا رکھی تھیں۔ ان میں سے اکثر لوگ قبیلہ مضر کے تھے بلکہ سارے ہی لوگ مضر کے تھے۔ ان کے فاقہ کی حالت دیکھ کر آپ کا چہرہ مبارک بدل گیا پھر آپ گھر تشریف لے گئے (کہ شاید وہاں ان کے لیے کچھ مل جائے لیکن وہاں بھی کچھ نہ ملا یا آپ نماز کی تیاری کرنے گئے ہوں گے) پھر باہر تشریف لا کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا۔ انہوں نے پہلے اذان دی (ظہر یا جمعہ کی نماز تھی) پھر اقامت کہی۔ آپ نے نماز پڑھائی۔ پھر بیان فرمایا اور یہ آیت تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ سے لے کر آیت کے آخر اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا تک [سورۃ نساء آیت:۱]

''اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کیا کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں''

اور سورۃ حشر میں ہے:

﴿اِتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ [سورۃ حشر آیت:۱۸]

''اور اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص دیکھ بھال لے کہ کل (قیامت) کے واسطے اس نے کیا ذخیرہ بھیجا ہے۔''

آدمی کو چاہئے کہ اپنے دینار، درہم، کپڑے، ایک صاع گندم اور ایک صاع کھجور میں سے کچھ ضرور صدقہ کرے۔ حتی کہ آپ نے فرمایا اگرچہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی ہو تو اسے ہی صدقہ کر دے

(یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ جس کے پاس زیادہ ہو صرف وہی صدقہ کرے بلکہ جس کے پاس تھوڑا ہے وہ بھی اس میں سے خرچ کرے)

راوی کہتے ہیں۔ چنانچہ ایک انصاری ایک تھیلی لے کر آئے (وہ اتنی وزنی تھی کہ) ان کا ہاتھ اسے اٹھانے سے عاجز ہونے لگا بلکہ عاجز ہو ہی گیا تھا۔ پھر تو لوگوں کا تانتا بندھ گیا (اور لوگ بہت سامان لائے) حتی کہ میں نے غلہ اور کپڑے (اور درہم و دینار) کے دو بڑے ڈھیر دیکھے۔ یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرۂ انور (خوشی سے) ایسا چمک رہا ہے کہ گویا کہ آپ کے چہرے پر سونے کا پانی پھیرا ہوا ہے (اس کام کی فضیلت سناتے ہوئے) حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا اجر ملے گا اور ان کے اجر میں سے کچھ کم نہیں ہوگا اور جو اسلام میں برا طریقہ جاری کرتا ہے تو اسے اپنا گناہ ملے گا اور اس کے بعد جتنے لوگ اس طریقہ پر عمل کریں گے ان سب کے برابر گناہ اسے ملے گا اور ان کے گناہ میں سے کچھ کم نہیں ہوگا۔ [اخرجه مسلم والنسائی وغیرهما کذا فی الترغیب ۱: ۵۳]

اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کے بارے میں حضور ﷺ کے ترغیب دنے کی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ بدھ کے دن قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے پاس تشریف لے گئے۔ پھر انہوں نے مزید حدیث ذکر کی۔ اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ آپ نے فرمایا اے جماعت انصار! انہوں نے عرض کیا لبیک یارسول اللہ ﷺ! آپ نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم لوگ اللہ کی عبادت نہیں کیا کرتے تھے لیکن اس زمانہ میں تم میں یہ خوبیاں تھیں کہ تم یتیموں کا بوجھ اٹھاتے تھے اپنا مال دوسروں پر خرچ کرتے تھے اور مسافروں کی ہر طرح کی خدمت کرتے تھے یہاں تک کہ جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی دولت عطا فرما کر اور اپنے نبی ﷺ کو بھیج کر تم پر بہت بڑا احسان کیا تو اب تم اپنے مال سنبھال کر رکھنے لگ گئے ہو (حالانکہ مسلمان ہونے کے بعد اور زیادہ خرچ کرنا چاہئے تھا کیونکہ اسلام تو دوسروں پر خرچ کرنے کی ترغیب دیتا ہے) لہٰذا انسان جو کچھ کھاتا ہے اس پر اجر ملتا ہے بلکہ درندے اور پرندے جو کچھ (باغوں کھیتوں وغیرہ میں سے) کھا جاتے ہیں اس پر بھی اسے اجر ملتا ہے (بس یہ فضیلت سننے کی دیر تھی کہ) وہ حضرات انصار ایک دم (اپنے باغوں کو) واپس گئے اور ہر ایک نے اپنے باغ کی دیوار میں تیس

تیس دروازے کھول دیئے۔ [اخرجه الحاکم وصححه كذافى الترغيب ۴: ۱۵۶]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جو بیان فرمایا اس کی صورت یہ ہوئی کہ آپ منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کی اور فرمایا:

''اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین کے پسند فرمایا ہے لہٰذا اسلام میں سخاوت اور حسن اخلاق کے ساتھ اچھی زندگی گزارو۔ غور سے سنو! سخاوت جنت کا ایک درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو آدمی سخی ہوگا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہوگا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں پہنچا دیں گے۔ غور سے سنو! کنجوسی دوزخ کا ایک درخت ہے اور اس کی ٹہنیاں دنیا میں جھکی ہوئی ہیں۔ لہٰذا تم میں سے جو آدمی کنجوس ہوگا وہ اس درخت کی ایک ٹہنی کو مضبوطی سے پکڑنے والا ہوگا اور وہ یونہی اسے پکڑے رہے گا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے دوزخ میں پہنچا دیں گے۔ پھر آپ نے دو مرتبہ فرمایا تم لوگ اللہ کی وجہ سے سخاوت کو اختیار کرو۔ اللہ کی وجہ سے سخاوت کو اختیار کرو۔'' [اخرجه ابن عساکر كذا فى كنز العمال ۳: ۲۱۰]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال خرچ کرنے کا شوق

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر سوال کیا کہ آپ اسے کچھ عطا فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں دینے کے لیے اس وقت میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے۔ تم ایسا کرو کہ میری طرف سے کوئی چیز ادھار پر خرید لو۔ جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں وہ ادھار ادا کر دوں گا (اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسروں کو دینے کا بہت زیادہ شوق تھا) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ازراہ شفقت) کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہلے دے چکے ہیں (اب مزید دینے کے لیے کیوں اس کا ادھار اپنے ذمہ لے رہے ہیں) جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بس میں نہیں ہے اس کا اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکلف نہیں بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

حضرت عمر ؓ کی یہ بات پسند نہ آئی۔ایک انصاری نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں اس پر حضور ﷺ مسکرائے۔ انصاری کی اس بات پر خوشی اور مسکراہٹ کے آثار حضور ﷺ کے چہرے پر نظر آنے لگے اور حضور ﷺ نے فرمایا اسی کا مجھے (اللہ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے۔

[اخرجه الترمذی کذافی البدایة ٦:٥٦، واخرجه ایضًا البزار و ابن جریر والخرائطی فی مکارم الاخلاق وسعید بن منصور کما فی الکنز ٤:٤٢ قال الهیثمی ١٠:٢٤٢، رواه البزار و فیه اسحاق بن ابراهیم الحنینی وقد ضعفه الجمهور وثقه ابن حبان وقال یخطی]

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور ﷺ سے مانگا۔ حضور ﷺ نے اسے دے دیا۔ پھر ایک اور آدمی نے آکر حضور ﷺ سے مانگا۔ حضور ﷺ نے اس سے وعدہ فرمالیا (کیونکہ دینے کے لیے حضور ﷺ کے پاس کچھ تھا نہیں) اس پر حضرت عمر ؓ نے کھڑے ہو کر (ازراہ شفقت) عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ سے فلاں نے مانگا آپ ﷺ نے اسے دیا۔ پھر فلاں نے مانگا آپ ﷺ نے اسے بھی دیا (پھر دینے کو کچھ نہ رہا) پھر فلاں نے مانگا آپ ﷺ نے اس سے دینے کا وعدہ فرمالیا۔ پھر فلاں نے مانگا آپ ﷺ نے اس سے بھی وعدہ فرمالیا (مطلب یہ تھا کہ آپ کے پاس ہوا کرے تو ضرور دیا کریں اور نہ ہوا کرے تو انکار کر دیا کریں اور اس سے آئندہ دینے کا وعدہ نہ کیا کریں) ایسا معلوم ہوا کہ حضور ﷺ کو حضرت عمر ؓ کی یہ بات اچھی نہیں لگی۔ پھر حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمی ؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ خرچ کریں اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے۔

[اخرجه ابن جریر کذافی الکنز ٣:٣١١]

حضرت ابن مسعود ؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت بلال ؓ کے پاس تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ ان کے پاس کھجور کے چند ڈھیر ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا آپ ﷺ کے مہمانوں کے لیے یہ انتظام کیا ہے (کہ جب بھی وہ آئیں تو ان کے کھلانے کا سامان پہلے سے موجود ہو) آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ دوزخ کی آگ کا دھواں تم تک پہنچ جائے؟ (یعنی اگر تم ان کے خرچ کرنے

سے پہلے ہی مر گئے تو پھر ان کے بارے میں اللہ کے ہاں سوال ہوگا) اے بلال! خرچ کرو اور عرش والے سے کمی کا ڈر نہ رکھو۔ [اخرجه البزار باسناد حسن والطبرانی واخرجه ابونعيم فی الحلية ۱:۱۴۹ عن عبد الله نحوه و رواه ابويعلى والطبرانی عن ابی هريرة رضی الله عنه بنحوه باسناد حسن كما فی الترغيب ۲:۱۷۳]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس تین پرندے ہدیہ میں آئے۔ آپ ﷺ نے ایک پرندہ اپنی خادمہ کو دیا۔ اگلے دن وہ پرندہ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ اگلے دن کے لیے کچھ نہ رکھا کرو۔ جب اگلا دن آئے گا تو اس دن کی روزی بھی اللہ پہنچائے گا (لہٰذا آج جو کچھ پاس ہے وہ سارا ہی آج خرچ کر دیا کرو) [اخرجه ابويعلى قال الهيثمی ۱۰:۲۴۱ ورجاله ثقات]

(آنے والے دنوں کے لیے ذخیرہ کر کے رکھنا جائز ہے لیکن جو کچھ پاس ہے اسے فوراً خرچ کر دینا اور آئندہ کے لیے اللہ پر توکل کرنا درجہ کمال ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ہمارے پاس اس مال میں سے کچھ بچ گیا ہے (میں اسے کہاں خرچ کروں؟) لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہمارے اجتماعی کاموں میں ہر وقت مشغول رہتے ہیں جس کی وجہ سے آپ کو اپنے اہل و عیال کو دیکھنے اور اپنے پیشہ اور کاروبار میں لگنے کی فرصت نہیں ملتی اس لیے یہ مال آپ لے لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ میں نے کہا لوگوں نے آپ کو مشورہ دے ہی دیا ہے۔ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ اپنے دل کی بات کہیں۔ اس پر میں نے کہا آپ اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہیں؟ (آپ کو یقین ہے کہ یہ مال آپ کا نہیں ہے تو پھر آپ کیوں لوگوں سے مشورہ لے کر اور مسلمانوں کا یہ مال خود لے کر اپنے یقین کو گمان میں بدل رہے ہیں؟) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ جو کہہ رہے ہیں آپ کو اس کی دلیل دینی ہوگی۔ میں نے کہا ہاں میں اس کی دلیل ضرور دوں گا۔ کیا آپ کو یاد ہے کہ حضور ﷺ نے آپ کو لوگوں سے زکوٰۃ لینے کے لیے بھیجا تھا۔ جب آپ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے پاس زکوٰۃ لینے گئے تھے تو انہوں نے آپ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا تھا جس پر آپ دونوں میں کچھ بات ہوئی تھی۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا تھا کہ میرے ساتھ حضور ﷺ کے پاس چلو تا کہ ہم حضور ﷺ کو بتائیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسے کیا ہے۔

چنانچہ ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر گرانی ہے تو ہم واپس آگئے۔ اگلے دن ہم پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو آپ ہشاش بشاش تھے۔ آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس طرح کیا ہے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کہا تھا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی طرح ہوتا ہے؟ اور ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ ہم پہلے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت پر گرانی تھی اور اگلے دن حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہشاش بشاش تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پہلے دن جب میرے پاس آئے تھے تو میرے پاس صدقہ کے دو دینار بچے ہوئے تھے اس وجہ سے تمہیں میری طبیعت پر گرانی نظر آئی اور اگلے دن جب تم میرے پاس آئے تو میں وہ دینار خرچ کر چکا تھا اس وجہ سے تم نے مجھے ہشاش بشاش پایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (اے علی!) تم نے ٹھیک کہا اللہ کی قسم! تم نے پہلے مجھے کہا کہ اپنے یقین کو گمان میں کیوں بدلتے ہو؟ اور پھر مجھے یہ سارا قصہ سنایا میں ان دونوں باتوں پر تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

[اخرجه احمد عن ابی البختری و اخرجه ایضا ابویعلی والدورقی والبیهقی وابوداود و فیه ارسال بین ابی البختری و علی کذا فی الکنز ۴: ۳۹، واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۴: ۳۸۲، عن ابی البختری قال قال عمر فذکر بمعناه و قال الهیثمی ۱۰: ۲۳۸، رواه احمد ورجاله رجال الصحیح وکذلك ابویعلی والبزار الا ان ابا البختری لم یسمع من علی ولا عمر فهو مرسل صحیح انتهی]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس مال آیا آپ نے اسے مسلمانوں میں تقسیم کیا لیکن اس میں سے کچھ مال بچ گیا۔ آپ نے اس کے بارے میں لوگوں سے مشورہ لیا۔ لوگوں نے کہا اگر آپ اسے آئندہ پیش آنے والی ضرورت کے لیے رکھ لیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بالکل خاموش تھے انہوں نے کچھ نہ کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالحسن! کیا ہوا آپ اس بارے میں کچھ نہیں کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے کہا لوگوں نے اپنی رائے بتا تو دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں آپ کو بھی اپنا مشورہ ضرور دینا ہوگا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں خرچ کرنے کی جگہیں بتا کر) اس مال کی تقسیم (بتانے) سے فارغ ہو چکے ہیں (آپ کو یہ بچا ہوا مال بھی وہاں ہی خرچ کرنا چاہئے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال آیا تھا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

تقسیم کرنا شروع کیا لیکن) ابھی آپ اس کی تقسیم سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ رات آگئی (تو آپ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور) ساری نمازیں مسجد میں پڑھائیں (یعنی سارا دن مسجد میں بیٹھ کر تقسیم کرتے رہے گھر نہ گئے) میں نے دیکھا کہ جب تک آپ نے یہ سارا مال تقسیم نہیں کر لیا آپ کے چہرے پر پریشانی اور فکر کے آثار رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب تو یہ بقیہ مال آپ کو ہی تقسیم کرنا ہوگا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے تقسیم کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس میں سے آٹھ سو درہم ملے۔

[اخرجه البزار قال الهيثمي ۱۰:۲۳۹، وفيه الحجاج بن ارطاة وهو مدلس]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدلا ہوا تھا مجھے ڈر ہوا کہ کہیں یہ کسی درد کی وجہ سے نہ ہو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کو کیا ہوا؟ آپ کے چہرہ کا رنگ بدلا ہوا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان سات دینار کی وجہ سے جو کل ہمارے پاس آئے ہیں اور آج شام ہو گئی ہے اور وہ ابھی تک بستر کے کنارے پر پڑے ہوئے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ وہ سات دینار ہمارے پاس آئے اور ہم ابھی تک ان کو خرچ نہیں کر سکے۔

[اخرجه احمد و ابو يعلى قال الهيثمي ۱۰:۲۳۸، رجالهما رجال الصحيح]

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سات دینار تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس رکھوائے ہوئے تھے۔ جب آپ زیادہ بیمار ہوئے تو آپ نے فرمایا اے عائشہ! یہ سونا علی کے پاس بھجوا دو۔ اس کے بعد آپ بیہوش ہو گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے سنبھالنے میں ایسی مشغول ہوئیں کہ وہ دینار بھجوا نہ سکیں۔ یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ ارشاد فرمائی لیکن ہر مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے کے بعد بے ہوش ہو جاتے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سنبھالنے میں مشغول ہو جاتیں اور وہ دینار نہ بھجوا پاتیں۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ دینار خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھجوائے اور انہوں نے انہیں صدقہ کر دیا۔ پیر کی رات کو شام کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع کی کیفیت طاری ہونے لگی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا چراغ اپنے پڑوس کی ایک عورت کے پاس بھیجا (جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں) اور ان سے کہا ہمارے اس چراغ میں اپنے گھی کے ڈبے میں سے کچھ گھی ڈال دو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزع

کی کیفیت طاری ہو چکی ہے۔ [اخرجه الطبرانی فی الکبیر ورواته ثقات محتج بهم فی الصحیح ورواه ابن حبان فی صحیحه من حدیث عائشه بمعناه کذا فی الترغیب ۲: ۱۷۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے اپنے مرض الوفات میں مجھے حکم دیا کہ جو سونا ہمارے پاس ہے میں اسے صدقہ کر دوں (لیکن میں حضور ﷺ کی خدمت میں مشغول رہی اور صدقہ نہ کر سکی) پھر آپ ﷺ کو افاقہ ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس سونے کا کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ بہت زیادہ بیمار ہو گئے ہیں اس لیے میں آپ ﷺ کی خدمت میں ایسے لگی کہ بھول گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ سونا لے آؤ۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں سات یا نو دینار لائیں ابو حازم راوی کو شک ہوا کہ دینار کتنے تھے؟ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لے آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا اگر محمد کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی (یعنی اگر ان کا انتقال اس حال میں ہوتا) کہ یہ دینار اس کے پاس ہوتے تو محمد (علیہ السلام) کیا گمان کر سکتے؟ (یعنی ان کو بہت ندامت ہوتی) اگر محمد (علیہ السلام) کی اللہ سے ملاقات اس حال میں ہوتی کہ یہ دینار ان کے پاس ہوتے تو یہ دینار محمد (علیہ السلام) کے بھروسے کو اللہ پر نہ رہنے دیتے۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۱۰: ۲۴۰ رواه احمد باسانید و رجال احدها رجال الصحیح واخرجه البیهقی ۶: ۳۵۶ من حدیث عائشة بنحوه]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! میں حضور اقدس ﷺ کے ساتھ آپ کا دست مبارک پکڑے ہوئے تھا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ابوذر! مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ مجھے احد پہاڑ کے برابر سونا اور چاندی مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں اور مرتے وقت میرے پاس اس میں سے ایک قیراط (دینار کا بیسواں حصہ) ہی بچا ہوا ہو (یعنی میں چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرے پاس دینار اور درہم میں سے کچھ بھی نہ ہو) میں نے کہا (آپ قیراط فرما رہے ہیں یا) قنطار (یعنی چار ہزار دینار) آپ ﷺ نے فرمایا میں کم مقدار کہنا چاہتا ہوں اور تم زیادہ کہہ رہے ہو میں آخرت چاہتا ہوں اور تم دنیا۔ ایک قیراط (یعنی قنطار نہیں بلکہ قیراط) یہ بات آپ نے مجھ سے تین بار فرمائی۔ [اخرجه البزار و اخرجه الطبرانی بنحوه قال الهیثمی ۱۰: ۲۳۹ واسناد البزار حسن]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے (اور انہوں نے اندر آنے

کی اجازت مانگی) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان کو اجازت دی (وہ اندر آگئے) ان کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اے کعب! حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ (بن عوف) کا انتقال ہوا ہے اور وہ بہت سا مال چھوڑ کر گئے ہیں آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اگر وہ اس مال کے بارے میں اللہ کا حق یعنی زکوٰۃ ادا کرتے رہے ہیں تو ان کا مواخذہ نہیں ہوگا۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے اپنی لاٹھی اٹھا کر حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو ماری اور کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ اس پہاڑ کے برابر مجھے سونا مل جائے اور میں اسے خرچ کر دوں اور وہ خرچ کرنا اللہ کے ہاں قبول بھی ہو جائے اور میں اپنے پیچھے چھ اوقیہ یعنی دوسو چالیس درہم چھوڑ جاؤں۔ پھر انہوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے تین مرتبہ فرمایا میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا آپ نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں سنی ہے۔ [اخرجه احمد قال الهيثمی ۱۰: ۲۳۹]

حضرت غزوان بن ابی حاتم سے بھی یہ واقعہ بہت لمبا منقول ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا اے ابو اسحاق! آپ ذرا یہ بتائیں کہ جس مال کی زکوٰۃ ادا کر دی جائے (اور وہ مال آدمی کے پاس ہو دوسروں پر خرچ نہ کیا ہو تو کیا) اس مال والے پر اس مال کے بارے میں جرمانے اور سزا کا خطرہ ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک لاٹھی تھی۔ انہوں نے کھڑے ہو کر وہ لاٹھی حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے دونوں کانوں کے درمیان سر پر ماری اور پھر فرمایا اے یہودی عورت کے بیٹے! تم یہ سمجھتے ہو کہ جب اس نے زکوٰۃ ادا کر دی تو اب اس کے مال میں کسی کا کوئی حق باقی نہ رہا حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورۃ حشر آیت: ۹]

”اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔“

اور دوسری جگہ فرماتے ہیں:

﴿وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ [سورۃ دھر آیت: ۸]

”اور وہ لوگ محض خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔“

اور تیسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ اَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾ [سورۃ معارج آیت: ۲۴،۲۵]

''اور جن کے مالوں میں سوالی اور بے سوالی سب کا حق ہے۔''

اس طرح کی روایات حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ذکر کرتے رہے۔

[اخرجه البیهقی عن غزوان بن ابی حاتم نحوه کما فی الکنز ۳:۳۱۰]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (اللہ کے راستہ میں) صدقہ کرنے کا حکم فرمایا۔ اس دن میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا اگر میں (نیکی میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے بڑھ سکتا ہوں تو آج کے دن ہی بڑھ سکتا ہوں (یعنی میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش تو بہت مرتبہ کر چکا ہوں لیکن کبھی ان سے آگے بڑھ نہیں سکا آج بڑھ سکتا ہوں) چنانچہ میں نے اپنا آدھا مال لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ میں نے کہا میں ان کے لیے بھی کچھ چھوڑ آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ان کے لیے کیا چھوڑا ہے؟ میں نے کہا جتنا میں لایا ہوں اتنا ہی گھر والوں کے لیے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس (گھر میں) جو کچھ تھا وہ سب کچھ لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا اے ابوبکر! تم اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے لیے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کی رضامندی) چھوڑ کر آیا ہوں۔ یہ جواب سن کر میں نے اپنے دل میں کہا میں کبھی بھی کسی چیز میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ [اخرجه ابوداؤد والترمذی و قال حسن صحیح والدارمی والحاکم والبیهقی وابونعیم فی الحلیة وغیرهم کما فی منتخب الکنز ۴: ۳۴۷]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے مال والو! نیکیاں تو تم لے گئے ہو کہ تم لوگ صدقہ کرتے ہو غلاموں کو آزاد کرتے ہو حج کرتے ہو اور اللہ کے راستے میں مال خرچ کرتے ہو۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور تم لوگ ہم پر رشک کرتے ہو۔ اس آدمی نے کہا ہم لوگ آپ لوگوں پر رشک کرتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! کوئی آدمی تنگ دستی کی حالت میں ایک درہم خرچ کرے وہ ہم مالداروں کے دس ہزار سے بہتر ہے کیونکہ ہم بہت زیادہ میں سے تھوڑا سا دے رہے ہیں۔

[اخرجه البیهقی فی شعب الایمان کذافی الکنز ۳:۳۲۰]

حضرت عبید اللہ بن محمد بن عائشہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سائل امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کھڑا ہوا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے کہا اپنی والدہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو میں نے آپ کے پاس چھ درہم رکھوائے تھے ان میں سے ایک درہم دے دو۔ وہ گئے اور انہوں نے واپس آ کر کہا امی جان کہہ رہی ہیں وہ چھ درہم تو آپ نے آٹے کے لیے رکھوائے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کسی بھی بندے کا ایمان اس وقت تک سچا ثابت نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کو جو چیز اس کے پاس ہے اس سے زیادہ اعتماد اس چیز پر نہ ہو جائے جو اللہ کے خزانوں میں ہے۔ اپنی والدہ سے کہو کہ چھ درہم بھیج دیں۔ چنانچہ انہوں نے چھ درہم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھجوا دیئے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سائل کو دے دیئے۔ راوی کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی نشست بھی نہیں بدلی تھی کہ اتنے میں ایک آدمی ان کے پاس سے ایک اونٹ لیے گزرا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اونٹ کتنے میں دو گے؟ اس نے کہا ایک سو چالیس درہم میں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اسے یہاں باندھ دو۔ البتہ اس کی قیمت کچھ عرصہ کے بعد دیں گے وہ آدمی اونٹ وہاں باندھ کر چلا گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں ایک آدمی آیا اور اس نے کہا یہ اونٹ کس کا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرا۔ اس آدمی نے کہا کیا آپ اسے بیچیں گے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ اس آدمی نے کہا کتنے میں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دو سو درہم میں اس نے کہا میں نے اس قیمت میں یہ اونٹ خرید لیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس آدمی سے اونٹ ادھار خریدا تھا۔ اسے ایک سو چالیس درہم دیئے اور باقی ساٹھ درہم لا کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیئے۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ وہ ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی زبانی ہم سے وعدہ کیا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ [سورۃ انعام آیت:۱۶۰]

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے۔''

[اخرجہ العسکری کذا فی الکنز ۳:۳۱۱]

حضرت ابی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے زکوۃ وصول کرنے بھیجا۔ میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جب اس نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے تو میں نے دیکھا کہ ان جانوروں میں اس پر صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہوتی ہے۔ میں نے کہا تم ایک سالہ اونٹنی

دے دو کیونکہ زکوۃ تم پر اتنی ہی بنتی ہے۔ اس آدمی نے کہا یہ کم عمر اونٹنی نہ تو دودھ دے سکتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ البتہ یہ اونٹنی جوان اور خوب موٹی تازی ہے تم اسے لے لو۔ میں نے کہا جس جانور کے لینے کا مجھے حکم نہیں ملا۔ میں اسے نہیں لے سکتا البتہ حضور ﷺ تمہارے قریب ہی ہیں اگر تم مناسب سمجھو تو تم مجھے جو دینا چاہتے ہو وہ خود جا کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دو اگر وہ قبول فرمالیں گے تو میں بھی قبول کرلوں گا۔ اگر انہوں نے قبول نہ فرمایا تو پھر میں نہیں لے سکتا۔ اس نے کہا چلو ایسے کر لیتا ہوں۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ چل پڑا اور اپنے ساتھ وہ اونٹنی بھی لے لی جو مجھے پیش کی تھی پھر ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ کا قاصد مجھ سے میرے جانوروں کی زکوۃ لینے آیا تھا اور اللہ کی قسم! اس سے پہلے نہ تو حضور ﷺ (میرے جانوروں کی زکوۃ لینے) آئے اور نہ حضور ﷺ کا قاصد۔ چنانچہ آپ ﷺ کے قاصد کے سامنے میں نے اپنے سارے جانور جمع کر دیئے۔ آپ ﷺ کے قاصد نے بتایا کہ مجھ پر زکوۃ میں صرف ایک سالہ اونٹنی واجب ہے جو کہ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے کام آسکتی ہے۔ اس لیے میں نے آپ ﷺ کے قاصد کے سامنے ایک جوان موٹی تازی اونٹنی پیش کی کہ اسے لے لے لیکن انہوں نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! وہ اونٹنی یہ ہے میں اسے لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں آیا ہوں تو حضور ﷺ نے اس سے فرمایا واجب تو تم پر وہی ایک سالہ اونٹنی ہے تم اپنی مرضی سے اس سے بہتر جانور دینا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کی بہتر جزاء عطا فرمائے ہم اسے قبول کرتے ہیں اس نے (خوشی میں) دوبارہ کہا یا رسول اللہ ﷺ! وہ اونٹنی یہ ہے میں آپ ﷺ کے پاس اسے لایا ہوں آپ ﷺ اسے لے لیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے لینے کا حکم فرما دیا اور اس کے لیے اس کے جانوروں میں برکت کی دعا فرمائی۔ [اخرجه احمد و ابوداؤد و ابویعلی و ابن خزیمة و غیرهم کذافی الکنز ۳:۳۰۹]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ میں نے حضرت عائشہ اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سے زیادہ سخی کوئی عورت نہیں دیکھی۔ البتہ ان دونوں کی سخاوت کا طریقہ الگ الگ تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تھوڑی تھوڑی چیز جمع کرتی رہتیں۔ جب کافی چیزیں جمع ہو جاتیں تو پھر ان کو تقسیم فرما دیتیں اور حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تو اگلے دن کے لیے کوئی چیز نہ رکھتیں۔ یعنی جو کچھ تھوڑا بہت آتا اسی دن تقسیم کر دیتیں۔ [اخرجه البخاری فی الادب المفرد ۴۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بہت سخی، نوجوان اور بہت خوبصورت تھے اور اپنی قوم کے نوجوانوں میں سب سے زیادہ فضیلت والے تھے اور کوئی چیز بچا کر نہیں رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ قرض لیتے رہے (اور دوسروں پر خرچ کرتے رہے) یہاں تک کہ سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ اس پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ وہ قرض خواہوں سے کہیں کہ وہ میرا قرض معاف کر دیں۔ (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سفارش فرمائی) لیکن قرض خواہوں نے انکار کر دیا۔ اگر یہ قرض خواہ کسی کے کہنے کی وجہ سے کسی کا قرضہ معاف کرنے والے ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ضرور معاف کر دیتے آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا قرض ادا کرنے کے لیے ان کا سارا مال بیچ دیا یہاں تک کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہاں سے خالی ہاتھ اٹھے ان کے پاس کوئی چیز نہ بچی۔ جب فتح مکہ کا سال آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یمن کے ایک حصہ کا گورنر بنا کر بھیج دیا تا کہ ان کے نقصان کی تلافی ہو سکے۔ حضرت معاذ یمن میں گورنر بن کر ٹھہرے رہے اور وہ سب سے پہلے آدمی ہیں جنہوں نے اللہ کے مال سے یعنی زکوٰۃ کے مال سے تجارت کی۔ چنانچہ یہ یمن میں ٹھہر کر تجارت کرتے رہے یہاں تک کہ ان کے پاس مال جمع ہو گیا اور اتنے عرصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب یہ (مدینہ) واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہا اس آدمی یعنی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس قاصد بھیجیں اور جتنے مال سے ان کی گزر اوقات ہو سکے اتنا مال ان کے پاس رہنے دیں باقی سارا مال ان سے لے لیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو (یمن) بھیجا ہی اس لیے تھا تا کہ ان کے نقصان کی تلافی ہو جائے لہٰذا میں تو ان سے از خود کچھ نہیں لوں گا، ہاں اگر یہ خود کچھ دیں تو لے لوں گا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات نہ مانی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس خود چلے گئے۔ ان سے اپنی اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے تو اپنے نقصان کی تلافی کے لیے ہی بھیجا تھا۔ لہٰذا میں تو آپ کی بات ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں (زکوٰۃ کا مال لے کر انہوں نے تجارت کی تھی اس سے جو نفع ہوا وہ انہوں نے رکھ لیا اور اصل زکوٰۃ کا مال واپس کر دیا۔ اس لیے یہ نفع ان کا ہی تھا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ چونکہ اجتماعی مال اس نفع کا ذریعہ بنا ہے اس لیے سارا نفع نہ رکھیں بلکہ بقدر ضرورت رکھ کر باقی نفع بیت المال میں جمع کرا دیں۔ یہ فضیلت کی بات

تھی) کچھ عرصہ بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ کی بات مان لی جیسے آپ کہہ رہے ہیں میں ویسے کر لیتا ہوں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بہت زیادہ پانی میں ہوں اور ڈوبنے سے ڈر رہا ہوں اور اے عمر! پھر آپ نے مجھے ڈوبنے سے بچایا۔ پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان کو سارا قصہ سنایا (اور اپنا سارا مال لا کر ان کو دے دیا) اور قسم کھا کر ان سے کہا کہ انہوں نے ان سے کچھ نہیں چھپایا چنانچہ اپنا کوڑا بھی سامنے لا کر رکھ دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں تم سے یہ مال نہیں لوں گا۔ میں نے تم کو یہ ہدیہ کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا یہ مال لینا ٹھیک ہے کیونکہ انہوں نے تو یہ سارا مال بیت المال کو دے دیا جس سے یہ مال ان کے لیے حلال اور پاکیزہ ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو ہدیہ کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ملک شام چلے گئے۔ [اخرجه عبد الرزاق وابن راهويه عن عبدالرحمن بن عبدالله بن كعب بن مالك عن ابيه كذافى الكنز ۳،۱۲۶]

حضرت ابن کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ایک جوان، نہایت خوبصورت، بہت سخی آدمی تھے۔ اپنی قوم کے بہترین نوجوانوں میں سے تھے جو آدمی بھی ان سے کوئی چیز مانگتا وہ فوراً اسے دے دیتے اسی وجہ سے (کہ وہ قرضہ لے کر دوسروں کو دے دیتے) ان پر اتنا قرضہ ہو گیا کہ ان کا سارا مال قرضہ میں گھر گیا۔ آگے پچھلی حدیث جیسی ذکر کی۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱،۲۳۱ من طريق عبدالرزاق باسناده و اخرجه الحاكم عن عبدالرحمن بن كعب بن مالك عن ابيه فذكره مختصرا قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط الشيخين لم يخرجاه ووافقه الذهبى]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے، سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے اسی سخاوت کی وجہ سے بہت قرضہ اٹھا لیا (چونکہ سارا دوسروں پر خرچ کر دیتے تھے اس لیے قرض ادا کرنے کے لیے ان کے پاس کچھ تھا نہیں) آخر قرض خواہ ان کے پیچھے پڑ گئے تو یہ ان سے چھپ کر کئی دن اپنے گھر بیٹھے رہے (تھک ہار کر) ان کے قرض خواہ مدد لینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قاصد بھیج کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بلایا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو وہ قرض خواہ بھی ان کے ساتھ آ گئے اور انہوں نے

کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں ان سے ہمارا حق دلوا دیں۔ حضور ﷺ نے (قرض معاف کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے) فرمایا جو معاذ کا قرضہ معاف کرے اللہ اس پر رحم فرمائے۔ یہ دعا سن کر کچھ قرض خواہوں نے قرضہ معاف کر دیا لیکن باقی قرض خواہوں نے معاف کرنے سے انکار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے معاذ! ان (کا قرضہ ادا کرنے) کے لیے تم صبر سے کام لو۔ یعنی سارا مال بھی دینا پڑے تو تم دے دو اور صبر سے کام لو آخر حضور ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کا سارا مال لے کر ان کے قرض خواہوں کو دے دیا انہوں نے آپس میں تقسیم کیا تو ہر ایک کو اس کے سات حصوں میں سے پانچ حصے ملے۔ اس پر ان قرض خواہوں نے حضور ﷺ سے کہا (ہمارا باقی قرضہ ادا کرنے کے لئے) انہیں (غلام بنا کر) بیچ دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اب انہیں چھوڑ دو۔ اب ان سے باقی قرضہ وصول کرنے کے لیے تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں رہا۔ اس کے بعد حضرت معاذ بنو سلمہ کے ہاں چلے گئے۔ وہاں ان سے ایک آدمی نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! چونکہ تم بالکل فقیر ہو گئے ہو اس لیے تم جا کر حضور ﷺ سے کچھ مانگ لو۔ انہوں نے کہا میں حضور ﷺ سے کچھ نہیں مانگوں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کچھ دن اسی طرح رہے پھر حضور ﷺ نے ان کو بلا کر یمن بھیج دیا اور فرمایا ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے نقصان کی تلافی کر دے اور تمہارے قرض کو ادا کروا دے۔ چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ یمن چلے گئے اور وہیں رہے یہاں تک کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا جس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اس سال حضرت معاذ رضی اللہ عنہ بھی حج کے لیے آئے۔ آٹھ ذی الحجہ کو دونوں کی حج پر ملاقات ہوئی۔ دونوں ایک دوسرے سے گلے ملے۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے سے حضور ﷺ کے بارے میں تعزیت کی پھر دونوں زمین پر بیٹھ کر آپس میں باتیں کرنے لگے اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس چند غلام دیکھے۔ [اخرجه الحاكم ايضا فذكر نحو حديث ابن مسعود رضى الله عنه وهكذا اخرجه ابن سعد ۳: ۱۲۳ عن جابر رضى الله عنه بنحوه]

حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ کا انتقال ہو گیا اور لوگوں نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنا لیا اور حضور ﷺ نے (اپنی زندگی میں) حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تھا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا۔ وہاں مکہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بہت سے غلام تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ لوگ کون ہیں؟ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو یمن والوں نے مجھے ہدیہ کیے ہیں اور یہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تمہارے لیے میری رائے یہ ہے کہ تم ان سب غلاموں کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ۔ راوی کہتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی اگلے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پھر ملاقات ہوئی تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ابن الخطاب! آج رات میں نے خواب دیکھا کہ میں آگ میں کودنا چاہتا ہوں اور آپ مجھے کمر سے پکڑے ہوئے ہیں۔ اس لیے اب تو میری یہ رائے ہے کہ میں آپ کی بات مان لوں۔ چنانچہ ان غلاموں کو لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے کہا یہ غلام تو مجھے ہدیہ میں ملے ہیں اور یہ غلام آپ کے لیے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تمہارے ہدیہ کی تمہارے لیے منظوری دیتے ہیں اور پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ وہاں سے نماز کے لیے باہر نکلے (اور انہوں نے نماز پڑھائی) تو انہوں نے دیکھا کہ وہ سب ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم کس لیے نماز پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا اللہ کے لئے۔ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا اب تو تم لوگ بھی اللہ کے ہو گئے ہو اور یہ کہہ کر ان سب کو آزاد کر دیا۔

[اخرجه الحاكم من طريق ابى وائل قال الحاكم ٣: ٢٧٢ ووافقه الذهبى صحيح على شرط الصحيحين ولم يخرجاه]

اپنی پیاری چیزوں کو خرچ کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خیبر میں ایک زمین ملی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ مجھے ایک ایسی زمین ملی ہے کہ اس سے زیادہ عمدہ مال مجھے کبھی نہیں ملا۔ آپ کی کیا رائے ہے کہ میں اس کے بارے میں کیا کروں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو زمین کو وقف کر دو اور اس کی آمدنی کو صدقہ کر دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان شرائط پر اس زمین کی آمدنی کو صدقہ کیا کہ نہ تو یہ زمین بیچی جا سکے گی نہ کسی کو ہدیہ کی جا سکے گی اور نہ کسی کو وراثت میں مل سکے گی اور اس کی آمدنی فقیروں، رشتہ داروں، غلاموں کے آزاد کرانے، جہاد فی سبیل اللہ میں اور مہمانوں پر خرچ کی جائے گی اور جو اس زمین کا متولی بنے اسے اجازت ہے کہ وہ عام دستور کے مطابق اس کی آمدنی میں سے خود کھا لے اور اپنے دوست کو کھلا دے لیکن

اسے اپنے اس میں سے مال جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

[اخرجه الائمة الستة كذا في نصب الراية ٣:٤٧٦]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ وہ ان کے لیے جلولا (خراسان کے راستہ میں ایک شہر ہے ۱۶ ہجری میں مسلمانوں نے اسے فتح کیا تھا) کے قیدیوں میں سے ایک باندی خرید لیں (چنانچہ انہوں نے ایک باندی خرید کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت اچھی لگی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس باندی کو بلایا اور فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [سورة آل عمران آیت:۹۲]

"تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔"

اور اس باندی کو آزاد کر دیا۔

[اخرجه عبد بن حميد و ابن جرير و ابن المنذر كذا في الكنز ٣١٤:٣]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک باندی تھی جب وہ (اپنے اخلاق و عادات اور حسن و جمال کی وجہ سے) انہیں زیادہ پسند آنے لگی تو اسے آزاد کر کے اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے اس کی شادی کر دی۔ پھر اس کا لڑکا پیدا ہوا تو حضرت نافع کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اسے بچے کو اٹھا کر اس کا بوسہ لیتے اور کہتے واہ واہ! فلانی کی کتنی اچھی خوشبو اس میں سے آرہی ہے ان کی مراد وہی آزاد کردہ باندی تھی۔

[اخرجه ابن سعد ١٢٣:٤]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں مجھے ایک مرتبہ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ والی آیت یاد آئی (آیت کا ترجمہ دو حدیث پہلے گزر چکا ہے) تو میں نے ان تمام چیزوں میں غور کیا جو اللہ نے مجھے دے رکھی تھیں (کہ ان میں سے کون سی چیز مجھے سب سے زیادہ پیاری لگتی ہے) تو مجھے اپنی رومی باندی مرجانہ سے کوئی چیز زیادہ پیاری نظر نہ آئی۔ اس لیے میں نے کہا یہ مرجانہ اللہ کے لیے آزاد ہے (آزاد کرنے کے بعد بھی دل میں اس سے تعلق باقی رہا جس کی وجہ سے میں یہ کہتا ہوں) کہ اللہ کو دینے کے بعد چیز کو واپس لینا لازم نہ آتا تو میں اس سے ضرور شادی کر لیتا۔ [اخرجه البزار قال الهيثمي ٣٢٦:٦ رواه البزار و فيه من لم اعرفه]

حاکم کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ پھر میں نے اس کی شادی نافع سے کر دی۔ چنانچہ اب وہ نافع کی اولاد کی ماں ہے۔

[اخرجه الحاکم ۳/ ۵۶۱ واخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۹۵ من طریق مجاهد وغیره]

ابونعیم نے حلیہ میں بیان کیا ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ عادت تھی کہ جب انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز زیادہ پسند آنے لگتی تو اسے فوراً اللہ کے نام پر خرچ کر دیتے اور یوں اللہ کا قرب حاصل کر لیتے اور ان کے غلام بھی ان کی اس عادت شریفہ سے واقف ہو گئے تھے۔ چنانچہ بعض دفعہ ان کے بعض غلام نیک اعمال میں خوب زور دکھاتے اور ہر وقت مسجد میں اعمال میں لگے رہتے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ان کو اس اچھی حالت میں دیکھتے تو ان کو آزاد کر دیتے۔ اس پر ان کے ساتھی ان سے کہتے اے ابو عبدالرحمٰن اللہ کی قسم! یہ لوگ تو اس طرح آپ کو دھوکہ دے جاتے ہیں (انہیں مسجد سے اور مسجد والے اعمال سے دلی لگاؤ کوئی نہیں ہے صرف آپ کو دکھانے کے لیے یہ کرتے ہیں تاکہ آپ خوش ہو کر انہیں آزاد کر دیں) تو یہ جواب دیتے کہ ہمیں جو اللہ کے اعمال میں لگ کر دھوکہ دے گا ہم اللہ کے لیے اس سے دھوکہ کھا جائیں گے چنانچہ میں نے ایک دن شام کو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک عمدہ اونٹ پر جا رہے ہیں جسے انہوں نے بہت زیادہ قیمت دے کر خریدا تھا۔ چلتے چلتے انہیں اس کی چال بڑی پسند آ گئی وہیں اونٹ کو بٹھایا اور اس سے نیچے اتر کر فرمایا اے نافع! اس کی نکیل نکال دو اور اس کا کجاوہ اتار دو اور اس پر جھول ڈال دو اور اس کے کوہان کے ایک طرف زخم کر دو (اس زمانے میں یہ زخم اس بات کی نشانی تھا کہ یہ جانور اللہ کے نام پر قربان کیا جائے گا) اور پھر اسے قربانی کے جانوروں میں شامل کر دو۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۹۴]

ابونعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی اونٹنی پر جا رہے تھے کہ وہ اونٹنی انہیں اچھی لگنے لگی تو فوراً اسے (بٹھانے کے لئے) فرمایا اخ اخ (اس زمانے میں اس آواز سے عرب اونٹ کو بٹھایا کرتے تھے) اور اسے بٹھا کر فرمایا اے نافع! اس سے کجاوہ اتار لو۔ میں یہ سمجھا کہ وہ مجھے کجاوہ اتارنے کو جو فرما رہے ہیں یا تو اپنی کوئی ضرورت اس کجاوہ سے پوری کرنا چاہتے ہیں یا آپ کو اس اونٹنی کے بارے میں کوئی شک گزرا ہے (کہ کہیں اس کو کوئی تکلیف تو نہیں ہو رہی ہے) چنانچہ میں نے اس سے کجاوہ اتار دیا تو

مجھ سے فرمایا دیکھو اس پر جو سامان ہے کیا اس سے دوسری اونٹنی خریدی جاسکتی ہے؟ (یعنی اسے تو اللہ کے نام پر قربان کردیا جائے کیونکہ یہ پسند آ گئی ہے اور پسندیدہ مال اللہ کے نام پر قربان کردینا چاہئے اور اس کے سامان کو بیچ کر اس سے سفر کے لیے دوسری اونٹنی خرید لی جائے) میں نے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو اسے بیچ کر اس کی قیمت سے دوسری اونٹنی خرید سکتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی اس اونٹنی کو جھول پہنائی اور اس کی گردن میں جوتے کا ہار ڈالا (یہ ہار بھی اس بات کی نشانی تھی کہ اس جانور کو حرم شریف میں لے جا کر قربان کیا جائے گا) اور اسے اپنے قربانی کے اونٹوں میں شامل کردیا اور ان کو جب بھی اپنی کوئی چیز اچھی لگنے لگتی تو اسے فوراً آگے بھیج دیتے (یعنی اللہ کے نام پر خرچ کردیتے تاکہ کل قیامت کو کام آئے) ابو نعیم کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مستقل معمول یہ تھا کہ جب بھی انہیں اپنے مال میں سے کوئی چیز پسند آجاتی تو فوراً اسے اللہ کے نام پر خرچ کردیتے اور اس کی ملکیت سے دستبردار ہو جاتے اور بعض مرتبہ ایک ہی مجلس میں تیس ہزار اللہ کے لیے دے دیتے اور دو مرتبہ ان کو ابن عامر نے تیس ہزار دیئے تو انہوں نے (مجھ سے) فرمایا اے نافع! میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ابن عامر کے درہم مجھے فتنہ میں مبتلا نہ کردیں۔ جا تو آزاد ہے۔ سفر اور رمضان شریف کے علاوہ کبھی بھی پورے مہینے مسلسل گوشت نہیں کھاتے تھے۔ بعض دفعہ پورا مہینہ گزر جاتا اور گوشت کا ایک ٹکڑا بھی نہ چکھتے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۲۹۴، واخرجه الطبرانی مختصرا کما فی المجمع ۹:۳۴۷، واخرجه ابن سعد عن نافع مختصرا ۴:۱۳۲]

حضرت سعید بن ابی ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے جحفہ مقام پر قیام فرمایا اور وہ بیمار بھی تھے۔ انہوں نے کہا مچھلی کھانے کو میرا دل چاہ رہا ہے ان کے ساتھیوں نے بہت تلاش کیا بس صرف ایک مچھلی ملی۔ ان کی بیوی حضرت صفیہ بنت ابی عبید نے اس مچھلی کو لیا اور اسے تیار کر کے ان کے سامنے رکھ دیا۔ اتنے میں ایک مسکین ان کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا۔ انہوں نے اس مسکین سے کہا تم یہ مچھلی لے لو۔ اس پر ان کی بیوی نے کہا سبحان اللہ! ہم نے آپ کی خاطر بڑی مشقت اٹھا کر یہ مچھلی خاص طور پر آپ کے لیے تیار کی ہے (اس لیے اسے تو آپ خود کھائیں) ہمارے پاس سامان سفر ہے اس میں سے اس مسکین کو دے دیں گے۔ انہوں نے (اپنا نام لے کر) کہا عبداللہ کو یہ مچھلی بہت پسند آرہی ہے (اس مسکین کو یہی مچھلی دینی

ہے) [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۲۹۷]

ابن سعد نے اس جیسی روایت ذکر کی ہے اس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے کہا ہم اس مسکین کو ایک درہم دے دیتے ہیں' یہ درہم اس مچھلی سے زیادہ اس کے کام آئے گا' آپ یہ مچھلی کھائیں اور اپنی چاہت پوری کریں۔ انہوں نے کہا میری چاہت وہی ہے جو میں کہہ رہا ہوں۔

[اخرجه ایضاً من طریق عمر ابن سعد بنحوه و اخرجه ابن سعد ۴:۱۲۲ عن حبیب بن ابی مرزوق مع زیادة بمعناه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ منورہ میں انصار میں سب سے زیادہ کھجوروں کے باغات حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے اور انہیں اپنے باغوں میں سب سے زیادہ محبوب بیرحا باغ تھا جو کہ بالکل مسجد نبوی کے سامنے تھا اس کا پانی بہت عمدہ تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے۔ جب

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾ [سورۃ آل عمران آیت: ۹۲]

''تم خیر کامل کو کبھی حاصل نہ کر سکو گے یہاں تک کہ اپنی پیاری چیز کو خرچ نہ کرو گے۔''

آیت نازل ہوئی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جب تک تم اپنی پیاری چیز خرچ نہیں کرو گے اس وقت تک تم نیکی کے کمال کو نہیں پہنچ سکتے اور مجھے اپنے سارے مال میں سے سب سے زیادہ محبوب بیرحا باغ ہے' میں اسے اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیکی پر مجھے جنت عطا فرمائیں گے اور اس کے اجر کو میرے لیے ذخیرہ بنا کر رکھیں گے جو مجھے قیامت کے دن کام آئے گا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جہاں مناسب سمجھیں اسے خرچ فرما دیں۔ آپ نے خوش ہو کر فرمایا واہ واہ! یہ بڑے نفع والا مال ہے۔ یہ بڑے نفع والا مال ہے۔

[اخرجه الشیخان کذافی الترغیب ۲:۱۴۰]

بخاری میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تمہاری بات سن لی ہے۔ میری رائے یہ ہے کہ تم اسے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کر دو۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایسے ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے وہ باغ اپنے رشتہ داروں اور چچا زاد بھائیوں میں تقسیم کر دیا۔

حضرت محمد بن منکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی ایک گھوڑی لے کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے جس کا نام شبلہ تھا اور انہیں اپنے مال سے کوئی چیز اس گھوڑی سے زیادہ محبوب نہیں تھی اور عرض کیا کہ یہ گھوڑی اللہ کے لیے صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرما کر ان کے بیٹے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سواری کے لیے دے دی حضرت زید بن حارثہ کو یہ اچھا نہ لگا کہ ان کی صدقہ کی ہوئی گھوڑی ان کے بیٹے کو مل گئی۔ (یوں صدقہ کی ہوئی چیز اپنے ہی گھر واپس آ گئی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناگواری کا اثر ان کے چہرے پر محسوس فرمایا تو ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ تمہارے اس صدقہ کو قبول کر چکے ہیں (لہٰذا اب یہ گھوڑی جسے بھی مل جائے تمہارے اجر میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔) [اخرجه سعيد بن منصور و عبد بن حميد و ابن المنذر و ابن ابی حاتم واخرجه ابن جرير عن عمرو بن دينار مثله و عبد الرزاق و ابن جرير عن ايوب بمعناه كما فی الدرالمنثور ۲: ۵۰]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہر مال میں تین شریک ہوتے ہیں ایک تو تقدیر ہے جو مال کے ہلاک ہونے اور جانوروں کے مر جانے کی صورت میں تیرا مال لے جاتی ہے اور تجھ سے پوچھتی بھی نہیں ہے کہ وہ تیرا عمدہ مال لے جائے یا گھٹیا۔ دوسرا شریک وارث ہے جو اس کا انتظار کر رہا ہے کہ تو (قبر میں) سر رکھے یعنی تو مر جائے اور وہ تیرا مال لے جائے۔ وہ تیرا مال بھی لے جائے گا اور تو اس کی نگاہ میں برا بھی ہوگا اور تیسرا شریک تو خود ہے۔ لہٰذا تم اس بات کی پوری کوشش کرو کہ تم ان تینوں شریکوں میں سے سب سے کمزور شریک نہ بنو (یعنی تم ان دونوں سے زیادہ مال اللہ کے راستہ میں خرچ کر لو) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔

﴿لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ﴾

غور سے سنو! یہ اونٹ مجھے اپنے مال میں سے بہت اچھا لگتا ہے اس لیے میں نے چاہا کہ میں اسے اپنے (کام آنے کے) لیے آگے (آخرت میں) بھیج دوں۔

[اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱: ۱۶۳]

اپنی ضرورت کے باوجود مال دوسروں پر خرچ کرنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عورت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک

چادر لے کر آئی جو کہ بنی ہوئی تھی اور اس کا کنارہ بھی اسی کے ساتھ بنا ہوا تھا۔ (یعنی وہ چادر کسی اور کپڑے سے کاٹ کر نہیں بنائی گئی تھی بلکہ کنارے سمیت بطور چادر کے ہی وہ بنی گئی تھی) اور اس عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں یہ چادر اس لیے لائی ہوں تاکہ آپ اسے پہن لیں۔ آپ نے اس عورت سے چادر لے لی اور چونکہ آپ کو اس چادر کی واقعی ضرورت تھی اس لیے آپ نے اسے پہن لیا۔ آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ایک صاحب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ چادر دیکھی تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو بہت اچھی چادر ہے یہ تو آپ مجھے پہننے کو دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا (اور یہ کہہ کر چادر اسے دے دی حالانکہ آپ کو خود اس کی ضرورت تھی) جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہو کر تشریف لے گئے تو آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان صاحب کو بہت ملامت کی اور یوں کہا تم نے اچھا نہیں کیا' تم خود دیکھ رہے ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خود اس چادر کی ضرورت تھی اسی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لے کر پہن لیا تھا۔ پھر تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ چادر مانگ لی اور تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کوئی چیز مانگی جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا انکار نہیں فرماتے بلکہ دے دیتے ہیں۔ ان صحابی نے کہا میں نے تو صرف اس لیے مانگی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہننے سے یہ چادر بابرکت رکھوں گا تاکہ مجھے اس میں کفن دیا جائے۔ [اخرجه ابن جریر]

حضرت سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک دھاری دار اونی کالے رنگ کا جوڑا بن کر تیار کیا گیا اس کا کنارہ سفید رکھا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس باہر تشریف لائے آپ نے اپنی ران پر (از راہ خوشی) ہاتھ مار کر فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں یہ جوڑا کتنا اچھا ہے۔ ایک اعرابی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں' یہ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں "نہیں" نہیں فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا! تم لے لو اور یہ کہہ کر وہ جوڑا اسے دے دیا اور اپنے پرانے دو کپڑے منگوا کر پہن لیے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح کا جوڑا بنانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ جوڑا بننا شروع ہو گیا لیکن ابھی وہ بن ہی رہا تھا اور کھڈی پر چڑھا ہوا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا۔

[عند ابن جریر كذافی كنز العمال ۴/۴۲]

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وہ ساری رات دو صاع (سات سیر) کھجوروں کے عوض اپنی کمر پر رسی باندھ کر کنویں میں سے پانی نکالتے رہے پھر ایک صاع کھجور لا کر اپنے گھر والوں کو دی تاکہ وہ اسے اپنے کام میں لائیں اور دوسرا صاع قرب خداوندی حاصل کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا کہ یہ صاع محنت کر کے حاصل کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے صدقہ کے مال میں رکھ دو (چونکہ یہ خود غریب اور محتاج تھے اور اس ایک صاع کھجور کی خود ان کو ضرورت تھی اس وجہ سے) منافقوں نے ان کا مذاق اڑاتے ہوئے ان کے بارے میں کہا اللہ تعالیٰ کو اس کے صاع کی کیا ضرورت تھی یہ تو خود اس صاع کا محتاج تھا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿ اَلَّذِیْنَ یَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِیْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ ﴾ [سورة توبہ آیت: ۷۹]

"یہ (منافقین) ایسے ہیں کہ نفلی صدقہ دینے والے مسلمانوں پر صدقات کے بارے میں طعن کرتے ہیں اور (خصوصاً) ان لوگوں پر (اور زیادہ) جن کو بجز محنت مزدوری کی آمدنی کے اور کچھ میسر نہیں ہوتا (یعنی ان سے تمسخر کرتے ہیں) اللہ تعالیٰ ان کو اس تمسخر کا (تو خاص) بدلہ دے گا اور (مطلق طعن کا یہ بدلہ ملے ہی گا) کہ ان کے لیے آخرت میں دردناک سزا ہوگی۔"

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷: ۳۳ رجاله ثقات الا ان خالد بن یسار لم اجد من وثقه ولا جرحه انتهی]

حضرت ابو سلمہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کہ صدقہ کرو کیونکہ میں ایک جماعت بھیجنا چاہتا ہوں۔ اس پر حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رب کو ادھار دے رہا ہوں (اللہ کو ادھار دینے کا مطلب یہ ہے کہ اب میں یہ مال ضرورت مندوں پر خرچ کر دیتا ہوں اور آخرت میں اس کا بدلہ لوں گا) اور دو ہزار میں اپنے اہل و

عیال کو دے رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) ان کو دعا دی اللہ تعالیٰ اس میں بھی برکت دے جو تم دے رہے ہو اور اس میں بھی برکت دے جو تم (گھر والوں کے لیے) رکھ رہے ہو اور ایک انصاری نے رات بھر مزدوری کر کے دو صاع کھجوریں جمع کیں۔ انہوں نے خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے (مزدوری کر کے) دو صاع کھجوریں جمع کی ہیں ایک صاع میں اپنے رب کو دے رہا ہوں اور ایک صاع میں اپنے اہل وعیال کے لیے رکھ رہا ہوں۔ اس پر منافقوں نے (زیادہ دینے والے اور کم دینے والے) دونوں قسم کے حضرات میں عیب نکالنے شروع کر دیئے اور کہنے لگے عبدالرحمٰن بن عوف (رضی اللہ عنہ) جیسے زیادہ خرچ کرنے والے تو صرف ریا اور دکھاوے کی وجہ سے اتنا خرچ کر رہے ہیں اور یہ غریب اور ضرورت مند آدمی جو ایک صاع کھجور دے رہا ہے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے صاع کی ضرورت نہیں ہے اس پر اللہ تعالیٰ نے الذین یلمزون والی آیت نازل ہوئی۔ [عند البزار قال البزار لم نسمع احداسنده من حديث عمر بن ابی سلمة الاطالوت بن عباد و قال الهيثمی ۷:۳۲ وفيه عمر بن ابی سلمة وثقه العجلی و ابوخيثمة وابن حبان و ضعفه شعبة وغيره وبقية رجالهما ثقات انتهى]

حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ رضی اللہ عنہما جنہوں نے خواب میں (فرشتے کو) اذان (دیتے ہوئے) دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا یہ باغ صدقہ ہے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رہا ہوں وہ جہاں چاہیں خرچ کر دیں۔ جب ان کے والدین کو معلوم ہوا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارا گزارا تو اسی باغ پر ہو رہا تھا (ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کر دیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہو گیا تو وہ باغ کے مالک ہو گئے۔ [اخرجه الحاكم ۳:۳۳۶ قال الذهبی فيه ارسال]

ایک انصاری کے خرچ کرنے کا قصہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

ہو کر عرض کیا مجھے بھوک نے پریشان کر رکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس آدمی بھیجا (کہ اگر کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں) انہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری ازواج کے پاس باری باری پیغام بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ رضی اللہ عنہم سے) فرمایا اسے آج رات کون اپنا مہمان بناتا ہے؟ اللہ اس پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ ایک انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تیار ہوں۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف بچوں کے لیے کچھ کھانے کو ہے اس انصاری نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دینا اور جب وہ کھانا مانگیں تو انہیں سلا دینا اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس کے سامنے ایسے ظاہر کرنا کہ جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب وہ مہمان کھانے لگے تو تو کھڑی ہو کر (ٹھیک کرنے کے بہانے سے) چراغ بجھا دینا۔ چنانچہ وہ سب کھانے کے لیے بیٹھے لیکن صرف مہمان نے کھایا اور انصاری اور ان کی بیوی دونوں نے بھوکے ہی رات گزار دی۔ جب وہ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں نے آج رات اپنے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا ہے وہ اللہ کو بہت پسند آیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورة الحشر آیت:۹]

"اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔"

[اخرجه مسلم وغيره كذا فى الترغيب ۴: ۱۴۷، واخرجه ايضا البخارى والنسائى و فى رواية لمسلم تسمية هذا الانصارى بابى طلحة كما فى التفسير لابن كثير ۴: ۳۳۷، وفى رواية الطبرانى تسمية هذا الرجل الذى جاء بابى هريرة كما ذكره الحافظ فى الفتح ۸: ۴۴۶]

سات گھروں کا قصہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بکری کی ایک سری سات گھروں میں گھومتی رہی ہر ایک

دوسرے کو اپنے پر ترجیح دیتا رہا۔ حالانکہ ان میں سے ہر ایک کو اس سری کی ضرورت تھی یہاں تک کہ سات گھروں کا چکر کاٹ کر آخر وہ سری اسی پہلے گھر واپس آ گئی جہاں سے وہ چلی تھی۔

[اخرجہ ابن جریر کذافی الکنز ۳:۱۷۶]

اللہ تعالیٰ کو قرض حسنہ دینے والے

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آدمی کا کھجور کا ایک درخت ہے اور مجھے اپنی دیوار کی اصلاح کے لیے اس کی ضرورت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حکم فرما دیں کہ وہ یہ درخت مجھے دے دے تاکہ میں اپنی دیوار کو اس کے ذریعہ درست کر سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو فرمایا تم کھجور کا یہ درخت اسے دے دو تمہیں اس کے بدلے جنت میں کھجور کا درخت ملے گا اس آدمی نے انکار کر دیا (حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی سے کھجور کا یہ درخت جنت کے کھجور کے درخت کے بدلہ میں لے کر اس دوسرے آدمی کو دینے چاہتے ہیں تو) حضرت ابوالدحداح اس کھجور والے کے پاس گئے اور اس سے کہا تم میرے اس باغ کے بدلہ میں اپنا کھجور کا درخت میرے ہاتھ بیچ دو۔ وہ راضی ہو گیا۔ پھر حضرت ابوالدحداح نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنا باغ دے کر کھجور کا وہ درخت خرید لیا ہے اور اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے رہا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کو وہ درخت دے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوش ہو کر) کئی بار فرمایا ابوالدحداح کو جنت میں کھجور کے پھل دار اور بڑے بڑے درخت بہت سے ملیں گے۔ پھر انہوں نے اپنی بیوی کے پاس آ کر کہا اے ام دحداح! تم اس باغ سے باہر آ جاؤ میں نے اسے جنت کے کھجور کے ایک درخت کے بدلہ میں بیچ دیا ہے۔ ان کی بیوی بھی ان کی طرح جنت کی طالب تھیں اس لیے انہوں نے کہا بڑے نفع کا سودا کیا یا اس جیسا جملہ کہا۔

[اخرجہ احمد والبغوی والحاکم فی الاصابۃ ۴:۵۹، قال الہیثمی ۹:۳۲۴، رواہ احمد و الطبرانی ورجالہما رجال الصحیح انتہی]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ [سورۃ بقرہ آیت: ۲۴۵]

''کون شخص ہے ایسا جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے اچھے طور پر قرض دینا پھر اللہ تعالیٰ اس (کے ثواب) کو بڑھا کر بہت سے حصے کر دے۔''

تو حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا واقعی اللہ تعالیٰ ہم سے قرض لینا چاہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت ابوالدحداح نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا ہاتھ ذرا مجھے عنایت فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک ان کی طرف بڑھا دیا۔ انہوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دست مبارک) پکڑ کر عرض کیا میرا ایک باغ ہے جس میں کھجور کے چھ سو درخت ہیں میں نے اپنا وہ باغ اپنے رب کو بطور قرض دے دیا۔ پھر وہاں سے چل کر اپنے باغ میں پہنچے ان کی بیوی حضرت اُم دحداح اور ان کے بچے اس باغ میں تھے۔ انہوں نے آواز دی اے اُم دحداح! ان کی بیوی نے کہا لبیک۔ انہوں نے کہا باغ سے باہر آ جاؤ کیونکہ میں نے یہ باغ اللہ تعالیٰ کو قرض دے دیا ہے۔ [عند ابی یعلی قال الھیثمی ۹:۳۲۴' رواہ ابویعلی والطبرانی ورجالھما ثقات ورجال ابی یعلی رجال الصحیح انتھٰی واخرجه البزار عن ابن مسعود رضی اللہ عنه نحوہ باسناد ضعیف کما فی المجمع ۳:۱۱۳' واخرجه ایضًا ابن مندۃ کما فی الاصابة ۴:۵۹' وابن ابی حاتم کما فی التفسیر لابن کثیر ۱:۲۹۹' واخرجه الطبرانی عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنه بمعناہ باسناد ضعیف کما فی المجمع ۳:۱۱۳]

اور اسی جلد کے صفحہ ۲۱۷ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس چار ہزار درہم ہیں ان میں سے دو ہزار تو میں اپنے رب کو ادھار دے رہا ہوں۔

لوگوں میں اسلام کا شوق پیدا کرنے کیلئے مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام (میں داخل کرنے اور اس پر جمانے) کے لیے کوئی چیز مانگی جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ چیز ضرور دے دیتے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اسے صدقہ کی بکریوں میں سے اتنی زیادہ بکریاں دی جائیں جو دو پہاڑوں کے درمیان کی ساری وادی کو بھر دیں وہ بکریاں لے کر

اپنی قوم کے پاس واپس گیا اور ان سے کہا اے میری قوم! تم اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد ﷺ اتنا زیادہ دیتے ہیں کہ انہیں اپنے اوپر فاقہ کا کوئی ڈر ہی نہیں ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ بعض دفعہ کوئی آدمی حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں صرف دنیا لینے کے ہی ارادے سے آتا لیکن شام ہونے سے پہلے ہی اس کا ایمان حضور ﷺ کی صحبت اور حسن تربیت اور آپ والی محنت کی برکت سے) اتنا مضبوط ہو جاتا کہ حضور ﷺ کا دین اس کی نگاہ میں دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محفوظ ہو جاتا۔

[اخرجه احمد كذا فى البداية ۶: ۳۶، واخرجه مسلم ايضا نحوه عن انس رضى الله عنه ۲: ۲۵۳]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک عربی آدمی نے حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ سے دو پہاڑوں کے درمیان کی زمین مانگی آپ ﷺ نے وہ زمین اس کے نام لکھ دی اس پر وہ مسلمان ہو گیا پھر اس نے اپنی قوم کو جا کر کہا تم اسلام لے آؤ میں تمہارے پاس اس آدمی کے ہاں سے آ رہا ہوں جو اس آدمی کی طرح دل کھول کر دیتا ہے جسے فاقہ کا کوئی ڈر نہ ہو۔ [عند الطبرانى قال الهيثمى ۹: ۱۳ وفيه عبدالرحمن بن يحيى العذرى و قيل فى مجهول و بقية رجاله و ثقوا انتهى]

صفوان بن امیہ کے اسلام لانے کے قصے میں گزر چکا ہے کہ حضور ﷺ چل پھر کر مال غنیمت دیکھ رہے تھے۔ صفوان بن امیہ بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ صفوان بن امیہ نے بھی دیکھنا شروع کیا کہ جعرانہ کی تمام گھاٹی جانوروں، بکریوں اور چرواہوں سے بھری ہوئی ہے اور بڑی دیر تک غور سے دیکھتے رہے۔ حضور ﷺ بھی ان کو کنکھیوں سے دیکھتے رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابو وہب! (یہ صفوان کی کنیت ہے) کیا یہ (مال غنیمت سے بھری ہوئی) گھاٹی تمہیں پسند ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ ساری گھاٹی تمہاری ہے اور اس میں جتنا مال غنیمت ہے وہ بھی تمہارا ہے یہ سن کر صفوان نے کہا اتنی بڑی سخاوت کی ہمت صرف نبی ہی کر سکتا ہے اور کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا الله و اشهد ان محمدا عبده و رسوله پڑھ کر وہیں مسلمان ہو گئے۔

[اخرجه الواقدى و ابن عساكر عن عبد الله بن الزبير رضى الله عنهما كما فى الكنز ۵: ۲۹۴]

جہاد فی سبیل اللہ میں مال خرچ کرنا

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ سے ہجرت کے لئے) روانہ ہوئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھ اپنا سارا مال پانچ ہزار یا چھ ہزار درہم جتنا بھی تھا' سارا لے لیا اور لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے گئے۔ پھر ہمارے دادا حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ ہمارے گھر آئے۔ ان کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ تم لوگوں کو جانے کے صدمہ کے ساتھ مال کا صدمہ بھی پہنچا گئے ہیں۔ یعنی وہ خود تو گئے ہی ہیں میرا خیال یہ ہے کہ وہ مال بھی سارا لے گئے ہیں اور تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑا ہے۔ میں نے کہا دادا جان! ہرگز نہیں وہ تو ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ کر گئے ہیں اور میں نے (چھوٹی چھوٹی) پتھریاں لا کر گھر کے اس طاق میں رکھ دیں جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا مال رکھا کرتے تھے (اس زمانے میں درہم و دینار چھوٹی پتھریوں کی طرح کے ہوتے تھے لہٰذا درہم و دینار کے سائز کی پتھریاں رکھی ہوں گی) پھر میں نے ان پتھریوں پر ایک کپڑا ڈال دیا پھر میں نے اپنے دادا جان کا ہاتھ پکڑ کر ان سے کہا اے دادا جان! اپنا ہاتھ اس مال پر رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنا ہاتھ اس پر رکھا (وہ یہ سمجھے کہ یہ درہم و دینار ہی ہیں) تو انہوں نے کہا کوئی بات نہیں اگر وہ تمہارے لیے اتنا مال چھوڑ گئے ہیں تو انہوں نے اچھا کیا اس سے تمہارا گزارا ہو جائے گا۔ حضرت اسماء کہتی ہیں اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے لیے کچھ نہیں چھوڑا تھا میں نے یہ کام بڑے میاں (دادا جان) کی تسلی کے لیے کیا تھا۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا فى البداية ۳:۱۷۹ و اخرجه احمد والطبرانى بنحوه قال الهيثمى رجال احمد رجال الصحيح غير ابن اسحاق و قد صرح بالسماع انتهى]

اور پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک میں اپنا سارا مال جو کہ چار ہزار درہم تھا خرچ کیا تھا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت عبدالرحمٰن بن خباب سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور جیش عسرہ (غزوۂ تبوک میں جانے والے لشکر) پر خرچ کرنے کی ترغیب دی تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا کجاوے اور پالان سمیت سو اونٹ میرے ذمہ ہیں یعنی میں دوں گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے ایک سیڑھی نیچے تشریف لائے اور پھر (خرچ کرنے کی) ترغیب دی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پھر کہا کجاوے اور پالان سمیت اور سو اونٹ میرے ذمہ ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اتنا زیادہ خرچ کرنے پر بہت خوش ہیں اور خوشی کی وجہ سے) ہاتھ کو ایسے ہلا رہے ہیں جیسے تعجب و حیرانی میں انسان ہلایا کرتا ہے اس موقع پر عبدالصمد راوی نے سمجھانے کے لیے اپنا ہاتھ باہر نکال کر ہلا کر دکھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے اگر اتنا زیادہ خرچ کرنے کے بعد عثمان کوئی بھی (نفل) عمل نہ کرے تو ان کا کوئی نقصان نہیں ہوگا۔ بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ ترغیب دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کجاوے اور پالان سمیت تین سو اونٹ اپنے ذمہ لئے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اس وقت موجود تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر یہ فرما رہے تھے اتنا خرچ کرنے کے بعد یا فرمایا آج کے بعد عثمان کا کسی گناہ سے نقصان نہیں ہوگا۔

[اخرجه احمد كذا في البداية ٥: ٤، واخرجه ابو نعيم في الحلية ١: ٥٩ بنحوه]

حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جیش عسرہ (یعنی غزوۂ تبوک کے لشکر) کو تیار کر رہے تھے تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار دینار لے کر آئے اور لا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جھولی میں ڈال دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان دیناروں کو الٹتے پلٹتے جا رہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے آج کے بعد عثمان جو بھی (گناہ صغیرہ یا خلاف اولیٰ) کام کریں گے تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا۔ یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی مرتبہ فرمائی۔

[اخرجه الحاكم ٣: ١٠٢، قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح واخرجه ابو نعيم في الحلية ١: ٥٩، نحوه عن عبدالرحمن وعن ابن عمر]

ابونعیم نے یہی روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ مضمون ہے کہ

حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! عثمان کے اس کارنامے کو نہ بھولنا اور اس کے بعد عثمان نیکی کا کوئی کام نہ کریں تو اس سے ان کا نقصان نہیں ہوگا۔

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جیش عسرہ کی مدد کرنے کے لیے پیغام بھیجا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دس ہزار دینار حضور ﷺ کے پاس بھیجے۔ لانے والے نے وہ دینار حضور ﷺ کے سامنے ڈال دیئے۔ حضور ﷺ اپنے سامنے ان دیناروں کو اوپر نیچے الٹنے پلٹنے لگے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے دعا کرنے لگے۔ اے عثمان! اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور جو گناہ تم نے چھپ کر کیے اور علی الاعلان کیے اور جو تم نے مخفی رکھے اور جو گناہ تم سے قیامت تک ہوں اللہ ان سب کو معاف فرمائے اس عمل کے بعد عثمان کوئی بھی نیک عمل نہ کریں تو کوئی پرواہ نہیں۔

[عند ابن عدی والدارقطنی و ابی نعیم و ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵:۱۲]

انسان جب مرتا ہے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس لیے مطلب یہ ہے کہ عثمان رضی اللہ عنہ سے مرتے دم تک جتنے گناہ ہوں اللہ انہیں معاف کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس ﷺ کو جیش عسرہ کی تیاری کے لیے سامان دیا اور سات سو اوقیہ سونا لا کر دیا اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا۔

[اخرجہ ابویعلی والطبرانی قال الہیثمی ۹:۸۵ وفیہ ابراھیم بن عمر بن ابان و ھو ضعیف انتھی]

حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں ہزار سواریاں دیں جن میں پچاس گھوڑے تھے۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/۵۹]

اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ غزوۂ تبوک میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی لشکر کو ان کی ضرورت کا سامان دیا تھا یہاں تک کہ کہا جاتا تھا کہ ایک تہائی لشکر کی ضرورت کی ہر چیز انہوں نے مہیا کی تھی۔ [عند ابن عساکر کذافی المنتخب ۵:۱۳]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں تھیں کہ انہوں نے مدینہ

میں ایک شور سنا انہوں نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف کا تجارتی قافلہ ملک شام سے ضرورت کی ہر چیز لے کر آ رہا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (اس قافلہ میں) سات سو اونٹ تھے اور سارا مدینہ اس شور کی آواز سے گونج اٹھا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ عبدالرحمٰن بن عوف گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جنت میں داخل ہو رہے ہیں۔ یہ بات حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا میں پوری کوشش کروں گا کہ میں جنت میں (قدموں پر) چل کر داخل ہوں اور یہ کہہ کر اپنا سارا قافلہ مع سارے سامان تجارت اور کجاووں کے اللہ کے راستہ میں صدقہ کر دیا۔ [اخرجه احمد و اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۹۸، عن انس رضی الله عنه بنحوه وابن سعد ۳:۹۳، عن حبیب بن ابی مرزوق بمعناه قال فی البدایة ۷:۱۶۴، فی مسند احمد تفردبه عمارة بن زاذان الصیدلانی وهو ضعیف]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم اللہ کے راستہ میں صدقہ کئے۔ پھر چالیس ہزار صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کئے۔ پھر پانچ سو گھوڑے اللہ کے راستہ میں دیئے۔ پھر ڈیڑھ ہزار اونٹ اللہ کے راستہ میں دیئے۔ ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعے کمایا ہوا تھا۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۹۹، وهکذا ذکره فی البدایة ۷:۱۶۳، عن معمر عن الزهری الا انه قال حمل علی خمس مائة راحلة فی سبیل الله]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اپنا آدھا مال صدقہ کیا پھر بعد میں چالیس ہزار دینار صدقہ کئے پھر پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ صدقہ کئے ان کا اکثر مال تجارت کے ذریعہ کمایا ہوا تھا۔
[اخرجه ایضا ابن المبارک عن معمر کذا فی الاصابة ۲:۴۱۹]

حصہ اول میں یہ گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک میں دو سو اوقیہ صدقہ کئے۔

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم نے مدینہ میں کسی کے بارے میں یہ نہیں سنا کہ اس

نے حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے زیادہ سواریاں اللہ تعالیٰ کی راہ میں دی ہوں۔ ایک مرتبہ دو دیہاتی آدمی مدینہ آ کر یہ سوال کرنے لگے کہ کون اللہ کے راستہ میں سواری دے گا؟ لوگوں نے ان کو حضرت حکیم بن حزام کے بارے میں بتایا کہ وہ سواری کا انتظام کر دیں گے۔ وہ دونوں حضرت حکیم کے پاس ان کے گھر گئے۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ وہ دونوں کیا چاہتے ہیں؟ جو وہ چاہتے تھے وہ انہوں نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو بتا دیا۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا تم جلدی نہ کرو (کچھ دیر ٹھہرو) میں ابھی تم دونوں کے پاس باہر آتا ہوں (جب حضرت حکیم رضی اللہ عنہ باہر آئے تو) حضرت حکیم رضی اللہ عنہ وہ کپڑا پہنے ہوئے تھے جو مصر سے لایا گیا تھا اور جال کی طرح پتلا اور سستا تھا اور اس کی قیمت چار درہم تھی۔ ہاتھ میں لاٹھی پکڑی ہوئی تھی اور ان کے ساتھ ان کے غلام بھی باہر آئے (اور دونوں دیہاتیوں کو لے کر بازار کی طرف چل دیئے) چلتے چلتے جب وہ کسی کوڑے کرکٹ کے پاس سے گزرتے اور اس میں ان کو کپڑے کا کوئی ایسا ٹکڑا نظر آتا جو اللہ کے راستہ میں دیئے جانے والے اونٹوں کے سامان کی مرمت میں کام آ سکتا ہو تو اسے اپنی لاٹھی کے کنارے سے اٹھاتے اور اسے جھاڑتے پھر اپنے غلاموں سے کہتے اونٹوں کے سامان کی مرمت کے لیے اسے رکھ لو۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ اس طرح ایک کپڑا اٹھا رہے تھے کہ ان میں سے ایک دیہاتی نے اپنے ساتھی سے کہا تیرا ناس ہو۔ ان سے ہماری جان چھڑواؤ۔ اللہ کی قسم! ان کے پاس تو صرف کوڑے سے اٹھائے ہوئے چیتھڑے ہی ہیں (یہ ہمیں سواری کے جانور کیسے دے سکیں گے؟) اس کے ساتھی نے کہا ارے میاں! جلدی نہ کرو۔ ابھی ذرا اور دیکھتے ہیں پھر حضرت حکیم ان دونوں کو بازار لے گئے۔ وہاں انہیں دو موٹی تازی، خوب بڑی اور گابھن اونٹنیاں نظر آئیں انہوں نے ان دونوں کو خریدا اور ان کا سامان بھی خریدا۔ پھر اپنے غلاموں سے کہا جس سامان کی مرمت کی ضرورت ہو اس کی مرمت کپڑے کے ان ٹکڑوں سے کر لو۔ پھر دونوں اونٹنیوں پر کھانا، گندم اور چربی رکھ دی اور ان دونوں دیہاتیوں کو خرچہ بھی دیا۔ پھر ان کو وہ دونوں اونٹنیاں دے دیں (جب اتنا کچھ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے دیا تو) ایک دیہاتی نے اپنے ساتھی سے کہا میں نے آج ان سے بہتر (سخی) کوئی کپڑے کے ٹکڑے اٹھانے والا نہیں دیکھا۔

[اخرجه الطبرانی کذافی مجمع الزوائد ۹: ۳۸۴]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ ساٹھ ہزار میں بیچا۔

لوگوں نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ سے کہا اللہ کی قسم! حضرت معاویہ نے (سستا خرید کر) آپ کو قیمت میں نقصان پہنچایا ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا (کوئی بات نہیں) اللہ کی قسم! میں نے بھی یہ گھر زمانہ جاہلیت میں صرف ایک مشک شراب میں (سستے داموں) خریدا تھا۔ (اس حساب سے مجھے تو بہت زیادہ قیمت مل گئی ہے) میں آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ اس کی ساری قیمت اللہ کے راستہ میں، مسکینوں کی امداد میں اور غلاموں کے آزاد کرانے میں ہی خرچ ہو گی اب بتاؤ ہم دونوں میں سے کون گھاٹے میں رہا؟ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انہوں نے وہ گھر ایک لاکھ میں بیچا تھا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۳۴۸، رواه الطبرانی باسنادین احدهما حسن انتهٰی]

حضرت ابن عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ایک زمین دو سو اونٹنیوں کے بدلہ میں بیچی۔ پھر ان میں سے سو اونٹنیاں اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیں اور ان کو اس بات کا پابند کیا کہ وہ لوگ وادی قریٰ سے گزرنے سے پہلے ان میں سے کوئی بھی اونٹنی نہ بیچیں۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۲۹۶]

حصہ اول صفحہ ۶۳۸ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جہاد کی اور مال خرچ کرنے کی ترغیب دینے کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک سو اوقیہ یعنی چار ہزار درہم دیئے اور حضرت عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے نوے وسق (تقریباً پونے پانچ سو من) کھجور دی اور حضرت عباس، حضرت طلحہ، حضرت سعد بن عبادہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت زیادہ مال لا کر دیا اور حصہ اول میں گزر چکا ہے کہ ایک صحابی نے ایک اونٹنی اللہ کے راستہ میں دی تھی اور حضرت قیس بن سلع انصاری رضی اللہ عنہ نے جہاد میں بہت سا مال خرچ کیا تھا۔

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابی عورتوں کا مال خرچ کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات سے فرمایا کہ (میرے دنیا سے جانے کے بعد) تم میں سے سب سے جلدی مجھے وہ ملے گی جس کا ہاتھ سب

سے زیادہ لمبا ہوگا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس کے بعد ازواج مطہرات آپس میں مقابلہ کیا کرتیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے (ہم تو ہاتھ کی لمبائی ہی سمجھتی رہیں لیکن ہاتھ کے لمبے ہونے سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سخاوت اور زیادہ مال خرچ کرنا تھا اس وجہ سے ہم میں سب سے زیادہ لمبے ہاتھ والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا نکلیں کیونکہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کیا کرتی تھیں اور (اس کی آمدنی) صدقہ کر دیا کرتی تھیں دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہم جب اپنے میں سے کسی کے گھر جمع ہو جاتیں تو اپنے ہاتھ دیوار کے ساتھ لمبے کر کے ناپا کرتی تھیں کہ کس کا ہاتھ لمبا ہے۔ ہم ایسا ہی کرتی رہیں یہاں تک کہ (سب سے پہلے) حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے سب سے پہلے وفات پانے سے ہمیں پتہ چلا کہ ہاتھ کی لمبائی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد (کثرت سے) صدقہ کرنا ہے۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا دستکاری اور ہاتھوں کے ہنر میں ماہر تھیں وہ کھال رنگا کرتیں اور کھال سیا کرتیں (سی کر فروخت کر دیتیں اور اس کی قیمت) اللہ کے راستہ میں صدقہ کیا کرتیں۔ [اخرجه الشیخان واللفظ لمسلم کذافی الاصابة ۴: ۳۱۴]

طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سوت کاتا کرتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکروں کو دے دیا کرتیں۔ وہ لوگ اس سوت سے سیا کرتے اور اپنے سفر میں دوسرے کاموں میں لاتے۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸: ۲۸۹ ورجاله وثقوا وفی بعضهم ضعف]

حصہ اول میں یہ مضمون گزر چکا ہے کہ غزوۂ تبوک کی تیاری میں مسلمانوں کی مدد کے لیے عورتوں نے کنگن، بازوبند، پازیب، بالیاں اور انگوٹھیاں بھیجیں۔

فقراء، مساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا

حضرت عمیر بن سلمہ دؤلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دوپہر کو ایک درخت کے سائے میں سو رہے تھے ایک دیہاتی عورت مدینہ آئی اور لوگوں کو بڑے غور سے دیکھتی رہی (کہ ان میں سے کون میرا کام کرا سکتا ہے) اور دیکھتے دیکھتے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی (انہیں دیکھ کر اسے یہ اطمینان ہوا کہ یہ آدمی میرا کام کرا دے گا) اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا

میں ایک مسکین عورت ہوں اور میرے بہت سے بچے ہیں اور امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو (ہمارے علاقہ میں) صدقات وصول کرنے بھیجا تھا (وہ صدقات وصول کر کے واپس آ گئے) اور انہوں نے ہمیں کچھ نہیں دیا۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ ہماری ان سے سفارش کر دیں (شاید وہ آپ کی بات مان لیں) تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دربار) یرفا کو پکار کر کہا حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ اس عورت نے کہا میری ضرورت کے پورا ہونے کی زیادہ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ میرے ساتھ ان کے پاس جائیں (اس عورت کو معلوم نہیں تھا کہ ان کا مخاطب آدمی خود امیر المومنین ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا (میرے بلانے پر) انشاء اللہ وہ تمہارا کام کر دے گا۔ حضرت یرفا رضی اللہ عنہ نے جا کر حضرت محمد بن مسلمہ سے کہا چلیں آپ کو امیر المومنین بلا رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا امیر المومنین! اب اس عورت کو پتہ چلا کہ یہ امیر المومنین ہیں تو وہ بہت شرمندہ ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے اس عورت کے بارے میں پوچھیں گے تو تم کیا کہو گے؟ یہ سن کر حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے پاس بھیجا۔ ہم نے ان کی تصدیق کی اور ان کا اتباع کیا۔ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر عمل کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صدقات (وصول کر کے) اس کے حقدار مساکین کو دیا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یونہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ بنایا تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہی عمل کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بھی اپنے پاس بلا لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا خلیفہ بنا دیا اور میں نے تم میں سے بہترین آدمی منتخب کرنے میں کبھی کمی نہیں کی۔ اب اگر میں تمہیں بھیجوں تو اس عورت کو اس سال کا اور گزشتہ سال کا اس کا حصہ (صدقات میں سے) دے دینا اور مجھے معلوم نہیں شاید اب میں تمہیں (صدقات وصول کرنے) نہ بھیجوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لیے ایک اونٹ منگوایا اور اس عورت کو آٹا اور تیل دیا اور فرمایا یہ لے لو۔ پھر ہمارے پاس خیبر آ جانا کیونکہ اب ہمارا خیبر جانے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ وہ عورت خیبر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو اونٹ اور منگوائے اور اس عورت سے کہا یہ لے لو۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کے تمہارے ہاں آنے تک یہ تمہارے لیے کافی ہو جائیں گے اور میں نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا ہے کہ وہ تمہیں تمہارا اس سال کا اور گزشتہ سال کا حصہ دے دیں۔ [اخرجہ ابو عبیدہ فی الاموال کذافی الکنز ۳:۳۱۹]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک جوان عورت ملی اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرا خاوند فوت ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پیچھے چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور وہ اللہ کی قسم! (فقر و فاقہ کی وجہ) سے پائے بھی نہیں پکا سکتے (ملک عرب میں پائے مفت ملتے تھے بکا نہیں کرتے تھے) نہ ان کے پاس کوئی کھیتی ہے اور نہ کوئی دودھ کا جانور اور مجھے ڈر ہے کہ قحط سالی سے کہیں وہ مر نہ جائیں اور میں حضرت خفاف بن ایماء غفاری رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہوں۔ میرے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس عورت کے پاس کھڑے (باتیں سنتے) رہے اور آگے نہیں گئے۔ پھر فرمایا خوش آمدید ہو قریبی رشتہ داری نکل آئی (یعنی تمہارے قبیلہ غفار کا ہمارے قبیلہ قریش سے قریبی رشتہ ہے یا تم ایک مشہور صحابی کے خاندان میں سے ہو) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گھر واپس گئے' ان کے گھر میں ایک خوب بوجھ اٹھانے والا اونٹ بندھا ہوا تھا۔ دو بورے غلہ سے بھر کر اس پر رکھ دیئے اور ان دونوں بوروں کے درمیان خرچ کے پیسے اور کپڑے رکھ دیئے اور پھر اس اونٹ کی نکیل اس عورت کو پکڑا کر کہا یہ اونٹ لے جاؤ۔ انشاء اللہ ان چیزوں کے ختم ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ تمہارے لیے بہتر انتظام فرما دیں گے۔ ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اس عورت کو بہت زیادہ دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیری ماں تجھے گم کرے۔ اس عورت کا باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ میں شریک ہوا تھا اور اللہ کی قسم! میں نے اس عورت کے باپ اور بھائی کو دیکھا ہے کہ ایک عرصہ تک انہوں نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ پھر انہوں نے اس قلعہ کو فتح کر لیا اور ہم اس میں سے اپنے حصے خوب وصول کر رہے ہیں (چونکہ یہ بہت زیادہ دینی فضائل والے خاندان کی عورت ہے اس وجہ سے میں نے اسے زیادہ دیا ہے) [اخرجہ ابو عبیدہ فی الاموال والبخاری والبیہقی کذافی الکنز ۳:۱۴۷]

حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو ملک شام کی گورنری سے معزول کیا تو ان کی جگہ حضرت سعید بن عامر بن حذیم جمحی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کو بھی ساتھ لے گئے جس کا چہرہ بہت خوبصورت تھا اور وہ قریش قبیلہ کی تھی۔ تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ فاقہ اور سخت تنگی کا دور شروع ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ وہ ہزار دینار لے کر اپنی بیوی کے پاس گھر گئے اور اس سے کہا تم جو یہ دینار دیکھ رہی ہو یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجے ہیں اس نے کہا میرا دل یہ چاہتا ہے کہ آپ ہمارے لیے سالن کا سامان اور غلہ خرید لیں اور باقی دینار سنبھال کر رکھ لیں آئندہ کام آئیں گے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں اس سے بہتر صورت نہ بتا دوں؟ کہ ہم یہ مال ایک تاجر کو دے دیتے ہیں جو اس سے ہمارے لیے تجارت کرتا رہے' ہم اس کا نفع کھاتے رہیں اور ہمارے اس سرمائے کی ذمہ داری بھی اس پر ہو گی۔ ان کی بیوی نے کہا پھر تو یہ ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے سالن کا سامان اور غلہ خریدا اور دو اونٹ اور دو غلام خریدے۔ غلاموں نے ان اونٹوں پر ضرورت کا سارا سامان اکٹھا کر لیا اور انہوں نے یہ سب کچھ مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ان کی بیوی نے ان سے کہا کھانے پینے کا سامان ختم ہو گیا ہے آپ اس تاجر کے پاس جائیں اور جو نفع ہوا ہے اس میں سے کچھ لے کر ہمارے لیے کھانے پینے کا سامان خرید لیں۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ اس نے دوبارہ کہا یہ پھر خاموش رہے آخر اس نے تنگ آ کر ان کو ستانا شروع کیا اب پر انہوں نے دن میں گھر آنا چھوڑ دیا صرف رات کو گھر آتے۔ ان کے گھر والوں میں ایک آدمی تھا جو ان کے ساتھ گھر آیا کرتا تھا اس نے ان کی بیوی سے کہا تم کیا کر رہی ہو؟ تم ان کو بہت تکلیف پہنچا چکی ہو وہ تو سارا مال صدقہ کر چکے ہیں یہ سن کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کی بیوی کو سارے مال کے صدقہ کرنے پر اتنا افسوس ہوا کہ وہ رونے لگی۔ ایک دن حضرت سعید رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کے پاس گھر آئے اور اس سے کہا ایسے ہی آرام سے بیٹھی رہو۔ میرے کچھ ساتھی تھے جو تھوڑا عرصہ پہلے مجھ سے جدا ہو گئے ہیں (اس دنیا سے چلے گئے ہیں) اگر مجھے ساری دنیا بھی مل جائے تو بھی مجھے ان کا راستہ چھوڑنا پسند نہیں ہے۔

اگر جنت کی خوبصورت حوروں میں سے ایک حور آسمان دنیا سے جھانک لے تو ساری زمین اس کے نور سے روشن ہو جائے اور اس کے چہرے کا نور چاند وسورج کی روشنی پر غالب آجائے اور جو دوپٹہ اسے پہنایا جاتا ہے وہ دنیا اور مافیہا سے زیادہ قیمتی ہے۔ اب میرے لیے یہ تو آسان ہے کہ ان حوروں کی خاطر تجھے چھوڑ دوں لیکن تیری خاطر ان کو نہیں چھوڑ سکتا۔ یہ سن کر وہ نرم پڑ گئی اور راضی ہوگئی۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱: ۲۴۴]

ابونعیم نے ہی اسی واقعہ کو حضرت عبدالرحمٰن بن سابط جمحی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ مضمون ہے کہ جب حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو تنخواہ ملتی تو گھر والوں کے گزارے کا سامان خرید لیتے اور باقی کو صدقہ کر دیتے تو ان کی بیوی ان سے کہتی آپ کی باقی تنخواہ کہاں ہے؟ وہ کہتے میں نے وہ قرض دے دی ہے (ان کا یہ طرزِ عمل دیکھ کر) کچھ لوگ ان کے پاس آئے اور ان سے انہوں نے کہا آپ کے گھر والوں کا آپ پر حق ہے۔ آپ کے سسرال والوں کا آپ پر حق ہے تو حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی کسی کو ان پر ترجیح نہیں دی ہے۔ میں موٹی آنکھوں والی حوریں حاصل کرنا چاہتا ہوں تو میں کسی بھی انسان کو اس طرح خوش نہیں کرنا چاہتا کہ اس سے حوروں کے ملنے میں کمی آئے یا وہ نہ مل سکیں کیونکہ اگر جنت کی ایک بھی حور جھانک لے تو اس کی وجہ سے ساری زمین ایسے چمکنے لگے جیسے سورج چمکتا ہے۔ میں جنت میں سب سے پہلے جانے والی جماعت سے پیچھے رہ جانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں کیونکہ حضورؐ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو حساب کے لیے جمع فرمائیں گے تو فقراء مؤمنین جنت کی طرف ایسے تیزی سے جائیں گے جیسے کبوتر اپنے گھونسلے کی طرف تیزی سے پر پھیلا کر اترتا ہے۔ فرشتے ان سے کہیں گے ٹھہرو حساب دے کر جاؤ وہ کہیں گے ہمارے پاس حساب کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ ہمیں دیا ہی کیا تھا جس کا ہم حساب دیں۔ اس پر ان کا رب فرمائے گا میرے بندے ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ پھر ان کے لیے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا اور وہ لوگوں سے ستر سال پہلے جنت میں چلے جائیں گے اور اسی حصہ کے صفحہ ۲۴۷ پر ان ہی حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا یہ قصہ گزر چکا ہے کہ انہوں نے اپنی بیوی سے کہا کیا تم اس سے بہتر بات چاہتی ہو کہ ہم یہ دینار اسے دے دیتے ہیں جو ہمیں سخت ضرورت کے وقت دے دے۔ ان کی بیوی نے کہا ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے گھر والوں میں سے ایک آدمی کو بلایا جس پر

انہیں اعتماد تھا اور ان دیناروں کو بہت سی تھیلیوں میں ڈال کر اس سے کہا۔ جا کر یہ دینار فلاں خاندان کی بیواؤں، فلاں خاندان کے یتیموں، فلاں خاندان کے مسکینوں اور فلاں خاندان کے مصیبت زدہ لوگوں کو دے آؤ۔ تھوڑے سے دینار بچ گئے تو اپنی بیوی سے کہا لو یہ خرچ کر لو۔ پھر اپنے گورنری کے کام میں مشغول ہو گئے۔ چند دن بعد ان کی بیوی نے کہا کیا آپ ہمارے لیے کوئی خادم نہیں لیتے؟ اس مال کا کیا ہوا؟ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ مال تمہیں سخت ضرورت کے وقت ملے گا۔ [اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱:۲۴۵]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مال خرچ کرنا

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیمار ہو گئے۔ ان کے لیے ایک درہم میں انگور کا ایک خوشہ خریدا گیا (جب وہ خوشہ ان کے سامنے رکھا گیا تو) اس وقت ایک مسکین نے آ کر سوال کیا۔ انہوں نے کہا یہ خوشہ اسے دے دو (گھر والوں نے وہ خوشہ اس مسکین کو دے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ ایک درہم میں خرید لیا (کیونکہ بازار میں اس وقت انگور نایاب تھا۔ اس لیے اس سے خریدا) اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آ کر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو (گھر والوں نے اسے دیا وہ لے کر چل دیا) گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا اور لا کر پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اس مسکین نے آ کر پھر سوال کیا آپ نے فرمایا یہ اسے دے دو۔ (گھر والوں نے اسے دے دیا وہ لے کر چل دیا) پھر گھر کے ایک آدمی نے جا کر اس مسکین سے وہ خوشہ پھر ایک درہم میں خرید لیا (اور لا کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا) اس مسکین نے پھر واپس آ کر مانگنے کا ارادہ کیا تو گھر والوں نے اسے روک دیا لیکن اگر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو معلوم ہو جاتا کہ یہ خوشہ اس مسکین سے خریدا گیا ہے اور اسے سوال کرنے سے بھی روکا گیا ہے تو وہ اسے بالکل نہ چکھتے۔

[اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱:۲۹۷]

ابونعیم نے ہی یہ قصہ ایک اور سند سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے ان کا انگور کھانے کو دل چاہا۔ میں نے ان کے لیے انگور کا ایک خوشہ ایک درہم میں خریدا اور

لا کر وہ خوشہ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ آگے حدیث کا مضمون پچھلی حدیث کی طرح ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ وہ سائل بار بار آتا اور وہ ہر دفعہ اسے خوشہ دینے کا حکم فرما دیتے (اور ہم اسے دے دیتے اور پھر اس سے خرید کر لے آتے) یہاں تک کہ میں نے سائل کو تیسری یا چوتھی مرتبہ میں کہا تیرا ناس ہو۔ تجھے شرم نہیں آتی (ہر دفعہ واپس آ کر پھر مانگ لیتا ہے) چنانچہ میں نے اس سے ایک درہم میں خرید کر ان کی خدمت میں پیش کر دیا (اور وہ سائل منع کر دینے پر اس دفعہ نہ آیا) تو آخر انہوں نے وہ خوشہ کھالیا۔ [واخرجه ایضا نحو السیاق الاول مختصرا ابن المبارك كما فی الاصابة ۲:۲۴۸، والطبرانی كما فی المجمع ۹:۳۴۷، وابن سعد ۴:۱۱۷، قال الهیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر نعیم بن حماد وهو ثقة]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا مال خرچ کرنا

حضرت ابونضرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے ایک کمرہ (مہمانوں سے) بات چیت کے لیے خالی رکھا ہوا تھا۔ ایک آدمی ان کے پاس سے مینڈھا لے کر گزرا۔ انہوں نے مینڈھے والے سے پوچھا کہ تم نے یہ مینڈھا کتنے میں خریدا ہے؟ اس نے کہا بارہ درہم میں۔ میں نے (دل میں) کہا کاش کہ میرے پاس بھی بارہ درہم ہوتے تو میں بھی ایک مینڈھا خرید کر (عید پر) قربان کرتا اور اپنے اہل وعیال کو کھلاتا۔ جب میں ان کے پاس سے کھڑا ہو کر اپنے گھر آیا تو انہوں نے میرے پیچھے ایک تھیلی بھیجی جس میں پچاس درہم تھے۔ میں نے ان سے زیادہ برکت والے درہم کبھی نہیں دیکھے۔ انہوں نے مجھے وہ درہم ثواب کی نیت سے دیئے اور مجھے ان دنوں ان دراہم کی شدید ضرورت تھی۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۳۷۱ رجاله رجال الصحیح]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مال خرچ کرنا

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا میں نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے روزہ رکھا ہوا تھا، ان سے ایک مسکین نے سوال کیا۔ ان کے گھر میں صرف ایک روٹی تھی۔ انہوں نے اپنی باندی سے کہا یہ روٹی اس مسکین کو دے دے۔ باندی نے ان سے کہا (اس روٹی

کے علاوہ) آپ کی افطاری کے لیے اور کچھ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا (کوئی بات نہیں) تم پھر بھی اسے یہ روٹی دے دو۔ چنانچہ باندی کہتی ہے کہ میں نے اس مسکین کو وہ روٹی دے دی۔ جب شام ہوئی تو ایک ایسے گھر والے نے یا ایک ایسے آدمی نے جو کہ ہمیں ہدیہ نہیں دیا کرتا تھا ہمیں ایک (پکی ہوئی) بکری اور اس کے ساتھ بہت سی روٹیاں ہدیہ میں بھیجیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھے بلا کر فرمایا اس میں سے کھاؤ یہ تمہاری (روٹی کی) ٹکیہ سے بہتر ہے۔

[اخرجه مالك في الموطا۳۹۰ از بلغه عن عائشة رضي الله عنها]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ ایک مسکین نے حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کھانا مانگا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے انگور رکھے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک آدمی سے کہا انگور کا ایک دانہ لے کر اسے دے دو۔ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف (یا اس دانے کی طرف) تعجب سے دیکھنے لگا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا تمہیں تعجب ہو رہا ہے؟ اس دانے میں تمہیں کتنے ذرے نظر آ رہے ہیں؟ (یہ فرما کر انہوں نے اس آیت کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔)

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ﴾

''سو جو شخص دنیا میں ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ وہاں اس کو دیکھ لے گا۔''

اپنے ہاتھ سے مسکین کو دینا

حضرت عثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی بینائی جا چکی تھی۔ انہوں نے اپنی نماز کی جگہ سے لے کر اپنے کمرے کے دروازے تک ایک رسی باندھ رکھی تھی جب دروازے پر کوئی مسکین آتا تو اپنے ٹوکرے میں سے کچھ لیتے اور رسی کو پکڑ کر (دروازے تک جاتے اور) خود اپنے ہاتھ سے اس مسکین کو دیتے۔ گھر والے ان سے کہتے آپ کی جگہ ہم جا کر مسکین کو دے آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسکین کو اپنے ہاتھ سے دینا بری موت سے بچاتا ہے۔ [اخرجه الطبراني و الحسن بن سفيان عن محمد بن عثمان كذا في الاصابة ١:٢٩٩، واخرجه ابو نعيم في الحلية ١:٣٥٦، و ابن سعد ٣:٥٢ عن محمد بن عثمان عن ابيه نحوه]

حضرت عمرو لیثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ کے پاس تھے ان کے پاس ایک مانگنے والا آیا انہوں نے روٹی کا ایک ٹکڑا لیا' اس پر ایک پیسہ رکھا اور خود جا کر روٹی کا وہ ٹکڑا اس کے ہاتھ پر رکھا۔ میں نے ان سے کہا۔ اے ابوالاسقع! کیا آپ کے گھر میں کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو آپ کی جگہ یہ کام کر دے؟ انہوں نے کہا آدمی تو ہے لیکن جب کوئی آدمی مسکین کو صدقہ دینے کے لیے چل کر جائے تو اس کے ہر قدم کے بدلہ میں ایک گناہ معاف کر دیا جاتا ہے اور جب جا کر وہ چیز اس مسکین کے ہاتھ میں رکھ دے تو ہر قدم کے بدلہ میں دس گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ [اخرجه ابن عساکر کذافی الکنز ۳:۳۱۵]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روزانہ رات کو اپنے گھر والوں کو جمع کرتے اور سب ان کے بڑے پیالے میں کھاتے (کھانے کے دوران) بعض دفعہ وہ کسی مسکین کی آواز سنتے تو اپنے حصہ کا گوشت اور روٹی جا کر اسے دے دیتے۔ جتنی دیر میں وہ مسکین کو دے کر واپس آتے اتنی دیر میں گھر والے پیالہ ختم کر چکے ہوتے۔ اگر مجھے اس پیالہ میں کچھ مل جاتا تو ان کو بھی مل جاتا۔ پھر اسی حال میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما صبح روزہ رکھ لیتے۔

[اخرجه ابن سعد ۴:۱۲۲]

مانگنے والوں پر مال خرچ کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے آپ کے اوپر نجران (یمن کا شہر) کی بنی ہوئی ایک چادر تھی جس کا کنارہ موٹا تھا۔ آپ کے پیچھے سے ایک دیہاتی آیا اس نے آپ کی چادر کا کنارہ پکڑ کر اس زور سے کھینچا کہ آپ کی گردن مبارک پر اس موٹے کنارے کا نشان پڑ گیا اور اس نے کہا اے محمد! اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے اس میں سے ہمیں بھی دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف متوجہ ہو کر تبسم فرمایا اور فرمایا اسے ضرور کچھ دو۔

[اخرجه ابن جریر کذا فی الکنز ۴:۴۳ واخرجه ایضاً الشیخان عن انس رضی اللہ عنه بنحوه کما فی البدایة ۶:۳۸]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صبح کو مسجد میں بیٹھے رہتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر جانے کے لیے کھڑے ہوتے تو ہم لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں داخل

ہونے تک کھڑے رہتے۔ چنانچہ ایک دن حضور ﷺ گھر جانے کے لیے کھڑے ہوئے۔ جب آپ ﷺ مسجد کے درمیان میں پہنچے تو ایک دیہاتی آپ ﷺ کے پاس پہنچا اور اس نے اس زور سے آپ ﷺ کی چادر کھینچی کہ آپ ﷺ کی گردن مبارک سرخ ہوگئی اور اس نے کہا اے محمد ﷺ! مجھے دو اونٹ دیں کیونکہ یہ اونٹ نہ تو آپ اپنے مال میں سے دیں گے اور نہ اپنے والد کے مال میں سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں تو اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ جب تک تم مجھے اس کا بدلہ نہیں دو گے میں تمہیں اونٹ نہیں دوں گا۔ یہ بات حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمائی (پھر حضور ﷺ نے اسے معاف فرما دیا بلکہ اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ فرمایا) اور پھر ایک آدمی کو بلا کر کہا اسے دو اونٹ دے دو۔ ایک اونٹ جو کا اور دوسرا کھجور کا۔

[اخرجه ابن جرير ايضاً كذا فى الكنز ۴: ۴۷ واخرجه ايضاً احمد والاربعة الا الترمذى عن ابى هريرة رضى الله عنه بنحوه كما فى البداية ۶: ۳۸]

حضرت نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم قبیلہ مزینہ کے چار سو آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ہمیں دین کے احکام بتائے (جب ہم حضور ﷺ سے فارغ ہو کر واپس جانے لگے تو) ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! راستہ کے لیے ہمارے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا انہیں راستہ کے لیے توشہ دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس تو بس تھوڑی سی بچی ہوئی کھجوریں ہیں۔ میرے خیال میں تو وہ کھجوریں ان کی ضرورت کچھ بھی پوری نہ کر سکیں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور انہیں راستہ کے لیے توشہ دے دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں ایک بالا خانے میں لے گئے۔ وہاں ایک خاکستری جوان اونٹ جتنی کھجوریں رکھی ہوئی تھیں (یعنی بیٹھے ہوئے ایک اونٹ جتنا اونچا کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگ یہ کھجوریں لے لیں۔ ہمارے تمام قافلہ والوں نے اپنی ضرورت کے مطابق کھجوریں لے لیں اور میں سب سے آخر میں لینے گیا میں نے دیکھا تو نظر آیا کہ (کھجوریں شروع میں جتنی تھیں اب بھی اتنی ہی ہیں) ان میں سے ایک بھی کھجور کم نہ ہوئی تھی حالانکہ اس ڈھیر میں سے چار سو آدمی کھجوریں لے چکے تھے۔ (یہ حضور ﷺ کے فرمان کی برکت تھی۔)

[اخرجه احمد والطبرانى قال الهيثمى ۸: ۳۰۴ رجال احمد رجال الصحيح]

حضرت دُکین بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چار سو چالیس آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفر کے لیے کھانے کی کوئی چیز مانگنے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ اور انہیں سفر کے لیے کچھ دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس تو صرف اتنا ہے جس سے میرے اور میرے بچوں کے گرمی کے چار مہینے گزر سکیں (اس سے ان کا کام نہیں چل سکے گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، جاؤ اور جو ہے وہ انہیں دے دو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بہت اچھا! جیسے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمائیں میں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہر بات سنوں گا اور مانوں گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے کھڑے ہوئے اور ہم بھی ان کے ساتھ کھڑے ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمیں اوپر اپنے ایک بالا خانے لے گئے وہاں ایک میں بیٹھے ہوئے اونٹ کے بچے کے برابر کھجوروں کا ایک ڈھیر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگ اس میں سے جتنا چاہیں لے لیں۔ چنانچہ ہم میں سے ہر آدمی نے اپنی ضرورت کے لیے کھجوریں اپنی مرضی کے مطابق لیں۔ میں سب سے آخر میں لینے گیا تو میں نے دیکھا تو ایسے لگ رہا تھا جیسے ہم نے اس ڈھیر میں سے ایک بھی کھجور نہ لی ہو۔ [اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی ۸: ۳۰۴، رجالهما رجال الصحیح وروی ابوداود منه طرفا انتهی]

حضرت دکین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم چار سو سوار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانے کی کوئی چیز مانگنے آئے۔ پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس حدیث میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میرے پاس تو صرف چند صاع کھجوریں ہیں جو شاید مجھے اور میرے اہل و عیال کو گرمیوں کے لیے کافی نہ ہوں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا ارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنو اور مانو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا۔ میں حضور ؐ کی بات سنتا اور مانتا ہوں۔ [اخرجه ایضاً ابونعیم فی الحلیة ۱: ۳۶۵ قال ابونعیم هذا حدیث صحیح وهو احد دلائل النبی صلی اللہ علیه وآله وسلم]

حضرت افلح بن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کسی بھی مانگنے والے کو واپس نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ کوڑھی آدمی بھی ان کے ساتھ ان کے پیالہ میں کھانا کھاتا تھا اور اس کی انگلیوں سے خون ٹپک رہا ہوتا تھا۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱: ۳۰۰]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا صدقہ کرنا

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اپنا صدقہ لائے اور چپکے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور آئندہ جب بھی اللہ تعالیٰ مطالبہ فرمائیں گے میں ضرور صدقہ کروں گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنا صدقہ لائے اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا اور عرض کیا یہ میری طرف سے صدقہ ہے اور مجھے اللہ کے ہاں لوٹ کر جانا ہے (میں وہاں اللہ سے اس کا بدلہ لے لوں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنی کمان میں تانت کے علاوہ کچھ اور لگا دیا (یعنی تم ابوبکر سے پیچھے رہ گئے کہ ان کا جذبہ اللہ کو اور دینے کا ہے اور تمہارا جذبہ اللہ سے بدلہ لینے کا ہے۔ ابوبکر کا جذبہ اعلیٰ وافضل ہے) جو تم دونوں کے بولوں میں فرق ہے وہی تم دونوں کے صدقوں میں فرق ہے (قبول تو دونوں ہوئے لیکن ابوبکر کا صدقہ زیادہ اخلاص اور قربانی والا ہے کہ ان کی توجہ اللہ کو اور دینے کی طرف ہے۔) [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۱: ۳۲ قال ابن كثير اسناده جيد و بعد من المرسلات كذا فى المنتخب ۴: ۳۴۸]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون ہے جو بیر رومہ (مدینہ کے ایک کنویں کا نام) خرید کر مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دے؟ قیامت کے دن سخت پیاس کے وقت اللہ تعالیٰ اس کو پانی پلائیں گے۔ چنانچہ یہ فضیلت سن کر حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دیا۔ [اخرجه ابن عدى وابن عساكر]

حضرت بشیر اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مہاجرین مدینہ آئے تو ان کو یہاں کا پانی موافق نہ آیا۔ بنو غفار کے ایک آدمی کا کنواں تھا جس کا نام رومہ تھا وہ اس کنویں کے پانی کی ایک مشک ایک مد (تقریباً ۱۴ چھٹانک) میں بیچتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں والے سے فرمایا تم میرے ہاتھ یہ کنواں بیچ دو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت میں ایک چشمہ ملے گا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے اور میرے اہل وعیال کے لیے اس کے علاوہ اور کوئی آمدنی کا ذریعہ نہیں ہے اس لیے میں نہیں دے سکتا۔ یہ بات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے وہ کنواں پینتیس ہزار درہم میں خرید لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جیسے آپ

نے اس سے جنت کے چشمے کا وعدہ فرمایا تو کیا اگر میں اس کنویں کو خرید لوں تو مجھے بھی جنت میں وہ چشمہ ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں بالکل ملے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے صدقہ کر دیا۔ [عند الطبرانی و ابن عساکر کذافی المنتخب ۵:۱۱]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ایک لاکھ درہم صدقہ کیے۔ پھر اس دن ان کو مسجد میں جانے سے صرف اس وجہ سے دیر ہوگئی کہ میں نے ان کے کپڑے کے دونوں کناروں کو ملا کر سیا (لاکھ درہم سب دوسروں کو دے دیئے اپنے اوپر کچھ نہ لگایا) [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱:۸۸]

اور حصہ دوئم صفحہ ۲۸۱ پر گزر چکا ہے کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے زمانے میں اپنا آدھا مال چار ہزار درہم صدقہ کیے پھر چالیس ہزار صدقہ کیے۔ پھر چالیس ہزار دینار صدقہ کیے۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے میری توبہ قبول فرمائی (ان سے غزوۂ بنی قریظہ یا غزوۂ تبوک کے وقت غلطی سرزد ہوئی تھی ☆) تو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنی قوم کا وہ گھر چھوڑنا چاہتا ہوں جس میں مجھ سے یہ گناہ ہوا ہے اور میں اپنا سارا مال اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لیے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابولبابہ! تہائی مال کا صدقہ تمہارے لیے کافی ہے۔ چنانچہ میں نے تہائی مال صدقہ کر دیا۔ [اخرجہ الحاکم ۳:۶۳۲]

حضرت نعمان بن حمید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے ماموں کے ساتھ مدائن شہر میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ کھجور کے پتوں سے کچھ بنا رہے تھے۔ میں نے ان کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ایک درہم کے کھجور کے پتے خریدتا ہوں پھر ان کا کچھ بنا کر تین درہم میں بیچ دیتا ہوں اور پھر ایک درہم کے دوبارہ پتے خریدتا ہوں اور ایک درہم اپنے اہل و عیال پر خرچ کر دیتا ہوں اور ایک درہم صدقہ کر دیتا ہوں۔ اگر (امیر المومنین) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی مجھے اس سے روکیں گے تو میں نہیں رکوں گا۔ (حضرت سلمان حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مدائن کے گورنر تھے) [اخرجہ ابن سعد ۶۴]

☆ صحیح غزوۂ بنی قریظہ ہی ہے۔ (محمد عرفان الحسن خالد)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ہدیہ دینا

حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک غزوہ میں تھے۔ لوگوں کو (سخت بھوک کی) مشقت اٹھانی پڑی (جس کی وجہ سے) میں نے مسلمانوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار اور منافقوں کے چہروں پر خوشی کے آثار دیکھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ بات دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی قسم! سورج غروب ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کے لیے رزق بھیج دیں گے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ سنا تو انہیں یقین ہو گیا کہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ضرور پوری ہوگی۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چودہ اونٹنیاں کھانے کے سامان سے لدی ہوئی خریدیں اور ان میں سے نو اونٹنیاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اونٹنیاں دیکھیں تو فرمایا یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا۔ یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں بھیجی ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ خوش ہوئے کہ خوشی کے آثار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر محسوس ہونے لگے اور منافقوں کے چہروں پر غم اور پریشانی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اتنے اوپر اٹھائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں کی سفیدی نظر آنے لگی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے ایسی زبردست دعا کی کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد کسی کے لیے ایسی دعا کرتے ہوئے سنا۔ اے اللہ! عثمان کو (یہ اور یہ) عطا فرما اور عثمان کے ساتھ (ایسا اور ایسا) معاملہ فرما۔ [اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۹: ۸۵، رواہ الطبرانی و فیہ سعید بن محمد الوراق وھو ضعیف واخرجہ ابن عساکر عن ابی مسعود نحوہ کما فی المنتخب ۵: ۱۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مہینہ یا ایک ہفتہ یا جتنا اللہ چاہیں اس وقت تک مسلمانوں کے کسی ایک گھرانہ کی ضروریات زندگی پوری کروں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں حج پر حج کروں اور ایک دانق (یعنی درہم کے چھٹے حصے) کا طباق (خرید کر) اللہ کی نسبت پر تعلق رکھنے والے اپنے بھائی کو ہدیہ کر دوں یہ مجھے ایک دینار اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے زیادہ محبوب ہے (حالانکہ ایک دینار ایک دانق سے بہت زیادہ ہوتا ہے۔) [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۳۲۸]

کھانا کھلانا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنے کچھ ساتھیوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کر لوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں بازار جاؤں اور ایک غلام خرید کر آزاد کر دوں (حالانکہ ایک غلام کی قیمت ایک صاع کھانے سے بہت زیادہ ہے)

[اخرجه البخاری فی الادب وابن زنجویه کذافی الکنز ۵:۶۵]

حضرت عبدالواحد بن ایمن اپنے والد حضرت ایمن رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ہاں کچھ مہمان آئے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ ان کے لیے روٹی اور سرکہ لے کر آئے اور فرمایا کھاؤ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ مہمانوں کے سامنے جو کچھ پیش کیا جائے وہ اسے حقیر سمجھیں اس سے یہ مہمان تباہ و برباد ہو جائیں گے اور میزبان کے گھر میں جو کچھ ہے اسے مہمانوں کے سامنے پیش کرنے میں حقارت سمجھیں تو اس سے یہ میزبان تباہ و برباد ہو جائے گا۔ [اخرجه البیهقی فی الشعب کذا فی الکنز ۵:۶۶، واخرجه احمد والطبرانی عن عبد الله بن عبید بن عمیر بنحوه قال الهیثمی ۸:۱۸۰، رواه احمد والطبرانی فی الاوسط و ابویعلی الا انه قال و کفی بالمر شرا ان یحتقر ما قرب الیه وفی اسناد ابی یعلی ابوطالب القاص ولم اعرفه و بقیة رجال ابی یعلی و ثقوا وهو فی الضحیح باختصار انتهی]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک دفعہ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے۔ انہوں نے (اپنی باندی سے) کہا اے باندی! ہمارے ساتھیوں کے لیے کچھ لاؤ چاہے روٹی کے ٹکڑے ہی ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اچھے اخلاق جنت کے اعمال میں سے ہیں۔ [اخرجه الطبرانی فی الاوسط باسناد جید عن حمید الطویل کذا فی الترغیب ۴:۱۵۲، وقال الهیثمی ۸:۱۷۷، بعد ماذکره عن الطبرانی واسناده جید واخرجه ابن عساکر ۱:۴۳۸ بنحوه]

حضرت شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ انہوں نے فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (مہمان کے لیے کھانے میں) تکلف کرنے سے منع نہ کیا ہوتا تو میں آپ لوگوں کے لیے ضرور تکلف کرتا اور پھر روٹی اور نمک

لے آئے (گھر میں اور کچھ تھا نہیں) میرے ساتھی نے کہا اگر نمک کے ساتھ پودینہ ہو جائے (تو بہتر ہے چونکہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس پودینہ خریدنے کے لیے بھی پیسے نہیں تھے اس لئے) انہوں نے اپنا لوٹا بھیج کر گروی رکھوایا اور اس کے بدلہ میں پودینہ لے کر آئے۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو میرے ساتھی نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں دی ہوئی روزی پر قناعت کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر دی ہوئی روزی پر قناعت کرتے تو میرا لوٹا گروی رکھا ہوا نہ ہوتا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۱۷۹:۸ رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر محمد بن منصور الطوسی و هو ثقة]

طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس بات سے منع فرمایا کہ ہم مہمان کیلئے اس چیز کا تکلف کریں جو ہمارے پاس نہ ہو۔

حضرت حمزہ بن صہیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت صہیب رضی اللہ عنہ (لوگوں کو) بہت زیادہ کھانا کھلایا کرتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے صہیب! تم بہت زیادہ کھانا کھلاتے ہو حالانکہ یہ مال کی فضول خرچی ہے۔ حضرت صہیب نے کہا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے تم میں سے بہترین آدمی وہ ہے جو کھانا کھلائے اور سلام کا جواب دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے میں لوگوں کو خوب کھانا کھلاتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کھانا کھلانا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ کیا میں اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا پھر ہم دونوں چلنے لگے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زوجہ محترمہ کے حجرے تک پہنچ گئے اور خود حجرے میں تشریف لے گئے اور پھر مجھے اندر آنے کی اجازت دی۔ میں اندر پردہ والے حصہ میں داخل ہو گیا (بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ ان سے پردہ میں تھیں اور یہ حجرے کے اس پردہ والے حصہ میں چلے گئے تھے جہاں عام لوگ اجازت سے ہی اندر آ سکتے تھے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوپہر کا کھانا ہے؟ گھر والوں نے کہا ہاں ہے۔ چنانچہ روٹی کی تین ٹکیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی گئیں جن کو ایک اونچی جگہ پر یا کھجور کے پتوں کے دستر خوان پر رکھ دیا

گیا۔ حضور ﷺ نے ایک ٹکیہ اٹھا کر اپنے سامنے رکھ لی اور دوسری آدھی ٹکیہ اٹھا کر میرے سامنے رکھ دی پھر تیسری ٹکیہ اٹھا کر اس کے دو حصے کیے اور پھر آدھی ٹکیہ اپنے سامنے رکھی اور آدھی میرے سامنے۔ پھر (گھر والوں سے) فرمایا۔ کوئی سالن ہے؟ تو گھر والوں نے کہا اور تو کچھ ہے نہیں بس تھوڑا سا سرکہ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ سرکہ لے آؤ کیونکہ سرکہ تو بہترین سالن ہے۔

[اخرجه مسلم ۲: ۱۸۲' واخرجه ایضًا اصحاب السنن کما فی جمع الفوائد ۱: ۲۹۵]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک اونٹنی لے کر آرہے ہیں جس پر آٹا' گھی اور شہد ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اونٹنی کو بٹھاؤ۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اونٹنی بٹھادی۔ پھر آپ ﷺ نے پتھر کی ایک ہانڈی منگوائی اور اس میں کچھ گھی' شہد اور آٹا ڈالا۔ پھر آپ ﷺ نے حکم دیا تو اس کے نیچے آگ جلائی گئی۔ یہاں تک کہ وہ پک گئی۔ پھر آپ ﷺ نے (صحابہ رضی اللہ عنہم) سے فرمایا کھاؤ اور آپ ﷺ نے خود بھی اس میں سے کھایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اسے اہل فارس خبیص کہتے ہیں۔

[اخرجه الطبرانی کذافی جمع الفوائد ۱: ۲۹۷' قال الهیثمی ۵: ۳۸' رواه الطبرانی فی الثلاثة ورجال الصغیر والاوسط ثقات]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور اقدس ﷺ کا اتنا بڑا پیالہ تھا جسے چار آدمی اٹھاتے تھے اور اس کو غراء کہا جاتا تھا۔ جب چاشت کا وقت ہو جاتا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم چاشت کی نماز پڑھ لیتے تو وہ پیالہ لایا جاتا۔ اس میں ثرید بنی ہوئی ہوتی۔ سب اس پر جمع ہو جاتے جب لوگ زیادہ ہو جاتے تو حضور ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھ جاتے (چنانچہ ایک مرتبہ آپ ﷺ گھٹنوں کے بل بیٹھے) تو ایک دیہاتی نے کہا یہ کیسا بیٹھنا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے متواضع غلام اور سخی آدمی بنایا ہے (اور اس طرح بیٹھنا تواضع کے زیادہ قریب ہے) اور مجھے متکبر اور جان بوجھ کر حق سے ضد رکھنے والا نہیں بنایا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا پیالے کے کناروں سے کھاؤ' درمیان کو چھوڑ دو۔ اس پر برکت نازل ہوتی ہے۔ [اخرجه ابو داود کذافی المشکوة ۳۶۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمارے ہاں کچھ مہمان آئے۔ میرے والد رات دیر تک حضور ﷺ سے باتیں کرتے رہتے تھے چنانچہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں چلے گئے اور جاتے وقت کہہ گئے اے عبدالرحمٰن! اپنے مہمانوں کو کھانا وغیرہ کھلا کر فارغ ہو جانا (اور

میرا انتظار نہ کرنا) جب شام ہو گئی تو ہم مہمانوں کے لیے کھانا لے آئے۔ انہوں نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا جب تک صاحب خانہ یعنی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آ کر ہمارے ساتھ کھانا نہ کھائیں (اس وقت تک ہم بھی نہیں کھائیں گے) میں نے کہا وہ بہت غصہ والے آدمی ہیں اگر آپ لوگ نہیں کھائیں گے تو مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھ سے سخت ناراض ہوں گے۔ وہ لوگ پھر بھی نہ مانے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آئے تو سب سے پہلے انہوں نے مہمانوں کے بارے میں پوچھا کہ کیا آپ لوگ اپنے مہمانوں سے فارغ ہو چکے ہو؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم تو ان سے ابھی فارغ نہیں ہوئے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں نے عبدالرحمٰن کو نہیں کہا تھا (کہ مہمان سے فارغ ہو جانا)؟ اس پر میں چھپ گیا۔ انہوں نے کہا اے عبدالرحمٰن! میں اور زیادہ چھپ گیا۔ انہوں نے کہا او غنثر! (یعنی اے بے وقوف) میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں کہ اگر تم میری آواز سن رہے ہو تو ضرور میرے پاس آؤ۔ چنانچہ میں آ گیا اور میں نے کہا میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ یہ آپ کے مہمان ہیں آپ ان سے پوچھ لیں۔ میں ان کے پاس کھانا لے کر گیا تھا لیکن انہوں نے انکار کر دیا کہ جب تک آپ نہیں آ جاتے وہ کھانا نہیں کھائیں گے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان مہمانوں سے کہا آپ لوگوں کو کیا ہوا۔ آپ لوگ ہماری مہمانی کیوں نہیں قبول کرتے؟ اللہ کی قسم! آج رات میں کھانا ہی نہیں کھاؤں گا۔ (غصہ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی) اس پر مہمانوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک آپ کھانا نہیں کھائیں گے ہم بھی کھانا نہیں کھائیں گے (مہمانوں نے بھی قسم کھالی) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج رات جیسا شر تو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ آپ لوگوں کا بھلا ہو؟ آپ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ لوگ ہماری مہمانی قبول نہیں کرتے ہیں؟ پھر (جب غصہ ٹھنڈا ہوا تو) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا پہلی قسم یعنی میری قسم تو شیطان کی طرف سے تھی' آؤ اپنی مہمانی کھاؤ۔ چنانچہ کھانا لایا گیا اور آپ نے بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا تو مہمانوں نے بھی کھالیا۔ جب صبح ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے مہمانوں کی قسم تو پوری ہو گئی لیکن میری قسم پوری نہ ہو سکی اور رات کا سارا واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلکہ تم ان سے زیادہ قسم پوری کرنے والے ہو اور ان سے زیادہ اچھے ہو۔ راوی کہتے ہیں مجھ تک یہ بات نہیں پہنچی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے (قسم پوری نہ ہونے کا) کفارہ دیا یا نہیں (حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کفارہ

ضرور دیا ہوگا کیونکہ اس صورت میں کفارہ بالاتفاق لازم آتا ہے) [اخرجه مسلم ۲: ۱۸۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا سواری اور مال برداری کے اونٹوں میں ایک اندھی اونٹنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اونٹنی کسی کو دے دو۔ وہ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔ میں نے کہا وہ تو اندھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا وہ اسے اونٹوں کی قطار میں باندھ لیں گے (ان کے ساتھ پھرتی رہے گی) میں نے کہا وہ زمین سے (گھاس وغیرہ) کیسے کھائے گی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ جزیہ کے جانوروں میں سے ہے یا صدقہ کے؟ (یہ اس وجہ سے پوچھا کہ جزیہ کا جانور مالدار اور فقیر دونوں کھا سکتے ہیں اور صدقہ کا جانور صرف فقیر کھا سکتا ہے) میں نے کہا نہیں وہ تو جزیہ کے جانوروں میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ لوگوں نے تو اسے کھانے کا ارادہ کر رکھا ہے۔ میں نے کہا (میں ویسے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ) اس پر جزیہ کے جانوروں کی نشانی لگی ہوئی ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ذبح کرنے کا حکم دیا چنانچہ اسے ذبح کیا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس نو چوڑے پیالے تھے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات چونکہ نو تھیں اس وجہ سے ان کی تعداد کے مطابق پیالے بھی نو بنا رکھے تھے تاکہ ان سب کو چیز ہدیہ میں بھیجی جا سکے) جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی پھل یا کوئی نادر اور پسندیدہ میوہ آتا تو اسے ان پیالوں میں ڈال کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیتے اور اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سب سے آخر میں بھیجتے تاکہ اگر کمی آئے تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آئے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس اونٹنی کا گوشت ان پیالوں میں ڈالا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کے پاس بھیج دیا اور اونٹنی کا جو گوشت بچ گیا اسے پکانے کا حکم دیا۔ جب وہ پک گیا تو حضرات مہاجرین و انصار کو بلا کر انہیں کھلا دیا۔

[اخرجه مالك كذا فی جمع الفوائد ۱: ۲۹۶]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے پہاڑ کے کنارے

ایک کنواں خریدا اور (اس کی خوشی میں) لوگوں کو کھانا کھلایا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے طلحہ! تم بڑے فیاض اور سخی آدمی ہو۔

[اخرجه الحسن بن سفيان و ابونعيم فى المعرفة كذافى المنتخب ۵:۶۷]

حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ غریبوں، مسکینوں کے حق میں سب سے اچھے آدمی تھے۔ وہ ہمیں (اپنے گھر) لے جاتے اور جو کچھ گھر میں ہوتا وہ ہمیں کھلا دیتے یہاں تک کہ بعض دفعہ تو گھی کی خالی کپی ہمارے پاس لے آتے جس میں کچھ نہ ہوتا۔ وہ اسے پھاڑ دیتے اور جو کچھ اس میں ہوتا ہم اسے چاٹ لیتے۔ [اخرجه ابن سعد ۴:۴۱]

حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کے لیے کچھ کھانا تیار کیا۔ میں آپ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ ﷺ کچھ لوگوں میں بیٹھے ہوئے تھے۔ میں آپ ﷺ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے آپ ﷺ کو اشارہ کیا (کہ کھانے کے لیے تشریف لے چلیں) تو حضور ﷺ نے مجھے اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ لوگ بھی (کھانے کے لیے ساتھ چلیں) میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ میں اپنی جگہ کھڑا رہا۔ حضور ﷺ نے جب دوبارہ مجھے دیکھا تو میں نے حضور ﷺ کو اشارہ کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا اور یہ لوگ بھی میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے اس طرح دو یا تین مرتبہ فرمایا تو میں نے کہا اچھا۔ یہ لوگ بھی (آجائیں) وہ تھوڑا سا کھانا تھا جسے میں نے حضور ﷺ کے لیے تیار کیا تھا۔ چنانچہ حضور ﷺ بھی تشریف لائے اور آپ ﷺ کے ساتھ وہ لوگ بھی آئے اور ان سب نے کھایا (اللہ نے اتنی برکت عطا فرمائی کہ) کھانا پھر بھی بچ گیا۔ [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱:۱۵۴]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

حضرت محمد بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما صرف غریبوں کے ساتھ کھانا

کھایا کرتے تھے (اور ان کا کھانا اکثر غریب لوگ ہی کھا جایا کرتے اور یہ بھوکے رہ جاتے) اس کی وجہ سے ان کا جسم کمزور ہو گیا تھا کہ ان کی بیوی نے ان کے لیے کھجوروں کا کوئی شربت تیار کیا۔ جب یہ کھانے سے فارغ ہو جاتے تو وہ ان کو یہ شربت پلا دیتیں اور حضرت ابو بکر بن حفص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کھانا تب کھاتے جب ان کے دستر خوان پر کوئی یتیم ہوتا۔ [اخرجہ ابو نعیم ۱: ۲۹۸]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب بھی دوپہر کا یا رات کا کھانا کھاتے تو اپنے آس پاس کے یتیموں کو بلا لیتے۔ ایک دن دوپہر کا کھانا کھانے لگے تو ایک یتیم کو بلانے کے لیے آدمی بھیجا لیکن وہ یتیم ملا نہیں (اس لیے یتیم کے بغیر کھانا شروع کر دیا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے میٹھے ستو تیار کیے جاتے تھے جسے وہ کھانے کے بعد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ وہ یتیم آ گیا اور یہ حضرات کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ہاتھ میں پینے کے لیے ستو (کا پیالہ) پکڑا ہوا تھا تو وہ پیالہ اس یتیم کو دے دیا اور فرمایا یہ لو۔ میرا خیال ہے تم نقصان میں نہیں رہے۔

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی پر کچھ لوگ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے بارے میں ناراض ہوئے اور ان سے کہا کہ کیا تم ان بڑے میاں پر ترس نہیں کھاتی ہو کہ یہ کمزور ہوتے جا رہے ہیں (انہیں کچھ کھلایا پلایا کرو) تو انہوں نے کہا میں ان کا کیا کروں؟ جب بھی ہم ان کے لیے کھانا تیار کرتے ہیں تو وہ ضرور اور لوگوں کو بلا لیتے ہیں جو سارا کھانا کھا جاتے ہیں (یوں دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود کھاتے نہیں) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مسجد سے نکلتے تو کچھ غریب لوگ ان کے راستہ میں بیٹھ جاتے تھے جن کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ساتھ گھر لے آتے اور ان کو اپنے کھانے میں شریک کر لیتے ان کی بیوی نے ان غریبوں کے پاس مستقل کھانا پہلے سے بھیج دیا اور ان سے کہلا بھیجا کہ تم یہ کھانا کھا لو اور چلے جاؤ اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے راستہ میں نہ بیٹھو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مسجد سے گھر آ گئے (انہیں راستہ میں کوئی غریب بیٹھا ہوا نہ ملا) تو فرمایا فلاں اور فلاں کے پاس آدمی بھیجو (تاکہ وہ کھانے کے لیے آ جائیں آدمی ان کو بلانے گئے لیکن ان میں سے کوئی نہ آیا کیونکہ) ان کی بیوی نے ان غریبوں کو کھانے کے ساتھ یہ پیغام بھی بھیجا تھا کہ اگر تمہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بلائیں تو مت آنا (جب کوئی نہ آیا) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

نے کہا تم لوگ چاہتے ہو کہ میں آج رات کھانا نہ کھاؤں چنانچہ اس رات کھانا نہ کھایا۔

[اخرجه ابو نعیم ۱: ۲۹۸، ایضاً واخرجه ابن سعد ۴: ۱۲۲ بنحوه]

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے مالک (عبداللہ بن عیاش بن ابی ربیعہ مخزومی) نے کہا تم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ سفر میں ان کی خدمت کرو (چنانچہ میں ان کے ساتھ سفر میں گیا) وہ جب بھی کسی چشمہ پر پڑاؤ ڈالتے تو چشمہ والوں کو اپنے ساتھ کھانے کے لیے بلاتے اور ان کے بڑے بیٹے بھی ان کے پاس آکر کھانا کھاتے (تو کھانا کم اور آدمی زیادہ ہونے کی وجہ سے) ہر آدمی کو دو یا تین لقمے ملتے تھے۔ چنانچہ جحفہ مقام پر بھی ان کا قیام ہوا تو وہاں کے لوگ بھی (ان کے بلانے پر) کھانے کے لیے آگئے۔ اتنے میں کالے رنگ کا ایک ننگا لڑکا بھی آگیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس کو بھی بلایا اس نے کہا مجھے تو بیٹھنے کی جگہ نظر نہیں آرہی ہے۔ یہ سب لوگ بہت مل مل کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گئے اور لڑکے کو اپنے سینے کے ساتھ لگا کر بٹھا لیا۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۲۰۲]

حضرت ابو جعفر قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ مکہ سے مدینہ کو چلا۔ ان کے پاس بہت بڑا پیالہ تھا جس میں ثرید تیار کیا جاتا تھا پھر ان کے بیٹے، ان کے ساتھی اور جو بھی وہاں آجاتا وہ سب اکٹھے ہو کر اس پیالہ میں سے کھاتے اور بعض دفعہ اتنے آدمی اکٹھے ہو جاتے کہ کچھ آدمیوں کو کھڑے ہو کر کھانا پڑتا۔ ان کے ساتھ ان کا ایک اونٹ تھا جس پر نبیذ (وہ پانی جس میں کھجور کچھ دیر ڈال کر اسے میٹھا بنا لیا جائے) اور سادہ پانی سے بھرے ہوئے دو مشکیزے ہوتے تھے۔ کھانے کے بعد ہر آدمی کو ستو اور نبیذ سے بھرا ہوا ایک پیالہ ملتا جس کے پینے سے خوب اچھی طرح پیٹ بھر جاتا۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۱۰۹]

حضرت معن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کھانا تیار کر لیتے اور ان کے پاس سے کوئی اچھی وضع قطع والا آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے نہ بلاتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے بلا لیتے اور جب کوئی غریب آدمی گزرتا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اسے بلا لیتے لیکن ان کے بیٹے یا بھتیجے اسے نہ بلاتے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے جو کھانا نہیں چاہتا اسے یہ لوگ بلاتے ہیں اور جو کھانا چاہتا ہے اسے چھوڑ دیتے ہیں۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۱۰۹]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

حضرت سلیمان بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حج کیا۔ ان کے ساتھ بصرہ کے علماء کی ایک جماعت بھی تھی جن میں منتصر بن حارث ضبی بھی تھے۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جب تک ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایسے ممتاز اور پسندیدہ صحابی سے نہ مل لیں جو ہمیں حدیثیں سنائے اس وقت تک ہم لوگ (بصرہ) واپس نہیں جائیں گے۔ چنانچہ ہم لوگوں سے پوچھتے رہے تو ہمیں بتایا گیا کہ ممتاز صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما مکہ کے نشیبی حصہ میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ بہت بڑی مقدار میں سامان لے کر لوگ جا رہے ہیں تین سو اونٹوں کا قافلہ ہے جن میں سو اونٹ تو سواری کے لیے ہیں اور دو سو اونٹوں پر سامان لدا ہوا ہے۔ ہم نے پوچھا یہ سامان کس کا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کا ہے۔ ہم نے حیران ہو کر کہا کیا یہ سارا انہی کا ہے؟ ہمیں تو یہ بتایا گیا تھا کہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ متواضع انسان ہیں (اور یہاں نقشہ اور ہی طرح کا نظر آ رہا ہے) لوگوں نے بتایا کہ (یہ سارا سامان ہے تو ان کا ہی لیکن) اپنے پر خرچ کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ دوسروں پر خرچ کرنے کے لیے ہے۔ یہ سو اونٹ تو ان کے مسلمان بھائیوں کے لیے ہیں جن کو یہ سواری کے لیے دیں گے اور ان دو سو اونٹوں کا سامان ان کے پاس مختلف شہروں سے آنے والے مہمانوں کے لیے ہے۔ یہ سن کر ہمیں بہت زیادہ تعجب ہوا۔ لوگوں نے کہا تم تعجب نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما مالدار آدمی ہیں اور وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان (کی مہمانی بھی کرتے ہیں اور جاتے وقت اسے) زاد راہ دینا اپنے ذمہ مستقل حق سمجھتے ہیں۔ ہم نے کہا ہمیں بتاؤ وہ کہاں ہیں؟ لوگوں نے بتایا وہ اس وقت مسجد حرام میں ہیں۔ چنانچہ ہم انہیں ڈھونڈنے گئے تو تو دیکھا کعبہ کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں، چھوٹے قد کے ہیں، آنکھوں میں نمی ہے۔ دو چادریں اوڑھی ہوئی ہیں اور سر پر عمامہ باندھا ہوا ہے اور ان پر قمیص نہیں ہے اور اپنے دونوں جوتے بائیں طرف لٹکائے ہوئے ہیں۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱: ۲۹۱؛ واخرجه ابن سعد ۴: ۱۲؛ عن سلیمان بن الربیع بمعناه مع زیادة]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما مغز سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں لائے۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا اے ابوثابت! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں نے چالیس اونٹ ذبح کیے تھے تو میرا دل چاہا کہ میں آپ کو پیٹ بھر کر مغز کھلاؤں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے اسے نوش فرمایا اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۴۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو اپنے گھر آنے کی دعوت دی (جب حضور ﷺ ان کے گھر تشریف لے آئے تو) وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کھجوریں اور کچھ روٹی کے ٹکڑے لائے جنہیں حضور ﷺ نے نوش فرمایا پھر دودھ کا ایک پیالہ لائے جسے حضور ﷺ نے پی لیا اور پھر ان کے لیے یہ دعا فرمائی تمہارا کھانا نیک آدمی کھائیں اور روزہ دار تمہارے یہاں افطار کریں اور فرشتے تمہارے لیے دعائے رحمت کریں۔ اے اللہ! سعد بن عبادہ کی اولاد پر اپنی رحمتیں نازل فرما۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۵:۶۶]

دوسری لمبی حدیث میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے کچھ تل اور کچھ کھجوریں پیش کیں۔

[اخرجه ابن عساکر ایضا من وجه آخر عن انس مطولا بمعناه کما فی الکنز ۵:۶۶]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے قلعہ پر کھڑے ہوئے یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو چربی یا گوشت کھانا چاہتا ہے وہ سعد بن عبادہ کے ہاں آ جائے۔ پھر (ان کے انتقال کے بعد) ایک دن میں مدینہ کے راستہ پر جا رہا تھا اس وقت میں نوجوان تھا کہ اتنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عالیہ محلہ میں اپنی زمین پر جاتے ہوئے میرے پاس سے گزرے تو انہوں نے فرمایا اے جوان! جاؤ اور دیکھ کر آؤ کہ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے قلعہ پر کیا کوئی آدمی کھانے پر بلانے کے اعلان کر رہا ہے؟ میں نے دیکھ کر انہیں بتایا کہ کوئی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا تم نے سچ کہا (اتنی زیادہ سخاوت تو ان باپ بیٹے کی ہی خصوصیت تھی اب وہ بات نہ رہی) [اخرجه ابن سعد ۳:۱۴۲]

حضرت ابوشعیب انصاری رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ انصار میں ایک آدمی تھے جن کو ابوشعیب کہا جاتا تھا۔ ان کا ایک غلام گوشت بنانے کا ماہر تھا۔ انہوں نے اس غلام سے کہا تم میرے لیے کھانا تیار کرو۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مزید چار آدمیوں کو بلانا چاہتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بمع چار اور آدمیوں کے کھانے کی دعوت دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم چار آدمیوں کو ساتھ لے کر چلے تو ایک آدمی خود ہی ان حضرات کے پیچھے پیچھے آنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم نے ہم پانچ آدمیوں کو دعوت دی تھی یہ آدمی از خود ہمارے پیچھے آ رہا ہے اب اگر تم چاہو تو اسے بھی اجازت دے دو ورنہ رہنے دو۔ حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں اسے بھی اجازت ہے۔ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت ابوشعیب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک پر بھوک کے آثار محسوس کیے تو اپنے غلام سے کہا تمہارا بھلا ہو تم ہمارے لیے پانچ آدمیوں کا کھانا تیار کرو۔ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

[اخرجه مسلم ۲:۱۷۶]

ایک درزی کا کھانا کھلانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک درزی نے کھانا تیار کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا۔ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس دعوت میں چلا گیا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جو کی روٹی اور شوربا پیش کیا جس میں کدو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیالہ کے کناروں سے کدو تلاش کر رہے تھے۔ اس دن سے مجھے بھی کدو بہت مرغوب ہو گیا ہے۔

[اخرجه مسلم ۲:۱۸۰۔ واللفظ له البخاری]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا کھانا کھلانا

۱ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ خندق کھود رہے تھے کہ اتنے میں ایک

سخت چٹان ظاہر ہوئی (جو صحابہ ؓ سے ٹوٹ نہ سکی) صحابہ ؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خندق میں ایک سخت چٹان ظاہر ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں خود اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو آپ کے پیٹ مبارک پر (بھوک کی وجہ سے) پتھر بندھا ہوا تھا کیونکہ تین دن سے ہم لوگوں نے کوئی چیز نہیں چکھی تھی۔ پھر آپ نے کدال لے کر اس زور سے اس چٹان پر ماری کہ وہ ریت کے ڈھیر کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے گھر جانے کی اجازت دیں (آپ نے اجازت دی) میں نے گھر جا کر اپنی بیوی سے کہا میں نے حضور ﷺ کی شدید بھوک کی ایسی حالت دیکھی ہے کہ جس کے بعد میں رہ نہیں سکا۔ کیا تمہارے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ اس نے کہا کچھ جو اور بکری کا ایک بچہ ہے۔ میں نے بکری کا وہ بچہ ذبح کیا اور اس کا گوشت تیار کیا۔ اس نے جو پیس کر اس کا آٹا گوندھا۔ پھر ہم نے گوشت ہانڈی میں ڈال کر چولہے پر چڑھا دیا۔ اتنے میں آٹا بھی خمیر ہو کر روٹی پکنے کے قابل ہو گیا اور ہانڈی بھی چولہے پر پکنے والی ہو گئی۔ پھر میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر عرض کیا میں نے تھوڑا سا کھانا تیار کیا ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ تشریف لے چلیں اور ایک دو اور آدمی بھی ساتھ ہو جائیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کھانا کتنا ہے؟ میں نے آپ ﷺ کو بتا دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا بڑا عمدہ کھانا ہے اور بہت زیادہ ہے اور اپنی بیوی سے کہہ دو کہ جب تک میں آ نہ جاؤں نہ وہ ہانڈی چولہے سے اتارے، اور نہ روٹی تنور سے نکالے۔ پھر آپ ﷺ نے صحابہ ؓ سے فرمایا اٹھو (کھانے کے لیے چلو) چنانچہ مہاجرین اور انصار کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑے۔ میں جب گھر پہنچا تو میں نے بیوی سے کہا تیرا بھلا ہو حضور ﷺ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار اور دوسرے حضرات کو لے کر تشریف لا رہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا کیا تم سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا (کہ کھانا کتنا ہے؟) میں نے کہا ہاں میری بیوی نے کہا پھر حضور ﷺ سب کو لا رہے ہیں تو اب وہ ہی سب کے کھانے کا انتظار کریں گے جب حضور ﷺ ان کے گھر پہنچ گئے تو صحابہ ؓ سے حضور ﷺ نے فرمایا اندر آ جاؤ اور بھیڑ نہ کرو اور حضور ﷺ روٹی کے ٹکڑے کر کے اس پر گوشت رکھ کر صحابہ ؓ کو دیتے جاتے۔ حضور ﷺ جب ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹی لیتے تو انہیں ڈھانک دیتے۔ اسی طرح آپ صحابہ ؓ کو گوشت ہانڈی سے نکال کر اور روٹی توڑ توڑ کر دیتے رہے یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا اور (میری بیوی

سے) حضور ﷺ نے فرمایا اب تم بھی کھالو اور دوسروں کے گھروں میں بھی بھیج دو۔ کیونکہ تمام لوگوں کو بھوک لگی ہوئی ہے۔[اخرجه البخاری و تفردبه]

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے دلائل میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہی حدیث اس سے زیادہ مکمل طور پر نقل کی ہے اس میں مضمون اس طرح سے ہے کہ جب حضور ﷺ کو کھانے کی مقدار کا علم ہوا تو تمام مسلمانوں کو کہا اٹھو اور جابرؓ کے ہاں چلو۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کا یہ اعلان سن کر اللہ ہی جانتا ہے کہ مجھے کتنی شرم آئی اور میں نے دل میں کہا کہ میں نے تو صرف ایک صاع جو اور ایک بکری کے بچے سے کھانے کا انتظام کیا ہے اور حضور ﷺ ہمارے ہاں اتنی ساری مخلوق کو لے کر آرہے ہیں۔ پھر میں نے گھر جا کر بیوی سے کہا آج تو تم رسوا ہوگئی ہو کیونکہ حضور ﷺ تمام خندق والوں کو لے کر آرہے ہیں۔ میری بیوی نے کہا تم سے حضور ﷺ نے پوچھا تھا کہ کھانا کتنا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ میری بیوی نے کہا اب تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی جانیں (ہمیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں) بیوی کی اس بات سے میری بڑی پریشانی دور ہوگئی۔ پھر حضور ﷺ گھر تشریف لے آئے اور آپ ﷺ نے فرمایا تم کام کرتی رہو اور گوشت میرے حوالے کر دو۔ حضور ﷺ روٹی کا ثرید بنا کر اس پر گوشت ڈالتے جاتے اور اسے بھی ڈھانک دیتے اور اسے بھی (یعنی روٹی اور گوشت دونوں کو ڈھانک دیتے) آپ ﷺ اسی طرح لوگوں کے سامنے رکھتے رہے یہاں تک کہ تمام حضرات سیر ہوگئے اور تنور اور ہانڈی اب بھی پورے بھرے ہوئے تھے۔ پھر حضور ﷺ نے میری بیوی سے فرمایا اب تم خود بھی کھاؤ اور دوسرے گھروں میں بھی بھیجو۔ چنانچہ وہ خود بھی کھاتی رہی اور سارا دن گھروں میں بھیجتی رہی۔ ابن ابی شیبہ نے اس روایت کو اور زیادہ تفصیل سے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ کھانا کھانے والوں کی تعداد آٹھ سو یا فرمایا تین سو تھی۔

[كذا فی البداية ۴:۹۷]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند سے اسی طرح کی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اونچی آواز سے یہ اعلان فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے دعوت کا کھانا تیار کیا ہے لہٰذا تم سب جلدی سے چلو اور حضور ﷺ نے (مجھ سے فرمایا) جب تک میں آنہ جاؤں تم اپنی ہانڈی کو (چولہے سے) نہ اتارنا اور نہ اپنے آٹے کی روٹیاں پکانا شروع

کرنا۔ چنانچہ میں (خندق سے) گھر آیا اور (تھوڑی ہی دیر بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے آگے تشریف لا رہے تھے یہاں تک کہ گھر پہنچ کر میں نے بیوی کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب خندق والوں کو لا رہے ہیں اس نے مجھے بہت کچھ کہا کہ آج تو تم رسوا ہو جاؤ گے اور سب تمہیں برا کہیں گے (کہ کھانا تو تھوڑا سا ہے اور کھانے والے بہت زیادہ ہیں جب سب کو کھانا نہیں ملے گا تو رسوائی اور شرمندگی ہوگی) میں نے اس سے کہا تم نے جو کہا تھا میں نے ویسے ہی کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لانے پر میری بیوی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آٹا رکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں لعاب مبارک ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری ہانڈی کے پاس تشریف لے گئے اور اس میں بھی لعاب مبارک ڈال کر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا ایک اور روٹی پکانے والی کو بلا لو تا کہ وہ تمہارے ساتھ روٹی پکائے اور اپنی ہانڈی سے پیالے بھر بھر کر دیتی جاؤ لیکن اسے چولہے سے مت اتارنا (پچھلی حدیث میں یہ گزرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہانڈی سے گوشت نکال رہے تھے اس لیے بظاہر یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکال رہی ہوں گی) یہ کھانے کے لیے آنے والے ایک ہزار تھے۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ حضرات کھانا کھا کر واپس چلے گئے اور کھانا بچا ہوا تھا اور ہماری ہانڈی اسی طرح جوش کھا رہی تھی اور آٹے کی اسی طرح روٹیاں پک رہی تھیں۔ [واخرجہ مسلم ۲: ۱۷۸ عن جابر نحوہ]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے ایک مرتبہ کھانا تیار کیا اور مجھ سے کہا جاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلا لاؤ۔ چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر چپکے سے عرض کیا کہ میری والدہ نے کچھ کھانا تیار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پچاس آدمی کھڑے ہو کر چل پڑے (آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لے آئے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دروازے پر بیٹھ گئے اور مجھ سے فرمایا دس دس کو اندر بھیجتے جاؤ۔ چنانچہ سب نے خوب سیر ہو کر کھانا کھایا اور کھانا جتنا پہلے تھا اتنا ہی بچ گیا (دس کا اس لیے فرمایا کہ اندر اس سے زیادہ بیٹھنے کی جگہ نہ ہوگی) [اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۳۰۸ رجالہ وثقوا]

[اخرجہ الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۳۰۸ رجالہ وثقوا]

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی، بہت کمزور ہو رہی تھی اور صاف پتہ چل رہا تھا کہ یہ کمزوری بھوک کی وجہ سے ہے۔ کیا تمہارے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے کہا ہاں ہے۔ پھر انہوں نے جو کی چند روٹیاں نکالیں اور اپنی اوڑھنی کے ایک حصہ میں لپیٹ کر میرے کپڑے کے نیچے چھپا دیں اور اوڑھنی کا باقی حصہ مجھے اوڑھا دیا پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج دیا میں یہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا میں نے آپ کو مسجد میں بیٹھا ہوا پایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ان لوگوں کے پاس جا کر کھڑا ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا کھانے کے لیے بھیجا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں (یہ تمام باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے بتائی تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں سے فرمایا چلو اٹھو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر) چل پڑے۔ میں ان حضرات کے آگے آگے چل رہا تھا۔ میں نے جلدی سے گھر پہنچ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بتایا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر تشریف لا رہے ہیں اور ہمارے پاس انہیں کھلانے کے لیے کچھ نہیں ہے) انہوں نے کہا (جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ ہے کہ ہمارے پاس کتنا کھانا ہے اور پھر اتنے سارے لوگوں کو لے کر آ رہے ہیں تو اب تو) اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانیں (ہمیں فکرمند اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں) چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہی میں استقبال کیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور فرمایا اے اُم سلیم! تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ لے آؤ۔ چنانچہ وہ جو کی روٹیاں لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ٹکڑے کرنے کا حکم دیا تو ان کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر دیئے گئے۔ پھر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے ان پر کپی سے گھی نچوڑ کر سالن بنا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کھانے پر تھوڑی دیر کچھ پڑھتے رہے (یعنی برکت کی دعا فرمائی) پھر فرمایا دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے دس آدمیوں کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جب انہوں نے خوب سیر ہو کر کھا لیا اور باہر چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب اور دس آدمیوں

کو آنے کی اجازت دو۔ انہوں نے دس کو اجازت دے دی۔ جب ان آدمیوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھالیا اور باہر چلے گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اب اور دس آدمیوں کو اجازت دے دو۔ اس طرح سب نے پیٹ بھر کر کھانا کھالیا۔ ان حضرات کی تعداد ستر یا اسی تھی۔ طبرانی کی ایک روایت میں یہ ہے کہ یہ حضرات سو کے قریب تھے۔ [اخرجه مسلم ۲:۱۷۸، واخرجه ایضًا البخاری عن انس بنحوه کما فی البدایة ۹:۱۰۵، والامام احمد و ابویعلی والبغوی کما بسط طرق احادیثهم والفاظهم فی البدایة واخرجه الطبرانی ایضًا کمافی المجمع ۸:۳۰۶، وقال رواه ابویعلی والطبرانی و زادوهم زهاء مائة ورجالهما رجال الصحیح]

حضرت اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت اشعث رضی اللہ عنہ (حضور ﷺ کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے اور بعد میں پھر مسلمان ہو گئے اور ان) کو قید کر کے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تو انہوں نے ان کی بیڑیاں کھول دیں (اور انہیں اسلام لے آنے کی وجہ سے آزاد کر دیا) اور اپنی بہن سے ان کی شادی کر دی۔ یہ اپنی تلوار سونت کر اونٹوں کے بازار میں داخل ہو گئے اور جس اونٹ یا اونٹنی پر نظر پڑتی اس کی کونچیں کاٹ ڈالتے۔ لوگوں نے شور مچا دیا کہ اشعث تو کافر ہو گیا۔ جب یہ فارغ ہوئے تو اپنی تلوار پھینک کر فرمایا اللہ کی قسم! میں نے کفر اختیار نہیں کیا لیکن اس شخص نے یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بہن سے میری شادی کی ہے۔ اگر ہم اپنے علاقہ میں ہوتے تو ہمارا ولیمہ کچھ اور طرح کا ہوتا یعنی بہت اچھا ہوتا۔ اے مدینہ والو! تم ان تمام اونٹوں کو ذبح کر کے کھالو اور اے اونٹوں والو! آؤ اور اپنے اونٹوں کی قیمت لے لو۔

[اخرجه الطبرانی کذافی الاصابة ۱:۵۱ والمجمع ۹:۴۱۵، قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح غیر عبد المؤمن بن علی وهو ثقة]

حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کا کھانا کھلانا

حضرت حسن بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ عنہ کے ہاں صبح و شام ثرید کا ایک بڑا پیالہ بیواؤں، یتیموں اور مسکینوں کے لیے تیار کیا جاتا تھا۔

[اخرجه ابن سعد ۴:۳۵]

مدینہ طیبہ میں آنے والے مہمانوں کی مہمانی کا بیان

حضرت طلحہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب بھی کوئی آدمی مدینہ منورہ حضور ﷺ کی خدمت میں آتا اور مدینہ میں اس کا کوئی جاننے والا ہوتا تو وہ اس کا مہمان بن جاتا اور اگر کوئی جاننے والا نہ ہوتا وہ حضرات اہل صفہ کے ساتھ ٹھہر جاتا چنانچہ میں بھی صفہ میں ٹھہرا ہوا تھا اور میں نے وہاں ایک آدمی کے ساتھ جوڑی بنالی۔ حضور ﷺ کی طرف سے روزانہ دو آدمیوں کو ایک مد یعنی چودہ چھٹانک کھجوریں ملا کرتی تھیں (اس طرح فی کس سات چھٹانک کھجوریں ملا کرتیں) ایک دن حضور ﷺ نے نماز سے سلام پھیرا تو ہم اہل صفہ میں سے ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! ان کھجوروں نے ہمارے پیٹ جلا ڈالے اور ہماری چادریں پھٹ گئیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ منبر کی طرف چلے اور اس پر چڑھ کر اللہ کی حمد و ثناء بیان کی۔ پھر آپ ﷺ کو اپنی قوم قریش کی طرف سے جو تکلیفیں اٹھانی پڑیں ان کا تذکرہ فرمایا پھر آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھ پر اور میرے ساتھیوں پر دس سے زیادہ راتیں ایسی گزریں کہ ہمارے پاس پیلو کے پھل کے علاوہ کھانے کو کچھ نہیں تھا۔ پھر ہم ہجرت کر کے اپنے انصاری بھائیوں کے پاس آئے۔ ان کے ہاں عام غذا کھجور ہے اور وہی زیادہ کھائی جاتی ہے۔ چنانچہ کھجوریں کھلا کر ہی ہمارے ساتھ غم خواری کا معاملہ کرتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اگر میرے پاس روٹی اور گوشت ہوتا تو میں تمہیں ضرور کھلاتا (آج تم تنگی سے گزارا کر رہے ہو لیکن) ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ تم کعبہ کے پردوں جیسے قیمتی کپڑے پہنو گے اور صبح اور شام تمہارے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے۔ [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۳۷۴؛ و اخرجه ايضا والطبرانى والبزار بنحوه قال الهيثمى ۱۰: ۳۲۳ رجال البزار رجال الصحيح غير محمد بن عثمان العقيلى وهوثقه انتهى واخرجه ابن جرير كما فى الكنز ۴: ۴۱ واحمد والحاكم وابن حبان كما فى الاصابة ۲: ۲۳۱]

حضرت فضالہ لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی خدمت میں (مدینہ منورہ) حاضر ہوئے۔ وہاں کا دستور یہ تھا کہ جس آنے والے کا وہاں کوئی جاننے والا نہ ہوتا تو وہ صفہ میں ٹھہر جاتا۔ چونکہ میرا کوئی جاننے والا نہیں تھا اس لیے میں صفہ میں ٹھہر گیا (صفہ میں اور حضرات مہاجرین بھی تھے) ایک دفعہ جمعہ کے دن ایک آدمی نے پکار کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! کھجوروں نے

ہمارے پیٹ جلا ڈالے۔ حضور ﷺ نے فرمایا عنقریب ایسا زمانہ آئے گا کہ تم میں سے جو زندہ رہا اس کے سامنے صبح اور شام کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں گے اور جیسے کعبہ پر پردے ڈالے جاتے ہیں ایسے قیمتی کپڑے تم پہنو گے۔ [اخرجه الطبرانی و فيه المقدام بن داؤد وهو ضعيف وقد وثق و بقيه رجاله ثقات كما قال الهيثمی ١٠: ٣٢٣]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھاتے اور نماز سے فارغ ہو کر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرماتے ہر آدمی کے پاس جتنے کھانے کا انتظام ہے اتنے مہمان اپنے ساتھ لے جائے۔ چنانچہ کوئی آدمی ایک مہمان لے جاتا تو کوئی دو اور کوئی تین اور جتنے مہمان بچ جاتے ان کو حضور ﷺ اپنے ساتھ لے جاتے۔ [اخرجه البيهقی كذا فی الكنز ٥: ٦٥]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب شام ہو جاتی تو حضور ﷺ اصحاب صفہ کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرما دیتے۔ کوئی ایک آدمی لے جاتا تو کوئی دو اور کوئی تین۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی دس مہمان لے جاتا اور حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہر رات اپنے گھر اسی مہمان لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ [اخرجه ابونعيم فی الحلية ١: ٣٤١ واخرجه ايضًا ابن ابی الدنيا و ابن عساكر نحوه مختصراً كما فی منتخب الكنز ٥: ١٩٠]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ کا میرے پاس سے گزر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے ابوہر! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اہل صفہ کو بلا لاؤ۔ اہل صفہ اسلام کے مہمان تھے نہ ان کے اہل و عیال تھے اور نہ ان کے پاس مال تھا۔ جب حضور ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو وہ سارا ان کے پاس بھیج دیتے اور اس میں سے خود بھی استعمال فرماتے اور ان کو بھی اس میں اپنے ساتھ شریک فرما لیتے اور ہدیہ میں سے کچھ ان کے پاس بھی بھیج دیتے۔ [اخرجه ابونعيم فی الحلية ١: ٣٣٨ صحيح متفق عليه]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اہل صفہ میں سے تھا جب شام ہوتی تو ہم لوگ حضور ﷺ کے دروازے پر حاضر ہو جاتے۔ آپ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرماتے تو ہر آدمی اپنے ساتھ ایک آدمی اپنے گھر لے جاتا۔ آخر میں اہل صفہ میں سے دس یا کم و بیش آدمی بچ جاتے۔ پھر حضور ﷺ کا رات کا کھانا آتا تو ہم (باقی بچ جانے والے) حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھاتے جب ہم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو حضور ﷺ فرماتے جاؤ مسجد (نبوی) میں سو

جاؤ۔ ایک دن حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے۔ میں چہرے کے بل سو رہا تھا آپ ﷺ نے مجھے پاؤں سے ٹھوکر مار کر فرمایا اے جندب! یہ کیسے لیٹے ہو؟ اس طرح تو شیطان لیٹتا ہے۔

[اخرجہ ایضاً ۱: ۳۵۲]

حضرت طخفہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اہل صفہ کو اپنے ساتھ لے جانے کے بارے میں فرمایا کوئی ایک آدمی لے گیا اور کوئی دو۔ آخر میں ہم پانچ آدمی بچ گئے۔ میرے علاوہ چار آدمی اور تھے۔ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا چلو۔ چنانچہ ہم حضور ﷺ کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! ہمیں کھلاؤ اور پلاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا گندم کے گوشت والا دلیا لے آئیں۔ ہم نے وہ کھالیا تو پھر کھجور کا حلوہ لے آئیں جس کا رنگ فاختہ جیسا تھا۔ ہم نے وہ بھی کھالیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! ہمیں کچھ پلاؤ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دودھ کا ایک چھوٹا پیالہ لے آئیں ہم نے وہ دودھ بھی پی لیا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو یہاں ہی رات گزار لو اور اگر چاہو تو مسجد میں چلے جاؤ۔ ہم نے کہا ہم مسجد جانا چاہتے ہیں (چنانچہ ہم لوگ مسجد جا کر سو گئے) میں مسجد میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ ایک آدمی نے مجھے پاؤں سے ہلایا اور کہا کہ اس طرح لیٹنا تو اللہ کو پسند نہیں ہے۔ میں نے دیکھا تو وہ حضور ﷺ تھے۔ [اخرجہ ابو نعیم ایضاً ۱: ۳۴۷]

حضرت جہجاہ غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ (مدینہ منورہ) آیا ہمارا ارادہ اسلام لانے کا تھا۔ ہم لوگوں نے مغرب کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے اپنے گھر کھانے کے لیے لے جائے۔ چنانچہ تمام لوگوں کو صحابہ رضی اللہ عنہم لے گئے) اور مسجد میں میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ چونکہ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لیے مجھے کوئی نہ لے گیا اور حضور ﷺ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ پھر حضور ﷺ میرے لیے ایک بکری کا دودھ نکال کر لائے میں وہ دودھ سارا پی گیا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ سات بکریوں کا دودھ نکال کر لائے اور میں وہ سارا پی گیا۔ پھر حضور ﷺ پتھر کی ایک ہنڈیا میں سالن لائے میں وہ بھی سارا کھا گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا (یہ آدمی تو سب کچھ کھا پی گیا۔ حضور ﷺ بھوکے رہ گئے اس لئے) جو آج رات حضور ﷺ کے بھوکا رہ جانے کا ذریعہ بنا ہے اللہ اسے بھوکا رکھے۔ حضور ﷺ نے

فرمایا اے اُم ایمن! خاموش رہو۔ اس نے اپنی روزی کھائی ہے اور ہماری روزی اللہ کے ذمہ ہے۔ صبح کو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اور یہ باہر سے آئے ہوئے مہمان سب اکٹھے ہو گئے اور ہر مہمان کے پاس رات جو کھانا لایا گیا وہ بتانے لگا۔ میں نے کہا مجھے سات بکریوں کا دودھ لا کر دیا گیا میں وہ سارا پی گیا۔ پھر ایک ہنڈیا میں سالن لایا گیا وہ بھی سارا کھا گیا۔ ان سب نے پھر حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی (نماز کے بعد) پھر حضور ﷺ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے (اور اپنے گھر لے جا کر کھانا کھلا دے) آج بھی مسجد میں میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ اور کوئی نہ بچا۔ میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لیے مجھے کوئی نہ لے گیا۔ چنانچہ حضور ﷺ مجھے لے گئے اور مجھے ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا۔ آج میں اسی سے سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بھر گیا۔ یہ دیکھ کر حضرت اُم ایمن نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ ہمارا کل والا مہمان نہیں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہی ہے لیکن آج رات اس نے مؤمن کی آنت میں کھایا ہے اور اس سے پہلے یہ کافر کی آنت میں کھاتا تھا۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے (یعنی مؤمن کو زیادہ کھانے پینے کا فکر اور شوق نہیں ہوتا اور کافر کو ہوتا ہے۔)

[اخرجه الطبرانی و ابونعیم و کذافی الکنز ۱: ۱۹۳ واخرجه ایضًا ابن ابی شیبة نحوه کما فی الاصابة ۲۵۳۱]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل صفہ میں تھے۔ رمضان کا مہینہ آ گیا ہم نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ جب ہم افطار کر لیتے تو جن لوگوں نے حضور ﷺ سے بیعت کی ہوئی تھی وہ لوگ آتے اور ان میں سے ہر آدمی ہم میں سے ایک آدمی کو اپنے ساتھ لے جاتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ ایک رات ہمیں لینے کوئی نہ آیا پھر صبح ہو گئی۔ پھر اگلی رات آ گئی اور ہمیں لینے کوئی نہ آیا۔ پھر ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی حالت حضور ﷺ کو بتائی۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ہر ایک کے پاس آدمی بھیجا کہ ان سے پوچھ کر آئے کہ ان کے پاس کچھ ہے؟ تو ان میں سے ہر ایک نے قسم کھا کر یہی جواب بھیجا کہ اس کے گھر میں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جسے کوئی جاندار کھا سکے۔ حضور ﷺ نے ان اصحاب صفہ سے فرمایا تم سب جمع ہو جاؤ۔ جب وہ لوگ جمع ہو گئے تو حضور ﷺ نے ان کے لیے یہ دعا فرمائی۔ اے اللہ! میں تجھ سے تیرا فضل اور تیری رحمت مانگتا ہوں۔ اس لیے کہ تیری رحمت

تیرے ہی قبضہ میں ہے۔ تیرے علاوہ کوئی اور اس کا مالک نہیں ہے۔ ابھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے یہ دعا مانگی ہی تھی کہ ایک آدمی نے اندر آنے کی اجازت مانگی (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اجازت دی) تو وہ ایک بھنی ہوئی بکری اور روٹیاں لے کر آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر وہ بکری ہمارے سامنے رکھ دی گئی۔ ہم نے اس میں سے کھایا اور خوب سیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ہم نے اللہ سے اس کا فضل اور اس کی رحمت مانگی تھی تو یہ کھانا اللہ کا فضل ہے اور اللہ نے اپنی رحمت ہمارے لیے ذخیرہ کر کے (آخرت کے لیے) رکھ لی ہے۔ [اخرجه البيهقي كذافي البداية ٦:١٢٠]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اصحاب صفہ غریب فقیر لوگ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اعلان فرمایا جس کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہے تو وہ (اصحاب صفہ میں سے) تیسرے کو لے جائے۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود دس آدمیوں کو لے گئے اور (میرے والد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین آدمی گھر لے آئے اور گھر میں خود میں تھا اور میرے والد اور والدہ تھیں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ یہ بھی کہا تھا کہ اور میری بیوی تھی اور مزید ایک خادم تھا جو ہمارے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں کے گھروں میں کام کرتا تھا (گھر کے افراد کل چار یا پانچ تھے)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ چار ہوں تو ایک یا دو لے جانا لیکن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شوق میں تین آدمی لے آئے خود حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں رات کا کھانا کھایا اور پھر عشاء تک وہاں ہی ٹھہرے رہے۔ پھر نماز عشاء کے بعد اور ٹھہر گئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھالیا۔ رات کا کافی حصہ گزرنے کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گھر آئے (وہ سمجھے کہ مہمانوں نے کھانا کھالیا ہوگا) ان کی بیوی نے ان سے کہا آپ اپنے مہمانوں کے پاس کیوں نہیں آئے؟ انہوں نے کہا ہم نے تو ان سے کہا تھا کہ کھانا کھالو لیکن انہوں نے انکار کر دیا اور کہا کہ جب ابوبکر رضی اللہ عنہ آئیں گے تب کھائیں گے۔ ہم نے بہت زور لگایا لیکن بالکل نہ مانے اور ہم پر غالب آ گئے۔ میں یہ سن کر اندر جا کر چھپ گیا (کہ مجھ سے ناراض ہونگے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے ناراض ہوتے ہوئے کہا او بیوقوف! (تم نے ان کو کھانا کیوں نہیں کھلایا؟) اور مجھے خوب برا بھلا کہا (پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے غصہ میں قسم کھالی کہ وہ کھانا نہیں کھائیں گے) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مہمانوں سے کہا تم کھانا کھاؤ میں یہ کھانا کبھی نہیں کھاؤں گا اس پر مہمانوں نے بھی قسم کھالی کہ اگر ابوبکر رضی اللہ عنہ نہیں کھائیں گے تو وہ بھی نہیں کھائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا

غصہ ٹھنڈا ہوا۔ انہوں نے اپنی قسم توڑی اور مہمانوں کے ساتھ کھانا شروع کر دیا اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم کھانا کھا رہے تھے۔ اللہ کی قسم! ہم جو لقمہ بھی اٹھاتے اس کے نیچے کھانا اس سے بھی زیادہ بڑھ جاتا یہاں تک کہ سب مہمان سیر ہو گئے اور کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا حضرت ابوبکرؓ نے جب دیکھا کہ کھانا پہلے سے بھی زیادہ ہو گیا ہے تو اپنی بیوی سے کہا اے قبیلہ بنو فراس والی خاتون! (دیکھو یہ کیا ہو رہا ہے) بیوی نے کہا کوئی بات نہیں میری آنکھوں کی ٹھنڈک کی قسم! یہ کھانا تو پہلے سے تین گنا ہو گیا ہے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی وہ کھانا کھایا اور کہا میری (نہ کھانے کی) قسم تو شیطان کی طرف سے تھی۔ پھر انہوں نے اس میں سے ایک لقمہ اور کھایا اور پھر وہ یہ کھانا اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے۔ ہم مسلمانوں کا ایک قوم سے معاہدہ ہوا تھا جس کی مدت ختم ہو گئی تھی۔ اس وجہ سے ہم مسلمانوں نے ان کی طرف بھیجنے کے لیے ایک لشکر تیار کیا تھا۔ جس میں بارہ آدمیوں کو ذمہ دار بنا کر ہر ایک کے ساتھ بہت سے مسلمان کر دیئے تھے۔ ذمہ داروں کی تعداد تو معلوم ہے کہ بارہ تھے لیکن ہر ایک کے ساتھ کتنے مسلمان تھے؟ یہ تعداد اللہ ہی جانتے ہیں۔ بہر حال اس سارے لشکر نے اس کھانے میں سے کھایا تھا۔ بعض راویوں نے بارہ ذمہ دار بنانے کے بجائے بارہ جماعتیں بنانے کا تذکرہ کیا ہے۔

[اخرجه البخاری وقد رواه فی مواضع اخر من صحیحه ورواه مسلم کذا فی البدایة ۶: ۱۱۲]

حضرت یحییٰ بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک سال حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ غزوہ میں جاتے اور ایک سال ان کے بیٹے حضرت قیس رضی اللہ عنہ جاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت سعد مسلمانوں کے ہمراہ غزوہ میں گئے ہوئے تھے ان کے پیچھے مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بہت سے مسلمان مہمان آ گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو وہاں لشکر میں یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے کہا اگر قیس میرا بیٹا ہوا تو وہ (میرے غلام نسطاس سے) کہے گا اے نسطاس! چابیاں لاؤ تاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ان کی ضرورت کی چیزیں (اپنے والد کے گودام میں سے) نکال لوں۔ اس پر نسطاس کہے گا اپنے والد کی طرف سے اجازت کی کوئی تحریر لاؤ تو میرا بیٹا قیس مار کر اس کی ناک توڑ دے گا اور اس سے زبردستی چابیاں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت کا سامان نکال لے گا۔ چنانچہ پیچھے مدینہ میں ایسے ہی ہوا اور حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سو وسق (تقریباً پانچ سو پچیس من) لا کر دیئے۔ [اخرجه الدارقطنی فی کتاب الاسخیاء کذا فی الاصابة ۳: ۲۵۵]

حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک سال قحط پڑا تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا اور اسے اپنا مہمان بنا لیتا اور اسے رات کا کھانا کھلاتا۔ چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا (اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاں لے آئے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا۔ وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ نہ چھوڑا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا۔ اس پر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا اے اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیونکہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا پھر وہ مسلمان ہو گیا اور اسے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات ساتھ لے کر آئے اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یہ وہی آدمی ہے؟ (جو پہلے سارا کھانا کھا لیا کرتا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (ہاں یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اب مسلمان ہو گیا ہے) کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۵: ۳۳]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں) سخت قحط پڑا جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے (رمادہ کے معنی ہلاکت ہیں یا راکھ۔ یعنی ہلاکت کا سال یا وہ سال جس میں لوگوں کے رنگ قحط کی وجہ سے راکھ جیسے ہو گئے تھے) تو ہر طرف سے عرب کھنچ کر مدینہ منورہ آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کے لیے مقرر کیا۔ ان لوگوں میں حضرت یزید بن اخت نمر، حضرت مسور بن مخرمہ، حضرت عبدالرحمٰن بن عبد قاری اور حضرت عبداللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہم تھے۔ شام کو یہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی ساری کارگزاری سناتے۔ ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے ایک کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثنیۃ الوداع کے شروع سے لے کر راتج، قلعہ، بنو حارثہ، بنو عبدالاشہل، بقیع اور بنو قریظہ تک ٹھہرے ہوئے تھے اور ان میں سے کچھ بنو سلمہ کے علاقہ میں بھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ بہر حال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔ چنانچہ اگلی رات گنتی

کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ گھرانے جو یہاں نہیں آتے ہیں ان کی اور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو۔ ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔ پھر چند راتیں اور گزریں تو لوگ اور زیادہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر دوبارہ گنا تو جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے۔ یہ سلسلہ یونہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرما دیا۔ جب خوب بارش ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک کی قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنے والے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زادِ راہ اور دیہات تک جانے کے لیے سواریاں بھی دیں اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوئے تھے۔ ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں ان سے دو تہائی لوگ مر گئے ہوں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہت ساری دیگیں تھیں پکانے والے صبح تہجد میں اٹھ کر ان دیگوں میں کرکور (ایک قسم کا دلیا) پکاتے پھر صبح یہ دلیا بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی چلی جاتی۔ پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطور سالن کے ڈال دیا جاتا (چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے اس لیے) تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا۔ قحط سالی کے اس تمام عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (بارش بھیج کر) انسانوں کو زندگی عطا فرمائی۔ [اخرجه ابن سعد ۳:۳۱۶]

حضرت فراس دیلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر سے جو اونٹ بھیجے تھے ان میں سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ روزانہ بیس اونٹ ذبح کر کے اپنے دستر خوان پر لوگوں کو کھلاتے تھے۔ [اخرجه ابن سعد كذا في منتخب الكنز ۴:۳۸۷]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات گشت کر رہے تھے تو وہ ایک عورت کے پاس سے گزرے جو اپنے گھر کے درمیان میں بیٹھی ہوئی تھی اور اس کے اردگرد

بچے رو رہے تھے اور ایک دیگچی پانی سے بھر کر آگ پر رکھی ہوئی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے کے قریب آ کر کہا اے اللہ کی بندی! یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟ اس عورت نے کہا بھوک کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ دیگچی آگ پر کیسے رکھی ہوئی ہے؟ اس عورت نے کہا بچوں کو بہلانے کے لیے پانی بھر کر رکھی ہوئی ہے تاکہ بچے سو جائیں اور میں نے بچوں کو کہہ رکھا ہے کہ اس میں کچھ ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے۔ پھر جس گھر میں صدقے کا مال رکھا ہوا تھا وہاں آئے اور ایک بورا لے کر اس میں کچھ آٹا' چربی' گھی' کھجوریں' کچھ کپڑے اور درہم ڈالے یہاں تک کہ وہ بورا بھر گیا پھر کہا اے اسلم! یہ بورا اٹھا کر میرے اوپر رکھ دو۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا اے اسلم! تیری ماں مرے! میں ہی اسے اٹھاؤں گا کیونکہ آخرت میں ان کے بارے میں مجھ سے ہی پوچھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود ہی اسے اٹھا کر اس عورت کے گھر لائے اور دیگچی لے کر اس میں آٹا اور چربی اور کھجوریں ڈالیں پھر (آگ پر اسے رکھ کر) خود ہی اسے اپنے ہاتھ سے ہلانے لگ گئے اور دیگچی کے نیچے (آگ کو) پھونک مارنے لگ گئے۔ میں کتنی دیر دیکھتا رہا کہ دھواں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی کے درمیان سے نکل رہا ہے یہاں تک کہ ان کے لیے کھانا پک گیا۔ پھر اپنے ہاتھ سے کھانا ڈال کر ان بچوں کو کھلانے لگے۔ یہاں تک کہ بچوں کا پیٹ بھر گیا۔ پھر گھر سے باہر آ کر گھٹنوں کے بل تواضع سے بیٹھ گئے لیکن مجھ پر ایسا رعب طاری ہوا کہ میں ڈر کے مارے ان سے بات نہ کر سکا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسے ہی بیٹھے رہے یہاں تک کہ بچے کھیل کود میں لگ کر ہنسنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے اے اسلم! تم جانتے ہو میں بچوں کے سامنے کیوں بیٹھا؟ میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے کہا میں نے انہیں روتے دیکھا تھا مجھے یہ اچھا نہیں لگا کہ میں ان بچوں کو ہنستے ہوئے دیکھے بغیر ہی چھوڑ کر چلا جاؤں۔ جب وہ ہنسنے لگے تو میرا جی خوش ہو گیا۔

[اخرجه الدينوري وابن شاذان وابن عساكر كذا في منتخب الكنز ۴: ۴۱۵]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حرۂ واقم (مدینہ کے ایک علاقہ کا نام ہے) کی طرف نکلا۔ جب ہم صرار مقام پر پہنچے تو ہمیں آگ جلتی ہوئی نظر آئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اسلم! یہ کوئی قافلہ ہے جو رات ہو جانے کی وجہ سے یہیں ٹھہر گیا ہے چلو ان کے پاس چلتے ہیں۔ ہم ان کے پاس گئے تو ہم نے دیکھا کہ ایک

عورت ہے جس کے ساتھ اس کے بچے بھی ہیں آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔
[ذکرہ البدایۃ ۷:۱۳۶' واخرجہ الطبری ۵:۲۰' بمعناہ مع زیادات]

کھانا تقسیم کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (دومۃ الجندل مقام کے بادشاہ) اکیدر نے حلوے کا بھرا ہوا ایک گھڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ لوگوں کے پاس سے گزرے اور آپ ان میں سے ہر ایک کو حلوے کا ٹکڑا دیتے جا رہے تھے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بھی ایک ٹکڑا دیا۔ پھر ان کے پاس واپس آ کر ان کو ایک اور ٹکڑا دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے ایک دفعہ تو دے چکے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسرا ٹکڑا حضرت عبداللہ (رضی اللہ عنہ) کی بیٹیوں یعنی تمہاری بہنوں کے لیے دیا ہے۔ [اخرجہ احمد کذافی جمع الفوائد ۱:۲۹۷' قال الھیثمی ۵:۴۴' وفیہ بن زید وفیہ ضعف و مع ذلک حدیثہ حسن]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دومۃ الجندل کے بادشاہ اکیدر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حلوہ کا ایک گھڑا ہدیہ میں بھیجا جسے تم نے دیکھا تھا اور اللہ کی قسم! اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کو اس گھڑے کی ضرورت تھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی سے فرمایا تو وہ اس گھڑے کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس گیا۔ وہ جس آدمی کے پاس پہنچتا وہ گھڑے میں ہاتھ ڈال کر اس میں سے حلوہ نکال لیتا اور پھر اسے کھا لیتا۔ چنانچہ وہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے ہاتھ ڈالا (اور اس میں سے دو مرتبہ لیا) اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اور لوگوں نے تو ایک مرتبہ لیا ہے اور میں نے دو مرتبہ لیا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (کوئی بات نہیں) تم خود بھی کھا لو اور اپنے اہل و عیال کو بھی کھلاؤ۔
[عند ابن جریر کذافی الکنز ۴:۴۷]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کھجوریں تقسیم فرمائیں اور ہر ایک کو سات سات کھجوریں دیں اور مجھے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات کھجوریں دیں جن میں ایک بغیر گٹھلی والی گھٹیا کھجور بھی تھی جو مجھے ان تمام کھجوروں سے زیادہ اچھی لگی کیونکہ وہ سخت تھی۔ اس لیے اس کے چبانے میں دیر لگی اور میں اسے کافی دیر تک چباتا رہا۔
[اخرجہ البخاری]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کچھ کھجوریں لائی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم فرمانے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح بیٹھ کر وہ کھجوریں جلدی جلدی کھا رہے تھے جیسے کہ ابھی اٹھنے والے ہوں (کسی ضروری کام سے کہیں جانا ہوگا اس لیے اطمینان سے بیٹھ کر نہ کھائیں) [عند مسلم ۲:۱۸۰]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں رمادہ والے سال میں مدینہ منورہ میں لوگوں کو شدید قحط سالی کی وجہ سے بڑی مشقت اٹھانی پڑی۔ چنانچہ انہوں نے مصر میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے نافرمان کی طرف جو عاص کے بیٹے ہیں سلام ہو۔ اما بعد اے عمرو! میری جان کی قسم! جب تم خود اور تمہارے ساتھی سیر ہو کر کھا رہے ہوں تو پھر تمہیں اس کی کیا پرواہ کہ میں اور میرے ساتھی ہلاک ہو رہے ہیں۔ ہماری مدد کرو! ہماری مدد کرو! (چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لہجہ تنبیہ اور عتاب کا ہے۔ اس لیے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کو نافرمان سے خطاب کیا اور اپنی جان کی قسم کھانے کا اہل عرب میں عام رواج تھا لیکن اس سے قسم مراد نہیں ہوتی تھی بلکہ تاکید مقصود ہوتی تھی)"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے آخری جملے کو بار بار دہراتے رہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ مضمون لکھا:

"اللہ کے بندے عمر امیر المومنین کی خدمت میں عمرو بن عاص کی طرف سے۔ اما بعد! میں مدد کے لیے حاضر ہوں! میں مدد کے لیے حاضر ہوں! میں آپ کی خدمت میں غلہ کا اتنا بڑا قافلہ بھیج رہا ہوں جس کا پہلا اونٹ آپ کے پاس مدینہ میں ہوگا اور اس کا آخری اونٹ میرے پاس مصر میں ہوگا۔ والسلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔"

چنانچہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے بہت بڑا قافلہ بھیجا جس کا پہلا اونٹ مدینہ میں تھا اور آخری مصر میں اور اونٹ کے پیچھے اونٹ چل رہا تھا۔ جب یہ قافلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا تو آپ نے خوب دل کھول کر لوگوں میں تقسیم کیا اور یہ طے کیا کہ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے سارے غلہ کے دیا جائے اور حضرت عبدالرحمن بن

عوف رضی اللہ عنہ ‘ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں سامان تقسیم کرنے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ ان حضرات نے ہر گھر میں ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلہ کے دیا تاکہ وہ غلہ بھی استعمال کریں اور اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت کھائیں اور اس کی چربی کا سالن بنالیں اور اس کی کھال سے جوتے بنالیں اور جس بوری میں غلہ ہے اسے اپنی ضرورت میں لحاف وغیرہ بنا کر استعمال کرلیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو خوب وسعت عطا فرمائی اس کے بعد راوی نے مزید لمبی حدیث ذکر کی ہے جس میں یہ مضمون ہے کہ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ تک غلہ پہنچانے کے لیے دریائے نیل سے بحر قلزم تک ایک نہر کھودی گئی۔ [اخرجہ ابن عبد الحکم]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ اسی واقعہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رمادہ والے (قحط کے) سال میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ پھر اس قصہ کو بیان کرنے کے بعد حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب اس قافلہ کا پہلا حصہ مدینہ منورہ پہنچا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا یہ اونٹ لے کر تم نجد چلے جاؤ اور وہاں کے رہنے والوں میں سے جتنوں کو تم میرے پاس سواری پر لاسکو ان کو میرے پاس لے آؤ اور جن کو نہ لاسکو ان میں ہر گھر کو ایک اونٹ مع اس پر لدے ہوئے غلہ کے دے دو اور ان سے کہہ دو دو چادریں تو پہن لیں اور اونٹ کو ذبح کر کے اس کی چربی کو پگھلا کر تیل بنالیں اور گوشت کو کاٹ کر خشک کرلیں اور اس کی کھال سے جوتی بنالیں اور پھر کچھ گوشت‘ کچھ چربی اور مٹھی بھر آٹا لے کر اسے پکالیں اور اسے کھالیں۔ اس طرح گزارہ کرتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے مزید روزی کا انتظام فرمادیں۔ لیکن حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے اس کام کے لیے جانے سے معذرت کردی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! تم کو پھر موت تک اتنے بڑے ثواب والے کام کا موقع نہیں مل سکے گا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اور آدمی غالباً حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلایا لیکن انہوں نے بھی جانے سے انکار کردیا۔ پھر حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا (وہ جانے کے لیے تیار ہوگئے) اور چلے گئے۔ آگے انہوں نے حدیث ذکر کی جس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ہزار دینار دیئے جو انہوں نے واپس کردیئے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کچھ کہنے پر آخر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے قبول کرلئے۔ [اخرجہ ایضاً ابن خزیمۃ وابوعبیدۃ والحاکم و البیہقی کذا فی المنتخب ۴:۳۹۶]

حضرات انصار کے اکرام اور خدمت کے باب میں یہ گزر چکا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار

میں اور بنو ظفر میں غلہ تقسیم فرمایا۔

جوڑے پہنانا اور ان کی تقسیم

حضرت حبان بن جری سلمی رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت جزی سلمی رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ وہ اس (صحابی) قیدی کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (جسے ان کی قوم نے قید کر رکھا تھا) حضرت جزی رضی اللہ عنہ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں مسلمان ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دو چادریں پہنانے کا ارادہ فرمایا تو ان سے فرمایا کہ تم عائشہ کے پاس جاؤ جو چادریں ان کے پاس ہیں ان میں سے وہ تم کو دو چادریں دے دیں گی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو سرسبز و شاداب رکھے! آپ کے پاس جو چادریں ہیں ان میں سے دو چادریں پسند کر کے مجھے دے دیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے دو چادریں مجھے دینے کا حکم فرمایا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پیلو کی لمبی مسواک بڑھاتے ہوئے فرمایا یہ لے لو اور عرب کی عورتیں نظر نہیں آتی تھیں (کیونکہ وہ پردہ کرتی تھیں اور اسی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مسواک سے اشارہ کیا) [اخرجه ابو نعیم کذا فی المنتخب ۵: ۱۵۳]

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس یمن سے جوڑے آئے جو انہوں نے لوگوں کو پہنا دیئے۔ شام کو لوگ وہ جوڑے پہن کر آئے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ قبر اطہر اور منبر شریف کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ لوگ ان کے پاس آ کر ان کو سلام کرتے اور ان کو دعائیں دیتے۔ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما اپنی والدہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر سے نکلے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر آپ غمگین اور پریشان ہو گئے اور آپ کی پیشانی پر بل پڑ گئے اور فرمایا اللہ کی قسم! تم لوگوں کو جوڑے پہنا کر مجھے خوشی نہیں ہوئی (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں کو تو پہنا نہیں سکا) لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین! آپ نے اپنی رعایا کو جوڑے پہنا کر اچھا کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ یہ دو لڑکے لوگوں کو پھلانگتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کے جسم پر ان جوڑوں میں سے کوئی جوڑا نہیں ہے۔ یہ جوڑے ان دونوں سے بڑے ہیں اور یہ دونوں ان جوڑوں سے

چھوٹے ہیں (اس وجہ سے ان کو جوڑے نہیں دیئے) پھر انہوں نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے جلدی سے دو جوڑے بھیجو۔ چنانچہ انہوں نے دو جوڑے بھیجے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں حضرات کو پہنا دیئے۔[اخرجه ابن سعد كذافي كنز العمال ۷:۱۰۶]

اور انصار کے اکرام کے باب میں لوگوں میں جوڑے تقسیم کرنے کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ اور حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کا قصہ گزر چکا ہے اور عورتوں کے جنگ کرنے کے باب میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ام عمارہ رضی اللہ عنہا کو اس لیے ایک بڑی چادر دی تھی کہ انہوں نے جنگ احد کے دن جنگ کی تھی۔

حضرت محمد بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت شفاء بنت عبداللہ بن عدویہ رضی اللہ عنہا کو پیغام بھیجا کہ صبح کے وقت میرے پاس آنا۔ وہ فرماتی ہیں میں صبح کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں گئی تو مجھے ان کے دروازے پر حضرت عاتکہ بنت اسید بن ابی العیص رضی اللہ عنہا ملیں۔ پھر ہم دونوں اندر گئیں۔ وہاں ہم نے کچھ دیر بات کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چادر منگوا کر حضرت عاتکہ کو دی۔ پھر ایک اور چادر منگوائی جو پہلی سے کم درجہ کی تھی وہ مجھے دی۔ میں نے کہا اے عمر! میں ان سے پہلے اسلام لائی ہوں اور میں آپ کی چچازاد بہن ہوں اور یہ نہیں ہیں اور آپ نے مجھے پیغام بھیج کر بلایا ہے اور یہ خود آئی ہیں (ان تمام باتوں کی وجہ سے بڑھیا چادر مجھے ملنی چاہئے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ چادر تمہارے لیے ہی اٹھا رکھی تھی لیکن جب تم دونوں اکٹھی ہوئیں تو مجھے یہ یاد آیا کہ ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری تم سے زیادہ قریب کی ہے (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری میری رشتہ داری سے زیادہ درجہ رکھتی ہے اس لیے میں نے انہیں بڑھیا چادر دی) [اخرجه زبير بن بكار كذافي الاصابة ۴:۳۵۶]

حضرت اصبغ بن نباتہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا اے امیر المومنین! مجھے آپ سے ایک کام ہے جسے میں آپ کے سامنے پیش کرنے سے پہلے اللہ کے سامنے پیش کر چکا ہوں۔ اگر آپ میرا وہ کام کر دیں گے تو میں اللہ کی بھی تعریف کروں گا اور آپ کا بھی شکریہ ادا کروں گا اور اگر آپ نے وہ کام نہ کیا تو بھی میں اللہ کی تعریف کروں گا اور آپ کو معذور سمجھوں گا کہ یہ کام آپ کے بس میں نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم

اپنا کام زمین پر لکھ کر مجھے بتادو کیونکہ زبان سے مانگنے کی ذلت میں تمہارے چہرے پر دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ چنانچہ اس نے زمین پر لکھا کہ میں ضرورت مند ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک جوڑا میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ وہ جوڑا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو دے دیا۔ اس آدمی نے لے کر وہ جوڑا پہن لیا۔ پھر وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں یہ اشعار پڑھنے لگا

كَسَوْتَنِي حُلَّةً تَبْلٰى مَحَاسِنُهَا
فَسَوْفَ اَكْسُوْكَ مِنْ حُسْنِ الثَّنَا حُلَلاً

''آپ نے مجھے ایک ایسا جوڑا پہنایا ہے جس کی خوبیاں پرانی ہو کر ختم ہو جائیں گی اور میں آپ کو عمدہ تعریف کے (ایسے) جوڑے پہناؤں گا (جن کی خوبیاں ختم نہ ہونگی)''

اِنْ نِلْتَ حُسْنَ ثَنَائِيْ نِلْتَ مَكْرُمَةً
وَلَسْتَ تَبْغِيْ بِمَا قَدْ قُلْتُهُ بَدَلاً

''آپ کو میری عمدہ تعریف سے بڑی عزت حاصل ہوگی اور میں نے جو کچھ کہا ہے آپ اس کے بدلہ میں کچھ نہیں چاہتے ہیں۔''

اِنَّ الثَّنَاءَ لَيُحْيِيْ ذِكْرَ صَاحِبِهٖ
كَالْغَيْثِ يُحْيِيْ نَدَاهُ السَّهْلَ وَالْجَبَلاً

''تعریف تعریف والے کے تذکرے کو اس طرح زندہ رکھتی ہے جس طرح بارش کی تری میدانی اور پہاڑی علاقوں کو زندہ کرتی ہے۔''

لَا تَزْهَدِ الدَّهْرَ فِيْ خَيْرٍ تُوَفَّقُهٗ
فَكُلُّ عَبْدٍ سَيُجْزٰى بِالَّذِيْ عَمِلاً

''جس خیر کے کام کی اللہ تمہیں توفیق دے تم زندگی بھر اسے کرتے رہو اور بے رغبتی سے اسے مت چھوڑو کیونکہ ہر بندے کو اپنے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ ملے گا۔''

(یہ اشعار سن کر) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے پاس دینار لاؤ۔ چنانچہ آپ کے پاس سو اشرفیاں لائی گئیں۔ آپ نے وہ اشرفیاں اس آدمی کو دے دیں۔ حضرت اصبغ کہتے ہیں میں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ اسے ایک جوڑا اور سو دینار دے رہے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں! میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے

مطابق معاملہ کرو اور اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ ہے۔

[اخرجه ابن عساکر و ابو موسیٰ المدینی فی کتاب استدعا اللباس کذا فی الکنز ۳:۳۲۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک سائل آیا (اور اس نے کچھ مانگا) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے پوچھا رمضان کے روزے رکھتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا تم نے مانگا ہے اور مانگنے والے کا حق ہوتا ہے اور یہ ہم پر حق ہے کہ ہم تمہارے ساتھ احسان کریں پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اسے ایک کپڑا دیا اور فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان بھی کسی مسلمان کو کپڑا پہناتا ہے تو جب تک اس کے جسم پر اس کپڑے کا ایک ٹکڑا رہے گا اس وقت تک وہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت میں رہے گا۔

[اخرجه الترمذی کذافی جمع الفوائد ۱:۱۴۷]

مجاہدین کو کھانا کھلانا

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر روانہ فرمایا جس کے امیر حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما تھے۔ سفر میں ان حضرات پر فاقہ آیا تو حضرت قیس رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے لیے اونٹ ذبح کر دیئے۔ جب یہ حضرات مدینہ منورہ واپس آئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قصہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سخاوت تو اس گھرانہ کی خاص صفت ہے۔

[اخرجه ابوبکر فی الغیلانیات و ابن عساکر]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (جب قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نو اونٹ ذبح کرنے لگے تو) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر حضرت قیس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ اونٹ ذبح نہ کریں (اس سے اونٹ کم ہو جائیں گے اور سفر میں دقت ہوگی) لیکن پھر بھی انہوں نے ذبح کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا قصہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا ارے یہ تو سخی گھر کا آدمی ہے اور یہ غزوہ خبط کا واقعہ ہے جس میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے خبط یعنی درختوں کے پتے کھائے تھے۔

[عند ابن ابی الدنیا و ابن عساکر کذافی منتخب الکنز ۵:۲۶۰]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانے میں ایک مرتبہ حضرت قیس بن سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ گزرے۔ اس وقت ہمیں سخت بھوک لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے ہمارے لیے سات اونٹ ذبح کیے۔ (پھر ہم نے سفر کیا) اور سمندر کے کنارے ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ وہاں ہمیں ایک بہت بڑی مچھلی ملی۔ ہم تین دن تک اس کا گوشت کھاتے رہے۔ ہم نے اس میں سے اپنی مرضی کے مطابق بہت ساری چربی نکالی اور اپنے مشکیزوں اور بوریوں میں بھرلی اور ہم وہاں سے چل کر حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے اور آپ ﷺ کو یہ قصہ سنایا اور یہ بھی ساتھیوں نے کہا اگر ہمیں یہ یقین ہوتا کہ مچھلی کا گوشت حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچنے تک خراب نہیں ہوگا تو ہم اپنے ساتھ ضرور لاتے۔ [عند الطبرانی قال الهيثمی ۵:۲۷ وفيه عبد الله بن صالح كاتب الليث قال عبد الملك بن شعيب بن الليث ثقة مامون و ضعفه احمد وغيره و ابوحمزة الخولانی لم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو ان کے پاس حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لشکروں کے امیر بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! اے عمر! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ عمر حاضر ہے (کہو کیا کہتے ہو؟) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان لوگوں کے اور اللہ کے درمیان واسطہ ہیں لیکن آپ کے اور اللہ کے درمیان کوئی نہیں ہے۔ آپ کے سامنے اور دائیں بائیں جتنے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ ان کو اچھی طرح دیکھیں کیونکہ اللہ کی قسم! یہ سب جتنے آپ کے پاس آئے ہوئے ہیں یہ صرف پرندوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے ٹھیک کہا ہے اور جب تک یہ لوگ مجھے اس بات کی ضمانت نہیں دیں گے کہ وہ (اپنے لشکر کے) ہر مسلمان کو دو مد (پونے دو سیر) گندم اور اس کے مناسب مقدار میں سرکہ اور تیل دیا کریں گے اس وقت تک میں اس جگہ سے نہیں اٹھوں گا۔ سب نے کہا اے امیر المومنین! ہم اس کی ضمانت دیتے ہیں۔ یہ ہمارے ذمہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مال میں بڑی کثرت اور وسعت عطا فرما رکھی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا پھر ٹھیک ہے (اب میں مجلس سے اٹھتا ہوں اور آپ لوگ جاسکتے ہیں۔)

[اخرجه ابوعبيد كذافی الكنز ۲:۳۱۸، واخرجه الطبرانی ايضاً عن قيس نحوه قال الهيثمی ۵:۲۱۳ و رجاله رجال الصحيح خلا عبد الله بن احمد و هو ثقة مامون]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خرچ اخراجات کی کیا صورت تھی؟

حضرت عبداللہ ہوزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے حلب میں میری ملاقات ہوئی۔ میں نے عرض کیا اے بلال! آپ ذرا مجھے یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخراجات کی کیا صورت تھی؟ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ ہوتا تو تھا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت سے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک یہ خدمت میرے سپرد رہی جس کی صورت یہ تھی کہ جب کوئی مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے ضرورت مند سمجھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرما دیتے۔ میں جا کر کہیں سے قرض لے کر چادر اور کھانے کی کوئی چیز خرید لاتا اور چادر اسے پہنا دیتا اور کھانا کھلا دیتا۔ ایک مرتبہ ایک مشرک مجھے سامنے سے آتا ہوا ملا۔ اس نے کہا اے بلال! مجھے خوب وسعت حاصل ہے تم کسی سے قرض نہ لیا کرو جب ضرورت ہو مجھ سے ہی لیا کرو میں نے اسی سے قرض لینا شروع کر دیا۔ ایک دن میں وضو کر کے اذان دینے کے لیے کھڑا ہوا ہی تھا کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آیا اور مجھے دیکھ کر کہنے لگا او حبشی! میں نے کہا میں حاضر ہوں (کیا کہتے ہو؟) وہ بڑی ترش روئی کے ساتھ پیش آیا اور بہت برا بھلا کہنے لگا اور کہنے لگا تمہیں معلوم ہے کہ مہینہ ختم ہونے میں کتنے دن باقی ہیں؟ میں نے کہا عنقریب ختم ہونے والا ہے۔ اس نے کہا چار دن باقی ہیں۔ اگر تو نے اس مدت میں قرضہ ادا نہ کیا تو میں تجھے اس کے عوض غلام بنا لوں گا میں نے تم کو یہ قرضہ جو دیا ہے وہ تمہاری یا تمہارے ساتھی کی بزرگی کی وجہ سے نہیں دیا ہے بلکہ اس لیے دیا ہے تاکہ تم میرے غلام بن جاؤ پھر تم پہلے جس طرح بکریاں چرایا کرتے تھے اسی طرح تمہیں بکریاں چرانے میں لگا دوں۔ (یہ کہہ کر وہ تو چلا گیا) اور ایسی باتیں سن کر لوگوں کے دلوں میں جو خیالات پیدا ہوتے ہیں وہ سب میرے دل میں بھی پیدا ہوئے۔ پھر میں نے جا کر اذان دی۔ جب میں عشاء کی نماز پڑھ چکا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے گھر تشریف لے گئے تو میں نے اندر حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ میں نے اندر جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ جس مشرک کا میں نے آپ سے تذکرہ کیا تھا کہ میں اس سے قرضہ لیتا رہتا ہوں آج اس نے آ کر مجھے بہت برا بھلا کہا ہے اور اس وقت نہ آپ کے پاس اس کے قرضے کی

ادائیگی کا فوری انتظام ہے اور نہ میرے پاس ہے اور وہ مجھے ضرور رسوا کرے گا اس لیے آپ مجھے اجازت دے دیں میں ان مسلمان قبیلوں میں سے کسی قبیلہ میں چلا جاتا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو اتنا دے دیں گے جس سے میرا یہ قرضہ ادا ہو سکے تو پھر میں آ جاؤں گا۔ یہ عرض کر کے میں اپنے گھر آیا اور اپنی تلوار، تھیلا، نیزہ اور جوتی اپنے سرہانے رکھ کر مشرق کی طرف منہ کر کے صبح کے انتظار میں لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر نیند آتی۔ پھر فکر کی وجہ سے میری آنکھ کھل جاتی۔ لیکن جب میں دیکھتا کہ ابھی رات باقی ہے تو میں دوبارہ سو جاتا۔ جب صبح کاذب ہو گئی تو میں نے جانے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ اتنے میں ایک صاحب نے آ کر آواز دی اے بلال! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جلدی چلو۔ میں فوراً چل پڑا۔ وہاں پہنچ کر دیکھا کہ چار اونٹنیاں سامان سے لدی ہوئی بیٹھی ہیں۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا خوش ہو جاؤ! اللہ نے تمہارے قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کر دیا ہے۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارا گزر بیٹھی ہوئی چار اونٹنیوں پر نہیں ہوا ہے؟ میں نے کہا جی ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سامان سمیت تمہارے حوالے ہیں تم یہ لے لو اور اپنا قرضہ ادا کر لو۔ میں نے دیکھا تو ان پر کپڑے اور غلہ لدا ہوا تھا۔ جو فدک کے رئیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ بھیجا تھا۔ چنانچہ میں نے وہ اونٹنیاں لیں اور ان کا سارا سامان اتارا اور ان کے سامنے چارہ ڈالا۔ پھر میں نے فجر کی اذان دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو میں بقیع چلا گیا اور وہاں جا کر دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ جس کا بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرضہ ہے وہ آ جائے۔ چنانچہ وہ کپڑے اور غلہ خریداروں کے سامنے پیش کرتا اور اسے بیچ کر قرضہ ادا کرتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر روئے زمین میں کچھ بھی قرضہ باقی نہ رہا بلکہ دو یا ڈیڑھ اوقیہ چاندی بچ گئی یعنی اسی یا ساٹھ درہم۔ اسی میں دن کا اکثر حصہ گزر چکا تھا پھر میں مسجد گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا جو کام تمہارے ذمہ تھا اس کا کیا ہوا؟ میں نے کہا جی ہاں دو دینار بچے ہیں۔ (قرض ادا کرنے کے بعد دو یا ڈیڑھ اوقیہ چاندی بچی تھی لیکن وہاں سے مسجد تک آتے آتے حضرت بلال رضی اللہ عنہ لوگوں کو دیتے چلے آئے ہوں گے اس لیے جب مسجد میں پہنچے تو صرف دو دینار باقی رہ گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں بھی تقسیم کر دو تا کہ مجھے راحت حاصل ہو۔ جب تک تم

انہیں خرچ کر کے مجھے راحت نہیں پہنچا دیتے میں اس وقت تک اپنے کسی گھر میں نہیں جاؤں گا۔ چنانچہ اس دن ہمارے پاس کوئی نہیں آیا (اور وہ خرچ نہ ہو سکے) تو حضور ﷺ نے وہ رات مسجد میں گزاری اور اگلا دن بھی سارا مسجد میں ہی گزارا۔ شام کو دو سوار آئے۔ میں ان دونوں کو لے گیا اور ان دونوں کو کپڑے پہنائے اور غلہ بھی دیا۔ جب آپ ﷺ عشاء سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے مجھے بلایا اور فرمایا جو تمہارے پاس بچا تھا اس کا کیا بنا؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ نے اس کے خرچ کرنے کی صورت بنا کر آپ ﷺ کی راحت کی صورت پیدا کر دی ہے۔ آپ ﷺ نے خوش ہو کر فرمایا اللہ اکبر اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ آپ ﷺ کو یہ ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ ﷺ کو موت آ جائے اور یہ بچا ہوا سامان آپ ﷺ کے پاس ہی ہو۔ پھر وہاں سے آپ ﷺ چلے اور میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے پیچھے چلا۔ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک ایک اہلیہ محترمہ کے پاس گئے اور ہر ایک کو الگ الگ سلام کیا اور پھر جس گھر میں رات گزارنی تھی وہاں تشریف لے گئے۔ یہ تھی حضور ﷺ کے خرچ اخراجات کی صورت جس کے بارے میں تم نے پوچھا تھا۔ [اخرجه البیهقی کذا فی البدایة ۶:۵۵، و اخرجه الطبرانی ایضاً عن عبد الله نحوه کما فی الکنز ۴:۳۹]

نبی کریم ﷺ کے خود مال تقسیم کرنے کی صورت کا بیان

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں خوب جانتی ہوں کہ حضور ﷺ کے وصال تک کی مبارک زندگی میں (آپ ﷺ کے گھر میں) سب سے زیادہ مال کب آیا؟ ایک مرتبہ رات کے پہلے حصہ میں آپ ﷺ کے پاس ایک تھیلی آئی جس میں آٹھ سو درہم اور ایک پرچہ تھا۔ وہ تھیلی آپ ﷺ نے میرے پاس بھیج دی۔ اس رات میری باری تھی۔ آپ ﷺ عشاء کے بعد گھر واپس آئے اور حجرہ شریف میں اپنی نماز کی جگہ میں نماز شروع کر دی۔ میں نے آپ ﷺ کے لیے اور اپنے لیے بستر بچھایا ہوا تھا۔ میں آپ ﷺ کا انتظار کرنے لگی لیکن آپ ﷺ بہت دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ اپنی نماز کی جگہ سے باہر تشریف لائے اور پھر وہیں واپس چلے گئے اور نماز شروع کر دی۔ اسی طرح بار بار فرماتے رہے یہاں تک کہ فجر کی اذان ہو گئی۔ آپ ﷺ نے مسجد میں جا کر نماز پڑھائی اور پھر گھر واپس تشریف لائے اور فرمایا وہ تھیلی

کہاں ہے جس نے آج ساری رات مجھے پریشان کیے رکھا؟ چنانچہ وہ تھیلی منگوائی اور اس میں جو کچھ تھا وہ سب تقسیم فرما دیا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج رات آپ ﷺ نے ایسا کام کیا جو آپ ﷺ کبھی نہیں کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا میں نماز پڑھتا تو پھر مجھے اس تھیلی کا خیال آ جاتا میں جا کر اسے دیکھتا اور پھر واپس آ کر نماز شروع کر دیتا۔ (ساری رات اس وجہ سے نہ سو سکا کہ اتنا زیادہ مال میرے پاس ہے تو میں کیسے سو جاؤں۔ جب مال تقسیم ہو گیا تب مجھے چین آیا) [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۱۰: ۲۲۵ رواه الطبرانی با سانید و بعضها جید]

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ نے بحرین سے حضور ﷺ کی خدمت میں اسی ہزار بھیجے۔ آپ ﷺ کے پاس اس سے زیادہ مال نہ اس سے پہلے کبھی آیا اور نہ کبھی اس کے بعد۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو وہ اسی ہزار چٹائی پر پھیلا دیئے گئے۔ اس کے بعد نماز کے لیے اذان ہو گئی (نماز سے فارغ ہو کر) آپ ﷺ اس مال کے پاس جھک کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ آنے لگے اور حضور ﷺ ان کو دینے لگے۔ اس دن نہ آپ ﷺ گن کر دے رہے تھے اور نہ تول کر بلکہ مٹھیاں بھر کر دے رہے تھے۔ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے جنگ بدر کے دن اپنا فدیہ بھی دیا تھا اور عقیل کا بھی دیا تھا کیونکہ اس دن عقیل کے پاس کچھ مال نہیں تھا اس لیے آپ ﷺ اس مال میں سے کچھ عنایت فرمائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا لے لیں۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ پر کالے رنگ کی منقش چادر تھی۔ انہوں نے اسے بچھایا اور خوب لپ بھر کر اس میں مال ڈالا پھر اٹھا کر لے جانے لگے تو اٹھا نہ سکے تو انہوں نے سر اٹھا کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ اس پر حضور ﷺ مسکرائے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک نظر آنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آپ نے جتنا مال لیا ہے اس میں سے کچھ واپس کر دیں اور جتنا اٹھا سکتے ہیں اتنا لے لیں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور جتنا مال اٹھا سکتے تھے اتنا لے گئے اور جاتے ہوئے فرما رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو وعدے فرمائے تھے ان میں سے ایک تو اللہ نے پورا فرما دیا اور دوسرے وعدے کا مجھے پتہ نہیں کہ کیا ہو گا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا ذکر قرآن پاک کی اس آیت میں ہے:

﴿قُلْ لِّمَنْ فِیْٓ اَیْدِیْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓی اِنْ یَّعْلَمِ اللّٰهُ فِیْ قُلُوْبِكُمْ خَیْرًا یُّؤْتِكُمْ

خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ﴾ [سورۃ انفال آیت نمبر ۷۰]

”آپ کے قبضہ میں جو قیدی ہیں آپ ان سے فرما دیجئے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو تمہارے قلب میں ایمان معلوم ہوگا تو جو کچھ (فدیہ میں) تم سے لیا گیا ہے (دنیا میں) اس سے بہتر تم کو دے دے گا اور (آخرت میں) تم کو بخش دے گا۔“

اور واقعی یہ مال اس مال سے بہتر ہے جو (بدر کے موقع پر) مجھ سے (فدیہ میں) لیا گیا تھا لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ میری مغفرت کا کیا کریں گے؟

[اخرجه الحاكم ۳:۳۲۹، عن حميد بن هلال عن ابی بردة قال الحاكم هذا حديث صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه وقال الذهبی على شرط مسلم واخرجه ابن سعد ۴:۹، عن حميد بن هلال بمعناه ولم يذكر ابابردة ولاباموسى۔]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور سب کو برابر برابر دینا

حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ اور دیگر حضرات فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا بیت المال (مدینہ کے محلّہ) سنح میں تھا جو کہ لوگوں میں مشہور و معروف تھا اور کوئی آدمی اس کا پہرہ نہیں دیا کرتا تھا تو ان سے عرض کیا گیا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بیت المال کے پہرے کے لیے کسی کو مقرر نہیں فرماتے؟ انہوں نے فرمایا بیت المال کے بارے میں کسی قسم کا خطرہ نہیں ہے (اس لیے پہرہ دار مقرر کرنے کی ضرورت نہیں) میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا اسے تالا لگا ہوا ہے۔ ان کا معمول یہ تھا کہ جو کچھ اس بیت المال میں آتا وہ سارا لوگوں کو دے دیتے۔ یہاں تک کہ بیت المال میں کچھ نہ بچتا۔ پھر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سنح محلہ سے مدینہ منورہ منتقل ہو گئے تو انہوں نے وہاں اس گھر میں اپنا بیت المال بھی منتقل کر لیا جس میں وہ رہا کرتے تھے۔ ان کے پاس قبیلہ وادیوں کی کانوں سے اور قبیلہ جہینہ کی کانوں سے بہت مال آیا کرتا تھا اور ان کے زمانہ خلافت میں قبیلہ بنو سُلیم کی کان بھی کھل گئی تھی وہاں سے بھی زکوٰۃ کا مال آنے لگا تھا۔ یہ سب کچھ بیت المال میں رکھا جاتا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سونے چاندی کے

ٹکڑے کروا کر لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے تھے ہر سو آدمیوں کو ایک مقدار دیا کرتے تھے (جسے وہ آپس میں تقسیم کر لیتے) تمام لوگوں میں وہ مال برابر تقسیم فرماتے۔ آزاد' غلام' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے سب کو برابر حصہ ملا کرتا تھا اور بعض دفعہ اس مال سے اونٹ' گھوڑے اور ہتھیار خرید کر اللہ کے راستہ میں جانے والوں کو دے دیا کرتے۔ ایک سال گرم اونی چادریں خریدی تھیں جو دیہات سے لائی گئی تھیں اور سردی کے موسم میں مدینہ کی بیوہ عورتوں میں انہوں نے یہ چادریں تقسیم کی تھیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اور وہ دفن ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مقرر کردہ بیت المال کے نگرانوں کو بلایا اور ان کو لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیت المال میں گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما اور دیگر حضرات بھی تھے۔ ان حضرات نے جا کر بیت المال کو کھولا تو اس میں نہ کوئی دینار ملا اور نہ کوئی درہم۔ البتہ مال رکھنے کا ایک موٹا کھردرا کپڑا ملا اسے جھاڑا تو اس میں سے ایک درہم ملا۔ یہ دیکھ کر ان حضرات نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت نازل فرمائے اور مدینہ منورہ میں درہم و دینار تولنے والا ایک آدمی تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تولنے کا کام کیا کرتا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو مال آتا تھا وہ اسے بھی تولتا تھا اس سے پوچھا گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس جو مال آیا اس کی کل مقدار کتنی ہوگی؟ اس نے کہا دو لاکھ۔

[اخرجہ ابن سعد کذا فی الکنز ۳،۱۳۱]

حضرت اسماعیل بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ کچھ مال لوگوں میں تقسیم کیا اور سب کو برابر حصہ دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ اہل بدر اور دوسرے لوگوں کو برابر رکھ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا تو گزارے کی چیز ہے اور بہترین گزارے کی چیز وہ ہے جو درمیانی درجہ کی ہو (لہٰذا اس دنیا میں تو میں نے سب کو برابر رکھا ہے) اور اہل بدر کو دوسرے لوگوں پر جو فضیلت حاصل ہے اس کا اثر اجر و ثواب میں ظاہر ہوگا (کہ آخرت میں ان کا اجر و ثواب برابر نہیں ہوگا بلکہ اہل بدر کا اجر و ثواب دوسروں سے زیادہ ہوگا)

[اخرجہ احمد فی الزھد]

حضرت ابن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ وہ (سب میں مال برابر تقسیم نہ کریں بلکہ) مال کی تقسیم میں لوگوں میں درجات

مقرر کریں (اور جس کے دینی فضائل جتنے زیادہ ہوں اس کو اتنا زیادہ مال دیں) اس پر انہوں نے فرمایا لوگوں کے دینی فضائل کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) عطا فرمائیں گے۔ دنیاوی ضروریات میں سب کے درمیان برابری کرنا ہی بہتر ہے۔ [عند ابی عبید کذا فی الکنز ۲: ۳۰۶]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا تو انہوں نے لوگوں میں مال برابر تقسیم کیا تو ان سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے خلیفہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! اگر آپ حضرات مہاجرین اور انصار کو دوسروں پر فضیلت دیں (اور ان کو دوسروں سے زیادہ دیں) تو یہ زیادہ اچھا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا تم لوگ چاہتے ہو کہ مال زیادہ دے کر ان کے دینی فضائل ان سے خرید لوں (یہ ہرگز مناسب نہیں ہے) مال کی تقسیم میں ان سب کو برابر رکھنا ایک کو دوسرے پر ترجیح دینے سے بہتر ہے۔ حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلی مرتبہ مال تقسیم کرنے لگے تو ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا حضرات مہاجرین اولین اور اسلام میں سبقت رکھنے والوں کو زیادہ دیں تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں ان سے ان کے اسلام میں پہل کرنے کی نیکی کو (دنیا کے بدلے میں) خرید لوں؟ (نہیں ایسے نہیں ہو سکتا) چنانچہ انہوں نے مال تقسیم کیا اور سب کو برابر دیا۔

[عند البیہقی ۶: ۳۴۸]

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو بحرین سے مال آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ جس آدمی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ قرض ہو یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ دینے کا وعدہ فرما رکھا ہو وہ کھڑا ہو کر لے لے۔ چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تھا اگر میرے پاس بحرین سے مال آئے گا تو میں تمہیں تین مرتبہ اتنا اتنا دوں گا اور دونوں ہاتھوں سے لپ بھر کر اشارہ فرمایا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اٹھو اور خود اپنے ہاتھ سے لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک مرتبہ لپ بھر کر لیا اسے گنا تو وہ پانچ سو درہم تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں مزید ایک ہزار گن کر دے دو (تاکہ تین لپیں ہو جائیں) اس کے بعد لوگوں میں دس دس درہم تقسیم کیے اور فرمایا یہ تو وہ وعدے پورے ہو رہے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے کیے تھے۔ اگلے سال اس سے بھی زیادہ مال آیا تو لوگوں میں بیس بیس درہم تقسیم کیے اور پھر بھی کچھ مال بچ گیا تو غلاموں میں

پانچ پانچ درہم تقسیم کیے اور فرمایا یہ تمہارے غلام تمہاری خدمت کرتے ہیں اور تمہارے کام کرتے ہیں اس لیے ہم نے ان کو بھی کچھ دے دیا ہے۔ اس پر لوگوں نے عرض کیا اگر آپ حضرات مہاجرین وانصار کو دوسروں سے زیادہ دیں تو یہ زیادہ بہتر ہوگا کیونکہ یہ پرانے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں ان کا خاص مقام تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اس کا بدلہ تو اللہ تعالیٰ ہی ان کو دیں گے۔ یہ مال و متاع بس گزارے کی چیز ہے اسے برابر تقسیم کرنا کم زیادہ دینے سے بہتر ہے۔ آپ نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی اصول پر عمل فرمایا۔ آگے اسی طرح کی حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی (صفحہ ۲۹۲ پر) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا عدل وانصاف اور برابر تقسیم کرنا گزر چکا ہے۔ اس میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک عربی عورت اور ایک آزاد کردہ باندی کو برابر دیا۔ اس پر اس عربی عورت نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو جتنا دیا ہے مجھے بھی اتنا ہی دیا ہے حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اللہ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا تو اس میں مجھے اولاد اسماعیل علیہ السلام کو اولاد اسحاق علیہ السلام پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔

[اخرجه البیهقی ایضاً وابن ابی شیبة والبزار والحسن بن سفیان کذا فی کنز العمال ۳: ۱۲۷]

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا اور پرانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں کو زیادہ دینا

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کرتے ہیں اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوگیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا گیا اور اللہ نے ان کے لیے فتوحات کے بڑے دروازے کھولے اور ان کے پاس حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ سے بھی زیادہ مال آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس مال کی تقسیم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی اور رائے تھی اور میری اور رائے ہے اور وہ یہ ہے کہ جس نے (حالت کفر میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دے کر (کافروں سے) جنگ کی ان دونوں کو میں برابر نہیں کرسکتا۔ چنانچہ انہوں نے حضرات مہاجرین وانصار کو دوسروں

سے زیادہ دینے کا فیصلہ کیا اور جو صحابہ رضی اللہ عنہم جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے لیے پانچ پانچ ہزار مقرر کیے اور جو بدر سے پہلے اسلام لائے (لیکن جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے) ان کے لیے چار چار ہزار مقرر کیے اور حضرت صفیہ اور حضرت جویریہ رضی اللہ عنہما کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات کے لیے بارہ بارہ ہزار مقرر کیے اور ان دونوں کے لیے چھ چھ ہزار مقرر کیے (کیونکہ باقی تمام ازواج مطہرات تو ہمیشہ آزاد ہی رہیں کبھی باندی نہ بننا پڑا اور ان دونوں کو کچھ تھوڑے عرصے کے لیے باندی بننا پڑا تھا) ان دونوں نے چھ چھ ہزار لینے سے انکار کر دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے باقی ازواج مطہرات کے لیے بارہ بارہ ہزار اس لیے مقرر کیے ہیں کہ ان سب نے ہجرت کی ہے (اور آپ دونوں نے نہیں کی ہے) ان دونوں نے کہا نہیں۔ آپ نے ان کے لیے ہجرت کی وجہ سے مقرر نہیں کیے ہیں بلکہ ان کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق کی وجہ سے اتنے مقرر کیے ہیں اور ہمارا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان جیسا ہی تعلق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کی بات کو منظور فرما لیا اور تمام ازواج مطہرات کو برابر کر دیا (یعنی ان دونوں کے لیے بھی بارہ بارہ ہزار مقرر کر دیئے) اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص رشتہ داری تھی اس وجہ سے ان کے لیے بارہ ہزار مقرر کیے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے لیے چار ہزار اور حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے لیے پانچ پانچ ہزار مقرر کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے نواسہ ہونے) کی رشتہ داری کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو ان کے والد (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کے برابر دیا اور (اپنے بیٹے) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے تین ہزار مقرر کیے۔ انہوں نے عرض کیا ابا جان! آپ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے لیے چار ہزار مقرر کیے ہیں اور میرے لیے تین ہزار۔ حالانکہ ان کے والد (حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ) کو ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو آپ کو حاصل نہ ہو اور خود ان کو بھی ایسی کوئی فضیلت حاصل نہیں ہے جو مجھے حاصل نہ ہو (لہٰذا مجھے بھی ان کے برابر دیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں (اسے اور اس کے والد کو ایسی فضیلت حاصل ہے جو تجھے اور تیرے والد کو حاصل نہیں ہے اور وہ یہ ہے کہ) اس کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے اور وہ خود تم سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے اور جو مہاجرین جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کے بیٹوں کے لیے دو دو ہزار مقرر کیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما گزرے تو فرمایا انہیں ایک ہزار اور دے دو تو حضرت محمد بن

عبداللہ (بن جحش) رضی اللہ عنہما نے عرض کیا آپ انہیں ہم سے زیادہ کیوں دینے لگے ہیں؟ جو فضیلت ہمارے والدوں کو حاصل ہے وہ ان کے والد کو حاصل ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ان کے لیے دو ہزار تو ان کے ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کی وجہ سے مقرر کیے ہیں اور مزید ایک ہزار ان کو (ان کی والدہ) حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے دینا چاہتا ہوں (کیونکہ وہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ بن گئی تھیں) اگر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا جیسی تیری بھی ماں ہے تو تمہیں بھی ایک ہزار اور دے دوں گا۔ حضرت عثمان بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے آٹھ سو مقرر کیے۔ یہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں اور حضرت نضر بن انس رضی اللہ عنہما کے لیے دو ہزار مقرر کیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ آپ کے پاس اسی جیسے حضرت (عثمان بن عبید اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ) آئے تو اس کے لیے آپ نے آٹھ سو مقرر کیے اور آپ کے پاس انصار کا ایک لڑکا یعنی حضرت نضر بن انس آیا اس کے لیے آپ نے دو ہزار مقرر کر دیے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس لڑکے یعنی حضرت نضر کے والد سے میری ملاقات جنگ احد کے دن ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا میں نے کہا میرا تو خیال یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (نعوذ باللہ من ذالک) شہید کر دیا گیا ہے۔ یہ سنتے ہی انہوں نے اپنے بازو چڑھائے اور اپنی تلوار سونت لی اور کہا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کر دیا گیا ہے تو کیا بات ہے اللہ تعالیٰ تو زندہ ہیں ان پر تو موت طاری نہیں ہو سکتی (اور ہم جو کچھ کر رہے تھے وہ اللہ کی وجہ سے کر رہے تھے) یہ کہہ کر انہوں نے جنگ شروع کر دی یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے اور یہ یعنی حضرت عثمان بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے والد حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ اس وقت بکریاں چرا رہے تھے تو تم چاہتے ہو کہ میں دونوں کو برابر کر دوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے زندگی بھر اسی اصول پر عمل کیا آگے اور مضمون ذکر کیا جس میں سے کچھ مضمون عنقریب آگے آئے گا۔ [اخرجه ابن ابی شیبة والبزار والبیهقی واللفظ للبزار کما فی المجمع ۶:۶ وقال وفیه ابو معشر نجیح ضعیف یعتبر بحدیثه]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مہاجرین کو پانچ ہزار والوں میں اور انصار کو چار ہزار والوں میں لکھا اور مہاجرین کے جو بیٹے جنگ بدر میں شریک نہیں ہو سکے ان کو چار ہزار والوں میں لکھا۔ ان میں حضرت عمر بن ابی سلمہ بن عبد الاسد مخزومی، حضرت اسامہ بن زید، حضرت محمد بن عبد اللہ بن جحش اسدی اور

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ان میں سے نہیں ہیں اور ان کے یہ یہ فضائل ہیں (یہ ان سب سے پہلے اسلام لائے ہیں اور یہ ان سے افضل ہیں۔ لہٰذا ان کو ان سے زیادہ دیا جائے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میرا حق بنتا ہے تو مجھے دیں ورنہ نہ دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا ابن عمر کو پانچ ہزار والوں میں لکھ دو اور مجھے چار ہزار والوں میں۔ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا مطلب یہ نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اور تم دونوں پانچ ہزار والوں میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ [عند البیهقی ۶: ۳۵۰، واخرجه ابن ابی شیبة نحوه کما فی الکنز ۲: ۳۱۵]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے لیے وظیفہ مقرر کیا تو حضرت عبداللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہما کے لیے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اپنے بھتیجے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے اس سے کم وظیفہ مقرر کیا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ نے اس انصاری کے لیے میرے بھتیجے سے زیادہ وظیفہ مقرر کیا ہے اور یوں اس انصاری کو میرے بھتیجے پر فضیلت دے دی (حالانکہ میرا بھتیجا تو مہاجرین میں سے ہے!) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ میں نے اس انصاری کے والد (حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ہے کہ وہ جنگ احد کے دن اپنی تلوار سے ہی اپنا بچاؤ کر رہے تھے اور تلوار دائیں سے بائیں، اوپر نیچے اس طرح تیزی سے ہلا رہے تھے جیسے اونٹ اپنی دم ہلاتا ہے (ان کے پاس بچاؤ کے لیے ڈھال بھی نہ تھی تلوار سے ہی ڈھال کا کام لے رہے تھے) [عند ابن عساکر کذافی الکنز ۲: ۳۱۹]

حضرت ناشرہ بن سمی یزنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جابیہ کے دن میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لوگوں میں یہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ اللہ عزوجل نے مجھے اس مال کا خزانچی اور اسے تقسیم کرنے والا بنایا ہے بلکہ اصل میں تو خود اللہ تعالیٰ ہی تقسیم فرمانے والے ہیں (اب مال تقسیم کرنے میں میرے ذہن میں یہ ترتیب ہے کہ) میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے تقسیم شروع کروں گا اور پھر ان کے بعد لوگوں میں جو زیادہ بزرگ ہیں ان کو دوں گا چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جویریہ، حضرت صفیہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہن کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہرات کے لیے دس دس ہزار مقرر کیے اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم ازواج مطہرات کے درمیان ہر چیز میں

برابری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام ازواج مطہرات کا وظیفہ ایک جیسا کر دیا۔ پھر فرمایا کہ ان کے بعد میں اپنے مہاجرین اولین ساتھیوں کو دوں گا۔ کیونکہ ہمیں اپنے گھروں سے ظلماً اور زبردستی نکالا گیا۔ پھر ان کے بعد جو زیادہ بزرگ ہوں گے ان کو دوں گا۔ چنانچہ مہاجرین میں سے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے ان کے لیے پانچ ہزار مقرر کئے اور جو انصاری جنگ بدر میں شریک ہوئے ان کے لیے چار ہزار مقرر کئے اور جنگ احد میں شریک ہونے والوں کے لیے تین ہزار مقرر کئے اور فرمایا جس نے پہلے ہجرت کی اسے پہلے دوں گا اور جس نے بعد میں ہجرت کی اسے بعد میں دوں گا (لہٰذا جسے بعد میں ملے وہ دینے والے کو ملامت نہ کرے بلکہ) اپنے آپ کو اس بات پر ملامت کرے کہ اس نے اپنی سواری کیوں بٹھائے رکھی (اور جلدی ہجرت کیوں نہیں کی) اور میں تمہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معزول کرنے کے اسباب بتانا چاہتا ہوں۔ میں نے ان سے کہا تھا کہ وہ مال صرف کمزور مہاجرین کو دیں لیکن انہوں نے طاقتور، با حیثیت اور زیادہ باتیں کرنے والوں کو سارا مال دے دیا اس لیے میں نے انہیں ہٹا کر ان کی جگہ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر بنا دیا ہے۔ اس پر حضرت ابو عمر بن حفص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! اے عمر بن خطاب! آپ نے معزول کرنے کا جو سبب بتایا ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ آپ نے اس شخص کو معزول کیا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر بنایا تھا اور آپ نے اس تلوار کو نیام میں رکھ دیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سونتا تھا اور آپ نے وہ جھنڈا اتار دیا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گاڑا تھا اور آپ کے دل میں چچازاد بھائی سے حسد پیدا ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری ان سے قریبی رشتہ داری ہے اور ابھی تم نوعمر ہو اور اپنے چچازاد بھائی کی خاطر ناراض ہو رہے ہو۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۶: ۳، رواه احمد ورجاله ثقات واخرجه البیهقی ۶: ۳۴۹، عن ناشرة بن سمی الیزنی نحوه الا انه لم یذکر معذرة عزل خالد وما بعده]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو وظیفے دینے کے لیے رجسٹر بنانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے ہاں سے آٹھ لاکھ درہم لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا کیا لے کر آئے ہو؟ میں نے کہا آٹھ لاکھ درہم۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا بھلا ہو کیا

یہ پاکیزہ مال ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ ساری رات جاگ کر گزاری۔ جب فجر کی اذان ہوگئی تو ان سے ان کی بیوی نے کہا آپ آج رات کیوں نہیں سوئے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا عمر بن خطاب کیسے سو سکتا ہے جبکہ اس کے پاس لوگوں کے لیے اتنا زیادہ مال آیا ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اگر عمر کو اس حال میں موت آجائے کہ یہ مال اس کے پاس رکھا ہوا ہو اور اس نے اسے صحیح مصرف میں خرچ نہ کیا ہو تو وہ کیسے اللہ کی گرفت سے بچ سکتا ہے۔ جب آپ صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو آپ کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم جمع ہوئے۔ آپ نے ان سے فرمایا آج رات لوگوں کے لیے اتنا زیادہ مال آرہا ہے کہ ابتداء اسلام سے لے کر آج تک کبھی اتنا نہیں آیا۔ اس مال کے تقسیم کرنے کے بارے میں ایک بات میرے ذہن میں آئی ہے۔ آپ لوگ بھی مجھے اس بارے میں مشورہ دیں۔ میرا یہ خیال ہے کہ میں لوگوں میں ناپ کر تقسیم کروں۔ ان حضرات نے کہا اے امیر المؤمنین! ایسا نہ کریں کیونکہ لوگ اسلام میں داخل ہوتے رہیں گے اور آنے والا مال بتدریج زیادہ ہوتا جائے گا (اس لیے یہ یاد رکھنا مشکل ہوگا کہ کس کو دیا ہے اور کس کو نہیں دیا ہے) بلکہ آپ ایک رجسٹر میں لوگوں کے نام لکھ لیں اور اس کے مطابق لوگوں کو مال دیتے رہیں پھر جب بھی لوگوں کی تعداد بڑھے اور مال کی مقدار بھی زیادہ ہو تو آپ اس رجسٹر کے مطابق لوگوں کو دیتے رہنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اچھا چلو رجسٹر بنا لیتے ہیں لیکن) اس کا مشورہ دو کہ کس سے دینا شروع کروں۔ ان حضرات نے کہا امیر المؤمنین! آپ اپنے آپ سے شروع کریں کیونکہ آپ ہی خلیفہ اور متولی ہیں اور ان میں سے بعض حضرات نے کہا امیر المؤمنین ہم سے بہتر جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ ایسے نہیں۔ بلکہ میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع کر دوں گا پھر جو حضور کے سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا پھر ان کے بعد جو رشتہ دار ہیں ان کو دوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسی ترتیب پر رجسٹر بنوایا۔ پہلے بنو ہاشم اور بنو مطلب کے نام لکھوائے اور ان سب کو دیا۔ پھر بنو عبد شمس کو دیا پھر بنو نوفل بن عبد مناف کو دیا۔ بنو عبد شمس کو پہلے اس لیے دیا کیونکہ عبد شمس ہاشم کے ماں جائے بھائی تھے (اور نوفل نہیں تھا اس لیے عبد شمس زیادہ قریبی ہوا)

[اخرجه ابن سعد ۳:۲۱۶، والبیہقی ۶:۳۵۰، کذافی الکنز ۲:۳۱۵]

حضرت جبیر بن حویرث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں سے

رجسٹر بنانے کے بارے میں مشورہ کیا تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ رجسٹر نہ بنائیں بلکہ) ہر سال جتنا مال اکٹھا ہو جایا کرے وہ سارا مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کریں اور اس میں سے کچھ نہ بچایا کریں۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ بہت زیادہ مال آ رہا ہے جو تمام لوگوں کو دیا جا سکتا ہے۔ اگر لینے والوں کی تعداد کو شمار نہیں کیا جائے گا تو آپ کو پتہ نہیں چلے گا کہ کس نے لیا اور کس نے نہیں لیا اور مجھے ڈر ہے کہ اس طرح تقسیم کا معاملہ بے قابو ہو جائے گا۔ حضرت ولید بن ہشام بن مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا میں شام گیا ہوں۔ میں نے وہاں کے بادشاہوں کو دیکھا انہوں نے رجسٹر بھی بنائے ہوئے ہیں اور اپنی فوج بھی باقاعدہ مرتب و منظم بنا رکھی ہے۔ آپ بھی رجسٹر بنا لیں اور باقاعدہ فوج تیار کر لیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ولید رضی اللہ عنہ کی اس رائے کو قبول فرما لیا اور حضرت عقیل بن ابی طالب' حضرت مخرمہ بن نوفل اور حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بلا کر ان سے فرمایا رجسٹر میں لوگوں کے نام ان کے درجوں کے مطابق لکھ دو۔ یہ تینوں حضرات قریش کے نسب کو اچھی طرح جانتے تھے چنانچہ انہوں نے رجسٹر میں نام لکھنے شروع کیے۔ پہلے بنو ہاشم کا نام لکھا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کا نام لکھا۔ انہوں نے خلافت کی ترتیب کا لحاظ کرتے ہوئے ایسا کیا۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجسٹر دیکھا تو فرمایا اللہ کی قسم! دل تو میرا بھی یہی چاہتا ہے کہ ترتیب یہی ہوتی لیکن تم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ داروں سے شروع کرو اور جو رشتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جتنا زیادہ قریب ہو اس کا نام اتنا پہلے لکھو۔ بس اس رشتہ داری کے لحاظ سے تم لوگ نام لکھتے جاؤ اس میں جہاں عمر کا نام آ جائے وہاں اس کا بھی نام لکھ دو۔

[عند ابن سعد ۳: ۲۱۲' والطبری ۴: ۲۸ من طریقه کذافی الکنز الجدید ۴: ۳۶۳]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (جب تینوں حضرات نے بنو ہاشم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کی قوم کے نام رجسٹر میں لکھے اور اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انکار فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوم) بنو عدی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں بلکہ یوں کہو کہ آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ہیں۔ بنو عدی نے کہا اچھا یونہی سہی لیکن آپ اپنا نام وہاں ہی رہنے دیں جہاں ان تینوں حضرات نے لکھا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا واہ واہ اے بنو

عدی! تم یہ چاہتے ہو کہ میری پیٹھ پر سوار ہو کر (دوسروں سے پہلے) کھالو اور یوں میں اپنی نیکیاں تم لوگوں کی وجہ سے برباد کردوں۔ نہیں اللہ کی قسم! ایسے نہیں ہوگا (بلکہ حضور ﷺ کی رشتہ داری کو بنیاد بنا کر مال تقسیم کیا جائے گا) چاہے تمہارے نام لکھنے کی باری رجسٹر میں سب سے آخر میں آئے۔ میرے دو ساتھی (یعنی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) ایک راستہ پر چلے ہیں اگر میں ان کا راستہ چھوڑ دوں گا تو میں ان دونوں کی منزل پر نہیں پہنچ سکوں گا (آخرت میں وہ دونوں کہیں اور ہوں گے اور میں کہیں اور) اللہ کی قسم! ہمیں دنیا میں جو عزت ملی ہے اور آخرت میں ہمیں اپنے اعمال پر اللہ سے ثواب ملنے کی جو امید ہے یہ سب کچھ حضرت محمد ﷺ کی برکت سے ہے۔ وہی ہمارے لیے باعث مشرف ہیں آپ کی قوم تمام عرب میں سب سے زیادہ عزت والی ہے۔ پھر آپ کے بعد جو رشتہ میں آپ سے جتنا زیادہ قریب ہے وہ اتنی ہی عزت والا ہے اور حضور ﷺ کی برکت سے آج تمام عربوں کو عزت ملی ہے۔ اب اگر ہم میں سے کسی کا رشتہ بہت سی پشتوں کے بعد آپ سے ملے اور اس ملنے میں حضرت آدم علیہ السلام تک چند پشتیں باقی رہ جائیں تو بھی اسی کی رعایت کی جائے لیکن اس خاندانی شرافت اور حضور ﷺ کے رشتہ کی وجہ سے اس دنیاوی اعزاز کے باوجود اللہ کی قسم! اگر عجمی لوگ قیامت کے دن نیک اعمال لے کر آئیں اور ہم نیک اعمال کے بغیر پہنچیں تو وہ عجمی لوگ ہم سے زیادہ حضور ﷺ کے قریب ہوں گے لہٰذا کوئی بھی آدمی صرف رشتہ داری پر نگاہ نہ رکھے بلکہ اللہ کے ہاں جو اجر و درجات ہیں انہیں حاصل کرنے کے لیے نیک عمل کرے کیونکہ جو اپنے اعمال میں پیچھے رہ گیا وہ اپنے نسب کی وجہ سے آگے نہیں بڑھ سکے گا۔ [عند ابن سعد ایضاً ۳: ۲۱۲ و الطبری من طریقہ ۳: ۲۷۸]

مال کی تقسیم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف رجوع کرنا

حضرت غفرہ رحمۃ اللہ علیہ کے آزاد کردہ غلام حضرت عمر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مال آیا پھر آگے لمبی حدیث بیان کی جیسے کہ پہلے گزر چکی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے اور اللہ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا

مجھے پتہ چلا ہے کہ تم میں سے کسی نے یہ بات کہی ہے کہ جب عمر کا انتقال ہو جائے گا (یا یوں کہا جب امیر المؤمنین کا انتقال ہو جائے گا) تو ہم فلاں کو کھڑا کر کے اس سے ایک دم اچانک بیعت ہو جائیں گے۔ آخر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی (بیعت) خلافت بھی تو اچانک ہی ہوئی لیکن اب ہمیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا آدمی کہاں مل سکتا ہے جس کا احترام اور جس کی اطاعت ہم اس طرح کرتے ہوں جس طرح ابوبکر رضی اللہ عنہ کی کرتے تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ مال تمام مسلمانوں میں برابر تقسیم کیا جائے اور میری رائے یہ تھی کہ دینی فضائل کے لحاظ سے مسلمانوں کو کم یا زیادہ مال دیا جائے (اور میں نے اپنے زمانہ خلافت میں اسی پر عمل کیا لیکن اب) اگر میں اگلے سال تک زندہ رہا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل کروں گا (اور سب کو برابر مال دوں گا) ان کی رائے میری رائے سے بہتر تھی۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔

[اخرجه البزار قال الهيثمي ٦:٦ وفيه ابو معشر نجيح ضعيف يعتبر بحديثه]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا مال دینا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں مال تقسیم کیا تو بیت المال میں تھوڑا سا مال بچ گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دوسرے لوگوں سے کہا ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ اگر تم لوگوں میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا ہوتے تو کیا تم ان کا اکرام کرتے؟ سب نے کہا جی ہاں کرتے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں اکرام کا ان سے زیادہ مستحق ہوں کیونکہ میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو یہ بچا ہوا مال دینے کے بارے میں) بات کی۔ سب نے راضی ہو کر وہ مال حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ [اخرجه ابن سعد ٤:٢٠]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتے ہیں ایک زنانہ عطر دان حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کے ساتھی اسے دیکھنے لگے کہ یہ کسے دیا جائے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ لوگ اجازت دیتے ہیں کہ میں یہ عطر دان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھجوا دوں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بہت محبت تھی؟ سب نے کہا جی ہاں اجازت ہے۔ چنانچہ جب وہ عطر دان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچا تو انہوں نے اسے کھولا اور انہیں بتایا گیا کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے آپ

کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) ابن خطاب پر کتنی زیادہ فتوحات ہو رہی ہیں؟ اے اللہ! مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عطایا کے لیے اگلے سال تک زندہ نہ رکھیو۔ [اخرجہ ابو یعلی قال الھیثمی ٦:٦]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات وصول کرنے کا عامل بنا کر ایک علاقہ میں بھیجا۔ جب میں واپس آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انتقال فرما چکے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے انس! کیا تم ہمارے پاس (صدقات کے) جانور لائے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ جانور تو ہمارے پاس لے آؤ اور (جو) مال (تم لائے ہو) وہ تمہارا ہے۔ میں نے کہا وہ مال تو بہت زیادہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا چاہے بہت زیادہ ہو وہ تمہارا ہے اور وہ چار ہزار تھے۔ چنانچہ میں نے وہ مال لے لیا اور اس طرح میں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ [اخرجہ ابو یعلی قال الھیثمی ٦:٦]

حضرت عبید اللہ بن عبید بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے عطایا لے رہے تھے (عطایا وہ مال ہے جس کی نہ مقدار مقرر ہو اور نہ اس کے دینے کا وقت) اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اٹھایا تو ان کی نظر ایک آدمی پر پڑی جس کے چہرے پر تلوار کے زخم کا نشان تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس نشان کے بارے میں اس سے پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ ایک غزوہ میں گیا تھا وہاں اسے دشمن کی تلوار سے یہ زخم لگا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے ایک ہزار گن کر دے دو۔ چنانچہ اسے ایک ہزار درہم دے دیئے گئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مال کو تھوڑی دیر الٹتے پلٹتے رہے اس کے بعد فرمایا اسے ایک ہزار درہم اور گن کر دے دو۔ چنانچہ اس آدمی کو ایک ہزار درہم اور دے دیئے گئے۔ حضرت عمرؓ کی اس کثرت عطا سے اس آدمی کو ایسی شرم آئی کہ وہ باہر چلا گیا۔ یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار مرتبہ فرمائی اور ہر مرتبہ اسے ایک ہزار دیئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے بارے میں پوچھا (کہ وہ کیوں چلا گیا؟) تو لوگوں نے بتایا کہ ہمارا خیال یہ ہے کہ وہ کثرت عطا کی وجہ سے شرما کر چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر وہ ٹھہرا رہتا تو جب تک ایک درہم باقی رہتا میں اسے دیتا ہی رہتا کیونکہ یہ ایک ایسا آدمی ہے جسے اللہ کے راستہ میں تلوار کا ایسا وار لگا ہے جس سے اس کے چہرے پر کالا نشان پڑ گیا ہے۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۳:۳۵۵]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک سال میں تین مرتبہ لوگوں میں مال تقسیم کیا۔ اس کے بعد ان کے پاس اصبہان سے اور مال آ گیا تو آپ نے اعلان فرمایا (اے لوگو!) صبح صبح آ کر چوتھی مرتبہ مال پھر لے جاؤ۔ میں تمہارا خزانچی نہیں ہوں (کہ یہ مال جمع کر کے رکھوں) چنانچہ وہ سارا مال تقسیم کر دیا یہاں تک کہ وہ رسیاں بھی تقسیم کر دیں۔ کچھ لوگوں نے تو رسیاں لے لیں اور کچھ نے واپس کر دیں۔

[اخرجه ابو عبيد في الاموال كذا في الكنز ۲:۳۲۰]

حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کا بیت المال کے سارے مال کو تقسیم کرنا

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے (بیت المال کے خزانچی) حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو فرمایا ہر مہینہ ایک مرتبہ بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو (اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا) نہیں، ہر ہفتے بیت المال کا سارا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا کرو۔ اس کے کچھ عرصہ بعد فرمایا روزانہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر دیا کرو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ بیت المال میں کچھ مال رہنے دیں تو اچھا ہے مسلمانوں کو اچانک کوئی ضرورت پیش آ جاتی ہے اس میں کام آ جائے گا یا بیرون والے کسی وقت مدد مانگ لیتے ہیں تو ان کو دیا جا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تمہاری زبان پر یہ شیطان بول رہا ہے اور اس کا جواب اللہ مجھے سکھا رہا ہے اور اس کے شر سے مجھے بچا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے ان تمام ضرورتوں کے لیے وہی سب کچھ تیار کیا ہوا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا ہوا تھا اور وہ ہے اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت (ہر مصیبت کا علاج اور ہر ضرورت کا انتظام اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ماننا ہے) [اخرجه البيهقي ۶:۳۵۷ عن يحيى بن سعيد عن ابيه]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے مال آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے تقسیم فرمانے لگے۔ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المؤمنین! ہو سکتا ہے کبھی

دشمن حملہ آور ہو جائے یا مسلمانوں پر اچانک کوئی مصیبت آ پڑے تو ان ضرورتوں کے لیے اگر آپ اس مال میں سے کچھ بچا کر رکھ لیں تو اچھا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں کیا ہو گیا۔ اللہ تمہیں مارے! یہ بات تمہاری زبان سے شیطان نے کہلوائی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب مجھے بتایا ہے۔ اللہ کی قسم! کل کو پیش آنے والی ضرورت کے لیے میں آج اللہ کی نافرمانی نہیں کر سکتا۔ نہیں (میں مال جمع کر کے نہیں رکھ سکتا بلکہ) میں تو مسلمانوں (کی ضرورتوں) کے لیے وہ کچھ تیار کر کے رکھوں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کیا تھا (اور وہ ہے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اور تقویٰ اور تقویٰ مال جمع کرنا نہیں ہے بلکہ دوسروں پر مال خرچ کرنا ہے)

[عند ابی نعیم فی الحلیة ۱: ۴۵]

حضرت سلمہ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بہت سارا مال لایا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں پر کوئی ناگہانی مصیبت آ جاتی ہے یا اچانک کوئی ضرورت پیش آ جاتی ہے اس کے لیے اس مال میں سے کچھ بچا کر آپ بیت المال میں رکھ لیں تو بہت اچھا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جو شیطان ہی سامنے لا سکتا ہے۔ اللہ نے مجھے اس کا جواب سمجھایا ہے اور اس کے فتنہ سے بچالیا ہے۔ میں نے مسلمانوں (کی ضروریات) کے لیے اللہ کا تقویٰ تیار کیا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾

[سورۃ طلاق آیتہ ۲، ۳]

''اور جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے (مضرتوں سے) نجات کی شکل نکال دیتا ہے اور اس کو ایسی جگہ سے رزق پہنچاتا ہے جہاں اس کا گمان بھی نہیں ہوتا۔''

البتہ شیطان کی یہ بات میرے بعد والوں کے لیے فتنہ بن جائے گی۔

[عن ابن عساکر کذا فی المنتخب الکنز ۴: ۳۹۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''امابعد! میں چاہتا ہوں کہ سال میں ایک دن ایسا بھی ہو کہ بیت المال میں ایک درہم

بھی باقی نہ رہے اور اس میں سے سارا مال نکال کر تقسیم کر دیا جائے تا کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے یہ بات کھل کر آ جائے کہ میں نے ہر حق والے کو اس کا حق دے دیا ہے۔"

[اخرجه ابن سعد ۳:۲۱۸، وابن عساکر کما فی الکنز ۲:۲۱۷]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ لوگوں کو ان کے عطایا اور ان کے مقرر وظیفے سب دے دو۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے جواب میں لکھا ہم سب کچھ دے چکے ہیں لیکن پھر بھی بہت سا مال بچا ہوا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا یہ مال غنیمت مسلمانوں کا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو دیا ہے۔ یہ عمر یا اس کی آل واولاد کا نہیں ہے اس لیے اسے بھی مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔

حضرت علی بن ربیعہ والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن نباج نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا اے امیر المومنین! مسلمانوں کا بیت المال سونے چاندی سے بھر گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اکبر! اور ابن نباج پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے اور مسلمانوں کے بیت المال پر پہنچے اور یہ شعر پڑھا

هٰذَا جَنَایَ وَ خِیَارُهٗ فِیْهِ
وَکُلُّ جَانٍ یَدُهٗ اِلٰی فِیْهِ

"یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو پھل عمدہ تھے وہ انہی میں ہیں (میں نے انہیں نہیں کھایا اور میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا یعنی میں نے اس بیت المال میں سے کچھ نہیں لیا ہے۔"

اے ابن نباج! کوفہ والوں کو میرے پاس لے آؤ۔ چنانچہ لوگوں کو اعلان کر کے بلایا گیا (جب لوگ آ گئے تو) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیت المال کا سارا مال لوگوں میں تقسیم کر دیا اور تقسیم کرتے ہوئے وہ یوں فرما رہے تھے۔ اے سونے! اے چاندی! میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دو۔ (اور لوگوں سے کہہ رہے تھے) لے لو لے لو اور یونہی تقسیم کرتے رہے یہاں تک کہ نہ کوئی دینار بچا اور نہ کوئی درہم۔ پھر ابن نباج سے فرمایا اس بیت المال میں پانی چھڑک دو (اس نے پانی چھڑک دیا) پھر آپ نے اس میں دو رکعت نماز پڑھی۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۸۱]

حضرت مجمع تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال کا سارا مال تقسیم کر کے اس میں

جھاڑو دیا کرتے تھے اور اس میں نماز پڑھا کرتے اور وہاں سجدہ اس لیے کیا کرتے تھے تاکہ یہ بیت المال قیامت کے دن آپ کے حق میں گواہی دے۔

[اخرجه ابن عبدالبر فی الاستیعاب ۳/ ۴۹ عن مجمع التیمی نحوه]

حضرت علاء کے والد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں نے تمہارے مال غنیمت میں سے کھجوروں کے اس برتن کے علاوہ اور کچھ نہیں لیا اور یہ بھی مجھے دیہات کے ایک چودھری نے ہدیہ میں دیا تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بیت المال تشریف لے گئے اور جتنا اس میں تھا وہ سارا تقسیم کر دیا اور پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگے

اَفْلَحَ مَنْ كَانَتْ لَهٗ قَوْصَرَهْ
يَاكُلُ مِنْهَا كُلَّ يَوْمٍ مَّرَّهْ

''وہ آدمی کامیاب ہو گیا جس کے پاس ایک ٹوکرا ہو جس میں سے وہ روزانہ ایک مرتبہ کھالے (کامیابی کے لیے تھوڑی دنیا بھی کافی ہے)''

حضرت عنترہ شیبانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر صنعت والے سے اس کی صنعت کاری اور دستکاری میں سے جزیہ اور خراج وصول کیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ سوئی والوں سے سوئیاں' سوئے' دھاگے' اور رسیاں لیا کرتے تھے۔ پھر اسے لوگوں میں تقسیم کر دیا کرتے اور روزانہ بیت المال کا سارا مال شام تک تقسیم کر دیا کرتے اور رات کو اس میں کچھ نہ ہوتا۔ البتہ اگر کسی ضروری کام میں مشغول ہو جاتے اور مال تقسیم کرنے کی اس دن فرصت نہ ملتی تو پھر وہ بیت المال میں رات بھر رہ جاتا لیکن اگلے دن صبح صبح جا کر اسے تقسیم فرما دیتے اور فرمایا کرتے اے دنیا! مجھے دھوکہ نہ دے جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے اور یہ شعر پڑھا کرتے

هٰذَا جَنَایَ وَ خِيَارُهٗ فِيْهِ
وَ كُلُّ جَانٍ يَدُهٗ اِلٰی فِيْهِ

''یہ میرے چنے ہوئے پھل ہیں اور جو عمدہ پھل تھے وہ ان ہی میں ہیں (میرے علاوہ) ہر پھل چننے والے کا ہاتھ اس کے منہ کی طرف جا رہا تھا۔''

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تھوڑی دیر میں ان کا غلام قنبر آیا اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین آپ (سارا ہی تقسیم کر دیتے

ہیں اور) کچھ بھی باقی نہیں چھوڑتے حالانکہ اس مال میں آپ کے گھر والوں کا بھی حصہ ہے۔ اس لیے میں نے آپ کے لیے بہت کچھ عمدہ مال چھپا کر رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے؟ قنبر نے کہا آپ چل کر خود ہی دیکھ لیں کہ وہ کیا ہے؟ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ چلے اور قنبر ان کو ایک کمرے میں لے گیا وہاں ایک بڑا برتن رکھا ہوا تھا جس پر سونے کا پانی چڑھا ہوا تھا اور وہ سونے چاندی کے برتنوں سے بھرا ہوا تھا جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھا تو فرمایا تیری ماں تجھے گم کرے! تم میرے گھر میں بہت بڑی آگ داخل کرنا چاہتے ہو۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تول تول کر ہر قوم کے سردار کو اس کے حصہ کے مطابق دینا شروع کیا اور پھر یہ شعر پڑھا جس کا ترجمہ ابھی گزرا ہے۔

هٰذَا جَنَایَ وَ خِیَارُهٗ فِیْهِ
وَ كُلُّ جَانٍ یَدُهٗ اِلٰی فِیْهِ

اور فرمایا (اے دنیا!) مجھے دھوکہ مت دے، جا کسی اور کو جا کر دھوکہ دے۔

[اخرج ابوعبید کذافی المنتخب الکنز ۵:۵۷، واخرجه احمد فی الزهد و مسدد عن مجمع نحو ما تقدم عن ابی نعیم فی الحلیة کما فی المنتخب ۵: ۵۷]

مسلمانوں کے مالی حقوق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس مال کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے جمع ہو جاؤ اور یہ غور کرو کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے (جب مطلوبہ حضرات جمع ہو گئے تو) فرمایا میں نے آپ لوگوں کو اس لیے جمع کیا ہے تاکہ اس مال کے بارے میں مشورہ کر لیا جائے اور غور کر لیا جائے کہ یہ مال کن لوگوں میں تقسیم کیا جائے۔ میں نے اللہ کی کتاب (قرآن مجید) کی چند آیتیں پڑھی ہیں میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

① ﴿مَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

وَالْيَتَامٰى وَالْمَسَاكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ وَمَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ○ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اَمْوَالِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ﴾ [سورۃ حشر آیت ۷-۸]

”جو کچھ اللہ تعالیٰ (اس طور پر) اپنے رسول ﷺ کو دوسری بستیوں کے (کافر) لوگوں سے دلوادے (جیسے فدک اور حصہ خیبر کا) سو وہ بھی اللہ کا حق ہے اور رسول ﷺ کا اور (آپ کے) قرابت داروں کا اور یتیموں کا اور غریبوں کا اور مسافروں کا تاکہ وہ (مال فئے) تمہارے تونگروں کے قبضہ میں نہ آجائے اور رسول اللہ ﷺ تم کو جو کچھ دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس چیز کے لینے سے تم کو روک دیں (اور بعموم الفاظ یہی حکم ہے افعال اور احکام میں بھی) تم رک جایا کرو اور اللہ سے ڈرو۔ بیشک اللہ تعالیٰ (مخالفت کرنے پر) سخت سزا دینے والا ہے اور ان حاجت مند مہاجرین کا (بالخصوص) حق ہے جو اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے (جبراً وظلماً) جدا کر دیئے گئے وہ اللہ تعالیٰ کے فضل یعنی جنت اور رضا مندی کے طالب ہیں اور وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ (کے دین) کی مدد کرتے ہیں اور یہی لوگ ایمان کے سچے ہیں۔“

اللہ کی قسم! یہ مال صرف انہی لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

۲ ﴿وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا اُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ [سورۃ حشر آیت ۹]

”اور (نیز) ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام یعنی مدینہ میں ان (مہاجرین) کے (آنے کے) قبل سے قرار پکڑے ہوئے ہیں جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے اس سے یہ لوگ محبت کرتے ہیں اور مہاجرین کو جو کچھ ملتا ہے اس سے یہ (انصار) اپنے دلوں میں کوئی رشک نہیں پاتے اور اپنے سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ

ہی ہو اور (واقعی) جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ رکھا جائے ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

اللہ کی قسم یہ مال صرف ان ہی لوگوں کے لیے نہیں ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

③ ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ [سورۃ حشر آیت:۱۰]

”اور ان لوگوں کا (بھی اس مال فئے میں حق ہے) جو ان کے بعد آئے جو (ان مذکورین کے حق میں) دعا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو (بھی) جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ ہونے دیجئے۔ اے ہمارے رب! آپ بڑے شفیق اور رحیم ہیں۔“

پھر فرمایا اللہ کی قسم! اس مال میں ہر مسلمان کا حق معلوم ہوتا ہے چاہے وہ عدن میں بکریاں چرا رہا ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ اسے مال دیا جائے یا نہ دیا جائے۔

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ اسی قصہ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت آخر تک پڑھی:

④ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ﴾ [سورۃ توبہ آیت:۶۰]

”صدقات تو صرف حق ہے غریبوں کا اور محتاجوں کا اور جو کارکن ان صدقات پر متعین ہیں اور جن کی دلجوئی کرنا (منظور) ہے اور غلاموں کی گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کے قرضہ میں، جہاد میں اور مسافروں میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔“

اور فرمایا یہ زکوۃ و صدقات تو ان ہی لوگوں کے لیے ہیں (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی:

⑤ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَأَنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ﴾

[سورۃ انفال آیت:۴۱]

”اور اس بات کو جان لو کہ جو شے (کفار سے) بطور غنیمت تم کو حاصل ہو تو اس کا حکم یہ ہے کہ کل کا پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور (ایک حصہ) آپ

کے قرابت والوں کا ہے اور (ایک حصہ) یتیموں کا ہے اور (ایک حصہ) غریبوں کا ہے اور (ایک حصہ) مسافروں کا ہے۔ اگر تم اللہ پر یقین رکھتے ہو اور اس چیز پر جس کو ہم نے اپنے بندہ (محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر) فیصلہ کے دن یعنی جس دن کہ دونوں جماعتیں (مؤمنین وکفار کی) باہم مقابل ہوئی تھیں، نازل فرمایا تھا اور اللہ ہی ہر شے پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔"

پھر فرمایا یہ مال غنیمت ان ہی لوگوں کے لیے ہے (جن کا اس آیت میں ذکر ہے) پھر یہ آیت آخر تک پڑھی لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ جس کا ترجمہ ❶ میں گزر چکا ہے اور فرمایا یہ مہاجرین لوگ ہیں پھر یہ آیت آخر تک پڑھی وَالَّذِيْنَ تَبَوَّؤُا الدَّارَ وَالْاِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ جس کا ترجمہ ❷ میں گزر گیا ہے اور فرمایا اس آیت میں جن لوگوں کا تذکرہ ہے وہ انصار ہیں پھر یہ آیت اخر تک پڑھی وَالَّذِيْنَ جَاءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ جس کا ترجمہ ❸ میں گزر گیا ہے اور فرمایا اس آیت میں تو سب لوگ آ گئے لہٰذا ہر مسلمان کا اس مال میں حق ہے۔ البتہ تمہارے غلاموں کا اس مال میں کوئی حق نہیں۔ اگر میں زندہ رہا تو انشاء اللہ ہر مسلمان کو اس کا حق پہنچ جائے گا یہاں تک کہ حمیر اوادی (جو کہ یمن میں ہے) کے بالائی حصہ کے چرواہے کو بھی اس کا حصہ پہنچ کر رہے گا اور اس مال کو حاصل کرنے میں اس کی پیشانی پر ذرہ برابر پسینہ نہیں آئے گا اس کے لیے اسے کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ [اخرجه البيهقي ايضاً ٦:٣٥٢، ابن جرير عن مالك بن اوس نحوه كما في التفسير لابن كثير ٤:٣٤٠]

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن میں حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی تو میں نے ان کی طبیعت میں گرانی محسوس کی۔ میں نے ان سے کہا آپ کو کیا ہوا؟ کیا ہماری طرف سے آپ کو کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو پھر اس ناگوار بات کو دور کر کے آپ کو راضی کریں گے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے تم تو مسلمان مرد کی بہت اچھی بیوی ہو میں اس وجہ سے پریشان ہوں کہ میرے پاس مال جمع ہو گیا ہے اور مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ اس کا کیا کروں؟ میں نے کہا اس میں پریشان ہونے کی کیا بات ہے آپ اپنی قوم کو بلا لیں اور یہ

مال ان میں تقسیم کر دیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لڑکے! میری قوم کو میرے پاس لے آؤ (چنانچہ ان کی قوم والے آ گئے تو سارا مال ان میں تقسیم کر دیا) میں نے خزانچی سے پوچھا انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا خزانچی نے کہا چار لاکھ۔ [اخرجه الطبرانی باسناد حسن عن طلحة بن يحيى عن جدته سعدى رضى الله عنها كذا فى الترغيب ۱:۱۷۶' قال الهيثمى ۹:۱۴۸' رجاله ثقات و اخرجه ابن سعد ۳:۱۵۷' و ابونعيم ۱:۸۸]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین سات لاکھ میں بیچی تو یہ رقم ایک رات ان کے پاس رہ گئی تو انہوں نے وہ ساری رات اس کے مال کے ڈر سے جاگ کر گزاری۔ صبح ہوتے ہی وہ ساری رقم تقسیم کر دی۔

[اخرجه ابونعيم ايضاً فى الحلية ۱:۸۹' واخرجه ابن سعد ۳:۱۵۷ اطول منه]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سعدیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے وہ مجھے بڑے غمگین نظر آئے۔ میں نے کہا کیا بات ہے مجھے آپ کا چہرہ بڑا پریشان نظر آ رہا ہے۔ کیا ہماری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش آئی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! تمہاری طرف سے کوئی ناگوار بات پیش نہیں آئی ہے۔ تم تو بہت اچھی بیوی ہو میں اس وجہ سے غمگین و پریشان ہوں کہ میرے پاس بہت سا مال جمع ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ آدمی بھیج کر اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کو بلا لیں اور ان میں یہ مال تقسیم کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے بلا کر ان میں سارا مال تقسیم کر دیا پھر میں نے خزانچی سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا ہے۔ اس نے بتایا چار لاکھ۔ ان کی روزانہ آمدن ایک ہزار وافی تھی (ایک وافی ایک درہم اور چار دانق کا ہوتا ہے اور ایک درہم میں چھ دانق ہوتے ہیں لہٰذا ہزار وافی کے ایک ہزار چھ سو چھیاسٹھ درہم اور چار دانق ہوئے) اسی سخاوت کی وجہ سے انہیں طلحہ فیاض کہا جاتا تھا یعنی بہت زیادہ سخی۔

[اخرجه الحاكم ايضا ۳:۳۷۸]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت سعید بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے ہزار غلام تھے جو انہیں مال کما کر دیا کرتے تھے۔ وہ روزانہ شام کو ان سے مال لے کر رات ہی کو سارا تقسیم کر دیتے

اور جب گھر واپس جاتے تو اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا نہ ہوتا۔[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۹۰]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگ جمل کے دن (میرے والد) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو مجھے بلایا میں ان کے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا تو انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! آج جو بھی قتل ہوگا اسے فریق مخالف ظالم سمجھے گا اور وہ خود اپنے آپ کو مظلوم سمجھے گا اور مجھے ایسا نظر آ رہا ہے کہ میں بھی آج ظلماً قتل ہو جاؤں گا اور مجھے سب سے زیادہ فکر اپنے قرضے کی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے قرضہ ادا کرنے کے بعد ہمارے مال میں سے کچھ بچے گا؟ اے میرے بیٹے! ہمارا مال بیچ کر قرضہ ادا کر دینا پھر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت فرمائی کہ قرضہ ادا کرنے کے بعد جو مال بچے اس کا ایک تہائی (ورثاء کے علاوہ) دوسروں کو دے دیا جائے اور اس ایک تہائی کا ایک تہائی (یعنی بچے ہوئے مال کا نواں حصہ) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد کو دے دیا جائے (کیونکہ حضرت عبداللہ کے بچے بڑے تھے بلکہ ان کی شادیاں بھی ہو چکی تھیں) چنانچہ حضرت عبداللہ کے کچھ بیٹے حضرت خبیب اور حضرت عباد (عمر میں یا مال کے حصہ میں) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے بعض بیٹوں کے برابر تھے اور خود حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے نو بیٹے اور نو بیٹیاں تھیں۔ حضرت عبداللہ فرماتے ہیں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے قرضہ کے بارے میں وصیت کرتے ہوئے فرمایا اے میرے بیٹے! اگر میرے قرض کی ادائیگی میں کچھ مشکل پیش آئے تو میرے مولیٰ سے مدد لینا۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! میں سمجھ نہ سکا کہ مولیٰ سے انکی مراد کون ہے؟ اس لیے میں نے پوچھا ابا جان! آپ کے مولیٰ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ چنانچہ حضرت عبداللہ کہتے ہیں جب بھی مجھے ان کے قرضے کے بارے میں کوئی مشکل پیش آتی تو میں کہتا اے زبیر رضی اللہ عنہ کے مولیٰ! زبیر رضی اللہ عنہ کا قرضہ ادا کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فوراً انتظام فرما دیتے۔ چنانچہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ اس دن شہید ہو گئے۔ انہوں نے ترکہ میں کوئی دینار یا درہم نہ چھوڑا۔ البتہ چند زمینیں، مدینہ میں گیارہ گھر، بصرہ میں دو گھر، کوفہ میں ایک گھر اور مصر میں ایک گھر چھوڑا۔ ان چند زمینوں میں سے ایک زمین (مدینہ سے چند میل دور) غابہ کی تھی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ پر اتنا قرضہ اس وجہ سے ہوا کہ ان کے پاس جو آدمی اپنا مال بطور امانت رکھوانے آتا اس سے فرماتے میرے پاس امانت نہ رکھواؤ۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ضائع نہ ہو جائے اس لیے مجھے قرض دے دو (جب ضرورت ہوتی لے لیتا اور لوگوں سے لے کر دوسروں پر خرچ کر دیتے) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

نہ کبھی امیر بنے اور نہ کبھی خراج' زکوٰۃ وغیرہ وصول کرنے کی ذمہ داری لی۔ البتہ حضور ﷺ' حضرت ابوبکر' حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوتے رہے (اور ان غزوات سے جو مال غنیمت ملا اس سے ان کی اتنی جائیداد ہوگئی تھی) بہرحال میں نے اپنے والد کے قرض کا حساب لگایا تو وہ بائیس لاکھ نکلا۔ ایک دن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ مجھ سے ملے۔ انہوں نے کہا اے میرے بھتیجے! میرے بھائی (حضرت زبیر رضی اللہ عنہ) پر کتنا قرض ہے؟ میں نے چھپاتے ہوئے کہا ایک لاکھ (جتنا بتایا اس میں تو سچے ہیں) حضرت حکیم نے کہا اللہ کی قسم! میرے خیال میں تو تمہارا سارا مال اس قرضہ کی ادائیگی کے لیے کافی نہیں ہوگا۔ میں نے کہا اگر بائیس لاکھ قرض ہو تو پھر؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں تو تم اسے ادا نہیں کر سکتے۔ اس لیے اگر تمہیں قرضہ کی ادائیگی میں کوئی مشکل پیش آئے تو مجھ سے مدد لے لینا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے غابہ کی زمین ایک لاکھ ستر ہزار میں خریدی تھی۔ میں نے اس کی قیمت لگوائی تو سولہ لاکھ قیمت لگی میں نے اس زمین پر سولہ حصے بنائے تھے ایک حصہ کی قیمت ایک لاکھ لگی' پھر میں نے کھڑے ہو کر اعلان کیا جس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ کوئی حق ہو وہ ہمیں غابہ میں آ کر مل لے۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما کے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ چار لاکھ درہم تھے انہوں نے مجھ سے آ کر کہا اگر تم کہو تو میں تمہاری خاطر یہ قرضہ چھوڑ دیتا ہوں! میں نے کہا نہیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ پھر انہوں نے کہا اگر تم چاہو تو میرا قرضہ آخر میں ادا کر دینا! میں نے کہا نہیں' آپ ابھی لے لیں۔ انہوں نے کہا اچھا پھر مجھے اس زمین سے میرے قرضے کے بقدر ٹکڑا دے دو۔ میں نے کہا یہاں سے لے کر وہاں تک آپ کی زمین ہے۔ چنانچہ غابہ کی زمین (اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے گھروں) کو بیچ بیچ کر میں قرضہ ادا کرتا رہا یہاں تک کہ سارا قرضہ ادا ہو گیا اور غابہ کی زمین (کے سولہ حصوں) میں سے ساڑھے چار حصے بچ گئے۔ میں بعد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کے پاس گیا۔ اس وقت ان کے پاس حضرت عمرو بن عثمان' حضرت منذر بن زبیر اور حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا تم نے غابہ کی زمین کی کیا قیمت لگائی؟ میں نے کہا (اس کے سولہ حصے کیے تھے اور) ہر حصہ ایک لاکھ کا بنا تھا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب کتنے حصے باقی ہیں؟ میں نے کہا ساڑھے چار حصے۔ حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ پھر حضرت عمرو بن عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا

ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا پھر حضرت ابن زمعہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایک حصہ میں نے ایک لاکھ میں خرید لیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اب کتنے حصے رہ گئے؟ میں نے کہا ڈیڑھ۔ انہوں نے کہا ڈیڑھ لاکھ میں میں نے اسے خرید لیا۔ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنا حصہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں چھ لاکھ میں بیچا۔ جب میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے قرضے کی ادائیگی سے فارغ ہوا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی اولاد یعنی میرے بہن بھائیوں نے کہا اب میراث ہمارے درمیان تقسیم کر دیں۔ میں نے کہا نہیں اللہ کی قسم! میں تم لوگوں کے درمیان میراث اس وقت تک تقسیم نہیں کروں گا جب تک میں چار سال موسم حج میں یہ اعلان نہیں کر لیتا کہ جس کا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ذمہ کوئی قرضہ ہو وہ ہمارے پاس آ جائے ہم اس کا قرضہ ادا کریں گے۔ چنانچہ میں ہر سال موسم حج میں یہ اعلان کرتا رہا جب چار سال گزر گئے تو پھر میں نے ان کے درمیان میراث تقسیم کی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی چار بیویاں تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک تہائی مال کی وصیت کی تھی۔ وہ تہائی مال دینے کے بعد ہر بیوی کو بارہ لاکھ ملے۔ لہٰذا ان کا سارا مال پانچ کروڑ دو لاکھ ہوا۔ [اخرجه البخاری]

البدایہ میں علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ورثاء میں جو مال تقسیم ہوا وہ تین کروڑ چوراسی لاکھ تھا اور ایک تہائی کی جو وصیت کی تھی وہ ایک کروڑ بانوے لاکھ تھا۔ لہٰذا یہ میراث اور ایک تہائی مل کر پانچ کروڑ چھہتر لاکھ ہوا اور پہلے جو قرضہ ادا کیا گیا وہ بائیس لاکھ تھا۔ اس حساب سے قرض ایک تہائی اور میراث مل کر کل مال پانچ کروڑ اٹھانوے لاکھ ہوا۔ یہ تفصیل ہم نے اس لیے بتائی ہے کہ بخاری میں جو مال کی تفصیل ہے اس میں اشکال ہے اس لیے اس کی تفصیل بتانا مناسب نظر آیا۔ [کذا فی البدایة ۷:۲۵۰]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت اُم بکر بنت مسور رحمہا اللہ کہتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زمین چالیس ہزار دینار میں بیچی اور یہ ساری رقم قبیلہ بنو زہرہ، غریب مسلمانوں، مہاجرین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں تقسیم کر دی۔ اس میں سے کچھ رقم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجی۔ انہوں نے پوچھا یہ مال کس نے بھیجا ہے؟ میں نے کہا حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف نے۔ پھر مال لے جانے والے نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے زمین بیچنے اور اس کی قیمت ساری تقسیم کر دینے کا قصہ بیان کیا۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میرے بعد تم ازواج مطہرات کے ساتھ شفقت کا معاملہ صرف صابر لوگ ہی کریں گے (پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دعا دی) اللہ تعالیٰ عبدالرحمٰن بن عوف کو سلسبیل چشمے سے پلائے)

[اخرجه الحاكم ۳:۳۱۰، قال الحاكم هذا صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي ليس بمتصل وقد اخرجه ابونعيم في الحلية ۱:۹۸، وابن سعد ۳:۹۴ عن المسور بن مخرمة بنحوه الا ان في رواية ابي نعيم لن يحنو عليكم بعدي الا الصالحون]

حضرت جعفر بن زبرقان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے تیس ہزار گھرانے آزاد کیے۔ [اخرجه الحاكم ۳:۳۰۸، وابونعيم في الحلية ۱:۹۹]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہم کا مال تقسیم کرنا

حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے چار سو دینار لے کر ایک تھیلی میں ڈالے اور غلام سے کہا یہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں تھوڑی دیر کے لیے کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا کہ وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں چنانچہ وہ غلام اس تھیلی کو ان کے پاس لے گیا اور ان سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ سے فرما رہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے اور ان پر رحم فرمائے۔ پھر فرمایا اے باندی! ادھر آؤ۔ یہ سات دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ یہ پانچ دینار فلاں کے پاس لے جاؤ۔ اس طرح انہوں نے سارے دینار ختم کر دیئے۔ اس غلام نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اتنے ہی دینار تیار کر کے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے لیے رکھے ہوئے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس غلام سے فرمایا یہ دینار حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ اور انہیں دینے کے بعد گھر میں کسی کام میں مشغول ہو جانا اور دیکھنا وہ ان دیناروں کا کیا کرتے ہیں۔

چنانچہ وہ غلام دینار لے کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے عرض کیا کہ امیر المؤمنین فرمار ہے ہیں کہ آپ یہ دینار اپنی ضرورت میں خرچ کرلیں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور انہیں اس کا صلہ عطا فرمائے۔ پھر فرمایا اے باندی! ادھر آ ؤ! فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ فلاں کے گھر میں اتنے اور فلاں کے گھر میں اتنے لے جاؤ۔ اتنے میں ان کی بیوی آ گئی اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! ہم بھی مسکین ہیں ہمیں بھی کچھ دیں تھیلی میں صرف دو دینار بچے ہوئے تھے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے وہ دو دینار ان کی طرف لڑھکائے غلام نے واپس آ کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی تقسیم کا سارا قصہ سنایا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب آپس میں بھائی بھائی ہیں اور (دوسروں پر سارا مال خرچ کرنے میں) یہ سب ایک جیسے مزاج کے ہیں۔ [اخرجه الطبرانی ورواته الی مالك الدار ثقات مشهورون و مالك الدارلا اعرفه كذافی الترغيب ۴:۱۷۷ وقال الهيثمی ۳:۱۲۵ رواه الطبرانی و فی الكبير و مالك الدارلم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهی قلت ذكره الحافظ فی الاصابة ۱:۴۸۴ و قال مالك بن عياض مولی عمرو هو الذی يقال له مالك الدارله ادراك و سمع من ابی بكر الصديق رضی الله عنه روی عن الشيخين و معاذ و ابی عبيدة روی عنه ابناه عون و عبد الله وابوصالح السمان و ذكره ابن سعد فی الطبقة الاولی من التابعين فی اهل المدينة وقال كان معروفا و قال علی بن المدينی كان مالك الدار خازنا لعمر انتهی وقال فی الاصابة وروينا فی فوائد بن عمرو الضبی جمع البغوی من طريق عبدالرحمن بن سعيد بن يربوع المخزومی عن مالك الدار فذكر القصة۔ واخرجه ابونعيم فی الحلية ۱:۲۳۷ عن مالك الدار فذكر مثله و اخرجه ابن سعد ۳:۳۰۰ عن معن بن عيسی قال عرضنا علی مالك بن انس۔ فذكره مختصرا]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ ایک صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر درہموں سے بھر جائے اور میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کردوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو تو دوسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر سونے سے بھرا ہوا مجھے مل جائے اور میں اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کردوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ اس پر تیسرے صاحب نے کہا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر جواہرات سے بھرا ہوا اور

میں ان سب کو اللہ کے راستہ میں خرچ کر دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر فرمایا! اپنی اپنی تمنا کا اظہار کرو۔ لوگوں نے کہا اتنی بڑی تمناؤں کے بعد اور تمنا کیا ہو سکتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری دلی تمنا یہ ہے کہ یہ گھر حضرت ابو عبیدہ بن جراح، حضرت معاذ بن جبل اور حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم جیسے آدمیوں سے بھرا ہوا ہو اور میں انہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے مختلف کاموں میں استعمال کروں (کام کے آدمیوں کی زیادہ ضرورت ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (ان سب لوگوں کی موجودگی میں) کچھ مال حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں۔ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس وہ مال پہنچا تو انہوں نے سارا تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت معاذ بن جبل کے پاس کچھ مال بھیجا انہوں نے بھی اسے تقسیم کر دیا۔ پھر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ مال بھیجا اور (لے جانے والے سے) فرمایا دیکھنا وہ اس مال کا کیا کرتے ہیں (انہوں نے بھی سارا تقسیم کر دیا) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تم سے پہلے کہہ دیا تھا (کہ یہ تینوں کام کے آدمی ہیں اور) ان کی ایک خوبی یہ ہے کہ مال دوسروں پر خرچ کرتے ہیں۔ [اخرجه البخاري في التاريخ الصغير صفحه ۲۹ عن زيد بن اسلم]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا مال تقسیم کرنا

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک مجلس میں بائیس ہزار درہم آئے انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی سارے تقسیم کر دیئے۔ حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک لاکھ بھیجے۔ سال گزرنے سے پہلے ہی انہوں نے سارے خرچ کر دیئے اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہا۔ حضرت ایوب بن وائل راسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو مجھے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک پڑوسی نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چار ہزار، ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے دو ہزار (کل دس ہزار) اور ایک جھالر والی چادر آئی۔ پھر وہ بازار گئے اور اپنی سواری کے لیے ایک درہم کا چارہ ادھار خریدا۔ مجھے معلوم تھا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے (اس لیے میں بڑا حیران ہوا کہ ان کے پاس اتنا مال آیا ہے اور یہ ایک درہم کا چارہ ادھار خرید رہے ہیں اس لئے) میں ان کی باندی کے پاس گیا اور میں

نے اس سے کہا میں تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم سچ سچ بتانا۔ کیا حضرت ابوعبدالرحمٰن (یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے چار ہزار اور ایک اور آدمی کی طرف سے چار ہزار اور ایک آدمی کی طرف سے دو ہزار اور ایک چادر نہیں آئی ہے؟ اس نے کہا ہاں آئی ہے۔ میں نے کہا میں نے انہیں دیکھا ہے کہ وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے (تو یہ کیا بات ہے؟ اتنے مال کے ہوتے ہوئے وہ ادھار کیوں خرید رہے تھے؟) اس باندی نے کہا رات سونے سے پہلے ہی انہوں نے وہ دس ہزار تقسیم کر دیئے تھے اور پھر وہ چادر اپنی کمر پر ڈال کر باہر چلے گئے تھے اور وہ بھی کسی کو دے دی۔ پھر گھر واپس آئے چنانچہ میں نے (بازار میں جا کر) اعلان کیا اے تاجروں کی جماعت! تم اتنی دنیا کما کر کیا کرو گے؟ (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی طرح دوسروں پر سارا مال خرچ کر دو) کل رات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس دس ہزار کھرے درہم آئے تھے وہ (انہوں نے رات ہی سارے خرچ کر دیئے اس لئے) آج اپنی سواری کے لیے وہ ایک درہم کا ادھار چارہ خرید رہے تھے۔ [اخرجه ابن نعيم فى الحلية ۱: ۲۹۶]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مجلس میں بیس ہزار سے زیادہ درہم آئے تو انہوں نے اس مجلس سے اٹھنے سے پہلے ہی وہ سب تقسیم کر دیئے اور مزید ان کے پاس جو پہلے سے تھے وہ بھی سب دے دیا اور جو کچھ پاس تھا وہ ختم کر دیا تو ایک صاحب آئے جن کو دینے کا ان کا پرانا معمول تھا۔ (اب اپنے پاس تو دینے کے لیے کچھ بچا نہیں تھا اس لئے) جن کو دیا تھا ان میں سے ایک آدمی سے ادھار لے کر ان صاحب کو دیئے۔ حضرت میمون کہتے ہیں بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کنجوس ہیں۔ یہ لوگ غلط کہتے ہیں۔ اللہ کی قسم! جہاں خرچ کرنے سے (آخرت کا) نفع ہوتا ہے وہاں خرچ کرنے میں وہ بالکل کنجوس نہیں ہیں (ہاں اپنے اوپر خرچ نہیں کرتے اور خواہ مخواہ نہیں دیتے) [اخرجه ابن سعد ۴: ۱۰۹]

حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کا مال تقسیم کرنا

حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں قبیلہ کندہ کے ایک آدمی پر میرا قرض تھا۔ میں اس کے پاس (قرضہ وصول کرنے کے لئے) فجر سے پہلے آخر رات میں جایا کرتا تھا۔ ایک دن میں حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کی مسجد کے پاس سے گزر رہا تھا کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے

وہیں نماز پڑھی۔ جب امام نے سلام پھیرا تو امام نے ہر آدمی کے سامنے کپڑوں کا ایک جوڑا، جوتی کا ایک جوڑا اور پانچ سو درہم رکھے۔ میں نے کہا میں اس مسجد والوں میں سے نہیں ہوں (لہٰذا مجھے نہ دو) پھر میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ (یہ لوگوں کو کیوں دے رہے ہیں؟) لوگوں نے بتایا حضرت اشعث بن قیس مکہ مکرمہ سے آئے ہیں (اس خوشی میں وہ ہر نمازی کو دے رہے ہیں۔)

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۹:۳۱۵ وفيه ابو اسرائيل الملائی وقد اختلف فيه و بقيه رجاله رجال الصحيح انتهى۔]

حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کا مال تقسیم کرنا

حضرت اُم ذرہ رحمہا اللہ کہتی ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک لاکھ آئے۔ انہوں نے اسی وقت وہ سارے تقسیم کر دیئے۔ اس دن ان کا روزہ تھا میں نے ان سے کہا آپ نے اتنا خرچ کیا ہے تو کیا آپ اپنے لیے اتنا بھی نہیں کر سکتی تھیں کہ آج افطار کے لیے ایک درہم کا گوشت منگا لیتیں؟ انہوں نے کہا (مجھے تو یاد ہی نہیں رہا کہ میرا روزہ ہے) اگر تو مجھے پہلے یاد کرا دیتی تو میں گوشت منگا لیتی۔

[اخرجه ابن سعد كذافی الاصابة ۴:۳۵۰]

اُم المؤمنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا مال تقسیم کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے پاس درہموں سے بھرا ہوا تھیلا بھیجا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا یہ کیا ہے؟ لانے والوں نے بتایا یہ درہم ہیں تو (حیران ہو کر تعجب سے) فرمایا ارے کھجوروں کی طرح تھیلے میں درہم (یعنی اتنے بڑے تھیلے میں تو کھجوریں ڈالی جاتی ہیں درہم تھوڑے ہوا کرتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بہت زیادہ درہم بھیج دیئے ہیں) اور پھر انہوں نے وہ سارے درہم تقسیم کر دیئے۔

[اخرجه ابن سعد بسند صحيح كذا فی الاصابة ۴:۳۳۹]

اُم المؤمنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا مال تقسیم کرنا

حضرت برہ بنت رافع رحمہا اللہ کہتی ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں عطا تقسیم کیں تو

حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس ان کا حصہ بھیجا۔ جب وہ مال ان کے پاس پہنچا تو فرمانے لگیں اللہ تعالیٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے۔ میری دوسری بہنیں اس مال کو مجھ سے زیادہ اچھے طریقے سے تقسیم کر سکتی ہیں (اس لیے ان کے پاس لے جاؤ) لانے والوں نے کہا یہ سارا مال آپ کا ہی ہے۔ فرمانے لگیں سبحان اللہ! اور ایک کپڑے سے پردہ کر لیا اور فرمایا اچھا رکھ دو اور اس پر کپڑا ڈال دو۔ پھر مجھ سے فرمایا اس کپڑے میں ہاتھ ڈال کر ایک مٹھی بھر کر بنو فلاں کو اور بنو فلاں کو دے آؤ۔ یہ سب ان کے رشتہ دار تھے اور یتیم تھے۔ یوں ہی تقسیم فرماتی رہیں یہاں تک کہ کپڑے کے نیچے تھوڑے سے درہم بچ گئے تو میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے اُم المؤمنین اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ اللہ کی قسم! اس مال میں ہمارا بھی تو حق ہے فرمایا اچھا کپڑے کے نیچے جتنے درہم ہیں وہ سب تمہارے۔ ہمیں کپڑے کے نیچے پچاسی درہم ملے۔ اس کے بعد آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سال کے بعد مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عطا نہ ملے۔ چنانچہ (ان کی دعا قبول ہو گئی اور) ان کا انتقال ہو گیا۔

[اخرجه ابن سعد ۳:۳۰۰]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا سالانہ وظیفہ بارہ ہزار تھا اور وہ بھی انہوں نے صرف ایک سال لیا اور لینے کے بعد یہ دعا فرمائی اے اللہ! آئندہ سال یہ مال مجھے نہ ملے کیونکہ یہ فتنہ ہی ہے (آئندہ سال سے پہلے ہی مجھے اٹھا لے) پھر اپنے رشتہ داروں اور ضرورت مندوں میں سارا تقسیم کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ انہوں نے سارا مال خرچ کر دیا ہے تو انہوں نے فرمایا یہ ایسی (بلند مرتبہ) خاتون ہیں جن کے ساتھ اللہ نے بھلائی کا ہی ارادہ کیا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور ان کے دروازے پر کھڑے ہو کر اندر سلام بھجوایا اور کہا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ نے سارا مال تقسیم کر دیا ہے یہ میں ایک ہزار اور بھیج رہا ہوں' اسے آپ اپنے پاس رکھیں (ایک دم خرچ نہ کر دیں) لیکن جب یہ ایک ہزار درہم ان کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان کو بھی پہلے کی طرح تقسیم کر دیا۔ [عند ابن سعد ایضاً کذافی الاصابة ۴:۳۱۴]

دودھ پیتے بچوں کے لیے وظیفہ مقرر کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک تجارتی قافلہ مدینہ منورہ آیا اور انہوں نے عیدگاہ میں

قیام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم اس بات کے لیے تیار ہو کہ ہم دونوں اس قافلہ کا چوروں سے پہرہ دیں؟ (انہوں نے کہا ٹھیک ہے) چنانچہ یہ دونوں حضرات رات بھر قافلہ کا پہرہ بھی دیتے رہے اور باری باری نماز بھی پڑھتے رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بچے کے رونے کی آواز سنی تو انہوں نے جا کر اس کی ماں سے کہا اللہ سے ڈرو اور اپنے بچے کا خیال کرو اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ واپس آ گئے پھر بچے کے رونے کی آواز سنی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر دوبارہ اس کی ماں کو وہی بات کہی اور اپنی جگہ واپس آ گئے۔ جب آخر رات ہوئی تو پھر انہوں نے اس بچے کے رونے کی آواز سنی تو جا کر اس کی ماں سے کہا تیرا بھلا ہو! میرا خیال ہے کہ تو بچے کے حق میں بری ماں ہے' کیا بات ہے کہ تیرا بیٹا آج ساری رات آرام نہ کر سکا؟ اس عورت نے کہا اے اللہ کے بندے! آج رات تو (بار بار آ کر) تم نے مجھے تنگ کر دیا۔ میں بہلا پھسلا کر اس کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں لیکن یہ مانتا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم اس کا دودھ کیوں چھڑانا چاہتی ہو؟ اس عورت نے کہا کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف اس بچے کا وظیفہ مقرر کرتے ہیں جو دودھ چھوڑ چکا ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تیرا بھلا ہو! اس کے دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کر (پھر آپ وہاں سے واپس آئے) اور فجر کی نماز پڑھائی اور نماز میں بہت روئے' زیادہ رونے کی وجہ سے ان کا قرآن لوگوں کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ سلام پھیرنے کے بعد آپ نے لوگوں سے کہا عمر کے لیے ہلاکت ہو! اس نے مسلمانوں کے کتنے بچے مار ڈالے (عمر رضی اللہ عنہ نے اصول یہ بنایا تھا کہ دودھ چھڑانے کے بعد بچے کو وظیفہ ملے گا اس وجہ سے نہ معلوم کتنے بچوں کا دودھ قبل از وقت چھڑایا گیا ہوگا اور بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی) پھر اپنے منادی کو حکم دیا کہ وہ یہ اعلان کرے کہ خبردار! تم اپنے بچوں کا جلدی دودھ نہ چھڑاؤ کیونکہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے اور تمام علاقوں میں بھی (اپنے گورنروں کو) یہ لکھوا بھیجا کہ ہم ہر دودھ پیتے مسلمان بچے کا بھی وظیفہ مقرر کریں گے۔

[اخرجه ابن سعد ۱: ۲۱۷ وابو عبيد وابن عساكر كذافي الكنز ۲: ۳۱۷]

بیت المال میں سے اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر خرچ کرنے میں احتیاط برتنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کے مال کو (یعنی مسلمانوں کے اجتماعی مال کو جو بیت المال میں ہوتا ہے) اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں اگر مجھے ضرورت نہ ہو تو میں اس کے استعمال سے بچتا ہوں اور اگر مجھے ضرورت ہو تو ضرورت کے مطابق مناسب مقدار میں اس سے لیتا ہوں۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں اللہ کے مال کو اپنے لیے یتیم کے مال کی طرح سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے یتیم کے مال کے بارے میں قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ وَمَنْ كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ﴾

[سورۃ نساء آیت: ۶]

''اور جو شخص مستغنی ہو سو وہ تو اپنے آپ کو بالکل بچائے اور جو شخص حاجت مند ہو وہ مناسب مقدار سے کھالے۔'' [اخرجه ابن سعد ۳: ۱۹۸]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اجتماعی مال میں سے مجھے صرف اتنا لینا جائز ہے جتنا میں اپنی ذاتی کمائی میں سے خرچ کرتا (یہ نہیں کہ بیت المال میں بے احتیاطی اور فضول خرچی کروں) [عند ابن سعد ایضا کما فی منتخب الکنز ۴: ۴۱۸]

حضرت عمران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ضرورت پیش آتی تو بیت المال کے نگران کے پاس آتے اور اس سے ادھار لے لیتے۔ بعض دفعہ آپ تنگ دست ہوتے (اور قرض واپس کرنے کا وقت آ جاتا) تو بیت المال کا نگران آ کر ان سے قرض ادا کرنے کا تقاضا کرتا اور ان کے پیچھے پڑ جاتا۔ آخر حضرت عمر قرض کی ادائیگی کی کہیں سے کوئی صورت بناتے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا کہ آپ کو وظیفہ ملتا تو اس سے قرض ادا کرتے۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۱۹۸]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے ایک تجارتی قافلہ ملک شام بھیجنے کا ارادہ کیا تو انہوں نے چار ہزار قرض لینے کے لیے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیجا حضرت عبدالرحمٰن

نے اس قاصد سے کہا جا کر امیر المؤمنین سے کہہ دو کہ وہ اب بیت المال سے چار ہزار ادھار لے لیں بعد میں بیت المال میں واپس کر دیں۔ جب قاصد نے واپس آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کا جواب بتایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سے بڑی گرانی ہوئی۔ پھر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا تم نے ہی کہا تھا کہ عمر چار ہزار بیت المال سے ادھار لے لے۔ اگر (میں بیت المال سے ادھار لے کر تجارتی قافلہ کے ساتھ بھیج دوں اور پھر) تجارتی قافلہ کی واپسی سے پہلے میں مر جاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ امیر المؤمنین نے چار ہزار لیے تھے اب ان کا انتقال ہو گیا ہے اس لیے یہ ان کے چار ہزار چھوڑ دو (تم لوگ تو چھوڑ دو گے) اور میں ان کے بدلے قیامت کے دن پکڑا جاؤں گا۔ نہیں، میں بیت المال سے بالکل نہیں لوں گا بلکہ میں چاہتا ہوں کہ تم جیسے لالچی اور کنجوس آدمی سے ادھار لوں تاکہ اگر میں مر جاؤں تو وہ میرے مال میں اپنا ادھار وصول کر لے۔ [اخرجه ابن سعد ايضاً ۳: ۱۹۹ اخرجه ايضا ابو عبيد فى الاموال و ابن عساكر عن ابراهيم نحوه كمافى المنتخب ۴: ۴۱۸]

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہوئے۔ ان کے لیے علاج میں شہد تجویز کیا گیا اور اس وقت بیت المال میں شہد کی ایک کپی موجود تھی (انہوں نے خود اس شہد کو نہ لیا بلکہ) مسجد جا کر منبر پر تشریف لے گئے اور فرمایا مجھے علاج کے لیے شہد کی ضرورت ہے اور شہد بیت المال میں موجود ہے۔ اگر آپ لوگ اجازت دیں تو میں اسے لے لوں ورنہ وہ میرے لیے حرام ہے۔ چنانچہ لوگوں نے خوشی سے ان کو اجازت دے دی۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فى منتخب الكنز ۴: ۴۱۸]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ کہیں سے مال آیا تو ان کی صاحبزادی اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو اس کی اطلاع پہنچی۔ انہوں نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے اس لیے اس مال میں آپ کے رشتہ داروں کا حق بھی ہے۔ حضرت عمرؓ نے ان سے فرمایا اے میری بٹیا! میرے رشتہ داروں کا حق میرے مال میں ہے اور یہ تو مسلمانوں کا مال غنیمت ہے۔ تم اپنے باپ کو دھوکہ دینا چاہتی ہو جاؤ تشریف لے جاؤ! چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کھڑی ہوئیں اور چادر کا دامن گھسیٹتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ [اخرجه احمد فى الزهد كذافى منتخب الكنز ۴: ۴۱۲]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور عرض کیا اے امیر المؤمنین! ہمارے پاس جلولاء شہر کے (مال غنیمت کے) کچھ زیورات اور کچھ چاندی کے برتن ہیں آپ دیکھ لیں جس دن آپ فارغ ہوں اس دن آپ ان زیورات اور برتنوں کو دیکھ لیں اور پھر ان کے بارے میں آپ جو ارشاد فرمائیں ہم ویسے کریں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس دن تم مجھے فارغ دیکھو یاد کرا دینا چنانچہ ایک دن حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا آج آپ فارغ نظر آ رہے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ میرے سامنے چمڑے کا دستر خوان بچھا کر اس پر وہ زیورات اور چاندی کے برتن ڈال دو۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے دستر خوان بچھا کر وہ سارا مال اس پر ڈال دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس مال کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا اے اللہ! آپ نے اس مال کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے اور یہ آیت آخر تک تلاوت فرمائی:

﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ﴾ [سورۃ آل عمران آیت:۱۴]

''خوش نما معلوم ہوتی ہیں (اکثر) لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی (مثلاً) عورتیں ہوئیں بیٹے ہوئے' لگے ہوئے ڈھیر' سونے اور چاندی کے نمبر (یعنی نشان) لگے ہوئے گھوڑے ہوئے (یا دوسرے) مواشی ہوئے اور زراعت ہوئی (لیکن) یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگانی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔''

اور (اے اللہ!) آپ نے یہ بھی فرمایا ہے:

﴿لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَىٰ مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ﴾ [سورۃ حدید آیت:۲۳]

''تا کہ جو چیز تم سے جاتی رہے تم اس پر رنج (اتنا) نہ کرو اور تا کہ جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔''

(اے اللہ) جن مرغوب چیزوں کی محبت ہمارے دلوں میں بھلی اور خوش نما کر دی گئی ہے ان سے خوش ہونے کو چھوڑنا ہمارے بس میں نہیں ہے۔ اے اللہ! ہمیں ان چیزوں کو حق میں صحیح جگہ خرچ کرنے والا بنا اور میں ان کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ اتنے میں ایک صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبدالرحمٰن بن بہیہ کو اٹھا کر لائے (بہیہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی باندی تھیں جن سے عبدالرحمٰن پیدا ہوئے تھے بعض حضرات اس باندی کا نام لہیہ بتاتے ہیں) اس بچے نے کہا ابا

جان! مجھے ایک انگوٹھی دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا اپنی ماں کے پاس جا! وہ تجھے ستو پلائے گی۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اس بیٹے کو کچھ نہیں دیا۔

[اخرجه ابن ابی شیبة واحمد وابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز ۴: ۴۱۲]

حضرت اسماعیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بحرین سے مشک اور عنبر آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی عورت مل جائے جو تولنا اچھی طرح جانتی ہو اور وہ مجھے یہ خوشبو تول دے تاکہ میں اسے مسلمانوں میں تقسیم کرسکوں۔ ان کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا نے کہا میں تولنے میں بڑی ماہر ہوں لایئے میں تول دیتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ تم سے نہیں تلوانا۔ انہوں نے کہا کیوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ تو اسے اپنے ہاتھوں سے ترازو میں رکھے گی (یوں کچھ نہ کچھ خوشبو تیرے ہاتھوں کو لگ جائے گی اور کنپٹی اور گردن کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) اور یوں تو اپنی کنپٹی اور گردن پر اپنے ہاتھ پھیرے گی اس طرح تجھے مسلمانوں سے کچھ زیادہ خوشبو مل جائے گی۔

[اخرجه احمد فی الزهد کذا فی منتخب الکنز ۴: ۴۱۳]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکی کو دیکھا جو کمزوری کی وجہ سے لڑکھڑا کر چل رہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ لڑکی کون ہے؟ تو (ان کے بیٹے) حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آپ کی بیٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ میری کون سی بیٹی ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ میری بیٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ اتنی کمزور کیوں ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کی وجہ سے کیوں کہ آپ اسے کچھ نہیں دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے آدمی! اللہ کی قسم! میں تمہیں تمہاری اولاد کے بارے میں دھوکہ میں نہیں رکھنا چاہتا۔ (خود کما کر) تم اپنی اولاد پر خرچ کرو (میں بیت المال میں سے نہیں دوں گا)

[اخرجه ابن سعد وابن ابی شیبة وابن عساکر کذافی المنتخب ۴: ۴۱۸]

حضرت عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری شادی کی تو ایک مہینہ تک اللہ کے مال میں سے (یعنی بیت المال میں سے) مجھے خرچ دیتے رہے پھر اس کے بعد

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (اپنے دربان) یرفا کو مجھے بلانے بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ انہوں نے فرمایا میں خلیفہ بننے سے پہلے بھی یہی سمجھتا تھا کہ میرے لیے بیت المال سے اپنے حق سے زیادہ لینا جائز نہیں اور اب خلیفہ بننے کے بعد یہ مال میرے لیے اور زیادہ حرام ہو گیا ہے کیونکہ اب یہ میرے پاس بطور امانت ہے اور میں تمہیں اللہ کے مال میں سے ایک مہینہ خرچ دے چکا ہوں۔ اب تمہیں اس میں سے اور نہیں دے سکتا ہوں۔ ہاں میں تمہاری مدد اس طرح کر سکتا ہوں کہ غابہ میں میری جائیداد ہے۔ تم اس کا پھل کاٹ کر بیچ دو۔ پھر (اس کے پیسے لے کر) اپنی قوم کے کسی تاجر کے پاس جا کر کھڑے ہو جاؤ اور دیکھو جب وہ کوئی چیز خریدنے لگے تو تم اس کے ساتھ شرکت کر لو (اس سے جو نفع ہو اس سے) خرچہ لے کر اپنے گھر والوں پر خرچ کرتے رہو۔

[اخرجه ابن سعد و ابو عبيد في الاموال كذافي المنتخب ۴: ۴۱۸]

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس روم کے بادشاہ کا قاصد آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی نے ایک دینار ادھار لے کر عطر خریدا اور شیشیوں میں ڈال کر وہ عطر اس قاصد کے ہاتھ روم کے بادشاہ کی بیوی کو ہدیہ بھیج دیا۔ جب یہ قاصد بادشاہ کی بیوی کے پاس پہنچا اور اسے عطر دیا تو اس نے وہ شیشیاں خالی کر کے جواہرات سے بھر دیں اور قاصد سے کہا جاؤ یہ (حضرت) عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہ) کی بیوی کو دے آؤ۔ جب یہ شیشیاں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی کے پاس پہنچیں تو انہوں نے شیشیوں سے وہ جواہرات نکال کر ایک بچھونے پر رکھ دیئے۔ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ گھر آ گئے اور انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ان کی بیوی نے ان کو سارا قصہ سنایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تمام جواہرات لے کر بیچ دیئے اور ان کی قیمت میں سے صرف ایک دینار اپنی بیوی کو دیا اور باقی ساری رقم مسلمانوں کے لیے بیت المال میں جمع کرا دی۔ [اخرجه الدينوري في المجالسه كذا في منتخب الكنز ۴: ۴۲۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں نے کچھ اونٹ خریدے اور ان کو بیت المال کی چراگاہ میں چھوڑ آیا۔ جب وہ خوب موٹے ہو گئے تو میں انہیں (بیچنے کے لیے بازار) لے آیا۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی بازار تشریف لے آئے اور انہیں موٹے موٹے اونٹ نظر آئے تو انہوں نے پوچھا یہ اونٹ کس کے ہیں۔ لوگوں نے انہیں بتایا کہ یہ حضرت عبداللہ بن

عمر رضی اللہ عنہ کے ہیں تو فرمانے لگے! اے عبداللہ بن عمر! واہ واہ! امیر المؤمنین کے بیٹے کے کیا کہنے! میں دوڑتا ہوا آیا اور میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے؟ آپ نے فرمایا یہ اونٹ کیسے ہیں؟ میں نے عرض کیا میں نے یہ اونٹ خریدے تھے اور بیت المال کی چراگاہ میں چرنے کے لیے بھیجے تھے۔ (اب میں ان کو بازار لے آیا ہوں) تاکہ میں دوسرے مسلمانوں کی طرح انہیں بیچ کر نفع حاصل کروں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں بیت المال کی چراگاہ میں لوگ ایک دوسرے کو کہتے ہوں گے امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹوں کو چراؤ اور امیر المؤمنین کے بیٹے کے اونٹوں کو پانی پلاؤ (میرا بیٹا ہونے کی وجہ سے تمہارے اونٹوں کی زیادہ رعایت کی ہوگی اس لئے) اے عبداللہ بن عمر! ان اونٹوں کو بیچو اور تم نے جتنی رقم میں خریدے تھے وہ تم لے لو اور باقی زائد رقم مسلمانوں کے بیت المال میں جمع کرادو۔

[اخرجه سعيد بن منصور وابن ابى شيبة والبيهقى كذافى المنتخب ۴:۴۱۹]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سسرال والوں میں سے ایک صاحب آئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اشارہ کنایہ میں یہ بات کہی کہ حضرت عمر ان کو بیت المال میں سے کچھ دے دیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا اور فرمایا تم چاہتے ہو کہ میں اللہ کے سامنے خائن بن کر پیش ہوں اور اس کے بعد انہیں اپنے ذاتی مال میں سے دس ہزار درہم دیئے۔ [اخرجه ابن سعد ۳:۲۱۹ كذافى كنز العمال ۲:۳۱۷]

حضرت عنترہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں (کوفہ کے محلہ) خورنق میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے ایک پرانی چادر اوڑھ رکھی تھی اور آپ سردی کی وجہ سے کانپ رہے تھے۔ میں نے عرض کی اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے (بیت المال کے) اس مال میں آپ کا اور آپ کے اہل وعیال کا بھی حصہ رکھا ہے (پھر بھی آپ کے پاس سردی سے بچنے کا کوئی انتظام نہیں ہے) اور آپ سردی سے کانپ رہے ہیں تو انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! میں تمہارے مال میں سے کچھ نہیں لینا چاہتا ہوں اور یہ پرانی چادر بھی وہ ہے جو میں اپنے گھر مدینہ منورہ سے لایا تھا۔ [اخرجه ابو عبيد كذافى البداية ۸:۳ اخرجه ايضاً ابو نعيم فى الحلية ۱:۸۲ عن هارون بن عنترة عن ابيه نحوه]

مال واپس کرنا

حضور ﷺ کا اس مال کو قبول نہ کرنا جو آپ کو پیش کیا گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ اپنے نبی ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اس فرشتے کے ساتھ جبرائیل علیہ السلام بھی تھے۔ اس فرشتہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو دو باتوں میں اختیار دے رہے ہیں۔ چاہے آپ بندگی والی نبوت اختیار فرمائیں چاہے بادشاہت والی۔ حضورؐ حضرت جبرائیل علیہ السلام کی طرف اس طرح متوجہ ہوئے گویا کہ آپ ان سے مشورہ لے رہے ہیں تو انہوں نے تواضع اختیار کرنے کا مشورہ دیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا میں تو بندگی والی نبوت چاہتا ہوں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کے بعد حضور ﷺ نے وفات تک کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا۔

[اخرجه يعقوب بن سفيان وهكذا رواه البخاری فی التاريخ والنسائی كذا فی البداية ٦: ٣٨]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک دن حضور ﷺ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام صفا پہاڑی پر تھے آپ ﷺ نے فرمایا اے جبرائیل! اس ذات کی قسم جس نے تمہیں حق دے کر بھیجا ہے آج شام کو محمد ﷺ کے اہل وعیال کے پاس نہ ایک پھنکی آٹا تھا اور نہ ایک مٹھی ستو۔ آپ ﷺ کی بات ابھی پوری ہوئی نہیں تھی کہ آپ ﷺ نے آسمان سے دھماکہ کی ایسی زوردار آواز سنی جس سے آپ ﷺ گھبرا گئے۔ آپ ﷺ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا کیا اللہ نے قیامت قائم ہونے کا حکم دے دیا ہے؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی بات سنتے ہی اسرافیل علیہ السلام کو حکم دیا اور وہ اتر کر آپ ﷺ کے پاس آئے ہیں چنانچہ حضرت اسرافیل نے خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا آپ ﷺ نے جو بات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے کہی وہ اللہ تعالیٰ نے سنی اور اللہ نے مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے کر آپ ﷺ کے پاس بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں یہ پیش کروں کہ اگر آپ ﷺ کہیں تو میں تہامہ کے پہاڑوں کو زمرد یاقوت سونے اور چاندی کا بنا دوں اور یہ پہاڑ آپ ﷺ کے ساتھ چلا کریں۔ اب آپ ﷺ فرمائیں آپ ﷺ بادشاہت والی نبوت

چاہتے ہیں یا بندگی والی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تواضع اختیار کرنے کا اشارہ کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا نہیں میں بندگی والی نبوت چاہتا ہوں۔ [عند الطبرانی باسناد حسن والبیہقی کذا فی الترغیب ۵:۱۵۷ وقال الهیثمی ۱۰:۳۱۵ رواہ الطبرانی فی الاوسط وفیہ سعد ان بن الولید ولم عرفہ وبقیۃ رجال الصحیح انتھٰی]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے مجھ پر یہ بات پیش فرمائی کہ میرے لیے مکہ کے پتھریلے میدان کو سونے کا بنا دیا جائے۔ میں نے عرض کیا 'نہیں۔ اے میرے رب! میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن پیٹ بھر کر کھاؤں اور ایک دن بھوکا رہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو تین مرتبہ یہی کلمات ارشاد فرمائے تاکہ جب بھوک لگے تو میں آپ کے سامنے عاجزی کروں اور آپ کو یاد کروں اور جب پیٹ بھر کر کھاؤں تو آپ کا شکر ادا کروں اور آپ کی تعریف کروں۔ [عند الترمذی وحسنہ کذافی الترغیب ۵:۱۵۰]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو میں مکہ کے پتھریلے میدان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سونے کے بنا دوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف منہ اٹھا کر عرض کیا نہیں۔ اے میرے رب! میں یہ نہیں چاہتا۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں تاکہ آپ کی تعریف کروں اور ایک دن بھوکا رہوں تاکہ آپ سے مانگوں۔ [عند العسکری کذافی الکنز ۴:۳۹]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں غزوۂ احزاب (یعنی غزوۂ خندق) میں ایک مشرک مارا گیا تو مشرکین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ اس کی لاش ہمیں دے دیں ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس کے بدلے میں بارہ ہزار دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہ اس کی لاش میں خیر ہے اور نہ اس کی قیمت میں (لہٰذا اس کی لاش کچھ لیے بغیر ہی دے دو) امام احمد نے اس روایت میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی لاش ان مشرکوں کو ویسے ہی دے دو اس لیے کہ اس کی لاش بھی ناپاک ہے اور اس کی قیمت بھی ناپاک ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ نہیں لیا (اور لاش ان کو ویسے ہی دے دی)

[اخرجہ البیہقی واخرجہ الترمذی ایضاً وقال غریب کذافی البدایۃ ۴:۱۰۷]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں غزوۂ خندق کے دن نوفل یا ابن نوفل اپنے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ گھوڑا گر پڑا جس سے نوفل مر گیا تو (کفار کے سردار) ابوسفیان نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کی لاش کے بدلہ میں دو اونٹ بھیجے۔ آپ نے انکار فرما دیا اور فرمایا اس کی لاش لے جاؤ۔ اس کا بدلہ بھی ناپاک ہے اور وہ خود بھی ناپاک ہے۔ [عند ابن ابی شیبه کذا فی الکنز ۵/ ۲۸۱]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ یمن گئے اور انہوں نے وہاں (حمیر کے نواب) ذویزن کا جوڑا خریدا اور اسے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا ہم کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے (اس وقت تک حضرت حکیم مسلمان نہیں ہوئے تھے) چنانچہ حضرت حکیم اسے فروخت کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خرید لینے کا حکم فرمایا تو وہ جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خریدا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے پہن کر مسجد نبوی میں تشریف لائے۔ حضرت حکیم فرماتے ہیں اس جوڑے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوبصورت نظر آ رہے تھے اور میں نے اس جوڑے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت آدمی کبھی نہیں دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لگ رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند۔ دیکھتے ہی بے اختیار یہ اشعار میری زبان پر آ گئے:

مَا تَنْظُرُ الْحُكَّامِ بِالْحُكْمِ بَعْدَ مَا
بَدَا وَاضِحٌ ذُو غُرَّةٍ وَّ حُجُوْل

جب ایک روشن اور چمکدار ایسی ہستی (یعنی رسول پاک علیہ السلام) ظاہر ہو گئی ہے جس کا چہرہ، ہاتھ اور پیر بھی چمک رہے ہیں تو اب اس کے بعد حکام حکم دینے کے بارے میں سوچ کر کیا کریں گے؟ (یعنی اب تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مانی جائے ان حاکموں کی نہیں):

اِذَا قَايَسُوْهُ الْمَجْدَ اَرْبٰى عَلَيْهِمْ
كَمُسْتَفْرِغٍ مَّآ الذِّنَابِ سَجِيْل

جب یہ حکام بزرگی اور شرافت میں ان کا مقابلہ کریں گے تو یہ ان سے بڑھ جائیں گے کیونکہ ان پر بزرگی اور شرافت ایسے کثرت سے بہائی گئی ہے جیسے کسی پر پانی سے بھرے ہوئے بڑے بڑے ڈول ڈالے گئے ہوں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرانے لگے۔ [اخرجه ابن جرير كذا في الكنز ۳: ۱۱۷، واخرجه

الطبرانی و عن حکیم بن حزام بنحوہ کما فی المجمع ۸:۲۷۸، وقال و فیہ یعقوب بن محمد الزہری وضعفہ الجمہور وقد وثق انتہٰی]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں زمانہ جاہلیت میں ہی مجھے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نبوت کا دعویٰ کیا اور مدینہ تشریف لے گئے تو میں موسم حج میں یمن گیا وہاں مجھے (حمیر کے نواب) ذی یزن کا جوڑا پچاس درہم میں بکتا ہوا نظر آیا۔ میں نے اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ دینے کی نیت سے خرید لیا اور میں وہ جوڑا لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں مدینہ منورہ حاضر ہوا اور میں نے بہت کوشش کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے لے لیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم مشرکوں سے کچھ نہیں لیتے (اور تم مشرک ہو) لیکن اگر تم چاہو تو ہم قیمت دے کر تم سے یہ خرید لیتے ہیں۔ چنانچہ میں نے قیمت لے کر وہ جوڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ پھر میں نے ایک دن دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جوڑا پہنا ہوا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جوڑے میں اتنے حسین نظر آرہے تھے کہ میں نے اتنا حسین کبھی کوئی نہیں دیکھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جوڑا حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دے دیا میں نے وہ جوڑا جب اسامہ رضی اللہ عنہ کو پہنے ہوئے دیکھا تو میں نے کہا اے اسامہ! تم نے ذی یزن (نواب) کا جوڑا پہن رکھا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ میں ذی یزن سے بہتر ہوں اور میرا باپ اس کے باپ سے اور میری ماں اس کی ماں سے بہتر ہے۔ پھر میں مکہ مکرمہ آ گیا اور انہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی بات سنائی جس سے وہ سب بڑے حیران ہوئے (کہ غلام کا بیٹا ہو کر بھی خود کو اور اپنے ماں باپ کو اسلام کی وجہ سے نوابوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے)

[عند الحاکم ۳:۴۸۴، قال الحاکم و ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ و قال الذہبی صحیح]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے چچا عامر بن طفیل عامری نے مجھے یہ قصہ سنایا کہ عامر بن مالک نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک گھوڑا ہدیہ میں بھیجا اور یہ لکھا کہ میرے پیٹ میں ایک پھوڑا ہے۔ اپنے پاس سے اس کی دوا بھیج دیں۔ عامر بن طفیل کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑا واپس کر دیا کیونکہ عامر بن مالک مسلمان نہیں تھے اور ان کو ہدیہ میں شہد کی ایک کپی بھیجی اور فرمایا اس سے اپنا علاج کر لو۔ [اخرجہ ابن عساکر]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ملاعب الاسنہ (نیزوں کا کھلاڑی یہ عامر بن مالک کا لقب ہے) حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر آیا۔ حضور ﷺ نے اس پر اسلام پیش کیا لیکن اس نے مسلمان ہونے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کر سکتا۔ [عند ابن عساکر ایضا کذا فی کنز العمال ۳:۱۷۷]

حضرت عیاض بن حمار مجاشعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے اونٹنی یا کوئی اور جانور حضور ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم مسلمان ہو چکے ہو؟ انہوں نے کہا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے اللہ تعالیٰ نے مشرکین کا ہدیہ لینے سے منع فرمایا ہے۔ [اخرجه ابو داؤد الترمذی و صححه ابن جریر والبیهقی کذافی الکنز ۳:۱۷۷]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد فرمایا سب سے بڑی عقلمندی تقویٰ اختیار کرنا ہے۔ پھر آگے اور حدیث ذکر کی جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ اگلے دن صبح کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بازار جانے لگے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بازار۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب آپ پر اتنی بڑی ذمہ داری (خلافت کی وجہ سے) آ گئی ہے کہ جس کی وجہ سے اب آپ بازار نہیں جا سکتے (سارا وقت خلافت کی ذمہ داریوں میں لگائیں گے تو پھر یہ ذمہ داریاں پوری ہو سکیں گی) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سبحان اللہ! اتنا لگنا پڑے گا کہ اہل وعیال کے لیے کمانے کا وقت نہ بچے (تو پھر انہیں کہاں سے کھلاؤں گا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہم (آپ کے لیے اور آپ کے اہل وعیال کے لیے بیت المال میں سے) مناسب مقدار میں وظیفہ مقرر کر دیتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عمر کا ناس ہو! مجھے ڈر ہے کہ کہیں مجھے اس مال میں سے کچھ لینے کی گنجائش نہ ہو۔ چنانچہ (مشورہ سے ان کا وظیفہ مقرر ہوا اور) انہوں نے دو سال سے زائد عرصہ (خلافت) میں آٹھ ہزار درہم لئے۔ جب ان کی موت کا وقت آیا تو فرمایا میں نے عمر رضی اللہ عنہ سے کہا تھا کہ مجھے ڈر ہے کہ مجھے اس مال میں سے لینے کی گنجائش بالکل نہیں ہے لیکن عمر رضی اللہ عنہ اس وقت مجھ پر غالب آ گئے اور مجھے ان کی بات مان کر بیت المال میں سے وظیفہ لینا پڑا

لہٰذا جب میں مر جاؤں تو میرے مال میں سے آٹھ ہزار لے کر بیت المال میں واپس کر دینا۔ چنانچہ جب وہ آٹھ ہزار (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لائے گئے تو آپ نے فرمایا اللہ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے! انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا (کہ آدمی اپنی ساری جان اور سارا مال دین پر لگا دے اور دنیا میں کچھ نہ لے)

[اخرجه البيهقي ۶: ۳۵۳]

حضرت ابوبکر بن حفص بن عمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئیں اس وقت آپ کو نزع کی تکلیف ہو رہی تھی اور آپ کا سانس سینے میں تھا۔ یہ حالت دیکھ کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ شعر پڑھا

لَعَمْرُكَ مَا يُغْنِي الثَّرَاءُ عَنِ الْفَتٰى
اِذَا حَشْرَجَتْ يَوْمًا وَّ ضَاقَ بِهَا الصَّدْرُ

"تیری جان کی قسم! مال اور قوم کی کثرت نوجوان کو اس دن کوئی فائدہ نہیں دے سکتی۔ جس دن سانس اکھڑنے لگے اور سینہ گھٹنے لگے۔"

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف غصہ سے دیکھا اور فرمایا اے اُم المؤمنین! یہ بات نہیں ہے یہ تو وہ حالت ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں کیا ہے:

﴿وَجَاءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ [سورۃ ق آیت:۱۹]

"اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی۔ یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا تھا۔"

میں نے تمہیں ایک باغ دیا تھا لیکن میرا دل اس سے مطمئن نہیں اس لیے تم اسے میری میراث میں واپس کر دو۔ میں نے کہا بہت اچھا اور پھر میں نے وہ باغ واپس کر دیا۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم جب سے مسلمانوں کے خلیفہ بنے ہیں ہم نے مسلمانوں کا نہ کوئی دینار کھایا ہے اور نہ کوئی درہم۔ البتہ ان کا موٹا جھوٹا کھانا ضرور کھایا ہے اور ایسے ہی ان کے موٹے اور کھردرے کپڑے ضرور پہنے ہیں اور اس وقت ہمارے پاس مسلمانوں کے مال غنیمت میں سے اور تو کچھ نہیں ہے البتہ یہ تین چیزیں ہیں ایک حبشی غلام اور دوسرا پانی والا اونٹ اور تیسرے پرانی اونی چادر۔ جب میں مر جاؤں تو یہ تینوں چیزیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دینا اور ان کی ذمہ داری سے مجھے فارغ کر دینا۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایسا ہی کیا۔ جب قاصد وہ چیزیں

لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کے آنسو زمین پر گرنے لگے اور وہ فرما رہے تھے اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ انہوں نے اپنے بعد والوں کو مشکل میں ڈال دیا ہے (دنیا میں کچھ نہ لینے کا ایسا اونچا معیار قائم کیا ہے کہ بعد والوں کے لیے اسے اختیار کرنا بہت مشکل ہے) اے غلام! ان چیزوں کو اٹھا کر رکھ لو۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! آپ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال سے حبشی غلام، پانی والا اونٹ اور پرانی اونی چادر جس کی قیمت پانچ درہم ہے چھین رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا آپ یہ چیزیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال کو واپس کر دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں اس ذات کی قسم ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا! یہ میرے زمانہ خلافت میں نہیں ہوگا، نہیں ہوگا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تو موت کے وقت ان چیزوں سے جان چھڑا کر گئے اور میں یہ چیزیں ان کے اہل وعیال کو واپس کر دوں اور موت اس سے بھی زیادہ قریب ہے (یعنی میں واپس کروں گا تو یہ تو خوش ہو جائیں گے لیکن اللہ ناراض ہو جائے گا اس لیے میں یہ کام نہیں کر سکتا۔ مجھے بھی دنیا سے جانا ہے تو وہاں جا کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کیا منہ دکھاؤں گا) [اخرجه ابن سعد ۳:۱۹۶]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو ایک عطیہ بھیجا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہمیں بتایا ہے کہ ہمارے لیے بہتر یہ ہے کہ ہم کسی سے کچھ نہ لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا مقصد یہ تھا کہ مانگ کر نہ لیا جائے اور جو بغیر مانگے مل رہا ہو تو وہ اللہ کا دیا ہوا رزق ہے اسے لے لینا چاہیے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! آج کے بعد میں کبھی کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا اور جو بغیر مانگے آئے گا اسے ضرور لوں گا۔

[اخرجه مالك هكذا رواه مالك مرسلا ورواه البيهقي عن زيد بن سلام عن ابيه قال سمعت عمر بن الخطاب يقول فذكره بنحوه كذا في الترغيب ۴:۱۱۸]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہا کو ایک بچھونا ہدیہ میں بھیجا۔ میرا خیال یہ ہے کہ وہ ایک ہاتھ لمبا اور ایک بالشت چوڑا ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور وہ بچھونا دیکھا تو پوچھا یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے؟ انہوں نے کہا یہ مجھے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ہدیہ کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے اٹھایا اور اس زور سے ان کے سر پر مارا کہ ان کے سر کے بال کھل گئے اور پھر فرمایا کہ ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو فوراً جلدی سے میرے پاس لاؤ (یعنی دوڑاتے ہوئے اتنی جلدی لاؤ کہ وہ تھک جائیں) چنانچہ وہ بڑی تیزی سے چلتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور آتے ہی انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میری عورتوں کو ہدیہ کیوں دیتے ہو؟ پھر وہ بچھونا اٹھا کر ان کے سر پر مارا اور فرمایا اسے لے جاؤ ہمیں اس کی ضرورت نہیں۔ [اخرجه ابن سعد و ابن عساكر كذا فى منتخب الكنز ۴: ۳۸۳]

حضرت لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (اسکندریہ کے بادشاہ) مقوقس نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ مقطم پہاڑ کا دامن ستر ہزار دینار میں اسے بیچ دیں۔ اتنی زیادہ قیمت سن کر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ بہت حیران ہوئے اور مقوقس سے کہا کہ میں اس بارے میں امیر المؤمنین کو خط لکھ کر پوچھوں گا۔ چنانچہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں یہ لکھا کہ اس سے پوچھو وہ تمہیں اتنی زیادہ قیمت کیوں دے رہا ہے۔ حالانکہ وہ زمین نہ کاشت کے قابل ہے اور نہ اس سے پانی نکالا جا سکتا ہے اور نہ وہ کسی اور کام آسکتی ہے؟ حضرت عمرو نے مقوقس سے پوچھا تو اس نے کہا ہمیں اپنی آسمانی کتابوں میں اس جگہ کی یہ فضیلت ملتی ہے کہ اس میں جنت کے درخت ہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لکھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا ہم تو صرف یہی جانتے ہیں کہ جنت کے درخت صرف مؤمنوں کو ملیں گے لہٰذا تم اس زمین میں اپنے ہاں کے مسلمانوں کو دفنا دیا کرو اور اسے قبرستان بنا لو اور کسی قیمت پر اسے مت بیچو۔ [اخرجه ابن عبد الحكم كذافى كنز العمال ۳: ۱۵۲]

حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں رمادہ والے سال ۱۸ھ میں حجاز میں زبردست قحط پڑا تھا جو نو

ماہ رہا تھا۔ اس سال کو عام الرمادہ یعنی راکھ والا سال کہا جاتا ہے۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے مٹی راکھ کی طرح ہوگئی تھی۔ رنگ بھی ایسا ہوگیا تھا اور راکھ کی طرح اڑتی تھی عربوں کا سارا علاقہ قحط کی لپیٹ میں آ گیا تھا اس وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا۔ آگے اور حدیث ہے جس میں یہ مضمون بھی ہے کہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بلایا اور قحط زدہ لوگوں میں غلہ وغیرہ تقسیم کرنے کے لیے بھیجا جب وہ اپنے کام سے فارغ ہو کر واپس آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک ہزار دینار بھیجے۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن الخطاب! میں نے آپ کے لیے یہ کام نہیں کیا تھا بلکہ صرف اللہ کے لیے کیا تھا اور میں اس کام پر کچھ نہیں لوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں بہت سے کاموں کے لیے بھیجا کرتے تھے اور واپسی پر ہمیں کچھ دیا کرتے تھے تو ہمارا لینے کو بالکل دل نہیں چاہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں فرماتے انکار نہ کرو۔ اے آدمی! اسے لے لو اور اسے اپنے دینی یا دنیاوی کاموں میں خرچ کرلو۔ یہ سن کر حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ ہزار درہم لے لیے۔ [اخرجه البیهقی ۶: ۳۵۴، واخرجه ایضًا ابن خزیمة والحاکم نحوه عن اسلم کما فی منتخب الکنز ۴: ۳۹۶]

حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو ایک ہزار دینار دینا چاہے تو حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں جو مجھ سے زیادہ ضرورت مند ہو اسے دے دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا ٹھہرو تو سہی (انکار میں جلدی نہ کرو) میں تمہیں اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک سناتا ہوں پہلے اسے سن لو۔ پھر دل چاہے تو لے لینا ورنہ نہ لینا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ مجھے کوئی چیز عنایت فرمائی تو میں نے انکار میں وہی بات کہی جو تم اب کہہ رہے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسے کوئی چیز بغیر سوال اور لالچ کے ملے تو یہ اللہ کی عطا ہے اسے چاہئے کہ وہ اسے لے لے اور واپس نہ کرے۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے وہ دینار لے لئے۔

[اخرجه الشاشی و ابن عساکر کذافی الکنز ۳: ۳۲۵]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر بن

حذیم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا بات ہے اہل شام تم سے بڑی محبت کرتے ہیں؟ (یہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ شام میں گورنر رہے تھے) حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے حقوق کا خیال رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواہی کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دس ہزار دیئے انہوں نے وہ واپس کر دیئے اور یوں کہا میرے پاس بہت سے غلام اور گھوڑے ہیں اور میری حالت اچھی ہے اور میں چاہتا ہوں کہ میں (گورنری کا) جو کام کر رہا ہوں یہ سب مسلمانوں پر صدقہ ہو یعنی اس کام کو کرنے کے بعد مسلمانوں کے بیت المال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم ایسا نہ کرو کیونکہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دس ہزار سے کم مال دیا تھا تو میں نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ویسی بات کہی تھی جیسی تم مجھے اب کہہ رہے ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ تمہیں بغیر سوال اور طلب کے دے رہے ہیں تو اسے لے لو کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہے جو وہ تمہیں دے رہے ہیں۔ [عند الحاکم ۳: ۲۸۶]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب شام والوں کو بہت پسند تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا شام والے تم سے کیوں محبت کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں انہیں ساتھ لے کر غزوہ کرتا ہوں اور ان کے ساتھ غم خواری کرتا ہوں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دس ہزار پیش کیے اور فرمایا یہ لے لو اور ان کو اپنے غزوہ میں کام لے آنا۔ انہوں نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [عند البیھقی وابن عساکر کما فی الکنز ۳: ۳۲۵]

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے لوگوں نے بتایا کہ تم پر مسلمانوں کے بہت سے اجتماعی کاموں کی ذمہ داریاں ڈالی جاتی ہیں تم وہ کام کر دیتے ہو لیکن بعد میں جب ان کاموں پر تمہیں کچھ دیا جاتا ہے تو تم برا مناتے ہو اور نہیں لیتے ہو۔ کیا یہ ٹھیک ہے؟ میں نے کہا میرے پاس بہت سے گھوڑے اور غلام ہیں اور میری معاشی حالت اچھی ہے اس لیے میں چاہتا ہوں کہ میری خدمات کا معاوضہ مسلمانوں پر صدقہ ہو اور میں ان کے مال میں سے کچھ نہ لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا مت کرو کیونکہ شروع میں میری بھی یہی نیت تھی

جو تم نے کر رکھی ہے اور حضور ﷺ مجھے کچھ عطا فرمایا کرتے تھے تو میں کہہ دیا کرتا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے اپنے معمول کے مطابق کہہ دیا مجھ سے زیادہ ضرورت مند کو دے دیں تو آپ نے فرمایا ارے میاں یہ لے لو۔ پھر چاہے اپنے پاس رکھ لینا یا صدقہ کر دینا کیونکہ جو مال از خود آئے نہ تم نے اسے مانگا ہو اور نہ طبیعت میں اس کی طلب ہو تو اسے لے لیا کرو اور اگر ایسی صورت نہ ہو تو اپنے آپ کو اس کے پیچھے مت لگاؤ (یعنی زبان سے مانگو مت اور دل میں اس کی طلب ہو اور وہ آئے تو اسے لو مت) [اخرجه احمد والحمیدی وابن ابی شیبة والدارمی و مسلم والنسائی]

حضرت عبداللہ بن سعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے صدقات وصول کرنے پر مقرر کیا۔ میں نے صدقات وصول کر کے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دے دیئے تو انہوں نے مجھے میری اس خدمت کا معاوضہ دینا چاہا اس پر میں نے کہا میں نے تو یہ کام صرف اللہ کے لیے کیا ہے اور اس کا بدلہ اللہ کے ذمہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو میں تمہیں دے رہا ہوں اسے لے لو کیونکہ میں نے بھی حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ صدقات وصول کرنے کا کام کیا تھا تو آپ نے اس پر مجھے کچھ دینا چاہا۔ میں نے بھی وہی بات کہی تھی جو تم کہہ رہے ہو تو حضور ﷺ نے فرمایا تھا جب میں تمہیں کوئی چیز مانگے بغیر دیا کروں تو اسے لے کر یا خود کھا لیا کرو یا دوسروں پر صدقہ کر دیا کرو (جمع نہ کیا کرو) [عند ابن جریر کذافی الکنز ۳:۳۲۵]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے جنگ حنین کے دن حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو کچھ عطا فرمایا انہوں نے اسے کم سمجھا (اور حضور ﷺ سے اور مانگا) حضور ﷺ نے انہیں اور دے دیا۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے دو مرتبہ دیا ہے۔ ان دونوں میں سے کونسا زیادہ بہتر ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پہلا (جو بن مانگے ملا تھا) اے حکیم بن حزام! یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے جو دیکھنے میں خوشنما اور کھانے میں مزیدار لگتا ہے جو اسے دل کی سخاوت کے ساتھ لے گا (یعنی دینے والا بھی دل کی خوشی سے دے اور لینے والا بھی لے کر جمع کرنے کی طبیعت والا نہ ہو بلکہ دوسروں کو دینے کا مزاج رکھتا ہو اور استغناء والا ہو) اور اسے اچھے طریقہ سے

استعمال کرے گا اس کے لیے اس مال میں برکت دی جائے گی اور جو دل کی لالچ کے ساتھ لے گا اور اسے بری طرح استعمال کرے گا اس کے لیے اس مال میں برکت نہیں ہوگی اور یہ اس آدمی کی طرح ہو جائے گا جو مسلسل کھاتا جا رہا ہے اور اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اوپر والا ہاتھ (یعنی دینے والا ہاتھ) نیچے والے ہاتھ (یعنی لینے والے ہاتھ) سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے مانگنے میں بھی یہی بات ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ مجھ سے مانگنے میں بھی یہی بات ہے؟ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے! اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لوں گا۔ راوی کہتے ہیں اس کے بعد حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے نہ تو مقررہ وظیفہ قبول کیا اور نہ عطیہ یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور (جب وہ نہ لیا کرتے تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے اے اللہ! میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کو بلاتا ہوں تاکہ وہ اس مال میں سے اپنا حصہ لے لیں لیکن وہ ہمیشہ انکار کر دیتے ہیں۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہی کہا کرتے اللہ کی قسم! میں نے نہ آپ سے کچھ لینا ہے اور نہ آپ کے علاوہ کسی اور سے۔ [اخرجه عبد الرزاق كذافي الكنز ۳: ۳۲۲]

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مانگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا۔ میں نے پھر مانگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا فرمایا۔ میں نے تیسری مرتبہ مانگا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا اے حکیم یہ مال سرسبز اور میٹھی چیز ہے پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو کچھ دینے کے لیے بلایا کرتے تو یہ انکار کر دیتے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کو کچھ دینے کے لیے بلایا تو انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس مال غنیمت میں حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کا جو حصہ مقرر کیا ہے وہ حصہ میں نے ان کو پیش کیا لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنی وفات تک کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں لیا۔

[عند الشيخين كذافى الترغيب ۲: ۱۰۱ وقال رواه البخارى و مسلم والترمذى والنسائى باختصار]

حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور ایسے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کی وفات تک کچھ قبول نہیں کیا اور

نہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کچھ لیا اور نہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے۔ یہاں تک کہ ان کا اسی حال پر انتقال ہوگیا۔ [عند الحاکم ۳: ۳۸۳]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا زمین واپس کرنا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عربی شخص حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا۔ انہوں نے اس کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا اور ان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے (سفارش کی) بات بھی کی۔ وہ آدمی (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے) حضرت عامر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی وادی بطور جاگیر مانگی تھی کہ پورے عرب میں اس سے اچھی وادی نہیں ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مجھے عطا فرما دی ہے) اب میں چاہتا ہوں کہ اس وادی کا ایک ٹکڑا آپ کو دے دوں جو آپ کی زندگی میں آپ کا ہو اور آپ کے بعد آپ کی اولاد کا۔ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تمہارے اس ٹکڑے کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آج ایک ایسی سورت نازل ہوئی ہے جس نے ہمیں دنیا ہی بھلا دی ہے اور وہ سورۃ یہ ہے:

﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِي غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ﴾ [سورۃ انبیاء آیت: ۱]

"ان (منکر) لوگوں سے ان کا (وقت) حساب نزدیک آپہنچا اور یہ (ابھی) غفلت (ہی) میں (پڑے ہیں اور) اعراض کئے ہوئے ہیں۔"

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۱۷۹]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے بھتیجے حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں اپنے چچا (حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ) کے ساتھ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میرے چچا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے ربذہ بستی میں رہنے کی اجازت دے دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا ٹھیک ہے اجازت ہے اور ہم آپ کے لیے صدقہ کے کچھ اونٹ مقرر کر دیتے ہیں جو صبح شام آپ کے پاس آجایا کریں گے (آپ ان کا دودھ استعمال کر لیا کریں) میرے چچا نے کہا مجھے ان کی ضرورت نہیں۔ ابوذر کو اس کے اونٹوں کا چھوٹا سا گلہ ہی کافی ہے۔ پھر کھڑے ہوگئے اور یہ

کہا تم اپنی دنیا میں خوب لگے رہو اور ہمیں اپنے رب اور دین کے لیے چھوڑ دو۔ اس وقت یہ لوگ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی میراث تقسیم کر رہے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت کعب رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ اس آدمی کے بارے میں کیا کہتے ہیں جس نے اتنا مال جمع کیا؟ یہ (عبدالرحمٰن بن عوف) اس میں سے زکوٰۃ بھی دیا کرتے تھے اور نیکی کے تمام کاموں میں بھی خرچ کیا کرتے تھے۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے تو اس آدمی کے بارے میں خیر ہی کی امید ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ پر لاٹھی اٹھا کر کہا او یہودی عورت کے بیٹے! تجھے کیا خبر؟ اس حال والا قیامت کے دن اس بات کی ضرور تمنا کرے گا کہ کاش دنیا میں بچھو اس کے دل کے نازک ترین حصہ کو ڈنک مار لیتے (اور وہ اتنا مال پیچھے چھوڑ کر نہ مرتا بلکہ سارا مال صدقہ کر دیتا) [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۱۶۰]

حضرت ابوشعبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور انہیں کچھ خرچہ دینا چاہا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس کچھ بکریاں ہیں جن کا دودھ نکال کر ہم استعمال کر لیتے ہیں اور سواری اور مال برداری کے لیے کچھ گدھے ہیں اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور کپڑوں میں ضرورت سے زائد ایک چوغہ بھی ہے مجھے ڈر ہے کہ ضرورت سے زائد رکھنے پر کہیں مجھ سے اس کا حساب نہ لیا جائے۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۱۶۳]

شام کے گورنر حضرت حبیب بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تین سو دینار بھیجے اور یوں کہا کہ انہیں اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے لانے والے سے کہا یہ ان ہی کے پاس واپس لے جاؤ کیا انہیں ہمارے علاوہ کوئی اور نہ ملا جو اللہ کے بارے میں ہم سے زیادہ دھوکہ میں پڑا ہوا ہو (جو اللہ کے حکموں کو چھوڑ کر اس کے عذاب سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانیوں میں لگا ہوا ہو۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ ضرورت سے زیادہ مال رکھنے کو بھی غلط سمجھتے تھے) ہمارے پاس سایہ میں بیٹھنے کے لیے ایک مکان ہے اور بکریوں کا ایک ریوڑ ہے جو شام کو آ جاتا ہے اور ایک آزاد کردہ باندی ہے جو مفت میں ہماری خدمت کر دیتی ہے۔ بس یہی چیزیں ہمارے پاس ہیں اور کچھ نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھے ضرورت سے زائد رکھنے کا ڈر لگا رہتا

ہے۔[اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۱: ۱۶۱]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حارث قرشی رضی اللہ عنہ جو کہ شام میں رہا کرتے تھے ان کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بڑی تنگدستی میں ہیں تو انہوں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں تین سو دینار بھیج دیئے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے کوئی ایسا اللہ کا بندہ نہیں ملا جو اس کے نزدیک مجھ سے زیادہ بے قیمت ہوتا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس کے پاس چالیس درہم ہیں اور پھر وہ مانگے تو وہ لوگوں سے چمٹ کر سوال کرنے والا ہے (اور اس سے اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے) اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس چالیس درہم اور چالیس بکریاں اور دو خادم ہیں۔[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۹: ۳۳۱ رجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن احمد بن عبد الله بن يونس وهو ثقة واخرجه ابو نعيم عن ابن سيرين نحوه]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابورافع! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم فقیر ہو جاؤ گے۔ میں نے کہا تو میں ابھی صدقہ کر کے اپنی آخرت کے لیے آگے نہ بھیج دوں (بعد میں تو فقیر ہو جاؤں گا صدقہ کرنے کے لیے کچھ پاس نہ ہوگا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لیکن آج کل تمہارے پاس کتنا مال ہے؟ میں نے کہا چالیس ہزار اور وہ میں سارے اللہ کے لیے صدقہ کرنا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے نہیں، کچھ صدقہ کر دو، کچھ اپنے پاس رکھ لو اور اپنی اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ان کا بھی ہم پر اسی طرح حق ہے جس طرح ہمارا ان پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ والد پر بچے کا حق یہ ہے کہ وہ اسے اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی قرآن مجید سکھائے اور تیر اندازی اور تیراکی بھی سکھائے اور جب دنیا سے جائے تو ان کے لیے حلال اور پاکیزہ مال چھوڑ کر جائے۔ میں نے پوچھا میں کس زمانے میں فقیر ہو جاؤں گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد۔ ابوسلیم راوی کہتے ہیں میں نے انہیں دیکھا کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اتنے فقیر ہو گئے تھے کہ وہ بیٹھے ہوئے کہا کرتے تھے کوئی ہے جو نابینا بوڑھے پر صدقہ کرے۔ کوئی ہے جو اس آدمی پر صدقہ کرے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ وہ ان کے بعد فقیر ہو جائے گا۔ کوئی ہے جو صدقہ کرے

کیونکہ اللہ کا ہاتھ سب سے اوپر اور دینے والے کا ہاتھ درمیان میں ہے اور لینے والے کا ہاتھ سب سے نیچے ہے اور جو مالدار ہوتے ہوئے بغیر ضرورت کے سوال کرے گا تو اس کے جسم پر ایک بدنما داغ ہو گا جس سے وہ قیامت کے دن پہچانا جائے گا اور مالدار کو اور طاقتور انسان کو جس کے جسم کے اعضاء ٹھیک ہوں صدقہ لینا جائز نہیں ہے۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک آدمی نے ان کو چار درہم دیئے تو انہوں نے ان میں سے ایک درہم اسے واپس کر دیا تو اس آدمی نے کہا اے اللہ کے بندے! میرا صدقہ واپس نہ کرو۔ انہوں نے فرمایا میں نے اس لیے ایک درہم واپس کیا ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے ضرورت سے زیادہ مال رکھنے سے منع فرمایا ہے (اور مجھے ضرورت تین کی ہے) ابوسلیم راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ بعد میں اتنے مالدار ہو گئے تھے کہ عشر وصول کرنے والا ان کے پاس بھی آیا کرتا تھا لیکن وہ فرمایا کرتے کاش! ابورافع فقیری کی حالت میں مر جاتا (دوبارہ مالدار نہ بنتا) اور غلام کو جتنے میں خریدتے اتنے پر ہی اسے مکاتب بنا دیتے (غلام کو مکاتب بنانے کی صورت یہ ہے کہ مالک اپنے غلام سے یوں کہے کہ تم مجھے اتنا مال کما کر لاؤ تو تم آزاد ہو جاؤ گے) [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ١: ١٨٤]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت عبدالعزیز عمر بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکر رضی اللہ عنہما نے یزید بن معاویہ کی بیعت سے انکار کر دیا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس ایک لاکھ درہم بھیجے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے انہیں واپس کر دیا اور لینے سے انکار کر دیا اور فرمایا میں اپنا دین دنیا کے بدلہ میں بیچ دوں؟ اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ چلے گئے اور وہیں ان کا انتقال ہو گیا۔

[اخرجه الحاكم ٣: ٤٧٦ عن ابراهيم بن محمد بن عبد العزيز بن عمر بن عبدالرحمن بن عوف رضى الله عنه عن ابيه عن جده و اخرجه الزبير بن بكار عن عبد العزيز بن بنحوه كما فى الاصابة ٢: ٤٠٨]

حضرت عبداللہ بن عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو چپکے سے اس ٹوہ میں لگایا کہ وہ یہ پتہ چلائیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے دل میں کیا ارادہ ہے؟ آیا

وہ (یزید کی بیعت نہ کرنے اور خود خلیفہ بننے کے لئے) جنگ کرنا چاہتے یا نہیں تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! (یہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی کنیت ہے) آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی اور امیر المؤمنین (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) کے صاحبزادے ہیں اور آپ خلافت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ خلیفہ وقت کے خلاف کیوں نہیں اٹھ کھڑے ہوتے؟ اگر آپ ایسا کریں تو ہم آپ سے بیعت ہونے کو تیار ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے پوچھا کیا آپ کی اس رائے سے تمام لوگوں کو اتفاق ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ تھوڑے سے آدمیوں کے علاوہ باقی سب متفق ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر سب مسلمان اس رائے سے اتفاق کرلیں لیکن ہجر مقام کے تین آدمی اتفاق نہ کریں تو بھی مجھے اس خلافت کی ضرورت نہیں ہے اس سے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ ان کا جنگ کرنے کا ارادہ نہیں ہے۔ پھر حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا آپ اس آدمی سے بیعت ہونے کے لیے تیار ہیں جس کی بیعت پر تمام لوگ اتفاق کرنے ہی والے ہیں؟ اور وہ آدمی آپ کے نام اتنی زمین اور اتنا مال لکھ دے گا کہ پھر آپکو اور آپ کی اولاد کو اور کسی چیز کی ضرورت نہیں رہے گی۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا آپ پر سخت حیرت ہے۔ آپ میرے پاس سے تشریف لے جائیں اور آئندہ کبھی (اس کام کے لئے) میرے پاس نہ آئیں۔ آپ کا بھلا ہو۔ میرا دین آپ لوگوں کے دینار و درہم کی وجہ سے نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ میں اس دنیا سے اس طرح جاؤں کہ میرا ہاتھ (دنیا کی آلائشوں سے) بالکل پاک صاف ہو۔ [اخرجہ ابن سعد ۴:۱۲۱]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک غلام کو مکاتب بنایا (یعنی اسے فرمایا کہ اتنی رقم دے دو گے تو تم آزاد ہو جاؤ گے) اور مال کی ادائیگی کی قسطیں مقرر کر دیں جب پہلی قسط کی ادائیگی کا وقت آیا تو وہ غلام وہ قسط لے کر ان کے پاس آیا۔ انہوں نے اس سے پوچھا یہ مال تم نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ اس نے کہا کچھ مزدوری کر کے کمایا ہے اور کچھ لوگوں سے مانگ کر لایا ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا تم مجھے لوگوں کا میل کچیل کھلانا چاہتے ہو؟ جاؤ تم اللہ کے لیے آزاد ہو اور مال جو تم لے کر آئے ہو وہ بھی تمہارا ہی ہے۔

[اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱:۳۰۱]

حضرت عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں عراق کے دیہات کے ایک چودھری نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ وہ اس کی ایک ضرورت کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سفارش کر دیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی سفارش کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی وہ ضرورت پوری کر دی۔ اس پر اس چودھری نے حضرت ابن جعفر رضی اللہ عنہما کے پاس چالیس ہزار بھیجے لوگوں نے بتایا کہ یہ اس چودھری نے بھیجے ہیں تو انہیں واپس کر دیا اور فرمایا ہم نیکی بیچا نہیں کرتے۔ [اخرجه ابن ابی الدنیا والخرائطي بسند حسن كذافی الاصابة ۲:۲۹۰]

حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما کا مال واپس کرنا

حضرت عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما کو بیت المال کا ذمہ دار و نگران مقرر کیا اور انہیں تین لاکھ اس خدمت کے عوض دینے چاہے تو حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہ نے رقم لینے سے انکار کر دیا اور حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن ارقم رضی اللہ عنہما کو تیس ہزار بطور معاوضہ کے دینے چاہے لیکن انہوں نے لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ میں نے تو اللہ کے لیے کام کیا تھا۔

[اخرجه البغوی من طریق ابن عیینه كذافی الاصابة ۲:۲۷۴]

حضرت عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ کا مال واپس کرنا

حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عمرو بن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہما کے ہاں ٹھہرا ہوا تھا جب رمضان شریف کا مہینہ آیا تو ایک آدمی دراہم کی تھیلی لے کر ان کے پاس آیا اور کہا امیر حضرت مصعب بن زبیر رضی اللہ عنہ آپ کو سلام کہتے ہیں اور کہتے ہیں قرآن کے ہر قاری کی خدمت میں ہماری طرف سے عطیہ ضرور بھیجا جائے (اس لیے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے) یہ دراہم اپنی ضرورت میں خرچ کر لیں تو حضرت عمرو بن نعمان نے لانے والے سے کہا جا کر ان سے کہہ دینا اللہ کی قسم! ہم نے قرآن دنیا حاصل کرنے کے لیے نہیں پڑھا اور وہ تھیلی ان کو واپس کر دی۔ [اخرجه ابن ابی شیبة كذافی الاصابة ۳:۲۱]

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی صاحبزادیوں حضرت اسماء رضی اللہ عنہا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا مال واپس کرنا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قتیلہ بنت عبدالعزیٰ بن عبدالاسد جو کہ بنو مالک بن حسل قبیلہ میں سے تھیں ابھی مشرک ہی تھیں کہ وہ گوہ، روٹیاں اور گھی ہدیہ میں لے کر اپنی بیٹی حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے پاس آئیں تو حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کا ہدیہ لینے سے انکار کر دیا اور انہیں اپنے گھر آنے سے روک دیا۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِى الدِّيْنِ﴾ [سورۂ ممتحنہ آیت:۸]

''اور اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔''

چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا سے کہا کہ وہ اپنی والدہ کا ہدیہ قبول کر لیں اور انہیں اپنے گھر آنے دیں۔ [اخرجه احمد والبزار قال الهيثمى ۷: ۱۲۳ وفيه مصعب بن ثابت وثقه ابن حبان وضعفه جماعة وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مسکین عورت میرے پاس آئی وہ مجھے تھوڑی سی چیز ہدیہ کرنا چاہتی تھی مجھے اس کی غربت پر ترس آیا اس لیے مجھے اس سے ہدیہ لینا اچھا نہ لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے ایسا کیوں نہ کیا کہ تم اس سے ہدیہ قبول کر لیتیں اور پھر اسے ہدیہ کے بدلے میں کچھ دے دیتیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ تم نے اس عورت کو حقیر سمجھا ہے۔ عائشہ! تواضع اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند کرتے ہیں اور تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے ہیں۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۴: ۲۰۴]

سوال کرنے سے بچنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ بہت زیادہ محتاج اور بدحال ہو گئے مجھے میرے گھر والوں نے کہا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر کچھ مانگ لوں چنانچہ میں

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا وہاں میں نے حضور ﷺ سے سب سے پہلی جو بات سنی تھی وہ یہ تھی کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو اللہ تعالیٰ سے غنا طلب کرے گا (غنا یہ ہے کہ دل میں دنیا کی طلب وحرص نہ رہے) غنا عطا فرماویں گے اور جو عفت طلب کرے گا (عفت یہ ہے کہ آدمی اللہ کی تمام منع کی ہوئی چیزوں سے اور مانگنے سے رکے اور پاکدامن ہو) اللہ تعالیٰ اسے عفت عطا فرمائیں گے اور جو ہم سے کوئی چیز مانگے گا اور وہ چیز جو ہمارے پاس موجود ہو تو ہم اسے اپنے لیے بچا کر نہیں رکھیں گے بلکہ ہم اسے وہ چیز دے دیں گے یہ سن کر میں نے حضور ﷺ سے کچھ نہ مانگا اور ویسے ہی واپس آ گیا (ہم نے فقر وفاقہ اور تکلیفوں کے دین کی محنت کی جس کے نتیجہ میں) بعد میں دنیا ہم پر ٹوٹ پڑی۔ [اخرجه ابن جرير]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نے صبح کو بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھا ہوا تھا تو میری بیوی یا باندی نے مجھ سے کہا حضور ﷺ کی خدمت میں جاؤ اور ان سے کچھ مانگ لو۔ فلاں آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر مانگا تھا حضور ﷺ نے اسے عطا فرمایا ہے۔ چنانچہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ ﷺ بیان فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے اپنے بیان میں یہ بھی فرمایا جو اللہ سے غنا طلب کرے گا اللہ اسے غنی بنا دیں گے اور جو ہم سے مانگے گا ہم یا تو اسے دے دیں گے یا اس کے ساتھ غم خواری کریں گے اور جو ہم سے غنا برتتا ہے اور ہم سے مانگتا نہیں ہے وہ ہمیں مانگنے والے سے زیادہ محبوب ہے۔ یہ سن کر میں واپس آ گیا اور حضور ﷺ سے کچھ نہ مانگا (جب میں نے حضور ﷺ کی بات پر عمل کیا اور مانگا نہیں اور فاقہ پر صبر کیا اور پھر بھی دین کی محنت پوری طرح کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ نے قربانیوں کے ساتھ دین کی محنت کرنے پر جو برکت ورحمت کا وعدہ فرما رکھا ہے وہ پورا فرمایا) اور پھر اللہ تعالیٰ ہمیں دیتے رہے یہاں تک کہ اب میرے علم کے مطابق انصار میں کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ مالدار نہیں ہے۔
[اخرجه ابن جرير كذا في الكنز ٣: ٣٢٢]

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھ سے کچھ وعدہ فرما رکھا تھا جب بنو قریظہ یہودیوں کا علاقہ فتح ہو گیا تو میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپ ﷺ اپنا وعدہ پورا فرمائیں اور مجھے عطا فرمائیں میں نے سنا کہ آپ ﷺ فرما رہے تھے جو اللہ سے غنا کو طلب کرے گا اللہ اسے غنی فرمائیں گے اور جو قناعت اختیار کرے گا اللہ اسے قناعت

عطا فرمادیں گے (قناعت یہ ہے کہ انسان کو تھوڑی بہت جتنی دنیا ملے اسی پر راضی ہو جائے) جب میں نے یہ سنا تو میں نے اپنے دل میں کہا ایسی بات ہے تو پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ نہیں مانگوں گا۔[اخرجه البزار عن ابی سلمة بن عبدالرحمن بن عوف عن ابیه و ابوسلمة لم یسمع من ابیه قال ابن معین و غیره کذا فی الترغیب ۲: ۱۰۴]

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے کہ وہ لوگوں سے کچھ نہیں مانگے گا میں اس کے لیے جنت کا ضامن بنتا ہوں۔ میں نے عرض کیا میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت ثوبان کبھی بھی کسی سے کچھ نہیں مانگا کرتے تھے۔[اخرجه احمد و النسائی و ابن ماجة و ابوداؤد باسناد صحیح]

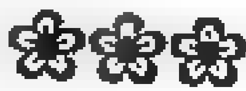
ابن ماجہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے فرمایا لوگوں سے کچھ نہ مانگا کرو چنانچہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سواری پر سوار ہوتے اور ان کے ہاتھ سے ان کا کوڑا اگر جاتا تو کسی سے نہ کہتے کہ یہ مجھے اٹھا دو بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اٹھاتے۔

[اخرجه الطبرانی و اخرجه احمد و النسائی عن ثوبان مختصرا]

اور اعمال اسلام پر بیعت ہونے کے باب میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں گزرا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو اس بات پر بیعت کیا کہ وہ کسی سے کچھ نہیں مانگیں گے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کو مکہ مکرمہ میں بھرے مجمع میں دیکھا کہ وہ سواری پر سوار ہوتے تھے ان کا کوڑا گر جاتا اور بعض دفعہ وہ کوڑا کسی کے کندھے پر گر جاتا اور وہ آدمی کوڑا ان کو دینا چاہتا تو وہ اس سے کوڑا نہ لیتے بلکہ خود سواری سے نیچے اتر کر اس کوڑے کو اٹھاتے۔[اخرجه الطبرانی و اخرجه احمد و النسائی عن ثوبان مختصراً]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بعض دفعہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اونٹنی کی نکیل چھوٹ کر زمین پر گر جاتی تو وہ اونٹنی کی اگلی ٹانگ پر مار کر اسے بٹھاتے اور نکیل کو خود اٹھاتے۔ لوگ ان سے کہتے آپ ہمیں (اونٹنی کے اوپر سے) فرما دیتے ہم آپ کو نکیل پکڑا دیتے تو فرماتے میرے محبوب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم فرمایا تھا کہ میں لوگوں سے کچھ نہ مانگوں۔

[عند احمد ایضاً کما فی الکنز ۳: ۳۲۱]



دنیا کی وسعت اور کثرت سے ڈرنا

حضور ﷺ کا ڈر

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آٹھ سال کے بعد شہدائے احد پر اس طرح نماز جنازہ پڑھی گویا کہ آپ زندہ اور مردہ لوگوں کو رخصت فرما رہے ہیں (یعنی آپ کو اندازہ تھا کہ دنیا سے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے اس لیے زندہ لوگوں کو خاص خاص باتوں کی وصیت اور تاکید فرما رہے تھے اور مردہ لوگوں کے لیے بڑے اہتمام سے دعا و استغفار فرما رہے تھے کہ پھر اس کا موقع تو رہے گا نہیں) پھر آپ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میں تم لوگوں سے پہلے آگے جا رہا ہوں اور میں تمہارے حق میں گواہ بنوں گا اور تم سے وعدہ ہے کہ حوض کوثر پر تم سے ملاقات ہوگی اور میں اپنی اس جگہ سے اس وقت حوض کوثر کو دیکھ رہا ہوں (کیونکہ اللہ تعالیٰ نے درمیان کے تمام پردے ہٹا دیے ہیں) مجھے تمہارے بارے میں اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم شرک کرنے لگو بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم لوگ دنیا کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو۔ حضرت عقبہ کہتے ہیں یہ حضور ﷺ کی زیارت کا میرے لیے آخری موقع تھا۔

[اخرجه البخاری ۵۷۸]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک دن باہر تشریف لے گئے اور احد والوں کی نماز جنازہ پڑھی پھر پچھلی حدیث والا مضمون بیان فرمایا۔ اس حدیث میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ کی قسم! میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں اور مجھے زمین کے تمام خزانوں کی چابیاں دے دی گئی ہیں (جس کی وجہ سے حضور ﷺ کے بعد قیصر و کسریٰ کے خزانے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ملے اور کئی ملک فتح ہوئے) اور اللہ کی قسم! مجھے اس بات کا ڈر نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرنے لگو گے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم دنیا حاصل کرنے کے شوق میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے لگو گے۔ [عند البخاری فی الرقاق]

حضرت عمرو بن عوف انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت ابو عبیدہ بن جراح

رضی اللہ عنہ کو بحرین جزیہ لانے کے لیے بھیجا۔ چنانچہ وہ بحرین سے بہت سا مال (ایک لاکھ اسی ہزار یا دو لاکھ درہم) لے کر آئے۔ حضرات انصار نے جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے واپس آنے کی خبر سنی تو انہوں نے فجر کی نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پڑھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد ان کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ سب حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آ کر بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا میرا خیال ہے کہ تم نے سن لیا ہے کہ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے کچھ لے کر آئے ہیں۔ انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (اپنی اس بات کو چھپایا نہیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں خوشخبری دیتا ہوں اور خوشی حاصل ہونے کی امید رکھو (یعنی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جو مال لائے ہیں اس میں سے تمہیں ضرور کچھ ملے گا) اللہ کی قسم! مجھے تم پر فقر کا ڈر نہیں ہے بلکہ اس بات کا ڈر ہے کہ تم پر دنیا اس طرح پھیلا دی جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر پھیلا دی گئی تھی اور تم بھی اس کے حاصل کرنے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگو گے جیسے پہلوں نے کی تھی پھر یہ دنیا تمہیں اسی طرح ہلاک کر دے گی جیسے اس نے ان کو ہلاک کیا تھا۔

[اخرجه الشیخان کذا فی الترغیب ۵: ۱۴۱]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی کھڑا ہوا جس کی طبیعت میں اجڈ پنا تھا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں تو قحط نے مار ڈالا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر قحط کا اتنا ڈر نہیں ہے جتنا اس بات کا ہے کہ تم پر دنیا خوب پھیلا دی جائے گی۔ کاش میری اُمت سونا نہ پہنتی۔

[اخرجه احمد والبزار ورواه احمد رواة الصحیح کذا فی الترغیب ۵: ۱۴۴]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک حدیث میں فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ منبر پر بیٹھے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھ گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے جن باتوں کا تم پر ڈر ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے لیے دنیا کی زیب و زینت اور سرسبزی و شادابی کھول دیں گے (اور تم دنیا سے محبت کرنے لگو گے کیونکہ دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے)

[اخرجه الشیخان کذافی الترغیب ۵: ۱۴۴]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے تم پر فقر و فاقہ اور بدحالی کی آزمائش سے زیادہ ڈر خوشحالی اور فراوانی کی آزمائش کا ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو فقر و فاقہ اور

بدحالی کے ذریعے آزما چکے ہیں۔ اس میں تم نے صبر سے کام لیا (اور کامیاب ہو گئے) اور دنیا میٹھی اور سرسبز ہے۔ پتہ نہیں اس آزمائش میں کامیاب ہوتے ہو یا نہیں۔

[اخرجه ابویعلی والبزار و فيه راولم يسم وبقية رواته رواة الصحيح كذا فی الترغيب ۵:۱۴۵]

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں کھڑے ہو کر فرمایا تم فقر و فاقہ سے ڈرتے ہو یا تمہیں دنیا کا فکر و غم لگا ہوا ہے؟ اللہ تعالیٰ فارس اور روم پر تمہیں فتح دیدیں گے اور تم پر دنیا کی بہت زیادہ فراوانی ہو گی اور اس دنیا کی وجہ سے ہی تم لوگ صحیح راستے سے ہٹ جاؤ گے۔ [اخرجه الطبرانی و فی اسناده بقية كذافی الترغيب ۵:۱۴۲]

دنیا کی وسعت سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ڈرنا اور رونا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس قادسیہ کا کچھ مال غنیمت آیا۔ آپ اس کا جائزہ لے رہے تھے اور اسے دیکھ رہے تھے اور رو رہے تھے ان کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا اے امیر المومنین! یہ تو خوشی اور مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ لیکن جن لوگوں کے پاس یہ مال آتا ہے ان میں اس کی وجہ سے آپس میں بغض و عداوت بھی ضرور پیدا ہو جاتی ہے۔

[اخرجه البیهقی ۶:۳۵۸، واخرجه الخرائطی ایضا عن المسور مثله كما فی الكنز ۲:۳۲۱]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اسے بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ ہم اسے بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے تو ان سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اللہ کی قسم! یہ تو اللہ کا شکر ادا کرنے اور خوشی و مسرت کا دن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے اس مال نے ان کے درمیان بغض و عداوت ضرور پیدا کی ہے۔

[اخرجه البیهقی ۶:۳۵۸، واخرجه الخرائطی ایضا عن المسور مثله كما فی الكنز ۲:۳۲۱]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس

کسریٰ کے خزانے آئے تو ان سے حضرت عبداللہ بن ارقم زہری رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اسے بیت المال میں کیوں نہیں رکھ دیتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ ہم اسے بیت المال میں نہیں رکھیں گے بلکہ تقسیم کریں گے۔ یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس قوم کو بھی یہ مال دیا ہے اس مال نے ان کے درمیان بغض وعداوت ضرور پیدا کی ہے۔ [عند البیھقی ایضاً ۶:۳۵۸، واخرجه ابن المبارك و عبد الرزاق و ابن ابی شیبة عن ابراهیم مثله کما فی الکنز ۲:۳۲۱، واخرجه احمد فی الزهد و ابن عساکر عن ابراهیم نحوه مختصراً کما فی الکنز ۲:۱۴۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسریٰ کا تاج حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا (تاج کے ساتھ کسریٰ کی زیب وزینت کا سامان بھی تھا) اسوقت وہاں لوگوں میں حضرت سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کسریٰ بن ہرمز کے دونوں کنگن ان کے سامنے رکھ دیئے۔ حضرت سراقہ نے دونوں کنگن اپنے ہاتھوں میں ڈالے تو ان کے کندھوں تک پہنچ گئے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دونوں کنگن ان کے ہاتھوں میں دیکھے تو فرمایا الحمد للہ! اللہ کی قدرت دیکھو کہ کسریٰ بن ہرمز کے دو کنگن اس وقت بنو مدلج کے ایک دیہاتی سراقہ بن مالک بن جعشم رضی اللہ عنہ کے دو ہاتھوں میں ہیں۔ پھر فرمایا اے اللہ! مجھے معلوم ہے کہ تیرے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ انہیں کہیں سے مال ملے اور وہ اسے تیرے راستے میں اور تیرے بندوں پر خرچ کریں لیکن تو نے ان پر شفقت کرتے ہوئے اور ان کے لیے زیادہ بہتر صورت اختیار کرتے ہوئے ان سے مال کو دور رکھا (اور اب میرے زمانے میں یہ مال بہت زیادہ آ رہا ہے) اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ چاہتا ہوں کہ یہ مال کا زیادہ آنا کہیں تیری طرف سے عمر کے خلاف داؤ نہ ہو۔ (یعنی کہیں اس سے عمر (رضی اللہ عنہ) کے دین اور آخرت کا نقصان نہ ہو) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿أَيَحْسَبُونَ أَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهِ مِنْ مَالٍ وَبَنِينَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَا يَشْعُرُونَ﴾ [سورۃ مؤمنون آیت:۵۵،۵۶]

''کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں (یہ بات ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ (اس کی وجہ) نہیں جانتے۔'' [عند البیھقی ایضاً ۶:۳۵۸، واخرجه عبد بن حمید و ابن المنذر و

[ابن عساکر عن الحسن مثلہ کما فی منتخب الکنز ۴: ۴۱۲]

حضرت ابوسنان دوئلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ان کے پاس مہاجرین اولین کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی۔آپ نے خوشبو وغیرہ رکھنے کا تھیلا یعنی جامہ دان لانے کے لیے ایک آدمی بھیجا۔وہ تھیلا ٹوکری یا بوری جیسا تھا یہ تھیلا عراق کے ایک قلعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا تھا اس میں ایک انگوٹھی بھی تھی جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک بچے نے لے کر منہ میں ڈال لیا۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے وہ انگوٹھی لے لی اور پھر رو پڑے۔پاس بیٹھے ہوئے لوگوں نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فتوحات عطا فرما رکھی ہیں اور آپ کو آپ کے دشمن پر غالب کر دیا ہے اور آپ کی آنکھیں (خوشیاں عطا فرما کر) ٹھنڈی کر دی ہیں۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جن لوگوں پر دنیا کی فتوحات ہونے لگتی ہیں اور انہیں دنیا بہت مل جاتی ہے تو ان کے درمیان ایسی بغض وعداوت پیدا ہو جاتی ہے جو قیامت تک چلتی رہتی ہے مجھے اس کا ڈر لگ رہا ہے (اس لیے رو رہا ہوں)

[اخرجه احمد باسناد حسن والبزار وابويعلى كذا فى الترغيب ۵: ۱۴۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا معمول یہ تھا کہ وہ جب نماز سے فارغ ہو جاتے تو لوگوں کی خاطر بیٹھ جاتے۔جس کو کوئی ضرورت ہوتی تو وہ ان سے بات کر لیتا اور اگر کسی کو کوئی ضرورت نہ ہوتی تو کھڑے ہو جاتے۔ایک مرتبہ انہوں نے لوگوں کو بہت سی نمازیں پڑھائیں لیکن کسی نماز کے بعد بیٹھے نہیں۔میں نے (ان کے دربان سے) کہا اے یرفا! کیا امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری ہے؟ اس نے کہا نہیں۔امیر المومنین کو کوئی تکلیف یا بیماری نہیں ہے۔میں وہیں بیٹھ گیا۔اتنے میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی تشریف لے آئے وہ بھی آکر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر میں یرفا باہر آیا اور اس نے کہا اے ابن عفان! اے ابن عباس! آپ دونوں اندر تشریف لے چلیں۔چنانچہ ہم دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر گئے۔وہاں ہم نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے مال کے بہت سے ڈھیر رکھے ہوئے ہیں اور ہر ڈھیر پر کندھے کی ہڈی رکھی ہوئی تھی جس پر کچھ لکھا ہوا تھا (اس زمانے میں کاغذ کی کمی کی وجہ سے ہڈیوں پر بھی لکھا جاتا تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تمام اہل مدینہ پر نگاہ ڈالی تو تم

دونوں ہی مدینہ میں سب سے بڑے خاندان والے نظر آئے ہو یہ مال لے جاؤ اور آپس میں تقسیم کرلو اور جو بچ جائے وہ واپس کر دینا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تو لپ بھر کر لینا شروع کر دیا لیکن میں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر عرض کیا کہ اگر کم پڑ گیا تو آپ ہمیں اور دیں گے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے نا پہاڑ کا ایک ٹکڑا۔ یعنی ہے نا اپنے باپ عباس کا بیٹا (کہ ان کی ہی طرح جری' سمجھ دار اور ہوشیار ہے) کیا یہ مال اس وقت اللہ کے پاس نہیں تھا جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم (فقر و فاقہ کی وجہ سے) کھال کھایا کرتے تھے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم! جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ تھے تو یہ سب کچھ اللہ کے پاس تھا لیکن اگر اللہ ان کو یہ سب کچھ دیتے تو وہ کسی اور طرح تقسیم کرتے جس طرح آپ کرتے ہیں اس طرح نہ کرتے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا اچھا کس طرح تقسیم کرتے؟ میں نے کہا خود بھی کھاتے اور ہمیں بھی کھلاتے۔ یہ سنتے ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونچی آواز سے رونے لگ پڑے جس سے ان کی پسلیاں زور زور سے ہلنے لگیں پھر فرمایا میں یہ چاہتا ہوں کہ میں اس خلافت سے برابر سرابر چھوٹ جاؤں' نہ اس پر مجھے کچھ انعام ملے اور نہ میری پکڑ ہو۔ [اخرجه الحميدی وابن سعد ۳:۲۰۷ والبزار وسعيد بن منصور والبيهقی ۶:۳۵۸' وغيرهم كذا فی الكنز ۲:۲۲۰' وقال الهيثمی ۱۱:۳۴۲' رواه البزار و اسناده جيد]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا میں ان کی خدمت میں گیا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے سامنے چمڑے کے دسترخوان پر سونا بکھرا پڑا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آؤ اور یہ سونا اپنی قوم میں تقسیم کر دو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سونا اور مال اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے دور رکھا اور مجھے دے رہے ہیں۔ اب اللہ ہی زیادہ جانتے ہیں کہ مجھے یہ مال خیر کی وجہ سے دیا جا رہا ہے یا شر کی وجہ سے۔ پھر فرمایا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ مال اس وجہ سے دور نہیں رکھا کہ ان دونوں کے ساتھ شر کا ارادہ تھا اور مجھے اس وجہ سے نہیں دے رہے ہیں کہ میرے ساتھ خیر کا ارادہ ہے (بلکہ معاملہ برعکس معلوم ہوتا ہے)

[اخرجه ابوعبيد و ابن سعد ۳:۲۱۸ وابن راهويه و الشاشی و حسن كذافی الكنز ۲:۳۱۷]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بلانے کے

لیے میرے پاس ایک آدمی بھیجا۔ میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب میں دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے اندر سے ان کے زور سے رونے کی آواز سنی میں نے گھبرا کر کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ کی قسم! امیر المومنین کو کوئی زبردست حادثہ پیش آیا ہے (جس کی وجہ سے اتنے زور سے رو رہے ہیں) میں نے اندر جا کر ان کا کندھا پکڑ کر کہا اے امیر المومنین! پریشان ہونے کی کوئی بات نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔ پریشان ہونے کی بہت بڑی بات ہے اور میرا ہاتھ پکڑ کر دروازے کے اندر لے گئے میں نے وہاں جا کر دیکھا کہ اوپر نیچے بہت سے تھیلے رکھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے فرمایا اب خطاب کی اولاد کی اللہ کے ہاں کوئی قیمت نہیں رہی۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو میرے دونوں ساتھیوں یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی یہ مال دیتے اور وہ دونوں اسے خرچ کرنے میں جو طریقہ اختیار کرتے میں بھی اسے اختیار کرتا۔ میں نے کہا آئیں بیٹھ کر سوچتے ہیں کہ اسے کیسے خرچ کرنا ہے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے امہات المومنین (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات) کے لیے چار چار ہزار اور مہاجرین کے لیے چار چار ہزار اور باقی لوگوں کے لیے دو دو ہزار درہم تجویز کیے اور یوں وہ سارا مال تقسیم کر دیا۔

[اخرجه ابو عبید و العدنی کذافی الکنز ۲:۳۱۸]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت سے ڈرنا اور رونا

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے روزہ رکھا ہوا تھا (روزہ کھولنے کے لئے) ان کے پاس کھانا لایا گیا تو اسے دیکھ کر فرمایا حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ انہیں شہید کیا گیا اور پھر انہیں ایسی چادر میں کفن دیا گیا جو اتنی چھوٹی تھی کہ اگر ان کا سر ڈھک دیا جاتا تو ان کے پیر کھل جاتے اور اگر پیر ڈھکے جاتے تو ان کا سر کھل جاتا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ ان کو بھی شہید کیا گیا۔ پھر دنیا کی ہم پر بہت وسعت ہو گئی اور ہمیں اللہ کی طرف سے دنیا بہت زیادہ دی گئی۔ اب ہمیں ڈر ہے کہ کہیں ہمیں ہماری نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی تو نہیں دے دیا گیا پھر رونا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہ کھانا نہ کھا سکے۔ [اخرجه البخاری ۵۷۹ واخرجه ابونعیم فی الحلیة ایضا ۱:۱۰۰]

حضرت نوفل بن ایاس ہذلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ہمارے ہم مجلس تھے اور بڑے اچھے ہم مجلس تھے۔ ایک دن ہمیں اپنے گھر لے گئے۔ ہم ان کے گھر میں داخل ہو گئے پھر وہ

اندر گئے اور غسل کر کے باہر آئے اور ہمارے ساتھ بیٹھ گئے۔ پھر اندر سے ایک پیالہ آیا جس میں روٹی اور گوشت تھا۔ جب وہ پیالہ سامنے رکھا گیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ ہم لوگوں نے ان سے کہا اے ابو محمد! (یہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں نے کبھی جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اس لیے میرے خیال میں یہ نہیں ہو سکتا کہ اللہ نے ہمیں جو دنیا میں زندہ رکھا اور دنیا کی وسعت عطا فرمائی ہے۔ ہماری یہ حالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت سے بہتر ہو اور ہمارے لیے اس میں خیر زیادہ ہو۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیة ۱: ۹۹، واخرجه الترمذی والسراج عن نوفل نحوہ کما فی الاصابة ۲: ۴۱۷]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا اے اماں جان! مجھے ڈر ہے کہ میرا مال مجھے ہلاک کر دے گا کیونکہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ میں نے کہا اے میرے بیٹے! تم (اپنا مال دوسروں پر) خوب خرچ کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے میرے بعض ساتھی ایسے ہیں جو جدا ہونے کے بعد مجھ دیکھ نہیں سکیں گے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے اور ان کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو میری والی حدیث سنائی۔ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور فرمایا میں خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا میں ان میں سے ہوں؟ میں نے کہا نہیں آپ ان میں سے نہیں ہیں اور آپ کے اس سوال کا تو میں نے جواب دے دیا لیکن آئندہ آپ کے بعد کسی کو نہیں بتاؤں گا کہ وہ ان میں سے نہیں ہے۔

[اخرجه البزار قال الهیثمی ۹: ۷۲، رجاله رجال الصحیح]

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ کا دنیا کی وسعت و کثرت سے ڈرنا اور رونا

حضرت یحییٰ بن جعدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے آئے۔ انہوں نے کہا اے ابو عبداللہ! آپ کو خوشخبری ہو آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے تو انہوں نے گھر کے اوپر اور نیچے والے حصہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس گھر کے ہوتے ہوئے میں کیسے (حوض کوثر پر) جا سکتا ہوں؟ حالانکہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا تمہیں اتنی دنیا کافی ہے جتنا ایک سوار کے پاس سواری پر توشہ ہوتا ہے (اور میرے پاس توشہ سے کہیں زیادہ ہے)

[اخرجہ ابو یعلی والطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب ۵: ۸۴]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم حضرت خباب رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ! (یہ حضرت خباب کی کنیت ہے) آپ کو خوشخبری ہو۔ کل آپ (انتقال کے بعد) اپنے بھائیوں کے پاس پہنچ جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت خباب رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا مجھے موت سے گھبراہٹ نہیں ہے لیکن تم نے میرے بھائیوں کا نام لے کر مجھے ان لوگوں کی یاد تازہ کرا دی ہے جو اپنے نیک اعمال اور دینی محنت کا سارا اجر و ثواب ساتھ لے کر آگے چلے گئے (اور دنیا میں انہیں کچھ نہیں ملا) اور مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ان کے جانے کے بعد ہمیں اللہ نے جو مال و دولت دنیا میں دی ہے وہ کہیں ہمارے ان اعمال کا بدلہ نہ ہو جن کا تم تذکرہ کر رہے ہو۔

[عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۴۵، واخرجہ ابن سعد ۳: ۱۱۸ عن طارق بنحوہ]

حضرت حارثہ بن مضرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت خباب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے انہوں نے (اس زمانے کے دستور کے مطابق علاج کے لئے) اپنے پیٹ پر گرم لوہے سے سات داغ لگوا رکھے تھے۔ انہوں نے کہا اگر حضور ﷺ کا یہ ارشاد نہ ہوتا کہ تم میں سے کوئی بھی ہرگز موت کی تمنا نہ کرے تو میں ضرور موت کی تمنا کرتا۔ ایک ساتھی نے عرض کیا (آپ ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟) آپ ذرا خیال فرمائیں دنیا میں آپ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل رہی اور انشاء اللہ (مرنے کے بعد) آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ انہوں نے کہا اب جو میرے پاس اتنی دنیا جمع ہو گئی ہے اس کی وجہ سے مجھے ڈر ہے کہ شاید میں ان کی خدمت میں نہ پہنچ سکوں۔ دیکھو یہ گھر میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔ [عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۴۴]

حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے آپ کو حضور ﷺ کے ساتھ اس حال میں دیکھا ہے کہ میں ایک درہم کا بھی مالک نہیں تھا اور آج

میرے گھر کے ایک کونے میں چالیس ہزار درہم پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے لیے جب کفن لایا گیا تو اسے دیکھ کر رو پڑے اور فرمایا (مجھے تو ایسا اچھا اور مکمل کفن مل رہا ہے) اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے کفن کی تو صرف ایک دھاری دار چادر تھی اور وہ بھی اتنی چھوٹی کہ اسے سر پر ڈالا جاتا تو پاؤں ننگے ہو جاتے اور اگر پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر ننگا ہو جاتا آخر سر ڈھک کر پیروں پر اذخر گھاس ڈال دی گئی۔ [اخرجه ابو نعیم ۱:۱۴۵ من طریق آخر عن حارثة نحوه مختصراً واخرجه ابن سعد ۳:۱۱۷ عن حارثة بنحوه]

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ ہم لوگ ان کی عیادت کرنے گئے تو انہوں نے فرمایا اس صندوق میں اسی ہزار درہم رکھے ہوئے ہیں اور اللہ کی قسم! (کھلے رکھے ہوئے ہیں) میں نے انہیں کسی تھیلی میں ڈال کر اس کا منہ بند نہیں کیا (انہیں جمع کر کے رکھنے کا میرا ارادہ نہیں ہے) اور نہ میں نے کسی مانگنے والے سے انہیں بچا کر رکھا ہے (جو بھی مانگنے والا آیا ہے اسے ضرور دیا ہے) میں تو انہیں خرچ کرنے کی پوری کوشش کرتا رہا لیکن یہ پھر بھی اتنے بچ گئے اور اس کے بعد رو دیئے۔ ہم نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اس وجہ سے روتا ہوں کہ میرے ساتھی اس دنیا سے اس حال میں گئے کہ (دین کے زندہ کرنے کی محنت انہوں نے خوب قربانیوں اور مجاہدوں کے ساتھ کی اور) انہیں دنیا کچھ نہ ملی (یونہی فقر و فاقہ میں یہاں سے چلے گئے۔ اس لیے ان کی محنت اور اعمال کا سارا بدلہ انہیں اگلے جہان میں ملے گا) اور ہم ان کے بعد یہاں دنیا میں رہ گئے اور ہمیں مال و دولت خوب ملی۔ جو ہم نے ساری مٹی گارہ میں یعنی تعمیرات میں لگا دی۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱:۱۴۵]

اور حضرت ابو اسامہ رضی اللہ عنہ نے جو روایت حضرت ادریس رضی اللہ عنہ سے کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ یہ دنیا تو مینگنی وغیرہ ہوتی۔ [قال ابو نعیم]

حضرت قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے پہلے بہت سے ایسے لوگ آگے چلے گئے ہیں جنہیں دنیا کچھ نہیں ملی اور ہم ان کے بعد اس دنیا میں رہ گئے اور ہمیں بہت زیادہ دنیا ملی ہے جسے تعمیرات میں خرچ کرنے کے علاوہ ہمیں اور کوئی مصرف بھی نظر نہیں آ رہا اور مسلمان کو ہر جگہ خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور (بلا ضرورت) تعمیر میں خرچ کرنے کا ثواب نہیں ملتا۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱:۱۴۶]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم نے حضور ﷺ کے ساتھ اللہ کی رضا کے لیے ہجرت کی۔اس کا اجر اللہ تعالیٰ ہمیں ضرور عطا فرمائیں گے۔اب ہمارے کچھ ساتھی تو اس دنیا سے چلے گئے اور انہوں نے اپنے اعمال اور اپنی محنت کا بدلہ دنیا میں کچھ نہیں لیا۔ان میں سے ایک حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ ہیں جو جنگ احد کے دن شہید ہوئے وہ صرف ایک دھاری دار چادر ہی چھوڑ کر گئے تھے وہ اتنی چھوٹی تھی کہ جب ہم اس سے سر ڈھانکتے تو ان کے پاؤں کھل جاتے اور جب اس سے ان کے پاؤں ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا۔آخر ہمیں حضور ﷺ نے فرمایا چادر سے ان کا سر ڈھانک دو اور ان کے پاؤں پر اذخر گھاس ڈال دو اور ہمارے بعض ساتھیوں کے پھل پک چکے ہیں جنہیں وہ چن رہے ہیں یعنی اب ان کو دنیا کی مال و دولت خوب مل گئی ہے۔

[عند البخاری و اخرجه ابن سعد ۳:۸۵، وابن ابی شیبة بمثله کما فی الکنز ۷:۸۶]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت سے ڈرنا اور رونا

قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہا۔ایک دفعہ انہوں نے کسریٰ کے ان خزانوں کا تذکرہ کیا جو اللہ نے مسلمانوں کو فتوحات میں دیئے تھے اور فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ خزانے دیئے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائیں اس نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں یہ سارے خزانے روک رکھے تھے (حالانکہ اللہ نے حضور ﷺ کو تمام خیرات و برکات عطا فرمائی تھیں) اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس حال میں صبح کرتے کہ ان کے پاس نہ درہم و دینار ہوتا اور نہ ایک مد (۱۴ چھٹانک) غلہ۔اے قبیلہ بنو عبس والے! پھر اس کے بعد اب یہ صورت حال ہے۔پھر ہمارا چند کھلیانوں پر گزر ہوا جہاں اڑا کر دانوں سے بھوسہ الگ کیا جا رہا تھا اسے دیکھ کر فرمایا جس اللہ نے تمہیں یہ سب کچھ دیا ہے اور تمہیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اس نے حضرت محمد ﷺ کی زندگی میں یہ تمام خزانے روک رکھے تھے اور صحابہ رضی اللہ عنہم اس حال میں صبح کرتے کہ نہ ان کے پاس دینار و درہم ہوتا اور نہ ایک مد غلہ۔اے عبسی بھائی! پھر اس کے بعد اب (فراوانی کی) یہ صورت حال ہے۔[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۱۹۹، عن ابی البختری]

قبیلہ بنو عبس کے ایک صاحب کہتے ہیں میں ایک مرتبہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ دریائے دجلہ کے کنارے چلا جا رہا تھا تو انہوں نے فرمایا اے قبیلہ بنو عبس والے! اتر کر پانی پی لو۔

چنانچہ میں نے اتر کر پانی پی لیا۔ پھر انہوں نے پوچھا تمہارے اس پینے سے کیا دجلہ میں کوئی کمی آئی ہے؟ میں نے کہا میرے خیال میں تو کوئی کمی نہیں آئی ہے تو فرمایا علم بھی اسی طرح سے ہے اس میں سے جتنا بھی لے لیا جائے وہ کم نہیں ہوتا۔ پھر فرمایا سوار ہو جاؤ۔ چنانچہ میں سوار ہو گیا پھر گندم اور جو کے کھلیانوں پر ہمارا گزر ہوا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے اللہ تعالیٰ نے تو ہمیں یہ فتوحات عطا فرمائی ہیں اور اللہ نے یہ سب کچھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے روکے رکھا تو کیا یہ فتوحات ہمیں اس لیے دیں کہ ہمارے ساتھ خیر کا ارادہ ہے اور ان سے اس لیے روکے رکھیں کہ ان کے ساتھ شر کا ارادہ تھا میں نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ انہوں نے فرمایا میں جانتا ہوں ہمارے ساتھ شر کا ارادہ ہے اور ان کے ساتھ خیر کا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری دم تک کبھی تین دن مسلسل پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۱۰: ۳۲۴، وفیه راولم یسم وفیة رجاله وثقوا]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے گئے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رونے لگ پڑے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ آپ تو (انتقال کے بعد) اپنے ساتھیوں سے جاملیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حوض کوثر پر جائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس حال میں انتقال ہوا کہ وہ آپ سے راضی تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہ تو موت سے گھبرا کر رو رہا ہوں اور نہ دنیا کے لالچ کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ گزارے کے لیے تمہارے پاس اتنی دنیا ہونی چاہئے جتنا کہ سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور (میں اس وصیت کے مطابق عمل نہیں کر سکا کیونکہ) میرے ارد گرد یہ بہت سے کالے سانپ ہیں یعنی دنیا کا بہت سا سامان ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ وہ سامان کیا تھا؟ بس ایک لوٹا اور کپڑے دھونے کا برتن اور اسی طرح کی چند اور چیزیں تھیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ ہمیں کوئی وصیت فرما دیں جس پر ہم آپ کے بعد بھی عمل کریں۔ انہوں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب آپ کسی کام کے کرنے کا ارادہ کرنے لگیں تو اس وقت اپنے رب کو یاد کر لیا کریں یعنی کوئی بھی کام کرنے لگیں تو اللہ کا ذکر ضرور کریں۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱: ۱۹۵، واخرجه الحاکم و صححه کما فی الترغیب ۵: ۱۲۷، وابن سعد ۴: ۶۵، عن سفیان عن اشیاخه

نحوه و اخرجه ابن الاعرابی عن سفیان عن اشیاخه مختصراً کما فی الکنز ۲: ۱۴۷]

اور حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اس وقت ان کے اردگرد (صرف تین برتن) کپڑے دھونے کا برتن، ایک لگن اور ایک لوٹا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کے لیے گئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ رو رہے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا اے میرے بھائی! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں نہیں رہے؟ کیا فلاں فضیلت اور فلاں فضیلت آپ کو حاصل نہیں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان دو باتوں میں سے کسی بات پر نہیں رو رہا۔ نہ تو دنیا کے لالچ کی وجہ سے اور نہ آخرت کو برا اور ناگوار سمجھنے کی وجہ سے بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ وصیت فرمائی تھی کہ تم میں سے ہر ایک کو اتنی دنیا کافی ہے جتنا سوار کا توشہ ہوتا ہے اور میرا خیال یہ ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مقرر کردہ اس حد سے آگے بڑھ چکا ہوں (اور سوار کے توشہ سے زیادہ سامان میرے پاس ہے) اور اے سعد! جب تم فیصلہ کرنے اور تقسیم کرنے لگو اور جب تم کسی کام کا پختہ ارادہ کرنے لگو تو ان تینوں اوقات میں اللہ سے ڈرتے رہنا۔ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ترکہ میں بیس سے کچھ اوپر درہم اور تھوڑا سا خرچہ چھوڑا تھا۔ [عند ابن ماجه و رواته ثقات کذافی الترغیب ۵: ۱۲۸]

حضرت عامر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت سلمان الخیر رضی اللہ عنہ (مدینہ میں شروع زمانے میں اسلام لانے کی وجہ سے یہ الخیر کہلاتے تھے) کی موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے ان پر کچھ گھبراہٹ محسوس کی تو انہوں نے کہا اے ابوعبداللہ! (یہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) آپ کیوں گھبرا رہے ہیں؟ آپ کو اسلام لانے میں دوسروں پر سبقت حاصل ہے اور آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھی اچھی لڑائیوں میں اور بڑی بڑی جنگوں میں شریک ہوئے ہیں۔ انہوں نے کہا میں اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں کہ ہمارے حبیب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے جاتے وقت ہمیں یہ وصیت کی تھی کہ تم میں سے ہر آدمی کو سوار کے توشہ جتنا سامان کافی ہونا چاہئے (میں اس وصیت کی پابندی نہیں کر سکا) اس وجہ سے گھبرا رہا ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد جب ان کا مال جمع کیا گیا تو اس کی قیمت پندرہ درہم تھی۔ ابن عساکر میں یہ ہے کہ پندرہ دینار تھی۔

ابونعیم نے حضرت علی بن بذیمہ سے یوں روایت کی ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ترکہ کا سامان بیچا گیا تو وہ چودہ درہم میں بکا۔ [کذا فی الترغیب ۵:۱۸۴ واخرجہ ابن عساکر عن عامر مثلہ کما فی الکنز ۷:۴۵ الا انہ وقع عندہ خمسة عشر دینار اوھکذا ذکر فی الکنز عن ابن حبان وھکذا رواہ ابونعیم فی الحلیة ۱:۱۹۷ عن عامر بن عبد اللہ فی ھذا الحدیث ثم قال کذا قال عامر بن عبداللہ بن دینار واتفق الباقون علی بضعة عشر درھما ثم اخرج عن علی بن بذیمة قال بیع متاع سلمان فبلغ اربعة عشر درھما وھکذا اخرجہ الطبرانی عن علی قال فی الترغیب ۵:۱۸۶ واسنادہ جید الا ان علیا لم یدرك سلمان]

حضرت ابو ہاشم بن عتبہ بن ربیعہ قرشی رضی اللہ عنہ کا ڈر

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کی عیادت کرنے آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو ان سے پوچھا اے ماموں جان! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا کسی درد نے آپ کو بے چین کر رکھا ہے؟ یا دنیا کے لالچ میں رو رہے ہیں'' انہوں نے کہا یہ بات بالکل نہیں ہے بلکہ میں اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک وصیت فرمائی تھی۔ ہم اس پر عمل نہیں کر سکے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا وصیت تھی؟ حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آدمی نے مال جمع کرنا ہی ہے تو ایک خادم اور جہاد فی سبیل اللہ کے لیے ایک سواری کافی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ میں نے آج (اس سے زیادہ) مال جمع کر رکھا ہے۔ ابن ماجہ کی روایت میں یوں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم رضی اللہ عنہ کی قوم کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا تو ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے۔ ابن حبان کی روایت میں ہے کہ حضرت سمرہ بن سہم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں حضرت ابو ہاشم بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا مہمان بنا تو وہ طاعون کی بیماری میں مبتلا تھے۔ پھر ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ آئے اور رزین کی روایت میں یہ ہے کہ جب حضرت ابو ہاشم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے ترکہ کا حساب کیا گیا تو اس کی قیمت تیس درہم بنی تھی اور اس میں وہ پیالہ بھی شمار کیا گیا جس میں وہ آٹا گوندھا کرتے تھے اور اسی میں وہ کھاتے تھے۔

[اخرجہ الترمذی والنسائی وقد رواہ ابن ماجہ عن ابی وائل عن سمرة بن سھم عن رجل من قومہ

لم يسمه قال نزلت على ابى هاشم بن عيينه فجاءه معاوية فذكر الحديث بنحوه و رواه ابن حبان فى صحيحه عن سمره بن سهم قال نزلت على ابى هاشم بن عتبه وهو مطعون فاتاه معاويه۔ فذكر الحديث و ذكره رزين فزاد فيه فلما مات حصرما خلف فبلغ ثلثين درهما و حسبت فيه القصعة التى كان يعجن فيها وفيها ياكل كذا فى الترغيب ۵:۱۸۴' واخرجه البغوى وابن السكن عن ابى وائل عن سمرة بن سهم عن رجل من قومه كما فى الاصابة ۴:۲۰۱' وقال مددى الترمذى وغيره بسند صحيح عن ابى وائل قال جاء معاوية ابى هاشم فذكره واخرج الحديث ايضاً الحاكم ۳: ۶۸۳' عن ابى وائل و ابن عساكر من طريق سمرة كما فى الكنز ۲:۱۴۹]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا دنیا کی کثرت اور وسعت پر ڈرنا اور رونا

حضرت عبداللہ بن عامر کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوحسنہ اسلم بن اکیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک صاحب حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے تو انہوں نے دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں تو انہوں نے کہا اے ابوعبیدہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان فتوحات اور مال غنیمت کا تذکرہ کیا جو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عطا فرمائیں گے۔ اس میں ملک شام فتح ہونے کا بھی ذکر فرمایا اور فرمایا اے ابوعبیدہ! اگر تم (ان فتوحات تک) زندہ رہے تو تمہیں تین خادم کافی ہیں۔ ایک تمہاری روزمرہ خدمت کے لیے اور دوسرا تمہارے ساتھ سفر کرنے کے لیے اور تیسرا تمہارے گھر والوں کی خدمت کے لیے جو ان کے کام کرتا رہے اور تین سواریاں تمہیں کافی ہے۔ ایک سواری تمہارے گھر کے لئے۔ دوسری سواری تمہارے ادھر ادھر آنے جانے کیلئے۔ تیسری سواری تمہارے غلام کے لیے (اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو تین خادم اور تین سواریاں رکھنے کو منع فرمایا تھا) اور میں اپنے گھر کو دیکھتا ہوں تو وہ غلاموں سے بھرا ہوا ہے اور اپنے اصطبل کو دیکھتا ہوں تو وہ گھوڑوں اور جانوروں سے بھرا ہوا ہے۔ اب میں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کس منہ سے ملاقات کروں گا جبکہ آپ نے ہمیں یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب اور میرے سب سے زیادہ قریب وہ شخص ہوگا جو (قیامت کے دن) مجھے اسی حال میں ملے گا جس حال میں مجھ سے جدا ہوا تھا۔

[اخرجه احمد قال الهيثمى ۱۰:۲۵۳' رواه احمد و فيه راولم يسم وبقية رجاله ثقات' انتهى واخرجه ابن عساكر نحوه كما فى المنتخب ۵:۷۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دنیا سے بے رغبتی اختیار کرنا اور دنیا کو استعمال کیے بغیر اس دنیا سے چلے جانا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زہد

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنا یہ قصہ سنایا اور فرمایا میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں اندر جا کر بیٹھ گیا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف لنگی باندھی ہوئی ہے اور اس کے علاوہ جسم پر اور کوئی کپڑا نہیں ہے۔ اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں اور مٹھی بھر ایک صاع (ساڑھے تین سیر) جو اور کیکر کے پتے (جو کھال رنگنے کے کام آتے ہیں) ایک کونے میں پڑے ہوئے ہیں اور ایک بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے۔ (اتنا کم سامان دیکھ کر) میری آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیوں روتے ہو؟ اے ابن الخطاب! میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! میں کیوں نہ روؤں جب کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ چٹائی کے نشانات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر پر پڑے ہوئے ہیں اور گھر کی کل کائنات یہ ہے جو مجھے نظر آ رہی ہے ادھر کسریٰ و قیصر تو پھلوں اور نہروں (دنیا کی فراوانی) میں ہوں اور اللہ کے نبی اور برگزیدہ بندے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن الخطاب! کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ ہمارے لیے آخرت ہو اور ان کے لیے دنیا۔

[اخرجه ابن ماجة باسناد صحیح و اخرجه الحاكم و قال صحیح علی شرط مسلم]

اور حاکم نے اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اجازت لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بالا خانے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بوریے پر لیٹے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا کچھ حصہ مٹی پر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ایک تکیہ ہے جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے ایک

بغیر رنگی ہوئی کھال لٹکی ہوئی ہے اور ایک کونے میں کیکر کے پتے پڑے ہوئے ہیں۔ چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کر کے بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا آپ اللہ کے نبی اور اس کے خاص بندے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال) اور کسریٰ اور قیصر سونے کے تختوں پر اور ریشم و دیباج کے بچھونوں پر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کو طیبات اور اچھی چیزیں دنیا میں جلدی دے دی گئی ہیں اور یہ دنیا جلد ختم ہو جانے والی ہے اور ہمیں بعد میں آخرت میں طیبات اور اچھی چیزیں دی جائیں گی۔ [ورواه ابن حبان فی صحیحه عن انس ان عمر رضی الله عنه دخل علی النبی صلی الله علیه وآله وسلم، فذکر نحوه کذا فی الترغیب ۵:۱٦۱، واخرج حدیث انس ایضاً احمد و ابویعلی بنحوه قال الهیثمی ۱۰:۳۲٦ رجال احمد رجال الصحیح غیر مبارك بن فضالة و قد وثقه جماعة وضعفه جماعة انتهٰی]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر لیٹے ہوئے ہیں جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو پر چٹائی کے نشانات پڑے ہوئے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے تو اچھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس دنیا سے کیا واسطہ۔ میری اور دنیا کی مثال اس سوار کی سی ہے جو سخت گرم دن میں چلا۔ پھر اس نے تھوڑی دیر ایک درخت کے نیچے آرام کیا پھر اس درخت کو چھوڑ کر چل دیا۔

[اخرجه احمد وابن حبان فی صحیحه والبیهقی کذا فی الترغیب ۵:۱٦۰، واخرجه الترمذی وصححه وابن ماجة عن ابن مسعود رضی الله عنه نحوه والطبرانی وابوالشیخ عن ابن مسعود نحوحدیث عمر کما فی الترغیب ۵:۱۵۹ وابن حبان والطبرانی عن عائشه رضی الله عنها کما فی الترغیب ۵:۱٦۲ والمجمع ۱۰:۳۲۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر مبارک دیکھا کہ ایک چادر ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے (پھر وہ چلی گئی) اور اس نے میرے پاس ایک بستر بھیجا جس کے اندر اون بھری ہوئی تھی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو اسے دیکھ کر فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی تھی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا۔ پھر اس نے واپس جا کر

میرے پاس یہ بستر بھیجا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ واپس کر دو۔ اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

[اخرجه البيهقى واخرجه ابو الشيخ اطول منه كما فى الترغيب ۵: ۱۶۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا کپڑا پہنا اور پیوند والا جوتا استعمال فرمایا اور کھردرے ٹاٹ کے کپڑے پہنے اور بشع کھانا کھایا۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ بشع کھانا کون سا ہوتا ہے۔ انہوں نے بتایا کہ موٹے پسے ہوئے جو۔ جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پانی کے گھونٹ کے ذریعہ ہی نگلا کرتے تھے۔ [اخرجه ابن ماجه والحاكم وفيه يوسف بن ابى كثير و هو مجهول عن نوح بن ذكوان وهو واه وقال الحاكم صحيح الاسناد (وعند خشنا موضع بشعا) كذا فى الترغيب ۵: ۱۶۳]

حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے آٹا چھان کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چپاتی پکائی اور (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کھانے کی ایک قسم ہے جسے ہم اپنے علاقہ (حبشہ) میں پکایا کرتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ میں اس میں سے آپ کے لیے ایک چپاتی بناؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں چھان بورے کو اسی آٹے میں واپس ملا کر گوندھو (اور پھر اس سے میرے لیے روٹی پکاؤ۔) [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۱۰: ۳۲۵ رجاله رجال الصحيح غير فائد مولى ابن ابى رافع وهو ثقة وقال فى الترغيب ۵: ۱۵۹]

حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت سلمٰی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن جعفر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم میرے پاس آئے اور کہنے لگے آپ ہمارے لیے وہ کھانا تیار کریں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا۔ میں نے کہا اے میرے بیٹو! میں پکا تو دوں گی لیکن آج تمہیں وہ کھانا اچھا نہیں لگے گا (خیر تم لوگوں کا اصرار ہے تو میں پکا دیتی ہوں)۔ چنانچہ میں اٹھی اور جو لے کر انہیں پیسا اور پھونک مار کر موٹی موٹی بھوسی اڑا دی پھر اس سے ایک روٹی تیار کی پھر اس روٹی پر تیل لگایا اور اس پر کالی مرچ چھڑکی پھر اسے ان کے سامنے رکھا اور میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کھانا پسند تھا۔ [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۱۰: ۳۲۵ رجاله رجال الصحيح غير فائد مولى ابن ابى رافع وهو ثقة وقال فى الترغيب ۵: ۱۵۹ و رواه الطبرانى واسناد جيد]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ باہر نکلے۔

آپ ﷺ انصار کے ایک باغ میں تشریف لے گئے اور زمین میں کھجوریں چن کر نوش فرمانے لگے اور مجھ سے فرمایا اے ابن عمر! کیا ہوا تم نہیں کھاتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ان کھجوروں کے کھانے کو میرا دل نہیں چاہ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میرا دل تو چاہ رہا ہے اور یہ چوتھی صبح ہے جو میں نے کچھ نہیں کھایا۔ اگر میں چاہتا تو میں اپنے رب سے دعا کرتا تو وہ مجھے کسریٰ اور قیصر جیسا ملک دے دیتا۔ اے ابن عمر! تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم لوگ ایسے رہ جاؤ گے جو ایک سال کی روزی ذخیرہ کر کے رکھیں گے اور یقین کمزور ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ کی قسم! ہم ابھی وہاں ہی تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَكَأَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا اللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ﴾ [سورۃ عنکبوت آیت:۶۰]

''اور بہت سے جانور ایسے ہیں جو اپنی غذا اٹھا کر نہیں رکھتے۔ اللہ ہی ان کو (مقدر) روزی پہنچاتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سب کچھ سنتا اور سب کچھ جانتا ہے۔''

پھر آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے نہ تو دنیا جمع کرنے کا اور نہ خواہشات کے پیچھے چلنے کا حکم دیا۔ لہٰذا جو آدمی اس ارادے سے دنیا جمع کرتا ہے کہ بقیہ زندگی میں کام آئے گی تو اسے سمجھ لینا چاہئے کہ زندگی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے (نہ معلوم کتنے دن باقی ہیں) غور سے سنو! میں دینار و درہم بھی جمع نہیں کرتا اور نہ کل کے لیے کچھ بچا کر رکھتا ہوں۔

[اخرجه ابوالشيخ ابن حبان فى كتاب الثواب كذافى الترغيب ۵:۱۴۹ واخرجه ابن ابى حاتم عن ابن عمر مثله و فيه ابوالعطوف الجزرى و هو ضعيف كما فى التفسير لابن كثير ۳:۴۲۰]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کی خدمت میں ایک پیالہ لایا گیا جس میں دودھ اور شہد تھا تو حضور ﷺ نے فرمایا پینے کی دو چیزوں کو ایک بنا دیا اور ایک پیالے میں دو سالن جمع کر دیئے (یعنی دودھ اور شہد میں سے ہر ایک پینے اور سالن کے کام آسکتا ہے) مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ غور سے سنو! میں یہ نہیں کہتا کہ یہ حرام ہے لیکن میں یہ پسند نہیں کرتا کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قیامت کے دن ضرورت سے زائد چیزوں کے بارے میں پوچھے میں تو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہوں کیونکہ جو بھی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرے گا۔ اللہ سے بلند کریں گے اور جو تکبر کرے گا اللہ اسے گرائیں گے اور جو (خرچ کرنے میں) میانہ روی اختیار کرے گا

اللہ اسے غنی کردیں گے اور جو موت کو کثرت سے یاد کرے گا اللہ اس سے محبت کریں گے۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط کذافی الترغیب ۵: ۱۵۸' و قال الهیثمی ۱۰: ۳۲۵' وفیه نعیم بن مورع العنبری و قد وثقه ابن حبان و ضعفه غیر واحد و بقیة رجاله ثقات]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔ آپ نے پینے کے لیے پانی مانگا تو آپ کی خدمت میں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا جب آپ نے اسے ہاتھ میں لیا تو رونے لگے اور ہچکیاں لے کر رونا شروع کر دیا جس سے ہم سمجھے کہ انہیں کچھ ہو گیا ہے لیکن (رعب کی وجہ سے) ہم نے ان سے کچھ نہ پوچھا۔ جب آپ چپ ہو گئے تو ہم نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ انہوں نے فرمایا (شہد ملا ہوا پانی دیکھ کر مجھے ایک واقعہ یاد آ گیا تھا اس کی وجہ سے رویا تھا اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اتنے میں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کو اپنے سے دور کر رہے ہیں لیکن مجھے کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا چیز ہے جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دور کر رہے ہیں مجھے تو کوئی چیز نظر نہیں آ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دنیا میری طرف بڑھی تو میں نے اس سے کہا دور ہو جا تو اس نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھے لینے والے نہیں ہیں (یعنی یہ تو مجھے یقین ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہیں لیں گے میں ویسے ہی زور لگا رہی ہوں) لیکن آپ کے بعد آپ کی امت مجھ سے نہیں بچے گی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (اس واقعہ کے یاد آنے سے میں رویا تھا) اور شہد ملا ہوا پانی پینا میرے لیے مشکل ہو گیا اور مجھے ڈر لگا کہ اسے پی کر کہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ سے ہٹ نہ جاؤں اور دنیا مجھ سے چمٹ نہ جائے۔ [اخرجه البزار قال الهیثمی ۱۰: ۲۵۴' رواه البزار وفیه عبد الواحد بن زید الزاهد وهو ضعیف عند الجمهور و ذکره ابن حبان فی الثقات وقال یعتبر حدیثه اذا کان فوقه ثقة و دونه ثقة و بقیة رجاله ثقات انتهی وقال فی الترغیب ۵: ۱۶۸' رواه ابن ابی الدنیا والبزار و رواته ثقات الا عبد الواحد بن زید وقد قال ابن حبان یعتبر حدیثه اذا کان فوقه ثقة و دونه ثقة وهو هنا کذالك۔ انتهی]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پینے کے لیے پانی

مانگا تو ان کی خدمت میں ایک برتن لایا گیا جس میں شہد اور پانی تھا جب اسے اپنے منہ کے قریب لے گئے تو رو پڑے اور اتنا روئے کہ آس پاس والے بھی رونے لگ گئے۔ آخر وہ تو خاموش ہو گئے لیکن آس پاس والے خاموش نہ ہو سکے پھر اسے دوبارہ منہ کے قریب لے گئے تو پھر رونے لگے اور اتنا زیادہ روئے کہ ان سے رونے کا سبب پوچھنے کی کسی میں ہمت نہ ہوئی آخر جب ان کی طبیعت ہلکی ہو گئی اور انہوں نے اپنا منہ پونچھا تو لوگوں نے ان سے پوچھا آپ اتنا زیادہ کیوں روئے؟ اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور کرنے سے دنیا ایک طرف کو ہو کر کہنے لگی۔ اللہ کی قسم! اگر آپ میرے ہاتھ سے چھوٹ گئے ہیں تو (کوئی بات نہیں) آپ کے بعد والے میرے ہاتھ سے نہیں چھوٹ سکیں گے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۳۰، وهكذا اخرجه الحاكم والبيهقي كما في الكنز ۴:۳۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انتقال پر کوئی دینار و درہم ترکہ میں نہ چھوڑا بلکہ انہوں نے تو انتقال سے پہلے ہی اپنا سارا مال بیت المال میں جمع کرا دیا تھا۔ حضرت عروہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد اپنے تمام دینار و درہم بیت المال میں جمع کرا دیئے تھے اور فرمایا میں اپنے اس مال سے تجارت کیا کرتا تھا اور روزی کی تلاش کیا کرتا تھا اب مسلمانوں کا خلیفہ بن جانے کی وجہ سے تجارت کی اور کسب معاش کی فرصت نہ رہی۔

[اخرجه احمد فی الزهد كذا فی الكنز ۳:۱۳۲]

حضرت عطاء بن سائب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مسلمان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو گئے تو وہ حسب معمول صبح کو بازو پر چادریں ڈال کر بازار جانے لگے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ فرمایا بازار جا رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا آپ پر خلافت کی وجہ سے مسلمانوں کی ذمہ داری آ چکی ہے اس کا کیا کریں گے؟ فرمایا پھر اہل و عیال کو کہاں سے کھلاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلیں وہ آپ کے لیے بیت المال سے کچھ مقرر کر دیں گے۔ دونوں حضرات ان کے پاس تشریف لے گئے تو انہوں نے ایک مہاجر کو اوسطاً جو ملتا تھا نہ کم نہ زیادہ وہ مقرر کر دیا اور یہ بھی طے کیا کہ ایک جوڑا سردی میں ملا کرے گا اور ایک گرمی میں لیکن پرانا جوڑا واپس کریں گے تو نیا ملے گا اور روزانہ آدھی بکری کا گوشت ملے گا۔ جس میں سری، کلیجی دل گردے وغیرہ نہیں ہوں گے۔

[عند ابن سعد كذا في الكنز ۳:۱۲۹]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ کے لیے اتنا وظیفہ مقرر کرو جو ان کے لیے کافی ہو۔ چنانچہ مقرر کرنے والوں نے کہا ہاں ٹھیک ہے۔ ایک تو ان کو (بیت المال سے) پہننے کے لیے دو چادریں ملا کریں گی۔ جب وہ پرانی ہو جایا کریں تو انہیں واپس کر کے ان جیسی اور دو نئی چادریں لے لیا کریں اور دوسرے سفر کے لیے ان کو سواری ملا کرے گی اور تیسرے خلیفہ بننے سے پہلے یہ اپنے گھر والوں کو جتنا خرچہ دیا کرتے تھے اتنا خرچہ ان کو ملا کرے گا اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس پر راضی ہوں۔ [عند ابن سعد ایضا کذافی الکنز ۳:۱۳۰]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ والے اسی وظیفہ پر اکتفا کیا جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کے لیے مقرر کیا تھا۔ چنانچہ وہ کچھ عرصہ اتنے ہی لیتے رہے لیکن وہ ان کی ضرورت سے کم تھا اس لیے ان کے گزر میں تنگی ہونے لگی تو مہاجرین کی ایک جماعت اکٹھی ہوئی جن میں حضرت عثمان' حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں کہ ہم آپ کے وظیفہ میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں تو یہ کیسا رہے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہم تو پہلے سے ان کا وظیفہ بڑھانا چاہتے ہیں چلو چلتے ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پہلے ہمیں ادھر سے ان کی رائے معلوم کرنی چاہئے (پھر ان سے براہ راست بات کرنی چاہئے) میرا خیال یہ ہے کہ ہم اُم المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے معلوم کرتے ہیں اور ان سے کہہ دیں گے کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہم لوگوں کے نام نہ بتائیں۔ چنانچہ یہ حضرات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور ان سے کہا کہ آپ یہ بات ایک جماعت کی طرف سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کریں اور انہیں کسی کا نام نہ بتائیں لیکن اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر نام بتانے میں حرج نہیں ہے۔ یہ بات کہہ کر وہ حضرات حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس سے چلے آئے۔ پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئیں اور نام لیے بغیر ان کی خدمت میں یہ بات پیش کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر غصہ کے آثار ظاہر

ہو گئے اور انہوں نے پوچھا کہ تمہیں یہ بات کن لوگوں نے کہی ہے؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا پہلے آپ کی رائے معلوم ہو جائے پھر میں آپ کو ان کے نام بتا سکتی ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے ان کے نام معلوم ہو جائیں تو میں انہیں ایسی سخت سزا دیتا جس سے ان کے چہروں پر نشان پڑ جاتے تم ہی میرے اور ان کے درمیان واسطہ بنی ہو اس لیے میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے عمدہ لباس کون سا تھا؟ انہوں نے کہا گیروے رنگ کے دو کپڑے جنہیں کسی وفد کے آنے پر اور جمعہ کے خطبہ کے لیے پہنا کرتے تھے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے ہاں سب سے عمدہ کھانا کون سا کھایا؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ ہم نے جو کی ایک روٹی پکائی پھر اس گرم گرم روٹی پر گھی کے ڈبے کی تلچھٹ الٹ کر اسے چپڑ دیا جس سے وہ روٹی خوب چکنی چپڑی اور نرم ہو گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوب مزے لے کر اسے نوش فرمایا اور وہ روٹی آپ کو بہت اچھی لگ رہی تھی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تمہارے ہاں سب سے زیادہ نرم بستر کون سا تھا؟ انہوں نے کہا ہمارا ایک موٹا سا کپڑا تھا گرمی میں اس کو چوہرا کر کے بچھا لیتے تھے اور سردی میں آدھے کو بچھا لیتے اور آدھے کو اوڑھ لیتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے حفصہ! ان لوگوں تک یہ بات پہنچا دو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طرز عمل سے ہر چیز میں ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے اور ضرورت سے زائد چیزوں کو اپنی اپنی جگہوں میں رکھا ہے (اور ان میں نہیں لگے) اور کم سے کم پر گزارہ کیا ہے۔ میں نے بھی ہر چیز کا اندازہ مقرر کیا ہے اور اللہ کی قسم! ضرورت سے زائد چیزوں کو ان کی جگہوں میں رکھوں گا اور میں بھی کم سے کم پر گزارہ کروں گا۔ میری اور میرے اور دو ساتھیوں کی مثال ان تین آدمیوں کی سی ہے جو ایک راستہ پر چلے ان میں سے پہلا آدمی توشہ لے کر چلا اور منزل مقصود تک پہنچ گیا پھر دوسرے نے بھی اسی کا اتباع کیا اور اسی کے راستہ پر چلا تو وہ بھی اسی منزل تک پہنچ گیا۔ پھر تیسرے آدمی نے بھی اسی پہلے کا اتباع کیا۔ اگر وہ ان دونوں کے راستہ کا خود کو پابند بنائے گا اور ان جیسا توشہ رکھے گا تو ان کے ساتھ جا ملے گا اور ان کے ساتھ رہا کرے گا اور اگر وہ ان دونوں کے راستے کو چھوڑ کر کسی اور راستہ پر چلے گا تو کبھی بھی ان کے ساتھ نہیں مل سکے گا۔

[اخرجه الطبری ۴: ۲۱۴ و اخرجه ایضاً ابن عساکر عن سالم بن عبد الله فذکر نحوه

کما فی منتخب الکنز ۴:۴۰۸]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں بصرہ کی جامع مسجد میں ایک مجلس لگی ہوئی تھی میں ان کے قریب پہنچا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زہد، حسن سیرت، اسلام اور ان دینی فضائل کا تذکرہ کر رہے ہیں جو اللہ نے انہیں عطا فرمائے تھے۔ میں ان لوگوں کے بالکل قریب چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت احنف بن قیس تمیمی رضی اللہ عنہ بھی ان لوگوں میں بیٹھے ہوئے ہیں میں نے سنا وہ اپنا قصہ یوں بیان کر رہے تھے کہ ہمیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کے ساتھ عراق بھیجا۔ اللہ نے ہمیں عراق اور فارس کے مختلف شہروں پر فتح نصیب فرمائی۔ ان علاقوں میں ہمیں فارس اور خراسان کے سفید کپڑے ملے وہ کپڑے ہم نے ساتھ رکھ لیے اور ان کو پہننا شروع کر دیا (ہم لوگ واپس مدینہ منورہ پہنچے) جب ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے چہرہ پھیر لیا اور ہم سے کوئی بات نہ کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ رضی اللہ عنہم ہمارے ساتھ تھے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس رویے سے سخت پریشانی ہوئی۔ پھر ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں گئے اور امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی بے رخی اور سخت رویے کی ان سے شکایت کی۔ انہوں نے کہا امیر المؤمنین نے تم لوگوں سے بے رخی اس وجہ سے کی ہے کہ انہوں نے تم لوگوں پر ایسا لباس دیکھا ہے جو انہوں نے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنے ہوئے دیکھا اور نہ ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو پہنے ہوئے دیکھا۔ یہ سنتے ہی ہم لوگ اپنے گھر گئے اور وہ کپڑے اتار دیئے اور وہ کپڑے پہنے جو پہلے سے ہم لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پہنا کرتے تھے اور ان کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوئے اس دفعہ وہ ہمارے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور ایک ایک کو الگ الگ سلام کیا اور ہر ایک سے معانقہ کیا اور ایسے گرمجوشی سے ملے کہ گویا اس سے پہلے انہوں نے ہمیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ پھر ہم نے مال غنیمت آپ کی خدمت میں پیش کیا جسے آپ نے ہمارے درمیان برابر برابر تقسیم کر دیا پھر اس مال غنیمت میں کھجور اور گھی کے سرخ اور زرد رنگ کے حلوے کے ٹوکرے آپ کے سامنے پیش کیے گئے۔ اس حلوے کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چکھا تو وہ انہیں خوب مزیدار اور خوشبودار لگا۔ پھر ہم لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے جماعت مہاجرین وانصار! اللہ کی قسم! مجھے نظر آ رہا ہے کہ اس کھانے

کی وجہ سے تم میں سے بیٹا اپنے باپ کو اور بھائی اپنے بھائی کو ضرور قتل کرے گا۔ پھر آپ نے اسے تقسیم کرنے کا حکم دیا اور اسے ان مہاجرین اور انصار کی اولاد میں تقسیم کر دیا گیا جو حضور ﷺ کے سامنے شہید ہوئے تھے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو کر واپس چل پڑے۔ حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے اور کہنے لگے اے جماعت مہاجرین و انصار! تم ان حضرت کے زہد اور ان کی ظاہری حالت کو نہیں دیکھتے؟ ہمیں تو ان کی وجہ سے بڑی شرمندگی اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کسریٰ و قیصر کے ملک اور مشرق و مغرب کے علاقے فتح کروائے ہیں اور عرب و عجم کے وفود ان کے پاس آتے ہیں تو وہ ان پر یہ جبہ دیکھتے ہیں جس میں انہوں نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ لہٰذا اے محمد ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت! آپ لوگ حضور ﷺ کے ساتھ بڑی بڑی جنگوں اور لڑائیوں میں شریک ہونے والوں میں سے بڑے درجے کے ہیں اور مہاجرین و انصار میں سے شروع زمانے کے ہیں۔ اگر آپ لوگ ان سے یہ مطالبہ کریں کہ وہ یہ جبہ پہننا چھوڑ دیں اور اس کے بجائے کسی نرم کپڑے کا عمدہ جبہ بنا لیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام ان کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے خود بھی کھائیں اور مہاجرین و انصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں تو یہ بہت اچھا ہوگا۔ سب لوگوں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات صرف دو آدمی کر سکتے ہیں یا تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کر سکتے ہیں کیونکہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے سب سے زیادہ جرأت سے بات کرتے ہیں اور پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خسر بھی ہیں یا پھر ان کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کر سکتی ہیں کیونکہ وہ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں اور اسی نبوی نسبت کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ چنانچہ ان حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات نہیں کر سکتا۔ آپ لوگ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس جاؤ کیونکہ وہ تمام مسلمانوں کی مائیں ہیں وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے جرأت سے بات کر سکتی ہیں۔ چنانچہ ایک موقع پر حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان حضرات نے جا کر ان دونوں کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کی (کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کریں) اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں ان کی خدمت میں یہ مطالبہ پیش کرتی ہوں۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا میرے خیال میں تو

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی ایسا نہیں کریں گے۔ آپ ان سے بات کر کے دیکھ لیں آپ کو پتہ چل جائے گا۔ چنانچہ دونوں امیر المومنین کی خدمت میں گئیں تو انہوں نے ان دونوں کو اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے امیر المومنین! اگر اجازت ہو تو میں آپ سے کچھ بات کروں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اُم المومنین! ضرور کریں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے راستے پر چلتے رہے اور آخر کار اللہ تعالیٰ کی جنت اور خوشنودی ان کو حاصل ہوگئی۔ نہ آپ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا آپ کے پاس آئی اور پھر اسی طرح ان کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے راستہ پر چلے اور انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زندہ کیا اور جھٹلانے والوں کو ختم کیا اور اہل باطل کے تمام دلائل کا منہ توڑ جواب دیا۔ انہوں نے تمام رعایا میں انصاف کیا اور مال سب میں برابر تقسیم کیا اور مخلوق کے رب کو راضی کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھالیا اور رفیق اعلیٰ میں اپنے نبی کے پاس پہنچا دیا۔ (رفیق اعلیٰ سے مراد حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت ہے جو اعلیٰ علیین میں رہتے ہیں) نہ وہ دنیا حاصل کرنا چاہتے تھے اور نہ ہی دنیا ان کے پاس آئی۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ہاتھوں کسریٰ اور قیصر کے خزانے اور ملک فتح کروائے ہیں اور ان دونوں کے خزانے وہاں سے آپ کی خدمت میں پہنچا دیئے گئے ہیں اور مشرق و مغرب کے آخری علاقے بھی آپ کے ماتحت ہو گئے ہیں بلکہ ہمیں تو اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو اور بڑھائیں گے اور اسلام کو اور زیادہ مضبوط فرمائیں گے۔ اب عجمی بادشاہوں کے قاصد اور عرب کے وفود آپ کے پاس آتے ہیں اور آپ نے یہ جبہ پہن رکھا ہے جس میں آپ نے بارہ پیوند لگا رکھے ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے اتار دیں اور اس کی جگہ نرم کپڑے کا عمدہ جبہ پہن لیں جس کے دیکھنے سے لوگوں پر رعب پڑے اور صبح و شام آپ کے سامنے کھانے کے بڑے بڑے پیالے لائے جائیں جن میں سے آپ بھی کھائیں اور مہاجرین وانصار میں سے جو حاضر ہوں ان کو بھی کھلائیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بہت روئے اور پھر فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات تک مسلسل دس دن یا پانچ دن یا تین دن گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کھائی ہو یا کسی دن دوپہر کا کھانا بھی کھایا ہو اور رات کا بھی؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں۔ پھر ان کی طرف متوجہ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے

زمین سے ایک بالشت اونچے دسترخوان پر کھانا رکھا گیا ہو؟ بلکہ آپ کے فرمانے پر کھانا زمین پر رکھا جاتا تھا اور فارغ ہونے کے بعد دسترخوان اٹھالیا جاتا تھا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں نے کہا ہاں ایسے ہی ہوتا تھا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے فرمایا تم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں ہو اور تمام مسلمانوں کی مائیں ہو۔ تم دونوں کا تمام مسلمانوں پر عموماً اور مجھ پر خاص طور سے بڑا حق ہے۔ تم دونوں مجھے دنیا کی ترغیب دینے آئی ہو حالانکہ مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اون کا جبہ پہنا تھا وہ بہت کھردرا اور سخت تھا جس کی رگڑ کی وجہ سے ان کے جسم میں خارش ہونے لگ گئی تھی۔ کیا تمہیں بھی یہ بات معلوم ہے؟ دونوں نے کہا جی ہاں معلوم ہے۔ پھر فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضورؐ اکہرے چغے پر سویا کرتے تھے؟ اور اے عائشہ تمہارے گھر میں ایک بوریا تھا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دن میں بچھونا اور رات کو بستر بنالیا کرتے تھے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر اس بوریے کے نشان ہمیں نظر آیا کرتے تھے اور اے حفصہ! اب تم سنو! تم نے ہی مجھے ایک دفعہ بتایا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک رات بستر دوہرا کر کے بچھا دیا تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نرم محسوس ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر سو گئے اور ایسے سوئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ کھلی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے فرمایا تھا اے حفصہ! یہ تم نے کیا کیا؟ آج رات تم نے میرا بستر دوہرا کر کے بچھایا تھا جس کی وجہ سے میں صبح صادق تک سوتا رہا۔ مجھے دنیا سے کیا واسطہ؟ تم نے نرم بستر میں مجھے لگا دیا (جس کی وجہ سے میں تہجد میں نہ اٹھ سکا) اے حفصہ! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف ہو چکے تھے لیکن پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن بھر بھوکے رہتے اور رات کا اکثر حصہ سجدہ میں گزار دیتے اور ساری عمر یونہی رکوع اور سجدے میں رونے دھونے اور گڑگڑانے میں گزار دی۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی رحمت اور خوشنودی کی طرف اٹھالیا۔ عمر کبھی عمدہ کھانا نہیں کھائے گا اور کبھی نرم کپڑا نہیں پہنے گا۔ وہ اپنے دونوں ساتھیوں کے نقش قدم پر چلے گا اور کبھی دو سالن ایک وقت میں نہیں کھائے گا البتہ نمک اور تیل بھی دو سالن ہیں لیکن ان کو ایک وقت میں استعمال کر لے گا اور مہینہ میں صرف ایک دن گوشت کھائے گا تاکہ اس کا مہینہ بھی عام لوگوں کی طرح گزرے پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر سے نکلیں اور ان کی ساری بات انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بتائی۔ چنانچہ حضرت

عمر رضی اللہ عنہ نے لباس اور کھانے وغیرہ کا معیار نہ بدلا بلکہ اسی زاہدانہ طرز پر زندگی گزار دی یہاں تک کہ اللہ عزوجل سے جا ملے۔ [اخرجه ابن عساكر كذافي منتخب كنز العمال ۴:۴۰۸]

حضرت عکرمہ بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفصہ' حضرت ابن مطیع اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی کہ اگر آپ اچھا کھانا کھایا کریں تو اس سے آپ کو حق پر چلنے میں زیادہ قوت حاصل ہوگی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے معلوم ہے تم میں سے ہر آدمی میرا خیر خواہ ہے لیکن میں نے اپنے دونوں ساتھیوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایک راستہ پر چلتے ہوئے چھوڑا ہے۔ اگر میں ان دونوں کا راستہ چھوڑ دوں گا تو منزل مقصود میں ان سے نہیں مل سکوں گا۔ یعنی ان والی منزل تک نہیں پہنچ سکوں گا۔

[اخرجه عبد الرزاق والبيهقي وابن عساكر كذافي منتخب الكنز ۴:۴۱۱]

حضرت ابوامامہ سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک زمانے تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المال سے کچھ نہ لیا (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں میں مشغولیت کی وجہ سے تجارت میں لگنے کی فرصت بھی نہ تھی) اس وجہ سے ان پر تنگی اور فقر و فاقہ کی نوبت آ گئی تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا اور ان سے مشورہ لیا کہ میں امر خلافت میں بہت مشغول ہو گیا ہوں (کاروبار کی فرصت نہیں ملتی) تو میرے لیے بیت المال میں کتنا لینا مناسب ہے؟

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ بیت المال میں سے خود بھی کھائیں اور دوسروں کو بھی کھلائیں۔ یہی بات حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ نے کہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا آپ دوپہر اور رات کا دو وقت کا کھانا لے لیا کریں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر عمل کیا۔ [اخرجه ابن سعد كذافي منتخب الكنز ۴:۴۱۱]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں یہ بتایا گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اگر میں چاہتا تو تم سب سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتا اور تم سب سے زیادہ نرم کپڑے پہنتا' لیکن میں اپنی نیکیوں کا بدلہ یہاں نہیں لینا چاہتا بلکہ آخرت میں لینا چاہتا ہوں اور ہمیں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملک شام آئے تو ان کے لیے ایسا عمدہ کھانا تیار کیا گیا کہ انہوں نے اس جیسا کھانا اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تو اسے دیکھ کر فرمایا ہمیں تو یہ کھانا مل گیا لیکن وہ

مسلمان فقراء جن کا اس حال میں انتقال ہوا کہ ان کو پیٹ بھر کر جو کی روٹی بھی نہ ملتی تھی ان کو کیا ملے گا؟ اس پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے کہا انہیں جنت ملے گی یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور فرمایا اگر ہمارے حصہ میں دنیا کا یہ مال و متاع ہے اور وہ جنت لے جائیں تو وہ ہم سے بہت آگے نکل گئے اور بڑی فضیلت حاصل کر لی۔

[اخرجه عبد بن حميد و ابن جرير كذا في المنتخب ۴: ۴۰۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں گھر میں اپنے دستر خوان پر کھانا کھا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ میں نے ان کے لیے صدر مجلس میں جگہ خالی کر دی (وہ وہاں بیٹھ گئے) پھر انہوں نے بسم اللہ پڑھ کر اپنا ہاتھ بڑھایا اور ایک لقمہ لیا اور پھر دوسرا لیا پھر فرمایا مجھے اس سالن میں چکنائی محسوس ہو رہی ہے جو کہ گوشت کی اپنی نہیں ہے بلکہ الگ سے ڈالی گئی ہے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں آج بازار (دو درہم لے کر) گیا تھا میرا خیال تھا کہ میں عمدہ اور چربی والا گوشت خریدوں گا لیکن وہ مہنگا تھا اس لیے میں نے ایک درہم کا کمزور جانور کا گھٹیا گوشت خرید لیا اور ایک درہم کا گھی خرید کر اس میں ڈال دیا (میں نے اپنا خرچہ نہیں بڑھایا) میں نے سوچا اس طرح میرے بیوی بچوں میں سے ہر ایک ایک کو ایک ہڈی تو مل جائیگی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گوشت اور گھی دونوں آ جاتے تو ایک کو نوش فرماتے اور دوسرے کو صدقہ کر دیتے (دونوں کو نوش نہ فرماتے۔ اس لیے میں بھی یہ سالن نہیں کھا سکتا اس میں گوشت بھی ہے اور گھی بھی) میں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! اس وقت تو آپ یہ سالن کھا لیں۔ آئندہ جب بھی گوشت اور گھی مجھے ملے گا میں یہی کروں گا (کہ ایک کو کھا لوں گا اور دوسرے کو صدقہ کر دوں گا۔ دونوں کو ملا کر ایک سالن نہیں بناؤں گا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں اس سالن کو کھانے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں۔ [اخرجه ابن ماجه كذا في الكنز ۲: ۱۴۲]

حضرت ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ٹھنڈا شوربا اور روٹی رکھی اور شوربے پر تیل ڈال دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک برتن میں دو سالن (ایک شوربا اور دوسرا تیل)۔ میں مرتے دم تک ایسے سالن کو نہیں چکھ سکتا۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۲۳۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے زمانہ خلافت میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ

معمول دیکھا کہ ان کے سامنے ایک صاع (ساڑھے تین سیر) کھجور رکھی جاتی تو اس میں سے کھاتے رہتے یہاں تک کہ اس میں جوردی قسم کی ہوتی اسے بھی کھا لیتے۔ حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ میں نے کئی دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں رات کا کھانا کھایا۔ وہ گوشت روٹی کھاتے اور پھر اپنے ہاتھ کو اپنے پاؤں پر پھیر کر صاف کر لیتے اور فرماتے یہ عمر اور آل عمر کے ہاتھ صاف کرنے کا تولیہ ہے۔ [اخرجہ ابن سعد ۳:۲۳۰]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاں ایک مرتبہ کھانا کھایا جب حضرت جارود کھانے سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے کہا اے باندی! ذرا تولیہ لے آنا۔ وہ اس سے ہاتھ صاف کرنا چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے سرین سے اپنا ہاتھ صاف کر لو۔ [عند الدینوری]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس عراق سے کچھ لوگ آئے (حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کھانا کھلایا تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا لگا کہ جیسے انہوں نے کم کھایا ہو (وہ لوگ عمدہ کھانا کھانے کے عادی تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا کھانا موٹا جھوٹا اور سادہ تھا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عراق والو! اگر میں چاہتا تو میرے لیے بھی عمدہ اور نرم کھانے تیار کیے جاتے جیسے تمہارے لیے کیے جاتے ہیں لیکن ہم دنیا کی چیزیں کم سے کم استعمال کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہمیں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا بدلہ آخرت میں مل سکے۔ کیا تم نے سنا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک قوم کے بارے میں یہ فرمایا ہے کہ ان سے قیامت کے دن یہ کہہ دیا جائے گا:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾ [سورۃ احقاف آیت:۲۰]

”تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔“

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱:۴۹]

حضرت حبیب بن ابی ثابت رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک ساتھی سے روایت کرتے ہیں کہ عراق کے کچھ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے لیے ایک بڑا پیالہ لائے جس میں روٹی اور تیل تھا اور ان سے فرمایا کھاؤ تو انہوں نے تھوڑا سا کھایا (حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ ان کو یہ سادہ کھانا پسند نہیں آیا ہے) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم جو کر رہے ہو وہ میں دیکھ رہا ہوں تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ یہی چاہتے ہو

نا کہ رنگ برنگے کھٹے میٹھے گرم اور ٹھنڈے کھانے ہوں اور ان سب کو پیٹ میں ٹھونس دیا جائے (اور میں ایسا کرنے کے لیے بالکل تیار نہیں ہوں)

[عند ابی نعیم ایضاً ۱:۴۹، کذافی منتخب الکنز ۴:۴۰۵]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حفص بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کھانے کے وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاں حاضر تھے لیکن ان کا کھانا نہ کھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تم ہمارا کھانا کیوں نہیں کھاتے؟ انہوں نے کہا آپ کا کھانا سخت اور موٹا جھوٹا ہے۔ (میں اسے کھا نہیں سکتا) میرے لیے عمدہ اور نرم کھانا پکایا گیا ہے میں واپس جا کر وہ کھاؤں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ یہ میرے بس میں نہیں ہے کہ میں اپنے آدمیوں کو حکم دوں تو وہ بکری کے بال صاف کر کے اسے بھون لیں اور وہ آٹے کو کپڑے میں چھان کر اس کی پتلی چپاتیاں پکالیں اور وہ ایک صاع کشمش ڈول میں ڈال کر اس پر پانی ڈال دیں جس سے ہرن کے خون کی طرح سرخ مشروب تیار ہو جائے؟ حضرت حفص نے کہا آپ کی یہ بات سن کر تو پتہ چلا کہ آپ اچھی زندگی کے طریقوں اور کھانے پینے کی قسموں کو اچھی طرح سے جانتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں جانتا ہوں لیکن اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر میں قیامت کے دن اپنی نیکیوں کے بدلہ میں کمی کو برا نہ سمجھتا تو تمہارے ساتھ اس زندگی کے مزوں میں ضرور شریک ہو جاتا۔ [اخرجه ابن سعد و عبد بن حميد كذا فى منتخب الكنز ۴:۴۰۳]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب فرمایا کرتے تھے اللہ کی قسم! ہمیں اس دنیا کی لذتوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ ہمارے کہنے پر لذتوں کے یہ سامان تیار ہو سکتے ہیں جوان بکروں کے بال صاف کر کے ان کو بھون لیا جائے اور میدے کی عمدہ روٹیاں پکا لی جائیں اور ڈول میں کشمش کو پانی ڈال کر اتنی دیر رکھا جائے کہ چکور کی آنکھ جیسے رنگ کا صاف ستھرا مشروب تیار ہو جائے اور پھر ہم ان تمام چیزوں کو کھا پی جائیں۔ ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں لیکن اس وجہ سے نہیں کرتے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ آخرت میں ملے یہاں نہ ملے کیونکہ ہم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سن رکھا ہے:

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا﴾

"تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل کر چکے۔"

[عند ابی نعیم فی الحلیة ۱:۴۹]

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اہل بصرہ کے وفد کے ساتھ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے (ہم نے دیکھا کہ) ان کے لیے روزانہ ایک روٹی توڑ کر لائی جاتی ہے اور وہ اسے کبھی گھی سے کبھی تیل سے اور کبھی دودھ سے کھا لیتے ہیں۔ کبھی دھوپ میں خشک کیے ہوئے گوشت کے ٹکڑے بھی لائے جاتے جو پانی میں ابلے ہوئے ہوتے تھے۔ کبھی ہم نے تازہ گوشت بھی ان کے سامنے دیکھا لیکن بہت کم (وہ ہمیں یہی کھانے کھلایا کرتے تھے تو) ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہم سے فرمایا اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو میں تم سب سے زیادہ عمدہ کھانے والا اور تم سب سے زیادہ ناز و نعمت کی زندگی والا ہوتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! میں اونٹ کے سینے اور کوہان کے گوشت (ان دو جگہوں کا گوشت سب سے عمدہ شمار ہوتا ہے) سے بھنے ہوئے گوشت سے چپاتیوں اور رائی کی چٹنی سے ناواقف نہیں ہوں لیکن (میں انہیں قصداً استعمال نہیں کرتا کیونکہ) میں نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنا ہے کہ وہ ایک قوم کو ان کے کیے ہوئے ایک غلط کام پر عار دلاتے ہوئے فرماتے ہیں:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾

''تم اپنی لذت کی چیزیں اپنی دنیوی زندگی میں حاصل چکے اور ان کو خوب برت چکے۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا اگر تم لوگ امیر المؤمنین سے بات کر لو کہ وہ تمہارے لیے بیت المال سے کچھ کھانا مقرر کر دیں جسے تم کھا لیا کرو تو یہ بہتر ہوگا۔ چنانچہ ان لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بات کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم لوگ اپنے لیے وہ کھانا پسند نہیں کرتے جو میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں؟ تو ان لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! مدینہ منورہ ایسا شہر ہے جہاں (ہمارے لئے) زندگی گزارنا بڑا مشکل کام ہے اور آپ کا کھانا ایسا عمدہ اور مزیدار نہیں ہے جسے کھانے کے لیے کوئی آئے۔ ہم لوگ سرسبز و شاداب علاقے کے رہنے والے ہیں۔ ہمارے امیر ایسے ہیں کہ لوگ شوق سے ان کے پاس آتے ہیں اور انکا کھانا ایسا عمدہ ہوتا ہے کہ خوب کھایا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھوڑی دیر اپنا سر جھکایا۔ پھر سر اٹھا کر فرمایا میں تم لوگوں کے لیے بیت المال سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں مقرر کر دیتا ہوں۔ صبح کو ایک بکری اور ایک بوری پکا لیا کرو پھر خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ اور پھر حلال

مشروب منگا کر پہلے خود پیو پھر اپنے دائیں طرف والے کو پلاؤ پھر اس کے ساتھ والے کو۔ پھر اپنے کام کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور ایسے ہی شام کو دوسری بکری اور دوسری بوری پکاؤ خود بھی کھاؤ اور اپنے ساتھیوں کو بھی کھلاؤ۔ غور سے سنو! تم لوگ عام لوگوں کے گھروں میں اتنا بھیجو کہ ان کا پیٹ بھر جائے اور ان کے اہل و عیال کو کھلاؤ کیونکہ اگر تم لوگوں سے بداخلاقی سے پیش آؤ گے تو اس سے ان لوگوں کے اخلاق اچھے نہیں ہو سکیں گے اور ان کے بھوکوں کے کھانے کا انتظام نہیں ہو سکے گا۔ اللہ کی قسم! اس سب کے باوجود میرا خیال یہ ہے کہ جس گاؤں سے روزانہ دو بکریاں اور دو بوریاں لی جائیں گی وہ جلد اجڑ جائے گا۔ [عند ابن المبارك و ابن سعد كذافي المنتخب ۴: ۴۰۲]

حضرت عتبہ بن فرقد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کھجور اور گھی کے حلوے کے ٹوکرے لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ انہوں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ میں نے کہا یہ کچھ کھانے کی چیز ہے جسے میں اس وجہ سے آپ کی خدمت میں لایا ہوں کہ آپ دن کے شروع میں لوگوں کی ضرورتوں میں لگے رہتے ہیں تو میرا دل چاہا کہ جب آپ اس سے فارغ ہو کر گھر جایا کریں تو اس میں سے کچھ کھا لیا کریں اس سے انشاء اللہ آپ کو طاقت حاصل ہو جایا کرے گی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ٹوکرے کو کھول کر دیکھا اور فرمایا اے عتبہ! میں تمہیں قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا تم نے ہر مسلمان کو ایسا ایک ٹوکرا حلوے کا دے دیا ہے؟ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں اگر قبیلہ قیس کا سارا مال بھی خرچ کر دوں تو بھی یہ نہیں ہو سکتا (کہ ہر مسلمان کو حلوہ کا ایک ٹوکرا دے دوں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پھر تو مجھے تمہارے اس حلوے کی ضرورت نہیں۔ پھر انہوں نے ایک بڑا پیالہ منگوایا جس میں سخت روٹی اور سخت گوشت کے ٹکڑوں سے بنا ہوا ثرید تھا (ہم دونوں اس میں سے کھانے لگے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے ساتھ اسے بڑی رغبت سے کھا رہے تھے۔ میں کوہان کی چربی سمجھ کر ایک سفید ٹکڑے کی طرف ہاتھ بڑھاتا تو اسے اٹھانے کے بعد پتہ چلتا کہ یہ تو پٹھے کا ٹکڑا ہے اور میں گوشت کے ٹکڑے کو چباتا رہتا لیکن وہ اتنا سخت ہوتا کہ میں اسے نگل نہ سکتا آخر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی توجہ ادھر ادھر ہو جاتی تو میں گوشت کے اس ٹکڑے کو منہ سے نکال کر پیالے اور دستر خوان کے درمیان چھپا دیتا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبیذ (کھجور یا کشمش کا شربت) ایک بڑے پیالے میں منگایا جو سرکہ بننے والا تھا (اور خوش ذائقہ نہیں تھا) انہوں نے مجھ سے فرمایا پی لو۔ میں اسے لے کر پینے لگا لیکن حلق سے نیچے بڑی مشکل سے اتارا۔ پھر انہوں نے وہ پیالہ

مجھ سے لیا اور اسے پی گئے۔ پھر فرمایا اے عتبہ! سنو ہم روزانہ ایک اونٹ ذبح کرتے ہیں اور اس کی چربی اور عمدہ گوشت باہر سے آنے والے مسلمانوں کو کھلا دیتے ہیں اس کی گردن آل عمر کو ملتی ہے وہ یہ سخت گوشت کھاتے ہیں اور یہ باسی نبیذ اس لیے پیتے ہیں تاکہ یہ نبیذ پیٹ میں جا کر اس گوشت کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہضم کر دے اور یہ سخت گوشت ہمیں تکلیف نہ دے سکے۔

[اخرجہ هناد كذا في منتخب الكنز ۴: ۴۰۴]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے گھر تشریف لے گئے آپ کو پیاس لگی ہوئی تھی آپ نے اس آدمی سے پانی مانگا وہ شہد لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا شہد ہے۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! (شہد پینا انسان کی بنیادی ضرورتوں میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو مزے لینے کی چیز ہے اس لئے) شہد ان چیزوں میں سے نہیں ہوگا جن کا مجھ سے قیامت کے دن حساب لیا جائے گا۔

[اخرجہ ابن سعد ۳: ۲۳۰، واخرجہ ابن عساكر عن الحسن مثله كما في المنتخب ۴: ۴۰۴]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پینے کا پانی مانگا۔ ایک صاحب پانی میں شہد ملا کر لے آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہے تو بڑا مزیدار لیکن میں سن رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کی یہ برائی بتا رہے ہیں کہ وہ اپنی خواہشات کو پورا کرنے میں لگ گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں:

﴿أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾

چنانچہ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہماری نیکیوں کا بدلہ ہمیں دنیا ہی میں دے دیا جائے اور اس پانی کو نہ پیا۔ [ذكره رزين كذافي الترغيب ۵: ۱۶۸]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایلہ شہر تشریف لے گئے اور ان کے ساتھ مہاجرین وانصار بھی تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ سے کافی لمبا سفر کر کے آئے تھے اس لیے مسلسل بیٹھنے کی وجہ سے ان کا کھردرے کپڑے والا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کرتا پادری کو دیا اور فرمایا اسے دھو بھی دو اور اس میں پیوند بھی لگا دو۔ وہ پادری کرتہ لے گیا اور اسے دھو کر اس میں پیوند بھی لگا دیا اور اس جیسا ایک اور کرتہ سی کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لے آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ ابن پادری نے کہا آپ کا کرتہ ہے جسے

میں نے دھو کر پیوند لگا دیا ہے اور یہ دوسرا کرتہ میری طرف سے آپ کی خدمت میں ہدیہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کرتے کو دیکھا اور اس پر ہاتھ پھیرا (وہ نرم اور باریک تھا) پھر اپنا کرتہ پہن لیا اور اس کا واپس کر دیا اور فرمایا یہ (پرانا) کرتہ اس سے زیادہ پسینہ جذب کرتا ہے (کیونکہ یہ موٹا ہے۔) [اخرجه الطبری ۴: ۲۰۳ واخرجه ابن المبارك عن عروة عن عامل لعمر رضی الله عنه بنحوه كما فی المنتخب ۴: ۴۰۲]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ زمانہ خلافت میں ایسا اونی جبہ پہنتے تھے جس میں چمڑے کے پیوند بھی لگے ہوتے تھے اور کندھے پر کوڑا رکھ کر لوگوں کو ادب اور سلیقہ سکھانے کے لیے بازاروں میں چکر لگایا کرتے تھے اور گرے پڑے ٹوٹے ہوئے دھاگے اور رسیاں اور گٹھلیاں زمین سے اٹھا کر لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تاکہ لوگ انہیں اپنے کام میں لے آئیں۔ [اخرجه الدینوری و ابن عساکر]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے زمانہ خلافت میں لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور انہوں نے ایک لنگی باندھ رکھی تھی جس میں بارہ پیوند تھے۔

[عند احمد فی الزهد و هناد وابن جریر و ابی نعیم كذا فی المنتخب ۴: ۴۰۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ زمانہ خلافت میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے دونوں کندھوں کے درمیان اوپر نیچے تین پیوند لگا رکھے تھے۔

[عند مالك كذا ی الترغیب ۳: ۳۹۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے گزارہ کے قابل خوراک لیا کرتے تھے۔ گرمیوں میں ایک جوڑا پہنتے۔ بعض دفعہ ان کی لنگی پھٹ جاتی تو اسے پیوند لگا لیتے لیکن (نیا جوڑا لینے کے) وقت آنے سے پہلے اس کی جگہ بیت المال سے اور لنگی نہ لیتے اسی سے کام چلاتے رہتے اور جس سال مال زیادہ آتا اس سال ان کا جوڑا پچھلے سال سے اور گھٹیا ہو جاتا۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے اس بارے میں بات کی تو فرمایا میں مسلمانوں کے مال میں سے پہننے کے جوڑے لیتا ہوں اور یہ میری ضرورت کے لیے کافی ہیں۔

[اخرجه ابن سعد كذافی المنتخب ۴: ۴۱۱]

حضرت محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روزانہ بیت المال سے

اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے دو درہم خرچ لیا کرتے تھے۔

[اخرجه ابن سعد كذافي المنتخب ۴:۴۱۱]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عبد الملک بن شداد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا کہ ان پر عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی تھی جس کی قیمت چار یا پانچ درہم تھی اور گیروے رنگ کی ایک کوفی چادر تھی۔ حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا گیا جو مسجد میں قیلولہ کرتے ہیں تو انہوں نے کہا میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے زمانہ خلافت میں ایک دن مسجد میں قیلولہ فرما رہے تھے اور جب وہ سو کر اٹھے تو ان کے جسم پر کنکریوں کے نشان تھے (مسجد میں کنکریاں بچھی ہوئی تھیں) اور لوگ (ان کی اس سادہ اور بے تکلف زندگی پر حیران ہو کر) کہہ رہے تھے یہ امیر المومنین ہیں یہ امیر المومنین ہیں۔

[اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۱:۶۰ واخرجه احمد كما فى صفة الصفوة ۱:۱۱۲ مثله]

حضرت شرحبیل بن مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ لوگوں کو عمدہ کھانا کھلاتے اور خود گھر جا کر سرکہ اور تیل یعنی سادہ کھانا کھاتے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا زہد

قبیلہ ثقیف کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے عکبرا قصبہ کا حاکم بنایا اور عراق کے ان دیہات میں مسلمان نہیں رہا کرتے تھے۔ مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ظہر کے وقت میرے پاس آنا میں آپ کی خدمت میں گیا مجھے وہاں کوئی روکنے والا دربان نہ ملا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور ان کے پاس پیالہ اور پانی کا ایک کوزہ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے ایک چھوٹا تھیلا منگوایا۔ میں نے اپنے دل میں کہا یہ مجھے امانتدار سمجھتے ہیں اس لیے مجھے اس تھیلے میں سے کوئی قیمتی پتھر نکال کر دیں گے۔ مجھے پتہ نہیں تھا کہ اس تھیلے میں کیا ہے؟ اس تھیلے پر مہر لگی ہوئی تھی۔ انہوں نے اس مہر کو توڑا اور تھیلی کو کھولا تو اس میں ستو تھے۔ چنانچہ اس میں سے ستو نکال کر پیالے میں ڈالے اور اس میں پانی ڈالا اور خود بھی پیئے اور مجھے بھی پلائے۔ میں اتنی سادگی

دیکھ کر رہ نہ سکا اور میں نے کہا اے امیر المومنین! آپ عراق میں رہ کر یہ کھا رہے ہیں حالانکہ عراق میں تو اس سے بہت زیادہ کھانے کی چیزیں ہیں (عراق میں رہ کر صرف ستو کھانا بڑی حیرانگی کی بات ہے) انہوں نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! میں بخل کی وجہ سے اس پر مہر نہیں لگاتا ہوں بلکہ میں اپنی ضرورت کے مطابق ستو خریدتا ہوں (اور مدینہ سے منگواتا ہوں) ایسے ہی کھلے رہنے دوں تو مجھے ڈر ہے کہ (ادھر ادھر گر نہ جائیں اور اڑ نہ جائیں اور یوں) یہ ختم نہ ہو جائیں تو مجھے عراق کے ستو بنانے پڑیں گے۔ اس وجہ سے میں ان ستوؤں کو اتنا سنبھال کر رکھتا ہوں اور میں اپنے پیٹ میں پاک چیز ہی ڈالنا چاہتا ہوں۔ حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو دوپہر کا کھانا خوب کھلایا کرتے تھے اور خود صرف وہی چیز کھایا کرتے تھے جو ان کے پاس مدینہ منورہ سے آیا کرتی تھی۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ١: ٨٢]

حضرت عبداللہ بن شریک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک مرتبہ فالودہ لایا گیا اور ان کے سامنے رکھا گیا تو فالودے کو مخاطب کر کے فرمایا اے فالودے! تیری خوشبو بہت اچھی ہے اور رنگ بہت خوبصورت ہے اور ذائقہ بہت عمدہ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ مجھے جس چیز کی عادت نہیں ہے میں خود کو اس کا عادی بناؤں۔

[اخرجه ابو نعيم ايضاً ١: ٨١، واخرجه ايضاً الامام عبدالله بن الامام احمد في زوائده عن عبدالله بن شريك مثله كما في المنتخب ٥: ٥٨]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس باہر آئے اور انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور لنگی باندھی ہوئی تھی جس پر پیوند لگا رکھا تھا۔ کسی نے ان سے اتنے سادہ کپڑے پہننے کے بارے میں کچھ کہا تو فرمایا میں یہ دو سادہ کپڑے اس لیے پہنتا ہوں کہ میں ان کی وجہ سے اکڑ سے بچا رہوں گا اور ان میں نماز بھی بہتر ہوگی اور مومن بندے کے لیے یہ سنت بھی ہیں (یا عام مسلمان بھی ایسے سادہ کپڑے پہننے لگ جائیں گے)

[اخرجه ابن المبارك كذا في المنتخب ٥: ٥٨]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ایک موٹی لنگی دیکھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اسے پانچ درہم میں خریدا ہے مجھے جو آدمی اس میں ایک درہم نفع دے گا میں اس کو اس کے ہاتھ بیچ دوں گا۔ [اخرجه البيهقي كذا في المنتخب الكنز ٥: ٥٨]

حضرت مجمع بن سمعان تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اپنی تلوار لے کر بازار گئے اور فرمایا مجھ سے میری یہ تلوار خریدنے کے لیے کون تیار ہے؟ اگر لنگی خریدنے کے لیے میرے پاس چار درہم ہوتے تو میں یہ تلوار نہ بیچتا۔ [اخرجه يعقوب بن سفيان كذا فى البداية ٨: ٣]

حضرت صالح بن ابی الاسود رحمۃ اللہ علیہ ایک صاحب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ ایک گدھے پر سوار ہیں اور انہوں نے اپنے دونوں پاؤں ایک جانب لٹکا رکھے ہیں اور فرما رہے ہیں میں ہی وہ آدمی ہوں جس نے دنیا کی توہین کر رکھی ہے۔

[اخرجه ابو القاسم البغوى كذافى البداية ٨: ٥]

حضرت عبداللہ بن زریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں عید الاضحیٰ کے دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا۔ انہوں نے ہمارے سامنے بھوسی اور گوشت کا حریرہ رکھا۔ ہم نے کہا اللہ آپ کو ٹھیک ٹھاک رکھے اگر آپ ہمیں یہ بطخ کھلاتے تو زیادہ اچھا تھا کیونکہ اب تو اللہ نے مال بہت دے رکھا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن زریر! میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ خلیفہ وقت کے لیے اللہ کے مال میں سے صرف دو بڑے پیالے حلال ہیں ایک پیالہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے اور دوسرا پیالہ آنے والے لوگوں کے سامنے رکھنے کے لئے۔ [اخرجه احمد كذافى البداية ٨: ٣]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے تو وہ کجاوے کی چادر پر لیٹے ہوئے تھے اور گھوڑے کو دانہ کھلانے والے تھیلے کو تکیہ بنایا ہوا تھا۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کے ساتھیوں نے جو مکان اور سامان بنا لئے وہ آپ نے کیوں نہیں بنا لیے؟ انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! قبر تک پہنچنے کے لیے یہ سامان بھی کافی ہے اور حضرت معمر راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لے گئے تو لوگوں نے اور وہاں کے سرداروں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا استقبال کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا بھائی کہاں ہے؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا حضرت ابوعبیدہ۔ لوگوں نے کہا وہ ابھی آپ کے پاس آجائیں گے۔ چنانچہ جب حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ آئے تو

سواری سے نیچے اتر کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں گلے لگایا پھر ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں گھر میں صرف یہ چیزیں نظر آئیں ایک تلوار، ایک ڈھال اور ایک کجاوہ۔ پھر پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۱۰۱، واخرجه الامام احمد ایضاً نحو حدیث معمر کما فی صفة الصفوة ۱: ۲۷۳، وابن المبارک فی الزهد من طریق معمر نحوه کما فی الاصابة ۲: ۲۵۳]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سردی کے موسم میں صبح کے وقت میں اپنے گھر سے نکلا۔ بھوک بھی لگی ہوئی تھی بھوک کے مارے برا حال تھا۔ سردی بھی تنگ کر رہی تھی۔ ہمارے ہاں بغیر رنگی ہوئی کھال پڑی ہوئی تھی جس میں سے کچھ بو بھی آ رہی تھی اسے میں نے کاٹ کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور اپنے سینے سے باندھ لیا تاکہ اس کے ذریعہ سے کچھ تو گرمی حاصل ہو۔ اللہ کی قسم! گھر میں میرے کھانے کی کوئی چیز نہیں تھی اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں بھی کوئی چیز ہوتی تو وہ مجھے مل جاتی (وہاں بھی کچھ نہیں تھا) میں مدینہ منورہ کی ایک طرف کو چل پڑا وہاں ایک یہودی اپنے باغ میں تھا میں نے دیوار کے سوراخ سے اس کی طرف جھانکا اس نے کہا اے اعرابی! کیا بات ہے؟ (مزدوری پر کام کرو گے؟) ایک ڈول پانی نکالنے پر ایک کھجور لینے کو تیار ہو؟ میں نے کہا ہاں باغ کا دروازہ کھولو۔ اس نے دروازے کھول دیا میں اندر گیا اور ڈول نکالنے لگا اور وہ مجھے ہر ڈول پر ایک کھجور دیتا رہا۔ یہاں تک کہ میری مٹھی کھجوروں سے بھر گئی اور میں نے کہا اب مجھے اتنی کھجوریں کافی ہیں۔ پھر میں نے وہ کھجوریں کھائیں اور بہتے پانی سے منہ لگا کر پیا۔ پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور مسجد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت میں تشریف فرما تھے اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ اپنی پیوند والی چادر اوڑھے ہوئے آئے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو ان کا ناز و نعمت والا زمانہ یاد آ گیا اور اب ان کی موجودہ فقر و فاقہ والی حالت بھی نظر آ رہی تھی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (آج تو فقر و فاقہ اور تنگی کا زمانہ ہے لیکن) تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میں ہر آدمی صبح ایک جوڑا پہنے گا اور شام کو

دوسرا اور تمہارے گھروں پر ایسے پردے لٹکائے جائیں گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ ہم نے کہا پھر تو ہم اس زمانے میں زیادہ بہتر ہوں گے۔ ضرورت کے کاموں میں دوسرے لگا کریں گے ہمیں لگنا نہیں پڑے گا اور ہم عبادت کے لیے فارغ ہو جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ آج تم اس دن سے زیادہ بہتر ہو (کہ دین کا کام تم تکلیفوں اور مشقت کے ساتھ کر رہے ہو۔) [اخرجه الترمذی وقال حسن و ابویعلی وابن راهویه کذافی الکنز ۳۲۱:۳ وقال الهیثمی ۳۱۴:۱۰ رواه ابویعلی و فیه راولم یسم و بقیة رجاله ثقات]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سامنے سے آتے ہوئے دیکھا انہوں نے دنبے کی کھال کو اپنی کمر پر باندھ رکھا تھا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اس آدمی کی طرف دیکھو جس کے دل کو اللہ نے نورانی بنا رکھا ہے میں نے ان کا وہ زمانہ بھی دیکھا ہے جس زمانے میں ان کے والدین ان کو سب سے عمدہ کھانا اور سب سے بہتر مشروب پلایا کرتے تھے اور میں نے ان پر وہ جوڑا بھی دیکھا ہے جو انہوں نے دوسو درہم میں خریدا تھا۔ اب اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے ان کا فقر و فاقہ والا وہ حال کر دیا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو۔ [عند الطبرانی والبیهقی کذا فی الترغیب ۳۹۵:۳ واخرجه ایضاً الحسن بن سفیان وابوعبدالرحمن اسلمی والحاکم کما فی الکنز ۸۷:۷ و ابونعیم فی الحلیة ۱۰۸:۱ عن عمر نحوه]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ قباء میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ اتنے میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ آتے ہوئے دکھائی دیئے انہوں نے اتنی چھوٹی چادر اوڑھی ہوئی تھی جو ان کے ستر کو پوری طرح ڈھانپ نہیں رہی تھی۔ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے سر جھکا لیے۔ پاس آ کر حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے سلام کیا صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں سلام کا جواب دیا۔ حضور ﷺ نے ان کی خوب تعریف کی اور فرمایا میں نے مکہ مکرمہ میں دیکھا ہے کہ ان کے والدین ان کا خوب اکرام کرتے تھے ان کو ہر طرح کی نعمتیں دیا کرتے تھے اور قریش کا کوئی جوان ان جیسا نہیں تھا لیکن پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنے کے لیے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ غور سے سنو! تھوڑا عرصہ ہی گزرے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں فارس اور روم فتح کر کے دے دیں گے۔ اور دنیا کی فراوانی اتنی ہو جائے گی کہ تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور صبح بڑا

پیالہ کھانے کا تمہارے سامنے آئے گا اور شام کو بھی کھانے کا بڑا پیالہ آئے گا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آج بہتر ہیں یا اس دن بہتر ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ آج تم لوگ بہتر ہو۔ غور سے سنو اگر تم لوگ دنیا کے بارے میں وہ جان لو جو میں جانتا ہوں تو تمہاری طبیعتیں دنیا سے بالکل سرد ہو جائیں۔ [عند الحاکم ۳: ۲۶۸]

حضرت خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اپنی شہادت پر صرف ایک کپڑا چھوڑا تھا جو اتنا چھوٹا تھا کہ جب اس سے ان کا سر ڈھانکتے تھے تو ان کے پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پاؤں ڈھانکتے تو ان کا سر کھل جاتا تھا آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کے پیروں پر اذخر گھاس ڈال دو۔ [قال فی الاصابۃ ۳: ۴۲۱ وفی الصحیح]

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے انہوں نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی جو کئی جگہ سے پھٹی ہوئی تھی جس پر انہوں نے کھال کا پیوند لگا رکھا تھا یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر بڑا ترس آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رقت طاری ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے صحابہ رضی اللہ عنہم پر بھی رقت طاری ہو گئی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس دن تم لوگوں کا کیا حال ہوگا جس دن تم میں سے ہر آدمی ایک جوڑا صبح پہنے گا اور ایک جوڑا شام کو اور کھانے کا ایک بڑا پیالہ اس کے سامنے رکھا جائے گا اور ایک اٹھایا جائے گا اور تم گھروں پر ایسے پردے لٹکاؤ گے جیسے کعبہ پر لٹکائے جاتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم تو چاہتے ہیں کہ ایسا ہو جائے اور ہمیں بھی وسعت اور سہولت حاصل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا ضرور ہو کر رہے گا لیکن آج تم لوگ اس دن سے بہتر ہو (کہ دین کا کام مجاہدوں کے ساتھ کر رہے ہو)

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس دن حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ایسے جھکے کہ گویا ان کو وصیت فرما رہے ہیں۔ پھر آپ نے سر اٹھایا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ کی آنکھوں میں رونے کا اثر دیکھا۔ آپ دوبارہ ان پر جھکے، پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ روتے ہوئے نظر آئے۔

پھر آپ ان پر تیسری مرتبہ جھکے پھر آپ نے سر اٹھایا تو اس دفعہ آپ سسکیاں لے رہے تھے جس سے صحابہ رضی اللہ عنہم سمجھے کہ ان کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم بھی رونے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھہرو۔ یہ آواز سے رونا شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ سے استغفار کرو پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا اے ابوالسائب! تم غم نہ کرو۔ تم دنیا سے چلے گئے اور تم نے دنیا سے کچھ نہ لیا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۳۰۳، و رواه الطبرانی عن عمر بن عبد العزیز بن مقلاص عن ابیه ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى واخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۱۰۵۔ وابن عبد البر فى الاستيعاب ۳: ۸۷، عن ابن عباس من غير طريق عمر بن عبد العزيز عن ابيه نحوه]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد ان کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ اے عثمان! اللہ تم پر رحم فرمائے نہ تو تم نے دنیا سے کوئی فائدہ اٹھایا اور نہ ہی دنیا تمہارے پاس آئی۔ [اخرجه ابونعيم ايضاً عن عبد ربه بن سعيد المدنی مختصراً]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت عطیہ بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ کھانا کھا رہے تھے ان سے مزید کھانے کا اصرار کیا گیا تو انہوں نے کہا میرے لیے یہی کافی ہے۔ میرے لیے یہی کافی ہے کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا میں پیٹ بھر کر کھانے والے قیامت کے دن زیادہ بھوکے ہوں گے۔ اے سلمان! دنیا مؤمن کے لیے جیل خانہ ہے اور کافر کے لیے جنت (کہ مؤمن اللہ تعالیٰ کے احکام کا خود کو پابند کر کے چلتا ہے اور کافر اپنی مرضی پر چلتا ہے)
[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۱۹۸، واخرجه العسكرى فى الامثال نحوه كما فى الكنز ۷: ۴۵]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو بیت المال سے پانچ ہزار وظیفہ ملتا تھا اور وہ تقریباً تیس ہزار مسلمانوں کے امیر تھے۔ ان کا ایک چغہ تھا جس کے کچھ حصہ کو نیچے بچھا کر باقی کو اوپر اوڑھ لیا کرتے تھے اور اسی چغہ کو پہن کر لوگوں میں بیان کیا کرتے تھے جب انہیں وظیفہ ملتا تو اسے اسی وقت آگے خرچ کر دیا کرتے اس میں سے اپنے پاس کچھ نہیں رکھتے تھے اور

اپنے ہاتھ سے کھجور کے پتوں کی ٹوکریاں بناتے تھے اور اس کی کمائی سے گزارہ کرتے تھے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیه ۱:۱۹۷ واخرجه ابن سعد ۴:۶۲ عن الحسن بنحوه]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے لوگوں کو یہ قصہ بیان کرتے ہوئے سنا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ فرمایا اے ابوعبداللہ! (یہ حضرت سلمان کی کنیت ہے) کیا میں تمہارے لیے ایک کمرہ نہ بنادوں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو یہ بات بری لگی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ذرا ٹھہرو تو سہی سن تو لو میں تمہارے لیے کیسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں؟ میں تمہارے لیے ایسا کمرہ بنانا چاہتا ہوں کہ جب تم اس میں لیٹو تو تمہارا سر ایک دیوار کو لگے اور پاؤں دوسری دیوار کو اور جب تم کھڑے ہو تو تمہارا سر چھت کو لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم تو میرے دل میں رہتے ہو یعنی اب تم نے میرے دل کی بات کہی ہے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۲۰۲]

حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (کسی درخت کے سایہ) میں بیٹھا کرتے تھے (اور مسلمانوں کے اجتماعی کاموں کو انجام دیا کرتے تھے) اور سایہ گھوم کر جدھر جاتا خود بھی کھسک کر ادھر ہو جاتے۔ اس کام کے لیے ان کا کوئی گھر نہ تھا۔ ان سے ایک آدمی نے کہا کیا میں آپ کو ایک کمرہ نہ بنادوں کہ گرمیوں میں اس کے سایہ میں رہا کریں اور سردیوں میں اس میں رہ کر سردی سے بچاؤ کرلیا کریں؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا ہاں بنادو۔ جب وہ آدمی پشت پھیر کر چل پڑا تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے اسے زور سے آواز دے کر کہا کیسا کمرہ بناؤ گے؟ اس آدمی نے کہا ایسا کمرہ بناؤں گا کہ اگر آپ اس میں کھڑے ہوں تو آپ کا سر چھت کو لگے اور اگر آپ اس میں لیٹیں تو آپ کے پاؤں دیوار کو لگیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر ٹھیک ہے۔ [عند ابن سعد ۴:۶۳ عن معن]

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابو اسماء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت وہ ربذہ بستی میں تھے۔ ان کے پاس ایک کالی عورت بیٹھی ہوئی تھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اس پر نہ خوبصورتی کا کوئی اثر تھا اور نہ ہی خوشبو کا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم لوگ دیکھتے نہیں ہو کہ یہ

کالی کلوٹی عورت مجھے کیا کہہ رہی ہے؟ مجھے یہ کہہ رہی ہے کہ میں عراق چلا جاؤں (اور وہاں رہا کروں) میں جب عراق چلا جاؤں گا تو وہاں کے لوگ اپنی دنیا لے کر مجھ پر ٹوٹ پڑیں گے (کیونکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے ہوں اس لیے وہاں والے مجھے خوب ہدیے دیں گے اور یوں میرے پاس دنیا زیادہ ہو جائے گی اور ان کے کام بھی کرنے پڑیں گے جس کی وجہ سے عبادت اور اعمال کا وقت کم ہو جائے گا) اور میرے گہرے دوست (حضرت محمد) صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ عہد لیا ہے کہ پل صراط سے پہلے ایک پھسلن والا راستہ ہے جب ہم اس سے گزریں تو ہمارا بوجھ اتنا ہلکا ہو اور اتنا سمٹا ہوا ہو کہ ہم اسے اٹھا سکیں یہ ہماری نجات کے لیے زیادہ بہتر ہے۔ بہ نسبت اس کے کہ ہم اس راستہ پر گزریں اور ہمارا بوجھ بہت زیادہ ہو۔

[اخرجه احمد قال فی الترغيب ۵: ۱۹۳، رواه احمد ورواته رواة الصحيح واخرجه ابونعيم فی الحلية ۱: ۱۶۱، عن ابی اسماء و ابن سعد ۴: ۷۴ نحوه]

حضرت عبداللہ بن خراش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو ربذہ بستی میں دیکھا کہ وہ اپنے ایک کالے چھپر کے نیچے بیٹھے ہوئے ہیں اور اسی چھپر کے نیچے ان کی کالی عورت بیٹھی ہوئی ہے اور وہ بوری کے ایک ٹکڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں ان سے عرض کیا گیا کہ آپ کی اولاد زندہ نہیں رہتی۔ انہوں نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ وہ انہیں اس فانی گھر میں لے لیتا ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والے گھر میں بوقت ضرورت ہمیں واپس کر دے گا اور وہ بچے وہاں کام آئیں گے۔ پھر ساتھیوں نے عرض کیا آپ اس عورت کے علاوہ کوئی اور (خوبصورت) عورت لے لیتے تو اچھا تھا فرمایا میں اس عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں تواضع پیدا ہو یہ مجھ اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں ایسی عورت سے شادی کروں جس سے مجھ میں بڑائی پیدا ہو۔ پھر ساتھیوں نے کہا آپ اس سے زیادہ نرم بستر لے لیتے۔ فرمایا اے اللہ! مغفرت فرما اور جو تو نے دیا ہے اس میں سے جتنا جی چاہے لے لے۔ [اخرجه ابونعيم فی الحلية ۱: ۱۶۰، واخرجه الطبرانی عن عبد الله بن خراش نحوه قال الهيثمی ۹: ۳۳۱ و فيه موسى بن عبيدة وهو ضعيف]

حضرت ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم کہتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا جیسے فلاں فلاں آدمیوں نے جائیداد بنائی ہے آپ بھی اس طرح جائیداد کیوں نہیں بنا لیتے؟ فرمایا امیر بن کر کیا کروں گا؟ مجھے تو روزانہ پانی یا دودھ کا ایک گھونٹ اور ہر ہفتہ گندم ایک قفیز (ایک

پیمانہ کا نام ہے جس کی مقدار ہر علاقہ میں مختلف ہوتی ہے مصر میں قفیز سولہ کلوگرام کا ہوتا ہے) کافی ہے۔ ابونعیم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میری روزی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک صاع تھی۔ میں مرتے دم تک اس سے زیادہ نہیں کرسکتا۔ [اخرجه ابونعیم ۱: ۱۶۲]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے تاجر تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو میں نے تجارت اور عبادت کو جمع کرنا چاہا لیکن ایسا ٹھیک طور سے نہ ہوسکا اس لیے میں نے تجارت چھوڑ دی اور عبادت کی طرف متوجہ ہوگیا۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۳۶۷]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث مروی ہے اور اس میں مزید یہ بھی ہے کہ انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! آج مجھے یہ بات بھی پسند نہیں ہے کہ مسجد کے دروازے پر میری ایک دکان ہو اور مسجد کی نماز باجماعت مجھ سے ایک بھی فوت نہ ہو اور مجھے اس دکان سے روزانہ چالیس دینار نفع ہو جو میں سب اللہ کے راستہ میں صدقہ کردوں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو کیوں ناپسند ہے؟ فرمایا حساب کی سختی کی وجہ سے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلية ۱: ۲۰۹ وهكذا اخرجه ابن عساكر كما فی الكنز ۲: ۱۴۹]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے اس بات سے خوشی نہیں ہوسکتی کہ میں مسجد کے دروازے پر کھڑے ہوکر خرید و فروخت کروں اور روزانہ مجھے تین سو درہم اس سے نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ تعالیٰ نے بیچنے کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے بلکہ میں چاہتا ہوں کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جنہیں تجارت اور بیچنا اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرسکتا۔ [عند ابی نعیم ایضا من طریق آخر]

حضرت خالد بن حدیر اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے کھال یا اون کا بستر تھا اور ان کے اوپر اونی چادر تھی اور کھال کے جوتے تھے اور وہ بیمار تھے اور انہیں خوب پسینہ آیا ہوا تھا۔ میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہتے تو اپنے بستر پر چاندی والا غلاف چڑھا لیتے اور زعفرانی چادر اوڑھتے جو کہ امیر المؤمنین آپ کے پاس بھیجا کرتے ہیں۔

انہوں نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم جا رہے ہیں اور اسی کے لیے ہم عمل کر رہے ہیں (کہ جتنا مال آتا ہے سب دوسروں کو دے دیتے ہیں تاکہ اگلے گھر یعنی آخرت میں کام آئے)

حضرت حسان بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھی ان کے مہمان بنے۔ چنانچہ انہوں نے ان کو کھلایا پلایا اور ان کی مہمانی کی لیکن (گھر میں سامان اور بستر وغیرہ کم تھے جس کی وجہ سے) کچھ ساتھیوں نے گھوڑے کی پشت پر کاٹھی کے نیچے جو چادر ڈالی جاتی ہے اس پر رات گزاری اور کچھ اپنے کپڑوں پر جیسے تھے ویسے ہی لیٹے رہے۔ جب صبح کو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے تو انہوں نے محسوس کیا کہ ان کے یہ مہمان بستروں کے نہ ہونے کی وجہ سے کچھ محسوس کر رہے ہیں تو فرمایا ہمارا ایک گھر ہے ہم اسی کے لیے جمع کر رہے ہیں اور ہم نے لوٹ کر وہیں جانا ہے (اس لیے جتنا مال آتا ہے سب دوسروں پر خرچ کر دیتے ہیں اپنا کچھ نہیں بناتے ہیں) [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۲۲۲]

حضرت محمد بن کعب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کچھ لوگ سخت سردی کی رات میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے مہمان بنے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان کے پاس گرم کھانا تو بھیجا لیکن لحاف نہ بھیجے ان میں سے ایک آدمی نے کہا انہوں نے ہمارے لیے کھانا تو بھیجا لیکن (سردی دور کرنے کا انتظام نہیں کیا اس وجہ سے) اس سخت سردی میں ہمیں کھانا کا مزا نہ آیا۔ میں تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ بات ضرور بتاؤں گا۔ دوسرے نے کہا چھوڑو نہ بتاؤ لیکن وہ نہ مانا اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا جب وہ دروازے پر جا کر کھڑا ہو گیا تو اس نے دیکھا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کی بیوی پر تھوڑے سے ناقابل ذکر کپڑے ہیں۔ یہ دیکھ کر اس نے واپس جانے کا ارادہ کیا اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا میرا خیال ہے یہ رات آپ نے بھی ہماری طرح (لحاف کے بغیر ہی) گزاری ہے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارا ایک گھر ہے جہاں ہم نے جانا ہے ہم نے اپنے سارے بستر اور لحاف وہاں پہلے سے بھیج دیئے ہیں اگر ان میں سے کوئی چیز تمہیں یہاں ملتی تو ہم اسے تمہارے پاس ضرور بھیج دیتے۔ ہمارے سامنے ایک بہت سخت گھاٹی ہے جس پر چڑھنا بڑا مشکل ہے۔ ہلکا بوجھ لے کر اس میں سے گزرنے والا زیادہ بوجھ والے سے بہتر ہے۔ سمجھ گئے میں تمہیں کیا کہہ رہا ہوں؟ اس نے کہا جی ہاں سمجھ گیا ہوں۔ [عند احمد كذافى صفة الصفوة ۱: ۲۶۳]

امیر کے معیار زندگی بلند کرنے پر نکیر کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے ہاں جانے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دروازے کو دھکا دیا تو اس کی کنڈی نہیں تھی۔ اندر گئے تو کمرے میں اندھیرا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو (اندھیرے کی وجہ سے) ٹٹولنے لگے یہاں تک کہ ان کا ہاتھ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو لگ گیا پھر ان کے تکیہ کو ٹٹولا تو وہ پالان کا کمبل تھا پھر ان کے بچھونے کو ٹٹولا تو وہ کنکریاں تھیں پھر ان کے اوپر کے کپڑے کو ٹٹولا تو وہ باریک سی چادر تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے کیا میں نے آپ پر وسعت نہیں کی؟ اور کیا میں نے آپ کے ساتھ فلاں فلاں احسان نہیں کیے؟ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بیان کی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کون سی حدیث؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ایک آدمی کے پاس زندگی گزارنے کا اتنا سامان ہونا چاہئے جتنا سوار کے پاس سفر کا توشہ ہوتا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (یاد ہے) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم نے کیا کیا؟ پھر دونوں ایک دوسرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یاد دلا کر صبح تک روتے رہے۔

حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت افلح رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حکم دے کر اہل بدر کے لیے خاص طور سے بڑے عمدہ جوڑوں کا کپڑا تیار کرواتے تھے (پھر اس سے جوڑے بنا کر اہل بدر کو بھیجا کرتے تھے) چنانچہ انہوں نے حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کو ان میں سے ایک جوڑا بھیجا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اے افلح! یہ جوڑا بیچ دو میں نے وہ جوڑا ڈیڑھ ہزار درہم میں بیچا تو انہوں نے فرمایا جاؤ اس ڈیڑھ ہزار درہم کے میرے لیے غلام خرید لاؤ۔ میں پانچ غلام خرید لایا۔ انہیں دیکھ کر فرمایا جو آدمی ڈیڑھ ہزار درہم کے پانچ غلام خرید کر انہیں آزاد کر سکتا ہے وہ اس رقم کے دو چھلکے (لنگی اور چادر کے) پہن لے واقعی وہ بہت بے وقوف ہے (اے غلامو!) جاؤ تم سب آزاد ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کے پاس جو جوڑے بھیجتے ہیں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ انہیں پہنتے نہیں ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے سو درہم کا ایک موٹا جوڑا بنوا کر ان کے پاس بھیج دیا۔ جب وہ قاصد وہ جوڑا لے کر

ان کے پاس آیا تو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ جوڑا دے کر تمہیں میرے پاس نہیں بھیجا۔ اس قاصد نے کہا نہیں آپ کے پاس ہی بھیجا ہے۔ انہوں نے وہ جوڑا لیا اور لے کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیر المؤمنین! کیا آپ نے یہ جوڑا میرے پاس بھیجا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے بھیجا ہے۔ ہم پہلے تمہارے پاس ان (قیمتی) جوڑوں میں سے بھجوایا کرتے تھے جو تمہارے اور تمہارے (بدری) بھائیوں کے لیے بنوایا کرتے تھے لیکن مجھے پتہ چلا کہ تم اسے پہنتے نہیں ہو (اس لیے اس دفعہ میں نے تمہارے پاس یہ معمولی جوڑا بھیج دیا) انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں اگرچہ وہ جوڑا پہنتا نہیں لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس جو بہترین چیز ہے مجھے اس میں سے ملے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو حسب سابق وہی عمدہ جوڑا دے دیا۔

[اخرجه عمر بن شبة كذا في صفة الصفوة ١:١٨٨]

حضرت لجلاج غطفانی رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت لجلاج غطفانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر مسلمان ہوا ہوں کبھی میں نے پیٹ بھر کر کھانا بھی نہیں کھایا۔ بس بقدر ضرورت کھاتا اور پیتا ہوں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بعد مزید روایت کیا ہے کہ وہ ایک سو بیس سال زندہ رہے۔ پچاس سال جاہلیت میں اور ستر سال اسلام میں۔ [اخرجه الطبرانی باسناد لا باس به كذا فی الترغيب ٣: ٤٢٣ واخرجه ابو العباس السراج فی تاريخه والخطيب فی المتفق كما فی الاصابة ٢: ٣٢٨ وابن عساكر كما فی الكنز ٧: ٨٦]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا زہد

حضرت حمزہ بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت کھانا کھاتے جب ساتھ کھانے والا کوئی اور بھی ہوتا اور جب کھاتے تو چاہے کھانا کتنا زیادہ ہوتا پیٹ بھر کر نہ کھاتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ حضرت ابن مطیع رحمۃ اللہ علیہ ان کی عیادت کرنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کا جسم بہت دبلا ہو چکا ہے تو انہوں نے (ان کی بیوی) حضرت صفیہ رحمۃ اللہ علیہا سے کہا کیا تم

ان کی اچھی طرح دیکھ بھال نہیں کرتی ہو؟ اگر تم ان کی دیکھ بھال ٹھیک طرح سے کرو تو ہو سکتا ہے کہ یہ دبلا پن ختم ہو جائے اور کچھ تو جسم ان کا بن جائے اس لیے ان کے لیے عمدہ کھانا خاص طور پر اہتمام سے تیار کیا کرو۔ حضرت صفیہ رحمہا اللہ نے کہا ہم تو ایسا ہی کرتے ہیں لیکن یہ اپنے کھانے پر تمام گھر والوں کو اور (باہر کے) تمام حاضرین کو بلا لیتے ہیں (اور سارا کھانا دوسروں کو کھلا دیتے ہیں خود بہت کم کھاتے ہیں) لہٰذا آپ ہی ان سے اس بارے میں بات کریں تو اس پر حضرت ابن مطیع رحمہ اللہ نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! (یہ ان کی کنیت ہے) اگر آپ اچھا کھانا کھا لیا کریں تو اس سے آپ کی جسمانی کمزوری دور ہو جائے گی تو انہوں نے فرمایا آٹھ سال مسلسل ایسے گزرے ہیں کہ میں نے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا صرف ایک مرتبہ ہی پیٹ بھر کر کھایا ہوگا اب تم چاہتے ہو کہ میں پیٹ بھر کر کھایا کروں جبکہ گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی ہے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلية ۱:۲۹۸]

حضرت عمر بن حمزہ بن عبداللہ رحمہ اللہ کہتے ہیں میں اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا اور اس نے کہا آپ مجھے بتائیں کہ جس دن میں نے آپ کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جرف مقام پر بات کرتے ہوئے دیکھا تو آپ نے ان کو کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا میں نے ان سے کہا تھا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کا جسم بہت دبلا ہو گیا اور عمر بہت زیادہ ہو گئی۔ آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے نہ آپ کا حق پہچانتے ہیں اور نہ آپ کا مقام۔ آپ یہاں سے گھر واپس جا کر اپنے گھر والوں سے کہیں کہ وہ آپ کیلئے خاص طور سے اچھا سا کھانا تیار کر دیا کریں۔ انہوں نے کہا تیرا بھلا ہو۔ اللہ کی قسم! میں نے گیارہ سال سے بلکہ بارہ سال سے بلکہ تیرہ سال سے بلکہ چودہ سال سے ایک دفعہ بھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا اب تو گدھے کی پیاس جتنی (تھوڑی سی) زندگی رہ گئی اب یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ [عند ابی نعیم]

حضرت عبداللہ بن عدی رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام تھے وہ عراق سے آئے اور انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر انہیں سلام کیا اور عرض کیا میں آپ کے لیے ہدیہ لایا ہوں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہے؟ انہوں نے کہا جوارش ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ انہوں نے کہا اس سے کھانا ہضم ہو جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے چالیس سال سے کبھی پیٹ بھر کر نہیں کھایا میں اس

جوارش کا کیا کروں گا؟ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۳۰۰]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا میں آپ کے لیے جوارش تیار کردوں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا جوارش کیا چیز ہوتی ہے؟ اس آدمی نے کہا اگر آپ کسی دن کھانا اتنا زیادہ کھالیں کہ سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور پھر اس جوارش کو استعمال کرلیں تو اس سے اس کھانے کو ہضم کرنا آسان ہو جائے گا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے تو چار ماہ سے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور یہ اس وجہ سے نہیں ہے کہ مجھے کھانا ملتا نہیں ہے۔ کھانا تو بہت ہے لیکن میں ایسے لوگوں کے ساتھ رہا ہوں جو ایک وقت پیٹ بھر کر کھاتے تھے اور دوسرے وقت بھوکے رہتے تھے۔

[عند ابی نعیم ایضاً اخرجه ابن سعد ۴:۱۱۰ عن ابن سیرین مختصراً و کذلك عن نافع مختصرا]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا میں نے نہ اینٹ پر اینٹ رکھی (یعنی کوئی تعمیر نہیں کی) اور نہ ہی کھجور کا کوئی پودا لگایا ہے۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۳۰۳ واخرجه ابن سعد ۴:۱۲۵ مثله]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ ہم میں سے جس نے بھی دنیا پائی دنیا اس کی طرف مائل ہوئی اور وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا۔

[اخرجه ابوسعید بن الاعرابی بسند صحیح]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو دیکھا جو یہ سمجھتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کو (دنیاوی چیزوں کے استعمال میں) جس حالت پر چھوڑ کر گئے تھے اس حالت پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ کوئی نہیں رہا۔

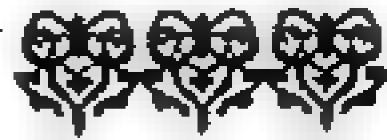
[فی تاریخ ابی العباس السراج بسند حسن کذافی الاصابة ۲:۳۴۷]

حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کا زہد

حضرت ساعدہ بن سعد بن حذیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سب سے زیادہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث اور میرے جی کو سب سے زیادہ محبوب وہ دن ہے جس دن میں اپنے اہل وعیال کے پاس جاؤں اور مجھے ان کے پاس کھانے کی کوئی چیز نہ ملے

اور وہ یوں کہیں کہ آج ہمارے پاس کھلانے کے لیے کچھ ہے ہی نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مریض کو اس کے گھر والے جتنا کھانے سے بچاتے ہیں اللہ تعالیٰ مؤمن کو اس سے زیادہ دنیا سے بچاتے ہیں اور باپ اپنی اولاد کے لیے خیر کی جتنی فکر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ مؤمن کی آزمائش کا اہتمام کرتے ہیں۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۲۷۷ و اخرجه الطبرانی عن ساعدة مثله قال الهیثمی ۱۰:۲۸۵ و فیه من لم اعرفهم]



جو دنیا سے بے رغبتی اختیار نہ کرے اور اس کی لذتوں میں مشغول ہو جائے اس پر نکیر کرنا اور دنیا سے بچنے کی تاکید کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا کہ میں نے ایک دن میں دو مرتبہ کھانا کھایا ہے تو مجھ سے فرمایا اے عائشہ کیا تم یہ چاہتی ہو کہ صرف پیٹ بھرنا ہی تمہارا مشغلہ ہو؟ ایک دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے ہیں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں اس دنیا میں بس پیٹ بھرنے ہی کی فکر ہے؟ اور کسی چیز کی فکر نہیں ہے؟ ایک دن میں ایک مرتبہ سے زیادہ کھانا اسراف ہے اور اسراف والوں کو اللہ پسند نہیں فرماتے۔ [اخرجه البيهقي كذافي الترغيب ۳: ۴۲۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی رو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم کیوں رو رہی ہو؟ اگر تم مجھ سے (جنت میں) ملنا چاہتی ہو تو تمہیں دنیا کا اتنا سامان کافی ہونا چاہئے جتنا سوار کا زادِ سفر ہوتا ہے اور مال داروں سے میل جول نہ رکھنا۔

[عند ابن الاعرابی كذا فی الكنز ۲: ۱۵۰]

ترمذی، حاکم اور بیہقی کی روایت میں مزید یہ مضمون ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے کپڑے پر پیوند نہ لگا لیتیں اور اسے الٹ نہ لیتیں اس وقت تک نیا کپڑا نہ پہنتیں۔ ایک دن ان کے پاس اسی ہزار حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آئے تو شام تک ان کے پاس اسی ہزار میں سے ایک درہم بھی نہ بچا۔ ان کی باندی نے کہا آپ نے ہمارے لیے ایک درہم کا گوشت کیوں نہیں خرید لیا؟ تو فرمایا اگر تو پہلے مجھے یاد کرا دیتی تو میں خرید لیتی (مجھے تو گوشت خریدنا یاد ہی نہ رہا) [كذا فی الترغيب ۵: ۱۲۶]

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن چربی والے گوشت کا ثرید کھایا پھر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مجھے ڈکار آ رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے

ابو جحیفہ! ہمارے سامنے ڈکار نہ لو کیونکہ جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھر کر کھائیں گے انہیں قیامت کے دن زیادہ بھوک برداشت کرنی پڑے گی۔ چنانچہ اس کے بعد حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ نے آخری دم تک پیٹ بھر کر کھانا نہ کھایا۔ جب دوپہر کو کھانا کھا لیتے تھے تو رات کو نہ کھاتے اور جب رات کو کھا لیتے تو دن کو نہ کھاتے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۵:۳۱' ورواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر باسانید فی احد اسانید الکبیر محمد بن خالد الکوفی ولم اعرفه وبقیة رجاله ثقات انتهٰی واخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۴:۳۷' نحوه واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۷:۲۵۶ عن ابی جحیفة بمعناه ولم یذکر قوله فما اکل الی آخره]

حضرت جعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بڑے پیٹ والا آدمی دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا کہ اگر یہ کھانا اس کے پیٹ کے علاوہ کسی اور (فقیر یا ضرورت مند) کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیے بہتر تھا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں خواب دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر اسے بلایا۔ چنانچہ اس نے حاضر خدمت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ سارا خواب سنایا۔ اس آدمی کا پیٹ بڑا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پیٹ میں انگلی مار کر فرمایا اگر یہ کھانا اس پیٹ کے علاوہ کسی اور کے پیٹ میں ہوتا تو تمہارے لیے زیادہ بہتر تھا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۵:۳۱' رواه کله الطبرانی و رواه احمد الا انه جعل ان النبی صلی اللہ علیه وسلم هو الذی رای الرؤیا للرجال ورجال الجمیع رجال الصحیح غیر ابی اسرائیل الجشمی وهو ثقة انتهٰی]

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ راستہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے ملے۔ ان کے ساتھ ایک آدمی نے گوشت اٹھایا ہوا تھا (یعنی گوشت خرید کر اپنے گھر لے جا رہے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم میں سے کوئی آدمی بھی یہ نہیں چاہتا کہ اپنے پڑوسی اور چچازاد بھائی کی وجہ سے اپنے آپ کو بھوکا رکھے؟ (یعنی خود کچھ نہ کھائے اور سارا دوسروں کو کھلا دے) یہ آیت

﴿اَذْهَبْتُمْ طَيِّبٰتِكُمْ فِيْ حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا وَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا﴾ [سورۃ احقاف آیت:۲۰]

تم لوگوں سے کہاں چلی گئی ہے؟ [اخرجه مالک کذا فی الترغیب ۴:۲۲۴]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک درہم کا گوشت خرید کر جا رہا تھا۔ راستہ

میں مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ملے۔ انہوں نے پوچھا اے جابر! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا اس لیے میں نے ان کے لیے ایک درہم کا گوشت خریدا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرا یہ جملہ بار بار دہراتے رہے۔ میرے گھر والوں کا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ اتنی دفعہ دہرایا کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ کاش یہ درہم میرے پاس سے کہیں گر جاتا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میری ملاقات نہ ہوتی۔ [عند البیهقی كذا فی الترغیب ۳: ۲۲۴، واخرجه ابن جریر عن جابر الول منه كما فی منتخب الكنز ۴: ۴۰۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھ میں ایک درہم دیکھا تو ان سے پوچھا یہ درہم کیا ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کا اپنے گھر والوں کے لیے گوشت خریدنا چاہتا ہوں ان کا گوشت کو بہت دل چاہ رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا جس چیز کو تم لوگوں کا دل چاہے گا اسے تم ضرور خرید لو گے؟ اذهبتم طیباتكم والی آیت تم لوگوں سے کہاں چلی گئی۔ [اخرجه سعید بن منصور و عبد بن حمید و ابن المنذر و الحاكم والبیهقی كذا فی المنتخب ۴: ۴۰۶]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ہاں گئے۔ اس وقت حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سامنے گوشت رکھا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ گوشت کیسا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرا گوشت کھانے کو دل چاہا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا جس چیز کو دل چاہے گا کیا تم اسے ضرور کھاؤ گے؟ آدمی کے فضول خرچ ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ اس کا جس چیز کو دل چاہے وہ اسے ضرور کھائے۔ [اخرجه عبد الرزاق و احمد فی الزهد والعسكری فی المواعظ وابن عساكر كذا فی منتخب الكنز ۴: ۴۰۱]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما مختلف قسم کے کھانے کھاتے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام یرفا سے فرمایا جب تمہیں پتہ چل جائے کہ ان کا رات کا کھانا تیار ہو گیا ہے تو مجھے خبر کر دینا۔ چنانچہ جب حضرت یزید رضی اللہ عنہ کا رات کا کھانا تیار ہو گیا تو حضرت یرفا رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے اور حضرت یزید رضی اللہ عنہ کے ہاں پہنچ کر انہیں سلام کیا اور ان سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر تشریف لے گئے تو حضرت یزید کا

رات کا کھانا لایا گیا اور وہ ثرید اور گوشت لے کر آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے ساتھ کھانا کھایا۔ پھر بھنا ہوا گوشت دستر خوان پر لایا گیا۔ حضرت یزید رضی اللہ عنہ نے تو اس گوشت کی طرف ہاتھ بڑھایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ روک لیا اور فرمایا اے یزید بن ابی سفیان! ہائے اللہ۔ کیا ایک کھانے کے بعد دوسرا کھانا؟ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے طریقہ زندگی سے ہٹ جاؤ گے تو تمہیں بھی ان کے راستہ سے ہٹا دیا جائے گا (جو کہ جنت کے اعلیٰ درجات کو جاتا ہے)

[اخرجه ابن المبارك كذافي منتخب كنز العمال ۴:۴۰۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک کوڑی کے پاس سے گزرے تو اس کے پاس رک گئے جب آپ نے محسوس کیا کہ آپ کے ساتھیوں کو اس کی گندگی سے ناگواری ہو رہی ہے تو فرمایا یہ ہے تمہاری وہ دنیا جس کا تم لالچ کرتے ہو یا فرمایا جس پر تم بھروسہ کرتے ہو۔[اخرجه ابونعيم في الحلية ۱:۴۸]

حضرت سلمہ بن کلثوم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے دمشق میں ایک اونچی عمارت بنائی۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ میں اس کی اطلاع ملی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا اے عویمر بن اُم عویمر! کیا تمہیں روم و فارس کی عمارتیں کافی نہیں ہیں کہ تم اور نئی عمارتیں بنانے لگ گئے ہو؟ اور اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ (ہر کام سوچ سمجھ کر کیا کرو کیونکہ) تم دوسروں کے لیے نمونہ ہو (لوگ تمہیں جیسا کرتے ہوئے دیکھیں گے ویسا ہی کرنے لگ جائیں گے) [اخرجه ابن عساكر]

حضرت راشد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے حمص میں دروازے پر ایک چھجہ بنایا ہے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں یہ خط لکھا اے عویمر! روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی زیب و زینت کے لیے تمہیں کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو دنیا کو اجاڑنے یعنی سادگی کا حکم دے رکھا ہے۔

[عند ابن عساكر و هنادو البيهقي كذا في كنز العمال ۸:۶۸]

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں مزید یہ ہے کہ روم والوں نے جو تعمیرات کی ہیں کیا وہ دنیا کی زیب و زینت اور نئی عمارتیں بنانے کے لیے کافی نہیں تھیں؟ حالانکہ اللہ نے تو دنیا کے ویران

ہونے کا بتایا ہے۔ جب تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً حمص سے دمشق چلے جانا۔ حضرت سفیان راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ حکم ان کو بطور سزا کے دیا تھا۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۷: ۳۰۵ عن راشد بن سعد مثله وزاد بعد قوله تزئین الدنیا]

حضرت یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مصر میں سب سے پہلے حضرت خارجہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے بالا خانہ بنایا تھا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو جب اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا:

''سلام ہو! امابعد! مجھے یہ خبر ملی ہے کہ حضرت خارجہ بن حذافہ نے بالا خانہ بنایا ہے۔ حضرت خارجہ اپنے پڑوسیوں کے پردے کی چیزوں پر جھانکنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جوں ہی تمہیں میرا یہ خط ملے اس بالا خانے کو گرادو۔ فقط والسلام۔''

[اخرجه ابن عبد الحکم کذا فی الکنز ۸: ۶۳]

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُم طلق رضی اللہ عنہا کے گھر ان کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر کی چھت نیچی ہے۔ میں نے کہا اے اُم طلق! آپ کے گھر کی چھت بہت ہی نیچی ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے بیٹے! حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے گورنروں کو یہ خط لکھا کہ تم اپنی عمارتیں اونچی نہ بناؤ کیونکہ تمہارا سب سے برا دن وہ ہوگا جس دن تم لوگ اونچی عمارتیں بناؤ گے۔ [اخرجه ابن سعد والبخاری فی الادب کذافی الکنز ۸: ۶۳]

حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ کے گورنر تھے انہوں نے خط لکھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رہنے کے لیے گھر بنانے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں لکھا کہ ایسا گھر بناؤ جس سے تمہاری دھوپ اور بارش سے بچنے کی ضرورت پوری ہو جائے کیونکہ دنیا تو گزارہ کرنے کی جگہ ہے۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے گورنر تھے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ لکھا کہ تم اپنے ساتھ اپنے امیر کا جیسا رویہ پسند کرتے ہو ویسا ہی رویہ اپنی رعایا کے ساتھ اختیار کرو۔

[اخرجه ابن ابی الدنیا والدینوری کذا فی منتخب الکنز ۴: ۴۰۶]

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خبر ملی کہ ایک آدمی نے پکی اینٹوں سے مکان بنایا ہے تو فرمایا میرا خیال نہیں تھا کہ اس اُمت میں بھی فرعون جیسے لوگ

ہونگے۔راوی کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرعون کے اس جملہ کی طرف اشارہ فرمارہے تھے:

﴿فَاَوْقِدْلِیْ یٰاهَامَانُ عَلَى الطِّیْنِ فَاجْعَلْ لِّیْ صَرْحًا﴾ [سورۃ قصص آیت:۳۸]

"تو اے ہامان! تم ہمارے لیے مٹی (کی اینٹیں بنوا کران) کو آگ میں (پزاوہ لگا کر) پکواؤ۔ پھر (ان پختہ اینٹوں سے) میرے واسطے ایک بلند عمارت بنواؤ۔"

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۷: ۳۰۴]

حضرت سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے والد کے زمانہ میں میری شادی ہوئی میرے والد نے لوگوں کو (کھانے کے لئے) بلایا اور ان میں حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کو بھی بلایا تھا۔ گھر والوں نے کمرے کی دیواروں پر سبز پردے لٹکا دیئے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔ انہوں نے اپنا سر جھکایا اور (غور سے) دیکھا تو کمرے پر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ انہوں نے (میرے والد سے) فرمایا اے عبداللہ! تم لوگ دیواروں پر پردے لٹکاتے ہو؟ میرے والد نے شرمندہ ہو کر کہا اے ابوایوب! عورتیں ہم پر غالب آگئیں۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے فرمایا دوسروں کے بارے میں تو مجھے ڈر تھا کہ ان پر عورتیں غالب آجائیں گی لیکن تمہارے بارے میں مجھے یہ ڈر بالکل نہیں تھا کہ تم پر بھی غالب آجائیں گی۔ نہ میں تمہارے گھر میں داخل ہوں گا اور نہ تمہارا کھانا کھاؤں گا۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی کنز العمال ۸: ۶۳]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا مجھے کچھ نصیحت کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے سلمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ عنقریب بہت سی فتوحات ہونگی ان میں سے تمہارا حصہ صرف اتنا ہونا چاہئے کہ بقدر ضرورت کھانا اپنے پیٹ میں ڈال لو اور بقدر ضرورت لباس اپنی پشت پر ڈال لو (اپنی ضرورت میں کم سے کم لگا کر باقی سارا دوسروں پر خرچ کر دینا) اور تم یہ بھی جان لو کہ جو آدمی پانچ نمازیں پڑھتا ہے وہ صبح شام ہر وقت اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ لہٰذا تم اہل اللہ میں سے کسی کو ہرگز قتل نہ کرنا کیونکہ تم اس طرح اللہ کی ذمہ داری کو توڑ دو گے اور پھر اللہ تعالیٰ تم کو اوندھے منہ (جہنم کی) آگ میں ڈال دیں گے۔

[اخرجه احمد فی الزهد و ابن سعد ۴: ۱۳۷ وغیرهما کذا فی الکنز ۸: ۲۳۴]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے

مرض الوفات میں گئے اور عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! مجھے کچھ وصیت کر دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے لیے ساری دنیا کو فتح کر دیں گے (اور خوب مال غنیمت آئے گا) تم میں سے ہر آدمی ان فتوحات میں سے صرف گزارے کے بقدر ہی لے۔

[عند الدینوری کذا فی الکنز ۲:۱۴۶]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مرض الوفات میں گیا اور انہیں سلام کیا انہوں نے فرمایا میں دیکھ رہا ہوں کہ دنیا سامنے سے آرہی ہے اگرچہ ابھی تک آئی نہیں ہے لیکن وہ بس آنے ہی والی ہے اور آپ لوگ ریشم کے پردے اور دیباج کے تکیے بناؤ گے اور آذربائیجان کے بنے ہوئے اونی بستروں (جو کہ عمدہ شمار ہوتے ہیں) پر ایسے تکلیف محسوس کرو گے گویا کہ تم سعدان (بوٹی) کے کانٹوں پر ہو۔ اللہ کی قسم! تم میں سے کسی ایک کو آگے کر کے بغیر جرم کے اس کی گردن کو اڑا دیا جائے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ دنیا کی گہرائیوں میں تیرتا رہے۔ [عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱:۳۴، واخرجہ الطبرانی ایضاً عن عبدالرحمن نحوہ کما فی المنتخب ۴:۳۶۲، وقال ولہ حکیم الرفع لانہ من الاخبار عمایاتی]

حضرت علی بن رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم لوگ اس چیز میں رغبت کرنے لگے ہو جس سے حضور اکرم ﷺ بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ تم دنیا میں رغبت کرنے لگ گئے ہو اور حضور ﷺ اس سے بے رغبتی کیا کرتے تھے۔ اللہ کی قسم! ان کی زندگی کی جو رات بھی ان پر آتی تھی اس میں ان پر قرضہ ان کے مال سے ہمیشہ زیادہ ہوا کرتا تھا۔ یہ سن کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہم نے حضور ﷺ کو قرض لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ [اخرجہ احمد قال فی الترغیب ۵:۱۶۶، رواہ احمد ورواتہ رواۃ الصحیح والحاکم الا انہ قال عامر بہ ثلاث من دھرہ الا والذی علیہ اکثر من الذی لہ ورواہ ابن حبان فی صحیحہ مختصراً انتھٰی]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تمہارا طریقہ نبی ﷺ کے طریقے سے کتنا دور ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ تو لوگوں میں دنیا سے سب سے زیادہ بے رغبتی رکھنے والے تھے اور تمام لوگوں میں تم لوگ دنیا کی سب سے زیادہ رغبت رکھنے والے ہو۔ [قال الھیثمی ۱۰:۳۱۵، رجالہ احمد رجال الصحیح واخرجہ ابن عساکر وابن النجار

نحوہ کما فی الکنز ۲: ۱۴۸]

حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک نوجوان بیٹے نے آپ سے لنگی مانگی اور کہا میری لنگی پھٹ گئی ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا لنگی جہاں سے پھٹی ہے وہاں سے کاٹ دو اور باقی کو سی کر پہن لو۔ اس نوجوان کو یہ بات اچھی نہ لگی تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا تیرا بھلا ہو اللہ سے ڈرو اور ان لوگوں میں سے ہرگز نہ بنو جو اللہ تعالیٰ کے رزق کو اپنے پیٹوں میں اور اپنی پشتوں پر ڈال دیتے ہیں یعنی اپنا سارا مال کھانے اور لباس پر خرچ کر دیتے ہیں۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۳۰۱]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ اپنا گھر بنا رہے تھے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بڑے بڑے پتھر لوگوں کے کندھوں پر لاد دیئے ہیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا میں تو گھر بنا رہا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی پہلا جملہ دہرا دیا۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے بھائی! شاید میرے اس کام کی وجہ سے آپ مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں آپ کے پاس سے گزرتا اور آپ اپنے گھر والوں کے پاخانے میں مشغول ہوتے تو یہ مجھے اس کام سے زیادہ محبوب تھا جس میں آپ اب مشغول ہیں۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۶۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک دفعہ ایک نئی قمیص پہنی۔ میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تمہیں (نظر رحمت سے) نہیں دیکھ رہے ہیں میں نے کہا یہ کیوں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندہ میں عجب (خود کو اچھا سمجھنا) پیدا ہو جاتا ہے تو جب تک بندہ وہ زینت چھوڑ نہیں دیتا اس وقت تک اس کا رب اس سے ناراض رہتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے وہ قمیص اتار کر اسی وقت صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید یہ صدقہ تمہارے اس عجب کے گناہ کا کفارہ ہو جائے۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۶۳]

حضرت حبیب بن حمزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ایک بیٹے کی وفات کا وقت جب قریب آیا تو وہ کنکھیوں سے ایک تکیہ کی طرف دیکھنے لگے۔ جب اس کا انتقال ہو گیا تو لوگوں

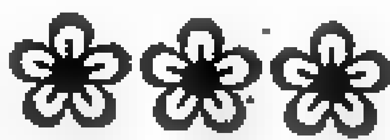
نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کا بیٹا کنکھیوں سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ جب لوگوں نے ان کے بیٹے کو اس تکیہ سے اٹھایا تو اس تکیہ کے نیچے پانچ یا چھ دینار ملے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مارا اور وہ بار بار اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھتے رہے اور فرمایا میرے خیال میں تمہاری کھال ان دیناروں کی سزا برداشت نہیں کر سکتی (کہ تم نے ان کو جمع کر کے رکھا اور خرچ نہ کیا) [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۳۷]

حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنا گھر بنایا تو حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ جو گھر میں نے بنایا ہے وہ دیکھ لو۔ چنانچہ حضرت عمار ان کے ساتھ گئے اور گھر کو دیکھ کر کہنے لگے آپ نے بڑا مضبوط گھر بنایا ہے اور بڑی لمبی اور دور کی امیدیں لگائی ہیں حالانکہ آپ جلدی ہی دنیا سے چلے جائیں گے۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۱۴۲]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کو ایک ولیمہ کی دعوت دی گئی (وہ اس میں تشریف لے گئے) اور میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ وہاں انہوں نے رنگ برنگے کھانے دیکھے تو فرمایا کیا آپ لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جب دوپہر کو کھانا کھالیا کرتے تھے تو رات کو کھانا نہیں کھاتے تھے اور جب رات کو کھالیا کرتے تھے تو دوپہر کو نہیں کھاتے تھے۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۳:۳۲۳، قال ابونعیم غریب من حدیث عطاء لا اعلم عنه راویا الا الوضین بن عطاء]



صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے باپ، بیٹوں، بھائیوں، بیویوں، خاندانوں، مالوں، تجارتوں اور گھروں کے بارے میں کس طرح اپنی نفسانی خواہشات اور ذاتی جذبات بالکل ختم کر دیئے تھے اور کس طرح اللہ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ہر اس مسلمان کی محبت کو مضبوطی سے پکڑ لیا تھا جسے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت حاصل تھی اور انہوں نے کس طرح ہر اس انسان کا خوب اکرام کیا جسے نسبت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو گئی تھی۔

اسلام کے تعلقات کو مضبوط کرنے کیلئے جاہلیت کے تعلقات کو بالکل ختم کر دینا

حضرت ابن شوذب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جنگ بدر کے دن حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے والد ان کے سامنے آتے۔ یہ ان کے سامنے سے ہٹ جاتے لیکن جب ان کے والد بار بار ان کے سامنے آئے تو انہوں نے بھی ان کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا اور آخر انہیں قتل کر ہی دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ﴾ [سورۃ مجادلہ آیت:۲۲]

"جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر (پورا پورا) ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ وہ ایسے شخصوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہیں گو یا وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں' ان لوگوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان ثبت کر دیا ہے۔"

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۱۰۱' واخرجه البیهقی ۹:۲۷' والحاکم ۳:۲۶۵ عن عبداللّٰه بن شوذب نحوه قال البیهقی هذا منقطع واخرجه الطبرانی ایضاً بسند جید عن ابن شوذب نحوه کما فی الاصابة ۲:۲۵۳]

حضرت مالک بن عمیر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت بھی دیکھا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کیا کہ میں نے دشمن کے لشکر کا مقابلہ کیا اس لشکر میں میرا باپ بھی تھا۔ میں نے اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بڑی سخت بات سنی' مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پھر ایک اور آدمی نے

آ کر عرض کیا کہ لڑائی میں میرا باپ میرے سامنے آ گیا تھا لیکن میں نے اسے چھوڑ دیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ کوئی اور اسے قتل کرے۔ یہ سن کر بھی حضور ﷺ خاموش رہے۔

[اخرجه البيهقي ٩:٢٧، قال البيهقي هذا مرسل جيد]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عبداللہ بن ابی منافق ایک قلعہ کے سائے میں بیٹھا ہوا تھا حضور ﷺ اس کے پاس سے گزرے تو اس نے کہا ابن ابی کبشہ (ابو کبشہ یا تو حضور ﷺ کے نانا کی کنیت ہے یا حضرت حلیمہ سعدیہ کے خاوند کی کنیت ہے اس لیے ابن ابی کبشہ سے حضور ﷺ مراد ہیں) نے ہمارے اوپر گرد و غبار ڈال دیا ہے اس پر اس کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو بزرگی عطا فرمائی ہے! اگر آپ ﷺ چاہیں تو میں اس کا سر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں بلکہ تم اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آؤ۔

[اخرجه ابونعيم في الحلية ١:١٠١، اخرجه البيهقي ٩:٢٧، والحاكم ٣:٢٦٥، عن عبد الله بن شوذب نحوه قال البيهقي هذا مقطع و اخرجه الطبراني ايضاً بسند جيد عن ابن شوذب نحوه كما في الاصابة ٢:٢٥٣]

حضرت عبداللہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے اپنے باپ کو قتل کرنے کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے باپ کو مت قتل کرو۔

[اخرجه البيهقي ٩:٢٧، قال البيهقي هذا مرسل جيد]

حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ آپ ﷺ کو میرے باپ کی طرف سے جو نازیبا باتیں پہنچی ہیں ان کی وجہ سے آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میرا باپ عبداللہ بن ابی قتل کر دیا جائے اگر آپ ﷺ ایسا چاہتے ہیں تو آپ ﷺ اس کا مجھے حکم فرمائیں۔ میں اس کا سر کاٹ کر آپ ﷺ کے پاس لے آؤں گا۔ اللہ کی قسم! تمام قبیلہ خزرج کو خوب معلوم ہے کہ اس قبیلہ میں کوئی آدمی مجھ سے زیادہ اپنے باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا نہیں تھا۔ اس لیے اب مجھے یہ ڈر ہے کہ آپ ﷺ کسی اور کو میرے باپ کے قتل کرنے کا حکم دیں گے اور وہ میرے باپ کو قتل کرے گا پھر وہ مجھے لوگوں میں چلتا ہوا نظر آئے

گا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا نفس زور میں آجائے اور میں اسے قتل کر ڈالوں۔ اس طرح میں کافر کے بدلے مسلمان کو قتل کر بیٹھوں اور یوں دوزخ کی آگ میں داخل ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ ہم تو اس کے ساتھ نرمی برتیں گے اور وہ جب تک ہمارے ساتھ رہے گا ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے۔ [عند ابن اسحاق کذا فی البدایۃ ۴: ۱۵۸]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور اقدس ﷺ غزوہ بنی مصطلق سے واپس تشریف لائے تو حضرت ابن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (ان کا باپ منافقوں کا سردار تھا) پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے اور اس سے کہا میں اللہ کے لیے اپنے پر یہ لازم کرتا ہوں کہ یہ تلوار اس وقت نیام میں ڈالوں گا جب تم کہو کہ محمد (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ آخر ان کے باپ نے زبان سے کہا تیرا ناس ہو! محمد (علیہ السلام) زیادہ عزت والے ہیں اور میں زیادہ ذلت والا ہوں۔ جب حضور ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ کو یہ بہت پسند آیا اور آپ ﷺ نے ان کی تحسین فرمائی۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۹: ۳۱۸ وفيه محمد بن الحسن بن زبالة وهو ضعيف]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حنظلہ بن ابی عامر اور حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول رضی اللہ عنہما نے اپنے والد کو قتل کرنے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگی لیکن حضور ﷺ نے منع فرما دیا۔ [اخرجه ابن شاهين باسناد حسن كذا فی الاصابة ۱: ۳۶۱]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نے (بعد اسلام اپنے والد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے جنگ احد کے دن آپ کو دیکھ لیا تھا لیکن میں نے آپ سے اپنا منہ پھیر لیا تھا (باپ سمجھ کر چھوڑ دیا تھا) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اگر میں تمہیں دیکھ لیتا تو میں تم سے منہ نہ پھیرتا (بلکہ اللہ کا دشمن سمجھ کر قتل کر دیتا اس وقت تک حضرت عبدالرحمٰن مسلمان نہ ہوئے تھے۔)

[اخرجه ابن ابی شيبة كذا فی الكنز ۵: ۲۷۴ واخرجه الحاكم ۳: ۴۷۵ عن ايوب نحوه]

حضرت واقدی بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے جنگ بدر کے دن مقابلہ کے لیے للکارا (اس دن یہ کافروں کے ساتھ تھے) تو ان کے مقابلہ کے لیے ان کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم مقابلہ کے لیے نہ جاؤ ہم نے ابھی تم سے بہت سے کام لینے ہیں۔

[اسنده الحاكم وهكذا ذكره البيهقی ۸: ۱۸۶ عن الواقدی]

حضرت ابوعبیدہ اور غزوات کے خوب جاننے والے دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ تمہارے دل میں کچھ ہے۔ میرے خیال میں تم یہ سمجھتے ہو کہ میں نے تمہارے باپ (عاص) کو قتل کیا ہے اگر میں نے اسے قتل کیا ہوتا تو میں اس پر تمہارے سامنے کوئی معذرت پیش نہ کرتا۔ میں نے تو اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ کو قتل کیا تھا۔ میں تمہارے والد کے پاس سے گزرا تھا وہ (زخمی ہو کر زمین پر پڑا ہوا تھا اور) زمین پر ایسے سر مار رہا تھا جیسے (غصہ میں آ کر) بیل زمین پر سینگ مارتا ہے۔ بہر حال میں اس سے کترا کر آگے چلا گیا اور اسے اس کے چچازاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قتل کیا ہے۔

[ذکرہ ابن ہشام کذا فی البدایۃ ۳:۲۹۰]

اور استیعاب اور اصابہ میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ اسے قتل کر دیتے تو (ٹھیک تھا کیونکہ) آپ حق پر تھے اور وہ باطل پر تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان کی یہ بات بہت اچھی لگی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جنگ بدر کے دن قتل ہونے والے کافروں کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈال دیا جائے۔ چنانچہ انہیں کنویں میں پھینک دیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس کنویں کے کنارے پر) کھڑے ہو کر فرمایا اے کنویں والو! کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا۔ مجھ سے تو میرے رب نے جو وعدہ کیا تھا میں نے تو اسے سچا پایا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مردہ لوگوں سے بات کر رہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اب ان کو معلوم ہو گیا ہے کہ ان کے رب نے ان سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا تھا۔ جب حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ان کے والد کو گھسیٹ کر کنویں میں ڈالا جا رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے چہرے میں ناگواری کے اثرات محسوس کیے اور فرمایا اے ابوحذیفہ! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنے والد کے متعلق جو منظر دیکھا ہے اس سے تمہیں ناگواری ہو رہی ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا باپ سردار تھا مجھے امید تھی کہ اللہ تعالیٰ اسے ضرور اسلام کی ہدایت دیں گے لیکن جب اس کا انجام یہ ہوا (کہ کفر پر ذلت کے ساتھ مارا گیا) تو مجھے اس کا رنج ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ کے لیے دعائے خیر

فرمائی۔ [اخرجه ابن جرير كذا في الكنز ۵: ۲۶۹، واخرجه الحاكم ۳: ۲۲۴ عن عائشة نحوه وقال صحيح على شرط مسلم ولم يخرجاه ووافقه الذهبي وذكره ابن اسحاق نحوه بلا اسناد كما في البداية ۳: ۲۹۴]

حضرت ابوالزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوحذیفہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے والد عتبہ کو مقابلہ میں لڑنے کی دعوت دی تھی۔ آگے ان اشعار کا تذکرہ کیا جو ان کی بہن حضرت ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا نے اس بارے میں کہے تھے۔
[اخرجه الحاكم ۳: ۲۲۳، وهكذا اسنده البيهقي ۸: ۱۸۶]

بنو عبدالدار قبیلہ کے حضرت نبیہ بن وہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے قیدیوں کو لے کر آئے اور انہیں اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا تو فرمایا میں تمہیں پر زور تاکید کرتا ہوں کہ ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی ابوعزیز بن عمیر بن ہاشم بھی قیدیوں میں تھے۔ حضرت ابوعزیز ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی مجھے قید کر رہے تھے کہ اتنے میں میرے بھائی مصعب بن عمیر میرے پاس سے گزرے تو اس انصاری سے کہنے لگے دونوں ہاتھوں سے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اس کی ماں بہت مالدار ہے وہ تمہیں اس کے فدیہ میں خوب دے گی۔ حضرت ابوعزیز کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم جب مجھے بدر سے لے کر چلے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ جب بھی وہ دن کو یا رات کو کھانا اپنے سامنے رکھتے تو روٹی مجھے کھلا دیتے اور خود کھجور کھا لیتے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہمارے بارے میں تاکید فرما رکھی تھی۔ ان میں سے جسے بھی روٹی کا ٹکڑا ملتا وہ مجھے دے دیتا۔ مجھے شرم آجاتی اور وہ ٹکڑا واپس کر دیتا لیکن وہ انصاری اسے ہاتھ لگائے بغیر پھر مجھے واپس کر دیتا۔ حضرت ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوعزیز کو قید کیا تھا جب ان سے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے وہ بات کہی (کہ اسے مضبوط پکڑو اس کی ماں بہت مالدار ہے) تو حضرت مصعب سے حضرت ابوعزیز نے کہا آپ (بھائی ہو کر) میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہیں؟ تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے ابوعزیز کو یہ کہا یہ (انصاری حضرت ابوالیسر) میرے بھائی ہیں تم نہیں ہو۔ حضرت ابوعزیز کی والدہ نے پوچھا کہ ان قریشی قیدیوں کا فدیہ سب سے زیادہ کیا دیا گیا ہے؟ تو اسے بتایا گیا کہ چار ہزار درہم۔ چنانچہ اس نے حضرت ابوعزیز کے فدیہ میں چار ہزار درہم بھیجے۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا في البداية ۳: ۳۰۷]

حضرت ایوب بن نعمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے سگے بھائی حضرت ابوعزیز بن عمیر جنگ بدر کے قید ہوئے تھے اور یہ حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئے تھے تو حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے حضرت محرز سے کہا اسے دونوں ہاتھوں سے مضبوطی سے پکڑے رکھنا کیونکہ اس کی ماں مکہ میں رہتی ہے اور وہ بہت مالدار ہے۔ اس پر حضرت ابوعزیز نے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ سے کہا اے میرے بھائی! تم میرے بارے میں یہ تاکید کر رہے ہو؟ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے کہا محرز میرا بھائی ہے تم نہیں ہو۔ چنانچہ ان کی والدہ نے ان کے فدیہ میں چار ہزار بھیجے۔ [عند الواقدی کذا فی نصب الرایۃ للزیلعی ۳: ۴۰۳]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (قریش کی بدعہدی کی وجہ سے) مکہ پر چڑھائی کرنا چاہتے تھے ان دنوں حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح حدیبیہ کی مدت بڑھانے کی بات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ حضرت ابوسفیان وہاں سے کھڑے ہو کر اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گئے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھنے لگے تو حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے اسے لپیٹ دیا۔ اس پر انہوں نے کہا اے بٹیا! کیا تم مجھے اس بستر کے قابل نہیں سمجھتی ہو یا اس بستر کو میرے قابل نہیں سمجھتی ہو؟ انہوں نے کہا یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے اور آپ ناپاک مشرک انسان ہیں (آپ اس بستر کے قابل نہیں ہیں) حضرت ابوسفیان نے کہا اے بٹیا! میرے بعد تمہارے اخلاق بگڑ گئے ہیں۔

[اخرجہ ابن سعد ۸: ۷۰، وذکرہ ابن اسحاق نحوہ بلا اسناد کما فی البدایۃ ۴: ۲۸۰]

اس کے بعد ابن اسحاق نے یہ ذکر کیا کہ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نہیں چاہتی کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر بیٹھیں۔

حضرت ابوالاحوص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پاس دینار جیسے خوبصورت تین بیٹے بیٹھے ہوئے تھے ہم ان تینوں کو دیکھنے لگے تو وہ سمجھ گئے اور فرمایا شاید تم ان بیٹوں کی وجہ سے مجھ پر رشک کر رہے ہو (کہ تمہارے بھی ایسے بیٹے ہوں) ہم نے عرض کیا ایسے بیٹے ہی تو آدمی کے لیے قابل رشک ہوا کرتے ہیں۔ اس پر انہوں نے اپنے کمرے کی چھت کی طرف سر اٹھایا جو بہت نیچی تھی جس میں خطاف (ابابیل جیسے

پرندے) نے گھونسلا بنا رکھا تھا تو فرمایا میں اپنے ان بیٹوں کو دفن کر کے ان کی قبروں کی مٹی سے اپنے ہاتھوں کو جھاڑوں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ اس پرندے کا انڈا گر کر ٹوٹ جائے۔

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کوفہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا ایک دن وہ اپنے چبوترے پر بیٹھے ہوئے تھے اور فلاں فلاں عورتیں ان کی بیویاں تھیں جو بڑے حسب نسب اور جمال والی تھیں اور ان کی ان دونوں سے بڑی خوبصورت اولاد تھی کہ اتنے میں ان کے سر کے اوپر ایک چڑیا بولنے لگی اور اس نے ان کے سر پر بیٹ کر دی۔ انہوں نے اپنے ہاتھ سے بیٹ پھینک دی اور فرمایا عبداللہ کے سارے بچے مر جائیں اور ان کے بعد میں بھی مر جاؤں۔ یہ مجھے اس چڑیا کے مرنے سے زیادہ پسند ہے۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱؍۱۳۳]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں خلق خدا پر اتنی شفقت تھی کہ انہیں جانور بھی اپنے بچوں سے زیادہ پیارے لگتے تھے۔

حضرت اہل الرائے سے مشورہ کے عنوان کے ذیل میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اللہ کی قسم! (بدر کے قیدیوں کے بارے میں) جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے ہے وہ میری نہیں ہے بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ فلاں آدمی جو میرا قریبی رشتہ دار ہے وہ میرے حوالہ کر دیں میں اس کی گردن اڑا دوں اور عقیل کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں۔ وہ عقیل کی گردن اڑا دیں اور فلاں آدمی جو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے بھائی ہیں یعنی حضرت عباس رضی اللہ عنہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے حوالہ کر دیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ان کی گردن اڑا دیں تاکہ اللہ تعالیٰ کو پتہ چل جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکوں کے بارے میں کسی قسم کی نرمی نہیں ہے۔ حضرات انصار کے ایسے ہی قصے (جلد اول میں) انصار کے (اسلام سے تعلقات کو مضبوط کرنے کیلئے) جاہلیت کے تعلقات کو قربان کرنے کے باب میں گزر چکے ہیں۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپر نہ بنا دیں جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم رہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواریاں تیار کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑی کر دیں پھر ہم دشمن سے لڑنے چلے

جائیں اگر اللہ نے ہمیں عزت دی اور ہمیں دشمن پر غالب کر دیا تو پھر تو یہ وہ بات ہوگی جو ہمیں پسند ہے اور اگر خدانخواستہ دوسری صورت پیش آئی (یعنی ہم ہار جائیں) تو آپ ﷺ سواریوں میں بیٹھ کر ہماری قوم کے ان لوگوں کے پاس چلے جائیں جو مدینہ منورہ پیچھے رہ گئے ہیں۔ کیونکہ مدینہ منورہ میں ایسے بہت سے لوگ رہ گئے ہیں کہ ہمیں ان سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت نہیں ہے (بلکہ ہمارے برابر ہی ہے) اگر انہیں ذرا بھی اندازہ ہوتا کہ آپ ﷺ کو لڑائی لڑنی پڑے گی تو وہ ہرگز مدینہ میں پیچھے نہ رہتے۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ آپ ﷺ کی حفاظت فرمائیں گے اور وہ آپ ﷺ کے ساتھ خیر خواہی کا معاملہ کریں گے اور آپ ﷺ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کریں گے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بڑی تعریف فرمائی اور ان کے لیے دعائے خیر فرمائی اور پھر حضور ﷺ کے لیے ایک چھپر بنایا گیا جس میں آپ ﷺ رہے۔

[اسنده ابن اسحاق كذا في البداية ۳: ۲۶۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ سے اپنی جان سے اور اپنی اولاد سے بھی زیادہ محبت ہے۔ میں بعض دفعہ گھر میں ہوتا ہوں آپ ﷺ مجھے یاد آجاتے ہیں تو پھر جب تک حاضر خدمت ہو کر آپ ﷺ کی زیارت نہ کرلوں مجھے چین نہیں آتا۔ اب مجھے یہ خیال آیا ہے کہ میرا بھی انتقال ہو جائے گا آپ بھی دنیا سے تشریف لے جائیں گے اور آپ ﷺ تو نبیوں کے ساتھ سب سے اوپر کی جنت میں چلے جائیں گے اور میں نیچے کی جنت میں رہ جاؤں گا تو مجھے ڈر ہے کہ میں وہاں آپ ﷺ کی زیارت نہ کرسکوں گا (تو پھر میرا جنت میں کیسے دل لگے گا) ابھی حضور ﷺ نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا تھا کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر آئے:

﴿وَمَنْ يُطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۝﴾ [سورۃ النساء آیت: ۶۹]

"اور جو شخص اللہ و رسول ﷺ کا کہنا مان لے گا تو ایسے اشخاص بھی ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صلحاء۔" [اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۷: ۷ رواه الطبراني في الصغير والاوسط ورجاله رجال الصحيح غير عبد الله بن عمران العابدي وهو ثقة انتهى واخرجه

ابونعیم فی الحلیة ۴: ۲۴۰ عن عائشه رضی الله عنها بهذا السیاق والاسناد نحوه و قال هذا حدیث غریب من حدیث منصور و ابراهیم تفرد به فضیل و عنه العابدی]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی زیادہ محبت ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یاد آجاتے ہیں تو اگر میں آپ کی زیارت نہ کر لوں تو مجھے ایسا لگتا ہے کہ جیسے میری جان نکل جائے گی۔ اب مجھے یہ خیال آیا کہ اگر میں جنت میں گیا بھی تو مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے کی جنت ملے گی (اور میں وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کر سکوں گا) تو مجھے جنت میں بڑی مشقت اٹھانی پڑے گی اس لیے میں چاہتا ہوں کہ جنت کے درجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو جاؤں (تاکہ جب دل چاہے گا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لیا کروں گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ﴾

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی کو بلایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۷: ۷ رواه الطبرانی و فیه عطا بن السائب و قد اختلط]

بخاری اور مسلم میں یہ حدیث ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے آکر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں۔ بس یہ ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں یہاں محبت ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں یہاں محبت ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا ہے کہ تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہو گی اس سے ہمیں جتنی خوشی ہوئی اتنی خوشی اور کسی چیز سے نہیں ہوئی اور مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت ہے اور چونکہ مجھے ان حضرات سے محبت ہے اس وجہ سے مجھے پوری امید ہے کہ میں ان ہی حضرات کے ساتھ ہوں گا۔ بخاری کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک دیہاتی آدمی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قیامت کب قائم ہو گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا بھلا ہو! تم نے اس کے لیے

کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں تیار کر رکھا ہے۔ بس اتنی بات ضرور ہے کہ مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھیں جس سے محبت ہوگی تم اسی کے ساتھ ہو گے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ بشارت ہمارے لیے بھی ہے (یا صرف اسی دیہاتی کے لیے ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تمہارے لیے بھی ہے۔ اس پر اس دن ہمیں بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ ترمذی کی روایت میں اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس سے زیادہ کسی اور چیز سے خوش ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی دوسرے سے اس وجہ سے محبت کرتا ہے کہ وہ نیک عمل کرتا ہے لیکن یہ خود وہ نیک عمل نہیں کرتا (تو کیا یہ بھی محبت کی وجہ سے اس کے ساتھ ہوگا؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آدمی جس سے محبت کرے گا اسی کے ساتھ ہوگا۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی ایک قوم سے محبت کرتا ہے لیکن ان جیسے عمل نہیں کر سکتا (کیا یہ بھی ان کے ساتھ ہوگا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر! تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرو گے۔ میں نے کہا مجھے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس سے محبت کرو گے اسی کے ساتھ ہو گے۔ میں نے اپنا جملہ پھر دہرایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر یہی ارشاد فرمایا۔

[۱ عند ابی داؤد كذا في الترغيب ۴: ۴۲۹، ۴۳۱، ۴۳۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت فاقہ کی نوبت آ گئی جس کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی طرح خبر ہوگئی۔ وہ کسی کام کی تلاش میں نکلے تاکہ کھانے کی کسی چیز کا انتظام ہو جائے اور وہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ چنانچہ وہ ایک یہودی کے باغ میں گئے اور پانی کے سترہ ڈول نکالے۔ ہر ڈول کے بدلے ایک کھجور طے ہوئی تھی۔ یہودی نے اپنی تمام قسم کی کھجوریں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیں کہ جس میں سے چاہیں لے لیں۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سترہ عجوہ کھجوریں لے لیں اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابوالحسن! تمھیں یہ کھجوریں کہاں سے مل گئیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت فاقہ کی خبر ملی تو میں کسی کام کی تلاش میں گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے کی کوئی چیز حاصل کر سکوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ایسا اللہ اور

اس کے رسول ﷺ کی محبت کی وجہ سے کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں یارسول اللہ ﷺ۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو بندہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے فقر و فاقہ اس کی طرف اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے پانی کا سیلاب نشیب کی طرف جاتا ہے لہٰذا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے اسے چاہئے کہ وہ بلا اور آزمائش کے لیے ڈھال (یعنی صبر، زہد و قناعت) تیار کر لے۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فى كنز العمال ٣: ٣٢١ وقال و فيه حنش]

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا بات ہے مجھے آپ کا رنگ بدلا ہوا نظر آ رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تین دن سے میرے پیٹ میں ایسی کوئی چیز نہیں گئی جو کسی جاندار کے پیٹ میں جا سکتی ہے۔ یہ سنتے ہی میں وہاں سے چلا گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک یہودی (کنویں سے پانی نکال کر) اپنے اونٹوں کو پلانا چاہتا ہے۔ میں نے ایک ڈول کے بدلہ میں ایک کھجور مزدوری پر اس کے اونٹوں کو پانی پلانا شروع کیا بالآخر کچھ کھجوریں جمع ہو گئیں جو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر پیش کر دیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا اے کعب! کیا تمہیں مجھ سے محبت ہے؟ میں نے کہا جی ہاں میرا باپ آپ ﷺ پر قربان ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا جو مجھ سے محبت کرتا ہے اس کی طرف فقر اس سے بھی زیادہ تیزی سے آتا ہے جتنی تیزی سے سیلاب نشیب کی طرف جاتا ہے۔ اب تم پر اللہ کی آزمائش آئے گی اس کے لیے ڈھال تیار کر لو اس کے بعد میں بیمار ہو گیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں نہ جا سکا تو جب حضور ﷺ نے مجھے چند دن نہ دیکھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کعب کو کیا ہوا؟ (نظر نہیں آ رہا) صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ وہ بیمار ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ پیدل چل کر میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا اے کعب! تمہیں خوشخبری ہو! میری والدہ نے کہا اے کعب! تمہیں جنت میں جانا مبارک ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اللہ پر قسم کھانے والی عورت کون ہے؟ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! یہ میری والدہ ہے۔ حضور ﷺ نے (میری والدہ کو) فرمایا اے ام کعب! تمہیں کیا معلوم؟ شاید کعب نے کوئی بے فائدہ بات کہی ہو اور (مانگنے والے) ضرورت مند کو ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود کعب کو ضرورت نہ ہو۔ [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ١٠: ٣١٤ رواه

الطبرانی فی الاوسط و اسنادہ جید و کذا قال فی الترغیب ۵: ۱۵۳ عن شیخہ الحافظ ابی الحسن و اخرجہ ابن عساکر مثلہ کما فی الکنز ۳: ۳۲۰]

کنز کی روایت میں یہ الفاظ ہیں۔ شاید کعب نے لایعنی بات کہی ہو یا ایسی چیز نہ دی ہو جس کی خود اسے ضرورت نہ ہو۔

حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ملنے گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چمٹنے لگے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک کا بوسہ لینے لگے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے جو چاہیں حکم دیں۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی نافرمانی نہیں کروں گا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نو عمر لڑکے تھے اس لیے ان کی اس بات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑا تعجب ہوا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جاؤ اور جا کر اپنے باپ کو قتل کر دو۔ وہ اپنے باپ کو قتل کرنے کے ارادہ سے چل پڑے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا اور فرمایا ادھر آ جاؤ۔ مجھے رشتے توڑنے کے لیے نہیں بھیجا گیا اس کے بعد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر گئے۔ سردی کا زمانہ تھا خوب سردی پڑ رہی تھی اور بادل بھی تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس آنے لگے تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر والوں سے آپ نے کہا مجھے تو طلحہ پر موت کے آثار نظر آ رہے ہیں جب ان کا انتقال ہو تو مجھے خبر کر دینا تاکہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھ سکوں اور ان کی تجہیز و تکفین میں جلدی کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی قبیلہ بنو سالم بن عوف تک نہیں پہنچے تھے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور رات کا وقت ہو گیا تھا۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے انتقال سے پہلے جو باتیں کیں ان میں یہ وصیت بھی تھی کہ مجھے جلدی سے دفن کر کے میرے رب کے پاس پہنچا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ بلانا کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری وجہ سے رات کو ہی تشریف لائیں اور راستہ میں یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف پہنچا دیں۔ چنانچہ (رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیئے بغیر نماز جنازہ پڑھ کر ان کے گھر والوں نے ان کو دفنا دیا اور) صبح کو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی قبر پر تشریف لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قبر کھڑے ہو گئے اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صف بنا کر کھڑے ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تیری ملاقات طلحہ سے اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔

[اخرجہ الطبرانی کذا فی الکنز ۷: ۵۰، واخرجہ البغوی وابن ابی خیثمۃ وابن ابی

عاصم و ابن شاهين و ابن السكن كما في الاصابة ۲: ۲۲۷، قال الهيثمي ۹: ۳۶۵،
وقد روى ابوداؤد و بعض هذا الحديث و سكت عليه فهو حسن انشاء الله انتهى]

حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے عرض کیا آپ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر میں تمہیں اپنے والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو بھی تم بیعت ہونے کو تیار ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے دوبارہ حاضر ہو کر عرض کیا آپ ﷺ اپنا ہاتھ بڑھائیں تاکہ میں آپ ﷺ سے بیعت ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کس بات پر بیعت ہونا چاہتے ہو؟ میں نے کہا اسلام پر۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور اگر میں تمہیں والدین سے تعلق توڑنے کو کہوں تو پھر؟ میں نے کہا نہیں۔ میں نے پھر تیسری مرتبہ حاضر ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ میری والدہ حیات تھیں اور میں ان کے ساتھ اوروں سے زیادہ حسن سلوک کرتا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے طلحہ! ہمارے دین میں رشتہ توڑنا نہیں ہے۔ لیکن میں نے چاہا کہ تمہارے دین میں کسی طرح کا شک نہ رہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور بڑے اچھے مسلمان بنے۔ اس کے بعد یہ بیمار ہو گئے۔ حضور ﷺ ان کی عیادت کے لیے ان کے گھر تشریف لائے۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو یہ بے ہوش تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے تو یہی نظر آ رہا ہے کہ آج رات ہی ان کا انتقال ہو جائے گا لیکن اگر انہیں افاقہ ہو تو مجھے پیغام بھجوا دینا۔ آدھی رات کو کہیں وہ ہوش میں آئے تو پوچھا کیا حضور نبی کریم ﷺ میری عیادت کے لیے تشریف نہیں لائے؟ گھر والوں نے کہا آئے تھے اور یہ فرما گئے تھے کہ جب تمہیں ہوش آئے تو ہم انہیں پیغام بھیج دیں۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب انہیں پیغام نہ بھیجو کیونکہ رات کا وقت ہے کوئی جانور انہیں کاٹ لے گا یا انہیں کوئی اور تکلیف پہنچ جائے گی۔ جب میں مر جاؤں تو حضور ﷺ کو میرا سلام کہہ دینا اور ان سے عرض کر دینا کہ وہ میرے لیے استغفار فرما دیں۔ حضور ﷺ جب صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو ان کے بارے میں پوچھا۔ لوگوں نے کہا ان کا انتقال ہو گیا ہے اور انتقال سے پہلے انہوں نے کہا تھا کہ آپ ﷺ کو نہ بتایا جائے۔ حضور ﷺ نے اسی وقت ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! اس سے تیری ملاقات اس حال میں ہو کہ تو اسے دیکھ کر ہنس رہا ہو اور وہ تجھے دیکھ کر ہنس رہا ہو۔ [اخرجه الطبراني ايضاً عن طلحة بن مسكين قال الهيثمي ۹: ۳۶۵، رواه الطبراني مرسلا

وعبدربه بن صالح لم اعرفه وبقية رجاله وثقوا انتهى واخرجه ابن السكن نحوه كما فى الاصابة ۲:۲۲۷]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی یہ شکایت بیان کی گئی کہ وہ مذاق بہت کرتے ہیں اور بے کار باتیں کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو۔ اس میں ایک چھپی ہوئی خوبی ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ [اخرجه ابن عساكر كذافى المنتخب ۵: ۲۲۳]

حضرت ادرع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک رات آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پہرہ دینے لگا تو وہاں ایک آدمی اونچی آواز سے قرآن پڑھ رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ (اونچی آواز سے قرآن پڑھنے والا) ریاکار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (نہیں) یہ تو عبداللہ ذوالبجادین ہے۔ پھر ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا جب صحابہ رضی اللہ عنہم ان کا جنازہ تیار کر کے انہیں اٹھا کر لے چلے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے ساتھ نرمی کرو اللہ نے ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کیا ہے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کیا کرتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان پہنچے تو قبر کھودی جا رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی قبر خوب کھلی اور کشادہ بناؤ۔ اللہ نے ان کے ساتھ کشادگی کا معاملہ کیا ہے۔ ایک صحابی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرنے کا بڑا غم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے تھے۔ [اخرجه ابن ماجه والبغوى وابن منده و ابونعيم كذا فى المنتخب ۵: ۲۲۴ وقال فى سنده موسىٰ بن عبيدة الربذى ضعيف]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس تھا ان کا پاؤں سو گیا۔ میں نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ کے پاؤں کو کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یہاں سے اس کا پٹھا اکٹھا ہو گیا ہے۔ میں نے کہا آپ کو جس سے سب سے زیادہ محبت ہے اس کا نام لے کر پکاریں۔ (انشاء اللہ پاؤں ٹھیک ہو جائے گا) انہوں نے کہا اے محمد! اور یہ کہتے ہی ان کا پاؤں ٹھیک ہو گیا اور انہوں نے اسے پھیلا لیا۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۱۵۴]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اللہ کے راستہ میں شہید ہونے کے شوق کے باب میں گزر چکا ہے کہ حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرتے وقت ان سے حضرت ابوسفیان (یہ اس وقت تک اسلام

نہیں لائے تھے) نے کہا اے زید! میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم کو یہ پسند ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس وقت ہمارے پاس ہوں اور ہم تمہاری جگہ ان کی گردن ماردیں اور تم اپنے اہل و عیال میں رہو؟ تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جہاں ہیں وہاں ہی ان کو ایک کانٹا چبھے اور اس تکلیف کے بدلہ میں میں اپنے اہل و عیال میں بیٹھا ہوا ہوں۔ ابوسفیان نے کہا میں نے کسی کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے اور یہ بھی گزر چکا ہے کہ کافر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو سولی پر چڑھا کر بلند آواز سے قسم دے کر پوچھ رہے تھے کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہاری جگہ ہوں (اور ان کو سولی دے دی جائے؟) حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ نہیں اللہ کی قسم! مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ میرے بدلہ میں ان کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر مقدم رکھنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے قصہ میں بیان کرتے ہیں۔ جب حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہونے کے لیے اپنا ہاتھ بڑھایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اگر اسوقت میرے والد کے ہاتھ کی جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کا ہاتھ (بیعت ہونے کے لئے) ہوتا اور وہ مسلمان ہوتے اور اللہ تعالیٰ ان کے اسلام لانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ ٹھنڈی کر دیتے تو یہ میرے لیے میرے والد کے مسلمان ہونے سے زیادہ خوشی کا باعث ہوتا اور مجھے زیادہ پسند ہوتا (کیونکہ آپ کو چچا کے اسلام لانے سے زیادہ خوشی ہوتی)

[اخرجه عمر بن شبه و ابویعلی و ابوالبشر سمویه فی فوائده و سنده صحیح و اخرجه الحاکم من هذا الوجه و قال صحیح علی شرط الشیخین کذا فی الاصابة ۴:۱۱۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ کو فتح مکہ کے دن ہاتھ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے اور نابینا بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا ارے تم نے ان بڑے میاں کو گھر ہی کیوں نہ رہنے دیا ہم ان کے پاس چلے جاتے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے چاہا

کہ اللہ تعالیٰ ان کو (خود چل کر حاضر خدمت ہونے کا) اجر عطا فرمائے۔ مجھے اپنے والد کے اسلام لانے سے جتنی خوشی ہو رہی ہے (آپ ﷺ کے چچا) ابو طالب کے اسلام لانے سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی کیونکہ اس سے آپ ﷺ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور آپ ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا ہی میری زندگی کا مقصد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ٹھیک کہہ رہے ہو (تمہارے دل میں یہی بات ہے)

[عند الطبرانی و البزار قال الهیثمی ۶: ۱۷۴، وفیه موسی بن عبیدة وهو ضعیف]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جنگ بدر کے دن دوسرے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بھی قید ہوئے تھے۔ انہیں ایک انصاری نے قید کیا تھا۔ انصار نے انہیں قتل کرنے کی دھمکی دی تھی۔ حضور ﷺ کو اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا آج رات میں اپنے چچا عباس کی وجہ سے سو نہیں سکا کیونکہ انصار کہہ چکے ہیں کہ وہ عباس (رضی اللہ عنہ) کو قتل کر دینگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں انصار کے پاس جاؤں؟ (اور ان سے عباس رضی اللہ عنہ کو لے آؤں؟) حضور ﷺ نے فرمایا ہاں جاؤ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جا کر انصار سے کہا عباس (رضی اللہ عنہ) کو چھوڑ دو۔ انصار نے کہا نہیں۔ اللہ کی قسم! ہم انہیں نہیں چھوڑیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول ﷺ راضی اور خوش ہوں تو پھر؟ انصار نے کہا اگر ان کے چھوڑنے سے اللہ کے رسول ﷺ راضی اور خوش ہیں تو پھر تم ان کو لے لو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے عباس! مسلمان ہو جاؤ اللہ کی قسم! تمہارا مسلمان ہونا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے مسلمان ہونے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ کو تمہارا مسلمان ہونا بہت زیادہ پسند ہے۔ [اخرجه ابن مردویه والحاکم کذا فی البدایة ۳: ۲۹۸]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا اسلام لے آؤ تمہارا اسلام لانا مجھے (اپنے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں اسلام لانے میں سبقت حاصل ہو جائے۔ [عند ابن عساکر کذا فی الکنز العمال ۷: ۶۹]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی کام کو کروانے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر بہت زیادہ تقاضا کیا اور ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ ذرا یہ بتائیں کہ اگر

آپ کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کے چچا مسلمان ہو کر آجاتے تو آپ ان کے ساتھ کیا کرتے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں نبی کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوالفضل (یہ حضرت عباس کی کنیت ہے) آپ کا کیا خیال ہے؟ اللہ کی قسم! آپ کے والد مجھے اپنے والد سے زیادہ محبوب ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا واقعی اللہ کی قسم؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ اللہ کی قسم! کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ آپ کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے والد سے زیادہ محبوب ہیں اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی محبت پر ترجیح دیتا ہوں۔ [عن ابن سعد ۴:۲۰]۔

حضرت ابوجعفر محمد بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بحرین کا علاقہ بطور جاگیر کے دیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اس بات کا اور کس کو علم ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو۔ چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کو لے آئے اور حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے حق میں فیصلہ نہ کیا گویا کہ انہوں نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی گواہی کو قبول نہ کیا۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت بات کہہ دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ سے) کہا اے عبداللہ! اپنے والد کا ہاتھ پکڑ لو۔ اللہ کی قسم! اے ابوالفضل! اگر میرے والد خطاب مسلمان ہو جاتے تو ان کے اسلام لانے پر مجھے جتنی خوشی ہوتی مجھے آپ کے اسلام لانے پر اس سے زیادہ خوشی ہوئی تھی کیونکہ آپ کا اسلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا باعث تھا۔ [عند ابن سعد ۴:۲۰ ایضاً]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو شروع میں ہمارا دستور یہ تھا کہ جب ہم میں سے کسی کا انتقال ہونے لگتا ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے جاتے اور اس کے لیے استغفار فرماتے یہاں تک کہ جب اس کا انتقال ہو جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس تشریف لے آتے اور کبھی اس کے دفنانے تک وہیں تشریف رکھتے اس طرح آپ کو بعض دفعہ وہاں بڑی دیر لگ جاتی۔ جب ہم لوگوں نے محسوس کیا کہ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی مشقت ہوتی ہے تو ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو انتقال ہو جانے

کے بعد خبر کیا کریں تو اس سے حضور ﷺ کو زیادہ ٹھہرنے کی مشقت نہ ہوگی چنانچہ پھر ہم لوگ ایسے ہی کرنے لگ گئے اور حضور ﷺ کو ساتھی کے انتقال کے بعد خبر کرتے آپ تشریف لا کر اس کی نماز جنازہ پڑھتے۔ اس کے لیے استغفار کرتے۔ کبھی نماز جنازہ سے فارغ ہو کر آپ واپس تشریف لے جاتے اور کبھی دفن تک ٹھہرے رہتے ایک عرصہ تک ہمارا یہی دستور رہا۔ پھر ہم نے آپس میں کہا اللہ کی قسم! اگر ہم لوگ حضور ﷺ کو تشریف لانے کی زحمت نہ دیا کریں بلکہ ہم جنازہ کو اٹھا کر حضور ﷺ کے گھر کے پاس لے جایا کریں پھر حضور ﷺ کو خبر کیا کریں اور حضور ﷺ اپنے گھر کے پاس ہی اس کی نماز جنازہ پڑھایا کریں تو اس میں حضور ﷺ کو زیادہ سہولت ہوگی۔ چنانچہ ہم نے پھر ایسا کرنا شروع کر دیا۔ حضرت محمد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وجہ سے اس جگہ کو جنازہ گاہ کہا جاتا ہے کیونکہ جنازے اٹھا کر وہاں لائے جاتے تھے اور پھر اس کے بعد سے آج تک یہی سلسلہ چلا آرہا ہے کہ لوگ اپنے جنازے وہاں لاتے ہیں اور وہاں ان پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ [اخرجه ابن سعد ۱: ۲۵۷]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا اے فاطمہ! اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی نہیں دیکھا جس سے حضور ﷺ کو آپ سے زیادہ محبت ہو۔ اللہ کی قسم! آپ کے والد کے بعد آپ سے زیادہ مجھے کسی سے محبت نہیں ہے۔ [اخرجه الحاكم كذا فى كنز العمال ۷: ۱۱۱]

حضور ﷺ کی عزت اور تعظیم کرنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے ہوتے تھے اور ان میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی ہوتے۔ حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی بھی حضور ﷺ کی طرف (عظمت کی وجہ سے) نگاہ نہ اٹھاتا۔ یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے اور آپ ان دونوں کی طرف دیکھتے۔ دونوں حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے اور حضور ﷺ انہیں دیکھ کر مسکراتے (کیونکہ حضور ﷺ کو ان دونوں حضرات سے بہت تعلق اور بہت زیادہ مناسبت تھی)

[اخرجه الترمذى كذا فى الشفاء للقاضى عياض ۲: ۳۳]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں (یعنی بالکل حرکت نہیں کر رہے تھے کیونکہ پرندہ ذراسی حرکت سے اڑ جاتا ہے) ہم میں سے کوئی آدمی بات نہیں کر رہا تھا کہ اتنے میں کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے پوچھا اللہ کے بندوں میں سے کون اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں سب سے اچھے اخلاق والا۔ [اخرجه الطبرانی و ابن حبان فی صحیحه کذا فی الترغیب ۴:۱۸۷، وقال و رواۃ الطبرانی مجتمع بهم فی الصحیح]

حضرت اسامہ بن شریک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد ایسے سکون سے بیٹھے ہوئے تھے کہ جیسے ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں۔

[اخرجه الاربعة و صححه الترمذی کذا فی ترجمان السنة ۱:۳۶۷]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں کسی چیز کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا ارادہ کرتا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے دو سال بغیر پوچھے گزار دیتا۔

[اخرجه ابویعلی و کذا فی ترجمان السنة ۱:۳۷۰]

حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے ایک قابل اعتماد انصاری نے یہ بیان کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے یا کھنکارتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم جھپٹ کر وضو کا پانی اور کھنکار لے لیتے اور اسے اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتے۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ہم اس سے برکت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو آدمی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ وہ بات سچی کرے امانت ادا کرے اور اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے۔ [اخرجه البیهقی کذا فی الکنز ۸:۲۲۸]

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مسور بن مخرمہ اور مروان رضی اللہ عنہما سے صلح حدیبیہ کی جو حدیث بیان کی ہے وہ جلد اول میں صفحہ ۲۳۴۔۲۳۵ پر گزر چکی ہے کہ پھر حضرت عروہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑے غور سے دیکھنے لگے وہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی تھوکتے تو اسے کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر مل لیتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

گیا اور چھپ کر اسے پی لیا پھر آ کر میں نے حضور ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ ہنس پڑے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۲۷۰، رجال الطبرانی ثقات]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جنگ احد کے دن حضور ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہو گیا تو میرے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے خون کو چوس کر نگل لیا۔ لوگوں نے ان سے کہا ارے میاں! کیا تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ میں حضور ﷺ کا خون پی رہا ہوں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ان کے خون کے ساتھ میرا خون مل گیا ہے۔ لہٰذا انہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸: ۲۷۰، لم ار فی اسناده من اجمع علی ضعفه انتهی]

حضرت حکیمہ بنت امیمہ رضی اللہ عنہا اپنی والدہ سے نقل کرتی ہیں کہ حضور ﷺ کا ایک لکڑی کا پیالہ تھا جسے آپ ﷺ اپنے تخت کے نیچے رکھتے تھے اور کبھی (رات کو) اس میں پیشاب کر لیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اسے تلاش کیا وہ پیالہ نہ ملا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ پیالہ کہاں ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ حضرت سرہ رضی اللہ عنہا جو ان کے ساتھ حبشہ سے آئی ہے اس نے (اس پیالہ کا پیشاب) پی لیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے جہنم کی آگ سے بڑی مضبوط آڑ بنالی ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۲۷۱، رجاله رجال الصحیح غیر عبد الله بن احمد بن حنبل و حکیمة و کلاهما ثقة]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضور ﷺ نے میرے ہاں قیام فرمایا۔ حضور ﷺ نیچے ٹھہرے تھے اور میں (مع اہل وعیال) اوپر کی منزل میں۔ جب رات ہو گئی تو مجھے خیال آیا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں نیچے حضور ﷺ ہیں اور میں حضور ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں۔ اس لیے ساری رات مجھے نیند نہ آئی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ سونے کی حالت میں اوپر ہم کچھ ہلیں جلیں اور اس سے غبار حضور ﷺ پر گرے جس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہو۔ صبح کو میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج ساری رات نہ مجھے نیند آئی اور نہ میری بیوی اُم ایوب کو۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوایوب! کیوں؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ خیال ہوا کہ میں اس کمرے کی چھت پر ہوں جس میں آپ ﷺ مجھ سے نیچے ہیں۔ میں کچھ ہلوں گا تو اس سے

غبار آپ ﷺ پر گرے گا جس سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی اور دوسری بات یہ ہے کہ میں آپ ﷺ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے ابوایوب! ایسا نہ کرو کیا میں تمہیں ایسے کلمات نہ سکھا دوں کہ جب تم انہیں صبح اور شام دس دس مرتبہ کہو گے تو تمہیں دس نیکیاں ملیں گی اور تمہارے دس گناہ مٹا دیئے جائیں گے اور ان کی وجہ سے تمہارے دس درجے بلند کر دیئے جائینگے اور قیامت کے دن تمہیں دس غلام آزاد کرنے کا ثواب ملے گا اور وہ کلمات یہ ہیں: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ لَا شَرِيْكَ لَهُ

[اخرجه الطبرانی کذا فی الکنز ۱: ۲۹۴]

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ میرے مہمان بنے تو میں نے عرض کیا۔ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں مجھے یہ اچھا معلوم نہیں ہوتا کہ میں اوپر ہوں اور آپ ﷺ نیچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمیں سہولت اسی میں ہے کہ ہم نیچے رہیں کیونکہ ہمارے پاس لوگ آتے رہتے ہیں۔ میں نے ایک رات دیکھا کہ ہمارا گھڑا ٹوٹ گیا اور اس کا پانی فرش پر پھیل گیا۔ میں اور اُم ایوب دونوں اپنا کمبل لے کر کھڑے ہو گئے اور اس کمبل سے وہ پانی خشک کرنے لگے ہمیں یہ ڈر تھا کہ ہماری طرف سے کوئی ایسی بات نہ ہو جائے جس سے حضور ﷺ کو تکلیف ہو یعنی چھت سے پانی کہیں حضور ﷺ پر نہ ٹپکنے لگ جائے۔ اس کمبل کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور لحاف بھی نہیں تھا (وہ کمبل گیلا ہو گیا اور ہم نے ساری رات جاگ کر گزاری) ہم کھانا تیار کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے جب آپ ﷺ بچا ہوا کھانا واپس کرتے تو ہم اس جگہ سے خاص طور سے کھانا کھاتے جہاں آپ ﷺ کی مبارک انگلیاں لگی ہوتیں۔ یوں ہم حضور ﷺ کی برکت حاصل کرنا چاہتے۔ ایک رات آپ ﷺ نے کھانا واپس کیا ہم نے اس میں لہسن یا پیاز ڈالا تھا۔ ہمیں اس میں حضور ﷺ کی انگلیوں کا کوئی نشان نظر نہ آیا۔ میں نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا کہ ہم آپ ﷺ کی انگلیوں والی جگہ سے برکت کے لیے کھانا کھایا کرتے تھے لیکن آج آپ ﷺ نے کھانا ویسے ہی واپس کر دیا ہے اس میں سے کچھ نہیں کھایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے اس کھانے سے لہسن یا پیاز کی بو محسوس ہوئی اور میں اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتا ہوں اور فرشتوں سے بھی بات کرتا ہوں اس لیے میں نہیں چاہتا کہ میرے منہ سے کسی طرح کی بو آئے لیکن آپ لوگ یہ کھانا کھا لو۔ [عند الطبرانی ایضاً کذا فی الکنز ۸: ۵۰]

جب انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم اسے فوراً کرتے اور جب آپ ﷺ وضو فرماتے تو آپ ﷺ کے وضو کے پانی کو لینے کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑتے اور لڑنے کے قریب ہو جاتے اور جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو صحابہ رضی اللہ عنہم آپؐ کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل میں آپ ﷺ کی اتنی عظمت تھی کہ وہ آپ ﷺ کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتے تھے۔ چنانچہ عروہ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس گئے اور ان سے کہا کہ میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں۔ قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے دربار میں گیا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے ایسا کوئی بادشاہ نہیں دیکھا جس کی تعظیم اس کے درباری اتنی کرتے ہوں جتنی محمد (ﷺ) کے صحابہ (رضی اللہ عنہم) محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں۔

حضرت ابوقراد سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے وضو کے لیے پانی منگوایا۔ پھر آپ ﷺ نے اس میں ہاتھ ڈال کر وضو کرنا شروع کیا۔ ہم حضور ﷺ کے وضو کے پانی کو ہاتھوں میں لے کر پیتے جاتے۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے فرمایا تم اس طرح کیوں کر رہے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کیوجہ سے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ بھی تم سے محبت کرنے لگیں تو جب تمہارے پاس امانت رکھی جائے اور رکھنے والا مطالبہ کرے تو تم وہ امانت ادا کرو اور جب تم بات کرو تو سچ بولو اور جو تمہارا پڑوسی بن جائے اس کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۲۷۱، وفیه عبید بن واقد القیسی و هو ضعیف]

حضرت عامر بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کے والد (حضرت عبداللہ بن زبیر) نے انہیں یہ قصہ سنایا کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے۔ حضور ﷺ اس وقت پچھنے لگوا رہے تھے۔ فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا اے عبداللہ! یہ خون لے جاؤ اور ایسی جگہ ڈال کر آؤ جہاں تمہیں کوئی نہ دیکھے۔ حضور ﷺ کے گھر سے باہر آ کر میرے والد نے وہ خون پی لیا۔ جب حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اے عبداللہ! تم نے خون کا کیا کیا؟ انہوں نے کہا ایسی چھپی ہوئی جگہ میں ڈال کر آیا ہوں کہ مجھے یقین ہے کہ لوگوں میں سے کسی کو پتہ نہ چل سکے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے خون کیوں پیا؟ لوگوں کو تم سے ہلاکت ہو اور تمہیں

لوگوں سے (مروان اور عبدالملک کی طرف سے جو فتنہ پیش آیا اس کی طرف اشارہ ہے) حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت ابو عاصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لوگوں کا خیال یہ تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں جو اتنی زیادہ طاقت تھی وہ اس خون کی برکت تھی۔ [اخرجه ابویعلی والبیهقی فی الدلائل کذا فی الاصابة ۲:۳۱۰' واخرجه الحاکم ۳:۵۵۴ والطبرانی نحوه قال الهیثمی ۸:۲۷۰ رواه الطبرانی والبزار باختصار ورجال البزار رجال الصحیح غیر هنید بن القاسم و هو ثقة انتهٰی واخرجه ایضاً ابن عساکر نحوه کما فی الکنز ۷:۵۷ مع ذکر قول ابی عاصم]

ایک روایت میں یہ ہے کہ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما میں جو بہت زیادہ طاقت تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کی قوت کی وجہ سے تھی۔ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات اور خون سب پاک تھے۔)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کے غلام حضرت کیسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک تسلا ہے جس میں سے کچھ پی رہے ہیں۔ اسے پی کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کام سے فارغ ہوگئے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا کام تھا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے پچھنے کا دھوون اسے گرانے کے لیے دیا تھا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ انہوں نے تو اسے پی لیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اسے پی لیا ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون مبارک میرے پیٹ میں چلا جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہاتھ پھیر کر ارشاد فرمایا تمہیں لوگوں سے ہلاکت ہو اور لوگوں کو تم سے۔ تمہیں آگ نہیں چھوئے گی صرف اللہ تعالیٰ کی قسم پوری کرنے کے لیے پل صراط پر سے گزرنا پڑے گا۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱:۳۳۰ و اخرجه ابن عساکر عن سلمان نحوه مختصراً ورجاله ثقات کذا فی الکنز ۷:۵۶]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور فرمایا یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ دفن کر دو جہاں جانوروں، پرندوں اور انسانوں سے محفوظ رہے میں خون لے

ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کے پیٹ میں وہ تیر چبھو کر فرمایا اے سواد! سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے تیر چبھونے سے مجھے درد ہو گیا اور اللہ نے آپ ﷺ کو حق اور انصاف دے کر بھیجا ہے لہٰذا آپ ﷺ مجھے بدلہ دیں۔ اس پر آپؐ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ وہ حضور ﷺ سے چمٹ گئے اور حضور ﷺ کے پیٹ کے بوسے لینے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے سواد! تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ دیکھ ہی رہے ہیں کہ لڑائی کا موقع آ گیا ہے (شاید میں اس میں شہید ہو جاؤں) تو میں نے چاہا کہ میری آپ ﷺ سے آخری ملاقات اس طرح ہو کہ میری کھال آپ ﷺ کی کھال سے مل جائے۔ اس پر آپ ﷺ نے ان کے لیے دعائے خیر فرمائی۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا فى البداية ۳: ۲۷۱]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی ایک آدمی سے ملاقات ہوئی جس نے (کپڑوں پر) زرد رنگ لگا رکھا تھا۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا یہ ورس رنگ اتار دو (ورس یمن کی زرد رنگ کی ایک بوٹی کا نام ہے) پھر آپ ﷺ نے وہ ٹہنی اس آدمی کے پیٹ میں چبھو کر فرمایا کیا میں نے تم کو اس سے روکا نہیں تھا؟ ٹہنی چبھونے سے اس کے پیٹ پر نشان پڑ گیا لیکن خون نہیں نکلا۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! بدلہ دینا ہوگا۔ لوگوں نے کہا کیا تم اللہ کے رسول ﷺ سے بدلہ لو گے؟ اس نے کہا کسی کی کھال میری کھال سے بڑھیا نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے اپنے پیٹ سے کپڑا ہٹا کر فرمایا لو بدلہ لے لو۔ اس آدمی نے حضور ﷺ کے پیٹ کا بوسہ لیا اور کہا میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ ﷺ قیامت کے دن میری سفارش فرمائیں۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فى الكنز ۷: ۳۰۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت سواد بن عمرو رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے خلوق خوشبو لگا رکھی ہے۔ (خلوق ایک قسم کی خوشبو ہے جس کا جزو اعظم زعفران ہوتا ہے) تو حضور ﷺ نے فرمایا اس ورس کو اتار دو۔ پھر آپ نے ان کے پیٹ میں لکڑی یا مسواک چبھوئی اور اسے پیٹ پر ذرا ہلایا جس سے ان کے پیٹ پر نشان پڑ گیا اور آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [اخرجه ابن سعد ۳/ ۴۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک انصاری آدمی اتنی زیادہ خلوق خوشبو لگایا کرتے تھے کہ وہ

کھجور کے خوشے کی ٹہنی کی طرح زرد نظر آتے تھے۔ انہیں سواد بن عمرو کہا جاتا تھا۔ جب حضور ﷺ انہیں دیکھتے تو خوشبو ان کے کپڑوں سے جھاڑتے۔ چنانچہ ایک دن وہ خلوق خوشبو لگائے ہوئے آئے۔ حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی آپ ﷺ نے وہ چھڑی ہلکی سی ماری جس سے کچھ زخم ہو گیا تو انہوں نے حضور ﷺ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ! بدلہ دینا ہو گا۔ حضور ﷺ نے وہ چھڑی ان کو دی اور خود حضور ﷺ پردہ کرتے تھے حضور ﷺ انہیں اوپر اٹھانے لگے۔ اس پر لوگوں نے انہیں ڈانٹا اور بدلہ لینے سے روکا۔ لیکن جب حضور ﷺ کے جسم مبارک کا وہ حصہ نظر آیا جہاں خود ان کو زخم لگا تھا تو چھڑی پھینک کر حضور ﷺ کو چمٹ گئے اور حضور ﷺ کو چومنے لگ گئے اور عرض کیا یا نبی اللہ ﷺ! میں اپنا بدلہ چھوڑ دیتا ہوں تاکہ آپ ﷺ میری قیامت کے دن سفارش فرمائیں۔

[اخرجه عبد الرزاق ایضاً کما فی الکنز ۷، ۳۰۲، واخرج البغوی کما فی الاصابة ۲: ۹۶]

حضور ﷺ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی محبت کے عنوان کے ذیل میں حضرت حصین بن وحوح رضی اللہ عنہ کی روایت گزر چکی ہے کہ حضرت طلحہ بن براء رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ سے ملتے تو آپ ﷺ سے چمٹ جاتے اور آپ ﷺ کے دونوں قدموں کے بوسے لینے شروع کر دیتے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لینے کا تذکرہ عنقریب آئے گا۔

حضور ﷺ کے شہید ہو جانے کی خبر کے مشہور ہونے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا اور آپ ﷺ کو بچانے کیلئے ان سے جو کارنامے ظاہر ہوئے ان کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن اہل مدینہ کو شکست ہو گئی تو لوگوں نے کہا (حضرت) محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں (یہ خبر سن کر سب مردوں اور عورتوں نے رونا شروع کر دیا) اور مدینہ کے کونے کونے سے رونے والی عورتوں کی آوازیں بہت آنے لگیں۔

وھکذا اخرجه الحاکم ۳:۴۶۱، الا انه لم یذکر فکنا نصنع طعاما الی آخره و قال، و ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه ووافقه الذھبی]۔

ابو نعیم اور ابن عساکر کی روایت میں یہ مضمون یوں ہے:

''میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ کسی طرح مناسب نہیں ہے کہ میں آپ ﷺ کے اوپر رہوں' آپ ﷺ بالا خانہ میں تشریف لے چلیں۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرا سامان منتقل کردو۔ چنانچہ آپ ﷺ کا سامان اوپر منتقل کر دیا گیا اور آپ ﷺ کا سامان بہت تھوڑا سا تھا۔'' [کذا فی الکنز ۸:۵۰، وھکذا اخرجه ابن ابی شیبة وابن ابی عاصم عن ابی ایوب کما فی الاصابة ۱:۴۰۵]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر کا پرنالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے راستہ پر گرتا تھا۔ ایک دفعہ جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نئے کپڑے پہنے۔ اس دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے دو چوزے ذبح کیے گئے تھے۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ پرنالے کے پاس پہنچے تو ان چوزوں کا خون اس پرنالے سے پھینکا گیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر گرا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس پرنالے کو اکھیڑ دیا جائے اور گھر واپس جا کر وہ کپڑے اتار دیئے اور دوسرے پہنے پھر مسجد میں آ کر لوگوں کو نماز پڑھائی۔ اس کے بعد حضرت عباس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا اللہ کی قسم! یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور ﷺ نے یہ پرنالہ لگایا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ آپ میری کمر پر چڑھ کر یہ پرنالہ وہاں ہی لگائیں جہاں حضور ﷺ نے لگایا تھا چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔

[اخرجه ابن سعد ۴:۱۲، واحمد و ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۶۶]

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی گردن پر اٹھایا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر اپنے دونوں پاؤں رکھ کر پرنالہ جہاں تھا وہاں دوبارہ لگا دیا۔ [اخرجه ابن سعد ۴:۱۳، ایضاً عن یعقوب بن زید بنحوه وقد ذکره الھیثمی فی المجمع ۴:۲۰۶، عن عبید اللہ بن عباس رضی اللہ عنھما وقع فی نقله میراث بدل المیزاب ولعله تصحیف قال رواه احمد ورجاله ثقات الا ان ھشام بن سعد لم یسمع من عبید اللہ]

حضرت ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عبدالقاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ منبر پر اس جگہ رکھا جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھا کرتے تھے پھر اسے اپنے چہرے پر رکھ لیا۔ [اخرجه ابن سعد ۱:۲۵۴]

حضرت یزید بن عبداللہ بن قسیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ جب مسجد خالی ہو جاتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی جانب منبر کی جو چمکدار اور چکنی مٹی ہے اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے دعا کرتے تھے۔ [عند ابن سعد ایضاً]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا بوسہ لینا

حضرت ابو یعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بڑے نیک، ہنس مکھ اور خوبصورت آدمی تھے۔ ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے باتیں کر کے لوگوں کو ہنسا رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پہلو میں انگلی ماری۔ انہوں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے سے مجھے درد ہو گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بدلہ لے لو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو قمیص پہنی ہوئی ہے اور میرے جسم پر کوئی قمیص نہیں تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص اوپر اٹھا لی۔ یہ (بدلہ لینے کے بجائے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے چمٹ گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو کے بوسے لینے شروع کر دیئے اور پھر یوں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ میرا مقصد تو یہ تھا (بدلہ لینے کا تذکرہ تو میں نے ویسے ہی کیا تھا مقصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لینا تھا۔) [اخرجه الحاكم ۳:۲۸۸، قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه ووافقه الذهبي فقال صحيح واخرجه ابن عساكر عن ابي يعلى رضي الله عنه مثله كما في الكنز ۷:۳۰۱، والطبراني عن اسيد بن حضير نحوه كما في الكنز ۴:۴۳]

حضرت حبان بن واسع رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے چند عمر رسیدہ لوگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن صحابہ رضی اللہ عنہم کی صفوں کو سیدھا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں نوک اور پر کے بغیر کا ایک تیر تھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو برابر کر رہے تھے۔ حضرت سواد بن غزیہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ یہ بنو عدی بن نجار قبیلہ کے حلیف تھے اور صف سے باہر نکلے

منبر کی طرف تشریف لے گئے اور منبر پر بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چل کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس وقت حوض (کوثر) پر کھڑا ہوا ہوں اور یہ بھی فرمایا کہ ایک بندے پر دنیا اور اس کی زینت پیش کی گئی لیکن اس نے آخرت کو اختیار کر لیا ہے اور تو کوئی نہ سمجھ سکا (کہ اس بندے سے کون مراد ہے؟) البتہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے (کہ اس سے مراد خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں) اور ان کی دونوں آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور وہ رو پڑے اور یوں کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں! ہم اپنے ماں باپ اور اپنا مال اور جان سب آپؐ پر قربان کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم (منبر سے) نیچے تشریف لے آئے اور پھر انتقال تک منبر پر تشریف فرما نہ ہوئے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة کذا فی کنز العمال ۴: ۵۸ واخرجه ابن سعد ۲: ۴۶ عن ابی سعید نحوه]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اذا جاء نصر اللہ والفتح سورۃ نازل ہوئی (اور اس میں بتا دیا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کے لیے آئے تھے وہ پورا ہو گیا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلا کر فرمایا مجھے (اس سورۃ میں) اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے۔ یہ سن کر وہ رو پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی۔ یہ سن کر وہ ہنسنے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ محترمہ یہ منظر دیکھ رہی تھیں انہوں نے (بعد میں) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔ میں نے تمہیں پہلے روتے ہوئے دیکھا پھر ہنستے ہوئے (اس کی کیا وجہ ہے؟) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے اپنی وفات کی خبر دی گئی ہے یہ سن کر میں رو پڑی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مت رو کیونکہ میرے خاندان میں تم سب سے پہلے مجھ سے ملو گی تو میں ہنس پڑی تھی۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۲۳ رجاله رجال الصحیح غیر هلال بن خباب و هو ثقة وفیه ضعف انتهی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اپنے مرض الوفات میں بلایا اور ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ رو پڑیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر انہیں بلا کر ان کے کان میں کوئی بات کہی جس پر وہ ہنس پڑیں۔ میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجھے بتایا کہ اس بیماری میں انتقال ہو جائے گا تو میں رو پڑی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا کہ میں انکے خاندان میں سے سب سے پہلے ان سے جا کر ملوں گی

تو میں ہنس پڑی۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۳۹ واخرجه باسناده آخر عنها باطول منه]

ابن سعد نے اسی جیسی حدیث حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی نقل کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پہلے ان کے رونے اور پھر ہنسنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے مجھے بتایا کہ عنقریب ان کا انتقال ہونے والا ہے۔ پھر یہ بتایا کہ میں حضرت مریم بنت عمران علیہا السلام کے بعد جنت کی عورتوں کی سردار ہوں اس پر میں ہنسی تھی۔

حضرت علاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے میری بیٹیا! مت رو۔ جب میرا انتقال ہو جائے تو انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھنا کیونکہ انا للہ پڑھ لینے سے انسان کو ہر مصیبت کا بدلہ مل جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپؐ کا بدل بھی مل جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا بدل بھی مل جائے گا۔ [اخرجه ابن سعد ۲: ۳۱۲]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یمن بھیجا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو ہدایات دینے کے لیے ان کے ساتھ خود بھی (شہر سے) باہر نکلے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سواری پر تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی سواری کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایات سے فارغ ہو گئے تو فرمایا اے معاذ! شاید اس سال کے بعد آئندہ تم مجھ سے نہ مل سکو اور شاید تم میری اس مسجد اور میری قبر کے پاس سے گزرو۔ یہ سن کر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کے غم میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہوئے اور مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا (قیامت کے دن) لوگوں میں سے میرے سب سے زیادہ قریب متقی لوگ ہوں گے جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں (اس کے لیے کسی خاص قوم میں سے ہونا یا میرے شہر میں رہنا ضروری نہیں) [اخرجه احمد قال الهیثمی ۹: ۲۲ رواه احمد باسنادین ورجال الاسنادین رجال الصحیح غیر راشد بن سعد وعاصم بن حمید وهما ثقتان انتهی]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کو عاصم بن حمید راوی سے نقل کیا ہے اس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا اے معاذ! مت رو کیونکہ (پھوٹ پھوٹ کر) رونا شیطان کی طرف

چنانچہ ایک انصاری عورت پردے میں مدینہ سے نکلی (اور میدان جنگ کی طرف چل پڑی) ان کے والد، بیٹے، خاوند اور بھائی چاروں اس جنگ میں شہید ہو چکے تھے یہ ان کے پاس سے گزریں۔ راوی کہتے ہیں مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ ان میں سے پہلے کس کے پاس سے گزریں۔ جب بھی ان میں سے کسی ایک کے پاس سے گزرتیں تو پوچھتیں یہ کون ہے؟ لوگ بتاتے کہ یہ تمہارے والد ہیں، بھائی ہیں، خاوند ہیں، بیٹے ہیں۔ وہ جواب میں یہی کہتیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ لوگ کہتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے کے ایک کونے کو پکڑ کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح سالم ہیں تو مجھے اپنے مرجانے والوں کی کوئی پرواہ نہیں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۶: ۱۱۵، ورواه الطبرانی فی الاوسط عن شیخه محمد بن شعیب ولم اعرفه و بقیة رجاله ثقات انتهٰی]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مدینہ میں رہا۔ اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کوئی مدینہ منورہ میں نہیں رہا تھا (سارے ہی جنگ میں شریک تھے جنگ بہت سخت تھی) اور شہداء کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اتنے میں ایک آدمی نے چیخ کر کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے ہیں (یہ سن کر) عورتیں رونے لگ گئیں۔ ایک عورت نے کہا رونے میں جلدی نہ کرو میں دیکھ کر آتی ہوں۔ چنانچہ وہ عورت پیدل چل پڑی اور اس کو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی غم تھا اور وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

[عند البزار قال الهیثمی ۶: ۱۱۵، وفیه عمر بن صفوان و هو مجهول انتهٰی]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو دینار کی ایک عورت کے پاس سے گزرے اس کا خاوند، بھائی اور باپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شہید ہو چکے تھے جب لوگوں نے اسے ان تینوں کی شہادت کی خبر دی تو (اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت معلوم کرنے کی فکر اتنی زیادہ تھی کہ اس خبر کا اس پر کوئی اثر نہ ہوا بلکہ) اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا ہوا؟ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نظر نہیں آ رہے ہیں) لوگوں نے کہا اے اُم فلاں! حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں اور الحمد للہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم ویسے ہی ہیں جیسا تم چاہتی ہو۔ اس عورت نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دکھاؤ تاکہ میں انہیں (اپنی آنکھوں سے) دیکھ لوں۔ لوگوں نے اس عورت کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

اشارہ کر کے بتایا کہ وہ ہیں۔ جب اس نے حضور ﷺ کو دیکھ لیا تو اس نے کہا آپ ﷺ (کو صحیح سالم دیکھ لینے) کے بعد اب ہر مصیبت ہلکی اور آسان ہے۔

[عند ابن اسحاق کذا فی البدایة ۴: ۴۷]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ احد کے دن حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر (دشمن پر) تیر چلا رہے تھے اور حضور ﷺ ان کے پیچھے تھے اور وہ حضور ﷺ کے لیے ڈھال بنے ہوئے تھے اور وہ بڑے ماہر تیر انداز تھے۔ جب بھی وہ تیر چلاتے حضور ﷺ اوپر ہو کر دیکھتے کہ تیر کہاں گرا ہے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ اپنا سینہ اوپر کر کے کہتے یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں! آپ ﷺ ایسے ہی نیچے رہیں کہیں آپ ﷺ کو کوئی تیر نہ لگ جائے۔ میرا سینہ آپ ﷺ کے سینے کی حفاظت کے لیے حاضر ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے سامنے خود کو ڈھال بنائے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کی حفاظت کی خاطر خود کو شہید ہونے کے لیے پیش کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے یا رسول اللہ ﷺ! میں بہت مضبوط اور طاقت ور ہوں آپ ﷺ مجھے اپنی تمام ضرورتوں میں استعمال فرمائیں اور جو چاہیں حکم دیں۔

[اخرجه احمد کذا فی البدایة ۴: ۲۷، واخرجه ابن سعد ۳: ۱۶۵ عن انس نحوه]

جلد اول میں حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی بہادری کے باب میں طبرانی کی روایت سے یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ہدیہ میں ایک کمان ملی آپ ﷺ نے وہ کمان احد کے دن مجھے دے دی۔ میں اس کمان کو لے کر حضور ﷺ کے سامنے کھڑے ہو کر خوب تیر چلاتا رہا یہاں تک کہ اس کا سرا ٹوٹ گیا۔ میں برابر حضور ﷺ کے چہرے کے سامنے کھڑا رہا اور میں اپنے چہرے پر تیروں کو لیتا رہا۔ جب بھی کوئی تیر آپ ﷺ کے چہرے کی طرف مڑ جاتا تو میں اپنے سر کو گھما کر تیر کے سامنے لے آتا اور حضور ﷺ کے چہرے کو بچا لیتا (چونکہ میری کمان ٹوٹ چکی تھی اس لئے) میں تیر چلا نہیں سکتا تھا۔

حضور ﷺ کی جدائی کے یاد آ جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ مرض الوفات میں ایک دن ہمارے پاس تشریف لائے، ہم لوگ مسجد میں تھے۔ آپ ﷺ نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی آپ ﷺ سیدھے

میرے خاندان کے مرد۔ سب سے زیادہ قریب کے رشتہ والا پھر اس کے بعد والا درجہ بدرجہ۔ پھر ہم نے پوچھا ہم آپ ﷺ کو کن کپڑوں میں کفن دیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میرے ان ہی کپڑوں میں کفن دے دینا یا یمنی جوڑے میں یا مصری کپڑوں میں دفن دے دینا۔ پھر ہم نے کہا ہم میں سے کون آپ ﷺ کی نماز جنازہ پڑھائے؟ یہ کہہ کر ہم بھی رو پڑے اور حضور ﷺ بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ذرا ٹھہرو اللہ تمہاری مغفرت فرمائے اور تمہیں تمہارے نبی ﷺ کی طرف سے بہترین جزاء عطا فرمائے! جب تم مجھے غسل دے چکو اور میرے جنازے کو میرے اس کمرے میں قبر کے کنارے پر رکھ دو تو پھر تم سب تھوڑی دیر پہلے باہر چلے جانا کیونکہ سب سے پہلے میرے خلیل اور ہم نشین حضرت جبرائیل علیہ السلام میری نماز جنازہ پڑھیں گے۔ پھر حضرت میکائیل پھر حضرت اسرافیل پھر ملک الموت اپنے پورے لشکر کے ساتھ پھر سارے فرشتے نماز جنازہ پڑھیں گے پھر تم ایک ایک جماعت بن کر اندر آ جانا اور مجھ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا اور کسی عورت کو نوحہ کر کے نہ رونے دینا اور نہ شور مچانے دینا اور نہ بلند آواز سے رونے دینا ورنہ مجھے تکلیف ہوگی۔ پہلے میرے خاندان کے مرد اندر آ کر صلوٰۃ و سلام پڑھیں پھر تم لوگ تو میری طرف سے اپنے لیے سلام قبول کر لو اور جتنے میرے بھائی اس وقت غائب ہیں انہیں میرا سلام کہہ دینا اور میں تمہیں اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میرے بعد جو بھی تمہارے دین میں داخل ہو میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں اور آج سے لے کر قیامت تک جو بھی میرے دین کا اتباع کرے گا میں اسے بھی سلام کہہ رہا ہوں پھر ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کون آپ ﷺ کو قبر میں اتارے؟ آپ ﷺ نے فرمایا میرے خاندان کے مرد اور ان کے ساتھ بہت سے فرشتے ہوں گے۔ وہ فرشتے تو تمہیں دیکھ رہے ہوں گے لیکن تم انہیں نہ دیکھ سکو گے۔

[اخرجه البزار قال الهيثمي ۹:۲۵، رجاله رجال الصحيح غير محمد بن اسماعيل بن سمرة الاحمسي و هو ثقة و رواه الطبراني في الاوسط بنحوه الا انه قال قبل موته بشهر و ذكر في اسناده ضعيفه عنهم اشعث بن طابق قال الازدي لاصح حديثه انتهى و اخرجه ابونعيم في الحلية ۴:۱۶۸، عن ابن مسعود رضي الله عنه بنحوه مطولا بفرق يسر ثم قال هذا حديث غريب من حديث مرة عن عبد الله لم يروه متصل الاسناد ولا عبدالملك بن عبدالرحمن و هو ابن الاصبهاني واخرجه ابن سعد ۲:۲۵۶، عن ابن مسعود بنحوه مطولا و في اسناده الواقدي بمعناه]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک

حضرت یزید بن بابنوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے ایک ساتھی کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا۔ ہم نے ان کی خدمت میں اندر آنے کی اجازت چاہی۔ انہوں نے ہمارے لیے ایک تکیہ رکھ دیا اور درمیان میں اپنی طرف پردہ کھینچ لیا (اور ہمیں اندر آنے کی اجازت دے دی اندر جا کر) میرے ساتھی نے کہا اے اُم المؤمنین! آپ عراک کے بارے میں کیا فرماتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا عراک کیا ہوتا ہے؟ میں نے اپنے ساتھی کے کندھے پر ہاتھ مارا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا ایسے نہ کرو تم نے اپنے بھائی کو تکلیف پہنچائی ہے اچھا عراک کیا ہوتا ہے؟ حیض کو کہتے ہیں (یعنی تم حالت حیض میں بیوی کے جسم کو ہاتھ اور جسم لگانے کے بارے میں پوچھ رہے ہو) اللہ تعالیٰ نے جو کچھ حیض کے بارے میں فرمایا ہے تم اسی پر عمل کرو (اور اس بارے میں میں اپنا قصہ سناتی ہوں) میں حالت حیض میں ہوتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے لپٹتے تھے اور میرے سر کا بوسہ لیتے تھے لیکن میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کے درمیان ایک کپڑا ہوتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب میرے دروازے کے پاس سے گزرتے تو اکثر ایسی کوئی بات ارشاد فرما جاتے جس سے مجھے فائدہ ہوتا۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے دروازے کے پاس سے گزرے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ نہ فرمایا اس کے بعد دو تین مرتبہ اور گزرے لیکن کچھ نہ فرمایا۔ میں نے خادمہ سے کہا اے لڑکی! میرے لیے دروازہ پر تکیہ رکھ دو اور میں نے سر پر پٹی باندھ لی (اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو متوجہ کرنے کے لیے بیمار بن کر تکیہ پر ٹیک لگا لی) اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس سے گزرے تو فرمایا اے عائشہ تمہیں کیا ہو گیا؟ میں نے کہا سر میں درد ہو رہا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہائے میرے سر میں بھی درد ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کمبل میں اٹھا کر لایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لے آئے اور ازواج مطہرات کو یہ پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں اور مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں باری باری تمہارے ہاں جاؤں تم مجھے اجازت دے دو تا کہ میں عائشہ کے پاس ٹھہر جاؤں۔ چنانچہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیمارداری کرنے لگی۔ اس سے پہلے میں نے کبھی کسی کی تیمارداری نہیں کی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سر میرے کندھے پر رکھا ہوا تھا کہ اتنے میں

سے ہے۔(اصل رضا بر قضا ہے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے خوف سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ انصار کے مرد اور عورتیں مسجد میں بیٹھے ہوئے رو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا وہ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے کہا اس ڈر سے رو رہے ہیں کہ کہیں آپ کا انتقال نہ ہو جائے۔ چنانچہ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ سے باہر تشریف لائے اور اپنے منبر پر بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک کپڑا اوڑھے ہوئے تھے جس کے دونوں کنارے اپنے کندھوں پر ڈال رکھے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سر پر ایک میلی پٹی باندھے ہوئے تھے۔ حمد وثناء کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اما بعد! اے لوگو! آئندہ لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے اور انصار کم ہوتے جائیں گے یہاں تک کہ انصار لوگوں میں ایسے ہو جائیں گے جیسے کھانے میں نمک۔ لہٰذا جو بھی انصار کے کسی کام کا ذمہ دار بنے اسے چاہئے کہ ان کے بھلا کرنے والے کی بھلائی کو قبول کرے اور ان کے برے سے درگزر کرے۔"

[اخرجه البزار قال الهيثمى فى المجمع ۱۰:۳۷۰ رواه البزار عن ابن كرامة عن ابن موسى ولم اعرف الان اسماءهما وبقية انتهى وقال فى هامشه عن ابن حجر ابن كرامة هو محمد بن عثمان بن كرامة و ابن موسى وهو عبد الله وهما من رجال الصحيح انتهى و اخرجه ابن سعد ۲:۲۵۲ عن ابن عباس نحوه]

حضرت اُم فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور میں رونے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اٹھا کر فرمایا کیوں رو رہی ہو؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے خوف سے اور اس وجہ سے کہ پتہ نہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہمیں لوگوں کی طرف سے کیسا رویہ برداشت کرنا پڑے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں میرے بعد کمزور سمجھا جائے گا۔

[اخرجه احمد قال الهيثمى ۹:۳۴ و فيه يزيد بن ابى زياد ضعفه جماعة]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اُمت کو) الوداع کہنا

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہمارے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (میرے والد اور میری جان ان پر قربان ہو) کے انتقال سے چھ دن پہلے ہمیں ان کے انتقال کی خبر ہوگئی تھی۔ جب جدائی کا وقت قریب آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جمع فرمایا۔ ہمارے اوپر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے اور فرمایا مرحبا! تمہیں خوش آمدید! اللہ تمہاری عمر دراز کرے! اللہ تمہاری حفاظت فرمائے۔ اللہ تمہیں ٹھکانہ دے۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے۔ اللہ تمہیں بلند فرمائے۔ اللہ تمہیں سلامت رکھے۔ اللہ تمہیں قبول فرمائے۔ میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرتے رہنا اور اللہ سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ تمہارا خیال رکھے اور تمہارے کام اسی کے سپرد کرتا ہوں۔ میں تمہیں اس بات سے واضح طور پر ڈراتا ہوں کہ اللہ کے مقابلہ میں اس کے بندوں کے متعلق اس کی زمین پر تکبر نہ کرنا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اور تم سے فرمایا ہے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝﴾ [سورۃ قصص آیت:۸۳]

''یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا اور نیک نتیجہ متقی لوگوں کو ملتا ہے۔''

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِيْنَ﴾ [سورۃ زمر آیت:۶۰]

''کیا ان متکبرین کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے؟''

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کا مقرر کردہ وقت اور اللہ تعالیٰ سدرۃ المنتہیٰ (ساتویں آسمان پر بیری کا ایک درخت ہے فرشتوں کے پہنچنے کی حدود وہیں تک ہے اور ایک مرکزی مقام ہے۔ عرش الٰہی سے احکام یہیں پہنچتے ہیں) جنت الماویٰ (متقیوں کی آرام والی جنت) لبریز پیالے اور سب سے بلند رفیق (یعنی اللہ تعالیٰ) کی طرف واپس جانے کا وقت بالکل قریب آگیا ہے۔ ہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل کون دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

حضور ﷺ کا سر میرے سر کی طرف جھک گیا میں سمجھی کہ حضور ﷺ میرے سر کا بوسہ وغیرہ لینا چاہتے ہیں کہ اتنے میں آپ ﷺ کے منہ مبارک سے ایک ٹھنڈا قطرہ نکل کر میری ہنسلی کے گڑھے میں گرا تو اس سے میرے سارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ میں یہ سمجھی کہ آپ ﷺ بیہوش ہوگئے ہیں۔ میں نے آپ ﷺ پر ایک چادر ڈال دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے دونوں کو اجازت دے دی اور اپنی طرف پردہ کھینچ لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا ہائے بیہوشی! حضور ﷺ کی بیہوشی کتنی زیادہ ہے۔ پھر ہم دونوں کھڑے ہو کر چل دیئے۔ جب دروازے کے قریب پہنچے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں، تم غلط کہتے ہو اور تم ہمیشہ فتنہ والی بات کرتے ہو جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کردیں گے حضور ﷺ کا انتقال نہیں ہوگا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آگئے۔ میں نے وہ پردہ ہٹا دیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو دیکھ کر کہا اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ اللہ کے رسول ﷺ کا انتقال ہوگیا۔ پھر حضور ﷺ کے سر کی طرف سے انہوں نے اپنا منہ جھکایا اور حضور ﷺ کی پیشانی کا بوسہ لے کر کہا ہائے اللہ کے نبی! پھر اپنے سر کو اوپر اٹھایا پھر منہ کو جھکا کر دوبارہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا میرے خاص دوست! پھر سر کو اوپر اٹھایا پھر منہ کو جھکا کر تیسری مرتبہ پیشانی کا بوسہ لیا اور کہا ہائے میرے جگری دوست! حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے۔ پھر وہ مسجد چلے گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ منافقوں کو بالکل ختم نہیں کرے گا اللہ کے رسول ﷺ کا انتقال نہیں ہوگا۔ (حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد یہ بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ (قرآن مجید میں) فرماتے ہیں:

﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ [سورۃ زمر آیت:۳۰]

''آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔''

اور یہ آیت پوری پڑھی اور اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓی اَعْقَابِكُمْ وَ مَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰی عَقِبَيْهِ﴾ [سورۃ آل عمران آیت:۱۴۴]

''اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نرے رسول ہی تو ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو جائے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جو شخص الٹا پھر جائے گا تو خدا تعالیٰ کا کوئی نقصان نہ کرے گا۔''

یہ آیت بھی پوری پڑھی۔ پھر اس کے بعد فرمایا جو اللہ کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سمجھ لے کہ اللہ تو زندہ ہیں ان پر موت طاری نہیں ہو سکتی اور جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو معبود سمجھتا تھا تو وہ سن لے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا کیا' یہ آیتیں اللہ کی کتاب (قرآن مجید) میں (مجھے یہ آیتیں یاد ہی نہ رہیں) اب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پڑھنے سے یاد آئی ہیں (اور ان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پانے کا ذکر ہے) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے لوگو! یہ ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ مسلمانوں میں بڑے عمدہ اور اعلیٰ کارناموں والے ہیں لہٰذا ان سے بیعت ہو جاؤ۔ چنانچہ لوگ ان سے بیعت ہو گئے۔ [اخرجه احمد كذا في البداية ٥:٢٤١، قال الهيثمي ٩:٣٣، رجال احمد ثقات و رواه و ابويعلى بنحوه مع زيادة باسناد ضعيف انتهى و اخرجه ابن سعد ٢:٢٦٧، عن يزيد بن بابنوس نحوه مختصراً]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین کی تیاری کرنے لگے تو باہر لوگ بہت تھے اس لیے ہم نے دروازہ اندر سے بند کر دیا اس پر انصار نے پکار کر کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ماموں ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مدینہ کی تھیں) اور ہمیں اسلام میں نمایاں مرتبہ حاصل ہے اور قریش نے پکار کر کہا ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کے خاندان کے لوگ ہیں (یعنی انصار اور قریش کے لوگ سب ہی اندر جا کر غسل دینے میں شریک ہونا چاہتے تھے) اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے فرمایا اے مسلمانو! ہر خاندان اور قریبی رشتہ دار اپنے جنازہ کے دوسروں سے زیادہ حق دار ہوتے ہیں (لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور چچا زاد بھائی زیادہ حق دار ہیں) اس لیے ہم تمہیں خدا کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ (تم اندر نہ آؤ کیونکہ) اگر تم سب اندر آ گئے تو جو زیادہ حق دار ہیں وہ پیچھے رہ جائیں گے اللہ کی قسم! اندر صرف وہی آئے

گا جسے بلایا جائیگا۔ حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں انصار نے پکار کر کہا (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز وتکفین میں) ہمارا بھی حق ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بھانجے ہیں اور اسلام میں ہمارا بہت بڑا مقام ہے اور انہوں نے یہ مطالبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے فرمایا قریبی رشتہ دار اور خاندان والے اس کام کے زیادہ حق دار ہیں لہٰذا تم یہ مطالبہ حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما کے سامنے پیش کرو کیونکہ اندر وہی جائے گا جسے یہ حضرات چاہیں گے۔

[اخرجه ابن سعد ۲:۹۱]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ داخل ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر سر اٹھایا اور فرمایا میرے قریب آ جاؤ۔ میرے قریب آ جاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قریب جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سہارے سے بٹھا لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک ان ہی کے پاس رہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور بنو عبدالمطلب (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کے خاندان والے) آ کر باہر دروازے پر کھڑے ہو گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے میرے والد آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں بھی پاک تھے اور انتقال کے بعد بھی پاک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے ایسی عمدہ خوشبو مہک رہی تھی کہ لوگوں نے ویسی خوشبو کبھی نہیں دیکھی تھی۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا عورتوں کی طرح رونا چھوڑ دو اور اپنے حضرت کی تجہیز و تکفین کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما کو اندر میرے پاس بھیج دو۔ انصار نے کہا ہم تمہیں اللہ کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے تعلق کا واسطہ دے کر کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن اور غسل میں ہمارا بھی حصہ ہو (اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اپنا ایک آدمی اندر بھیج دو) چنانچہ انصار نے اپنا ایک آدمی اندر بھیجا جس کا نام اوس بن خولی رضی اللہ عنہ تھا وہ ایک ہاتھ میں گھڑا بھی اٹھائے ہوئے تھے۔ یہ حضرات ابھی اندر ہی تھے غسل شروع نہیں کیا تھا کہ انہیں یہ آواز سنائی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے مت اتارو اور وہ جیسے ہیں ویسے ہی ان کو قمیص میں غسل دے دو (اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ ان حضرات کی اس موقع پر رہبری فرمائی) چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ وہ قمیص کے نیچے ہاتھ ڈال کر جسم کو

نہلاتے تھے اور حضرت فضل (پردے کے لئے) چادر تھامے ہوئے تھے اور وہ انصاری پانی لا رہے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ پر کپڑا باندھا ہوا تھا۔[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۳۶' فیه یزید بن ابی زیاد و هو حسن الحدیث علی ضعفه و بقیة رجاله ثقات وروی ابن ماجة بعضه انتهٰی واخرجه ابن سعد ۲: ۶۳' عن عبد اللّٰه بن الحارث بمعناه]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نماز جنازہ پڑھے جانے کی کیفیت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو پہلے مردوں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور انہوں نے امام کے بغیر ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھی۔ وہ نماز پڑھ کر باہر آ گئے پھر عورتوں کو اندر بھیجا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی پھر بچوں کو اندر داخل کیا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔[اخرجه ابن اسحاق]

پھر غلاموں کو جماعتوں کی صورت میں اندر بھیجا گیا اور انہوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ میں ان سب حضرات کا کوئی امام نہیں تھا۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چارپائی کے اوپر رکھا گیا اور پھر وہ چارپائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کے کنارے پر رکھ دی گئی پھر لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اندر آتے اور اکیلے اکیلے بغیر امام کے نماز پڑھتے۔ حضرت موسیٰ بن محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے اپنے والد کی لکھی ہوئی یہ تحریر ملی کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کفن پہنا دیا گیا اور انہیں چارپائی پر رکھ دیا گیا تو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما اندر تشریف لائے اور ان کے ساتھ اتنے مہاجرین و انصار بھی تھے جو اس کمرے میں آ سکتے تھے۔ ان دونوں حضرات نے کہا السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته۔ پھر ان ہی الفاظ کے ساتھ مہاجرین اور انصار نے سلام کیا پھر ان سب نے صفیں بنا لیں اور امام کوئی نہ بنا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پہلی صف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تھے۔ ان دونوں حضرات نے کہا اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جو کچھ آسمان سے نازل ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پہنچا دیا اور انہوں نے اپنی اُمت کے ساتھ پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں انہوں نے

خوب محنت کی اور جہاد کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمادی اور اللہ کا کلمہ یعنی دین اسلام پورا ہو گیا اور لوگ اللہ وحدہ لاشریک لہ پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے معبود! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس بات پر عمل کرتے ہیں جو ان پر اتاری گئی اور ہمیں آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع فرما اور ہمارا ان سے تعارف کرا دینا اور ان کا تعارف ہم سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کے لیے بڑے شفیق اور مہربان تھے۔ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا دنیا میں بدلہ نہیں چاہتے اور نہ اس ایمان کو کسی قیمت پر کبھی بیچیں گے۔ لوگ ان کی دعا پر آمین کہتے جاتے اس طرح لوگ فارغ ہو کر نکلتے جاتے اور دوسرے اندر آجاتے یہاں تک کہ تمام مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے پڑھی۔

[اخرجه الواقدی كذا فی البداية ۵:۲۶۵، واخرجه ابن سعد ۲:۶۹، ايضاً عن الواقدی عن موسیٰ بن محمد بن ابراهيم بن الحارث التيمی نحوه]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چارپائی پر رکھ دیا گیا تو میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ کا کوئی امام نہیں بنے گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے زندگی میں تمہارے امام تھے ایسے ہی انتقال کے بعد بھی تمہارے امام ہیں اس پر لوگ جماعتوں کی صورت میں داخل ہوتے اور صفیں بنا کر تکبیریں کہتے اور ان کا کوئی امام نہ ہوتا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے ہو کر یہ کہتا جاتا السلام عليك ايها النبی ورحمة الله وبركاته۔ اے اللہ! ہم اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ جو ان پر نازل کیا گیا تھا وہ انہوں نے سارا پہنچا دیا اور اپنی امت کی پوری خیر خواہی کی اور اللہ کے راستہ میں خوب محنت کی اور جہاد کیا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو عزت عطا فرمائی اور اللہ کا کلمہ پورا ہو گیا۔ اے اللہ! ہمیں ان لوگوں میں سے بنا جو اس وحی کا اتباع کرتے ہیں جو ان پر نازل کی گئی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہم کو ثابت قدم رکھنے میں ہمیں ان کے ساتھ جمع فرما اور لوگ آمین کہتے جاتے۔ پہلے مردوں نے نماز پڑھی پھر عورتوں نے پھر بچوں نے۔ [اخرجه ابن سعد ۲:۷۰، ايضاً عن عبد الله بن محمد بن عمر بن علی بن ابی طالب عن ابيه عن جده كذا فی الكنز ۴:۵۵]

حضور ﷺ کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت اور ان کا

حضور ﷺ کی جدائی پر رونا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ لوگ آپس میں چپکے چپکے باتیں کر رہے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا جاؤ اور سنو کہ لوگ چپکے چپکے کیا باتیں کر رہے ہیں پھر مجھے آ کر بتاؤ۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ لوگ کہہ رہے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی تیزی سے چلے اور وہ فرما رہے تھے کہ ہائے! میری کمر ٹوٹ رہی ہے۔ انہیں اتنا زیادہ غم تھا کہ لوگ یہی سمجھ رہے تھے کہ یہ مسجد تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ بہر حال وہ ہمت کر کے کسی طرح مسجد پہنچ ہی گئے۔

[اخرجه ابن خسرو كذا في الكنز ۴:۴۸]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے دنیا سے پردہ فرما لیا تو حضرت بکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے حجرہ سے مسجد میں تشریف لائے۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں بن میں بیان کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عمر! بیٹھ جاؤ (اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء اور کلمہ شہادت کے بعد فرمایا:

اما بعد! تم میں سے جو آدمی حضرت محمد ﷺ کی عبادت کرتا تھا اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ حضرت محمد ﷺ کا انتقال ہو گیا اور جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا اسے یقین ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کو موت نہیں آ سکتی اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاۡئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ﴾ [سورۃ آل عمران آیت: ۱۴۴]

"اور محمد (ﷺ) نرے رسول ہی تو ہیں آپ ﷺ سے پہلے اور بہت سے رسول گزر چکے ہیں سو اگر آپ ﷺ کا انتقال ہو جائے یا آپ ﷺ شہید ہی ہو جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ گویا لوگ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تلاوت سے پہلے اس آیت کو جانتے ہی نہیں تھے کہ یہ بھی اتری ہے۔ تمام لوگوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کو ایک دم لے لیا اور ہر آدمی اسے پڑھنے لگا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جوں ہی میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تو میں دہشت کے مارے کانپنے لگ گیا اور میرے پیروں میں اٹھانے کی سکت نہ رہی اور میں زمین پر گر گیا اور جب میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا تب مجھے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا ہے۔ [اخرجه عبد الرزاق وابن سعد وابن ابی شیبة و احمد والبخاری و ابن حبان وغیرهم کذا فی الکنز ۴:۴۸]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اس کا اتنا زیادہ رنج وصدمہ ہوا کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کو تو یہ وسوسہ بھی آنے لگ گیا کہ اب اسلام مٹ جائے گا میں بھی ان ہی لوگوں میں تھا۔ ایک دن میں مدینہ کی ایک حویلی میں بیٹھا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت ہو چکی تھی کہ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے لیکن شدت غم کی وجہ سے مجھے ان کے گزرنے کا بالکل پتہ نہ چلا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سیدھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے کہا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ کو ایک عجیب بات نہ بتاؤں؟ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا اور میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ آگے اور حدیث بھی ہے جیسا کہ سلام کے باب میں آئے گی۔ [اخرجه ابن سعد ۴:۱۳۸]

حضرت عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے سر پر کپڑا ڈالا ہوا تھا اور بہت غمگین تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ بڑے غمگین نظر آ رہے ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے وہ زبردست غم پیش آیا ہے جو آپ کو نہیں آیا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنو یہ کیا کہہ رہے ہیں! میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کیا تمہارے خیال میں کوئی آدمی ایسا ہے جسے مجھ سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم ہوا ہو؟ [اخرجه ابن سعد ۲:۸۲]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کا انتقال ہو چکا تھا اور ان) کا جنازہ ہمارے

گھروں میں رکھا ہوا تھا۔ ہم سب ازواج مطہرات جمع تھیں۔ اور رو رہی تھیں اور اس رات ہم بالکل نہ سوئی تھیں۔ ہم آپ ﷺ کو چارپائی پر دیکھ کر خود کو تسلی دے رہی تھیں کہ اتنے میں آخر شب کو حضور ﷺ کو دفن کر دیا گیا اور قبر پر مٹی ڈالنے کے لیے ہم نے پھاؤڑوں کے چلنے کی آواز سنی تو ہماری بھی چیخ نکل گئی اور مسجد والوں کی بھی اور سارا مدینہ اس چیخ سے گونج اٹھا۔ اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی تو جب انہوں نے اذان میں حضور ﷺ کا نام لیا یعنی اشھد ان محمد رسول اللہ کہا تو زور زور سے رو پڑے اور اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا۔ تمام لوگ آپ کی قبر کی زیارت کے لیے اندر جانے کی کوشش کرنے لگے۔ اس لیے دروازہ اندر سے بند کرنا پڑا۔ ہائے وہ کتنی بڑی مصیبت تھی۔ اس کے بعد جو بھی مصیبت ہمارے اوپر آئی تو حضور ﷺ (کے جانے) کی مصیبت کو یاد کرنے سے وہ مصیبت ہلکی ہو گئی۔

[اخرجه الواقدی کذا فی البدایة ۵: ۲۷۱، ورواه ابن سعد مختصراً ۴: ۱۲۱]

حضرت ابو ذویب ہذلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ آیا تو میں نے دیکھا کہ مدینہ والے اونچی آواز سے ایسے زور زور سے رو رہے ہیں جیسے کہ سارے حاجی احرام کی حالت میں زور سے لبیک کہہ رہے ہوں۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا ہے (اس وجہ سے سب لوگ رو رہے ہیں۔) [اخرجه ابن منده و ابن عساکر کذا فی الکنز ۴: ۵۸، ابن اسحاق بطوله کما سنذکر فیما قالت الصحابة علی وفاته صلی الله علیه وسلم۔]

حضرت عبید اللہ بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے علاقہ کے امیر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے۔ جب مکہ والوں کو حضور ﷺ کے انتقال کی خبر ملی تو مسجد حرام میں بیٹھے ہوئے سارے مسلمان زور زور سے رونے لگ گئے اور شدت غم کی وجہ سے حضرت عتاب رضی اللہ عنہ تو مکہ مکرمہ سے باہر ایک گھاٹی میں چلے گئے (تا کہ تنہائی میں بیٹھ کر روتے رہیں) حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے آکر حضرت عتاب رضی اللہ عنہ کو کہا (تنہائی چھوڑو اور) کھڑے ہو کر لوگوں میں بات کرو۔ انہوں نے کہا حضور ﷺ کے انتقال کی وجہ سے مجھ میں بات کرنے کی ہمت نہیں۔ حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے کہا آپ میرے ساتھ چلیں آپ کی جگہ میں بات کر لوں گا۔ چنانچہ دونوں اس گھاٹی سے نکل کر مسجد حرام آئے اور حضرت سہیل رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیان کیا انہوں نے اللہ کی حمد وثناء کے بعد اپنے بیان میں وہ تمام باتیں کہہ دیں

جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ میں فرمائی تھیں ان میں سے ایک بات بھی تو نہ چھوڑی (اور اللہ تعالیٰ نے ان کو مکہ والوں کے سنبھالنے کا ذریعہ بنالیا) جنگ بدر کے موقع پر حضرت سہیل بن عمرو بھی کافر قیدیوں میں تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے آگے کے دانت نکالنا چاہتے تھے تو ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ارے عمر! تم کیوں ان کے آگے کے دانت نکالنے لگے ہو؟ انہیں چھوڑ دو۔ ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ انہیں (اپنے دین کی خدمت کے لئے) کھڑے ہونے کا ایسا زبردست موقع دے جس سے تمہیں بہت زیادہ خوشی ہو۔ چنانچہ یہ وہی موقع تھا جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی تھی اور ان کے اس بیان کا بہت اثر ہوا اور مکہ مکرمہ اور اس کے آس پاس کے سارے علاقے کے مسلمان سنبھل گئے اور حضرت عتاب کی امارت اور مضبوط ہوگئی۔

[اخرجه سيف و ابن عساكر كذافي الكنز ۴:۴۶]

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے انتقال) کے بعد کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا ہاں صرف تھوڑا سا مسکرا لیتیں جس سے چہرے کی ایک جانب ذرا لمبی ہوجاتی۔ [اخرجه ابن سعد ۲:۸۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا کہا

حضرت اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آج ہم وحی سے اور اللہ تعالیٰ کے پاس سے آنے والے کلام سے محروم ہوگئے۔ [اخرجه ابو اسماعيل الهروى فى دلائل التوحيد عن محمد بن اسحاق عن ابيه كذا فى الكنز ۴:۵۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا تو حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں تو کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر کیوں رو رہی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال پر نہیں رو رہی ہوں کیونکہ مجھے یقین تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عنقریب انتقال ہوجائے گا میں تو اس پر رو رہی ہوں کہ وحی کا سلسلہ اب بند ہوگیا۔ [اخرجه احمد]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا آؤ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا کی زیارت کرنے چلتے ہیں (میں بھی ان دونوں حضرات کے ساتھ گیا) جب ہم حضرت اُم ایمن کے پاس پہنچے تو وہ رونے لگیں۔ ان

حضرات نے ان سے فرمایا آپ کیوں روتی ہیں؟ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسول ﷺ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لیے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میں اس وجہ سے نہیں رو رہی کہ مجھے یہ معلوم نہیں ہے کہ اللہ کے ہاں جا کر اللہ کے رسول ﷺ کو جو کچھ ملا ہے وہ ان کے لیے یہاں سے (ہزاروں گنا) بہتر ہے بلکہ میں تو اس وجہ سے رو رہی ہوں کہ اب آسمان سے وحی آنے کا سلسلہ رک گیا ہے۔ یہ بات ایسی موثر تھی کہ اسے سن کر وہ دونوں حضرات بھی رونے لگ پڑے۔

[عند البیهقی من حدیثه کذا فی البدایة ۵: ۲۷۴، واخرجه ایضاً ابن ابی شیبة و مسلم وابویعلی وابو عوانة عن انس مثله کما فی الکنز ۴: ۴۸، وابن سعد ۸: ۱۶۴، عن انس نحوه]

حضرت طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا رونے لگیں۔ کسی نے ان سے کہا اے اُم ایمن! آپ کیوں روتی ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ اب آسمان کی خبریں ہمارے پاس آنی بند ہو گئی ہیں۔ [عند ابن ابی شیبة کذا فی الکنز ۴: ۶۰، واخرجه ایضاً ابن سعد ۸: ۱۶۴، بسند صحیح عن طارق نحوه]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں اس بات پر رو رہی ہوں کہ دن رات ہمارے پاس آسمان کی خبریں تازہ بتازہ آیا کرتی تھیں یہ سلسلہ اب بند ہو گیا ہے میں اس پر رو رہی ہوں۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا کی اس بات پر لوگوں کو بہت تعجب ہوا۔ [اخرجه مالك کذا فی البدایة ۲: ۳۳۹، واخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۳: ۳۴۶، من طریق مالك نحوه قال فی الاصابة ۳: ۴۵۰، و سعید بن هاشم ای راوی الحدیث عن مالك ضعیف والمحفوظ مرسل عروة انتهی وقد اخرجه ابن سعد ۳: ۲۶۵، عن عروة نحوه]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کے انتقال پر لوگ رونے لگے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہماری تمنا یہ تھی کہ ہم حضور ﷺ سے پہلے مر جاتے کیونکہ اب ہمیں خطرہ ہے کہ آپ ﷺ کے بعد کہیں ہم فتنوں میں نہ مبتلا ہو جائیں۔ اس پر حضرت معن بن عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا لیکن اللہ کی قسم! میری تمنا تو یہ نہیں تھی کہ میں حضور ﷺ سے پہلے مر جاتا بلکہ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ جیسے میں نے حضور ﷺ کی زندگی میں حضور ﷺ کو سچا مانا اور ان کی تصدیق کی ایسے ہی ان کے انتقال کے بعد ان کی تصدیق کروں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری اور بڑھ گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ بے چین ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہائے ابا جان کی بے چینی! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا آج کے بعد تمہارے والد پر کبھی بے چینی نہیں آئے گی۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہائے میرے ابا جان نے رب کی دعوت قبول کر لی۔ ہائے میرے ابا جان کا ٹھکانہ جنت الفردوس بن گیا۔ ہائے میرے ابا جان! ان کی موت پر ہم حضرت جبرائیل علیہ السلام سے تعزیت کرتے ہیں۔ پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دفن ہو گئے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے انس! تمہارے دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر مٹی ڈالنے کے لیے کیسے آمادہ ہو گئے۔

[اخرجه البخاری]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اے انس! تمہارے دل کیسے آمادہ ہو گئے کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مٹی میں دفنا کر واپس آ گئے؟ حضرت حماد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب حضرت ثابت رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تو اتنا روتے کہ پسلیاں ہلنے لگتیں۔

[عند احمد كذا فی البداية ٥: ٢٧٣ واخرجه ايضاً ابن عساكر و ابويعلى عن انس نحو حديث البخاری كما فی الكنز ٤: ٥٧ واخرجه ابن سعد ٢: ٨٣ نحوه]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر چند اشعار کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

1. میرا دل غمگین ہے اور میں نے رات اس آدمی کی طرح گزاری جس کا سب کچھ چھن گیا ہو اور میں نے انتظار میں اس آدمی کی طرح ساری رات جاگ کر گزاری جو لٹ گیا ہو اور اس کے پاس کچھ نہ بچا ہو۔
2. اور یہ سب کچھ ان غموں اور پریشانیوں کی وجہ سے ہے جنہوں نے میری نیند اڑا رکھی ہے۔ کاش کہ مجھے موت کا جام اس وقت پلا دیا جاتا۔
3. جب کہ لوگوں نے کہا مقدر میں لکھی ہوئی موت حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آ گئی ہے۔
4. جب ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے پاس گئے تو ہماری گردن کے بال غم کی وجہ سے سفید ہو گئے۔
5. تو اس سے مجھ پر بہت بڑا غم طاری ہو گیا جو بہت دیر تک رہے گا اور جو میرے دل میں

ایسا پیوست ہوا کہ وہ دل رعب زدہ ہو گیا۔

اور یہ اشعار بھی حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے کہے جن کا ترجمہ یہ ہے:

۱ غور سے سنو! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ سہولت کا معاملہ کرنے والے تھے۔ آپ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کرتے تھے اور سخت معاملہ کرنے والے نہ تھے۔

۲ آپ ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کرنے والے اور نہایت مہربان اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور ہر رونے والے کو آج آپ پر رو لینا چاہیے۔

۳ میری زندگی کی قسم! میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی وجہ سے نہیں رو رہی ہوں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے فتنوں اور اختلافات کی وجہ سے رو رہی ہوں۔

۴ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے اور ان کی محبت کی وجہ سے میرے دل پر گرم لوہے سے داغ لگے ہوئے ہیں۔

۵ اے فاطمہ! حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا رب اللہ تعالیٰ اس قبر پر رحمت بھیجے جو یثرب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھکانہ بنی ہے۔

۶ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھ رہی ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے یتیم کر دیا اور اسے اس حال میں چھوڑ دیا کہ وہ رو رو کر دور چلے جانے والے اپنے نانا کو پکار رہا ہے۔

۷ میری ماں، خالہ، چچا اور میری جان اور میری آل اولاد سب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہیں۔

۸ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر فرمایا اور انتہائی صداقت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حال میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دین میں مضبوط اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت واضح اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین بالکل صاف ستھرا ہے۔

۹ اگر عرش کا مالک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم میں باقی رکھتا تو ہم بڑے خوش قسمت ہوتے لیکن (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال فرمانے کا) اللہ کا فیصلہ پورا ہو رہا ہے۔

۱۰ اللہ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام اور تحیہ ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشی خوشی جنات عدن میں داخل کیا جائے۔

[اخرجه الطبراني و قال الهيثمي ۹:۳۹ رواه الطبراني و اسناده حسن انتهى]

حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا (حضور ﷺ کے سامنے) اپنی چادر سے اشارہ کرکے یہ شعر پڑھ رہی تھیں جس کا ترجمہ یہ ہے:

آپ ﷺ کے بعد پریشان کن حالات اور سخت مصیبتیں پیش آگئی ہیں اگر آپ ﷺ اس موقع پر تشریف فرما ہوتے تو یہ حالات اور مصیبتیں اتنی زیادہ نہ ہوتیں۔ [عند الطبرانی قال الهيثمی ۹: ۳۹ رجاله رجال الصحيح الا ان محمد لم يدرك صفية انتهى]

❶ ہوش سے سنو! حضرت محمد ﷺ کے تشریف لے جانے کی وجہ سے میں ہلاک ہوگیا۔ حضور ﷺ کی زندگی میں میرا خاص ٹھکانہ تھا۔

❷ جہاں میں ساری رات صبح تک امن وچین سے گزارتا تھا۔

[اخرجه البخاری والبغوی كذا فی الاصابة ۳: ۲۶۴ واخرجه البزار نحوه قال الهيثمی ۹: ۳۹ رجاله رجال الصحيح غير بشر بن آدم وهو ثقة واخرجه ابن زياد ۷: ۸۹]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضور ﷺ کو یاد کر کے رونا

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ دیکھ بھال کرنے نکلے تو انہوں نے ایک گھر میں چراغ جلتے ہوئے دیکھا وہ اس گھر کے قریب گئے تو دیکھا کہ ایک بڑھیا کاتنے کے لیے اپنا اون تیر سے دھن رہی ہے اور حضور ﷺ کو یاد کر کے یہ اشعار پڑھ رہی ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔

① حضرت محمد ﷺ پر نیک لوگوں کا درود ہو (یا رسول اللہ ﷺ!) آپ ﷺ پر چنے ہوئے بہترین لوگ درود بھیجیں۔

② آپ ﷺ راتوں کو خوب عبادت کرنے والے اور صبح سحری کے وقت (اللہ کے سامنے) بہت زیادہ رونے والے تھے۔ موت کے آنے کے بہت سے راستے ہیں۔

③ اور کاش میں جان لیتی کہ کیا میں اور میرے حبیب حضور ﷺ کسی گھر میں کبھی اکٹھے ہوسکیں گے؟

یہ (محبت بھرے اشعار) سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھ کر رونے لگے اور بڑی دیر تک روتے

رہے۔ آخر کار انہوں نے اس عورت کا دروازہ کھٹکھٹایا اس بڑھیا نے کہا کون ہے؟ انہوں نے کہا عمر بن خطاب۔ اس بڑھیا نے کہا مجھے عمر سے کیا واسطہ اور عمر اس وقت یہاں کس وجہ سے آئے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تم پر رحم فرمائے! تم دروازہ کھولو تمہارے لیے کوئی ایسی خطرے کی بات نہیں ہے۔ چنانچہ اس بڑھیا نے دروازہ کھولا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر گئے اور فرمایا ابھی تم جو اشعار پڑھ رہی تھی ذرا مجھے دوبارہ سنانا۔ چنانچہ اس نے وہ اشعار دوبارہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پڑھے۔ جب وہ آخری شعر پر پہنچی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا تم نے آخری شعر میں اپنا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا ہے کسی طرح تم مجھے بھی اپنے دونوں کے ساتھ شامل کرلو۔ اس نے یہ شعر پڑھا وَعُمَرُ فَاغْفِرْلَهُ يَا غَفَّارُ یعنی اے غفار! عمر کی بھی مغفرت فرما اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خوش ہوئے اور واپس آگئے۔

[اخرجه ابن المبارك و ابن عساكر كذا في منتخب الكنز ۴: ۳۸۱]

حضرت عاصم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے تو ایک دم بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑتے۔

[اخرجه ابن سعد ۴: ۱۶۸]

حضرت مثنیٰ بن سعید دارع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں ہر رات اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھتا ہوں اور یہ فرما کر رونے لگ پڑے۔ [اخرجه ابن سعد ۷: ۲۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مارنا

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحبت یافتہ صحابی ہیں۔ انہوں نے سنا کہ ایک نصرانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہا ہے تو انہوں نے اسے ایسا مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمرو نے حضرت غرفہ سے فرمایا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں۔

حضرت غرفہ نے کہا اللہ کی پناہ۔ یہ لوگ حضور ﷺ کو برا بھلا کہیں اور ہم ان کے معاہدے کا پھر بھی لحاظ کریں؟ ہم نے تو ان شرطوں پر ان سے معاہدہ کیا ہے کہ ہم ان کے عبادت خانوں کو کچھ نہیں کہیں گے یہ اپنے عبادت خانوں میں جو چاہیں کہیں اور ہم ان کی طاقت سے زیادہ بوجھ ان پر نہیں ڈالیں گے اور اگر کوئی دشمن ان پر حملہ کرے گا تو ہم ان کی طرف سے لڑیں گے اور ان کے احکام میں ہم کوئی دخل نہیں دیں گے۔ اگر یہ ہمارے احکامات پر راضی ہو کر ہمارے پاس فیصلہ کروانے آئیں گے تو ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے اور اگر یہ اپنے معاملات کے بارے میں ہم سے الگ تھلگ رہیں گے تو ہم انہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ اس پر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔

[اخرجه ابن المبارك عن حرملة بن عمران كذا فى الاستيعاب ۳: ۱۹۳، واخرجه البخارى فى تاريخه عن نعيم بن حماد عن عبد الله ابن المبارك عن رملة باسناده نحوه واسناده صحيح كما فى الاصابة ۳: ۱۹۵]

حضرت غرفہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی اور انہوں نے حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ کے ساتھ مرتدوں سے جنگ بھی لڑی تھی وہ مصر کے ایک نصرانی کے پاس سے گزرے جس کو مندقون کہا جاتا تھا۔ حضرت غرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو اس نصرانی نے حضور ﷺ کا تذکرہ برے انداز میں کیا انہوں نے اسے مارا۔ پھر یہ معاملہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر کہا ہم تو ان سے امن دینے کا معاہدہ کر چکے ہیں اور پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔ [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۶: ۱۳، وفيه عبد الله بن صالح كاتب الليث قال عبدالملك بن شعيب بن الليث ثقة مامون و ضعفه جماعة و بقية رجاله ثقات واخرجه البيهقى ۹: ۲۰۰، نحوه]

حضرت کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت غرفہ بن حارث کندی رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی صحبت حاصل تھی یہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس کے ساتھ امن دینے کا معاہدہ کیا ہوا تھا۔ حضرت غرفہ نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو برا بھلا کہہ دیا۔ انہوں نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا یہ لوگ معاہدے کی پابندی کی وجہ سے ہم سے مطمئن تھے (تم نے قتل کر کے معاہدہ توڑ دیا) حضرت غرفہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے ان

سے اس بات پر امن کا معاہدہ نہیں کیا کہ یہ اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں (برا بھلا کہہ کر) ہمیں تکلیف پہنچائیں۔ [عند ابن عساکر]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم بجالانا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کو (بطن) نخلہ مقام پر بھیجا اور ان سے فرمایا تم وہاں جاؤ اور قریش کے بارے میں کچھ خبر لے آؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لڑنے کا حکم نہیں دیا اور یہ اشہر حرم یعنی جن مہینوں میں کافر لوگ آپس میں لڑا نہیں کرتے تھے ان مہینوں کا واقعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ نہیں بتایا تھا کہ انہوں نے کہاں جانا ہے بلکہ انہیں ایک خط لکھ کر دیا (جو کہ بند تھا) اور ان سے فرمایا تم اپنے ساتھیوں کو لے کر جاؤ اور جب چلتے چلتے دو دن ہو جائیں تو یہ خط کھول کر دیکھ لینا اور اس میں میں نے تمہیں جس چیز کا حکم دیا ہو اس پر عمل کر لینا (خط پڑھنے کے بعد) اپنے کسی ساتھی کو اپنے ساتھ جانے پر مجبور نہ کرنا۔ دو دن سفر کرنے کے بعد انہوں نے وہ خط کھولا اور اسے پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا کہ یہاں سے چل کر مقام نخلہ پر پہنچو اور قریش کے بارے میں جو خبریں تمہیں پہنچیں تم وہ لے کر ہمارے پاس آؤ۔ خط پڑھ کر حضرت عبداللہ بن جحش نے اپنے ساتھیوں سے کہا میں تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنوں گا بھی اور مانوں گا بھی۔ تم میں سے جسے شہادت کا شوق ہو وہ تو میرے ساتھ چلے میں تو وہاں جا رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو پورا کروں گا اور جسے شوق نہ ہو وہ واپس چلا جائے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور کر کے ساتھ لے جانے سے مجھے منع کیا ہے لیکن وہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم ان کے ساتھ آگے نخلہ گئے (ان میں سے کوئی واپس نہ گیا) جب یہ حضرات بحران پہنچے تو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اور حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ کا اونٹ گم ہو گیا جس پر یہ دونوں حضرات باری باری سوار ہوتے تھے یہ حضرات اونٹ ڈھونڈنے کے لیے پیچھے رہ گئے اور باقی لوگ چل کر مقام نخلہ پہنچ گئے۔ عمرو بن حضرمی، حکم بن کیسان، عثمان بن عبداللہ اور مغیرہ بن عبداللہ ان کے پاس سے گزرے یہ لوگ اپنا تجارتی سامان، چمڑا اور کشمش طائف سے لے کر آ رہے تھے۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کفار مکہ کو دیکھا تو حضرت واقد بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے سر کے بال منڈے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان کفار کی طرف جھانکا جب کفار نے دیکھا کہ ان کا سر منڈا

ہوا ہے تو انہوں نے کہا یہ عمرہ کر کے آ رہے ہیں اس لیے تمہیں ان سے کوئی خطرہ نہیں ہے (یہ لڑنے نہیں آئے) یہ رجب کا آخری دن تھا (اور رجب اشہر حرم میں داخل ہے یہ بھی ان چار مہینوں میں سے ہے جن میں کفار عرب آپس میں لڑتے نہیں تھے) اس لیے حضور ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں ان کفار کے بارے میں مشورہ کیا کہ اگر تم ان کافروں کو آج قتل کرو گے تو شہر حرام یعنی رجب میں قتل کرو گے (جو کہ تمام عربوں کے دستور کے خلاف ہوگا) اور اگر انہیں چھوڑ دو گے تو یہ آج حرم میں داخل ہو کر محفوظ ہو جائیں گے (کہ حدود حرم کے اندر کسی کو قتل کرنا جائز نہیں ہے) حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اس پر متفق ہو گئے کہ انہیں آج ہی قتل کر دیا جائے اور عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا۔ مغیرہ بھاگ گیا یہ حضرات اسے پکڑ نہ سکے۔ ان کافروں کے تجارتی قافلہ پر بھی ان حضرات نے قبضہ کر لیا اور دو قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو لے کر یہ حضرات حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اللہ کی قسم! میں نے تو تمہیں شہر حرام میں لڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے دونوں قیدیوں اور اس تجارتی سامان کو روک دیا اور اس میں سے کوئی چیز نہ لی۔ حضور ﷺ کا یہ فرمان سن کر ان حضرات کو بہت ہی زیادہ ندامت ہوئی اور وہ یوں سمجھے کہ ہم تو اب ہلاک ہو گئے اور ان کو مسلمان بھائیوں نے سختی سے ڈانٹا اور جب قریش کو اس واقعہ کی خبر ملی تو انہوں نے کہا محمد (علیہ السلام) نے شہر حرام میں خون بہایا ہے اور اس مہینے میں مال پر قبضہ کیا ہے اور ہمارے آدمیوں کو قید کیا ہے اور شہر حرام کی بے حرمتی کی ہے اور اسے دوسرے مہینوں کی طرح عام مہینہ بنا دیا ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَ الْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ﴾ [سورۃ بقرہ آیت:۲۱۷]

''لوگ آپ سے شہر حرام میں قتال کرنے کے متعلق سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجیے کہ اس میں خاص طور پر (یعنی عمداً) قتال کرنا جرم عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک ٹوک کرنا اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام (کعبہ) کے ساتھ اور جو لوگ مسجد حرام کے اہل تھے ان کو اس سے خارج کر دینا جرم عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ کے

نزدیک اور فتنہ پردازی کرنا اس قتل خاص سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔"

اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ کو نہ ماننا قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔" جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تجارتی سامان تو لے لیا لیکن قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا (نخلہ جانے والے) مسلمانوں نے کہا (یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ کو امید ہے کہ ہمیں اس غزوہ پر ثواب ملے گا؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس بارے میں یہ آیت نازل فرمادی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا سے لے کر اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ﴾

[سورۃ بقرہ آیت ۲۱۸]

حقیقتاً جو لوگ ایمان لائے ہوں اور جن لوگوں نے راہ خدا میں ترک وطن کیا ہو اور جہاد کیا ہو ایسے لوگ تو رحمت خداوندی کے امیدوار ہوا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (اس غلطی کو) معاف کردیں گے اور تم پر رحمت کریں گے۔ اس غزوہ میں جانے والے آٹھ آدمی تھے اور ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نویں آدمی تھے۔

[اخرجه البيهقي ۹:۵۸، من طريق ابن اسحاق عن يزيد اسحاق عن يزيد بن رومان و اخرج ابونعيم هذه القصة من طريق ابي سعيد البقال عن عكرمة عن ابن عباس مطولة و كذا اخرجه الطبري من طريق اسباط بن نصر عند السدي كما في الاصابة ۳:۲۷۸]

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعت بھیجی اور ان کا امیر حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کو بنایا۔ جب حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ چلنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے غلبہ میں (جدائی کی وجہ سے) رونے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جگہ دوسرے کو بھیج دیا جنکا نام حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ تھا اور انہیں ایک خط لکھ کر دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ مدینہ سے فلاں جگہ جائیں اور وہاں جا کر یہ خط کھول کر پڑھیں اور پھر اس میں جہاں جانے کو لکھا ہے وہاں چلے جائیں اور اس جگہ پہنچنے سے پہلے یہ خط نہ پڑھیں اور یہ بھی فرمایا کہ اپنے ساتھ کسی کو آگے جانے پر مجبور نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ اس جگہ پہنچے تو انہوں نے وہ خط پڑھا اور خط پڑھ کر انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھی اور یہ کہا میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بات سنوں گا اور مانوں گا۔ ان کے ساتھیوں میں سے دو حضرات واپس چلے گئے اور باقی سب ان کے ساتھ آگے آگئے۔ ان حضرات کو ابن الحضرمی ملا تو انہوں نے اسے قتل کردیا لیکن یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ

واقعہ رجب کا ہے یا جمادی الثانی کا۔ مشرکوں نے کہا مسلمانوں نے شہرحرام یعنی رجب میں قتل کیا ہے۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ سے لے کر وَالْفِتْنَةُ أَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ تک۔ اس پر بعض مسلمانوں نے کہا اگرچہ اس جماعت والوں نے کام تو اچھا کیا ہے لیکن انہیں ثواب نہیں ملے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ أُولٰئِكَ يَرْجُوْنَ رَحْمَةَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾

[اخرجه البیهقی ایضاً ۹: ۱۱ واخرجه ابن ابی حاتم عن جندب بن عبد الله نحوه كما فی البداية ۳: ۲۵۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق کے موقع پر فرمایا کوئی بھی راستہ میں عصر کی نماز نہ پڑھے بلکہ سب بنوقریظہ پہنچ کر نماز پڑھیں (چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم بنوقریظہ کی طرف چل پڑے) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم ابھی راستہ میں ہی تھے کہ نماز کا وقت ہوگیا تو بعض لوگوں نے کہا ہم تو عصر کی نماز وہاں بنوقریظہ پہنچ کر ہی پڑھیں گے اور بعض لوگوں نے کہا ہم تو یہاں راستہ میں ہی نماز پڑھ لیں گے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد (یہ تھا کہ ہم تیز چلیں) یہ نہیں تھا کہ راستہ میں چاہے وقت ہو جائے پھر بھی ہم نماز نہ پڑھیں۔ اس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا گیا۔ حضورؐ نے ان دونوں قسم کے حضرات میں سے کسی کو بھی کچھ نہ کہا۔ [اخرجه البخاری هكذا رواه مسلم]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق سے واپس ہوئے تو آپ نے (ہتھیار اتار دیئے تھے پھر) دوبارہ ہتھیار لگا لیے اور طہارت فرمائی۔ دحیم راوی کی حدیث میں یہ ہے کہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق سے واپس آ کر ہتھیار اتار دیئے تھے) پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے حاضر ہو کر کہا آپ لڑنے والے دشمن (بنوقریظہ) کے خلاف اپنے مددگار جمع کرلیں۔ کیا بات ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں حالانکہ ہم (فرشتوں) نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ یہ سنتے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھبرا کر اٹھے اور لوگوں کو بڑی تاکید سے یہ حکم دیا کہ وہ سب بنوقریظہ پہنچ کر ہی عصر کی نماز پڑھیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم ہتھیار لگا کر چل پڑے اور بنوقریظہ پہنچنے سے پہلے ہی سورج غروب ہونے لگا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم

کا نماز عصر کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ کچھ لوگوں نے کہا نماز پڑھ لو۔ حضور ﷺ کا یہ مقصد نہیں تھا کہ تم نماز (وقت پر پڑھنا) چھوڑ دو اور کچھ لوگوں نے کہا حضور ﷺ نے ہمیں بہت زور سے یہ تاکید فرمائی تھی کہ ہم بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں۔ اس لیے ہم حضور ﷺ کا حکم مان کر نماز نہیں پڑھ رہے ہیں۔ لہٰذا ہمیں کوئی گناہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایک جماعت نے راستہ میں عصر کی نماز ایمان کے ساتھ ثواب کی امید میں پڑھ لی اور دوسری جماعت نے نہ پڑھی بلکہ بنو قریظہ پہنچ کر سورج غروب ہونے کے بعد ایمان کے ساتھ ثواب کی امید میں پڑھ لی۔ حضور ﷺ نے (معلوم ہونے پر) دونوں جماعتوں میں سے کسی کو کچھ نہ کہا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۶:۱۴۰ رجاله رجال الصحیح غیر ابن ابی الهذیل وهو ثقة واخرجه البیهقی نحوه عن عبید الله بن کعب بن مالك و من حدیث عائشة رضی الله عنها اطول منه کما فی البدایة ۴:۱۱۷]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے جنگ حنین کے دن دیکھا کہ لوگ میدان چھوڑ کر جا رہے ہیں تو فرمایا اے عباس! زور سے یہ آواز لگاؤ "اے انصار کی جماعت! اے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت ہونے والو!" (چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے زور سے یہ آواز لگائی) جس پر انصار نے فوراً جواب میں کہا لبیک' حاضر ہیں۔ لبیک' حاضر ہیں (اور آواز کی طرف آنے لگے) بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اپنی سواری کو آواز کی طرف موڑنا چاہا لیکن گھبراہٹ اور پریشانی کی وجہ سے وہ سواری نہ مڑ سکی تو وہ اس سواری سے اتر گئے اور سواری کو ویسے ہی چھوڑ دیا اور زرہ کو اتار پھینکا اور تلوار اور ڈھال لے کر اس آواز کی طرف تیزی سے چل پڑے۔ اس طرح حضور ﷺ کے پاس ان میں سے سو آدمی جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے دشمن کے حالات کا اندازہ لگائے بغیر ہی ان سے جنگ شروع کر دی اور بڑے گھمسان کی لڑائی ہوئی۔ پہلی آواز تو انصار کے لیے لگوائی تھی۔ آخر میں خزرج قبیلہ کے لیے آواز لگوائی کیونکہ یہ جم کر لڑنے والے تھے پھر حضور ﷺ نے اپنی سواریوں کی طرف جھانکا تو آپ ﷺ کی نظر اس جگہ پڑی جہاں خوب زور شور سے تلواریں چل رہی تھیں اس پر آپ ﷺ نے فرمایا اب تنور گرم ہوا ہے یعنی خوب گھمسان کا رن پڑا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (ان سو آدمیوں نے جنگ کی اور اللہ نے فوراً فتح عطا فرما دی) اللہ کی قسم! بھاگ کر جانے والے لوگ ابھی واپس نہیں آئے تھے کہ کافر قیدی حضور ﷺ کے پاس گرفتار ہو کر پہنچ چکے تھے۔ ان قیدیوں کے ہاتھ پیچھے رسیوں سے بندھے ہوئے تھے۔

کافروں میں بہت سے قتل ہوئے اور باقی سب شکست کھا کر بھاگ گئے اور ان کافروں کا سارا مال، سامان، آل اولاد اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو بطور غنیمت کے دے دیا۔ [اخرجه البيهقي]

حضرت عباس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اس طرح ذکر کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے (مجھ سے) فرمایا اے عباس! کیکر (کے درخت کے نیچے بیعت ہونے) والوں کو آواز لگا کر بلاؤ (چنانچہ میں نے آواز لگائی تو) وہ میری آواز سن کر ایسی تیزی سے مڑے جیسے گائے اپنے بچھڑے کی طرف پلٹتی ہے اور وہ سب یا لبیکاہ یا لبیکاہ کہہ رہے تھے۔ [عن ابن وهب و رواه مسلم عن ابن وهب كذا في البداية ۴: ۲۳۱ وقد اخرج ابن سعد ۴: ۱۱ حديث العباس بطوله فذكر نحوه]

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ نے (حدیبیہ میں) مکہ والوں سے صلح کی تو قبیلہ خزاعہ والے زمانہ جاہلیت سے ہی حضور ﷺ کے حلیف چلے آرہے تھے اور قبیلہ بنو بکر والے قریش کے حلیف تھے۔ اس لیے حضور ﷺ کی صلح کے اندر قبیلہ خزاعہ والے بھی آگئے اور قریش کی صلح میں بنو بکر داخل ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان پہلے سے لڑائی چلی آرہی تھی۔ اس صلح کے بعد قریش نے ہتھیار اور غلہ سے بنو بکر کی مدد کی اور بنو بکر نے خزاعہ پر اچانک چڑھائی کر دی اور ان پر غالب آ کر ان کے کچھ آدمی قتل کر دیئے۔ اس پر قریش کو یہ ڈر ہوا کہ وہ صلح کو توڑ چکے ہیں اس لیے انہوں نے ابو سفیان سے کہا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور پورا زور لگاؤ کہ یہ معاہدہ برقرار رہے اور صلح باقی رہے۔ ابو سفیان مکہ سے چلے اور مدینہ پہنچے۔ حضورؐ نے فرمایا ابو سفیان تمہارے پاس آیا ہے اس کا کام بنے گا تو نہیں لیکن یہ خوش ہو کر واپس جائے گا۔ چنانچہ ابو سفیان حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا اے ابو بکر! آپ اس معاہدہ کو برقرار اور صلح کو باقی رکھیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ پھر وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے انہوں نے وہی بات کہی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے تو خود ہی صلح توڑ دی ہے اور اب جو صلح نئی ہو اسے خدا پرانا کرے اور جو صلح سخت اور پرانی ہو اسے خدا توڑ دے۔ اس پر ابو سفیان نے کہا میں نے تم جیسا اپنے قبیلہ کا دشمن کوئی نہیں دیکھا۔ پھر وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور ان سے کہا اے فاطمہ! کیا تم ایسا کام کرنے کو بخوشی تیار ہو جس سے تم اپنی قوم کی عورتوں کی سردار بن جاؤ۔ پھر ان سے وہی بات کہی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس کا اختیار مجھے نہیں ہے بلکہ اس کا اختیار تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ہے۔ پھر انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر وہی بات کہی جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے کہی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا میں نے تم سے زیادہ بھٹکا ہوا آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ تم تو خود اپنے قبیلہ کے سردار ہو اس لیے تم اس معاہدہ کو برقرار رکھو اور اس صلح کو باقی رکھو (کسی کو مت توڑنے دو) اس پر ابو سفیان نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے پر مار کر کہا میں نے لوگوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی۔ پھر مکہ واپس چلا گیا اور وہاں والوں کو سارا حال بتایا۔ انہوں نے کہا ہم نے آپ جیسا قوم کا نمائندہ آج تک نہیں دیکھا اللہ کی قسم! آپ نہ تو لڑائی کی خبر لائے ہیں کہ ہم چوکنے ہو کر اس کی تیاری کرتے اور نہ صلح کی خبر لائے ہیں کہ ہم جنگ سے مطمئن ہو کر آرام سے بیٹھ جاتے۔ اس کے بعد آگے فتح مکہ کا قصہ بیان کیا۔ [اخرجه ابن ابی شیبة کما فی منتخب کنز العمال ۱۶۲:۴]

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت ابو عزیز بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جنگ بدر کے دن کافر قیدیوں میں تھا۔ حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو فرمایا تم ان قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اس کی میری طرف سے تم کو پوری تاکید ہے۔ میں انصار کی جماعت میں تھا۔ وہ جب بھی دن کو یا رات کو کھانا سامنے رکھتے تو حضور ﷺ کی تاکید کی وجہ سے مجھے گندم کی روٹی کھلاتے اور خود کھجور کھاتے۔

[اخرجه الطبرانی فی الکبیر و الصغیر قال الهیثمی ۸۶:۶ اسناده حسن]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ منبر پر خطبہ دے رہے تھے۔ حضرت عبداللہ نے سنا کہ حضور ﷺ فرما رہے ہیں بیٹھ جاؤ۔ یہ وہیں مسجد سے باہر اسی جگہ بیٹھ گئے اور خطبہ ختم ہونے تک وہیں بیٹھے رہے۔ جب حضور ﷺ کو یہ پتہ چلا تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول ﷺ کی اطاعت کا شوق تمہیں اور زیادہ نصیب فرمائے۔

[اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۵۷:۷ و اخرجه البیهقی ایضاً نحوه عن عبدالرحمن بسند صحیح کما فی الاصابة ۳۰۶:۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ جمعہ کے دن منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا سب بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے مسجد کے باہر سے ہی حضور ﷺ کا یہ فرمان سنا

کہ سب بیٹھ جاؤ اور وہیں قبیلہ بنو غنم کے محلہ میں ہی بیٹھ گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے آپ ﷺ کو بیٹھ جاؤ فرماتے ہوئے سنا تو وہیں اپنی جگہ بیٹھ گئے۔

[اخرجه ابن عساكر ایضاً كذا فی الكنز ۷:۵۱، وهكذا اخرجه الطبرانی فی الاوسط والبیهقی من حدیث عائشة قال الهیثمی ۹:۳۱۶، و فیه ابراهیم بن اسماعیل بن مجمع وهو ضعیف و قال فی الاصابة ۲:۳۰۶، والمرسل اصح]

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ ایک مرتبہ خطبہ دے رہے تھے۔ آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس وقت مسجد کے دروازے پر پہنچ چکے تھے یہ سنتے ہی وہیں بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا اے عبداللہ! اندر آ جاؤ۔

[اخرجه ابن ابی شیبة كذا فی الكنز ۷:۵۶]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جمعہ کے دن حضور ﷺ جب منبر پر بیٹھ گئے تو آپ ﷺ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی مسجد کے دروازے کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے انہیں دیکھا کہ وہ دروازے کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں تو ان سے فرمایا اے عبداللہ بن مسعود! اندر آ جاؤ۔ [اخرجه ابن عساكر كذا فی الكنز ۷:۵۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک دن باہر تشریف لائے ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے ایک اونچا قبہ دیکھا تو پوچھا یہ کس کا ہے؟ آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فلاں انصاری کا ہے۔ حضور ﷺ سن کر خاموش ہو رہے اور آپ ﷺ نے دل میں یہ بات رکھی۔ کسی دوسرے وقت وہ انصاری حاضر خدمت ہوئے اور لوگوں کی موجودگی میں انہوں نے سلام کیا۔ حضور ﷺ نے اعراض فرمایا (اور سلام کا جواب بھی نہ دیا) چند بار ایسے ہی ہوا (کہ وہ سلام کرتے حضور ﷺ اعراض فرما لیتے) آخر وہ سمجھ گئے کہ حضور ﷺ ناراض ہیں اس لیے اعراض فرما رہے ہیں۔ انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی وجہ پوچھی اور یوں کہا اللہ کی قسم! آج اللہ کے رسول ﷺ کی نظروں کو پھرا ہوا پاتا ہوں خیر تو ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ حضور ﷺ باہر تشریف لائے تھے تو تمہارا قبہ دیکھا تھا۔ یہ سن کر وہ انصاری فوراً گئے اور قبہ کو گرا کر بالکل زمین کے برابر کر دیا کہ نام و نشان بھی نہ رہا۔ (پھر آ کر حضور ﷺ سے عرض بھی نہ کیا) ایک دن حضور ﷺ کا اس جگہ سے گزر ہوا تو آپ ﷺ کو وہاں وہ قبہ نظر نہ آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا اس قبہ کا کیا

ہوا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا قبہ والے انصاری نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعراض کا ہم سے ذکر کیا تھا ہم نے اسے بتا دیا تھا انہوں نے آ کر اسے بالکل گرا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر تعمیر آدمی پر وبال ہے مگر وہ تعمیر جو سخت ضروری اور مجبوری کی ہو۔ یہ روایت ابوداؤد کی ہے اور ابن ماجہ میں یہ روایت ذرا مختصر ہے اور اس میں یہ ہے کہ اس کے بعد کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قبہ وہاں نظر نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں پوچھا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ جب ان انصاری کو پتہ چلا تو انہوں نے اس قبہ کو گرا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس پر رحم کرے۔ اللہ اس پر رحم کرے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عقبہ اذاخر گیا (یہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک جگہ کا نام ہے) میرے اوپر سرخ رنگ کی ایک چادر تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ کیسا کپڑا ہے؟ میں سمجھ گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چادر پسند نہیں آئی۔ میں اپنے گھر واپس آیا' گھر والے تنور میں آگ جلا رہے تھے میں نے وہ چادر اس میں ڈال دی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اس چادر کا کیا ہوا؟ میں نے کہا میں نے اسے تنور میں ڈال دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہ دے دی؟ (عورتوں کے لیے اس رنگ کے کپڑے پہننے میں حرج نہیں ہے۔)

[اخرجه الدولابی فی الکنی ۲:۴۴]

حضرت سہل بن حنظلیہ عبشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا خریم اسدی بہت اچھا آدمی ہے اگر اس میں دو باتیں نہ ہوں ایک تو اس کے سر کے بال بہت بڑے ہیں دوسرے وہ لنگی ٹخنوں کے نیچے باندھتا ہے۔ حضرت خریم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد پہنچا تو فوراً چاقو لے کر بال کانوں کے نیچے سے کاٹ دیئے اور لنگی آدھی پنڈلی تک باندھنا شروع کر دی۔

[اخرجه احمد والبخاری فی التاریخ و ابن عساکر کذا فی الکنز ۸:۵۹]

حضرت جثامہ بن مساحق بن ربیع بن قیس کنانی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے ہرقل کے پاس قاصد بن کر گئے تھے۔ وہ فرماتے ہیں میں ہرقل کے پاس جا کر بیٹھ گیا میں نے خیال نہ کیا کہ میرے نیچے کیا ہے؟ میں کس پر بیٹھ رہا ہوں؟ وہ سونے کی کرسی تھی۔ جب میں نے اسے دیکھا تو میں فوراً اس سے اٹھ کر نیچے بیٹھ گیا تو ہرقل ہنس پڑا اور اس نے مجھ سے پوچھا ہم نے یہ

کرسی تمہارے اکرام کے لیے رکھی تھی تم اس سے کیوں اٹھ گئے؟ میں نے کہا میں نے حضور ﷺ کو اس جیسی چیزوں سے منع کرتے ہوئے سنا ہے۔

[اخرجه ابونعیم فی الکنز ۷:۱۵، واخرجه ابن منده نحوه کما فی الاصابة ۱:۲۲۷]

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میرے ماموں جان میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا ہمیں آج حضور ﷺ نے ایک کام سے منع فرمایا ہے جو تمہارے نفع کا تھا لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات ماننے میں ہمارا تمہارا زیادہ نفع ہے۔ پھر آگے زمین اجرت پر دینے کے بارے میں حدیث بیان فرمائی۔ [اخرجه عبد الرزاق کما فی کنز العمال ۸:۴۳]

قبیلہ بنو حارث بن خزرج کے حضرت محمد بن اسلم بن بجرہ رضی اللہ عنہ عمر رسیدہ بڑے میاں تھے وہ اپنا قصہ خود بیان کرتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ (اپنے گاؤں سے) مدینہ منورہ کسی کام سے جاتے اور بازار میں اپنا کام پورا کر کے اپنے گاؤں میں واپس آجاتے۔ جب اپنی چادر اتار کر رکھ دیتے تو انہیں یاد آتا کہ انہوں نے حضور ﷺ کی مسجد میں نماز نہیں پڑھی ہے تو یوں فرماتے میں نے حضور ﷺ کی مسجد میں دو رکعت نماز نہیں پڑھی ہے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا (اے قریب کے دیہات والو!) تم میں سے جو اس بستی (یعنی مدینہ منورہ) میں آئے وہ جب تک اس مسجد (نبوی) میں دو رکعت نماز نہ پڑھ لے اسے اپنے گاؤں واپس نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ یہ اپنی چادر لیتے اور مدینہ واپس جاتے اور حضور ﷺ کی مسجد میں دو رکعت نماز پڑھتے۔

[اخرجه الحسن ابن سفیان و ابونعیم فی المعرفة عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم کذا فی الکنز ۳:۳۴۶، واخرجه ابن منده و قال غریب والطبرانی الا انه سماه مسلم بن اسلم کما فی الاصابة ۳:۴۱۲]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے انصار کی ایک لڑکی سے منگنی کی اور پھر حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے دیکھا ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے دیکھ لو۔ اس سے تم دونوں کے درمیان محبت اور جوڑ بڑھے گا۔ میں نے اس لڑکی کے گھر جا کر اس کے والدین سے اس کا تذکرہ کیا۔ وہ دونوں (حیران ہو کر) ایک دوسرے کو دیکھنے لگے (اور لڑکی دکھانے میں شرم محسوس کرنے لگے) اس لیے میں کھڑا ہوا اور گھر سے باہر آگیا۔ اس پر اس لڑکی نے کہا اس آدمی کو میرے پاس لاؤ اور وہ خود پردے کے ایک

طرف کھڑی ہوگئی اور اس نے کہا اگر حضور ﷺ نے آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ آپ مجھے دیکھیں تو ضرور دیکھ لیں ورنہ میری طرف سے دیکھنے کی بالکل اجازت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اسے دیکھا اور پھر میں نے اس سے شادی کی۔ میں نے جتنی عورتوں سے شادی کی ان میں سے سب سے زیادہ مجھے اسی سے محبت تھی اور اس کی قدر میری نگاہ میں سب سے زیادہ تھی۔ حالانکہ میں نے ستر عورتوں سے شادی کی ہے (ایک وقت میں چار سے زیادہ بیویاں نہیں ہوتی تھیں۔)

[اخرجه سعيد بن منصور و ابن النجار كذا فى الكنز ۸: ۲۸۸]

ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ حضرت معرور بن سوید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے ربذہ بستی میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ ان کے جسم پر ایک موٹی چادر تھی اور ان کے غلام کے جسم پر بھی ویسی ہی موٹی چادر تھی۔ لوگوں نے کہا اے ابوذر! اگر آپ اپنے غلام والی چادر لے کر اپنی اس چادر کے ساتھ ملا کر خود پہن لیتے تو آپ کا جوڑا پورا ہو جاتا اور اپنے غلام کو کوئی اور کپڑا پہننے کو دے دیتے تو حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو گالی دی اور اس کی ماں عجمی تھی میں نے اسے ماں کے نام سے عار دلائی (یہ دوسرے آدمی حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے تو ان سے کہہ دیا کہ ہے نا حبشن کا بیٹا) اس نے جا کر حضور ﷺ سے میری شکایت کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اے ابوذر! تمہارے اندر ابھی تک جاہلیت والی باتیں ہیں یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے۔ لہٰذا جس غلام سے تمہاری طبیعت کا جوڑ نہ بیٹھے تم اسے بیچ دو اور اللہ کی مخلوق کو مت ستاؤ۔ بخاری، مسلم اور ترمذی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ غلام تمہارے بھائی ہیں اللہ نے انہیں تمہارا ماتحت بنایا ہے تو اللہ تعالیٰ جس کے بھائی کو اس کا ماتحت بنائیں تو اسے چاہئے کہ جو وہ خود کھاتا ہے اسی میں سے اپنے ماتحت بھائی کو کھلائے اور جو وہ خود پہنتا ہے اسی میں سے اپنے بھائی کو پہنائے اور اسے ایسا کام نہ کہے جو اس کی طاقت سے زیادہ ہو اور اگر اسے ایسا کام کہہ دے تو پھر اس کی اس کام میں مدد کرے۔ [كذا فى الترغيب ۴: ۴۹۵، و اخرجه البيهقى ۸: ۷، عن المعرور نحوه وابن سعد ۴: ۲۳۷، عن عون بن عبد الله مختصراً]

حضور ﷺ کے حکم کے خلاف کرنے والے پر صحابہ رضی اللہ عنہم کی سختی

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں (میرے والد) حضرت عبدالرحمٰن بن

عوف رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے جوئیں بہت پڑ جاتی ہیں۔ اس لیے کیا آپ مجھے ریشم کا کرتہ پہننے کی اجازت دیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دے دی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بن گئے تو حضرت عبدالرحمٰن اپنے بیٹے ابوسلمہ کو لے کر سامنے سے آئے ان کے بیٹے نے ریشم کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیا ہے؟ اور اپنا ہاتھ کرتے کے گریبان میں ڈال کر اسے نیچے پھاڑ دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے ان سے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ریشم کی اجازت دے دی تھی؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں اس لیے اجازت دی تھی کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جوؤں کی شکایت کی تھی۔ اب یہ اجازت صرف تمہارے لیے ہے تمہارے علاوہ اور کسی کے لیے نہیں ہے۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۹۲ وابن منيع]

حضرت ابوسلمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ ان کے ساتھ ان کا بیٹا محمد بھی تھا جس نے ریشم کا کرتہ پہن رکھا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اس کرتے کے گریبان کو پکڑا اور اسے پھاڑ ڈالا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ نے تو بچے کو ڈرا دیا اور اس کا دل اڑا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ بچوں کو ریشم پہناتے ہیں؟ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا اس لیے کہ میں خود ریشم پہنتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا یہ بچے آپ کی طرح (جوؤں کی کثرت کا شکار) ہیں؟

[عند ابن ابی عیینه فی جامعه و مسدد وابن جریر كذا فی الكنز ۸: ۵۷]

ابن عساکر اور ابن سیرین رحمہما اللہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ریشم کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا اے خالد یہ کیا پہن رکھا ہے؟ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! اس میں کیا حرج ہے؟ کیا ابن عوف رضی اللہ عنہ ریشم نہیں پہنتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم ابن عوف کی طرح (جوؤں کی کثرت میں مبتلا) ہو اور تمہیں بھی وہ فضائل حاصل ہیں جو ابن عوف کو حاصل ہیں؟ اس وقت اس گھر میں جتنے آدمی ہیں ان سب کو قسم دے کر کہتا ہوں کہ جس کے سامنے اس کرتے کا جونسا بھی حصہ ہے وہ اسے پکڑ کر پھاڑ ڈالے۔ چنانچہ سب نے اس کرتے کو اس طرح پھاڑ ڈالا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے جسم پر اس کا ایک ٹکڑا بھی نہ بچا۔ [كذا فی كنز العمال ۸: ۵۷]

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا امر خلافت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مقدم سمجھنا کے عنوان کے ذیل میں حضرت صخر رضی اللہ عنہ کی حدیث گزر چکی ہے جس میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے ایک ماہ بعد حضرت حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ (مدینہ منورہ) آئے۔ انہوں نے دیباج کا ریشمی جبہ پہن رکھا تھا۔ ان کی حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آس پاس کے لوگوں کو بلند آواز سے کہا اس کے جبہ کو پھاڑ دو۔ کیا یہ ریشم پہن رہا ہے؟ حالانکہ زمانہ امن میں ہمارے مردوں کے لیے اس کا استعمال درست نہیں ہے چنانچہ لوگوں نے ان کا جبہ پھاڑ دیا۔

حضرت عبدہ بن لبابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں سے گزر رہے تھے۔ مسجد میں ایک صاحب کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے جنہوں نے سبز رنگ کی ایک چادر پہن رکھی تھی جس کی گھنڈیاں ریشم کی تھیں۔ آپ اس کے پہلو میں کھڑے ہو گئے اور اس سے فرمایا ارے میاں! جتنی چاہو لمبی نماز پڑھ لو جب تک تمہاری نماز ختم نہیں ہو جائے گی میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب اس آدمی نے یہ دیکھا تو نماز سے فارغ ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا ذرا اپنا یہ کپڑا مجھے دکھاؤ اور وہ کپڑا پکڑ کر اس کی ریشم والی تمام گھنڈیاں کاٹ دیں۔ پھر فرمایا لو اپنا کپڑا لے لو۔

[اخرجہ ابن جریر کذا فی الکنز ۸:۵۷]

حضرت سعید بن سفیان قاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی کہ سو دینار اللہ کے راستہ میں خرچ کیے جائیں۔ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان کے پاس ایک صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے ایک قبا پہن رکھی تھی جس کے گریبان اور کالر پر ریشم کی کناری سلی ہوئی تھی جوں ہی ان صاحب نے مجھے دیکھا تو پھاڑنے کے لیے مجھ سے قبا کھینچنے لگے۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا اس آدمی کو چھوڑ دو۔ اس پر انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگوں نے (قبا کھینچ کر) جلدی کی (یا تم لوگوں نے دنیا میں ریشم استعمال کر کے جلدی کی) پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے میں نے عرض کیا اے امیر المومنین! میرے بھائی کا انتقال ہو گیا اور اس نے وصیت کی تھی کہ اللہ کے راستہ میں سو دینار خرچ کیے جائیں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ میں اس کی وصیت کس طرح پوری کروں؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھی ہے؟

میں نے کہا نہیں تو انہوں نے فرمایا اگر تم مجھ سے پہلے کسی اور سے یہ بات پوچھتے اور وہ یہ جواب نہ دیتا جو میں دینے لگا ہوں تو میں تمہاری گردن اڑا دیتا (کہ تم نے اس جاہل سے کیوں پوچھا) اللہ تعالیٰ نے ہمیں اسلام کا حکم دیا تو ہم سب اسلام لے آئے اور (اللہ کا شکر ہے کہ) ہم سب مسلمان ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں ہجرت کا حکم دیا تو ہم نے ہجرت کی۔ چنانچہ ہم اہل مدینہ مہاجر ہیں۔ پھر اللہ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا تو (اس زمانے میں) تم نے جہاد کیا تو تم اہل شام مجاہد ہو۔ تم یہ سو دینار اپنے اوپر، اپنے گھر والوں پر اور آس پاس کے ضرورت مندوں پر خرچ کرلو کیونکہ اگر تم ایک درہم لے کر گھر سے نکلو اور پھر اس کا گوشت خریدو اور پھر اسے تم بھی کھالو اور تمہارے گھر والے بھی کھالیں تو تمہارے لیے سات سو درہم کا ثواب لکھا جائے گا (ضرورت کے وقت گھر والوں پر خرچ کرنے پر صدقہ کا ثواب ملتا ہے اسراف پر پکڑ ہوگی) پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے باہر آ کر لوگوں سے پوچھا کہ وہ آدمی جو میرا جبہ کھینچ رہا تھا وہ کون تھا؟ لوگوں نے بتایا کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ تھے میں ان کے گھر ان کی خدمت میں گیا اور میں نے عرض کیا آپ نے مجھ میں کیا دیکھا تھا؟ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب میری اُمت عورتوں کی شرمگاہوں کو (یعنی زنا کو) اور ریشم کو حلال سمجھنے لگ جائے گی اور یہ پہلا ریشم ہے جو میں نے کسی مسلمان پر دیکھا پھر میں نے ان کے پاس سے باہر آ کر اس قبا کو بیچ دیا۔ [اخرجه ابن عساکر ۱: ۵۴]

حضرت عبداللہ بن عامر بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بحرین کا گورنر بنایا۔ یہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ماموں تھے۔ بحرین سے قبیلہ عبدالقیس کے سردار حضرت جارود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے اور کہا اے امیر المومنین! حضرت قدامہ نے کچھ پی لیا جس سے انہیں نشہ ہوگیا۔ میں نے ایسا کام دیکھا ہے جس پر اللہ کی حد لازم آتی ہے۔ اسے آپ تک پہنچانا میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے ساتھ اور کون گواہ ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور ان سے فرمایا تم کیا گواہی دیتے ہو؟ انہوں نے کہا میں نے ان کو پیتے ہوئے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ میں دیکھا کہ قے کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے گواہی دینے میں بہت باریکی سے

کام لیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے خط لکھ کر حضرت قدامہ کو بحرین سے مدینہ بلایا۔ چنانچہ وہ مدینہ آ گئے تو حضرت جارود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ان پر کتاب اللہ کا حکم جاری کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ مدعی ہیں یا گواہ؟ حضرت جارود نے کہا گواہ ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو آپ گواہی دے چکے ہیں (اس لیے سزا دینے کا مطالبہ آپ نہیں کر سکتے ہیں) اس پر حضرت جارود خاموش ہو گئے لیکن اگلے دن صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر پھر ان سے کہا ان پر اللہ کی حد جاری کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آپ بار بار سزا کا تقاضا کر رہے ہیں اس لئے) میرے خیال میں آپ خود مدعی ہیں (گواہ نہیں ہیں) اور آپ کے ساتھ صرف ایک ہی گواہ ہے یعنی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (اور ایک گواہ سے آپ کا دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا) حضرت جارود نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں (کہ ان پر حد قائم کریں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ اپنی زبان روک کر رکھیں۔ نہیں تو (مار مار کر) آپ کا برا حال کر دوں گا۔ حضرت جارود نے کہا اے عمر! یہ ٹھیک نہیں ہے کہ شراب تو آپ کا چچا زاد بھائی پیئے اور آپ سزا مجھے دیں۔ اس پر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ کو ہماری گواہی میں شک ہے تو آپ حضرت قدامہ کی بیوی حضرت ہند بنت الولید رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیج کر ان سے پوچھ لیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ہند بنت الولید رضی اللہ عنہا کے پاس آدمی بھیجا اور قسم دے کر انہیں کہا کہ وہ ٹھیک ٹھیک بتائیں چنانچہ انہوں نے اپنے خاوند کے خلاف گواہی دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت قدامہ سے کہا اب تو میں آپ پر حد ضرور جاری کروں گا۔ حضرت قدامہ نے کہا اگر میں نے پی بھی ہے تو بھی آپ لوگ مجھ پر حد جاری نہیں کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں؟ حضرت قدامہ نے کہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْا﴾ سے لے کر ﴿يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ تک [سورۃ مائدہ آیت ۹۳]

"ایسے لوگوں پر جو ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اور اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ اس آیت کا مطلب غلط سمجھے ہیں (اس آیت کا مطلب تو

یہ ہے کہ شراب حرام ہونے سے پہلے مسلمانوں نے جو شراب پی ہے اس میں گناہ نہیں ہے کیونکہ اس زمانہ میں شراب حلال تھی لیکن اب تو شراب حرام ہو چکی ہے اس لئے) اگر آپ اللہ سے ڈرتے ہوتے تو اس کی حرام کردہ چیز یعنی شراب سے بچتے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا قدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے یہ ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چند دن سکوت فرمایا۔ پھر ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑے لگانے کا پختہ ارادہ کر لیا تو پھر لوگوں سے پوچھا کہ اب قدامہ کو کوڑے لگانے کے بارے میں آپ لوگوں کا کیا خیال ہے؟ لوگوں نے کہا ہماری رائے اب بھی یہی ہے کہ جب تک یہ بیمار ہیں انہیں کوڑے نہ لگائے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کوڑوں کے لگنے سے اگر یہ مر جائیں تو یہ مجھے اس سے زیادہ پسندیدہ ہے کہ مجھے اس حال میں موت آئے کہ یہ حد میری گردن میں پڑی ہو۔ میرے پاس پورا اور مضبوط کوڑا لاؤ (چنانچہ کوڑا لایا گیا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کے مطابق حضرت قدامہ کو کوڑے مارے گئے۔ اس پر حضرت قدامہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہو گئے اور ان سے بات چیت چھوڑ دی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج کو گئے اور حضرت قدامہ بھی اس حج میں تھے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہی تھے۔ یہ دونوں حضرات جب حج سے واپس ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سقیا منزل پر اترے تو وہاں انہوں نے آرام فرمایا۔ جب نیند سے اٹھے تو فرمایا قدامہ کو جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا جو مجھ سے کہہ رہا ہے قدامہ سے صلح کر لو کیونکہ وہ آپ کے بھائی ہیں اس لیے انہیں جلدی سے میرے پاس لاؤ۔ جب لوگ انہیں بلانے گئے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ جیسے بھی آتے ہیں انہیں لے کر آؤ (چنانچہ وہ آئے تو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے گفتگو فرمائی (انہیں راضی کیا) اور ان کے لیے استغفار کیا۔

[اخرجه عبد الرزاق واخرجه ابو علي بن السكن كذا في الاصابة ۹؍۲۲]

حضرت یزید بن عبید اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے بعض ساتھیوں سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ جنازہ کے ساتھ جا بھی رہا ہے اور ہنس بھی رہا ہے تو فرمایا کہ تم جنازے کے ساتھ چلتے ہوئے بھی ہنس رہے ہو۔ اللہ کی قسم! میں تم سے کبھی بات نہیں کروں

گا۔[اخرجه البیهقی كذا فی الكنز ۸:۱۲۶]

ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سرزد ہو جانے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خوف وہراس

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ بنو ہاشم اور بعض دوسرے قبیلوں کے لوگوں کو یہاں زبردستی لایا گیا ہے وہ ہم سے لڑنا نہیں چاہتے لہٰذا تم میں سے جس کے سامنے بنو ہاشم کا کوئی آدمی آ جائے تو وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے ابوالبختری بن ہشام بن حارث بن اسد آ جائے وہ اسے قتل نہ کرے اور جس کے سامنے عباس بن عبدالمطلب حضورؐ کے چچا آ جائیں وہ انہیں قتل نہ کرے کیونکہ وہ بھی مجبوراً آئے ہیں۔ اس پر حضرت ابوحذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اپنے باپ بیٹوں اور بھائیوں کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ اللہ کی قسم! اگر عباس میرے سامنے آ گئے تو میں تو تلوار سے ان کے ٹکڑے ٹکڑے کر دوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بات پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوحفص! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! یہ پہلا دن تھا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری کنیت ابوحفص رکھی (کنیت سے پکارنے کے بعد آپ نے فرمایا) کیا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے چہرے پر تلوار کا وار کیا جائے گا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں میں تلوار سے ابوحذیفہ کی گردن اڑا دوں۔ اللہ کی قسم! وہ تو منافق ہو گیا ہے۔ (اس وقت جوش میں حضرت ابوحذیفہ یہ بات کہہ بیٹھے لیکن بعد میں) حضرت ابوحذیفہ نے کہا اس دن جو (غلط) بات کہہ بیٹھا تھا میں اب تک اپنے کو (عذاب خداوندی کے) خطرے میں محسوس کر رہا ہوں اور مجھ پر خوف طاری ہے اور میرے اس گناہ کا کفارہ صرف اللہ کے راستے کی شہادت ہی ہو سکتی ہے چنانچہ وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا فی البدایة ۳:۲۸۴]

حضرت معبد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بنو قریظہ (کے یہودیوں) کا پچیس دن تک محاصرہ فرمایا یہاں تک کہ اس محاصرے سے وہ سخت پریشان ہو گئے اور اللہ تعالیٰ

نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا تو ان کے سردار کعب بن اسد نے بنو قریظہ پر تین باتیں پیش کیں یا تو ایمان لے آؤ یا اپنی عورتوں اور بچوں کو قتل کر کے اپنی موت کی تلاش میں قلعہ سے باہر نکل کر مسلمانوں سے میدان جنگ میں لڑو یا ہفتہ کی رات میں مسلمانوں پر شبخون مارو بنو قریظہ نے (سردار کی تینوں باتوں سے انکار کرتے ہوئے) کہا ہم ایمان بھی نہیں لا سکتے اور (چونکہ ہفتہ کی رات میں دشمن پر حملہ کرنا ہماری شریعت میں حرام ہے اس لیے) ہم ہفتہ کی رات میں لڑائی کو حلال قرار نہیں دے سکتے اور اپنے بچوں اور عورتوں کو خود قتل کر دینے کے بعد ہماری کیا زندگی ہوگی؟ یہ یہودی (زمانہ جاہلیت میں) حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ کے حلیف تھے اس لیے انہوں نے ان کے پاس آدمی بھیج کر ان سے حضور ﷺ کے فیصلے پر اترنے کے بارے میں مشورہ مانگا۔ انہوں نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ حضور ﷺ تمہارے ذبح کیے جانے کا فیصلہ کریں گے (اس وقت تو وہ حضور ﷺ کی بات بتا گئے لیکن) بعد میں ان کو ندامت ہوئی جس پر وہ مسجد نبوی میں گئے اور اپنے آپ کو مسجد (کے ستون) سے باندھ دیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول فرمالی۔ [اخرجه ابن اسحاق عن ابيه كذا فى فتح البارى ٧: ٢٩١]

ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو قریظہ نے کہا اے ابولبابہ! آپ کی کیا رائے ہے؟ ہم کیا کریں؟ کیونکہ (حضور ﷺ سے) جنگ کرنے کی تو ہم میں طاقت نہیں ہے تو حضرت ابولبابہ نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا اور حلق پر انگلیاں پھیر کر انہیں بتا دیا کہ مسلمان انہیں قتل کرنا چاہتے ہیں (اس وقت تو وہ حضور ﷺ کا راز بتا گئے لیکن) جب حضرت ابولبابہ وہاں سے واپس ہوئے تو انہیں بہت ندامت ہوئی اور وہ سمجھ گئے کہ وہ بڑی آزمائش میں آگئے اس لیے انہوں نے کہا میں اس وقت تک حضور ﷺ کے چہرہ انور کی زیارت نہیں کروں گا جب تک میں اللہ کے سامنے ایسی سچی توبہ نہ کرلوں کہ اللہ تعالیٰ بھی فرما دیں کہ واقعی یہ دل سے توبہ کر رہا ہے اور مدینہ واپس جا کر اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ لوگ بتلاتے ہیں کہ وہ تقریباً بیس دن بندھے رہے۔ جب حضرت ابولبابہ حضور ﷺ کو کچھ عرصہ نظر نہ آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا ابولبابہ ابھی تک اپنے حلیفوں (کے مشورے) سے فارغ نہیں ہوئے؟ اس پر لوگوں نے بتایا کہ انہوں نے تو سزا کے طور خود کو مسجد کے ستون سے باندھ رکھا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ تو میرے بعد آزمائش میں آگئے اگر یہ (غلطی سرزد ہو جانے کے بعد) میرے پاس آجاتے تو میں ان کے

لیے (اللہ سے) استغفار کرتا لیکن جب وہ خود کو سزا کے طور پر ستون سے باندھ چکے ہیں تو اب میں بھی انہیں نہیں کھول سکتا اللہ ہی ان کے بارے میں فیصلہ کریں گے۔

[ذکر فی البدایۃ ۴: ۱۱۹ عن موسی بن عقبۃ وفی سیاقہ قال ابن کثیر ھکذا رواہ ابن لھیعۃ عن ابی الاسود عن عروۃ وکذا ذکرہ محمد بن اسحاق فی مغازیہ]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو چند دن نہ دیکھا تو ان کے بارے میں دریافت فرمایا (کہ وہ کہاں ہیں؟) چنانچہ وہ صحابی حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو دیکھا کہ وہ اپنے گھر میں سر جھکائے بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا بڑا برا حال ہے۔ کیونکہ مجھے اونچی آواز سے بولنے کی عادت ہے اور میری آواز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے اونچی ہو جاتی تھی (اور اب اس بارے میں قرآن کی آیات نازل ہو چکی ہیں جن کے مطابق) میرے پہلے تمام اعمال برباد ہو چکے ہیں اور میں دوزخ والوں میں سے ہو گیا ہوں۔ ان صحابی نے حاضر خدمت ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں۔ حضرت موسیٰ بن انس راوی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابی سے فرمایا جا کر حضرت ثابت سے کہہ دو کہ تم جہنم والوں میں سے نہیں ہو بلکہ جنت والوں میں سے ہو چنانچہ انہوں نے جا کر حضرت ثابت کو یہ زبردست بشارت سنائی۔ [اخرجہ البخاری]

حضرت بنت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں میں نے اپنے والد (حضرت ثابت) کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [سورۃ لقمان آیت: ۱۸]

''بے شک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔''

تو اس آیت کے مضمون کی وجہ سے وہ سخت پریشان ہو گئے اور دروازہ بند کر کے رونے لگے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا۔ انہوں نے کہا اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ تکبر کرنے والے اور فخر کرنے والے کو اللہ پسند نہیں فرماتے (اور یہ خرابیاں مجھ میں ہیں کیونکہ) مجھے خوبصورتی اور جمال پسند ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنی قوم کا سردار بنوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو (جن کو اللہ پسند نہیں کرتے) بلکہ تمہاری زندگی بھی اچھی ہو گی اور تمہیں موت بھی اچھی حالت میں

آئے گی اور تمہیں اللہ جنت میں داخل کرے گا اور جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿ يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ ﴾ [سورۃ الحجرات:۲]

"اے ایمان والو! تم اپنی آوازیں پیغمبر کی آواز سے بلند مت کیا کرو اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کھل کر بولا کرتے ہو کہیں تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔"

تو پھر یہ پہلے کی طرح بہت پریشان ہوئے اور دروازہ بند کر کے رونے لگ گئے۔ جب حضور ﷺ کو اس کا پتہ چلا تو حضور ﷺ نے ان کے پاس آدمی بھیج کر اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ ان کی آواز اونچی ہے اور انہیں اس آیت کی وجہ سے ڈر ہے کہ کہیں ان کے اعمال برباد نہ ہو گئے ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی قابل تعریف ہوگی اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے گا اور اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں داخل کرے گا۔

[عند الطبرانی عن عطاء الخراسانی قال الهیثمی ۹:۳۲۲ و بنت ثابت بن قیس لم اعرفها وبقیة رجاله رجال الصحیح والظاهر ان بنت ثابت بن قیس صحابیة فانها قالت ابی انتهی و اخرجه الحاکم ۳:۲۳۵ عن عطاء عن ابنة ثابت بن قیس نحوه مختصراً]

حضرت محمد بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے ڈر ہے کہ میں کہیں ہلاک نہ ہو گیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے روکا ہے کہ جو کام ہم نے نہیں کیے ان پر تعریف کیے جانے کو ہم پسند کریں اور میرا حال یہ ہے کہ میں اپنی تعریف کو بہت پسند کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں تکبر اور عجب سے منع فرمایا ہے اور میرا حال یہ ہے کہ مجھے خوبصورتی بہت پسند ہے اور اللہ نے ہمیں آپ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنے سے روکا ہے اور میری آواز بہت اونچی ہے (جو آپ کی آواز سے اونچی ہو جاتی ہے) حضور ﷺ نے فرمایا اے ثابت! کیا تم اس بات پر خوش ہو کہ قابل تعریف زندگی گزارو اور تمہیں شہادت کا مرتبہ ملے اور اللہ تمہیں جنت میں داخل کرے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ ﷺ! حضرت محمد بن ثابت

کہتے ہیں حضور ﷺ کا فرمان پورا ہوا اور حضرت ثابت نے واقعی قابل تعریف زندگی گزاری اور مسیلمہ کذاب سے جنگ میں شہادت کا مرتبہ پایا۔

[قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ بھذہ السیاقۃ ووافقہ الذھبی.]

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نبی کریم ﷺ کا اتباع کرنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کا ایک بوریا تھا جس کا رات کو حجرہ سا بنا کر اس میں آپ ﷺ نماز پڑھا کرتے اور دن کو اسے بچھا کر اس پر بیٹھ جاتے۔ آہستہ آہستہ لوگ بھی حضور ﷺ کے پاس آ کر آپ ﷺ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے (یہ تراویح کی نماز تھی) جب لوگ زیادہ ہو گئے تو آپ ﷺ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے لوگو! تم اعمال اتنے اختیار کرو جتنے اعمال کی پابندی تمہارے بس میں ہے کیونکہ جب تک تم (عمل کرنے سے) نہیں اکتاؤ گے اس وقت تک اللہ تعالیٰ (ثواب دینے کا سلسلہ) نہیں روکیں گے اور اللہ کو سب سے زیادہ محبوب وہ عمل ہے جو ہمیشہ ہو چاہے تھوڑا ہو اور روایت میں یہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ کے گھر والے اور خصوصی تعلق والے جب کوئی عمل شروع کرتے تو پوری پابندی اور اہتمام سے اسے کرتے۔

[اخرجہ الشیخان کذا فی الترغیب ۵:۸۹]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک دن چاندی کی انگوٹھی دیکھی (اور دوسرے لوگوں نے بھی دیکھی) تو لوگوں نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ بعد میں حضور ﷺ نے وہ انگوٹھی اتار دی تو لوگوں نے بھی اتار دیں۔ [اخرجہ ابو داؤد واخرجہ البخاری بنحوہ]

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (صلح حدیبیہ کے موقع پر) قریش نے خارجہ بن کرز کو مسلمان کی جاسوسی کرنے کے لیے بھیجا تو اس نے واپس آ کر مسلمانوں کی بڑی تعریف کی۔ اس پر قریش نے کہا تم دیہاتی آدمی ہو مسلمانوں نے تمہارے سامنے اپنے ہتھیاروں کو ذرا زور سے ہلایا جن کی آواز سے تمہارا دل اڑ گیا (یعنی مرعوب ہو گیا) تو پھر مسلمانوں نے تم سے کیا کہا اور تم نے ان کو کیا کہا اس سب کا تم کو پتہ ہی نہ چل سکا۔ پھر قریش نے عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو بھیجا (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) انہوں نے آ کر کہا اے محمد (ﷺ)! یہ کیا بات ہے؟ آپ (ﷺ) اللہ کی ذات کی طرف دعوت دیتے ہو اور مختلف قبیلوں کے گرے پڑے لوگوں کو

لے کر اپنی قوم کے پاس آئے ہو اور آپ ان میں سے بہت سوں کو جانتے ہو اور بہت سوں کو جانتے بھی نہیں ہو اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان لوگوں کے ذریعہ اپنی قوم سے قطع رحمی کرنا چاہتے ہو اور ان کی بے عزتی کر کے ان کا خون بہانا چاہتے ہو اور ان کے مال پر قبضہ کرنا چاہتے ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو اپنی قوم کے ساتھ صرف صلہ رحمی کرنے آیا ہوں تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے دین سے بہتر دین اور ان کی زندگی سے بہتر زندگی ان کو عطا فرمائے۔ چنانچہ انہوں نے بھی واپس جا کر قریش کے سامنے مسلمانوں کی بڑی تعریف کی تو مشرکین کے ہاتھوں میں جو مسلمان قیدی تھے انہیں مشرکوں نے اور زیادہ تکلیفیں پہنچانی شروع کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلا کر فرمایا اے عمر! کیا (مکہ جا کر) تم اپنے مسلمان قیدی بھائیوں کو میرا پیغام پہنچانے کے لیے تیار ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیونکہ اللہ کی قسم! مکہ میں اب میرے خاندان کا کوئی آدمی باقی نہیں رہا۔ اس مجمع میں اور بہت سے ساتھی ایسے ہیں جن کا مکہ میں کافی بڑا خاندان موجود ہے (اور خاندان والے اپنے آدمی کی حفاظت و حمایت کریں گے) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلا کر مکہ مکرمہ بھیج دیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی سواری پر سوار ہو کر چلے اور مشرکوں کے لشکر میں پہنچ گئے۔ مشرکوں نے ان کا مذاق اڑایا اور ان سے برا سلوک کیا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چچازاد بھائی ابان بن سعید بن عاص نے ان کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اپنے پیچھے زین پر بٹھا لیا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کے پاس پہنچے تو ابان نے ان سے کہا اے میرے چچازاد بھائی! یہ کیا بات ہے؟ آپ مجھے بہت تواضع اور عاجزی والی شکل و صورت میں نظر آ رہے ہو۔ ذرا لنگی ٹخنوں سے نیچے لٹکاؤ (تاکہ کچھ متکبرانہ شان پیدا ہو) انہوں نے آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھ رکھی تھی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا (میں لنگی نیچے نہیں کر سکتا کیونکہ) ہمارے حضرت کا لنگی باندھنے کا یہی طریقہ ہے چنانچہ انہوں نے مکہ جا کر ہر مسلمان قیدی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پہنچا دیا۔ ادھر ہم لوگ (حدیبیہ میں) دوپہر کو قیلولہ کر رہے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منادی نے زور سے اعلان کیا کہ بیعت ہونے کے لیے آجاؤ! بیعت ہونے کے لیے آجاؤ! روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) آسمان سے تشریف لائے ہیں چنانچہ ہم سب لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیکر کے درخت کے نیچے تھے اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں اسی واقعہ کا تذکرہ فرمایا:

﴿لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ﴾ [سورۃ فتح: آیت]

''بالتحقیق اللہ تعالیٰ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ سے درخت (سمرہ) کے نیچے بیعت کر رہے تھے۔''

چونکہ اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مکہ میں تھے اور یہاں موجود نہیں تھے اس لیے حضور نے ان کی بیعت کے لیے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھا کہ یہ عثمان (رضی اللہ عنہ) کی بیعت ہوگئی۔ اس پر لوگوں نے کہا ابوعبداللہ (حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) مبارک ہو (کہ ان کے بغیر ہی ان کی بیعت ہوگئی اور ادھر) وہ بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اور ہم یہاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چاہے کتنے سال گزر جائیں جب تک میں طواف نہیں کروں گا عثمان ہرگز طواف نہیں کرے گا۔

[اخرجه ابن ابی شیبة عن ایاس بن سلمة كذا فی الكنز ١: ٨٤ واخرجه الرویانی وابویعلی وابن عساكر عن ایاس بن سلمة عن ابیه مختصراً كما فی الكنز ٨: ٥٦ واخرجه ابن سعد ١: ٤٦١ عن ایاس بن سلمة عن ابیه مختصراً]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب مارا گیا اور اس کا فتنہ اور اس کا لشکر ختم ہوگیا لیکن اس جنگ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بڑی تعداد میں شہید ہوگئے بالخصوص قرآن پاک کے حافظوں کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو اس جنگ کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے بلایا۔ میں ان کی خدمت میں گیا تو وہاں ان کے پاس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) میرے پاس آئے اور یوں کہا کہ اس جنگ یمامہ میں قرآن کے حافظ بہت زیادہ تعداد میں شہید ہوگئے ہیں (ایک روایت کے مطابق اس جنگ میں چودہ سو صحابہ رضی اللہ عنہم شہید ہوئے جن میں سے سات سو صحابہ رضی اللہ عنہم حافظ تھے) مجھے یہ ڈر ہو رہا ہے کہ اگر آئندہ لڑائیوں میں یوں ہی قرآن کے حافظ بڑی تعداد میں شہید ہوتے رہے تو پھر قرآن مجید کا اکثر حصہ جاتا رہے گا اس لیے میرا خیال یہ ہے کہ آپ سارا قرآن ایک جگہ محفوظ کر لیں (اس سے پہلے قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جگہ لکھا ہوا نہیں تھا بلکہ متفرق صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس تھوڑا تھوڑا کر کے لکھا ہوا تھا) میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ہم اس کام کی جرأت کیسے کریں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھ سے اصرار کرتے رہے اور ضرورت کا اظہار کرتے رہے یہاں

تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس کام کے لیے شرح صدر کر دیا جس کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا شرح صدر کیا تھا اور میری رائے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے موافق ہوگئی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس خاموش بیٹھے ہوئے تھے کچھ بات نہیں فرما رہے تھے پھر حضرت ابوبکر نے فرمایا تم جوان ہو، سمجھدار ہو، تم پر کسی قسم کی بدگمانی بھی ہمیں نہیں اور تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر وحی لکھا کرتے تھے اس لیے تم ہی سارے قرآن کو ایک جگہ جمع کر دو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! اگر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے کسی پہاڑ کے پتھر ادھر سے ادھر منتقل کرنے کا حکم دیتے تو یہ کام میرے لیے قرآن ایک جگہ جمع کرنے سے زیادہ بھاری اور مشکل نہ ہوتا۔ میں نے عرض کیا آپ حضرات ایسا کام کس طرح کر رہے ہیں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام سراسر خیر ہی خیر ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بار بار مجھے فرماتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرا بھی اس بارے میں شرح صدر فرما دیا جس بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمایا تھا اور میری رائے بھی ان دونوں حضرات کے موافق ہوگئی۔ پھر میں نے قرآن کو تلاش کرنا شروع کیا اور کاغذوں پر، سفید پتھروں پر، چوڑی ہڈیوں اور کھجور کی ٹہنیوں پر جو قرآن لکھا ہوا تھا اور جو قرآن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے سینوں میں محفوظ تھا اس سب کو جمع کر دیا یہاں تک کہ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ سے لے کر سورۂ براءت کے آخر تک کی آیات مجھے صرف خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس لکھی ہوئی ملیں اور کسی کے پاس نہ مل سکیں (یہ آیات زبانی تو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کو یاد تھیں لیکن لکھی ہوئی کسی اور کے پاس نہیں تھیں۔ باقی قرآن کی ہر آیت کئی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس لکھی ہوئی ملی) پھر یہ صحیفے جن میں سارا قرآن ایک جگہ لکھا گیا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی زندگی میں ان کے پاس رہے پھر ان کی وفات کے بعد یہ صحیفے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی زندگی میں رہے۔ پھر ان کی وفات کے بعد حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے پاس رہے۔ [اخرجه الطيالسى وابن سعد واحمد والبخارى والترمذى والنسائى و ابن حبان وغيرهم كذافى كنز العمال ۱:۲۷۹]

پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے! جس چیز پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کی ہے میں اسے چھوڑ دوں اس سے زیادہ مجھے یہ محبوب ہے کہ میں آسمان سے (زمین پر) گر پڑوں۔ لہٰذا میں تو اس چیز پر ضرور جنگ کروں گا۔ چنانچہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے (زکوٰۃ نہ دینے پر) عربوں سے جنگ کی یہاں تک کہ وہ پورے اسلام کی طرف واپس گئے۔ [رواه العدنی عن عمر رضی الله عنه]

بخاری، مسلم اور مسند احمد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو آدمی نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا (یعنی نماز پڑھے اور زکوٰۃ نہ دے) میں اس سے ضرور جنگ کروں گا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے (جیسے کہ نماز جان کا حق ہے) اللہ کی قسم! اگر یہ لوگ ایک رسی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا کرتے تھے اور اب مجھے نہیں دیں گے تو میں اس رسی کی وجہ سے بھی ان سے جنگ کروں گا (دین میں ایک رسی کے برابر کمی بھی برداشت نہیں کرسکتا) اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی گزر چکا ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! اگر کتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کی ٹانگوں کو گھسیٹتے پھریں تو بھی میں اس لشکر کو واپس نہیں بلاؤں گا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا اور میں اس جھنڈے کو نہیں کھول سکتا جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا لشکر روانہ فرمایا۔

[اخرجه البیهقی عن ابی هریرة]

حضرت عروہ کی روایت میں یہ بھی گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر مجھے یقین ہو جائے کہ درندے مجھے اٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کو ضرور روانہ کروں گا چاہے آبادی میں میرے سوا کوئی بھی باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو روانہ کر کے رہوں گا اور ایک روایت میں ابن عساکر نے حضرت عروہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں اس لشکر کو روک لوں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا؟ اگر میں ایسا کروں تو یہ میری بہت بڑی جسارت ہوگی۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! سارے عرب مجھ پر ٹوٹ پڑیں یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں اس لشکر کو جانے سے روک دوں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا تھا اے اسامہ رضی اللہ عنہ! تم اپنے لشکر کو لے کر وہاں جاؤ جہاں جانے کا تمہیں حکم ہوا تھا اور فلسطین کے جس علاقہ میں جا کر لڑنے کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں حکم دیا تھا وہاں جا کر اہل موتہ سے لڑو تم جنہیں یہاں چھوڑ کر جا رہے ہو اللہ ان کے لیے کافی ہیں۔ حضرت سیف نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی داڑھی پکڑ کر کہا اے ابن خطاب! تیری ماں

تجھے گم کرے، حضور ﷺ نے تو انہیں امیر بنایا ہے اور تم مجھے کہہ رہے ہو کہ میں ان کو ہٹا دوں یہ سب روایتیں (جلد اول میں) تفصیل سے گزر چکی ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا ہی اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ان (کھردرے) کپڑوں سے زیادہ نرم کپڑے پہنتے اور اپنے اس کھانے سے زیادہ عمدہ کھانا کھاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رزق میں بڑی وسعت عطا فرما دی ہے اور مال بھی پہلے سے زیادہ عطا فرما دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے خلاف دلیل تم سے ہی مہیا کرتا ہوں۔ کیا تمہیں حضور ﷺ کی مشقت اور سختی والی زندگی یاد نہیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو حضور ﷺ کی معیشت کی تنگی کے واقعات یاد دلاتے رہے یہاں تک کہ وہ رونے لگیں پھر ان سے فرمایا تم نے مجھے یہ کہا ہے لیکن میرا فیصلہ یہ ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے گا میں مشقت اور تنگی والی حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ دونوں حضرات جیسی زندگی گزاروں گا تاکہ مجھے آخرت میں نعمتوں اور راحتوں والی ان دونوں حضرات جیسی زندگی مل سکے۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۴۸ و اخرجہ ابن سعد ۳: ۱۹۹ مصعب بن سعد بنحوہ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زہد کے باب میں اس بارے میں بہت سی مختصر اور لمبی روایتیں گزر چکی ہیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے ایک کھردرا کرتا پہننے لگے۔ جوں ہی وہ کرتا ہنسلی کی ہڈی سے نیچے ہوا تو انہوں نے فوراً یہ دعا پڑھی۔ الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آپ لوگ جانتے ہیں کہ میں نے یہ دعا کیوں پڑھی؟ ساتھیوں نے کہا نہیں۔ آپ بتائیں تو ہمیں پتہ چلے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک دن میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا آپ ﷺ کے پاس نئے کپڑے لائے گئے جنہیں آپ ﷺ نے پہنا پھر یہ دعا پڑھی: الحمد لله الذی کسانی ما اواری به عورتی واتجمل به فی حیاتی پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا! جس مسلمان بندے کو اللہ تعالیٰ نئے کپڑے پہنائیں اور وہ اپنے پرانے کپڑے کسی مسکین مسلمان بندے کو صرف اللہ کے لیے پہنا دے تو جب تک اس مسکین بندے پر ان کپڑوں کا ایک دھاگہ بھی باقی

رہے گا اس وقت تک یہ پہنانے والا اللہ کی حفاظت‘ پناہ اور ضمانت میں رہے گا چاہے زندہ ہو یا مر کر قبر میں پہنچ جائے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کرتے کو پھیلا کر دیکھا تو آستین انگلیوں سے لمبی تھی تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے میرے بیٹے! ذرا چوڑی چھری لانا وہ کھڑے ہوئے اور چھری لے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آستین کو اپنی انگلیوں پر پھیلا کر دیکھا تو جو حصہ انگلیوں سے آگے تھا اسے اس چھری سے کاٹ دیا۔ ہم نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا ہم کوئی درزی نہ لے آئیں جو آستین کا کنارہ سی دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں حضرت ابوامامہ کہتے ہیں بعد میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس آستین کے دھاگے ان کی انگلیوں پر بکھرے ہوئے تھے اور وہ انہیں روک نہیں رہے تھے۔ [اخرجه هناد كذا في الكنز ٨:٥٥]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نیا کرتا پہنا پھر مجھ سے چھری منگوا کر فرمایا اے میرے بیٹے! میرے کرتے کی آستین کو پھیلاؤ اور میری انگلیوں کے کنارے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جو انگلیوں سے زائد کپڑا ہے اسے کاٹ دو۔ چنانچہ میں نے چھری سے دونوں آستینوں کا زائد کپڑا کاٹ دیا (وہ چھری سے سیدھا نہ کٹ سکا اس لیے) آستین کا کنارہ ہموار او نچا نیچا ہو گیا۔ میں نے ان سے عرض کیا اے ابا جان! اگر آپ اجازت دیں تو یہ قینچی سے برابر کروں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بیٹے! ایسے ہی رہنے دو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی کرتے دیکھا ہے۔ چنانچہ وہ کرتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بدن پر اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ پھٹ گیا اور میں نے کئی دفعہ اس کے دھاگے پاؤں پر گرتے ہوئے دیکھے۔

[عند ابی نعیم فی الحلیة ١:٤٥]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حجر اسود کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا سن لو اللہ کی قسم! مجھے معلوم ہے کہ تو ایک پتھر ہے نہ نقصان دے سکتا ہے اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تیرا استلام کرتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تیرا استلام نہ کرتا (استلام یہ ہے کہ حجر اسود کو آدمی چومے یا ہاتھ یا لکڑی لگا کر اسے چومے) پھر حجر اسود کا استلام کیا۔ اس کے بعد فرمایا ہمیں رمل سے کیا لینا؟ (رمل طواف کے پہلے تین چکروں میں اکڑ کر چلنے کو کہتے ہیں) ہم نے تو رمل مشرکوں کو (اپنی قوت) دکھانے کے لیے کیا تھا۔ اب اللہ نے ان کو ہلاک کر دیا (لہٰذا بظاہر ضرورت نہیں ہے) پھر فرمایا رمل ایک ایسا کام ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اس لیے ہم اسے چھوڑنا

نہیں چاہتے۔[اخرجه البخاری کذا فی البداية ۵: ۱۵۳]

ایک صحابی فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حجر اسود کے پاس کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں مجھے یہ معلوم ہے تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع اور پھر حضور ﷺ نے اس کا بوسہ لیا۔ پھر (حضور ﷺ کے بعد) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حج کیا اور حجر اسود کے سامنے کھڑے ہوئے اور انہوں نے فرمایا مجھے یہ معلوم ہے کہ تم تو ایک پتھر ہو نہ نقصان دے سکتے ہو اور نہ نفع۔ اگر میں نے حضور ﷺ کو تمہارا بوسہ لیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تمہارا بوسہ نہ لیتا۔[اخرجه ابن ابی شيبة والدارقطنی فی العلل عن عيسى بن طلحة كذا فی كنز العمال ۳: ۳۴]

حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ طواف کیا تو ہم نے حجر اسود کا استلام کیا۔ میں بیت اللہ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ جب ہم مغربی رکن یعنی رکن عراقی کے قریب پہنچے تاکہ وہ رکن عراقی کا استلام کریں تو فرمایا تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ (میرا ہاتھ کیوں کھینچ رہے ہو) میں نے کہا کیا آپ اس رکن کا استلام نہیں کریں گے؟ انہوں نے فرمایا تم نے حضور ﷺ کے ساتھ طواف نہیں کیا تھا؟ میں نے کہا ہاں کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم نے انہیں ان دونوں مغربی رکنوں یعنی رکن عراقی اور رکن شامی کا استلام کرتے ہوئے دیکھا تھا میں نے کہا نہیں۔ انہوں نے فرمایا کیا تم حضور ﷺ کا اتباع نہیں کرتے میں نے کہا کرتا ہوں تو پھر فرمایا اس استلام کو چھوڑو اور آگے چلو۔[اخرجه احمد ۱: ۷۰]

حضرت بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دیہاتی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا یہ کیا بات ہے؟ آل معاویہ پانی میں شہد ملا کر پلاتے ہیں اور آل فلاں دودھ پلاتے ہیں اور آپ لوگ نبیذ (پانی میں کچھ دیر کھجور یا کشمش پڑی رہے تو اسے نبیذ کہتے ہیں) کیا آپ لوگ کنجوس ہیں (اللہ نے بہت دے رکھا ہے لیکن کنجوسی کی وجہ سے نبیذ پلاتے ہیں جو کہ سستی چیز ہے) یا سچ مچ آپ لوگ حاجت مند (اور غریب) ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم لوگ نہ کنجوس ہیں اور نہ حاجت مند اور غریب۔ بلکہ نبیذ پلانے کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے سواری پر آپ ﷺ کے پیچھے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے پانی مانگا تو ہم نے اس سبیل کی نبیذ آپ کی خدمت میں پیش کی جسے آپ ﷺ نے پی لیا اور فرمایا تم نے بہت اچھا انتظام کیا ہے ایسے ہی کرتے رہنا۔[اخرجه احمد]

حضرت جعفر بن تمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آ کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا ذرا یہ بتائیں کہ آپ لوگ جو لوگوں کو کشمش کی نبیذ پلاتے ہیں کیا یہ سنت ہے جس کا آپ لوگ اتباع کرتے ہیں یا آپ کو اس میں دودھ اور شہد سے زیادہ سہولت ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضورؐ ایک مرتبہ میرے والد عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لوگوں کو نبیذ پلا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بھی پلاؤ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبیذ کے چند پیالے منگوائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے ایک پیالہ لے کر اسے نوش فرمایا پھر فرمایا تم لوگوں نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (نبیذ کے انتظام کو پسند فرمایا اور) فرمایا تم نے اچھا انتظام کر رکھا ہے ایسے ہی کرتے رہنا تو اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی وجہ سے نبیذ کے بجائے دودھ اور شہد کی سبیل کا ہونا میرے لیے باعث مسرت نہیں ہے۔ [عند ابن سعد ۴:۱۶]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں میدان عرفات میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھا جب وہ قیام گاہ سے چلے تو میں بھی ان کے ساتھ چلا۔ وہ امام حج کی جگہ پر پہنچے اور اس کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز ادا کی پھر انہوں نے جبل رحمت پر وقوف فرمایا۔ اور میرے ساتھی بھی ان کے ساتھ تھے یہاں تک کہ (غروب کے بعد) جب امام عرفات سے مزدلفہ کی طرف روانہ ہوا تو ہم بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ وہاں سے چل پڑے۔ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مازمین مقام سے پہلے ایک تنگ جگہ پہنچے تو انہوں نے اپنی سواری بٹھائی تو ہم نے بھی سواریاں بٹھا دیں۔ ہمارا خیال تھا کہ یہ نماز پڑھنا چاہتے ہیں تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے غلام نے جو ان کی سواری کو تھامے ہوئے تھا اس نے کہا نہیں یہ نماز نہیں پڑھنا چاہتے بلکہ انہیں یاد آ گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اس جگہ پہنچے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضائے حاجت کے لیے رکے تھے اس لیے یہ بھی یہاں قضائے حاجت کرنا چاہتے ہیں۔ [اخرجه احمد قال فی الترغیب ۱:۴۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس جب پہنچتے تو اس کے نیچے دوپہر کو آرام فرماتے اور اس کی وجہ یہ بتایا کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کے نیچے دوپہر کو آرام فرمایا تھا۔

[اخرجه البزار باسناد لا باس به کذا فی الترغیب ۱:۴۶ وقال الهیثمی ۱:۱۷۵ ورجاله موثقون]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار ونشانات کا بہت زیادہ اتباع کیا کرتے تھے۔ چنانچہ جس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (دوران سفر) کوئی نماز پڑھی ہوتی وہاں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ضرور نماز پڑھا کرتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کا ان کو اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے ٹھہرے تھے تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس درخت کا بہت خیال رکھتے اور اس کی جڑ میں پانی ڈالتے تاکہ وہ خشک نہ ہو جائے۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فى الترغيب ۱:۴۶]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ تھے۔ چلتے چلتے جب وہ ایک جگہ کے پاس سے گزرے تو راستہ چھوڑ کر ایک طرف کو ہو لیے۔ ساتھیوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ راستہ کیوں چھوڑ دیا؟ انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایسے ہی کرتے دیکھا تھا اس لیے میں نے بھی ایسے ہی کیا۔

[اخرجه احمد والبزار باسناد جيد كذا فى الترغيب ۱:۴۶]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مکہ مکرمہ کے راستے میں (سیدھا نہیں چلتے تھے بلکہ کبھی راستے کے دائیں طرف) سواری کو موڑ لیا کرتے تھے (اور کبھی بائیں طرف) اور فرمایا کرتے تھے میں ایسا اس لیے کرتا ہوں تاکہ میری سواری کا پاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے پاؤں (والی جگہ) پر پڑ جائے۔ [عند ابى نعيم فى الحلية ۱:۳۱۰]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضورؐ کے نشانات قدم پر پاؤں رکھ کر چلا کرتے تھے اگر اس وقت تم انہیں دیکھ لیتے تو کچھ کہتے یہ تو مجنون ہیں۔

[عند ابى نعيم ايضا واخرجه الحاكم ۳:۵۶۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اسفار میں جن مقامات میں قیام فرمایا ان کو جس طرح حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما تلاش کرتے ہیں اس طرح کوئی بھی تلاش نہیں کرتا۔

[عند ابن سعد ۴:۱۰۷]

حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ اپنے استاد سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما میں اتباع سنت کا اتنا زیادہ اہتمام تھا کہ جب ان کو کوئی نشانات قدم تلاش کرتا ہوا دیکھ لیتا تو وہ یہی سمجھتا کہ ان پر (جنون کا) کچھ اثر ہے۔ حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں اگر کسی اونٹنی کا بچہ کسی بیابان جنگل میں

گم ہو جائے تو وہ اپنے بچے کو اتنا زیادہ تلاش نہیں کر سکتی جتنا زیادہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے نشانات قدم کو تلاش کیا کرتے تھے۔ [عند ابی نعیم ۱:۳۰۱]

حضرت عبدالرحمن بن امیہ بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ قرآن میں خوف کی نماز اور مقیم کی نماز کا ذکر تو ہمیں ملتا ہے لیکن مسافر کی نماز کا کوئی ذکر نہیں ملتا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم عرب والے تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اجڈ اور کم علم تھے پھر اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسے کرتے ہوئے دیکھا تو ہم بھی ویسے ہی کریں گے (چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر والی نماز پڑھی ہے تو ہم بھی پڑھیں گے مطلب یہ ہے کہ ہر حکم کا قرآن میں ذکر ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ بہت سے احکام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سے ثابت ہوتے ہیں) [اخرجہ عبد الرزاق]

حضرت امیہ بن عبداللہ بن خالد بن اسید رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ خوف کی نماز کو قصر کرنے کا حکم تو ہمیں اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ملتا ہے لیکن سفر کی نماز کو قصر کرنے کا حکم نہیں ملتا؟ حضرت عبداللہ نے فرمایا ہم نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کام بھی کرتے ہوئے دیکھا ہے ہم تو اسے ضرور کریں گے (اس کا قرآن میں مذکور ہونا ضروری نہیں ہے) [عند ابن جریر]

حضرت وراد بن ابی عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں منیٰ میں میری ملاقات حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ میں نے ان سے پوچھا سفر میں نماز کی کتنی رکعتیں ہوتی ہیں؟ انہوں نے کہا دو رکعتیں میں نے کہا اس وقت ہم لوگ منیٰ میں ہیں ہماری تعداد بھی بہت ہے اور ہر طرح کا امن بھی ہے (تو کیا یہاں بھی دو ہی رکعتیں پڑھی جائیں گی؟) اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ میرے اس سوال سے انہیں بڑی گرانی ہوئی اور فرمایا تیرا ناس ہو! کیا تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ سنا ہے؟ میں نے کہا جی ہاں سنا ہے اور میں ان پر ایمان بھی لایا ہوں۔ اس پر انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب سفر میں تشریف لے جایا کرتے تو دو رکعت نماز پڑھا کرتے۔ اب تمہاری مرضی ہے چاہے دو رکعت نماز پڑھو چاہے چھوڑ دو۔ [عند ابن جریر ایضاً]

حضرت ابو حنیب جرشی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے:

﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ﴾ [سورة نساء آیت ۱۰۱]

''اور جب تم زمین میں سفر کرو سو تم کو اس میں کوئی گناہ نہ ہوگا کہ تم نماز کو کم کر دو اگر تم کو یہ اندیشہ ہو کہ تم کو کافر لوگ پریشان کریں گے۔''

(اب اللہ تعالیٰ نے نماز قصر کرنے کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ کافروں کے ستانے کا ڈر ہو اور) یہاں منیٰ میں اس وقت ہم لوگ بڑے امن سے ہیں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہے تو کیا یہاں بھی ہم نماز قصر کریں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے لیے قابل تقلید نمونہ ہیں (لہٰذا انہوں نے منیٰ میں دو رکعت نماز پڑھی ہے تو تم بھی دو رکعت ہی پڑھو)

[عند ابن جریر ایضا کذا فی الکنز ۴: ۲۴۰]

حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ نماز پڑھ رہے ہیں اور ان کے کرتے کی گھنڈیاں کھلی ہوئی ہیں (نماز کے بعد) میں نے ان سے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے ہی نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔

[اخرجه ابن خزیمة فی صحیحه والبیهقی کذا فی الترغیب ۱: ۳۶]

حضرت قرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے۔ جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت ہوئے اس وقت آپ کی گھنڈیاں کھلی ہوئی تھیں۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتے کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر مہر نبوت کو چھوا۔ حضرت عروہ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ (حضرت قرہ کے صاحبزادے) حضرت معاویہ کی اور حضرت معاویہ کے بیٹے کی گھنڈیاں گرمی سردی ہر موسم میں ہمیشہ کھلی رہا کرتی تھیں۔ [اخرجه ابن ماجه و ابن حبان فی صحیحه و اللفظ له وعن عروة بن عبداللہ بن قشیر قال حدثنی معاویه بن قرة عن ابیه کذا فی الترغیب ۱: ۴۵ واخرجه البغوی وابن السکن کما فی الاصابه ۳: ۲۳۳ واخرجه ابن سعد ۱: ۳۶۰ نحوه]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم، گھر والوں، خاندان والوں اور اپنی اُمت سے جو نسبت حاصل ہے اس نسبت کا خیال رکھنا

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگ مسجد نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے

حجرے) کے سامنے ایک جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے اس جماعت میں کچھ انصار' کچھ مہاجر اور کچھ بنی ہاشم کے لوگ تھے ہماری آپس میں اس بات پر بحث شروع ہوگئی کہ ہم میں سے کون حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہے؟ ہم نے کہا ہم جماعت انصار حضور ﷺ پر ایمان لائے ہیں اور ہم نے آپ ﷺ کا اتباع کیا ہے اور ہم نے آپؐ کے ساتھ ہو کر کئی مرتبہ (کافروں سے) لڑائی کی ہے۔ ہم حضور ﷺ کے دشمن کے مقابلہ میں حضور ﷺ کے لشکر کا دستہ ہیں لہٰذا ہم حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے مہاجر بھائیوں نے کہا ہم نے اللہ اور رسول ﷺ کے ساتھ ہجرت کی اور ہم نے اپنے خاندانوں' گھر والوں اور مال و دولت کو (ہجرت کے لئے) چھوڑا (یہ ہماری امتیازی صفت اور خصوصی قربانی ہے جو آپ انصار کو حاصل نہیں ہے) اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک ہوئے جن میں آپ لوگ شریک ہوئے لہٰذا ہم حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب ہیں اور ہمارے ہاشمی بھائیوں نے کہا (ہماری امتیازی صفت یہ ہے کہ) ہم حضور ﷺ کے خاندان کے لوگ ہیں اور ہم ان تمام مقامات پر حاضر تھے جہاں آپ لوگ حاضر تھے اور ان تمام جنگوں میں شریک، ہوئے جن میں آپ لوگ شریک ہوئے لہٰذا ہم لوگ حضور ﷺ کے زیادہ قریب اور زیادہ محبوب۔ ہیں۔ اتنے میں حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اور ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم لوگ آپس میں کچھ باتیں کر رہے تھے۔ ہم نے حضور ﷺ کے سامنے اپنی عرض کی حضورؐ نے فرمایا تم ٹھیک کہتے ہو تمہاری اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے حضور ﷺ کو اپنے مہاجر بھائیوں کی بات بتائی حضور ﷺ نے فرمایا وہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر حضور ﷺ کو اپنے ہاشمی بھائیوں کی بات بتائی حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی ٹھیک کہتے ہیں ان کی اس بات کا کون انکار کر سکتا ہے پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم لوگوں کا فیصلہ نہ کر دوں؟ ہم لوگوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم اے جماعت انصار! میں تمہارا بھائی ہوں۔ اس پر انصار نے کہا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم ہم حضور ﷺ کو لے اڑے اور تم اے جماعت مہاجرین! میں تم میں سے ہوں۔ اس پر مہاجرین نے کہا اللہ اکبر! رب کعبہ کی قسم! ہم حضور ﷺ کو لے اڑے اور تم اے بنو ہاشم! تم میرے ہو اور میرے سپرد ہو۔ اس پر ہم سب راضی ہو کر کھڑے

ہوئے اور ہم میں سے ہر ایک حضور ﷺ سے خصوصی تعلق حاصل ہونے کی وجہ سے بڑا خوش ہو رہا تھا۔ [اخرجه الطبراني قال الهيثمي ١٠: ١٣ رواه الطبراني وفيه ابومسكين الانصاري ولم اعرفه و بقية رجاله ثقات وفي بعضهم خلاف انتهى]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہما کے درمیان تو تو میں میں ہوگئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہہ دیا اے ابن عوف! آپ میرے سامنے اس بات کی وجہ سے فخر نہ کریں کہ آپ مجھ سے ایک دو دن پہلے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ جب یہ بات حضور ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو چھوڑے رکھو (انہیں کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ) کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! تم (غیر بدری صحابہ رضی اللہ عنہم) میں سے کوئی بھی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو ان کے آدھے مد کے ثواب کو نہیں پہنچ سکتا (آدھا مد سات چھٹانک یعنی آدھا کلو سے کم ہوتا ہے) اس کے بعد حضرت عبدالرحمٰن اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما میں کوئی تیز بات ہوگئی تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ کے نبی ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے حضرت عبدالرحمٰن (رضی اللہ عنہ) سے (جھگڑے سے) روکا تھا اور یہ حضرت زبیر ان کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دونوں بدری ہیں (درجہ میں برابر ہیں تمہارا درجہ کم تھا) اس لیے یہ آپس میں ایک دوسرے کو کچھ کہہ سکتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ [عند ابن عساكر كذا في الكنز ٧: ١٣٨ واخرجه احمد عن انس رضي الله تعالى عنه بنحوه مختصراً قال الهيثمي ١٠: ١٥ ورجاله رجال الصحيح انتهى]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہما کے درمیان ایسی بات ہوگئی جیسی لوگوں میں ہو جایا کرتی ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا میری وجہ سے میرے (بدری) صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو چھوڑے رکھو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی آدمی احد پہاڑ جتنا سونا خرچ کر دے تو (بدری) صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک کے مد بلکہ آدھے مد کے ثواب کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

[عند البزار قال الهيثمي ١٠: ١٥ رجاله رجال الصحيح غير عاصم بن ابي النجود و قد وثق انتهى]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے نبیوں اور رسولوں کے علاوہ باقی تمام جہان والوں پر میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو فضیلت عطا فرمائی اور پھر

میرے لیے صحابہ میں سے چار ابوبکر، عمر، عثمان اور علی (رضی اللہ عنہم) کو چنا اور انہیں میرا خاص صحابی بنایا۔ ویسے تو میرے تمام صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں خیر ہے اور اللہ تعالیٰ نے میری اُمت کو تمام امتوں پر فضیلت عطا فرمائی اور میری اُمت میں سے چار زمانے والوں کو چنا۔ (پہلا زمانہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا، دوسرا زمانہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا، تیسرا زمانہ حضرات تابعین کا، چوتھا زمانہ حضرات تبع تابعین کا)۔

[اخرجه البزار قال الهيثمی ۱۰:۱۶ ورجاله ثقات و فی بعضهم خلاف]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آیا تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں کچھ وصیت فرمادیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہاجرین میں سے جو سابقین اولین ہیں میں تمہیں ان کے ساتھ اور ان کے بعد کے بیٹوں کے ساتھ اچھے سلوک کی وصیت کرتا ہوں اگر تم اس وصیت پر عمل نہیں کرو گے تو نہ تمہارا نفلی عمل قبول کیا جائے گا اور نہ فرض۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۱۰:۱۷ رواه الطبرانی فی الاوسط والبزار]

بزار کی روایت میں ہے کہ میں سابقین اولین کے ساتھ، ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ اور ان کے بعد ان کے بیٹوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں۔

[رواه البزار ورجاله ثقات]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتادیا کہ اب ان کے دنیا سے تشریف لے جانے کا وقت قریب آگیا ہے تو آپ پرانے کپڑوں میں لپٹے ہوئے باہر تشریف لائے اور منبر پر بیٹھ گئے لوگوں نے اور بازار والوں نے آپ کے بارے میں سنا (کہ منبر پر تشریف فرما ہیں) تو وہ سب مسجد میں آگئے آپ نے اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! اس قبیلہ انصار سے جو مجھے تعلق ہے اس کی ہمیشہ رعایت رکھو کیونکہ یہ لوگ میرے لیے معدہ کی طرح ہیں جس میں میں کھاتا ہوں اور یہ میرا صندوق ہیں یعنی ان سے مجھے خاص تعلق ہے میرے بہت سے راز ان کے پاس ہیں یہ میرے خاص معتمد لوگ ہیں لہٰذا تم ان کے نیک آدمی کے نیک عمل کو قبول کرو اور ان کے برے کو معاف کرو۔ [اخرجه الطبرانی عن زيد بن سعد قال الهيثمی ۱۰:۳۶ وزيد بن سعد بن زيد الاشهلی لم اعرفه و بقية رجاله ثقات انتهی]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک مرتبہ حضرت مالک بن

دشمن رضی اللہ عنہ کا ذکر ہوا تو کچھ لوگوں نے انہیں برا کہا اور یہ بھی کہہ دیا کہ یہ تو منافقوں کا سردار ہے حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو چھوڑے رکھو میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا مت کہو۔ [اخرجه البزار قال الهيثمي ۱۰: ۲۱ رجاله رجال الصحيح]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جو میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا کہے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

[عند الطبراني قال الهيثمي ۱۰: ۲۱ وفيه عبد الله فراش وهو ضعيف]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا مت کہو جو میرے صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو برا بھلا کہے اللہ تعالیٰ اس پر لعنت کرے۔

[عند الطبراني قال الهيثمي ۱۰: ۲۱ رجاله رجال الصحيح غير علي بن سهل وهو ثقة]

حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تم لوگ مجھے اپنے ساتھیوں کو برا کہنے کا حکم دے رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرما چکا اور ان کی مغفرت فرما چکا ہے۔ (اس لیے میں انہیں ہرگز برا نہیں کہوں گا)

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۱۰: ۲۱ رواه الطبراني في الاوسط ورجاله رجال الصحيح انتهى]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ مجھے کچھ وصیت فرما دیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا برائی سے تذکرہ کرنے سے ہمیشہ بچتے رہنا کیونکہ تمہیں معلوم نہیں کہ وہ کیا کارنامے انجام دے گئے ہیں۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۱۰: ۲۲ وفيه عمر بن عبدالله الثقفي وهو ضعيف انتهى]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے آخری بات یہ فرمائی کہ تم لوگ میرے گھر والوں کے بارے میں میری نیابت کرنا یعنی میرے بعد میری طرح ان کا خیال رکھنا۔

[اخرجه الطبراني في الاوسط قال الهيثمي ۹: ۱۶۳ و فيه عاصم بن عبد الله و هو ضعيف انتهى]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو گود میں اٹھائے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں ان کے ایک ہاتھ میں ایک ہانڈی تھی جس میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے لیے گرم گرم کھانا تھا۔ حضرت

فاطمہ رضی اللہ عنہا نے جب وہ ہانڈی حضور ﷺ کے سامنے رکھ دی تو حضور ﷺ نے فرمایا ابو حسن یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا گھر میں ہیں۔ حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم (پانچوں مل کر) کھانے لگے اور حضور ﷺ نے مجھے کھانے کے لیے نہ بلایا حالانکہ اس سے پہلے جب بھی حضور ﷺ کھانا کھاتے تو مجھے ضرور بلاتے۔ کھانے سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ان سب پر اپنی چادر ڈالی اور فرمایا اے اللہ! جو ان سے دشمنی کرے تو اس سے دشمنی کر اور جو ان سے دوستی کرے تو اس سے دوستی کر۔

[اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی ۹:۱۶۷ واسناده جید]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا اے بنو عبد المطلب! میں نے تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے تین چیزیں مانگی ہیں تم میں سے جو (دین پر) قائم رہے اللہ اسے اس پر پختگی عطا فرمائے اور تمہارے جاہل کو علم عطا فرمائے اور تمہارے بے راہ کو سیدھی راہ پر ڈال دے اور میں نے اللہ سے یہ بھی مانگا ہے کہ وہ تمہیں خوب سخی اور رحم دل بنائے اگر کوئی آدمی حجر اسود اور رکن یمانی کے درمیان کھڑا ہو کر عبادت کرے اور نماز پڑھے اور روزہ رکھے (زندگی بھر اتنی بہترین عبادت کرتا رہے) لیکن مرتے وقت اس کے دل میں حضرت محمد (ﷺ) کے گھر والوں سے بغض ہو تو وہ (دوزخ کی) آگ میں داخل ہوگا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۱۷۱ رواه الطبرانی عن شیخه محمد بن زکریا الغلابی وهو ضعیف وذکره ابن حبان فی الثقات وقال یعتبر حدیثه اذا روی عن الثقات فانه فی روایه المجاهیل بعض المناکیر قلت روی هذا عن سفیان الثوری و بقیة رجاله رجال الصحیح انتهٰی]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس نے اولاد عبد المطلب میں سے کسی کے ساتھ احسان کیا اور وہ اس کے احسان کا بدلہ دنیا میں نہیں دے سکا تو اس کا بدلہ میرے ذمہ ہے کل (قیامت کے دن) جب مجھ سے ملے تو لے لے۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط الهیثمی ۹:۱۷۳ و فیه عبد الرحمن بن ابی الزناد و هو ضعیف انتهٰی]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے شادی کر لی تو میں نے سنا کہ وہ لوگوں کو فرما رہے ہیں تم مجھے مبارکباد کیوں نہیں دیتے ہو؟ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن میرے سسرالی رشتہ اور میرے نسب

کے علاوہ ہر سسرالی رشتہ اور ہر نسب ٹوٹ جائے گا (اور اس شادی سے مجھے حضور ﷺ کا سسرالی رشتہ حاصل ہو گیا ہے اس لیے مجھے مبارکباد دو۔)

[اخرجه الطبرانی الهیثمی ۹:۱۷۳ رواه الطبرانی فی الاوسط و الکبیر باختصار ورجالهما رجال الصحیح غیر الحسن بن سهل و هو ثقه]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت قتادہ بن نعمان ظفری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ قریش کی مذمت بیان کی اور ان کے خلاف بے اکرامی کے بول بول دیے تو حضور ﷺ نے فرمایا اے قتادہ! قریش کو برا بھلا مت کہو کیونکہ ان میں ایسے آدمی بھی نظر آئیں گے جن کے اعمال وافعال کے سامنے تمہیں اپنے اعمال وافعال حقیر نظر آئیں گے جب تم ان کو دیکھو گے تو ان پر رشک کرو گے۔ اگر مجھے قریش کے سرکش ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں ان کا جو مقام ہے میں وہ ان کو بتا دیتا۔ [اخرجه احمد قال الهیثمی ۱۰:۲۳ رواه احمد مرسلاً مسندا و رجال لفظ المسند علی المرسل والبزار کذلك والطبرانی مسندا و رجال البزار فی المسند رجال الصحیح ورجاله احمد فی المسند والمرسل رجال الصحیح غیر جعفر بن عبد اللّٰه بن اسلم فی مسند احمد وهو ثقة وفی بعض رجال الطبرانی خلاف]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے جو ارشادات مجھے معلوم ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ قریش کو آگے رکھو۔ ان سے آگے نہ بڑھو۔ اگر مجھے قریش کے اترانے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ میں انہیں بتا دیتا۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۱۰:۲۵ وفیه ابو معشر وحدیثه حسن]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر مجھے قریش کے اکڑنے کا ڈر نہ ہوتا تو اللہ کے ہاں انہیں جو کچھ ملے گا وہ انہیں بتا دیتا۔

[عند احمد ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی ۱۰:۲۵]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا امانت داری کو قریش میں تلاش کرو کیونکہ قریش کے امانت دار آدمی کو دوسروں کے امانت دار پر ایک فضیلت حاصل ہے اور قریش کے طاقتور آدمی کو دوسروں کے طاقتور پر دو فضیلتیں حاصل ہیں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۱۰:۲۶ رواه الطبرانی فی الاوسط وابویعلی واسناده حسن]

حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اپنی قوم کو جمع کرو میں انہیں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں حضور ﷺ کے گھر کے پاس جمع فرمایا اور اندر حاضر خدمت ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں انہیں اندر آپ ﷺ کی خدمت میں لے آؤں یا آپ ﷺ باہر ان کے پاس تشریف لے جائیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں ان کے پاس باہر آؤں گا چنانچہ حضور ﷺ ان کے پاس باہر تشریف لائے اور ان سے فرمایا کیا تمہارے اس مجمع میں دوسری قوم کا بھی کوئی آدمی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں ہے۔ اس مجمع میں ہمارے علاوہ ہمارے حلیف' ہمارے بھانجے اور ہمارے غلام بھی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہمارے حلیف' ہمارے بھانجے اور غلام یہ سب ہم میں سے ہی ہیں۔ تم لوگ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کیوں نہیں سنتے کہ اس (مسجد حرام) کے متولی بننے کے لائق صرف متقی لوگ ہیں۔ اگر تم لوگ متقی ہو پھر تو ٹھیک ہے ورنہ تم لوگ سوچ لو غور کر لو! ایسا نہ ہو کہ کل قیامت کے دن اور لوگ اعمال لے کر آئیں اور تم لوگ گناہوں کا بوجھ لے کر آؤ اور پھر مجھے (تمہارے گناہ دیکھ کر) منہ دوسری طرف کرنا پڑ جائے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا اے لوگو! قریش امانت دار لوگ ہیں اس لیے جو بھی ان کی خامیاں اور قصور تلاش کرے گا اللہ تعالیٰ اسے نتھنوں کے بل دوزخ میں ڈالیں گے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ [اخرجہ البزار قال الهيثمی ۱۰:۲۶ رواه البزار واللفظ له و احمد باختصار وقال كبه الله فى النار لوجهه والطبرانی بنحوه البزار و رجال احمد والبزار واسناد الطبرانی ثقات انتهى]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا بنو ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر ہے اور عرب سے بغض رکھنا نفاق ہے۔

[اخرجہ الطبرانی قال الهيثمی ۱۰:۲۷ رواه الطبرانی ورجاله ثقات انتهى]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ میرے پاس اندر تشریف لائے آپ ﷺ فرما رہے تھے۔ اے عائشہ! تمہاری قوم میری اُمت میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملے گی۔ جب آپ ﷺ بیٹھ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ مجھے آپ پر قربان کرے۔ آپ ﷺ اندر آتے ہوئے ایسی بات فرما رہے تھے جسے سن کر تو میں ڈر گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ کیا ہے؟ میں نے کہا آپ ﷺ فرما رہے تھے کہ تمہاری قوم میری امت میں سے سب

سے پہلے مجھ سے آملے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں میں نے یہ بات کہی تھی۔ میں نے کہا ایسا کس وجہ سے ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا موت ان کو ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے۔ میں نے کہا ان کے بعد باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ لوگ چھوٹی ٹڈی کی طرح ہوں گے۔ طاقتور کمزور کو کھا جائے گا یہاں تک کہ ان ہی پر قیامت قائم ہوگی۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اے عائشہ! لوگوں میں سے سب سے پہلے تمہاری قوم ہلاک ہوگی۔ میں نے عرض کیا اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرے۔ کیا وہ سب زہر کھانے سے ہلاک ہوں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں یہ موت انہیں ہلاک کرتی جائے گی اور اس زمانے کے لوگ ان سے حسد کریں گے وہ لوگوں میں سے سب سے پہلے ہلاک ہوں گے۔ میں نے پوچھا ان کے بعد لوگ کتنا عرصہ دنیا میں رہیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ تمام لوگوں کے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جب یہ ہلاک ہو جائیں گے تو پھر باقی تمام لوگ بھی (جلد) ہلاک ہو جائیں گے۔

[اخرجه احمد قال الهيثمی ۱۰:۵۲۸ رواه احمد والبزار ببعضه والطبرانی فی الوسط ببعضه ايضا واسناد الرواية الاولی عند احمد رجال الصحيح وفی بقية الروايات مقال]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بتاؤ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والا کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرشتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے ان کے لیے اس سے کوئی مانع ہے؟ فرشتوں کے علاوہ (بتاؤ) صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فرشتوں کے بعد انبیاء علیہم السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت اور نبوت سے نوازا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا ہی چاہئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جو مرتبہ عطا فرما رکھا ہے کیا اس کے لحاظ سے ان کے لیے اس سے کوئی مانع ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! (ان کے بعد تو) وہ شہداء ہیں جنہیں نبیوں کے ساتھ شہادت کا درجہ ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ تو ہیں ہی ایسے اور انہیں اس طرح ہونا چاہئے اور جب انہیں اللہ نے شہادت کا مرتبہ عطا فرمایا ہے تو کیا اس کے لحاظ سے ان کے لیے اس سے کوئی مانع ہے؟ سب سے بہتر ایمان والے تو ان کے علاوہ

اور لوگ ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اس وقت اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں ہیں۔ میرے بعد اس دنیا میں، آئیں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے اور میری تصدیق کریں گے۔ قرآن کے سپاروں کو لٹکا ہوا پائیں گے اور اس قرآن پر عمل کریں گے۔ یہ لوگ ایمان والوں میں سب سے بہتر ایمان والے ہیں (بعد میں آنے والوں کو فضیلت صرف اس اعتبار سے ہے کہ یہ حضور ﷺ کو دیکھے بغیر ایمان لائے لہٰذا ان کا ایمان بالغیب زیادہ ہے ورنہ اس پر اجماع ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اُمت میں سب سے افضل ہیں) [اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۱۰:۶۵ رواه ابویعلی ورواه البزار]

حضرت عمر و رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا بتاؤ قیامت کے دن اللہ کے ہاں سب سے بڑا مرتبہ مخلوق میں کس کا ہوگا؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا فرشتوں کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کے اتنا قریب ہوتے ہوئے اس سے ان کے لیے کون سی چیز مانع ہے؟ ان کے علاوہ بتاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نبیوں کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جب ان پر وحی نازل ہوتی ہے تو ان کے لیے اس مرتبہ کے حاصل ہونے سے کون سی چیز مانع ہے؟ ان کے علاوہ بتاؤ۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ ہی بتادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو تمہارے بعد آئیں گے اور دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ وہ قرآن کے سپارے لٹکے ہوئے پائیں گے اور اس پر وہ ایمان لائیں گے یہ ہیں وہ لوگ جن کا مرتبہ قیامت کے دن اللہ کے ہاں ساری مخلوق میں سب سے بڑا ہوگا۔ [رواه البزار قال الهیثمی الصواب انه مرسل عن زید بن اسلم واحد واسناد البزار المرفوع حسن انتهٰی]

حضرت ابو جمعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن ہم لوگوں نے حضور ﷺ کے ساتھ دوپہر کا کھانا کھایا ہمارے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے اور ہم نے آپ ﷺ کے ساتھ جہاد کیا کیا کوئی ہم سے بھی افضل ہوسکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ لوگ جو میرے بعد ہوں گے اور مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ [عند احمد الهیثمی ۱۰:۶۶ رواه احمد ابویعلی والطبرانی باسانید واحد سانید احمد رجاله ثقات انتهٰی]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا ایک مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے

لیے جس نے مجھے دیکھا اور پھر مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوشخبری ہو اس آدمی کے لیے جس نے مجھے دیکھا نہیں اور پھر مجھ پر ایمان لایا۔ [عند احمد قال الهيثمي ۱۰:۶۷ رواه احمد والطبراني باسانيد ورجالها رجال الصحيح غير ايمن بن مالك الاشعري وهو ثقة۔ انتهى]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد ایسے لوگ آئیں گے جن میں سے ہر ایک اس بات کی تمنا کرے گا کہ میری زیارت کے بدلہ میں اپنے اہل وعیال کو اور مال و دولت کو فدیہ میں دے دے۔ [اخرجه البزار قال الهيثمي ۱۰:۶۶ وفيه عبدالرحمن بن ابى الزناد وحديثه حسن وفيه ضعف وبقية رجاله ثقات]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری بڑی تمنا ہے کہ کاش میں اپنے بھائیوں کو دیکھ لیتا جو دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لائیں گے۔ [رواه ابويعلى قال الهيثمي و فى رجال ابى يعلى محتسب ابوعائذ و ثقه ابن حبان وضعفه عن عدى و بقية رجال ابى يعلى رجال الصحيح غير الفضل بن الصباح و هو ثقه و فى اسناد احمد جسر وهو ضعيف ورواه الطبرانى فى الاوسط و رجاله رجال الصحيح غير محتسب۔ انتهى]

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اُمت کی مثال بارش کی طرح ہے جس کا پتہ نہیں چلتا کہ پہلے حصہ میں خیر ہے یا آخری حصہ میں۔

[عند احمد والبزار والطبرانى قال الهيثمى ۱۰:۶۸ ورجال البزار رجال الصحيح غير الحسن بن قزعة و عبيد بن سليمان الاغر و هما ثقتان و فى عبيد خلاف يضر۔ انتهى واخرجه البزار وغيره عن عمران والطبرانى عن ابن عمر رضى الله عنهما كما فى المجمع ۱۰:۶۸ وقال ابن حجر فى الفتح هو حديث حسن له طرق قدير تقى بها الى الصحة قاله المناوى ۵:۵۱۷]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو زمین پر چلتے پھرتے رہتے ہیں اور میری اُمت کی طرف سے مجھے سلام پہنچاتے رہتے ہیں۔ میری زندگی تمہارے لیے خیر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو (اور احکام شرعیہ مجھ سے پوچھتے رہتے ہو) میں (تمہارے سوالوں کا جواب دینے کے لئے) تم سے بات کرتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے لیے خیر ہوگی (اور وہ اس طرح سے کہ) تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے رہیں گے۔ ان اعمال میں جو اچھے عمل مجھے نظر آئیں گے ان پر اللہ کی

تعریف کروں گا (جو اس کی توفیق سے ہوئے) اور جو برے عمل دیکھوں گا ان پر تمہارے لیے اللہ سے استغفار کروں گا۔

[اخرجه البزار قال الهيثمی ۹: ۲۴ رواه البزار ورجاله رجال الصحيح ۔ انتهٰی]

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ابن زیاد کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ اس کے پاس خارجیوں کے سر کاٹ کر لائے جانے لگے جب وہ کوئی سر لے کر گزرتے تو میں کہتا یہ دوزخ کی آگ میں جائے گا۔ حضرت عبداللہ بن یزید نے فرمایا اے میرے بھتیجے ایسے نہ کہو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اس اُمت (کے گناہوں) کا عذاب دنیا میں ہوگا (یعنی ہو سکتا ہے کہ یہ خارجی جو قتل ہو رہے ہیں تو اس دنیاوی سزا کے بعد ان کو آخرت میں عذاب نہ ہو)۔ [اخرجه البيهقی كذا فی الكنز ۳: ۸۵ واخرجه ابو نعيم فی الحلية ۸: ۳۰۸ عن ابی بردة رضی الله بنحوه و لفظه فی المرفوع ان الله جعل عذاب هذه الامة فی الدنيا القتل واخرجه الطبرانی فی الكبير و الصغير باختصار والاوسط كذلك ورجال الكبير رجال الصحيح كما قال الهيثمی ۷: ۲۲۵]

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں عبیداللہ بن زیاد کے پاس سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ وہ (خوارج کو) بہت سخت سزا دے رہا ہے تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کے پاس بیٹھ گیا انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اس اُمت کی سزا (دنیا میں) تلوار سے (قتل کیے جانا) ہوگی۔ [عند الطبرانی قال الهيثمی ۷: ۲۲۵ ورجاله رجال الصحيح]

مسلمان کے مال اور جان کا احترام کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قتل کا پتہ نہ چلا (یہ خبر سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ کیا بات ہے؟ میں تم لوگوں میں موجود ہوں اور ایک آدمی قتل ہو گیا اور اس کے قاتل کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔ اگر تمام آسمان والے اور زمین والے مل کر ایک مسلمان کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں بے حد و حساب عذاب دے گا۔ [اخرجه قال الطبرانی الهيثمی ۷: ۲۹۷ رجاله رجال الصحيح غير عطاء بن ابی مسلم و ثقه ابن حبان و ضعفه جماعة: انتهٰی]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان کے لیے منبر پر تشریف فرما ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ پوچھا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ تم سب کی موجودگی میں کس نے اسے قتل کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے! اگر تمام آسمان والے اور تمام زمین والے مل کر ایک مؤمن کو قتل کر دیں تو بھی اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں داخل کرے گا اور ہم سے یعنی ہمارے گھر والوں سے جو بھی بغض رکھے گا اسے اللہ تعالیٰ اوندھے منہ آگ میں داخل کرے گا۔

[عند البزار قال الهيثمي ۷: ۲۹۶ وفيه داؤد بن عبد المجيد وغيره من الضعفاء انتهى]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قبیلہ جہینہ کی شاخ بنو حرقہ کی طرف بھیجا ہم نے ان پر صبح صبح حملہ کیا ان میں ایک آدمی ایسا تھا کہ جب وہ لوگ ہماری طرف بڑھتے تو وہ سب سے زیادہ سخت حملہ کرتا اور جب وہ پیچھے ہٹتے تو یہ ان کی حفاظت کرتا۔ میں نے اور ایک انصاری نے اسے گھیر لیا جب وہ ہمارے قابو میں آگیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ یہ سن کر انصاری تو رک گیا لیکن میں نے اسے قتل کر دیا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسامہ! کیا تم نے اسے لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو قتل سے بچنے کے لیے کہا تھا (مسلمان ہونے کے لیے نہیں کہا تھا) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے اس بات کی تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوتا (اور مجھ سے یہ گناہ نہ ہی ہوتا)۔

[اخرجه احمد و اخرجه البخاری و مسلم ایضا]

ابن اسحاق کی روایت میں یہ ہے کہ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات بھی بتائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اسامہ! جب تم سے اس لا الہ الا اللہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس نے تو یہ کلمہ صرف قتل سے بچنے کے لیے کہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سے اس لا الہ الا اللہ کے بارے میں پوچھا جائے گا تو اس وقت کون تمہارا مددگار ہوگا؟ اس ذات کی قسم جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جملہ کو اتنی دفعہ دہرایا کہ میں تمنا کرنے

لگا کہ میں آج سے پہلے مسلمان ہی نہ ہوا ہوتا بلکہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا یا میں اسے قتل نہ کرتا۔ میں نے عرض کیا میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں کہ لا الہ الا اللہ کہنے والے کسی انسان کو کبھی قتل نہیں کروں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اسامہ! میرے بعد بھی؟ میں نے عرض کیا آپ ﷺ کے بعد بھی۔ [کذا فی البدایۃ ۴: ۲۲۲]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے اور ایک انصاری آدمی نے مرداس بن نہیک پر قابو پا لیا۔ جب ہم نے تلوار سونت لی تو اس نے کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ یہ سن کر ہم رکے نہیں بلکہ اسے قتل کر دیا۔ آگے ابن اسحاق جیسی روایت ذکر کی ہے۔ [اخرجہ ابن عساکر]

ایک روایت میں یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اس نے لا الہ الا اللہ کہا اور تم نے اسے قتل کر دیا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے تو کلمہ صرف ہتھیار کے ڈر سے پڑھا تھا آپ ﷺ نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کیوں نہیں دیکھ لیا جس سے تمہیں پتہ چل جاتا کہ اس نے ہتھیار کے ڈر سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ قیامت کے دن جب لا الہ الا اللہ کے بارے میں پوچھا جائے گا اس وقت تمہارا مددگار کون ہوگا؟ حضور ﷺ اپنے جملے کو بار بار دہراتے رہے یہاں تک کہ مجھے یہ تمنا ہونے لگی کہ میں آج ہی مسلمان ہوا ہوتا۔

[اخرجہ ایضا ابوداؤد والنسائی والطحاوی وابوعوانۃ وابن حبان والحاکم وغیرھم کذا فی کنز العمال ۱: ۷۸ واخرجہ البیہقی ۸: ۱۹۲]

حضرت بکر بن حارثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی۔ میں بھی اس میں گیا۔ ہماری اور مشرکوں کی جنگ ہوئی میں نے ایک مشرک پر حملہ کیا تو اس نے اسلام کا اظہار کر کے جان بچانی چاہی میں نے اسے پھر بھی قتل کر دیا۔ جب حضور ﷺ کو یہ خبر پہنچی تو آپ ﷺ ناراض ہوئے اور مجھے اپنے سے دور کر دیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت وحی میں بھیجی:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ يَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـًٔا﴾ [سورۃ نساء آیت ۹۲]
''اور کسی مؤمن کی شان نہیں کہ وہ کسی مؤمن کو قتل کرے لیکن غلطی سے''۔

(چونکہ میں نے اسے غلطی سے قتل کیا تھا اس وجہ سے) حضور ﷺ مجھ سے راضی ہو گئے اور مجھے اپنے قریب کر لیا۔ [اخرجہ الدولابی وابن منده و ابو نعیم کذا فی الکنز ۷: ۳۱۶]

حضرت عقبہ بن خالد لیثی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جس نے

ایک کافر قوم پر چھاپہ مارا۔ ایک کافر آدمی نے زور سے حملہ کیا تو ایک مسلمان آدمی سونتی ہوئی تلوار لے کر اس کے پیچھے لگ گیا۔ جب وہ مسلمان اس کافر کو مارنے لگا تو اس کافر نے کہا میں مسلمان ہوں۔ میں مسلمان ہوں اس مسلمان نے اس کی بات میں کچھ غور نہ کیا بلکہ تلوار مار کر اسے قتل کر دیا۔ ہوتے ہوتے یہ بات حضور ﷺ تک پہنچ گئی۔ حضور ﷺ نے اس قاتل مسلمان کے بارے میں سخت بات فرمائی جو اس قاتل تک پہنچ گئی۔ ایک دن حضور ﷺ خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں اس قاتل مسلمان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! اس نے تو صرف قتل سے بچنے کے لیے کہا تھا کہ میں مسلمان ہوں۔ حضور ﷺ نے اس مسلمان سے اور اس طرف کے تمام لوگوں سے منہ پھیر لیا اور خطبہ دیتے رہے۔ لیکن اس مسلمان سے صبر نہ ہو سکا اور اس نے تیسری مرتبہ وہی بات کہی تو اس دفعہ حضور ﷺ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور آپ ﷺ کے چہرے پر ناگواری صاف محسوس ہو رہی تھی۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے کسی مؤمن کے قتل کرنے سے منع فرمایا۔ [اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۷: ۲۹۳ رواه ابویعلی و احمد باختصار الا انه قال عقبه بن مالك بدل عقبه بن خالد والطبرانی بطوله ورجاله رجال الصحیح غیر بشر بن عاصم اللیثی وهو ثقة انتهی واخرجه ایضاً النسائی والبغوی و ابن حبان عن عقبة بن مالك كما فی الاصابة ۲: ۲۹۱ والخطیب فی المتفق والمفترق كما فی الكنز ۱: ۷۹ عن عقبه بن مالك نحوه البیهقی ۹: ۱۱۶ وابن سعد ۷: ۴۸ عن عقبة بن مالك بنحوه]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے ایک جماعت بھیجی جس میں حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب یہ لوگ کافروں تک پہنچے تو دیکھا کہ وہ سب ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں البتہ ایک آدمی وہیں بیٹھا ہوا ہے وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا اور اس کے پاس بہت سامال تھا (مسلمانوں کو دیکھ کر) وہ کہنے لگا اشهد ان لا اله الا اللّٰه حضرت مقداد نے آگے بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ ان سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کیا آپ نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا اللّٰه پڑھ رہا تھا؟ میں یہ بات حضور ﷺ کو ضرور بتاؤں گا۔ جب یہ لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں واپس پہنچے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ایک آدمی نے کلمہ شہادت اشهد ان لا اله الا اللّٰه پڑھا لیکن اسے حضرت مقداد نے قتل کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مقداد کو بلا کر میرے پاس لاؤ (جب حضرت مقداد آئے تو) حضور ﷺ نے

فرمایا اے مقداد! کیا تم نے ایسے آدمی کو قتل کر دیا جو لا الہ الا اللہ کہہ رہا تھا تو کل کو لا الہ الا اللہ کے مطالبہ کے وقت تم کیا کرو گے؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ﴾ [سورۃ نساء آیت:۹۴]

''اے ایمان والو! جب تم اللہ کی راہ میں سفر کیا کرو تو ہر کام کو تحقیق کر کے کیا کرو اور ایسے شخص کو جو کہ تمہارے سامنے اطاعت ظاہر کرے۔ دنیاوی زندگی کے سامان کی خواہش میں یوں مت کہہ دیا کرو کہ تو مسلمان نہیں ہے کیونکہ خدا کے پاس بہت غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تم پر احسان کیا سو غور کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی پوری خبر رکھتے ہیں۔''

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد سے فرمایا وہ ایک مؤمن آدمی تھا جس نے اپنا ایمان چھپا رکھا تھا لیکن وہ کافروں کے ساتھ رہتا تھا۔ اس نے تمہارے سامنے اپنا ایمان ظاہر کیا تم نے اسے قتل کر دیا اور تم بھی تو پہلے مکہ میں اپنا ایمان چھپا کر رکھا کرتے تھے۔

[اخرجه البزار قال الهيثمی ۹:۸ رواه البزار واسناده جيد وقال فی هامشه رواه الطبرانی ايضاً فی الكبير والدارقطنی فی الافراد]

حضرت عبداللہ بن ابی حدرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ اضم مقام کی طرف بھیجا اس جماعت میں حضرت ابو قتادہ حارث بن ربعی اور محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہما بھی تھے۔ چنانچہ ہم لوگ مدینہ منورہ سے چلے اور اضم مقام کے اندرونی حصے میں پہنچ گئے۔ وہاں ہمارے پاس سے عامر بن اضبط اشجعی گزرے وہ اپنے اونٹ پر سوار تھے۔ ان کے ساتھ تھوڑا سا سامان اور دودھ کا ایک مشکیزہ بھی تھا۔ انہوں نے السلام والسلام کیا۔ ہم تو سلام سن کر ان پر حملہ کرنے سے رُک گئے لیکن حضرت محلم بن جثامہ نے ان پر حملہ کر کے اس عداوت کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جو ان دونوں کے درمیان پہلے سے تھی۔ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس پہنچے تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کارگزاری سنائی اس پر ہمارے بارے میں قرآن کی یہ آیت نازل ہوئی:

﴿يَآيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ [سورۃ نساء آیت:۹۴]

ترجمہ ابھی گزرا ہے۔[اخرجه ابن اسحاق و هكذا رواه احمد من طريق ابن اسحاق كذا في البداية ۴:۲۲۴' والطبراني كذلك قال الهيثمي ۷:۸' ورجاله ثقات والبيهقي ۹:۱۱۵۔ وكذلك ابن سعد ۴:۲۸۲' نحوه]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محلم بن جثامہ رضی اللہ عنہ کو ایک جماعت میں بھیجا۔ عامر بن اضبط ان لوگوں سے ملے اور انہوں نے ان کو السلام والسلام کیا عامر اور حضرت محلم رضی اللہ عنہ کے درمیان زمانہ جاہلیت میں دشمنی تھی۔ حضرت محلم رضی اللہ عنہ نے تیر مار کر عامر کو قتل کر دیا۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو حضرت عیینہ رضی اللہ عنہ نے (عامر کی حمایت میں) اور حضرت اقرع رضی اللہ عنہ نے (حضرت محلم رضی اللہ عنہ کی حمایت میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ چنانچہ حضرت اقرع نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج تو آپ (حضرت محلم رضی اللہ عنہ) کو معاف فرمادیں آئندہ نہ فرمائیں۔ حضرت عیینہ نے کہا نہیں نہیں۔ اللہ کی قسم! (بالکل معاف نہ فرمائیں بلکہ حضرت محلم رضی اللہ عنہ سے بدلہ لیں) تاکہ میری عورتوں پر (عامر کے قتل ہونے سے) جو رنج و صدمہ آیا ہے وہی حضرت محلم رضی اللہ عنہ کی عورتوں پر بھی آئے۔ اتنے میں حضرت محلم رضی اللہ عنہ دو چادروں میں لپٹے ہوئے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گئے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے استغفار فرمادیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تمہاری مغفرت نہ فرمائے (وہ یہ سن کر رونے لگے اور) اپنی چادروں سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہاں سے کھڑے ہوئے اور سات دن نہیں گزرے تھے کہ ان کا انتقال ہوگیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کو دفن کر دیا لیکن زمین نے انہیں باہر پھینک دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر یہ قصہ سنایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین تو ان سے بھی زیادہ برے کو قبول کر لیتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ واقعہ دکھا کر یہ چاہا کہ مسلمان کے احترام کے بارے میں تمہیں پکی نصیحت حاصل ہو۔ پھر صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی نعش کو ایک پہاڑ کے دو کناروں کے درمیان رکھ دیا اور (چھپانے کے لئے) ان پر پتھر ڈال دیئے اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ فَتَبَیَّنُوْا﴾

[عند ابن جریر من طریق ابن اسحاق کذا فی البدایۃ ۴:۲۲۵]

حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے کافروں کی ایک جماعت پر چھاپہ مارا۔ اس جماعت کو شکست ہوگئی۔ ان صحابی نے شکست کھا کر بھاگتے ہوئے ایک آدمی کا پیچھا کیا اور اس تک جا پہنچے جب اس پر تلوار کا وار کرنا چاہا تو اس آدمی نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن یہ صحابی نہ رکے اور اسے قتل کر دیا (وہ صحابی قتل تو کر بیٹھے لیکن) بعد میں ان صحابی کو اس کا بڑا صدمہ ہوا۔ انہوں نے اپنی ساری بات جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی اور یہ عرض کیا کہ اس نے صرف اپنی جان بچانے کے لیے کلمہ پڑھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟ کیونکہ دل کی ترجمانی زبان سے ہی کی جاتی ہے۔ تھوڑے ہی عرصہ بعد ان قتل کرنے والے صاحب کا (غم اور صدمہ کی وجہ سے) انتقال ہوگیا۔ جب انہیں دفن کیا گیا تو صبح کے وقت زمین پر پڑے ہوئے ملے (زمین نے انہیں باہر پھینک دیا) ان کے گھر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر اس کا تذکرہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں دوبارہ دفن کر دو۔ دوبارہ دفن کیا گیا تو پھر صبح کے وقت زمین کے اوپر پڑے ہوئے ملے۔ ان کے گھر والوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زمین نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے لہٰذا انہیں کسی غار میں ڈال دو۔ [اخرجہ عبد الرزاق و ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۳۱۶]

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب مکہ فتح ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو دعوت دینے کے لیے بھیجا اور انہیں جنگ کرنے نہیں بھیجا۔ ان کے ساتھ قبیلہ سلیم بن منصور، قبیلہ مدلج بن مرہ اور بہت سے دوسرے قبیلے تھے۔ جب یہ حضرات قبیلہ بنو جذیمہ بن عامر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے پاس پہنچے اور انہوں نے ان حضرات کو دیکھ لیا تو انہوں نے اپنے ہتھیار اٹھا لیے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ لوگ ہتھیار رکھ دیں کیونکہ سارے لوگ مسلمان ہو چکے ہیں (آپ لوگ سارے مسلمانوں کا مقابلہ نہیں کر سکو گے) جب انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے کہنے پر ان کی مشکیں کس لی گئیں (اور مونڈھوں کے پیچھے ہاتھ باندھ دیئے گئے) پھر ان میں سے بہت سوں کو قتل کر دیا جب یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا اے اللہ! خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے

میں اس سے بری ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا۔ اے علی! ان لوگوں کے پاس جاؤ اور ان کے معاملہ میں غور کرو اور جاہلیت کی باتیں اپنے دونوں قدموں کے نیچے زمین میں دفن کر دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ساتھ بہت سا مال لے کر ان لوگوں کے پاس گئے۔ یہ مال حضور ﷺ نے ان کو دیا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے تمام قتل ہونے والے افراد کا خون بہا ادا کر دیا اور ان کا جتنا مال لیا گیا تھا اس کا بدلہ بھی دیا یہاں تک کہ کتے کے پانی پینے کے برتن کا بدلہ بھی دیا۔ حتیٰ کہ اس قبیلہ کی طرف سے نہ خون کا مطالبہ رہا اور نہ کسی قسم کے مال کا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس مال بچ گیا۔ فارغ ہو کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا ایسا جانی و مالی نقصان رہ گیا ہے جس کا بدلہ تم لوگوں کو نہ ملا ہو؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہو سکتا ہے کہ ایسا مالی یا جانی نقصان ابھی باقی ہو جسے نہ تم جانتے ہو اور نہ اللہ کے رسول ﷺ اس لیے باقی سارا مال بھی انہیں دے دیا اور واپس پہنچ کر حضور ﷺ کو ساری کارگزاری سنائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور اچھا کیا۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہوئے قبلہ کی طرف منہ کیا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اتنا اونچا اٹھایا کہ بغلوں کے نیچے کا حصہ نظر آنے لگ گیا اور آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔ اے اللہ! خالد بن ولید نے جو کچھ کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔

[اخرجه ابن اسحاق]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو قبیلہ بنو جذیمہ کی طرف بھیجا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دی (وہ مسلمان تو ہو گئے لیکن) اسلمنا (ہم مسلمان ہو گئے) نہ کہا صبانا صبانا (ہم نے دین بدل لیا) کہنے لگے۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے سب کو گرفتار کر کے ہم میں سے ہر ایک کو ایک ایک قیدی دے دیا۔ ایک دن جب صبح ہوئی حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ہم میں سے ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! نہ میں اپنے قیدی کو قتل کروں گا اور نہ میرے ساتھیوں میں سے کوئی کرے گا۔ ساتھیوں نے واپس پہنچ کر حضور ﷺ سے حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے اس فعل کا تذکرہ کیا۔ حضور ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا اے اللہ! جو کچھ خالد نے کیا ہے میں اس سے بری ہوں۔ [عند احمد و رواه البخاری والنسائی من حدیث عبد الرزاق بنحوه]

ابن اسحاق کہتے ہیں جو روایت مجھے پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ اور

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی آپس میں اس بارے میں تیز گفتگو بھی ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے حضرت خالد رضی اللہ عنہ سے کہا تم اسلام میں جاہلیت والا کام کر رہے ہو۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو آپ کے باپ (کے قتل) کا بدلہ لیا ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا غلط کہتے ہو۔ اپنے باپ کے قاتل کو تو میں نے خود قتل کیا تھا تم نے تو اپنے چچا فاکہ بن مغیرہ کا بدلہ لیا ہے۔ اس پر دونوں حضرات میں بات بڑھ گئی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا اے خالد! نرمی سے بات کرو۔ میرے (پرانے) صحابہ (رضی اللہ عنہم) کو چھوڑے رکھو۔ اللہ کی قسم! اگر تمہیں احد پہاڑ کے برابر سونا مل جائے اور پھر تم اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کر دو تب بھی تم میرے (پرانے) صحابہ (رضی اللہ عنہم) میں سے کسی ایک کی ایک صبح یا ایک شام (کے اجر) کو نہیں پہنچ سکتے ہو۔ [کذا فی البدایۃ ۴: ۳۱۳]

حضرت صخر احمسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ بنو ثقیف سے غزوہ کے لیے تشریف لے چلے تو جب حضرت صخر نے یہ خبر سنی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرنے کے لیے گھڑ سواروں کی جماعت لے کر چلے جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس مدینہ تشریف لے جا چکے تھے اور بنو ثقیف کا قلعہ اور محل ابھی تک فتح نہیں ہوا تھا۔ حضرت صخر نے عہد کیا کہ میں اس وقت تک قلعہ اور محل کو نہیں چھوڑوں گا جب تک اس قبیلہ والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر نہیں اتر آتے۔ چنانچہ وہ وہیں ٹھہر گئے اور انہوں نے اس وقت اس قلعہ اور محل کو چھوڑا جب وہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اتر آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ خط لکھا۔

اما بعد! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قبیلہ بنو ثقیف نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر اترنا قبول کر لیا ہے۔ میں انہیں لے کر آ رہا ہوں وہ میرے گھڑ سواروں کے ساتھ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جمع کرنے کے لئے) الصلاۃ جامعۃ اعلان کرایا (کہ نماز میں سب آ جائیں کوئی اہم کام ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت صخر کے قبیلہ) احمس کے لیے دس مرتبہ یہ دعا کی اے اللہ! قبیلہ احمس کے سواروں اور پیادہ لوگوں میں برکت فرما دے۔ جب یہ لوگ آ گئے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت صخر نے میری پھوپھی کو گرفتار کر رکھا ہے حالانکہ وہ بھی اس دین میں داخل ہو چکی ہیں جس میں باقی تمام مسلمان داخل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صخر کو بلا کر فرمایا اے صخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو

(اسلام لانے کی وجہ سے) ان کی جان اور مال سب محفوظ ہو جاتا ہے اس لیے تم مغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دو۔ انہوں نے حضرت مغیرہ کو ان کی پھوپھی دے دی اور حضرت صخر نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ قبیلہ بنو سلیم ایک پانی یعنی ایک چشمہ پر رہا کرتے تھے وہ اسلام نہیں لائے اور وہ پانی چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں یا رسول اللہ ﷺ! وہ پانی مجھے اور میری قوم کو دے دیں ہم لوگ وہاں رہا کریں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے اور وہ پانی حضور ﷺ نے انہیں دے دیا۔ پھر قبیلہ بنو سلیم مسلمان ہو گیا انہوں نے آ کر حضرت صخر رضی اللہ عنہ سے اپنے پانی کا مطالبہ کیا۔ حضرت صخر نے انہیں پانی دینے سے انکار کر دیا انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم مسلمان ہو گئے تھے۔ پھر ہم حضرت صخر کے پاس گئے تا کہ وہ ہمیں ہمارا پانی دے دیں لیکن انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے صخر! جب کوئی قوم مسلمان ہو جاتی ہے تو ان کا مال اور جان سب کچھ محفوظ ہو جاتا ہے لہٰذا ان کا پانی انہیں واپس کر دو۔ حضرت صخر نے کہا بہت اچھا اے اللہ کے نبی ﷺ! حضرت صخر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے حضور ﷺ نے مجھ سے حضرت مغیرہ کو ان کی پھوپھی واپس دلوائی اور اب بنو سلیم کو ان کا پانی واپس دلوا رہے تھے تو اس وجہ سے حضور ﷺ کو بہت شرم آ رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ شرم کی وجہ سے حضور ﷺ کا چہرہ سرخی میں بدل رہا تھا۔ [اخرجه ابو داؤد تفرد به ابو داؤد وفی اسناده اختلاف كذا فی البداية ۴: ۳۵۱، واخرجه ایضاً احمد والدارمی و ابن راهويه والبزار وابن ابی شيبة والطبرانی فی نصب الراية ۳: ۴۱۲، والفريابی فی مسنده والبغوی وابن شاهين كما فی الاصابة ۲: ۱۸۰، والبيهقی فی سننه ۹: ۱۱۴]

مسلمان کو قتل کرنے سے بچنا اور ملک کی وجہ سے لڑنے کا ناپسندیدہ ہونا

حضرت اوس بن اوس ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے اندر ایک خیمہ میں ٹھہرے ہوئے تھے ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اتنے میں ایک آدمی آ کر حضور ﷺ سے چپکے چپکے بات کرنے لگ گیا ہمیں پتہ نہ چلا کہ وہ کیا کر رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ وہ اسے قتل کر دیں پھر حضور ﷺ نے اسے بلا کر فرمایا شاید وہ کلمہ

شہادت اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمد رسول اللہ پڑھتا ہے۔ اس آدمی نے کہا جی ہاں (وہ پڑھتا ہے) حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ اور ان سے کہہ دو کہ اسے چھوڑ دیں کیونکہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ کروں یہاں تک کہ وہ اس بات کی گواہی دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ جب وہ یہ کلمہ شہادت پڑھ لیں تو پھر ان کا خون اور مال لینا میرے لیے حرام ہو جاتا ہے۔ ہاں ان میں کوئی شرعی حق بنتا ہے تو اس کا لینا جائز ہے اور ان کا حساب اللہ خود لیں گے۔

[اخرجه احمد والدارمی والطحاوی والطیالسی]

حضرت عبداللہ بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک آدمی ایک منافق کو قتل کرنے کے بارے میں چپکے سے بات کرنے کی حضور ﷺ سے اجازت مانگنے لگا۔ حضور ﷺ نے اسے اونچی آواز سے فرمایا کیا وہ لا الہ الا اللہ کی گواہی نہیں دیتا؟ اس آدمی نے کہا گواہی دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا وہ میرے رسول ہونے کی گواہی نہیں دیتا؟ اس نے کہا دیتا ہے لیکن اس کی گواہی کا اعتبار نہیں ہے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا کیا وہ نماز نہیں پڑھتا ہے؟ اس نے کہا پڑھتا ہے لیکن اس کی نماز کا اعتبار نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان ہی لوگوں (کو قتل کرنے) سے مجھے روکا گیا ہے۔ [عند عبد الرزاق و الحسن بن سفیان کذا فی کنز العمال ۱: ۷۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس میرے کسی صحابی کو بلاؤ۔ میں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ میں نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ جب وہ آ گئے تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا ذرا ایک طرف کو ہٹ جاؤ۔ پھر آپ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کان میں بات کرنی شروع کر دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا رنگ بدل رہا تھا جب یوم الدار آیا (جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کیا گیا) اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور ہو گئے تو ہم نے کہا اے امیر المومنین! کیا آپ (باغیوں سے) جنگ نہیں کریں گے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ حضور ﷺ نے مجھ سے ایک عہد لیا تھا میں اس عہد پر پکا رہوں

گا جما رہوں گا۔ [اخرجه احمد تفردبه احمد كذا فى البداية ۷:۱۸۱؛ واخرجه ابن سعد ۳:۴۶؛ عن ابى سهلة بمعناه اطول منه وزاد قال ابو سهلة فيرون انه ذلك اليوم]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جس وقت محصور تھے اس وقت انہوں نے جھانک کران باغیوں سے پوچھا آپ لوگ مجھے کیوں قتل کرتے ہو؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کسی آدمی کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو وہ شادی کے بعد زنا کرے اس صورت میں اسے رجم کیا جائے گا یعنی پتھر مار مار کر مار دیا جائے گا یا وہ کسی کو عمداً جان بوجھ کر قتل کر دے اس صورت میں اسے بھی بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا یا اسلام لانے کے بعد نعوذ باللہ من ذلک مرتد ہو جائے (اگر سمجھانے سے اسلام میں واپس نہ آیا تو) اسے ارتداد کی سزا میں قتل کیا جائے گا۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا اور نہ اسلام لانے کے بعد اور نہ میں نے کسی کو قتل کیا ہے کہ جس کے بدلہ میں مجھے قتل کیا جائے اور نہ اسلام لانے کے بعد مرتد ہوا ہوں (میں تو اب بھی مسلمان ہوں) اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله۔ [اخرجه احمد ورواه النسائى كذا فى البداية ۷:۱۷۹]

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں بھی آپ کے ساتھ گھر میں تھا گھر میں ایک جگہ ایسی تھی کہ جب ہم اس میں داخل ہوتے تو وہاں سے بلاط مقام پر بیٹھے ہوئے لوگوں کی تمام باتیں سن لیتے ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی ضرورت سے اس میں گئے جب وہاں سے باہر آئے تو ان کا رنگ بدلا ہوا تھا انہوں نے فرمایا وہ لوگ تو اب مجھے قتل کی دھمکی دے رہے ہیں۔ ہم نے کہا اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ کی کفایت فرمائیں گے۔ پھر انہوں نے فرمایا یہ لوگ مجھے کیوں قتل کرنا چاہتے ہیں؟ کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مسلمان کا خون بہانا صرف تین باتوں کی وجہ سے حلال ہوتا ہے یا تو آدمی مسلمان ہونے کے بعد کافر ہو جائے یا شادی کے بعد زنا کرے یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے اور نہ میں نے زمانہ جاہلیت میں کبھی زنا کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد۔ اور جب سے اللہ نے مجھے دین اسلام کی ہدایت دی ہے کبھی بھی میرے دل میں اس دین کو چھوڑ کر کسی اور دین کو اختیار کرنے کی تمنا پیدا نہیں ہوئی ہے اور نہ میں نے ناحق کسی کو قتل کیا ہے تو اب یہ لوگ مجھے کس وجہ سے قتل کرنا چاہتے ہیں؟ [عند احمد ايضاً وقد رواه اهل السنن الاربعة وقال الترمذى حسن

کذا فی البدایۃ ۷:۱۷۹، واخرجہ ابن سعد ۳:۴۶، عن ابی امامہ مثلہ]

حضرت ابو لیلیٰ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے میں بھی ان دنوں وہاں ہی تھا۔ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے دریچہ سے باہر جھانک کر (باغیوں سے) فرمایا:

''اے لوگو! مجھے قتل نہ کرو (اگر مجھ سے کوئی غلطی ہوگئی ہے تو) مجھ سے توبہ کرالو۔ اللہ کی قسم! اگر تم مجھے قتل کرو گے تو پھر کبھی بھی تم اکٹھے نہ نماز پڑھ سکو گے اور نہ دشمن سے جہاد کر سکو گے اور تم لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا اور دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل کر کے فرمایا تمہارا حال بھی ایسا ہو جائے گا پھر یہ آیت پڑھی:

﴿وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ﴾ [سورۃ ہود آیت:۸۹]

''اے میری قوم! میری ضد تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آپڑیں جیسی قوم نوح یا قوم ہود یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو (ابھی) تم سے (بہت) دور (زمانہ میں) نہیں ہوئی۔''

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے جواب دیا آپ اپنا ہاتھ (ان باغیوں سے) روک کر رکھیں اس سے آپ کی دلیل زیادہ مضبوط ہوگی (قیامت کے دن)۔ [اخرجہ ابن سعد ۳:۴۹]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جن دنوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور میں نے ان سے کہا آپ تمام لوگوں کے امام ہیں اور یہ مصیبت جو آپ پر آئی ہے وہ آپ دیکھ رہے ہیں میں آپ کے سامنے تین تجویزیں پیش کرتا ہوں ان میں سے آپ جونسی چاہیں اختیار فرمالیں یا تو آپ اپنے گھر سے باہر آکر ان باغیوں سے جنگ کریں کیونکہ آپ کے ساتھ مسلمانوں کی بہت بڑی تعداد اور بہت زیادہ قوت ہے اور پھر آپ حق پر ہیں اور یہ باغی لوگ باطل پر ہیں یا آپ اپنے اس گھر سے باہر نکلنے کے لیے پیچھے کی طرف ایک نیا دروازہ کھول لیں کیونکہ پرانے دروازے پر تو یہ باغی لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور اس نئے دروازے سے (چپکے سے) باہر نکل کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ چلے جائیں کیونکہ یہ باغی لوگ مکہ میں آپ کا

خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے یا پھر آپ ملک شام چلے جائیں وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے (ایک بھی تجویز قبول نہ فرمائی اور) فرمایا میں گھر سے باہر نکل کر ان باغیوں سے جنگ کروں یہ نہیں ہوسکتا۔ میں نہیں چاہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں سب سے پہلے (مسلمانوں کا) خون بہانے والا میں بنوں۔ باقی رہی یہ تجویز کہ میں مکہ چلا جاؤں وہاں یہ باغی میرا خون بہانا حلال نہیں سمجھیں گے تو میں اسے بھی اختیار نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قریش کا ایک آدمی مکہ میں بے دینی کے پھیلنے کا ذریعہ بنے گا اس لیے اس پر ساری دنیا کا آدھا عذاب ہوگا میں نہیں چاہتا کہ میں وہ آدمی بنوں اور تیسری تجویز کہ میں ملک شام چلا جاؤں۔ وہاں شام والے بھی ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں سو میں اپنے دار ہجرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ [اخرجه احمد كذا في البداية ٧: ٢١١، قال الهيثمي ٧: ٢٣٠، رواه احمد ورجاله ثقات الا ان محمد بن عبدالملك بن مروان لم اجدله سماعا من المغيرة]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں محصور تھے میں ان کی خدمت میں گیا اور عرض کیا اے امیر المومنین! اب تو آپ کے لیے ان باغیوں سے جنگ کرنا بالکل حلال ہو چکا ہے (لہٰذا آپ ان سے جنگ کریں اور انہیں بھگا دیں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوسکتی ہے کہ تم تمام لوگوں کو قتل کردو اور مجھے بھی؟ میں نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر تم ایک آدمی کو قتل کرو گے تو گویا کہ تم نے تمام لوگوں کو قتل کردیا (جیسے کہ سورہ مائدہ آیت ۳۲ میں اس کا تذکرہ ہے) یہ سن کر میں واپس آگیا اور جنگ کا ارادہ چھوڑ دیا۔

[اخرجه ابن سعد ٣: ٤٨، كذا في منتخب الكنز ٥: ٢٥]

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا امیر المومنین! آپ کے ساتھ اس گھر میں ایسی جماعت ہے جو (اپنی صفات کے اعتبار سے) اللہ کی ہر طرح حقدار ہے ان سے کم تعداد پر اللہ تعالیٰ مدد فرمادیا کرتے ہیں۔ آپ مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں ان سے جنگ کروں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ کوئی آدمی میری وجہ سے نہ اپنا خون بہائے اور نہ کسی اور کا۔ [اخرجه ابن سعد ٣: ٤٩]

ابن سعد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس وقت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں محصور تھے اس وقت میں نے ان سے کہا آپ ان باغیوں سے جنگ کریں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ نے ان سے جنگ کرنا آپ کے لیے حلال کر دیا ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ میں ان سے کبھی جنگ نہیں کروں گا آگے اور حدیث ذکر کی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں محاصرہ کے زمانے میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم میں سے میرے سب سے زیادہ کام آنے والا وہ آدمی ہے جو اپنے ہاتھ اور ہتھیار کو روک لے (اور باغیوں پر ہاتھ نہ اٹھائے) [اخرجه ابن سعد ایضاً ۳:۴۸]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ انصار دروازے پر حاضر ہیں اور کہہ رہے ہیں اگر آپ فرما دیں تو ہم دو مرتبہ اللہ کے انصار بن کر دکھا دیں (ایک مرتبہ تو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت فرمائی تھی دوسری مرتبہ آج ان باغیوں سے جنگ کر کے) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا لڑنا تو بالکل نہیں ہے۔ [اخرجه ابن سعد ایضاً ۳:۴۸]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں محاصرہ کے زمانہ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے گھر میں ایسے سات سو حضرات تھے کہ اگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ان کو اجازت دے دیتے تو وہ حضرات مار مار کر باغیوں کو مدینہ سے باہر نکال دیتے ان حضرات میں حضرت ابن عمر، حضرت حسن بن علی اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ [اخرجه ابن سعد ایضاً ۳:۴۹]

حضرت عبداللہ بن ساعدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آ کر عرض کیا اے امیر المؤمنین! آپ کب تک ہمارے ہاتھوں کو روکے رکھیں گے؟ ہمیں تو یہ باغی لوگ کھا گئے کوئی ہم پر تیر چلاتا ہے کوئی ہمیں پتھر مارتا ہے کسی نے تلوار سونتی ہوئی ہے لہٰذا آپ ہمیں (ان سے لڑنے کا) حکم دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! میرا تو ان سے لڑنے کا بالکل ارادہ نہیں۔ اگر میں ان سے جنگ کروں گا تو میں یقیناً ان سے محفوظ ہو جاؤں گا لیکن میں انہیں بھی اور انہیں میرے خلاف جمع کر کے لانے والوں کو بھی اللہ کے حوالے کرتا ہوں کیونکہ ہم سب کو اپنے رب کے پاس جمع ہونا ہے تمہیں ان سے جنگ کرنے کا حکم میں کسی صورت میں نہیں دے سکتا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے بارے میں کبھی کسی سے نہیں پوچھوں گا (یعنی باغیوں سے جنگ کر کے میں شہید ہو جاؤں گا اور زندہ نہیں

رہوں گا) چنانچہ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے باہر جا کر ان سے جنگ کی یہاں تک کہ ان کا سر زخمی ہو گیا۔

[اخرجه ابن سعد ايضاً ۵: ۲۳]

حضرت عمر بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے آ کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا اے ابا جان! لوگ تو دنیا پر لڑ رہے ہیں اور آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہہ رہے ہو کہ میں اس فتنہ میں سردار بن جاؤں نہیں اللہ کی قسم! نہیں' میں اس جنگ میں نہیں شریک ہو سکتا۔ البتہ جنگ میں شریک ہونے کی صرف ایک صورت ہے کہ مجھے ایک ایسی تلوار مل جائے کہ میں اگر وہ تلوار کسی مؤمن کو ماروں تو اس سے اچٹ جائے اور اسے زخمی نہ کرے اور اگر کسی کافر کو ماروں تو اسے قتل کر دے (ایسی تلوار چونکہ میرے پاس ہے نہیں اس لیے میں چھپ کر بیٹھا ہوا ہوں کیونکہ) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مالدار کو پسند فرماتے ہیں جو کہ چھپا ہوا ہو اور تقویٰ والا ہو۔ [اخرجه احمد كذا فى البداية ۷: ۲۸۳' واخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۹۴' عن عمر بن سعد عن ابيه انه قال لى يابنى افى الفتنة تامرنى' فذكر نحوه]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے کہا آپ اہل شوریٰ میں سے ہیں اور اس امر (خلافت) کے دوسروں سے زیادہ حقدار ہیں تو آپ کیوں جنگ نہیں کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں صرف اس صورت میں جنگ کر سکتا ہوں جبکہ لوگ مجھے ایسی تلوار لا کر دیں جس کی دو آنکھیں' ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں اور وہ تلوار مؤمن اور کافر کو پہچانتی ہو (اور کافر کو تو مارتی ہو لیکن مؤمن پر اثر نہ کرتی ہو) میں نے خوب جہاد کیا (جبکہ کافروں کے خلاف تھا اور بالکل صحیح طریقہ پر تھا آج تو مسلمانوں سے لڑا جا رہا ہے اور وہ بھی طلب دنیا کے لئے) اور میں خوب اچھی طرح جہاد کو جانتا ہوں۔

[عند الطبرانى قال الهيثمى ۷: ۲۹۹' رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح واخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۹۴' عن ابن سيرين مثله و ابن سعد ۳: ۱۰۱' عن ابن سيرين بمعناه]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما نے جن کا پیٹ بڑھ گیا تھا فرمایا میں اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔ حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں بھی اللہ کی قسم! اس آدمی سے کبھی جنگ نہیں کروں گا جو لا الہ الا اللہ کہتا ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا کیا اللہ

تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَّيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلّٰهِ﴾

[سورۃ انفال آیت:۳۹]

''اور تم ان کفار (عرب سے) اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔''

ان دونوں حضرات نے فرمایا (ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں) ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فساد عقیدہ شرک اور فتنہ کچھ باقی نہ رہا تھا اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو گیا تھا (ادیان باطلہ سارے ختم ہو گئے تھے آج کی جنگ فتنہ ختم کرنے اور اللہ کے دین کے لیے نہیں ہے۔)

[اخرجه ابن سعد ۴:۴۸، واخرجه ابن مردویه عن ابراهیم التیمی عن ابیه نحوه کما فی التفسیر لا ابن کثیر ۲:۳۰۹]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کے محاصرہ کے زمانہ میں دو آدمیوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا لوگ ضائع ہو رہے ہیں اور آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ یہاں بیٹھے ہوئے ہیں آپ کو باہر نکل کر اس جنگ میں شرکت سے کون سی چیز مانع ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ بات مانع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے مسلمان بھائی کا خون حرام قرار دیا ہے۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا وَقَاتِلُوهُمْ حَتّٰى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (ترجمہ گزر چکا ہے) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے جنگ کی تھی یہاں تک کہ فتنہ وغیرہ کچھ باقی نہیں رہا تھا اور دین صرف اللہ ہی کا ہو گیا تھا اور تم لوگ اس لیے لڑنا چاہتے ہو تاکہ فتنہ برپا ہو اور اللہ کے علاوہ دوسروں کا دین چل پڑے۔

[اخرجه البخاری ۲:۶۴۸]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آکر کہا اے ابو عبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ ایک سال حج کرتے ہیں اور ایک سال عمرہ۔ آپ نے جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیا ہے حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جہاد کی کتنی ترغیب دی ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے میرے بھتیجے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا، پانچ نمازیں پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا

حج کرنا (اور میں یہ سارے کام کر رہا ہوں میرا دین اسلام پورا قائم ہے) اس آدمی نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا جو قرآن میں ہے؟

﴿وَاِنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا سے لے کر اِلٰى اَمْرِ اللّٰهِ﴾ [سورۃ الحجرات آیت:۹]

﴿وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ﴾ [سورۃ انفال آیت ۳۹]

''اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان اصلاح کر دو پھر اگر ان میں ایک گروہ دوسرے پر زیادتی کرے تو اس گروہ سے لڑو جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کی طرف رجوع ہو جائے۔''

اور دوسری آیت کا ترجمہ یہ ہے:

''تم ان کفار (عرب) سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ (یعنی شرک) نہ رہے۔''

آپ نے فرمایا ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس آیت پر عمل کیا تھا۔ اسلام والے تھوڑے تھے اور ہر مسلمان کو دین کی وجہ سے بہت زیادہ مصیبتیں اٹھانی پڑتی تھیں۔ کافر یا اسے قتل کر دیتے یا اسے طرح طرح کا عذاب دیتے۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے یہاں تک کہ اسلام والے زیادہ ہو گئے اور فتنہ وفساد یعنی شرک وکفر بالکل ختم ہو گیا۔ اس آدمی نے کہا آپ (حضرت) عثمان اور (حضرت) علی (رضی اللہ عنہما) کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ (بظاہر یہ آدمی خارجی تھا) انہوں نے فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (سے غزوہ احد کے دن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ کچھ خطا ہوئی تھی لیکن ان) کو اللہ نے معاف فرما دیا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ﴾ [سورۃ آل عمران آیت:۱۵۲]

''اور اللہ نے ان کو جو معاف فرمایا ہے تم اسے برا سمجھتے ہو۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور ان کے داماد ہیں اور پھر ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا اور یہ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے بیچ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گھر ہے (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ رشتہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تھے اور ان کا گھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے قریب تھا) [زادہ عثمان بن صالح من طریق بکیر بن عبد اللہ واخرجه البیهقی ۸:۱۹۲، من طریق

نافع بنحوه وهكذا اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱: ۲۹۲ عن نافع]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آ کر کہا اے ابو عبد الرحمٰن! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں جو فرمایا ہے وہ آپ نے نہیں سنا؟ وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا تو جیسے اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں آپ جنگ کیوں نہیں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے بھتیجے! میں (مسلمانوں سے) جنگ نہ کروں اور یہ گزشتہ آیت سنا کر مجھے قرآن پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں مسلمانوں سے جنگ کر کے انہیں قتل کروں اور مجھے دوسری آیت پر عمل نہ کرنے کی عار دلائی جائے اور وہ دوسری آیت یہ ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا آخر آیت تک۔ (سورۃ نساء: آیت ۹۳) ''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ اس میں رہے گا اور اس پر اللہ تعالیٰ غضب ناک ہونگے اور اس کو اپنی رحمت سے دور کریں گے اور اس کے لیے بڑی سزا کا سامان کریں گے۔''

اس آدمی نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم اس آیت پر عمل کر چکے ہیں پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی۔

[عن البخاری ایضاً]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ فتنہ کسے کہتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مشرکوں سے جنگ کرتے تھے اور ان مشرکوں سے لڑنے جانا بڑی سخت آزمائش کی چیز تھی اور وہ لڑائی تمہاری اس لڑائی کی طرح ملک حاصل کرنے کے لیے نہیں تھی۔ [عند البخاری ایضاً کما فی التفسیر لابن کثیر ۲: ۳۰۸]

حضرت ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہما ایک دن حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیت اللہ کا طواف کرتے ہوئے ان دونوں حضرات کے پاس سے گزرے۔ ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا آپ کا کیا خیال ہے کیا روئے زمین پر ان سے زیادہ بہتر آدمی باقی رہ گیا ہے؟ پھر انہوں نے ایک آدمی سے کہا جب یہ اپنا طواف ختم کر لیں تو انہیں ہمارے پاس لاؤ۔ جب ان کا طواف پورا ہو گیا اور انہوں نے (طواف کے) دو رکعت نفل پڑھ لیے تو ان حضرات کے قاصد نے ان کی خدمت میں

عرض کیا یہ حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہما آپ کو بلا رہے ہیں۔ وہ ان دونوں حضرات کے پاس آئے تو حضرت عبداللہ بن صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! امیر المؤمنین حضرت ابن زبیر سے بیعت ہونے سے آپ کو کون سی چیز روک رہی ہے؟ کیونکہ مکہ مدینہ یمن اور عراق والے سب اور اکثر اہل شام ان سے بیعت ہو چکے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ کی قسم! جب تک تم لوگوں نے تلواریں اپنے کندھوں پر رکھی ہوئی ہیں اور تمہارے ہاتھ مسلمانوں کے خون سے رنگے ہوئے ہیں اس وقت تک میں تم سے بیعت نہیں ہو سکتا۔

[عند البیهقی ۸: ۱۹۲]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگ فتنہ میں پریشان ہو گئے تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا آپ لوگوں کے سردار ہیں اور سردار کے بیٹے ہیں اور تمام لوگ آپ پر راضی ہیں آپ باہر تشریف لائیں ہم آپ سے بیعت ہونا چاہتے ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! جب تک میری جان میں جان ہے اس وقت تک میں اپنی وجہ سے ایک سینگی بھر خون نہیں بہنے دوں گا پھر کچھ لوگوں نے آ کر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ڈرایا اور یوں کہا یا تو آپ باہر تشریف لے چلیں ورنہ اسی بستر پر آپ کو قتل کر دیا جائے گا تو انہوں نے اس کا کچھ اثر نہ لیا اور وہی پہلا جواب دیا اور باہر آنے سے انکار کر دیا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ کی قسم! لوگ ان کی وفات تک انہیں بیعت کرنے پر بالکل آمادہ نہ کر سکے۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱: ۲۹۳، واخرجه ابن سعد ۴: ۱۱۱ عن الحسن بنحوه]

حضرت خالد بن سمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا ہی اچھا ہو اگر آپ لوگوں کے امر خلافت کو سنبھال لیں کیونکہ تمام لوگ آپ (کے خلیفہ بننے) پر راضی ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ذرا یہ بتائیں کہ مشرق میں کسی ایک آدمی نے میرے خلیفہ بننے کی مخالفت کی تو؟ انہوں نے کہا اگر ایک آدمی نے مخالفت کی تو اسے قتل کر دیا جائے گا اور اُمت کے معاملے کو سدھارنے کے لیے ایک آدمی کو قتل کرنا پڑے تو یہ کوئی ایسی بڑی بات نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ حضرت محمد ﷺ کی اُمت نیزے کا دستہ پکڑے اور میں اس نیزے کا بھالا پکڑوں اور پھر ایک مسلمان کو قتل کیا جائے اور اس کے بدلے مجھے دنیا و مافیہا مل جائے

[عن ابن سعد ۴: ۱۱۱]

حضرت قطن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے آپ سے زیادہ کوئی برا نہیں ہے۔ انہوں نے فرمایا کیوں؟ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کا خون بہایا ہے اور نہ ان میں پھوٹ ڈالی ہے اور نہ ان کی جماعت سے علیحدگی اختیار کی ہے۔ اس آدمی نے کہا اگر آپ (خلیفہ بننا) چاہیں تو آپ کے بارے میں دو آدمی بھی اختلاف نہ کریں گے انہوں نے فرمایا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں ہے کہ مجھے خلافت خود بخود ملے اور ایک آدمی کہے نہیں اور دوسرا کہے ہاں (یعنی اگر ایک آدمی بھی اختلاف کرے تو مجھے منظور نہیں ہے) [عند ابن سعد ۴:۱۱۱]

حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے پہلے فتنہ (جو کہ حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کے درمیان واقع ہوا تھا) کے زمانے میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کیا آپ باہر آ کر جنگ میں حصہ نہیں لیتے؟ فرمایا میں نے اس وقت جنگ کی تھی جب کہ بت حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان رکھے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بتوں کو سرزمین عرب سے نکال دیا۔ اب میں اس بات کو بہت برا سمجھتا ہوں کہ میں لا الہ الا اللہ کہنے والے سے جنگ کروں۔ ان لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! آپ کے دل میں یہ رائے نہیں ہے (صرف کہنے کو ہے) بلکہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم ایک دوسرے کو ختم کر دیں پھر آپ کے علاوہ اور کوئی بچے گا نہیں تو لوگ خود ہی کہنے لگیں گے امیر المؤمنین بنانے کے لیے عبداللہ بن عمر سے بیعت ہو جاؤ۔ انہوں نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ بات بالکل میرے دل میں نہیں ہے بلکہ میرے دل میں یہ ہے کہ جب تم لوگ کہو گے آؤ نماز کی طرف تو میں تمہاری بات مانوں گا اور جب تم کہو گے آؤ کامیابی کی طرف تو میں تمہاری مانوں گا اور جب تم الگ الگ ہو جاؤ گے تو میں تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا اور جب تم اکٹھے ہو جاؤ گے تو میں تم سے الگ نہیں ہوں گا۔

[عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱:۲۹۴]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جن دنوں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما کی طرف سے خلافت کے لیے کوشش چل رہی تھی اور خوارج اور (شیعوں کے) فرقہ خشبیہ کا زور تھا ان دنوں کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا آپ ان کے ساتھ بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور ان کے ساتھ بھی۔ حالانکہ یہ تو ایک دوسرے کو قتل کر رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے فرمایا جو کہے گا آؤ نماز کی طرف میں

اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ کامیابی کی طرف میں اس کی بات مان لوں گا اور جو کہے گا آؤ اپنے مسلمان بھائی کو قتل کر کے اس کا مال لینے کی طرف میں کہہ دوں گا میں نہیں آتا۔

[اخرجه ابن سعد ۴:۱۲۵]

حضرت ابوالعریف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے مقدمۃ الجیش میں بارہ ہزار آدمی تھے۔ اہل شام سے جنگ کرنے کا اتنا زیادہ جذبہ تھا کہ لگتا تھا کہ ہماری تلواروں سے خون ٹپکنے لگ جائے گا (یا غصہ کی وجہ سے ہماری تلواریں گر جائیں گی) ہمارے لشکر کے امیر ابوالعمرطہ تھے۔ جب ہمیں خبر ملی کہ حضرت حسن اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح ہوگئی ہے تو غصہ کے مارے ہماری کمر ٹوٹ گئی جب حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کوفہ آئے تو ابوعامر سفیان بن لیلیٰ نامی آدمی نے کھڑے ہو کر ان سے کہا السلام علیک اے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والے! حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابوعامر! یہ نہ کہو میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا بلکہ میں طلب ملک کی وجہ سے مسلمانوں کو قتل کرنا پسند نہیں کرتا۔ [اخرجه الحاکم ۳:۱۷۵، واخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۱:۳۷۲، نحوه والخطیب البغدادی کذلک کما فی البدایة ۸:۱۹]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت حسن بن علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما میں صلح ہوگئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن سے کہا آپ کھڑے ہو کر لوگوں میں بیان کریں اور اپنا موقف انہیں بتائیں۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر بیان فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمارے (بڑوں کے) ذریعہ سے تمہارے پہلے لوگوں کو ہدایت نصیب فرمائی اور ہمارے ذریعہ سے تمہارے بعد والوں کے خون کی حفاظت فرمائی۔ غور سے سنو سب سے زیادہ عقلمند وہ ہے جو تقویٰ اختیار کرے اور سب سے زیادہ عاجز وہ ہے جو فسق و فجور میں مبتلا رہے۔ امر خلافت میں میرا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا اختلاف ہوا تھا۔ اب یا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ خلافت کے مجھ سے زیادہ حق دار تھے یا واقعی میرا حق بنتا تھا۔ بہرحال جو بھی صورت تھی ہم نے اپنا حق اللہ کے لیے چھوڑ دیا ہے تا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا کام ٹھیک رہے اور ان کے خون محفوظ رہیں۔"

﴿وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ﴾ [سورۃ الانبیاء آیت:۱۱۱]

"اور میں (بالتعیین) نہیں جانتا (کہ کیا مصلحت ہے؟) شاید وہ (تاخیر عذاب) تمہارے لیے (صورۃً) امتحان ہو اور ایک وقت (یعنی موت) تک (زندگی سے) فائدہ پہنچانا ہو۔"

پھر آپ نیچے اتر آئے تو حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا تم یہی چاہتے تھے (کہ حضرت حسن دستبرداری کا اعلان کر دیں اور وہ انہوں نے کر دیا) [اخرجه ابن عبد البر فی الاستيعاب ۱: ۳۷۴، واخرجه ايضاً الحاكم ۳: ۱۷۵ والبيهقی ۸: ۱۷۳، عن الشعبی بنحوه]

حضرت جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا کہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ آپ خلیفہ بننا چاہتے ہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا عرب کے بڑے سردار میرے ہاتھ میں تھے جس سے میں جنگ کرتا تھا وہ اس سے جنگ کرتے تھے اور میں جس سے صلح کرتا تھا وہ اس سے صلح کرتے تھے لیکن میں نے خلافت کو چھوڑ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ خوش ہو جائیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے خون کی حفاظت ہو جائے تو کیا میں اہل حجاز کے مینڈھوں یعنی کمزور لوگوں کے ذریعہ خلافت کو زبردستی چھیننے کا اب ارادہ کر سکتا ہوں (جب میرے ساتھ بڑے اور طاقتور لوگ تھے اس وقت تو میں خلافت سے دستبردار ہو گیا اب تو میرے ساتھ کمزور لوگ ہیں اب خلافت لینے کا ارادہ میں کیسے کر سکتا ہوں) [عند الحاكم ۱: ۱۷۰، ايضاً قال الحاكم هذا اسناد صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه و وافقه الذهبی]

حضرت عامر شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب مروان کی ضحاک بن قیس سے جنگ ہوئی تو مروان نے حضرت ایمن بن خریم اسدی رضی اللہ عنہ کو آدمی بھیج کر بلایا اور کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہمارے ساتھ مل کر جنگ کریں۔ حضرت ایمن نے فرمایا میرے والد اور میرے چچا جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے دونوں نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ جو آدمی لا الہ الا اللہ کی گواہی دے میں اس سے جنگ نہ کروں۔ اگر تم (جنگ کرنے پر) آگ سے چھٹکارے کا پروانہ لا دو تو میں تمہارے ساتھ مل کر جنگ کر سکتا ہوں۔ مروان نے کہا آپ دور ہو جائیں اور انہیں برا بھلا بھی کہا اس پر حضرت ایمن نے یہ اشعار پڑھے

وَلَسْتُ مُقَاتِلاً رَجُلاً تُصَلِّي
عَلٰى سُلْطَانِ آخَرَ مِنْ قُرَيْشٍ

کسی دوسرے قریشی کے حکومت حاصل کرنے کے لیے میں اس آدمی سے جنگ نہیں کر سکتا جو نماز پڑھتا ہو۔

أُقَاتِلُ مُسْلِمًا فِيْ غَيْرِ شَيْءٍ
فَلَيْسَ بِنَافِعِيْ مَا عِشْتُ عَيْشِيْ

میں بغیر کسی بات کے مسلمان سے جنگ کروں اس سے مجھے زندگی بھر کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔

لَهُ سُلْطَانُهُ وَ عَلَيَّ اِثْمِيْ
مَعَاذَ اللّٰهِ مِنْ جَهْلٍ وَّ طَيْشٍ

میری جنگ سے اس بادشاہ کی سلطنت مضبوط ہو اور مجھے گناہ ہو ایسی جہالت اور غصہ سے اللہ کی پناہ۔ [اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۷:۲۹۷، رواه ابویعلی والطبرانی بنحوه الا انه قال ولست اقاتل رجلا یصلی و قال معاذ الله من فشل و طیش و قال اقتل مسلما فی غیر حزم ورجال ابی یعلی رجال الصحیح غیر زکریا بن یحییٰ احمویه وهو ثقة انتهٰی و اخرجه البیهقی ۸:۱۹۳، عن قیس بن ابی خازم و الشعبی بنحوه]

حضرت ابن حکم بن عمرو غفاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرے دادا نے مجھ سے بیان کیا کہ میں حضرت حکم بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کے پاس حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قاصد آیا اور اس نے کہا اس امر خلافت کے معاملہ میں آپ ہماری مدد کرنے کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ حضرت حکم رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے اپنے خاص دوست آپ کے چچازاد بھائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جب حالات ایسے ہو جائیں (یعنی خلافت پر مسلمان آپس میں لڑ پڑیں) تو اس وقت لکڑی کی تلوار بنالینا (یعنی لڑائی میں حصہ نہ لینا) چنانچہ میں نے لکڑی کی تلوار بنالی ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷:۳۰۱، رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفه]

حضرت ابوالاشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے یزید بن معاویہ نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا۔ ان کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے کہا آپ لوگ اس وقت لوگوں کو کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ حضرت ابن ابی اوفی نے فرمایا حضرت ابوالقاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ اگر میں (مسلمانوں میں آپس میں لڑنے کے) ایسے حالات کچھ بھی پاؤں تو احد پہاڑ پر جا کر اپنی تلوار توڑ دوں اور اپنے گھر بیٹھ جاؤں۔

میں نے عرض کیا اگر کوئی میرے گھر میں گھس آئے (تو کہاں جاؤں؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اندر والی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ جانا۔ اگر وہاں بھی (تمہیں قتل کرنے) کوئی تمہارے پاس آ جائے تو پھر اپنے گھٹنوں کے بل بیٹھ جانا (قتل ہونے کے لیے تیار ہو جانا) اور اسے کہنا (مجھے قتل کر کے) اپنا گناہ اور میرا گناہ اپنے سر لے لے اور دوزخیوں میں شامل ہو جا اور ظالموں کی یہی سزا ہے لہٰذا میں اپنی تلوار توڑ چکا ہوں (اور گھر میں بیٹھ چکا ہوں) جب کوئی میرے گھر میں گھس آئے گا تو میں اپنی اندر والی کوٹھڑی میں چلا جاؤں گا اور جب وہاں بھی کوئی آ جائے گا تو میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر وہی کہہ دوں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔

[اخرجه البزار قال الهيثمي ۷:۳۰۰ رواه البزار وفيه من لم اعرفهم۔ انتهى]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم دیکھو کہ لوگ دنیا پر لڑ رہے ہیں تو تم اپنی تلوار لے کر پتھریلے میدان میں چلے جانا اور وہاں سب سے بڑی چٹان پر اپنی تلوار مار مار کر توڑ دینا پھر اپنے گھر آ کر بیٹھ جانا یہاں تک کہ یا تو (ناحق قتل کرنے والا) خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کر دے یا طبعی موت تمہارا فیصلہ کر دے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے جس بات کا حکم دیا تھا وہ میں کر چکا ہوں۔ [اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۷:۳۰۱]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار عنایت فرمائی اور ارشاد فرمایا اے محمد بن مسلمہ! اس تلوار کو لے کر اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے رہو اور جب تم دیکھو کہ مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑنے لگی ہیں تو یہ تلوار پتھر پر مار کر توڑ دینا اور پھر اپنی زبان اور ہاتھ کو روکے رکھنا یہاں تک کہ یا تو موت آ کر فیصلہ کر دے یا خطا کار ہاتھ تمہیں قتل کر دے۔ چنانچہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے اور لوگوں میں آپس میں لڑائی شروع ہو گئی تو حضرت محمد بن مسلمہ اپنے گھر کے صحن میں رکھی ہوئی چٹان کے پاس گئے اور اس پر مار کر وہ تلوار توڑ دی۔ [عند ابن سعد ۳:۲۰]

حضرت ربعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے جنازے میں ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے اس چارپائی والے سے (یعنی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے) سنا ہے کہ فرما رہے تھے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اور اس سننے میں مجھے کوئی شک یا تردد نہیں ہے اب اگر تم آپس میں لڑو گے تو میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں گا۔ پھر اگر میرے گھر کے اندر

کوئی میرے پاس آ گیا تو میں اس سے کہوں گا لے (مجھے قتل کرلے اور) میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے۔

[اخرجه احمد قال الهيثمي ٧: ٣٠١ رواه احمد ورجاله رجال الصحيح غير الرجل المبهم]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ ہجرت فرمانے کی خبر پہنچی تو میں اپنی قوم کا نمائندہ بن کر چلا یہاں تک کہ میں مدینہ پہنچ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے میری ملاقات ہوئی اور انہوں نے مجھے بتایا کہ تمہارے آنے سے تین دن پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تمہاری بشارت دی تھی اور فرمایا تھا کہ تمہارے پاس وائل بن حجر آرہے ہیں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خوش آمدید کہا اور مجھے اپنے قریب جگہ دی اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر لوگوں کو بلایا چنانچہ سب لوگ جمع ہوگئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مجھے اپنے ساتھ منبر پر لے گئے میں منبر پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیچے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد وثنا بیان فرمائی اور فرمایا:

"اے لوگو! یہ وائل بن حجر ہیں اور دور دراز کے علاقہ حضر موت سے تمہارے پاس آئے ہیں اپنی خوشی سے آئے ہیں کسی نے انہیں مجبور نہیں کیا ہے اور وہاں شہزادوں میں سے یہی باقی رہ گئے ہیں۔ اے وائل بن حجر! اللہ تعالیٰ تم میں اور تمہاری اولاد میں برکت نصیب فرمائے۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لے آئے اور مدینہ سے دور ایک جگہ مجھے ٹھہرایا اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما سے فرمایا کہ وہ مجھے ساتھ لے جا کر اس جگہ ٹھہرا دیں چنانچہ میں (مسجد سے) چلا اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی میرے ساتھ چلے۔ راستے میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے وائل! اس گرم زمین نے میرے پاؤں کے تلوے جلا دیئے مجھے اپنے پیچھے بٹھا لو میں نے کہا میں تمہیں اس اونٹنی پر بٹھانے میں بخل نہ کرتا۔ لیکن تم شہزادے نہیں ہو اس لیے تمہیں ساتھ بٹھانے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے (کہ کیا معمولی آدمی کو ساتھ بٹھا رکھا ہے) اور یہ مجھے پسند نہیں ہے۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا اپنی جوتی اتار کر مجھے دے دو۔ اسے پہن کر ہی سورج کی گرمی سے خود کو بچا لوں۔ میں نے کہا یہ دو چمڑے تمہیں دینے میں بخل نہ کرتا لیکن تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو بادشاہوں کا لباس پہنتے ہوں اس لیے جوتی دینے پر لوگ مجھے طعنہ دیں گے اور یہ

مجھے پسند نہیں ہے۔ آگے اور حدیث ذکر کی ہے اس کے بعد یہ ہے کہ جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بادشاہ بن گئے تو انہوں نے قریش کے پاس حضرت بسر بن ارطاۃ رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور ان سے کہا میں نے اس علاقے والوں کو تو اپنے ساتھ اکٹھا کر لیا ہے (یہ سب تو مجھ سے بیعت ہو گئے ہیں) تم اپنا لشکر لے کر چلو۔ جب تم حدود شام سے آگے چلے جاؤ تو اپنی تلوار سونت لینا اور جو میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور یوں مدینہ چلے جانا اور مدینہ والوں میں سے جو بھی میری بیعت سے انکار کرے اسے قتل کر دینا اور اگر تمہیں حضرت وائل بن حجر زندہ ملیں تو انہیں میرے پاس لے آنا۔ چنانچہ حضرت بسر نے ایسے ہی کیا اور جب وہ مجھ تک پہنچ گئے تو مجھے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے میرے شایان شان استقبال کا حکم دیا اور مجھے اپنے دربار میں آنے کی اجازت دی اور مجھے اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا اور مجھ سے کہا میرا یہ تخت بہتر ہے یا آپکی اونٹنی کی پشت؟ میں نے کہا امیر المؤمنین! میں کفر و جاہلیت چھوڑ کر نیا نیا اسلام میں داخل ہوا تھا اور جاہلیت والے طور طریقے ابھی ختم نہیں ہوئے تھے اور میں نے سواری پر بٹھانے سے اور جوتی دینے سے جو انکار کیا تھا یہ سب جاہلیت کا اثر تھا۔ اللہ نے ہمارے پاس کامل اسلام بھیجا ہے۔ اس اسلام نے ان تمام کاموں پر پردہ ڈال دیا ہے جو میں نے کیے ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہماری مدد کرنے سے آپ کو کون سی چیز روکتی ہے؟ حالانکہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے آپ پر بہت اعتماد کیا تھا اور آپ کو اپنا داماد بنایا تھا۔ میں نے کہا (میں اس وجہ سے آپ کی مدد نہیں کر رہا ہوں) کیونکہ آپ نے اس شخصیت سے جنگ کی ہے جو آپ سے زیادہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے حقدار ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نسب میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زیادہ قریب ہوں تو وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مجھ سے زیادہ کیسے حقدار ہو سکتے ہیں؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے درمیان بھائی چارہ کرایا تھا (اور آپ ان کے چچا زاد بھائی ہیں) اور بھائی چچا زاد بھائی سے زیادہ حقدار ہوا کرتا ہے اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ میں مہاجرین سے لڑنا نہیں چاہتا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا ہم مہاجرین نہیں ہیں؟ میں نے کہا ضرور ہیں لیکن کیا ہم دونوں جماعتوں سے الگ نہیں ہیں؟ اور ایک اور دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں میں حاضر تھا اور بہت سے لوگ بھی وہاں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرق کی طرف سر اٹھا رکھا تھا (اور نگاہ بھی مشرق کی طرف تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں دیکھا پھر اپنی

نگاہ مشرق کی طرف لے گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اندھیری سیاہ رات کے ٹکڑوں جیسے فتنے تمہارے اوپر آئیں گے۔ پھر آپ ﷺ نے بتایا کہ وہ فتنے بہت سخت ہونگے اور وہ جلدی آنے والے ہیں اور وہ بہت برے ہونگے۔ ان لوگوں میں سے میں نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ فتنے کیا ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اے وائل! جب مسلمانوں میں دو تلواریں ٹکرانے لگیں (مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں) تو تم ان دونوں سے الگ رہنا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ شیعہ ہو گئے ہو؟ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرف دار اور مددگار ہو گئے ہو؟) میں نے کہا نہیں۔ میں تو تمام مسلمانوں کا بھلا چاہتا ہوں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں نے آپ کی یہ باتیں پہلے سنی ہوتیں اور مجھے معلوم ہوتیں تو میں آپ کو یہاں نہ بلواتا۔ میں نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت محمد بن مسلمہ نے کیا کیا تھا؟ انہوں نے چٹان پر مار مار کر اپنی تلوار توڑ دی تھی۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ انصار تو ہیں ہی ایسے لوگ کہ ان کی ایسی باتیں برداشت کر لی جائیں گی۔ میں نے کہا حضور ﷺ کے اس فرمان کا ہم کیا کریں کہ جس نے انصار سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ جونسا شہر چاہو اپنے لیے پسند کر لیں کیونکہ اب آپ حضرموت واپس نہیں جا سکتے ہیں۔ میں نے کہا میرا قبیلہ ملک شام میں ہے اور میرے گھر والے کوفہ میں ہیں۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کے گھر والوں میں سے ایک آدمی قبیلہ کے دس آدمیوں سے بہتر ہوگا (اس لیے آپ کوفہ چلے جائیں) میں نے کہا میں حضرموت واپس گیا تھا لیکن وہاں واپس جانے سے مجھے کوئی خوشی نہیں تھی کیونکہ انسان جہاں سے ہجرت کر کے چلا جائے اسے وہاں شدید مجبوری کے بغیر واپس نہیں جانا چاہیے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو کیا مجبوری تھی؟ میں نے کہا حضور ﷺ نے فتنوں کے بارے میں جو فرمایا تھا جسے میں ابھی ذکر کر چکا ہوں اس کی وجہ سے میں حضرموت چلا گیا تھا لہٰذا جب آپ لوگوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا تو ہم آپ لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لیں گے اور جب آپ لوگ اکٹھے ہو جائیں گے تو ہم آپ لوگوں کے پاس آ جائیں گے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا آپ وہاں چلے جائیں۔ میں نے کہا میں نبی کریم ﷺ کے بعد کسی کی طرف سے ولایت قبول نہیں کر سکتا۔ کیا آپ نے دیکھا نہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے گورنر بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا پھر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا۔ پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بنانا چاہا تھا لیکن میں نے انکار کر دیا تھا اور ان حضرات کی بیعت بھی میں نے نہیں چھوڑی تھی۔ جب ہمارے علاقہ کے لوگ مرتد ہو گئے تھے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا میرے پاس خط آیا تھا جس کی وجہ سے میں محنت کرنے کھڑا ہو گیا تھا اور سارے علاقے میں زور لگایا اور گورنری کے بغیر ہی اللہ تعالیٰ نے میرے ذریعہ سے تمام علاقہ والوں کو اسلام میں واپس فرما دیا تھا۔ پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن ام حکم رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا تم کوفہ چلے جاؤ میں نے تمہیں وہاں کا گورنر بنا دیا ہے اور حضرت وائل رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے جاؤ ان کا اکرام کرنا اور ان کی تمام ضرورتوں کو پورا کرنا۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے میرے ساتھ بدگمانی سے کام لیا۔ آپ مجھے اس انسان کے اکرام کا حکم دے رہے ہیں جس کا اکرام کرتے ہوئے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ ' حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور خود آپ کو دیکھا ہے۔ (لہٰذا آپ نہ بھی تاکید کریں تو بھی میں ان کا اکرام کروں گا) ان کی اس بات سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ میں ان کے ساتھ کوفہ آیا۔ راوی کہتے ہیں کوفہ آنے کے تھوڑے عرصہ بعد ہی حضرت وائل کا انتقال ہو گیا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۳۷۴ رواه الطبرانی فی الصغیر والکبیر وفیه محمد بن حجر وهو ضعیف انتهٰی]

حضرت ابومنہال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب ابن زیاد کو (بصرہ سے) نکال دیا گیا تو شام میں مروان خلافت کا دعویٰ لے کر کھڑا ہو گیا اور مکہ مکرمہ میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے خلافت کا دعویٰ کر دیا اور بصرہ میں ان (خارجی) لوگوں نے خلافت کا دعویٰ کر دیا جن کو قاری کہا جاتا تھا اس سے میرے والد صاحب کو بہت زیادہ غم ہوا۔ انہوں نے مجھ سے کہا تیرا باپ نہ رہے! آؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ میں والد صاحب کے ساتھ گیا اور ہم لوگ حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ان کے گھر حاضر ہوئے۔ وہ بانس کے بنے ہوئے بالا خانہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اس دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ہم ان کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ میرے والد ان سے ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے تاکہ وہ بھی اپنے دل کی باتیں کہنے لگیں۔ چنانچہ میرے والد نے عرض کیا اے ابوبرزہ! کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ لوگ یوں کر رہے ہیں) کیا آپ نہیں دیکھ رہے؟ (کہ فلاں یہ کر رہا ہے) حضرت ابوبرزہ رضی اللہ عنہ

نے سب سے پہلے یہ بات کہی کہ آج صبح سے مجھے قریش کے خاندانوں پر غصہ آ رہا ہے اور مجھے امید ہے اس غصہ پر مجھے اللہ تعالیٰ ثواب عطا فرمائیں گے۔ اے چھوٹے عربوں کی جماعت! تم جانتے ہی ہو کہ زمانہ جاہلیت میں تم لوگوں کی کیا حالت تھی۔ تعداد تھوڑی تھی لوگوں کی نگاہ میں تمہاری کوئی عزت نہیں تھی اور تم لوگ گمراہ تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ دین اسلام دے کر تم لوگوں کو بلند کر دیا اور آج دنیا میں تمہاری بہت عزت ہے جیسے تم دیکھ رہے ہو لیکن اب دنیا نے تمہیں بگاڑنا شروع کر دیا ہے اور یہ جو ملک شام میں مروان ہے یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لیے لڑ رہا ہے اور یہ جو مکہ میں ہے یعنی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں اور یہ لوگ جو تمہارے اردگرد ہیں جنہیں تم قاری کہتے ہو یہ بھی اللہ کی قسم! صرف دنیا کے لیے لڑ رہے ہیں۔ جب انہوں نے کسی کو نہ چھوڑا تو ان سے میرے والد نے پوچھا ان حالات میں آپ ہمیں کیا کرنے کا حکم دیتے ہیں؟ انہوں نے کہا میرے خیال میں آج لوگوں میں سب سے بہترین وہ جماعت ہے جس نے خود کو زمین سے چمٹا رکھا ہو (گوشہ گمنامی اختیار کر لیا ہو) یہ فرماتے ہوئے وہ ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کر رہے تھے۔ ان کے پیٹ لوگوں کے مال سے بالکل خالی ہوں اور کسی کے خون کا ان کی کمر پر بوجھ نہ ہو۔

[اخرجه البيهقي ۸: ۱۹۳، واخرجه البخاري والاسماعيلي و يعقوب بن سفيان في تاريخه عن ابي المنهال بنحوه كما في فتح الباري ۱۳: ۵۲]

حضرت شمر بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا کیا تمہیں اس بات سے خوشی ہوگی کہ تم سب سے بڑے بدکار آدمی کو قتل کر دو اس نے کہا ہاں ہوگی۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا (اسے قتل کر کے) تم اس سے زیادہ بڑے بدکار ہو جاؤ گے۔

[اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱: ۲۸۰]

مسلمان کی جان ضائع کرنے سے بچنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھ سے پوچھا جب تم کسی شہر کا محاصرہ کرتے ہو تو کیا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہم شہر کی طرف کھال کی مضبوط ڈھال دے کر کسی آدمی کو بھیجتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ذرا یہ بتاؤ اگر شہر والے اسے پتھر

ماریں تو اس کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا وہ تو قتل ہو جائے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! مجھے اس بات سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ تم لوگ ایک ایسے مسلمان کی جان ضائع کر کے ایسا شہر فتح کر لو جس میں چار ہزار جنگجو جوان ہوں۔

[اخرجه البيهقي ٩: ٤٢ واخرجه الشافعي كمثله كما في الكنز ٣: ١٦٥ الا ان عنده هيبنا من جلود]

مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایک مسلمان کو کافروں کے ہاتھ سے چھڑا لوں یہ مجھے سارے جزیرۃ العرب (کے مل جانے) سے زیادہ محبوب ہے۔

[اخرجه ابن ابي شيبة كذا في كنز العمال ٢: ٣١٢]

مسلمان کو ڈرانا' پریشان کرنا

حضرت ابوالحسن رضی اللہ عنہ بیعت عقبہ میں بھی شریک ہوئے تھے اور جنگ بدر میں بھی۔ وہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک آدمی کھڑا ہو کر کہیں چلا گیا اور اپنی جوتیاں وہاں ہی بھول گیا۔ ایک آدمی نے وہ جوتیاں اٹھا کر اپنے نیچے رکھ لیں۔ وہ آدمی واپس آ کر کہنے لگا میری جوتیاں (کہاں ہیں؟) لوگوں نے کہا ہم نے تو نہیں دیکھیں (تھوڑی دیر وہ پریشان ہو کر ڈھونڈتا رہا) پھر اس کے بعد جس آدمی نے چھپائی تھیں اس نے کہا جوتیاں یہ ہیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مؤمن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ اس آدمی نے کہا میں نے تو مذاق میں چھپائی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ یہی فرمایا مؤمن کو پریشان کرنے کا کیا جواب دو گے؟ [اخرجه الطبراني في الترغيب ٤: ٢٦٣ قال الهيثمي ٦: ٢٥٣ رواه الطبراني و فيه حسن بن عبد الله بن عبيد الله الهاشمي وهو ضعيف. انتهى واخرجه ايضا ابن السكن مثله كما في الاصابة ٤: ٤٣]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی جوتی لے کر مذاق میں غائب کر دی۔ کسی نے اس کا تذکرہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی مسلمان کو پریشان مت کرو کیونکہ مسلمان کو پریشان کرنا بہت بڑا ظلم ہے۔

[عند البزار و الطبراني و ابي الشيخ (بن حيان) في كتاب التوبيخ كذا في الترغيب

۴: ۲۶۳' قال الهیثمی ۶: ۲۵۳ و فیه عاصم بن عبید الله و هو ضعیف]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں چل رہے تھے ایک آدمی کو اپنی سواری پر اونگھ آ گئی۔ دوسرے نے اس کے ترکش میں سے ایک تیر نکال لیا جس سے وہ آدمی چونک گیا اور ڈر گیا اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کسی کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو ڈرائے۔ [اخرجه الطبرانی فی الکبیر ورواته ثقات]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہمیں حضور ﷺ کے چند صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ان میں سے ایک آدمی کو نیند آ گئی دوسرے آدمی نے جا کر اس کی رسی لے لی اور اسے چھپا دیا۔ جب اس سونے والے کی آنکھ کھلی اور اسے اپنی رسی نظر نہ آئی تو وہ پریشان ہو گیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے یہ حلال نہیں ہے کہ وہ کسی مسلمان کو پریشان کرے۔

[عند ابی داؤد كذا فی الترغیب ۴: ۲۶۲]

حضرت سلیمان بن صرد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دیہاتی نے حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی اس کے پاس ایک رسی بھی تھی جو کسی نے لے لی جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو اس دیہاتی نے کہا میری رسی پتہ نہیں کہاں چلی گئی؟ یہ سن کر کچھ لوگ ہنسنے لگے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا جو آدمی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ وہ کسی مسلمان کو ہرگز پریشان نہ کرے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۶: ۲۵۴' رواه الطبرانی من روایة ابن عیینه عن اسماعیل بن مسلم فان كان هو العبدی فهو من رجال الصحیح وان كان هو المكی فهو ضعیف و بقیة رجاله ثقات۔ انتهٰی]

مسلمان کو ہلکا اور حقیر سمجھنا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ٹھوکر کھا کر دروازے کی چوکھٹ پر گر گئے جس سے ان کی پیشانی پر چوٹ لگ گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! اس کا خون صاف کر دو مجھے ان سے ذرا گھن آئی۔ اس پر حضور ﷺ ان کی چوٹ سے خون چوس کر تھوکنے لگے اور فرمانے لگے اگر اسامہ لڑکی ہوتا تو میں اسے ایسے کپڑے پہناتا اور ایسے زیور پہناتا پھر میں اس

کی شادی کر دیتا۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۴۳، واخرجه ابن ابی شیبة نحوه کما فی المنتخب ۵: ۱۳۵]

حضرت عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جب شروع میں مدینہ آئے تو ان کو چیچک نکل آئی اور وہ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ ان کی رینٹ ان کے منہ پر بہتی رہتی تھی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان سے گھن آتی تھی۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ دھونے لگے اور انہیں چومنے لگے۔ اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رویہ کو دیکھنے کے بعد اب میں کبھی بھی ان کو اپنے سے دور نہیں کروں گی۔ [عند الواقدی وابن عساکر کذا فی المنتخب ۵: ۱۳۶]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے انتظار میں عرفات سے (مزدلفہ کو) روانگی مؤخر فرمادی۔ جب حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ آئے تو لوگوں نے دیکھا کہ نوعمر لڑکے ہیں ناک بیٹھی ہوئی ہے اور رنگ کالا ہے۔ اس پر یمن والوں نے کہا اس (لڑکے) کی وجہ سے ہمیں اتنی دیر روکا گیا۔ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے۔ حضرت ابن سعد راوی کہتے ہیں میں نے حضرت یزید بن ہارون سے پوچھا کہ حضرت عروہ جو یہ فرما رہے ہیں کہ "اسی وجہ سے یمن والے کفر میں مبتلا ہوئے" اس کا کیا مطلب ہے؟ انہوں نے کہا اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں یمن والے جو مرتد ہوئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس رویہ کو حقیر سمجھنے کی سزا میں ہوئے۔ ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد یمن والے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ (کو حقیر سمجھنے) کی وجہ سے ہی کفر میں مبتلا ہوئے تھے۔

[اخرجه ابن سعد ۴: ۴۴، کذا فی المنتخب ۵: ۱۳۵]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس کچھ لوگ آئے ان میں سے جو عرب تھے ان کو تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دیا اور جو عجمی غلام تھے ان کو نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کو اس کا پتہ چلا تو انہوں) نے حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ تم نے ان سب کو برابر کیوں نہ دیا؟ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے۔

[اخرجه ابو عبید کذا فی الکنز ۲: ۳۱۹]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آدمی کے برا ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان

بھائی کو حقیر سمجھے۔ [عند احمد فی الزھد کذا فی الکنز ۲: ۱۶۷]

مسلمان کو غصہ دلانا

حضرت عائذ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ (ابھی کافر تھے وہ) حضرت سلمان، حضرت صہیب اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم کے پاس آئے یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ان حضرات نے کہا اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمن کی گردن میں اپنی جگہ ابھی تک نہیں بنائی (یعنی ابھی تک حضرت ابوسفیان کو قتل کیوں نہیں کیا گیا؟) اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان حضرات سے کہا تم لوگ یہ بات قریش کے بزرگ اور ان کے سردار کے بارے میں کہہ رہے ہو؟ اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم نے یہ بات کہہ کر ان کو غصہ دلایا ہے۔ اگر تم نے ان کو غصہ دلایا ہے تو پھر تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان حضرات کے پاس آئے اور ان سے پوچھا اے بھائیو! کیا میں نے تم کو غصہ دلایا ہے؟ ان حضرات نے فرمایا نہیں۔ اے بھائی! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ [اخرجہ مسلم ۲: ۳۰۴، واخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱: ۳۴۶، وابن عبد البر فی الاستیعاب ۲: ۱۸۱، عن عائذ بن عمرو نحوہ]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنا ایک قیدی لے کر میرے پاس سے گزرے وہ اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پناہ لینا چاہتے تھے۔ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ میرا مشرک قیدی ہے میں اس کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امان لینا چاہتا ہوں۔ میں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لیے بہت اچھی جگہ ہے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا کیا بات ہے تم بڑے غصے میں نظر آرہے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنا یہ قیدی لے کر حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو انہوں نے کہا اس کی گردن میں تو تلوار کے لیے بہت اچھی جگہ ہے (ان کی بات سے مجھے غصہ آیا ہوا ہے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید تم نے ان کو کوئی تکلیف پہنچائی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں، اللہ کی قسم نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم نے ان کو ستایا ہے تو پھر تم نے اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ستایا ہے۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی کنز العمال ۷: ۴۹،

مسلمان پر لعنت کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے زمانہ میں ایک آدمی تھے جن کا نام عبداللہ تھا اور ان کا لقب حمار تھا وہ حضور ﷺ کو ہنسایا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے انہیں شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگائے تھے۔ چنانچہ انہیں ایک دن لایا گیا (انہوں نے شراب پی رکھی تھی) حضور ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں چنانچہ انہیں کوڑے لگائے گئے۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے اللہ اس پر لعنت بھیج اسے (شراب پینے کے جرم میں) کتنا زیادہ لایا جاتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے لعنت نہ کرو اللہ کی قسم! جہاں تک میں جانتا ہوں یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے۔ [اخرجه البخاري و ابن جرير و البيهقي]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی کا لقب حمار تھا وہ حضور ﷺ کو گھی کی کپی اور شہد کی کپی ہدیہ میں دیا کرتے تھے۔ جب گھی اور شہد والا ان سے قیمت لینے آتا تو اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لے آتے اور عرض کرتے یا رسول اللہ ﷺ! اسے اس کے سامان کی قیمت دے دیں اس پر حضور ﷺ صرف مسکراتے اور کچھ نہ فرماتے اور پھر آپ کے فرمانے پر قیمت اس کو دے دی جاتی۔ ایک دن ان کو حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا انہوں نے شراب پی رکھی تھی اس پر ایک آدمی نے کہا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔

[عند ابی یعلی و سعید بن منصور و غیرهما کذا فی الکنز ۳:۱۰۷]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن نعمان رضی اللہ عنہ کو (شراب پینے کی وجہ سے) حضور ﷺ کی خدمت میں لایا گیا آپ نے ان کو کوڑے لگائے اور چار پانچ مرتبہ ایسے ہی ہوا (اسی جرم میں پکڑ کر انہیں لایا جاتا اور حضور ﷺ ان کو کوڑے لگاتے) آخر ایک آدمی نے کہہ دیا اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ یہ کتنی زیادہ شراب پیتا ہے اور اسے کتنی مرتبہ کوڑے لگائے جا چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس پر لعنت نہ بھیجو کیونکہ یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فی الکنز ۳:۱۰۸ و عند ابن سعد ۳:۵۶ عن زید بن اسلم قال ابی النعمان او ابن النعیمان الی النبی ﷺ فذکر نحوه]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم ﷺ کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے

شراب پی رکھی تھی۔ حضور ﷺ کے فرمانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے مارا۔ کسی نے اسے اپنی جوتی سے مارا کسی نے ہاتھ سے اور کسی نے کپڑے (کو کوڑا بنا کر اس) سے مارا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اب بس کرو پھر حضور ﷺ کے فرمانے پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے اسے ملامت کی اور اس سے کہا تمہیں اللہ کے رسول ﷺ سے شرم نہیں آتی تم یہ (برا) کام کرتے ہو؟ پھر حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا جب وہ پشت پھیر کر چلا گیا تو لوگ اسے بددعا دینے لگے اور اسے برا بھلا کہنے لگے۔ کسی نے یہاں تک کہہ دیا اے اللہ! اسے رسوا فرما۔ اے اللہ! اس پر لعنت بھیج۔ حضور ﷺ نے فرمایا ایسے نہ کہو اور اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بنو بلکہ یہ دعا کرو اے اللہ! اس کی مغفرت فرما۔ اے اللہ! اسے ہدایت دے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ تم ایسے نہ کہو۔ شیطان کی مدد نہ کرو بلکہ یہ کہو اللہ تعالیٰ تجھ پر رحم فرمائے۔

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم دیکھتے کہ کوئی آدمی دوسرے کو لعنت کر رہا ہے تو ہم یہی سمجھتے کہ یہ کبیرہ گناہوں کے دروازوں میں سے ایک دروازہ پر پہنچ گیا ہے یعنی اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ [اخرجه الطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب ۴: ۲۵۱]

مسلمان کو گالی دینا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی آکر حضور ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا پھر اس نے عرض کیا میرے چند غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں اور میرے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں اس پر میں انہیں گالی دیتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں تو میرا ان کے ساتھ یہ رویہ کیسا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو انہوں نے جو تجھ سے خیانت کی اور تیری نافرمانی کی اور تجھ سے جھوٹ بولا اس کا حساب کیا جائے گا اور تم نے ان کو جو سزا دی اس کا بھی حساب کیا جائے گا اگر تمہاری سزا ان کے جرم کے برابر ہوگی تو معاملہ برابر سرابر ہو جائے گا نہ تمہیں انعام ملے گا اور نہ سزا اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے کم ہوگی تو تمہیں ان پر فضیلت ہو جائے گی اور اگر تمہاری سزا ان کے جرم سے زیادہ ہوگی تو اس زائد سزا کا تم سے بدلہ لیا جائے گا۔ وہ آدمی یہ سن کر ایک طرف ہو کر زور زور سے رونے لگ گیا۔ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں پڑھتے:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ [سورۃ انبیاء آیت: ۴۷]

''اور (وہاں) قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے (اور سب کے اعمال کا وزن کریں گے) سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور اگر (کسی کا) عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو (وہاں) حاضر کردیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

تو اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے اپنے لیے اور ان غلاموں کے لیے اس سے بہتر صورت نظر نہیں آرہی ہے کہ میں ان سے الگ ہو جاؤں اس لیے میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب غلام آزاد ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا تھا۔ حضور ﷺ بھی وہاں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جواب نہ دینا حضور ﷺ کو پسند آرہا تھا اور حضور ﷺ مسکرا رہے تھے جب وہ آدمی بہت زیادہ برا بھلا کہنے لگا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی کسی بات کا جواب دے دیا۔ اس پر حضور ﷺ ناراض ہو کر وہاں سے کھڑے ہو کر چل دیئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے چل پڑے اور جا کر حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! وہ مجھے برا بھلا کہہ رہا تھا تو آپ ﷺ بیٹھے رہے جب میں نے اس کی کسی بات کا جواب دیا تو آپ ﷺ کو غصہ آگیا اور آپ ﷺ کھڑے ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا پہلے تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تھا جو تمہاری طرف سے جواب دے رہا تھا جب تم نے اس کی کسی بات کا جواب دے دیا تو شیطان بیچ میں آکودا (اور فرشتہ چلا گیا) اور میں شیطان کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتا۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تین باتیں ایسی ہیں جو بالکل حق ہیں جس بندے پر کوئی ظلم کیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اس ظلم (کا بدلہ لینے) سے چشم پوشی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی زوردار مدد کریں گے اور جو آدمی جوڑ پیدا کرنے کے لیے ہدیہ دینے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو خوب بڑھاتے ہیں اور جو مال بڑھانے کی نیت سے مانگنے کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے مال کو اور کم کر دیتے۔ [اخرجه احمد و الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۱۹۰، رجال احمد رجال الصحیح و رواه ابوداؤد الا انه لم یذکر ثم قال یا ابابکر]

حضرت یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ

دیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں عبداللہ کی زبان نہ کاٹوں تو میرے اوپر نذر واجب ہے۔ لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں بات کی اوران سے معافی کی درخواست کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اس کی زبان کاٹنے دو تا کہ آئندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی نہ دے سکے۔[اخرجه احمد واللالكائى فى السنة وابوالقاسم بن بشران فى ماليه (ابن عساكر]

حضرت بہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کے درمیان ذرا بات بڑھ گئی اور حضرت عبداللہ نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کو گالی دے دی۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ان کے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نذر مان لی کہ وہ حضرت عبداللہ کی زبان ضرور کاٹیں گے جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو اپنے والد سے خطرہ ہوا تو انہوں نے کچھ لوگوں کو اپنے والد کے پاس سفارش کے لیے بھیجا (ان کی بات سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس کی بان کاٹنے دو تا کہ یہ مستقل قانون بن جائے جس پر میرے بعد بھی عمل ہوتا رہے کہ جو آدمی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو گالی دیتا ہوا پایا جائے گا اس کی زبان ضرور کاٹی جائے گی۔[عند ابن عساكر كذا فى المنتخب كنز العمال ۴:۴۲۴]

مسلمان کی برائی بیان کرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی برائی بیان کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا۔ یہاں سے اٹھ جا تیرے کلمہ شہادت کا اعتبار نہیں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آئندہ ایسے نہیں کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم قرآن کا مذاق اڑا رہے ہو جو قرآن کے حرام کردہ کاموں کو حلال سمجھے وہ قرآن پر ایمان نہیں لایا (قرآن میں مسلمان کی غیبت کو حرام قرار دیا گیا ہے اور تم غیبت کر رہے ہو۔)

[اخرجه ابونعيم كذا فى الكنز ۲:۲۳۱]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خالد اور سعد رضی اللہ عنہما کے درمیان کچھ تیز بات ہوگئی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ کر ایک آدمی حضرت خالد رضی اللہ عنہ کی برائیاں بیان کرنے لگا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا چپ رہو۔ ہمارے درمیان جو بات ہوئی تھی وہ (وہیں ختم ہوگئی تھی وہ آگے بڑھ کر) ہمارے دین تک نہیں پہنچ سکتی (کہ اس جھگڑے کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کی

برائیاں بیان کر کے دین کا نقصان کر لیں۔) [اخرجه ابونعيم فى الحلية ١: ٩٤، واخرجه الطبرانى عن طارق مثله قال الهيثمى ٧: ٢٢٣، ورجاله رجال الصحيح انتهى]

مسلمان کی غیبت کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت (ماعز بن مالک) اسلمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے چار مرتبہ اپنے بارے میں اس بات کا اقرار کیا کہ انہوں نے ایک عورت سے حرام کا ارتکاب کیا ہے۔ ہر مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوسری طرف منہ پھیر لیتے تھے۔ پھر آگے حدیث کا مضمون اور بھی ہے جس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر ان کو رجم کیا گیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کو سنا کہ ان میں سے ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا اس آدمی کو دیکھو اللہ تعالیٰ نے تو اس کے جرم پر پردہ ڈالا تھا لیکن یہ خود اپنے پیچھے پڑ گیا جس کی وجہ سے اسے کتے کی طرح پتھر مارے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر خاموش ہو گئے پھر تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپ کا گزر ایک مردار گدھے کے پاس سے ہوا جس کا پاؤں پھولنے کی وجہ سے اوپر اٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فلاں اور فلاں دونوں کہاں ہیں؟ ان دونوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دونوں یہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں نیچے اترو اور اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ ان دونوں نے کہا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اس کو کون کھا سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تم دونوں نے اپنے بھائی کی جو (پیٹھ پیچھے) بے عزتی کی ہے وہ مردار کھانے سے زیادہ سخت ہے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔ [اخرجه عبد الرزاق وابوداؤد كذا فى الكنز ٣: ٩٣، واخرجه ابن حبان فى صحيحه عن ابى هريرة نحوه كما فى الترغيب ٤: ٢٨٨، واخرجه البخارى فى الادب ١٠٨ نحوه مختصراً وصحيح ابن حبان كما قاله الحافظ فى الفتح ١٠: ٣٦١]

حضرت ابن منکدر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت کو رجم کیا جس کے بارے میں ایک مسلمان نے کہا اس عورت کے تمام نیک اعمال ضائع ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ اس رجم نے تو اس کے برے عمل کو مٹا دیا اور تم نے جو (اس کی غیبت کا برا) عمل کیا ہے اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فى الكنز ٣: ٩٣]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے حضور ﷺ کو کہا حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے آپ کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ ایسی اور ایسی ہے یعنی چھوٹے قد والی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے کہ اگر اسے سمندر کے پانی میں ملایا جائے تو یہ بات اس کے پانی کا مزا خراب کر دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے کسی آدمی کی نقل اتار دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ مجھے اتنا اور اتنا مال مل جائے اور تم میرے سامنے کسی انسان کی نقل اتارو۔

[اخرجه ابو داؤد والترمذی والبیهقی قال الترمذی حدیث حسن صحیح]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس زائد اونٹ تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے کہا تم صفیہ کو ایک اونٹ دے دو۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میں اور اس یہودن عورت کو اونٹ دے دوں؟ حضور ﷺ یہ سن کر ان سے ناراض ہو گئے اور ذوالحجہ، محرم اور صفر کے چند دن تک حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ نے چھوڑے رکھا (ان کے ہاں نہ جاتے تھے) یہاں تک کہ وہ حضور ﷺ سے مایوس ہو گئی تھیں۔

[عند ابی داؤد ایضاً کذا فی الترغیب ۴: ۲۸۴، واخرجه ابن سعد ۸: ۱۲۸، نحوه و فی حدیثه فترکها رسول الله ﷺ ذوالحجة والمحرم شهرین او ثلاثة لا یاتیها قالت زینب حتی نسیت عنه]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی ہوئی تھی میں نے ایک عورت کے بارے میں کہا یہ تو لمبے دامن والی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھوکو تھوکو (جو کچھ منہ میں ہے اسے باہر تھوک دو) چنانچہ میں نے تھوکا تو گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا۔

[عند ابن ابی الدنیا کذا فی الترغیب ۴: ۲۸۴]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مرض الوفات میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ کے پاس جمع ہوئیں۔ حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! میری دلی تمنا ہے کہ آپ ﷺ کو جو بیماری ہے وہ مجھے ہوتی۔ اس پر دوسری ازواج مطہرات نے (ان کی اس بات کو سچا نہ سمجھا اور اس وجہ سے انہوں نے) آنکھوں سے اشارہ کیا جسے حضور ﷺ نے دیکھ لیا تو حضور ﷺ نے فرمایا تم سب کلی کرو۔ انہوں نے کہا یا نبی اللہ ﷺ! کس چیز سے کلی کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم نے ابھی جو اپنی سوکن (حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا) کے بارے میں ایک دوسری کو

آنکھ سے اشارہ کیا ہے اس کی وجہ سے (تم نے مردار گوشت کھالیا ہے اس لئے) کلی کرو۔ اللہ کی قسم! یہ اپنی بات میں بالکل سچی ہے۔ [اخرجه ابن سعد ۸:۱۲۸، وسنده حسن کما فی الاصابة ۴:۳۴۸، واخرجه ابن سعد ایضا ۲:۳۱۳ من طریق عطاء بن یسار بمعناه]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی کھڑا ہوا (اور چلا گیا) صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ آدمی کس قدر عاجز ہے! کس قدر کمزور ہے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا ہے۔ طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی کھڑا ہوا۔ لوگوں کو اسکے کھڑے ہونے میں کمزوری نظر آئی تو انہوں نے کہا فلاں آدمی کس قدر کمزور ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کی غیبت کر کے اس کا گوشت کھالیا ہے۔

[اخرجه ابویعلی والطبرانی کذا فی الترغیب ۴:۲۸۵، قال الهیثمی ۸:۹۴، وفی اسنادهما محمد بن ابی حمید و یقال له حماد و هو ضعیف جدا' انتهٰی]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پچھلی حدیث جیسی حدیث روایت کی ہے اور اس میں مزید مضمون بھی ہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (تبھی تو یہ غیبت ہے) اگر تم وہ بات کہو جو اس میں نہ ہو پھر تو تم اس پر بہتان لگانے والے بن جاؤ گے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸:۹۸، وفیه علی بن عاصم وهو ضعیف]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں نے ایک آدمی کا تذکرہ کیا اور کہا کوئی دوسرا اس کے کھانے کا انتظام کرے تو یہ کھاتا ہے اور کوئی دوسرا اس کو سواری پر کجاوہ کس کر دے تو پھر یہ اس پر سوار ہوتا ہے۔ (یہ بہت سست ہے اپنے کام خود نہیں کرسکتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس کی غیبت کر رہے ہو۔ ان لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے وہی بات کہی ہے جو اس میں موجود ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیبت ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ تم اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کرو جو اس میں موجود ہے۔

[اخرجه الاصبهانی باسناد حسن عن عمرو بن شعیب عن ابیه عن جده کذا فی الترغیب ۴:۲۸۵]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ایک آدمی اٹھ کر چلا گیا اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کے عیب بیان کرنے لگ گیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا توبہ کرو۔ اس آدمی نے کہا کس چیز سے توبہ کروں؟ حضور ﷺ نے فرمایا (غیبت کر کے) تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة والطبرانی واللفظ له ورواته رواة الصحیح كذا فی الترغیب ۴: ۲۸۵]

یا رسول اللہ ﷺ! میں کس وجہ سے خلال کروں؟ میں نے گوشت تو کھایا نہیں۔

[نقله الهيثمی ۸: ۹۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے لوگوں کو روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا مجھ سے اجازت لیے بغیر کوئی بھی روزہ نہ کھولے۔ چنانچہ تمام لوگوں نے روزہ رکھ لیا۔ شام کو لوگ آ کر روزہ کھولنے کی اجازت مانگنے لگے ایک آدمی آ کر اجازت مانگتا اور کہتا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آج سارا دن روزہ رکھا آپ ﷺ اب مجھے اجازت دے دیں تاکہ میں روزہ کھول لوں اتنے میں ایک آدمی نے آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے گھر کی دو نوجوان عورتوں نے آج سارا دن روزہ رکھا اور ان دونوں کو خود آ کر آپ ﷺ سے اجازت لینے سے شرم آ رہی ہے آپ ﷺ انہیں بھی اجازت دے دیں تاکہ وہ بھی روزہ کھول لیں۔ آپ ﷺ نے اس آدمی سے منہ پھیر لیا۔ اس نے سامنے آ کر پھر بات پیش کی۔ حضور ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے تیسری مرتبہ اپنی بات پیش کی حضور ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا۔ اس نے چوتھی مرتبہ بات پیش کی تو اس سے منہ پھیر کر حضور ﷺ نے فرمایا ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا اور اس آدمی کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو؟ جاؤ اور دونوں سے کہو کہ اگر ان دونوں کا روزہ ہے تو وہ قے کریں۔ اس آدمی نے جا کر ان دونوں عورتوں کو حضور ﷺ کی بات بتائی تو ان دونوں نے قے کی تو واقعی ہر ایک کی قے میں خون کا جما ہوا ٹکڑا نکلا۔ اس آدمی نے آ کر حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اگر خون کے یہ ٹکڑے ان کے پیٹ میں رہ جاتے تو دونوں کو آگ کھاتی۔ [اخرجه ابو داؤد والطيالسی و ابن ابی الدنیا فی ذم الغیبة والبیهقی واخرجه احمد و ابن ابی الدنیا ایضاً والبیهقی من روایة رجل لم یسم عن عبید مولی رسول الله ﷺ بنحوه]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں عورتوں میں سے ایک سے فرمایا قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور گوشت نکلا جس سے آدھا

پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری سے فرمایا تم قے کرو اس نے قے کی تو پیپ، خون، خون ملی پیپ اور تازہ گوشت نکلا جس سے پورا پیالہ بھر گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں نے روزہ تو ان چیزوں سے رکھا تھا جو اللہ نے ان کے لیے حلال کی تھیں لیکن اس چیز سے کھول لیا جو اللہ نے ان پر حرام کی تھی دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کے گوشت کھانے لگ گئی تھیں۔ [کذا فی الترغیب ۴:۲۸۶]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عرب کے لوگ سفروں میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک آدمی ہوا کرتا تھا جو ان دونوں کی خدمت کیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ یہ دونوں سو گئے (اور اس کے ذمہ کھانا پکانا تھا وہ بھی سو گیا) جب یہ دونوں اٹھے تو دیکھا کہ وہ کھانا تیار نہیں کر سکا (بلکہ سو رہا ہے) تو ان دونوں حضرات نے کہا کہ یہ تو سوؤ ہے۔ ان حضرات نے اسے جگا کر کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر عرض کرو کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کر رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سالن مانگ رہے ہیں (اس نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ دونوں تو سالن سے روٹی کھا چکے ہیں (اس نے جا کر ان دونوں حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بتایا اس پر) ان دونوں حضرات نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے کون سے سالن سے روٹی کھائی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بھائی کے گوشت سے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میں اس کا گوشت تم دونوں کے سامنے والے دانتوں میں دیکھ رہا ہوں۔ ان دونوں حضرات نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے لیے استغفار فرما دیجیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے کہو وہ تم دونوں کے لیے استغفار کرے۔

[اخرجه الحافظ الضياء المقدسي في كتابه المختارة كذا في التفسير لابن كثير ۴:۲۱۶]

مسلمانوں کی پوشیدہ باتوں کو تلاش کرنا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ایک رات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا پہرہ دیا۔ یہ حضرات چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک گھر میں چراغ کی روشنی نظر آئی۔ یہ حضرات اس گھر کی طرف چل پڑے جب اس گھر کے

قریب پہنچے تو دیکھا کہ دروازہ بھڑا ہوا ہے اور اندر کچھ لوگ زور زور سے بول رہے ہیں اور شور مچا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو یہ کس کا گھر ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرت ربیعہ بن امیہ بن خلف رضی اللہ عنہ کا گھر ہے اور یہ سب لوگ اس وقت شراب پیئے ہوئے ہیں' آپ کا کیا خیال ہے؟ (ہمیں کیا کرنا چاہئے؟) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا میرا خیال یہ ہے کہ ہم تو وہ کام کر بیٹھے جس سے اللہ نے ہمیں روکا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾ [سورۃ حجرات آیت ۱۲]

''اور سراغ مت لگاؤ۔''

اور ہم اس گھر والوں کے سراغ لگانے میں لگ گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ [اخرجہ عبد الرزاق و عبد بن حمید والخرائطی]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک ساتھی کو کئی دن تک نہ دیکھا تو حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا آؤ فلاں کے گھر جا کر دیکھتے ہیں (کہ وہ کس کام میں لگا ہوا ہے) چنانچہ یہ حضرات اس کے گھر گئے تو دیکھا کہ اس کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ بیٹھا ہوا ہے اور اس کی بیوی برتن میں ڈال ڈال کر اسے دے رہی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ سے کہا اس کام میں لگ کر اس نے ہمارے پاس آنا چھوڑا ہوا ہے۔ حضرت ابن عوف رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ اس برتن میں کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو یہ خطرہ ہے کہ ہم تجسس کر رہے ہیں؟ (جس سے اللہ نے روکا ہے) حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل یہ یقیناً تجسس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اب اس گناہ سے توبہ کا کیا طریقہ ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو اس کی جو بات معلوم ہوئی ہے وہ اسے نہ بتائیں اور آپ اسے اپنے دل میں اچھا ہی سمجھیں۔ پھر وہ دونوں حضرات واپس چلے گئے۔

[اخرجہ ابن المنذر و سعید بن منصور کذا فی الکنز ۲:۱۶۷]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ مسافروں نے مدینہ کے ایک کونے میں آ کر پڑاؤ ڈالا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک رات ان کا پہرہ دینے تشریف لے گئے۔ جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک گھر پر گزر ہوا جس میں بیٹھے ہوئے کچھ لوگ کچھ پی رہے

تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو پکار کر کہا کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ ان میں سے ایک آدمی نے کہا جی ہاں! کیا اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہے؟ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا کرنے (گھروں کے اندرونی حالات معلوم کرنے) سے منع نہیں کیا ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کو اسی حال میں چھوڑ کر واپس چلے گئے۔

[اخرجہ عبد الرزاق کذا فی الکنز ۲:۱۴۱]

حضرت ثور کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ رات کو مدینہ میں پہرہ کے لیے گشت کرتے تھے ایک رات انہوں نے ایک آدمی کی آواز سنی جو گھر میں گانا گا رہا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دیوار پھاند کر اندر اس کے پاس چلے گئے اور یوں کہا اے اللہ کے دشمن! کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ تم اللہ کی نافرمانی کرتے رہو گے اور اللہ تم پر پردہ ڈالے رکھیں گے؟ اس آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ میرے بارے میں جلدی نہ کریں۔ اگر میں نے اللہ کی ایک نافرمانی کی ہے تو آپ نے اللہ کی تین نافرمانیاں کی ہیں۔ پہلی یہ ہے کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ وَلَا تَجَسَّسُوْا تم تجسس نہ کرو اور آپ نے تجسس کیا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾ [سورۃ بقرہ آیت:۱۸۹]

''اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ۔''

آپ دیوار پھاند کر میرے پاس آئے ہیں اور بغیر اجازت کے آئے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى اَهْلِهَا﴾

[سورۃ نور آیت:۲۷]

''تم اپنے خاص گھروں کے سوا دوسروں گھروں میں داخل مت ہو جب تک کہ (ان سے) اجازت حاصل نہ کر لو اور (اجازت لینے سے قبل) ان کے رہنے والوں کو سلام نہ کر لو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں تمہیں معاف کر دوں تو تمہارا خود کو خیر میں لگانے کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے معاف کر دیا اور اسے چھوڑ کر باہر آ گئے۔ [اخرجہ الخرائطی کذا فی الکنز ۲:۱۴۲]

حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ باہر تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک جگہ آگ کی روشنی نظر آئی یہ اس روشنی کی طرف چل پڑے یہاں تک کہ ایک گھر میں داخل ہو گئے۔ یہ آدھی رات کا وقت تھا اندر جا کر دیکھا کہ گھر میں چراغ جل رہا ہے وہاں ایک بوڑھے میاں بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پینے کی چیز رکھی ہوئی ہے اور ایک باندی انہیں گانا سنا رہی ہے۔ ان بوڑھے میاں کو اس وقت پتہ چلا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس پہنچ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج رات جیسا برا منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ ایک بوڑھا اپنی موت کا انتظار کر رہا ہے (اور وہ یہ برا کام کر رہا ہے) اس بوڑھے نے سر اٹھا کر کہا آپ کی بات ٹھیک ہے لیکن اے امیر المؤمنین! آپ نے جو کیا ہے وہ اس سے بھی زیادہ برا ہے آپ نے گھر میں گھس کر تجسس کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس کرنے سے منع فرمایا ہے اور آپ اجازت کے بغیر گھر کے اندر آ گئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ دانت سے کپڑا پکڑ کر روتے ہوئے اس گھر سے باہر نکلے اور فرمایا اگر عمر کو اس کے رب نے معاف نہ فرمایا تو اسے اس کی ماں گم کرے۔ یہ بوڑھا یہ سمجھتا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں سے چھپ کر یہ کام کرتا ہے اب تو عمر نے اسے یہ کام کرتے ہوئے دیکھ لیا ہے لہٰذا اب وہ بلا جھجک یہ کام کرتا رہے گا۔ اس بوڑھے نے ایک عرصہ تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں آنا چھوڑ دیا۔ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے وہ بوڑھا ذرا چھپتا ہوا آیا اور لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا تو فرمایا اس بوڑھے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک آدمی نے جا کر اس بوڑھے کو کہا جاؤ امیر المؤمنین تمہیں بلا رہے ہیں۔ وہ بوڑھا کھڑا ہوا اس کا خیال تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رات جو منظر دیکھا تھا آج اس کی سزا دیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے قریب آ جاؤ۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اپنے قریب کرتے رہے یہاں تک کہ اسے اپنے پہلو میں بٹھایا پھر فرمایا ذرا اپنا کان میرے نزدیک کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا غور سے سنو۔ اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر اور رسول بنا کر بھیجا ہے! میں نے اس رات تمہیں جو کچھ کرتے ہوئے دیکھا ہے وہ میں نے کسی کو نہیں بتایا حتی کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اس رات میرے ساتھ تھے لیکن میں نے ان کو بھی نہیں بتایا۔ اس بوڑھے نے کہا اے امیر المؤمنین! ذرا اپنا کان میرے قریب کریں۔ پھر اس

بوڑھے نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے کان کے ساتھ منہ لگا کر کہا اس ذات کی قسم جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر اور رسول بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی وہ کام اب تک دوبارہ نہیں کیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ زور زور سے اللہ اکبر کہنے لگے اور لوگوں کو پتہ نہیں تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کس وجہ سے اللہ اکبر کہہ رہے ہیں۔ [اخرجه ابو الشیخ كذا فی الكنز ۲: ۱۴۱]

حضرت ابوقلابہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ حضرت ابو محجن ثقفی رضی اللہ عنہ اپنے گھر اپنے ساتھیوں کو لے کر شراب پیتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے گئے یہاں تک کہ حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر میں چلے گئے تو وہاں ان کے پاس صرف ایک آدمی تھا۔ حضرت ابو محجن رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ (گھر میں اجازت کے بغیر تجسس کے لیے داخل ہونا) آپ کے لیے جائز نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تجسس سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آدمی کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت زید بن ثابت اور حضرت عبدالرحمن بن ارقم رضی اللہ عنہما نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں' آپ کا اس طرح اندر جانا واقعی تجسس ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں چھوڑ کر باہر آ گئے۔ [اخرجه الطبرانی كذا فی الكنز ۲: ۱۴۱]

مسلمان کے عیب کو چھپانا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے آ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ میری ایک بیٹی تھی جسے میں نے زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ تو زندہ قبر میں دفن کر دیا تھا لیکن پھر مرنے سے پہلے اسے باہر نکال لیا تھا پھر اس نے ہمارے ساتھ اسلام کا زمانہ پایا اور مسلمان ہو گئی پھر اس سے ایسا گناہ سرزد ہو گیا جس پر شرعی سزا لازم آتی ہے اس پر اس نے بڑی چھری سے خود کو ذبح کرنے کی کوشش کی ہم لوگ موقع پر پہنچ گئے اور اسے بچا لیا لیکن اس کے گلے کی کچھ رگیں کٹ گئی تھیں پھر ہم نے اس کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گئی اس کے بعد اس نے توبہ کی اور اس کی دینی حالت بہت اچھی ہو گئی۔ اب ایک قوم کے لوگ اس کی شادی کا پیغام دے رہے ہیں انہیں اس کی ساری بات بتا دوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ نے تو اس کا عیب چھپایا تھا تم اسے ظاہر کرنا چاہتے ہو اللہ کی قسم! اگر تم نے کسی کو اس لڑکی کی کوئی بات بتائی تو میں تمہیں ایسی سزا دوں گا جس سے تمام شہریوں کو عبرت ہو گی بلکہ اس کی شادی اس طرح کرو جس طرح ایک

پاکدامن مسلمان عورت کی کی جاتی ہے۔[اخرجه هناد والحارث كذا في الكنز ۲: ۱۵۰]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ ایک لڑکی سے برا کام ہو گیا جس کی اسے شرعی سزا مل گئی پھر اس کی قوم والے ہجرت کر کے آئے اور اس لڑکی نے توبہ کر لی اور اس کی دینی حالت اچھی ہو گئی۔ اس لڑکی کی شادی کا پیغام اس کے چچا کے پاس آیا تو اسے سمجھ نہ آیا کہ وہ کیا کرے اس کی بات بتائے بغیر شادی کرے تو یہ بھی ٹھیک نہیں امانتداری کے خلاف ہے اور اگر بتا دے تو یہ بھی ٹھیک نہیں، ستر مسلم کے خلاف ہے۔ اس کے چچا نے یہ بات حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو بتائی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (بالکل نہ بتاؤ اور) اس کی ایسے شادی کرو جیسے تم اپنی نیک بھلی لڑکیوں کی کرتے ہو۔[عن سعيد بن منصور والبيهقي كذا في الكنز ۸: ۲۹۲]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک عورت نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہا اے امیر المومنین! مجھے ایک بچہ ملا اور اس کے ساتھ ایک مصری سفید کپڑا ملا جس میں سو دینار تھے میں نے دونوں کو اٹھا لیا (اور گھر لے آئی) اور اس بچے کے لیے دودھ پلانے والی عورت کا اجرت پر انتظام کیا اب میرے پاس چار عورتیں آتی ہیں اور وہ چاروں اسے چومتی ہیں۔ مجھے پتا نہیں چلتا کہ ان چاروں میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب جب وہ عورتیں آئیں تو مجھے اطلاع کر دینا (وہ عورتیں آئیں تو) اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع کر دی (حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے گھر گئے اور) ان میں سے ایک عورت سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم میں سے کون اس بچے کی ماں ہے؟ اس عورت نے کہا اللہ کی قسم! آپ نے (معلوم کرنے کا) اچھا انداز اختیار نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کے عیب پر پردہ ڈالا ہے آپ اس کی پردہ دری کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے ٹھیک کہا ہے۔ پھر اس پہلی عورت سے کہا آئندہ جب یہ عورتیں تمہارے پاس آئیں تو ان سے کچھ نہ پوچھنا اور ان کے بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرتی رہنا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ واپس تشریف لے گئے۔[اخرجه البيهقي ۷: ۳۲۹]

حضرت صالح بن کرز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری ایک باندی سے زنا صادر ہو گیا۔ میں اس لے کر حضرت حکم بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس گیا میں وہاں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور بیٹھ گئے اور فرمایا اے صالح! یہ تمہارے ساتھ باندی کیوں ہے؟ میں نے کہا میری اس باندی سے زنا صادر ہو گیا ہے اب میں اس کا معاملہ امام کے سامنے لے جانا

چاہتا ہوں تا کہ وہ اسے شرعی سزا دے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے نہ کرو۔ اپنی باندی کو واپس لے جاؤ اور اللہ سے ڈرو اور اس کے عیب پر پردہ ڈالو۔ میں نے کہا نہیں میں ایسے نہیں کروں گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے نہ کرو اور میری بات مانو۔ وہ بار بار مجھ پر اصرار فرماتے رہے یہاں تک کہ میں باندی کو واپس گھر لے گیا۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا في الكنز ۳: ۹۴]

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے منشی حضرت دخین ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے کہا ہمارے چند پڑوسی شراب پیتے ہیں میں ان کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تا کہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا ایسے نہ کرو بلکہ ان کو وعظ و نصیحت کرو اور ان کو ڈراؤ۔ میں نے کہا میں نے انہیں روکا تھا لیکن وہ رکے نہیں اس لیے میں تو اب ان کے لیے پولیس کو بلانا چاہتا ہوں تا کہ وہ ان کو پکڑ لیں۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا ناس ہو ایسے نہ کرو کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے کسی (مسلمان کے) عیب کو چھپایا تو اس نے زندہ درگور لڑکی کو زندہ کیا۔

[اخرجه ابوداؤد و النسائي كذا في الترغيب ۴: ۱۷۱ وقال رواه ابوداؤد والنسائي بذكر القصة وبدونها وابن حبان في صحيحه واللفظ له والحاكم و قال صحيح الاسناد قال المنذري رجال اسانيدهم ثقات ولكن اختلف فيه على ابراهيم بن نشيط اختلافا كثيرا]

حضرت بلال بن سعد اشعری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو خط میں لکھا کہ دمشق کے بدمعاشوں کے نام لکھ کر میرے پاس بھیجو تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا دمشق کے بدمعاشوں سے کیا تعلق؟ اور مجھے ان کا کہاں سے پتہ چلے گا؟ اس پر ان کے بیٹے حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں ان کے نام لکھ دیتا ہوں اور ان کے نام لکھ کر دے دیئے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہیں ان کا پتہ کہاں سے چلا؟ تمہیں ان کا پتہ اسی وجہ سے چلا ہے کہ تم بھی ان میں سے ہو اس لیے ان کے ناموں کی فہرست اپنے نام سے شروع کرو اور ان کے نام حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو نہ بھیجے۔ [اخرجه البخاري في الادب ۱۸۸]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک گھر میں تھے ان کے ساتھ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی تھے (اتنے میں کسی کی ہوا خارج ہوگئی جس کی) بدبو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے محسوس کی تو فرمایا میں تاکید کرتا ہوں کہ جس آدمی کی ہوا خارج ہوگئی ہے وہ کھڑا ہو اور

جا کر وضو کرے۔ اس پر حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے امیر المومنین کیا تمام لوگ وضو نہ کر لیں؟ (اس سے مقصد بھی حاصل ہو جائے گا اور جس کی ہوا خارج ہوئی ہے اس کے عیب پر پردہ بھی پڑا رہے گا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ پر رحم فرمائے آپ جاہلیت میں بھی بہت اچھے سردار تھے اور اسلام میں بھی بہت اچھے سردار ہیں۔ (پردہ پوشی کی کیسی اچھی ترکیب آپ نے بتائی)

[اخرجه ابن سعد كذا في الكنز ۲:۱۵۱]

مسلمان سے درگزر کرنا اور اسے معاف کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا اور فرمایا تم لوگ یہاں سے چلو اور روضہ خاخ (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان مدینہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے) پہنچ جاؤ وہاں ایک ہودہ نشین عورت ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ اس سے لے آؤ۔ چنانچہ ہم لوگ وہاں سے چلے اور ہمارے گھوڑے ایک دوسرے سے مقابلہ میں خوب تیز دوڑ رہے تھے۔ جب ہم روضہ پر پہنچے تو ہمیں وہاں ایک ہودہ نشین عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکال دے اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکال دے نہیں تو تیرے سارے کپڑے اتار دیں گے (اور تیری تلاشی لیں گے کیونکہ جاسوس سے مسلمانوں کے راز کا خط لینے کے لیے اس کی آبروریزی کرنا درست ہے) چنانچہ اس نے اپنے سر کے جوڑے میں سے وہ خط نکال کر دے دیا۔ وہ خط لے کر ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے تو وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے مکہ کے چند مشرک لوگوں کے نام تھا جس میں انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی بات لکھی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ میرے بارے میں جلدی نہ فرمائیں میں قبیلہ قریش میں سے نہیں ہوں بلکہ ان کا حلیف ہوں اور آپ کے ساتھ جو مکہ کے مہاجرین ہیں ان سب کی مشرکین مکہ سے رشتہ داری ہے اس رشتہ داری کی وجہ سے وہ مشرک مسلمانوں کے جو گھر والے اور مال و دولت مکہ میں ہے ان سب کی حفاظت کرتے ہیں (میرے بھی رشتہ دار مکہ میں ہیں) میں نے سوچا کہ قریش سے میرا نسبی رشتہ تو ہے نہیں اس لیے میں (آپ کا راز بتا کر) ان پر احسان کر دیتا ہوں اس وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ کام اس

وجہ سے نہیں کیا کہ میں اپنے دین سے مرتد ہو گیا ہوں یا اسلام کے بعد اب مجھے کفر پسند آ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا غور سے سنو یہ تم سے سچی بات کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑادوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں' یہ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے تمہیں کیا خبر اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو تم جو چاہے کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمائی:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ سے لے کر فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ السَّبِيلِ تک﴾ [سورة ممتحنه آيت:۱]

''اے ایمان والو! تم میرے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان سے دوستی کا اظہار کرنے لگو حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آ چکا ہے وہ اس کے منکر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور تم کو اس بناء پر کہ تم اپنے پروردگار پر ایمان لا چکے ہو شہر بدر کر چکے ہیں اگر تم میرے راستہ پر جہاد کرنے کی غرض سے اور میری رضا مندی ڈھونڈنے کی غرض سے (اپنے گھروں سے) نکلے ہو۔ تم ان سے چپکے چپکے دوستی کی باتیں کرتے ہو حالانکہ مجھے سب چیزوں کا علم ہے تم جو کچھ چھپا کر کرتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو اور (آگے اس پر وعید ہے کہ) جو شخص تم میں سے ایسا کرے گا وہ راہ راست سے بھٹکے گا'' [اخرجه البخاري واخرجه بقية الجماعة الا ابن ماجه وقال الترمذي حسن صحيح كذا في البداية ۴: ۲۸۳]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں یہ ہے کہ حضرت حاطب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں نے یہ کام نہ تو حضور ﷺ کو دھوکہ دینے کے لیے کیا ہے اور نہ منافق ہونے کی وجہ سے کیا ہے مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے رسول ﷺ کو غالب فرمائیں گے اور حضور ﷺ کے دین کو کمال تک پہنچائیں گے (میں حضور ﷺ کا راز کفار مکہ کو بتا دوں گا اس سے حضور ﷺ کو کوئی نقصان نہ ہوگا) اصل بات یہ تھی کہ میں قریش میں اجنبی باہر کا آدمی ہوں اور میری والدہ ان کے ساتھ رہتی ہیں تو میں نے چاہا کہ ان پر احسان کر دوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا میں اس کا سر نہ اڑا دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم اہل بدر میں سے ایک آدمی کو قتل کر دو گے؟ تمہیں کیا خبر کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کی طرف جھانک کر فرما دیا ہو کہ تم جو

چاہے کرو۔[تفرد بهذا الحديث من هذا الوجه الامام احمد واسناده على شرط مسلم كذا فى البداية ۴:۲۸۴' قال الهيثمى ۹:۳۰۳' رواه احمد و ابويعلى و رجال احمد رجال الصحيح۔ انتهى واخرجه الحاكم ايضاً كما فى الكنز ۷:۱۳۷' واخرجه ايضاً ابويعلى والبزار والطبرانى عن عمر قال الهيثمى ۹:۳۰۴' ورجالهم رجال الصحيح واحمد وابويعلى عن ابن عمر رضى الله عنهما ورجال احمد رجال الصحيح كما قال الهيثمى ۹:۳۰۳]

حضرت ابومطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور لوگوں نے بتایا کہ اس آدمی نے اونٹ چوری کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خیال میں تو تم نے چوری نہیں کی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید تمہیں شبہ ہو گیا ہو (کہ تمہارا اونٹ ہے یا کسی اور کا) اس نے کہا نہیں۔ میں نے چوری کی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے قنبر! اسے لے جاؤ اس کی انگلی باندھ دؤ آگ جلالو اور جلاد کو ہاتھ کاٹنے کے لیے بلالو اور میرے واپس آنے کا انتظار کرو۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس آئے تو اس آدمی سے کہا کیا تم نے چوری کی ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے چھوڑ دیا اس پر لوگوں نے کہا اے امیر المؤمنین! جب وہ ایک دفعہ آپ کے سامنے اقرار کر چکا ہے تو آپ نے اسے کیوں چھوڑ دیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اسی کی بات پر اسے پکڑا تھا اور اسی کی بات پر اسے چھوڑا ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا جس نے چوری کی تھی۔ حضورؐ کے حکم فرمانے پر اس کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم رو پڑے۔ میں نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم روتے کیوں ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیوں نہ روؤں جبکہ میرے امتی کا ہاتھ تم سب کی موجودگی میں کاٹا جا رہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے معاف کیوں نہ کر دیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ بہت برا حاکم ہے جو شرعی سزا کو معاف کر دے۔ ہاں تم لوگ آپس میں یہ جرائم ایک دوسرے کو معاف کر دیا کرو۔ (شرعاً ثابت ہونے کے بعد حاکم معاف نہیں کر سکتا) [اخرجه ابويعلى كذا فى الكنز ۳:۱۱۷]

حضرت ابوماجد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے بھتیجے کو لے کر آیا اس کا بھتیجا نشہ میں مدہوش تھا اس آدمی نے کہا میں نے اسے نشہ میں مدہوش پایا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے خوب اچھی طرح ہلاؤ اور جھنجھوڑو اور اس کے منہ سے بو

سونگھو۔ لوگوں نے اسے خوب ہلایا اور سونگھا تو اس کے منہ سے شراب کی بو آ رہی تھی۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے حکم دیا تو اسے جیل خانہ میں ڈال دیا گیا۔ اگلے دن اسے جیل سے باہر نکالا اور فرمایا کوڑے کی گانٹھ کو کوٹ دو تا کہ چابک جیسا ہو جائے چنانچہ اسے کوٹ دیا گیا پھر جلاد سے فرمایا اسے مارو لیکن ہاتھ اتنا اٹھاؤ کہ بغل نظر آنے لگے اور ہر عضو کو اس کا حق دو۔ حضرت عبداللہ نے اس طرح کوڑے لگوائے جو زیادہ سخت نہ تھے اور جلاد کا ہاتھ بھی زیادہ اوپر نہیں اٹھتا تھا۔ کوڑے لگوانے کے وقت اس آدمی نے جبہ اور شلوار پہنی ہوئی تھی۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! یہ آدمی یتیم کا بہت برا سرپرست ہے (اے فلانے) تم نے اسے تمیز نہ سکھائی اور نہ اسے اچھی طرح ادب اور سلیقہ سکھایا۔ اس نے رسوائی والا کام کر لیا تھا لیکن تم نے اس پر پردہ ڈالا۔ پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں اور معاف کرنے کو پسند کرتے ہیں اور جب کسی حاکم کے سامنے کسی کا جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو اب اس حاکم پر لازم ہے کہ وہ اس مجرم کو شرعی سزا دے۔ پھر حضرت عبداللہ سنانے لگے کہ مسلمانوں میں سب سے پہلے جس کا ہاتھ کاٹا گیا وہ ایک انصاری آدمی تھا۔ جب اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا تو غم کے مارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا برا حال ہو گیا ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر راکھ چھڑکی گئی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آدمی کے لائے جانے سے بہت گرانی ہو رہی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے گرانی کیوں نہ ہو جب کہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ (تمہیں وہیں اسے معاف کر دینا چاہئے تھا) اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والے ہیں اور وہ معاف کرنے کو پسند فرماتے ہیں۔ (میں معاف نہیں کر سکتا کیونکہ) جب حاکم کے سامنے کوئی جرم شرعاً ثابت ہو جائے تو ضروری ہے کہ وہ اس جرم کی شرعی سزا نافذ کرے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی:

﴿وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا﴾ [سورۃ نور آیت: ۲۲]

"اور چاہئے کہ وہ معاف کر دیں اور درگزر کریں۔"

[اخرجه عبد الرزاق و ابن ابی الدنیا و ابن ابی حاتم و الطبرانی و الحاکم و البیهقی]

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اسلام میں سب سے پہلے جو حد شرعی قائم کی گئی اس کی صورت یہ ہوئی کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا پھر اس کے خلاف گواہوں

نے گواہی دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے جب اس آدمی کا ہاتھ کاٹا جانے لگا تو لوگوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کا چہرہ غم کی وجہ سے ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے اس پر راکھ چھڑک دی گئی ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو اس کے ہاتھ کے کٹنے سے سخت صدمہ ہو رہا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے صدمہ کیوں نہ ہو جبکہ تم لوگ اپنے بھائی کے خلاف شیطان کے مددگار بنے ہوئے ہو؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا آپ ﷺ اسے چھوڑ دیتے (اور ہاتھ کاٹنے کا حکم نہ دیتے) حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس لانے سے پہلے تم لوگوں نے اسے کیوں نہیں چھوڑ دیا (میں نہیں چھوڑ سکتا کیونکہ) امام کے سامنے جب حد شرعی ثابت ہو جائے تو وہ اسے روک نہیں سکتا۔ [عند عبد الرزاق کذا فی الکنز ۳: ۸۹۸۳]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حج یا عمرہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا ہم نے ایک سوار آتے ہوئے دیکھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا خیال یہ ہے کہ یہ ہمیں تلاش کر رہا ہے اس آدمی نے آ کر رونا شروع کر دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اگر تم مقروض ہو تو ہم تمہاری مدد کریں گے اور تمہیں کسی کا ڈر ہے تو ہم تمہیں امن دیں گے لیکن اگر تم نے کسی کو ناحق قتل کیا ہے تو پھر تمہیں بھی اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا اور تمہیں کسی قوم کے پڑوس میں رہنا پسند نہیں ہے تو ہم تمہیں وہاں سے کسی اور جگہ لے جائیں گے۔ اس نے کہا میں قبیلہ بنو تیم کا آدمی ہوں۔ میں نے شراب پی تھی جس پر حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے مجھے کوڑے بھی لگوائے اور میرے سر کے بال بھی منڈوائے اور میرا منہ کالا کر کے لوگوں میں میرا چکر بھی لگوایا اور لوگوں میں یہ اعلان کرایا کہ تم لوگ نہ اس کے پاس بیٹھو نہ اس کے ساتھ کھانا کھاؤ۔ اس پر میرے دل میں تین باتیں آئی ہیں یا تو میں تلوار لے کر حضرت ابو موسیٰ کو قتل کر دوں یا میں آپ کے پاس آ جاؤں اور آپ میری جگہ بدل دیں اور مجھے ملک شام بھیج دیں کیونکہ ملک شام والے مجھے جانتے نہیں ہیں (اس لیے وہاں رہنا میرے لیے آسان ہوگا) یا میں دشمن کے ساتھ جا ملوں اور ان کے ساتھ کھاؤں اور پیوں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا تم دشمن سے جا ملو اور مجھے بے انتہا مال مل جائے تب بھی مجھے اس سے ذرہ برابر خوشی نہیں ہوگی اور میں تو زمانہ جاہلیت میں سب سے زیادہ شراب پینے والا تھا اور یہ شراب پینا زنا جیسا (جرم) نہیں ہے اور حضرت ابو موسیٰ کو یہ خط لکھوایا:

"سلام علیک۔ اما بعد! قبیلہ بنو تیم کے فلاں بن فلاں نے مجھ سے اس طرح بیان کیا

ہے۔ اللہ کی قسم! اگر آئندہ تم اس طرح دوبارہ کرو گے تو میں تمہارا منہ کالا کر کے لوگوں میں تم کو پھراؤں گا جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اگر تم اس کے حق ہونے کو جاننا چاہتے ہو تو یہ حرکت دوبارہ کر کے دیکھ لو لہٰذا لوگوں میں یہ اعلان کراؤ کہ لوگ اس کے ساتھ بیٹھا کریں اور اس کے ساتھ کھایا کریں اور اگر وہ (آئندہ شراب پینے سے) توبہ کر لے تو تم اس کی گواہی قبول کرو۔"

پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سواری بھی دی اور دو سو درہم بھی دیئے۔

[اخرجه البيهقي كذا في الكنز ۳:۱۰۷]

مسلمان کے نامناسب فعل کی اچھی تاویل کرنا

حضرت ابوعون وغیرہ حضرات کہتے ہیں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے یہ دعویٰ کیا کہ انہیں جو بات مالک بن نویرہ کی طرف سے پہنچی ہے اس کی بنیاد پر وہ مرتد ہو گئے ہیں۔ مالک نے اس دعویٰ کا انکار کیا اور کہا میں اسلام پر ہوں میں نے اپنا دین نہیں بدلا۔ حضرت ابوقتادہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مالک کے حق میں گواہی دی۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو آگے کیا اور حضرت ضرار بن ازور کو حکم دیا جس پر ضرار نے حضرت مالک کو قتل کر دیا۔ (عدت گزرنے کے بعد) حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کی بیوی اُم تمیم کو قبضہ میں لے کر اس سے شادی کر لی جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے مالک کو قتل کر کے ان کی بیوی سے شادی کر لی ہے تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے زنا کیا ہے آپ اسے رجم کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں انہیں رجم نہیں کر سکتا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا انہوں نے ناحق قتل کیا ہے اس لیے بدلہ میں آپ انہیں قتل کریں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں انہیں قتل بھی نہیں کروں گا کیونکہ انہوں نے اجتہاد کیا ہے جس میں ان سے غلطی ہو گئی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر انہیں معزول ہی کر دیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو تلوار اللہ نے کافروں پر سونتی ہے میں اسے کبھی بھی نیام میں نہیں کر سکتا۔

[اخرجه ابن سعد كذا في الكنز ۳:۱۳۲]

گناہ سے نفرت کرنا گناہ کرنے والے سے نفرت نہ کرنا

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے جس سے کوئی گناہ صادر ہو گیا تھا اور لوگ اسے برا بھلا کہہ رہے تھے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے کہا ذرا یہ تو بتاؤ اگر تمہیں یہ آدمی کسی کنویں میں گرا ہوا ملتا تو کیا تم اسے نہ نکالتے؟ لوگوں نے کہا ضرور نکالتے۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا تم اسے برا بھلا نہ کہو اور اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس گناہ سے بچا رکھا ہے لوگوں نے کہا کیا آپ کو اس آدمی سے نفرت نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اس کے برے عمل سے نفرت ہے جب یہ اسے چھوڑ دے گا تو پھر یہ میرا بھائی ہے۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز ۲: ۱۷۴ واخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۲۲۵ عن ابى قلابه مثلا]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم دیکھو کہ تمہارے بھائی سے کوئی گناہ صادر ہو گیا ہے تو اس کے خلاف شیطان کے مددگار نہ بن جاؤ کہ یہ بددعائیں کرنے لگ جاؤ کہ اے اللہ! اسے رسوا فرما اے اللہ! اس پر لعنت بھیج بلکہ اللہ سے اس کے لیے اور اپنے لیے عافیت مانگو۔ ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس وقت تک کسی آدمی کے بارے میں کوئی بات نہیں کہتے تھے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جاتا کہ اس کی موت کس حالت پر ہوئی ہے اگر اس کا خاتمہ بالخیر ہوتا تو ہم یقین کر لیتے کہ اسے بڑی خیر حاصل ہوئی ہے اور اگر اسکا خاتمہ برا ہوتا تو ہم اس کے بارے میں ڈرتے رہتے۔ [اخرجه ايضاً ابونعيم ۴: ۲۰۵]

سینہ کو کھوٹ اور حسد سے پاک صاف رکھنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آئے گا تو اتنے میں ایک انصاری آئے جن کی داڑھی سے وضو کے پانی کے قطرے گر رہے تھے اور انہوں نے بائیں ہاتھ میں جوتیاں لٹکا رکھی تھیں۔ اگلے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی بات فرمائی تو پھر وہی انصاری اس طرح آئے جس طرح پہلی مرتبہ آئے تھے۔ تیسرے دن پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسی ہی بات فرمائی

اور وہی انصاری اسی حال میں آئے جب حضور ﷺ مجلس سے اٹھے تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پیچھے گئے اور ان سے کہا میرا والد صاحب سے جھگڑا ہو گیا ہے جس کی وجہ سے میں نے قسم کھائی ہے کہ میں تین دن تک ان کے پاس نہیں جاؤں گا اگر آپ مناسب سمجھیں تو آپ مجھے اپنے ہاں تین دن ٹھہرالیں۔ انہوں نے کہا ضرور۔ پھر حضرت عبداللہ بیان کرتے تھے کہ میں نے ان کے پاس تین راتیں گزاریں لیکن میں نے ان کو رات میں زیادہ عبادت کرتے ہوئے نہ دیکھا البتہ جب رات کو ان کی آنکھ کھل جاتی تو بستر پر اپنی کروٹ بدلتے اور تھوڑا سا اللہ کا ذکر کرتے اور اللہ اکبر کہتے اور نماز فجر کے لیے بستر سے اٹھتے ہاں جب بات کرتے تو خیر ہی کی بات کرتے۔ جب تین راتیں گزر گئیں اور مجھے ان کے تمام اعمال عام معمول کے ہی نظر آئے (اور میں حیران ہوا کہ حضور ﷺ نے ان کے لیے بشارت تو اتنی بڑی دی لیکن ان کا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں) تو میں نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! میرا والد صاحب سے کوئی جھگڑا نہیں ہوا نہ کوئی ناراضگی ہوئی اور نہ میں نے انہیں چھوڑنے کی قسم کھائی بلکہ قصہ یہ ہوا کہ میں نے حضور ﷺ کو آپ کے بارے میں تین مرتبہ یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ ابھی تمہارے پاس ایک جنتی آدمی آنے والا ہے اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے اس پر میں نے سوچا کہ میں آپ کے ہاں رہ کر آپ کا خاص عمل دیکھوں اور پھر اس عمل میں آپ کے نقش قدم پر چلوں میں نے آپ کو کوئی بڑا کام کرتے ہوئے تو دیکھا نہیں تو اب آپ بتائیں کہ آپ کا وہ کونسا خاص عمل ہے جس کی وجہ سے آپ اس درجہ کو پہنچ گئے جو حضور ﷺ نے بتایا؟ انہوں نے کہا میرا کوئی خاص عمل تو ہے نہیں وہی عمل ہیں جو تم نے دیکھے ہیں۔ میں یہ سن کر چل پڑا جب میں نے پشت پھیری تو انہوں نے مجھے بلایا اور کہا میرے اعمال تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ یہ ایک خاص عمل ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کھوٹ نہیں ہے اور کسی کو اللہ نے کوئی خاص نعمت عطا فرما رکھی ہو تو میں اس پر اس سے حسد نہیں کرتا۔ میں نے کہا اسی چیز نے آپ کو اتنے بڑے درجے تک پہنچایا ہے۔

[اخرجه احمد باسناد حسن والنسائی ورواہ ابویعلی والبزار بنحوہ]

بزار کی روایت میں ان صحابی کا نام حضرت سعد رضی اللہ عنہ بتایا ہے اور روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے کہا اے میرے بھتیجے! میرے عمل تو وہی ہیں جو

تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میں جب رات کو سوتا ہوں تو میرے دل میں کسی مسلمان کے بارے میں کینہ وغیرہ نہیں ہوتا یا اس جیسی بات ارشاد فرمائی' نسائی' بیہقی اور اصبہانی کی روایت میں یہ ہے کہ اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے اور یہ ہمارے بس میں نہیں ہے۔ [کذا فی الترغیب ۴: ۳۲۸ قال الھیثمی ۸: ۷۹ رجال احمد رجال الصحیح و کذلک احد اسناد البزار الا ان سیاق الحدیث لابن لھیعة وقال ابن کثیر فی تفسیر ۴: ۳۳۸ لحدیث احمد وھذا اسناد صحیح علی شرط الشیخین واخرجه ایضاً ابن عساکر ورجاله رجال الصحیح]

ابن عساکر کی روایت میں یہ ہے کہ ان صاحب کا نام حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ تھا اور اس روایت کے آخر میں یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے عمل تو وہی ہیں جو تم نے دیکھے ہیں البتہ ایک عمل یہ ہے کہ میرے دل میں کسی مسلمان کے لیے برا جذبہ نہیں اور نہ میں زبان سے برا بول نکالتا ہوں۔ حضرت عبداللہ نے کہا اسی چیز نے آپ کو اس بڑے درجے تک پہنچایا ہے یہ میرے بس میں تو ہے نہیں۔ [کذا فی الکنز ۷: ۴۳]

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کچھ لوگ حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے وہ بیمار تھے لیکن ان کا چہرہ چمک رہا تھا تو کسی نے پوچھا کہ آپ کا چہرہ کیوں چمک رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے اپنے اعمال میں سے دو عملوں پر سب سے زیادہ بھروسہ ہے' ایک تو یہ ہے کہ میں کوئی لایعنی بات نہیں کرتا دوسرے یہ کہ میرا دل تمام مسلمانوں سے بالکل صاف ہے۔

[اخرجه ابن سعد ۳: ۱۰۲]

مسلمانوں کی اچھی حالت پر خوش ہونا

حضرت ابن بریدہ اسلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تم مجھے برا بھلا کہتے ہو حالانکہ مجھ میں تین عمدہ صفات پائی جاتی ہیں پہلی یہ کہ جب میں قرآن کی کسی آیت کو پڑھتا ہوں تو میرا دل چاہتا ہے کہ اس آیت کے بارے میں جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ تمام لوگوں کو معلوم ہو جائے اور دوسری یہ کہ جب میں مسلمانوں کے حاکم کے بارے میں سنتا ہوں کہ وہ انصاف والے فیصلے کرتا ہے تو اس سے مجھے

خوشی ہوتی ہے حالانکہ ہوسکتا ہے کہ مجھے کبھی بھی اپنا مقدمہ اس کے پاس فیصلہ کے لیے لے جانا ہی نہ پڑے اور تیسری یہ کہ جب میں یہ سنتا ہوں کہ مسلمانوں کے فلاں علاقہ میں بارش ہوئی ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے حالانکہ اس علاقہ میں میرا کوئی چرنے والا جانور نہیں ہوتا۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۲۸۴ رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح - انتہٰی واخرجه البیهقی کما فی الاصابة ۲: ۳۳۴ وابونعیم فی الحلیة ۱: ۳۲۲ نحوه]

لوگوں کے ساتھ نرمی برتنا تاکہ ٹوٹ نہ جائیں

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے خاندان کا برا آدمی ہے (آپ ﷺ نے اجازت دے دی) جب وہ حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے بہت خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر وہ آدمی چلا گیا پھر ایک اور آدمی نے اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے جب وہ اندر آیا تو حضور ﷺ نے کوئی خوشی اور مسرت کا زیادہ اظہار نہیں کیا۔ جب وہ چلا گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں نے اجازت مانگی تو آپ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ وہ برا آدمی ہے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ ﷺ نے اس کے سامنے بڑی خوشی اور مسرت کا اظہار کیا پھر دوسرے نے اجازت مانگی آپ ﷺ نے اس کے بارے میں اچھے کلمات فرمائے لیکن جب وہ اندر آیا تو آپ ﷺ کو اس کے ساتھ ویسا سلوک کرتے ہوئے میں نے نہیں دیکھا جیسا آپ ﷺ نے پہلے کے ساتھ کیا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! لوگوں میں سب سے برا آدمی وہ ہے جس کے شر کی وجہ سے لوگ اس سے بچتے ہوں۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۸: ۱۷ رواه احمد ورجاله رجال الصحیح وفی الصحیح بعضه۔ انتہٰی واخرجه البخاری فی الادب صفحه ۱۹۰ مختصرا]

حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے سامنے سے ایک آدمی آیا جب حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے اور برا آدمی ہے جب وہ قریب آ گیا تو آپ ﷺ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جب آپ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ ﷺ

نے فرمایا یہ اپنے خاندان کا برا فرد ہے اور برا آدمی ہے لیکن جب وہ آیا تو اسے آپ ﷺ نے اپنے قریب بٹھایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ منافق ہے میں اس کے نفاق کی وجہ سے اس کے ساتھ نرمی برت رہا تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ یہ دوسروں کو میرا مخالف بنا دے گا اور انہیں بگاڑ دے گا۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۴:۱۹۱ قال ابونعیم هذا حدیث غریب]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں قریش کا ایک آدمی سامنے آیا۔ حضور ﷺ نے اسے اپنے قریب بٹھایا جب وہ اٹھ کر چلا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے بریدہ! تم اسے جانتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں یہ قریش کے اونچے خاندان کا آدمی ہے اور ان سب سے زیادہ مالدار ہے۔ آپ ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا میں نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا۔ آخر میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے اپنی معلومات کے مطابق آپ ﷺ کو بتایا ہے ویسے آپ ﷺ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا یہ ان لوگوں میں سے ہے جن (کے نیک اعمال) کا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کوئی وزن قائم نہیں فرمائیں گے (کیونکہ ان کے پاس نیک عمل ہیں ہی نہیں)

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸:۱۷ وفیه عون بن عمارة وهو ضعیف انتهٰی]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض دفعہ ہم لوگ کچھ لوگوں کے سامنے مسکرا رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارے دل انہیں لعنت کر رہے ہوتے ہیں۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۲۲۲ واخرجه ابن ابی الدنیا و ابراهیم الحربی فی غریب الحدیث والدینوری فی المجالسة عن ابی الدرداء فذکر مثله وزادو نضحك الیهم کما فی الفتح الباری ۱:۴۰۳ وهکذا اخرجه ابن عساکر کما فی الکنز ۲:۱۶۲]

مسلمان کو راضی کرنا

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے اپنا کپڑا پکڑ رکھا تھا جس سے ان کے گھٹنے ننگے ہو رہے تھے اور اس کا انہیں احساس نہیں تھا۔ انہیں دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا تمہارے یہ ساتھی جھگڑ کر آ رہے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے آ کر سلام کیا اور عرض کیا میرے اور ابن

الخطاب (رضی اللہ عنہ) کے درمیان کچھ بات ہوگئی جلدی میں میں ان کو نامناسب بات کہہ بیٹھا لیکن پھر مجھے ندامت ہوئی جس پر میں نے ان سے معافی مانگی لیکن انہوں نے معاف کرنے سے انکار کر دیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں (اب آپ جیسے فرمائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! اللہ تمہیں معاف فرمائے ادھر کچھ دیر کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ندامت ہوئی تو انہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر آ کر پوچھا کیا یہاں ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں؟ گھر والوں نے کہا نہیں۔ تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ گئے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ (غصہ کی وجہ سے) بدلنے لگا جس سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ڈر گئے اور انہوں نے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر دو دفعہ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! قصور میرا زیادہ ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے تم لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا تم غلط کہتے ہو لیکن اس وقت ابوبکر نے کہا تھا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ٹھیک کہتے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے مال اور جان کے ساتھ میرے ساتھ غم خواری کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ فرمایا کیا تم میرے اس ساتھی کو میری وجہ سے چھوڑ دو گے؟ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بعد کسی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف نہ پہنچائی۔

[اخرجه البخاري كذا في صفة الصفوة ۱: ۹۲]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کچھ برا بھلا کہہ دیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا (مجھ سے غلطی ہو گئی اس لئے) اے میرے بھائی! آپ میرے لیے اللہ سے استغفار کریں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا ہوا تھا اس لیے وہ خاموش رہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ بات کئی مرتبہ کہی لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غصہ ٹھنڈا نہ ہوا۔ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے اور ساری بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے عمر!) تم سے تمہارا بھائی استغفار کا مطالبہ کر رہا ہے اور تم اس کے لیے استغفار نہیں کر رہے یہ کیا بات ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر نبی (رحمت للعالمین) بنا کر بھیجا ہے! یہ جتنی دفعہ مجھ سے استغفار کا مطالبہ کرتے رہے ہیں ہر دفعہ (چپکے سے) ان کے لیے استغفار کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اللہ کی مخلوق میں مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے ان سے زیادہ محبوب کوئی نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا میرے ساتھی کے بارے میں مجھے تکلیف نہ پہنچایا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تھا تو تم سب نے کہا تھا کہ تم غلط کہتے ہو اور ابو بکر نے کہا تھا آپ (ﷺ) ٹھیک کہہ رہے ہیں اگر اللہ تعالیٰ نے (قرآن میں) ان کا نام ساتھی نہ رکھا ہوتا تو میں انہیں خلیل (خاص دوست) بنالیتا۔ بہر حال وہ میرے دینی بھائی تو ہیں ہی اور یہ بھائی چارہ اللہ کی وجہ سے ہے۔ غور سے سنو (مسجد نبوی کی طرف کھلنے والی) ہر کھڑکی بند کر دو لیکن (ابو بکر رضی اللہ عنہ) ابن ابی قحافہ کی کھڑکی کھلی رہنے دو۔ [عند الطبرانی قال الهیثمی ۹:۴۵ رواہ الطبرانی ورجاله رجاله الصحیح]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے مجھے انتقال کے وقت بلایا (میں ان کے پاس گئی تو مجھ سے) کہا ہمارے درمیان کوئی بات ہو جایا کرتی تھی جیسے سوکنوں میں ہوا کرتی ہے تو جو کچھ ہوا ہے اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کرے اور آپ کو بھی۔ میں نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی ایسی ساری باتیں معاف فرمائے اور ان سے درگزر فرمائے اور ان باتوں کی سزا سے آپ کو محفوظ فرمائے۔ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے مجھے خوش کیا اللہ آپ کو خوش فرمائے پھر حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے پیغام بھیج کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور ان سے بھی یہی کہا۔ [اخرجه ابن سعد ۸:۱۰۰]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہو گئیں تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے فاطمہ! یہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ سے اندر آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا آپ اسے پسند کرتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دے دوں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اجازت دی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر آ کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو راضی کرنے لگے اور یوں کہا اللہ کی قسم! میں نے گھر بار مال و دولت اہل و عیال اور خاندان صرف اس لیے چھوڑا تھا تا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ راضی ہو جائیں اور (حضور ﷺ کے) اہل بیت آپ لوگ راضی ہو جائیں بہر حال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ انہیں راضی کرتے رہے یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئیں۔

[اخرجه البیهقی ۶:۳۰۱ قال البیهقی هذا مرسل حسن باسناد صحیح واخرجه ابن سعد ۸:۲۷ عن عامر (الشعبی) بنحوه مختصرا]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے فلاں آدمی سے نفرت

ہے۔ کسی نے آ کر اس آدمی سے کہا کیا بات ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تم سے کیوں نفرت کرتے ہیں؟ جب بہت سے لوگوں نے گھر آ کر اس آدمی کو یہ بات کہی تو اس آدمی نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے عمر! کیا میں نے (مسلمانوں میں اختلاف پیدا کر کے) اسلام میں کوئی شگاف ڈالا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا میں نے کسی انسان پر زیادتی کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ پھر اس نے کہا کیا میں نے اسلام میں کوئی نئی چیز چلا دی ہے؟ (جو سنت کے خلاف ہو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا تو پھر آپ کس وجہ سے مجھ سے نفرت کرتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا﴾ [سورة احزاب آیت:۵۸]

"اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کسب کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔"

اور آپ نے (یہ جملہ کہہ کر) ایذاء پہنچائی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بالکل معاف نہ کرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ آدمی ٹھیک کہہ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! اس نے نہ تو شگاف ڈالا ہے اور نہ کچھ اور کیا ہے (واقعی مجھ سے غلطی ہوگئی ہے) اے اللہ! میری یہ غلطی معاف فرما اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس سے معافی مانگتے رہے یہاں تک کہ اس نے معاف کر دیا۔

[اخرجه ابن المنذر كذا فى الكنز ۲۶۰:۱]

حضرت رجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں ایک حلقہ میں بیٹھا ہوا تھا اس حلقہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما بھی تھے کہ اتنے میں اس حلقہ پر حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا گزر ہوا۔ انہوں نے سلام کیا سب حلقہ والوں نے جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو خاموش رہے بلکہ کچھ دیر کے بعد وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پیچھے گئے اور جا کر کہا وعليك السلام ورحمة الله پھر (حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ ساتھ تھے ان سے) کہا یہ وہ انسان ہے جو تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے اللہ کی قسم جنگ صفین کے بعد سے آج تک میں نے ان سے بات نہیں کی تو حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ان کے پاس جا کر اپنا عذر ان سے کیوں نہیں بیان کر دیتے؟ انہوں نے

کہا بہت اچھا (میں تیار ہوں اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں اندر جا چکے تھے) حضرت عبداللہ وہاں کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی پھر اندر جا کر حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت مانگی (ان کو بھی اجازت مل گئی) اور وہ اندر چلے گئے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گزرنے پر آپ نے جو بات ہم سے کہی تھی وہ ذرا اب پھر کہہ دیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا بہت اچھا میں نے یہ کہا تھا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہیں۔ اس پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تمہیں معلوم ہے کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں تو پھر تم نے جنگ صفین کے دن ہم سے جنگ کیوں کی یا تم نے ہمارے مخالفوں کی تعداد میں اضافہ کیوں کیا؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میں نے لشکر کی تعداد میں اضافہ کیا اور نہ میں نے ان کے ساتھ ہو کر تلوار چلائی البتہ میں اپنے والد کے ساتھ گیا تھا۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ جس کام سے اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو اس کام میں مخلوق کی بات نہیں ماننی چاہئے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جی معلوم ہے لیکن میں والد کے ساتھ اس لیے گیا تھا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلسل روزے رکھا کرتا تھا میرے والد نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں میری شکایت کی اور یوں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عبداللہ بن عمرو دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کبھی روزے رکھا کرو اور کبھی افطار کیا کرو اور رات کو کبھی نماز پڑھا کرو اور کبھی سویا کرو چنانچہ میں نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور روزے بھی رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے یہ بھی فرمایا تھا اے عبداللہ! اپنے والد کی بات مانا کرو (چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے والد کی بات ماننے کی مجھے بہت تاکید کی تھی اس لئے) جب وہ جنگ صفین میں شریک ہوئے تو مجھے ان کے ساتھ جانا پڑا۔

[اخرجه البزار قال الهيثمي ۹:۱۷۷ رواه البزار ورجاله رجال الصحيح غير هاشم بن البريد و هو ثقه۔ انتهى]

حضرت رجاء بن ربیعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں تھا (وہاں اور لوگ بھی تھے) اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا

جواب دیا لیکن حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما (بھی وہاں تھے وہ) خاموش رہے۔ جب لوگ خاموش ہو گئے تو پھر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا وعلیك السلام ورحمة الله وبركاته پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر کہا میں تمہیں وہ آدمی نہ بتاؤں جو زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ لوگوں نے کہا ضرور بتائیں۔ انہوں نے کہا یہی حضرت ہیں جو ابھی یہاں سے گزر کر گئے ہیں اللہ کی قسم! جنگ صفین کے بعد سے اب تک نہ میں ان سے بات کر سکا ہوں اور نہ انہوں نے مجھ سے بات کی ہے اور اللہ کی قسم! ان کا مجھ سے راضی ہو جانا مجھے احد پہاڑ جتنا مال ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا تم ان کے پاس چلے کیوں نہیں جاتے؟ انہوں نے کہا میں جانے کو تیار ہوں۔ چنانچہ دونوں حضرات نے طے کیا کہ اگلے دن صبح ان کے پاس جائیں گے (وہ دونوں اگلے دن صبح ان کے پاس گئے) میں بھی دونوں حضرات کے ساتھ گیا۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ میں اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اندر چلے گئے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کے لیے اجازت مانگی لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اجازت نہ دی لیکن حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اجازت مانگتے رہے آخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ اندر آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹنے لگے وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھے ہوئے تھے تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف کھینچ لیا۔ حضرت ابن عمرو رضی اللہ عنہ کھڑے رہے بیٹھے نہیں۔ جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو انہوں نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ کو ذرا پرے کر کے بیٹھنے کی جگہ بنا دی۔ وہاں آ کر حضرت عبداللہ دونوں کے بیچ میں بیٹھ گئے پھر حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے سارا قصہ سنایا تو حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عمرو! کیا ایسی ہی بات ہے؟ کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں تمام زمین والوں میں سے آسمان والوں کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر آپ نے جنگ صفین کے دن مجھ سے اور میرے والد سے جنگ کیوں کی؟ اللہ کی قسم! میرے والد تو مجھ سے بہتر تھے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل آپ کے والد آپ سے بھی بہتر ہیں لیکن بات یہ ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری یہ شکایت کی تھی کہ عبداللہ دن بھر روزے رکھتا ہے اور رات بھر عبادت کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ

سے فرمایا رات کو نماز بھی پڑھا کرو اور سویا بھی کرو اور دن میں روزے بھی رکھا کرو اور افطار بھی کیا کرو اور (اپنے والد) عمرو کی بات مانا کرو۔ جنگ صفین کے موقع پر انہوں نے مجھے قسم دے کر کہا تھا کہ اس میں شرکت کرو۔ اللہ کی قسم! میں نے نہ تو ان کے لشکر میں اضافہ کیا اور نہ میں نے تلوار سونتی اور نہ نیزہ کسی کو مارا اور نہ تیر چلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تمہیں یہ معلوم نہیں ہے کہ جس کام سے خالق کی نافرمانی ہو رہی ہو اس میں مخلوق کی نہیں ماننی چاہیے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا معلوم ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنا عذر بار بار بیان کرتے رہے جس پر آخر حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے ان کے عذر کو قبول کر لیا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۱۸۷ رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه علی بن سعید بن بشیر وفیه لین وهو حافظ و بقیة رجاله ثقات۔ انتهٰی]

مسلمان کی ضرورت پوری کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دو نعمتوں میں سے کون سی نعمت سے نواز کر مجھ پر بڑا احسان کیا ہے ایک یہ کہ ایک آدمی یہ امید لگا کر میری طرف پر خلوص چہرہ کے ساتھ دیکھتا ہے کہ اس کی ضرورت مجھ سے پوری ہوگی اور دوسری یہ کہ اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اس کی ضرورت آسانی سے پوری کرا دیتے ہیں (اب اس کا مجھ سے اپنی امید لگانا یہ اللہ کی بڑی نعمت ہے یا میرا اس کی ضرورت کو پورا کرنا بڑی نعمت ہے) اور میں کسی مسلمان کی ایک ضرورت پوری کر دوں یہ مجھے زمین بھر سونا چاندی ملنے سے زیادہ محبوب ہے۔

[اخرجه المرسی کذا فی الکنز ۳:۳۱۷]

مسلمان کی ضرورت کے لیے کھڑا ہونا

حضرت ابو یزید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا لوگوں کے ساتھ چلی جا رہی تھیں کہ ان سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رکنے کو کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ رک گئے اور ان کے قریب آ گئے اور ان کی طرف سر جھکا لیا اور اپنے دونوں ہاتھ ان کے کندھوں پر رکھ کر ان کی بات سننے لگے (چونکہ بہت بوڑھی تھیں اس لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سنبھالنے کے لیے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھے) اور یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ

حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بات پوری کر لی اور واپس چلی گئیں۔ اس پر ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! اس بڑھیا کی وجہ سے آپ نے قریش کے بڑے بڑے مردوں کو روکے رکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو تو جانتا ہے کہ یہ عورت کون ہے؟ اس نے کہا نہیں میں نہیں جانتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ وہ عورت ہے جس کی شکایت اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر سے سنی تھی یہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ ہیں اللہ کی قسم! اگر یہ رات تک میرے پاس سے نہ اٹھتیں تو میں بھی ان کی بات کے پورا ہونے تک یونہی کھڑا رہتا۔

[اخرجه ابن ابی حاتم والدارمی والبیهقی]

حضرت ثمامہ بن حزن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اپنے گدھے پر چلے جا رہے تھے کہ انہیں ایک عورت ملی اس عورت نے کہا ٹھہریئے اے عمر! حضرت عمر رضی اللہ عنہ ٹھہر گئے۔ اس عورت نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بڑی سختی سے بات کی۔ اس پر ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے آج جیسا منظر تو کبھی دیکھا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس عورت کی بات کیوں نہ سنوں جب کہ یہ وہ عورت ہے جس کی بات کو اللہ نے سنا اور اسی عورت کے بارے میں اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِيْ تُجَادِلُكَ فِيْ زَوْجِهَا﴾

"بے شک اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی بات سن لی جو آپ سے اپنے شوہر کے معاملہ میں جھگڑتی تھی۔" [عند البخاری فی تاریخه وابن مردویه کذا فی الکنز ۱؍۲۶۸]

مسلمان کی ضرورت کے لیے چل کر جانا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں معتکف تھے۔ آپ کے پاس ایک شخص آیا اور سلام کر کے (چپ چاپ) بیٹھ گیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا میں تمہیں غمزدہ اور پریشان دیکھ رہا ہوں کیا بات ہے؟ اس نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! میں بے شک پریشان ہوں کہ فلاں کا مجھ پر حق ہے اور (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ) اس قبر والے کی عزت کی قسم! میں اس حق کے ادا کرنے پر قادر نہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا کیا میں اس سے تمہاری سفارش کروں؟ اس نے عرض کیا اگر آپ

مناسب سمجھیں تو۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ یہ سن کر جوتا پہن کر مسجد سے باہر تشریف لائے اس شخص نے عرض کیا آپ اپنا اعتکاف بھول گئے؟ فرمایا بھولا نہیں ہوں بلکہ میں نے اس قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے سنا ہے اور ابھی زمانہ کچھ زیادہ نہیں گزرا (یہ لفظ کہتے ہوئے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے) کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے کہ جو شخص اپنے بھائی کے کام کے لیے چلے اور اس کام میں کامیاب ہو جائے تو اس کے لیے یہ دس سال کے اعتکاف سے افضل ہے اور جو شخص ایک دن کا اعتکاف بھی اللہ کی رضا کے واسطے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور جہنم کے درمیان تین خندقیں آڑ فرما دیتے ہیں جن کی مسافت آسمان، زمین کی مسافت سے بھی زیادہ ہے (اور جب ایک دن کے اعتکاف کی یہ فضیلت ہے تو دس برس کے اعتکاف کی کیا کچھ ہوگی)

[اخرجه الطبرانی والبیهقی واللفظ له والحاکم مختصر وقال صحیح الاسناد کذا فی ترغیب ۲: ۲۷۲]

مسلمان کی زیارت کرنا

حضرت عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خصوصی طور پر بھی اور عمومی طور پر بھی انصار کو ملنے بہت جایا کرتے تھے جب کسی سے خصوصی ملاقات کرنی ہوتی تو اس کے گھر تشریف لے جاتے اور جب عمومی ملاقات کرنی ہوتی تو ان کی مسجد میں تشریف لے جاتے (وہاں سب سے ملاقات ہو جاتی) [اخرجه احمد قال الهیثمی ۸: ۱۷۳ رواه احمد و فیه راو لم یسم وبقیة رجاله رجال الصحیح۔ انتہیٰ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے ایک گھرانے سے ملنے تشریف لے گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس کھانا بھی کھایا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے باہر ہونے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کمرے میں نماز پڑھنے کے لیے جگہ بنانے کا حکم دیا تو ان لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چٹائی بچھا کر اس پر پانی چھڑک دیا (تاکہ نرم ہو جائے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور ان کے لیے دعا فرمائی۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۵۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دو صحابہ کے درمیان بھائی چارہ کرا دیتے تھے (تو ان میں آپس میں اتنی محبت ہو جاتی تھی کہ) جب تک ان میں سے ایک دوسرے سے مل

نہ لیتا تھا اس وقت تک اسے وہ رات بہت لمبی معلوم ہوتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی سے بڑی محبت اور نرمی سے ملتا اور پوچھتا آپ میرے بعد کیسے رہے؟ اور دوسرے لوگوں کا (جن میں بھائی چارہ نہ ہوتا تھا) یہ حال تھا کہ تین دن کے اندر ہر ایک دوسرے سے مل کر اس کا سارا حال معلوم کر لیا کرتا تھا۔ [اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۸: ۱۷۳ وفیه عمران بن خالد الخزاعی وهو ضعیف]

حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ساتھی (کوفہ سے مدینہ) ان کے پاس آئے تو ان سے حضرت عبداللہ نے پوچھا کیا تم ایک دوسرے کے پاس بیٹھے رہتے ہو؟ ان لوگوں نے کہا (جی ہاں) اے ابوعبدالرحمٰن! (ہماری تو یہ حالت ہے کہ) ہم میں سے کسی کو اس کا بھائی نہیں ملتا تو وہ اسے پیدل ڈھونڈتا ہوا کوفہ کے آخری کنارے تک چلا جاتا ہے اور اسے مل کر ہی واپس آتا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تک تم یہ کام کرتے رہو گے تم لوگ خیر پر رہو گے۔ [اخرجه الطبرانی وهذا منقطع كذا فی الترغیب ۴: ۱۴۴]

حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ہمیں ملنے کے لیے مدائن سے پیدل چل کر ملک شام آئے اس وقت انہوں نے گھٹنوں تک کی چھوٹی شلوار پہنی ہوئی تھی۔

ملنے کے لیے آنے والوں کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اکرام کے لئے) میری طرف ایک تکیہ رکھ دیا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی لیکن میں (ادب کی وجہ سے) اس پر نہ بیٹھا اور وہ تکیہ یونہی میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان پڑا رہا۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۸: ۱۷۳ ورجاله رجال الصحیح]

حضرت اُم سعد بنت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئی انہوں نے میرے لیے اپنا کپڑا بچھا دیا جس پر میں بیٹھ گئی۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اندر آ گئے۔ انہوں نے پوچھا کہ یہ عورت کون ہے (جس کا یہ اکرام ہو رہا ہے؟) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اس شخص کی بیٹی ہے جو مجھ سے بھی بہتر تھا اور آپ سے بھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ شخص کون ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ اس آدمی کی بیٹی ہے جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انتقال ہو گیا اور انہیں جنت میں ٹھکانہ مل گیا اب پیچھے میں اور آپ رہ

گئے ہیں۔ [اخرجه الطبرانی كذا فی الاصابة ۲:۲۷' قال الهيثمی ۹:۳۱۰' رواه الطبرانی وفيه اسماعيل بن قيس بن سعد بن زيد وهو ضعيف واخرجه الحاكم ۳:۶۰۷' و صححه وقال الذهبی بل اسماعيل ضعفوه]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھ کر انہوں نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے رکھ دیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوعبداللہ! اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان ذرا ہمیں بھی سنائیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ایک مرتبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تکیہ میرے لیے رکھ دیا۔ پھر مجھ سے فرمایا اے سلمان! جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام کے لیے تکیہ رکھ دیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرماتے ہیں۔

[اخرجه الحاكم ۳:۵۹۹]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ تکیہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے رکھ دیا پھر کہا اے سلمان جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے پاس جاتا ہے اور وہ میزبان اس کے اکرام میں تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرماتے ہیں۔ [اخرجه الطبرانی ایضاً قال الهيثمی ۸:۱۷۴' وفيه عمران بن خالد الخزاعی وهو ضعيف وفی اسناد الكلام عمران هذا]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے ایک تکیہ رکھ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابوعبداللہ! یہ کیا ہے؟ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس مسلمان کے پاس اس کا مسلمان بھائی آتا ہے اور وہ اس کے اکرام و تعظیم کے لیے ایک تکیہ رکھ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت ضرور فرما دیتے ہیں۔

[اخرجه الطبرانی فی الصغير فيه عمران بن خالد الخزاعی و هو ضعيف]

حضرت ابراہیم بن نشیط رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء

زبیدی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا ان کے نیچے ایک تکیہ تھا انہوں نے اسے اٹھا کر میری طرف پھینکا اور فرمایا جو آدمی اپنے ہم نشین کا اکرام نہ کرے اس کا حضرت احمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

[اخرجه الطبرانی کذا فی الترغیب ۴:۱۴۶۔ وقال رواه الطبرانی موقوفا ورجاله ثقات]

مہمان کا اکرام کرنا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی شادی (کے ولیمہ) میں بلایا اور اس دن ان کی بیوی ان مہمانوں کی خدمت کر رہی تھی اور وہ دلہن تھی ان کی بیوی نے کہا کیا تم لوگوں کو پتہ ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا بھگویا تھا۔ میں نے تانبے یا پتھر کے چھوٹے برتن میں رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھجوریں بھگوئی تھیں (تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم شربت پی سکیں)

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۱۰]

ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ دو آدمی حضرت عبداللہ بن حارث بن جزء زبیدی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہ ایک تکیہ پر ٹیک لگائے ہوئے تھے انہوں نے اسے اٹھا کر ان دونوں کے لیے رکھ دیا۔ ان دونوں آدمیوں نے کہا ہم تو یہ نہیں چاہتے ہم تو کچھ سننے آئے تھے تا کہ ہمیں اس سے فائدہ ہو۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو اپنے مہمان کا اکرام نہیں کرتا اس کا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں۔ خوشحالی اور نیک انجامی ہے اس آدمی کے لیے جو اپنے گھوڑے کی رسی اللہ کے راستہ میں پکڑے ہوئے ہے اور روٹی کے ایک ٹکڑے اور ٹھنڈے پانی پر افطار کر لیتا ہے اور بڑی خرابی ہے ان لوگوں کے لیے جو گائے اور بیل کی طرح (مختلف مزیدار کھانے کھانے کے لئے) اپنی زبان گھماتے ہیں اور اپنے خادم سے کہتے ہیں فلاں چیز اٹھا لے اور فلاں چیز رکھ دے اور کھانے میں ایسے لگتے ہیں کہ اللہ کا ذکر بالکل نہیں کرتے۔

[اخرجه ابن جریر عن ابراهیم بن شیبان کذا فی الکنز ۵:۶۶]

قوم کے بڑے اور محترم آدمی کا اکرام کرنا

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

ایک گھر میں تھے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھرا ہوا تھا۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو گئے انہیں دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں بائیں جانب دیکھا آپ کو بیٹھنے کی کوئی جگہ نظر نہ آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اٹھائی اور اسے لپیٹ کر حضرت جریر رضی اللہ عنہ کی طرف پھینک دیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے چادر لے کر اپنے سینے سے لگالی اور اسے چوم کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس کر دیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اکرام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [اخرجه الطبرانی فی الصغیر والاوسط قال الهیثمی ۸: ۱۵' وفیه عون بن عمرو القیسی وهو ضعیف]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) گھر میں حاضر ہوئے۔ گھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھرا ہوا تھا انہیں بیٹھنے کی کوئی جگہ نہ ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر ان کی طرف پھینکی اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے اسے لیا اور سینہ سے لگا کر اسے چوما اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسے اکرام فرمائے جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اکرام فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [عند الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸: ۱۶' رواہ الطبرانی فی الاوسط والبزار باختصار کثیر وفیه من لم اعرفهم۔ انتهٰی۔]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بھی تھے اور یہ سب حضرات زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عیینہ کے لیے گدا منگوایا اور انہیں اس پر بٹھایا اور فرمایا۔ جب تمہارے پاس کسی قوم کا بڑا اور قابل احترام آدمی آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۱۶' رواہ الطبرانی وفیه من لم اعرفهم]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے ایک تکیہ رکھ دیا لیکن یہ زمین پر ہی بیٹھے اور عرض کیا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ روئے زمین پر نہ تو برتری چاہتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور مسلمان ہو گئے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے (عدی کے لئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

سے اکرام کا جو منظر دیکھا ہے یہ کبھی بھی کسی کے لیے نہیں دیکھا۔ حضورؐ نے فرمایا ٹھیک کہتے ہو یہ ایک قوم کا بڑا اور محترم آدمی ہے اور جب کسی قوم کا بڑا اور محترم آدمی تمہارے پاس آئے تو تم اس کا اکرام کرو۔ [اخرجه العسكري و ابن عساكر كذا في الكنز ۵:۵۵]

حضرت ابوراشد عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی قوم کے سو آدمیوں کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئے تو ہم رک گئے اور میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا اے ابومغویہ! تم آگے بڑھو (اور حالات دیکھو) اگر تمہیں اچھے حالات نظر آئیں تو واپس آکر ہمیں بتانا تو ہم بھی ان کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے اور اگر تمہیں کچھ اچھے حالات نظر نہ آئیں تو پھر واپس آکر بتانا ہم اپنے علاقہ کو لوٹ جائیں گے۔ میں عمر میں ان سب سے چھوٹا تھا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر (جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا اور) کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! انعم صباحا آپ کی صبح اچھی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان اس طرح ایک دوسرے کو سلام نہیں کرتے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مسلمان ایک دوسرے کو کس طرح سلام کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم کسی مسلمان قوم کے پاس پہنچو تو یوں کہو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا نام کیا ہے اور تم کون ہو؟ میں نے کہا میں ابومغویہ عبداللات والعزیٰ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (یہ کنیت اور نام ٹھیک نہیں ہے) بلکہ تم ابوراشد عبدالرحمٰن ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا اکرام فرمایا اور مجھے اپنے پاس بٹھایا اور مجھے اپنی چادر پہنائی اور اپنی جوتی اور لاٹھی مجھے عطا فرمائی پھر میں مسلمان ہو گیا۔ پاس بیٹھے ہوئے چند لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم دیکھ رہے ہیں آپ اس آدمی کا بہت اکرام فرما رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار اور عزت والا آدمی ہے (اس لیے میں نے اتنا اکرام کیا ہے) جب تمہارے پاس کسی قوم کا سردار آئے تو تم اس کا اکرام کرو آگے اور حدیث بھی ہے۔

[اخرجه الدولابي في الكنز ۱:۳۱، واخرجه ابن منده من هذا الوجه مختصراً وابن السكن كما في الاصابة ۲:۳۰۹، واخرجه ايضاً عقيلي كما في منتخب الكنز ۵:۲۱۶]

قوم کے سردار کی دل جوئی کرنا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تم جعیل کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں

نے کہا مجھے تو وہ اور لوگوں کی طرح مسکین نظر آتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا تم فلاں کو کیسا سمجھتے ہو؟ میں نے کہا وہ تو سردار لوگوں میں سے ایک سردار ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر ان جیسوں سے ساری زمین بھر جائے تو ایک جعیل ان سب سے بہتر ہے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں ہے تو ایسا لیکن آپ ﷺ اس کا بہت اکرام کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ اپنی قوم کا سردار ہے۔ میں دل جوئی کے لیے اس کا اتنا اکرام کرتا ہوں۔

[اخرجه ابونعيم ١: ٣٥٣، كذا في الكنز ٣: ٣٢٠، واخرجه الروياني في مسنده و ابن عبدالحكم في فتوح مصر و اسناده صحيح واخرجه ابن حبان من وجه آخر عن ابي ذر لكن لم يسم جعيلا واخرجه البخاري من حديث سهل بن سعد فانهم جعيلا و اباذر]

حضرت محمد بن ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے حضرت عیینہ بن حصن اور حضرت اقرع بن حابس کو سو سو (اونٹ) دیئے ہیں اور حضرت جعیل کو آپ ﷺ نے چھوڑ دیا (انہیں کچھ نہ دیا) حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر عیینہ اور اقرع سے ساری زمین بھر جائے تو جعیل بن سراقہ ان سب سے بہتر ہے لیکن میں ان دونوں کی دلجوئی کر رہا ہوں اور جعیل کو ان کے ایمان کے سپرد کرتا ہوں (کہ اللہ ان کی مدد کریں گے) [رواه ابن اسحاق في المغازي وهذا مرسل حسن كذا في الاصابة ١: ٢٣٩، واخرجه ابونعيم في الحلية ١: ٣٥٣، عن محمد بن ابراهيم نحوه]

حضور ﷺ کے گھر والوں کا اکرام کرنا

حضرت یزید بن حبان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں، حضرت حصین بن سبرہ اور حضرت عمرو بن مسلم تینوں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گئے۔ جب ہم ان کے پاس بیٹھ گئے تو حضرت حصین نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ آپ نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے ان کی حدیث کو سنا ہے ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے ہیں ان کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں اے حضرت زید! آپ نے بہت زیادہ خیر کی باتیں دیکھی ہیں۔ اے حضرت زید! حضور ﷺ سے سنی ہوئی کوئی حدیث ہمیں بھی سنا دیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! اللہ کی قسم! میری عمر زیادہ ہوگئی۔ بہ اور بڑا عرصہ

گزر گیا ہے۔ حضور ﷺ کی جو باتیں میں نے یاد کی تھیں اور سمجھی تھیں ان میں سے کچھ بھول گئی ہیں۔ لہٰذا جو حدیث میں تمہیں سناؤں وہ تو تم سن لو اور جو میں تمہیں نہ سنا سکوں اس پر تم مجھے مجبور نہ کرو۔ پھر انہوں نے فرمایا ایک دن حضور ﷺ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان خم نامی چشمہ کے پاس ہم لوگوں میں کھڑے ہو کر بیان فرمایا پہلے اللہ کی حمد و ثنا بیان کی پھر وعظ و نصیحت فرمائی پھر فرمایا:

''اما بعد اے لوگو! غور سے سنو! میں ایک بشر ہی ہوں عنقریب میرے رب کا قاصد (ملک الموت) مجھے بلانے آئے گا جس پر میں چلا جاؤں گا۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں' ایک اللہ کی کتاب (یعنی قرآن مجید) ہے اس میں ہدایت اور نور ہے لہٰذا اللہ کی کتاب کو لو اور اسے مضبوطی سے پکڑو پھر آپ نے قرآن کے بارے میں خوب ترغیب دی۔ پھر فرمایا دوسری چیز میرے گھر والے ہیں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ میں تمہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔''

حضرت حصین نے پوچھا اے حضرت زید! حضور ﷺ کے گھر والے کون ہیں؟ کیا حضور ﷺ کی بیویاں حضور ﷺ کے گھر والوں میں سے نہیں ہیں؟ انہوں نے کہا حضور ﷺ کی بیویاں حضور ﷺ کے گھر والوں میں سے ہیں۔ لیکن حضور ﷺ کے اصل گھر والے وہ ہیں جن کو حضور ﷺ کے بعد زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے۔ حضرت حصین نے پوچھا وہ کون ہیں؟ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا آل علی' آل عقیل' آل جعفر اور آل عباس ہیں۔ حضرت حصین نے پوچھا کیا ان سب کو زکوٰۃ صدقہ لینا حرام ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔

[اخرجه مسلم كذا فى رياض الصالحين واخرجه ايضاً ابن جرير كما فى منتخب الكنز ۵:۹۵]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت محمد ﷺ کے گھر والوں کے بارے میں حضور ﷺ کی نسبت کا خیال رکھو۔

[اخرجه البخاری كذا فى منتخب الكنز ۵:۹۴]

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے آپ ﷺ کے پہلو میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے ان کو دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بیٹھنے کی جگہ بنا دی۔

چنانچہ وہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ اس پر حضور ؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا فضیلت والوں کی فضیلت کو فضیلت والے ہی جانتے ہیں۔ پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے بات کرنے لگے تو حضور ﷺ نے اپنی آواز کو بہت ہی زیادہ پست کرلیا۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کو اچانک سخت بیماری پیش آ گئی ہے (جس کی وجہ سے حضور ﷺ آواز اونچی نہیں کر پا رہے ہیں) میرے دل کو اس بیماری سے سخت پریشانی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے باتیں کرتے رہے اور جب کام پورا ہو گیا تو وہ واپس چلے گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ﷺ کو ابھی کوئی بیماری پیش آ گئی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی آواز بہت پست کرلی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا حضرت جبرائیل (علیہ السلام) نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آیا کریں تو میں اپنی آواز پست کرلیا کروں جیسے حضرت جبرائیل نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم میرے سامنے اپنی آواز پست کرلیا کرو۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۶۸]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ کی مجلس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لیے بیٹھنے کی ایک خاص جگہ تھی وہاں سے وہ صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لیے اٹھا کرتے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے اس اکرام سے حضور ﷺ کو بہت خوش ہوتی تھی۔ ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے انہیں دیکھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کے چچا سامنے سے آ رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا یہ عباس سامنے آ رہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں لیکن ان کی اولاد ان کے بعد کالے کپڑے پہنے گی اور ان کی اولاد میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔ جب حضرت عباس پہنچ گئے تو انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو کچھ فرمایا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا میں نے ان کو خیر کی ہی بات کہی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ آپ ﷺ ہمیشہ خیر ہی کی بات فرمایا کرتے ہیں (لیکن ذرا مجھے بتا دیں کہ آپ ﷺ نے کیا فرمایا ہے) حضور ﷺ

نے فرمایا۔ میں نے کہا تھا میرے چچا عباس آ رہے ہیں انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے ہیں اور ان کی اولاد ان کے بعد سیاہ کپڑے پہنے گی اور ان میں سے بارہ آدمی بادشاہ بنیں گے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۹:۲۷۰' رواه الطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار وفیه جماعة لم اعرفهم- انتهٰی واخرجه ابن عساکر عن ابن عباس مختصراً کما فی منتخب الکنز ۵:۲۱۱' وقال لم ار فی سنده من تکلم فیه]

حضرت جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے دادا (جو کہ صحابی ہیں) فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجلس میں تشریف فرما ہوتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف' حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں طرف اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھتے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی راز کی باتیں لکھا کرتے تھے۔ جب حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ آتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور وہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھ جاتے۔

[عند ابن عساکر ایضاً عن جعفر بن محمد عن ابیه عن جده رضی الله عنهم کذا فی منتخب الکنز ۵:۲۱۴]

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ غصہ میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات پیش آئی؟ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم بنو ہاشم کا اور قریش کا کیا بنے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہیں ان کی طرف سے کیا بات پیش آئی ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا جب وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو بڑی بشاشت سے کھل کر ملتے ہیں اور ہم سے ملتے وقت ان کی یہ حالت نہیں ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا غصہ آ گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کی رگ پھول گئی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ کم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے! کسی آدمی کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ و رسول کی وجہ سے محبت نہ کرے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے کہ مجھے عباس کے بارے میں تکلیف دیتے ہیں آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔ [اخرجه الحاکم]

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ

قریشی لوگ آپس میں ہنس مکھ اور اچھے چہرے کے ساتھ ملتے ہیں اور ہم سے ایسے اجنبی چہروں کے ساتھ ملتے ہیں کہ جیسے ہم ان کو جانتے نہ ہوں۔ حضور ﷺ کو یہ سن کر بہت زیادہ غصہ آ گیا اور آپ ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! آدمی کے دل میں ایمان اسی وقت داخل ہوگا جب وہ تم (بنو ہاشم) سے اللہ ورسول کی وجہ سے محبت کرے گا۔

[عند الحاكم ۳: ۳۳۳]

حضرت عصمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ مسجد میں گئے تو انہیں لوگوں کے چہروں پر ناگواری نظر آئی۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں گھر واپس گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! نہ معلوم مجھ سے کیا قصور ہو گیا ہے جب بھی مسجد میں جاتا ہوں مجھے لوگوں کے چہروں پر ناگواری نظر آتی ہے۔ آپ مسجد میں تشریف لائے اور فرمایا اے لوگو! جب تک تم عباس سے محبت نہیں کرو گے اس وقت تک تم مؤمن نہیں بن سکو گے۔

[عند الطبراني قال الهيثمي ۹: ۲۶۹، وفيه الفضل بن المختار وهو ضعيف]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا ان کی سب سے پہلے حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا اگر تو ایسا ہوتا تو ایسا ہوتا، پر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سخت باتیں کہہ دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور آپ کا حضور ﷺ کے ہاں جو مرتبہ ہے اگر اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ پھر یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنا راستہ لیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چلتے چلتے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچ گئے اور انہیں جا کر ساری بات بتائی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور (دونوں چل پڑے اور) دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے مجھے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے بھیجا میری سب سے پہلے ملاقات آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے کہا اے ابوالفضل! اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیں۔ اس پر انہوں نے مجھے ایسا اور ویسا کہا اور خوب ڈانٹا اور مجھے سخت باتیں کہیں۔ میں نے ان

سے کہا اگر اللہ کا ڈر نہ ہوتا اور حضور ﷺ کے ہاں جو آپ کا مرتبہ ہے اس کا خیال نہ ہوتا تو میں بھی آپ کی کچھ باتوں کا ویسا ہی جواب دیتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ان کا اکرام کیا ہے اللہ تمہارا اکرام فرمائے کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ آدمی کا چچا اس کے باپ کی مانند ہوتا ہے۔ عباس سے زکوٰۃ کے بارے میں بات نہ کرو کیونکہ ہم ان سے دو سال کی زکوٰۃ پہلے ہی لے چکے ہیں۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فی منتخب الكنز ۵: ۲۱۴ واخرجه ابن سعد ۴: ۲۷ عن قتادة مختصراً]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے والد (عبد المطلب) کا تذکرہ کیا اور ان کے والد کی بے عزتی کی۔ اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو تھپڑ مار دیا۔ لوگ جمع ہو گئے اور کچھ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! جیسے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے تھپڑ مارا ہے ایسے ہی ہم حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو ضرور تھپڑ ماریں گے۔ جب حضور ﷺ کو اس قصہ کا پتا چلا تو آپ ﷺ نے لوگوں میں بیان فرمایا اور لوگوں سے پوچھا بتاؤ اللہ کے ہاں لوگوں میں سب سے زیادہ باعزت آدمی کون ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا سنو! عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں (ہم دونوں کا آپس میں بہت زیادہ تعلق ہے) ہمارے خاندان کے جو لوگ مر چکے ہیں انہیں برا بھلا مت کہو اس سے ہمارے خاندان کے زندوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ [اخرجه الحاكم ۳: ۳۲۹ قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه و قال الذهبی صحيح]

ابن عساکر نے ایسی ہی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے استغفار کریں (ہم سے غلطی ہو گئی ہے) چنانچہ حضور ﷺ نے ان کے لیے اللہ سے استغفار فرمایا۔

[كذا فی منتخب الكنز ۵: ۲۱۱ واخرجه ابن سعد ۴: ۲۴ عن ابن عباس نحو رواية ابن عساكر]

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اپنے اپنے زمانہ خلافت میں یہ دستور تھا کہ جب یہ حضرات سواری پر سوار ہو کر کہیں جا رہے ہوتے اور راستہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہو جاتی تو یہ حضرات (ان کے اکرام میں) سواری سے نیچے اتر جاتے اور سواری کی لگام پکڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیدل چلتے رہتے اور انہیں ان کے

گھر یا ان کی بیٹھک تک پہنچا کر پھر ان سے جدا ہوتے۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۷: ۶۹]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بہت سے نئے قانون بنائے ان میں سے ایک قانون یہ بھی تھا کہ ایک آدمی نے ایک جھگڑے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ حقارت آمیز معاملہ کیا۔ اس پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کی پٹائی کی۔ کسی نے اس پر اعتراض کیا تو اس سے فرمایا کیا یہ ہو سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے چچا کی تعظیم فرمائیں اور میں ان کی تحقیر کی اجازت دے دوں؟ اس آدمی کی اس گستاخی کو جو اچھا سمجھ رہا ہے وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے اس نئے قانون کو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے بہت پسند کیا (کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے گستاخ کی پٹائی ہوگی۔)

[اخرجه سیف و ابن عساکر کذا فی منتخب الکنز ۵: ۲۱۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چاروں طرف بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سامنے سے آئے انہوں نے آ کر سلام کیا اور کھڑے ہو کر اپنے بیٹھنے کی جگہ دیکھنے لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے چہروں کو دیکھنے لگے کہ ان میں سے کون حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جگہ دیتا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنی جگہ سے ذرا ہٹ کر کہا اے ابوالحسن! یہاں آ جاؤ۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ آگے آئے اور اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔ ہمیں ایک دم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر خوشی کے آثار نظر آئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا فضیلت والے کے مقام کو فضیلت والا ہی جانتا ہے۔ [اخرجه ابن الاعرابی کذا فی البدایة ۷: ۳۵۹]

حضرت رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں (کوفہ کے محلّہ) رحبہ میں ایک جماعت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور انہوں نے کہا السلام علیک یا مولانا (اے ہمارے آقا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ تو عرب ہو میں تمہارا آقا کیسے بن سکتا ہوں؟ (عجمی لوگ غلام ہوا کرتے ہیں عرب نہیں) انہوں نے کہا ہم نے غدیر خم کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں جس کا آقا اور دوست ہوں لہذا یہ (علی رضی اللہ عنہ) بھی اس کا آقا اور دوست ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے آقا تھے۔ لہذا آپ بھی ہمارے آقا ہوئے) حضرت رباح کہتے ہیں یہ لوگ چلے گئے تو

میں ان کے پیچھے گیا اور میں نے پوچھا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ تو لوگوں نے یہ بتایا کہ یہ انصار کے کچھ لوگ ہیں جن میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔

[اخرجه احمد والطبرانی قال الهيثمی ۹: ۱۰۴، رجال احمد ثقات]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک لشکر میں بھیجا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہمارا امیر بنایا۔ جب ہم سفر سے واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم نے اپنے امیر کو کیسا پایا؟ تو میں نے یا کسی اور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی شکایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کردی۔ میری عادت اکثر زمین کی طرف دیکھنے کی تھی میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور (غصہ کی وجہ سے) سرخ ہو چکا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمارہے ہیں جس کا میں دوست ہوں علی بھی اس کے دوست ہیں۔ میں نے عرض کیا آئندہ میں آپ کو کبھی بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تکلیف نہیں پہنچاؤں گا۔ [اخرجه البزار قال الهيثمی ۹: ۱۰۸، رواه البزار ورجاله رجال الصحيح]

حضرت عمرو بن شاس رضی اللہ عنہ صلح حدیبیہ میں شریک ہوئے تھے وہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو گھڑ سواروں کی ایک جماعت میں یمن بھیجا میں بھی ان کے ساتھ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سفر میں مجھ سے کچھ اعراض برتا جس سے مجھے دل ہی دل میں ان پر غصہ آ گیا۔ جب میں مدینہ واپس آیا تو مدینہ کی مختلف مجلسوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شکایت کی اور جو ملتا اس سے ان کی شکایت کر دیتا ایک دن میں سامنے سے آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی طرف دیکھ رہا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے رہے یہاں تک کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمرو! غور سے سنو! اللہ کی قسم تم نے مجھے اذیت پہنچائی ہے میں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون میں اس بات سے اللہ اور اسلام کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچاؤں۔ آپؐ نے فرمایا جس نے علی کو اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی۔ [اخرجه ابن اسحاق وقد رواه الامام احمد عن عمرو بن شماس فذكره كذا في البداية ۷: ۳۴۶، قال الهيثمی ۹: ۱۲۹، رواه احمد والطبرانی باختصار والبزار اخصر منه رجال احمد ثقات، انتهى]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں مسجد میں بیٹھا ہوا تھا میرے ساتھ دو آدمی اور تھے ہم سب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازیبا بات کہہ دی۔ اتنے میں سامنے سے

حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کے چہرۂ انور پر صاف غصہ نظر آرہا تھا۔ میں حضور ﷺ کے غصہ سے اللہ کی پناہ چاہنے لگ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگوں کو کیا ہوا کہ مجھے تکلیف پہنچاتے ہو جس نے علی کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔ [اخرجه ابویعلی کذا فی البدایة ۷:۳۴۷، قال الهیثمی ۹:۱۲۹، رواه ابویعلی والبزار باختصار ورجال ابی یعلی رجال الصحیح غیر محمود بن خداش وقنان وهما ثقتان، انتهی]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی برائی کا تذکرہ کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضور ﷺ کی قبر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کہا تم اس قبر والے کو جانتے ہو۔ یہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں اور وہ علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب ہیں (حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے چچا زاد بھائی ہیں) ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ خیر کے ساتھ کیا کرو کیونکہ اگر تم ان کو تکلیف پہنچاؤ گے تو اس ذات اقدس کو قبر میں تکلیف پہنچاؤ گے۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵:۴۸]

حضرت ابوبکر بن خالد بن عرفطہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے ان سے پوچھا کہ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ آپ لوگوں کو کوفہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے پر مجبور کیا جاتا ہے تو کیا آپ نے ان کو کبھی برا بھلا کہا ہے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی پناہ! اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں سعد کی جان ہے! میں نے حضور ﷺ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان کے بارے میں کچھ ایسے فضائل سنے ہیں کہ اگر میرے سر کی مانگ پر آرہ بھی رکھ دیا جائے تو بھی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا نہیں کہوں گا۔

[اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۹:۱۳۰]

حضرت عامر بن سعد بن ابی وقاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ سنایا کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما نے مجھے حکم دیا اور یوں کہا آپ ابوتراب (حضرت علی رضی اللہ عنہ) کو برا بھلا کیوں نہیں کہتے؟ میں نے کہا حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں تین ایسی باتیں ارشاد فرمائی ہیں کہ اگر مجھے ان میں سے ایک بات بھی مل جاتی تو مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہوتی اور یہ تین باتیں مجھے جب تک یاد ہیں میں ان کو برا بھلا نہیں کہہ سکتا۔ ایک غزوہ میں (یعنی غزوۂ تبوک میں) جاتے ہوئے حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنی

جگہ پیچھے چھوڑنا چاہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے عورتوں اور بچوں کے ساتھ پیچھے چھوڑ کر جارہے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس بات پر راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جاؤ جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے۔ ہاں اتنی بات ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا اور غزوۂ خیبر میں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آج میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں۔ یہ فضیلت سن کر مجھے بہت شوق ہوا کہ یہ جھنڈا مجھے مل جائے اور اس شوق میں اپنا سر بار بار اٹھاتا (کہ شاید اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بلا کر جھنڈا دے دیں) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علی کو بلا کر میرے پاس لاؤ۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے تو ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں پر لعاب مبارک لگایا اور پھر جھنڈا انہیں دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی اور جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ أَبْنَاءَنَا وَأَبْنَاءَكُمْ وَنِسَاءَنَا وَنِسَاءَكُمْ وَأَنْفُسَنَا وَأَنْفُسَكُمْ﴾

[سورۃ آل عمران آیت:۶۱]

''تو آپ فرما دیجئے کہ آ جاؤ ہم (اور تم) بلا لیں اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور خود اپنے نفسوں کو اور تمہارے نفسوں کو پھر (ہم سب مل کر) خوب دل سے دعا کریں اس طور پر کہ اللہ کی لعنت بھیجیں ان پر جو (اس بحث میں) حق پر ہوں۔''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی، حضرت فاطمہ، حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہم کو بلایا اور فرمایا اے اللہ! یہ میرے گھر والے ہیں۔ [اخرجہ احمد و مسلم والترمذی]

حضرت ابو نجیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حج کو آئے تو انہوں نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا اے ابو اسحاق! غزوات کی مشغولی کی وجہ سے کئی سالوں سے ہم لوگ حج نہ کر سکے جس کی وجہ سے ہم حج کی بہت سی سنتیں بھولتے جا رہے ہیں لہٰذا آپ طواف کریں ہم بھی آپ کے ساتھ طواف کریں گے۔ طواف کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ان کو اپنے ساتھ دارالندوہ لے گئے اور انہیں اپنے ساتھ اپنے تخت پر بٹھایا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تذکرہ

شروع کر دیا اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں نا مناسب کلمات کہنے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے مجھے اپنے گھر میں لا کر اپنے تخت پر بٹھایا پھر آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگ گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! حضرت علی رضی اللہ عنہ میں تین ایسی باتیں پائی جاتی ہیں کہ اگر ان میں سے ایک بھی مجھے مل جائے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ غزوہ تبوک میں جاتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے تھے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جنگ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا میں آج جھنڈا ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے محبت کرتے ہیں اللہ اس کے ہاتھوں فتح نصیب فرمائیں گے اور وہ میدان سے بھاگنے والا آدمی نہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے بارے میں یہ کلمات فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا۔ تیسری بات یہ ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ہیں اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا داماد ہوتا اور میری شادی ان کی بیٹی سے ہوتی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح میرے ان سے بیٹے ہوتے تو یہ مجھے ساری دنیا کے مل جانے سے زیادہ محبوب ہوتا میں آج کے بعد کبھی تمہارے گھر نہیں آؤں گا۔ یہ فرما کر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر جھاڑی اور باہر تشریف لے گئے۔

[عند ابی زرعة الدمشقی عن عبد اللہ بن ابی نجیح عن ابیہ کذا فی البدایة ۷: ۳۴۰، ۳۴۱]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا جاتا ہے؟ میں نے کہا اللہ کی پناہ سبحان اللہ یا اس جیسا اور کلمہ میں نے کہا۔ انہوں نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے علی کو برا بھلا کہا اس نے مجھے برا بھلا کہا۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۹: ۱۳۰ رجاله رجال الصحیح غیر ابی عبد اللہ الجدلی وهو ثقة]

حضرت ابو عبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھ سے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم سب کے بیچ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا نہیں کہا جاتا؟ میں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے برا بھلا کہا جا سکتا

ہے؟ انہوں نے فرمایا کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور ان سے محبت کرنے والوں کو برا بھلا نہیں کہا جاتا حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے محبت فرماتے تھے۔

[عند الطبرانی و ابی یعلی قال الهیثمی رجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی عبداللّٰہ وهو ثقة واخرجه ابن ابی شیبة عن ابی عبد اللّٰہ کما فی المنتخب ۵:۴۶]

حضرت ابوصادق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تھا وہی میرا خاندان ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین تھا وہی میرا دین ہے لہٰذا جو میری بے عزتی کر رہا ہے وہ حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے عزتی کر رہا ہے۔

[اخرجه الخطیب فی المتفق وابن عساکر کذا فی المنتخب ۵:۴۶]

حضرت عبدالرحمن اصبہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آئے (یہ ابھی کم عمر بچے تھے) انہوں نے کہا آپ میرے نانا ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم ٹھیک کہہ رہے ہو یہ تمہارے نانا ابا کے بیٹھنے کی جگہ ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے انہیں اپنی گود میں بٹھا لیا اور رو پڑے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! یہ بچہ میرے کہنے کی وجہ سے نہیں کہہ رہا (بلکہ یہ اپنی طرف سے کہہ رہا ہے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم! مجھے آپ پر کوئی شبہ نہیں۔ [اخرجه ابونعیم]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر خطبہ دے رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے منبر پر چڑھ کر کہا آپ میرے نانا ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بات ہمارے مشورہ کے بغیر ہوئی ہے۔

[عند ابن سعد کذا فی الکنز ۳:۱۳۲]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منبر پر بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کھڑے ہو کر کہا کہ آپ میرے نانا ابا کے منبر سے نیچے اتر آئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک یہ تمہارے نانا ابا کا منبر ہے میرے باپ کا نہیں ہے لیکن ایسا کرنے کو تمہیں کس نے کہا؟ اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اسے کسی نے نہیں کہا (پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا) او دھوکہ باز! میں

تیری خوب پٹائی کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بھتیجے کو کچھ نہ کہنا۔ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے یہ اس کے نانا ابا کا منبر ہے۔ [اخرجه ابن عساكر قال ابن كثير سنده ضعيف كذا فى الكنز ٧: ١٠٥]

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں منبر پر چڑھ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اور میں نے ان سے کہا میرے نانا ابا کے منبر سے آپ نیچے اتر جائیں اور اپنے والد کے منبر پر تشریف لے جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے باپ کا تو کوئی منبر نہیں یہ کہہ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پاس بٹھا لیا۔ پھر وہ منبر سے اتر کر مجھے اپنے گھر لے گئے اور مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تمہیں یہ کس نے سکھایا تھا؟ میں نے کہا کسی نے نہیں۔ انہوں نے فرمایا اگر تم ہمارے پاس آیا جایا کرو تو بہت اچھا ہوگا۔ چنانچہ میں ایک دن ان کے ہاں گیا تو وہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور میں نے دیکھا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما دروازے پر کھڑے ہیں انہیں بھی اجازت نہیں ملی ہے یہ دیکھ کر میں واپس آ گیا۔ اس کے بعد جب ان سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس آتے کیوں نہیں؟ میں نے کہا میں ایک دن آیا تھا آپ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے تنہائی میں بات کر رہے تھے اور آپ کے بیٹے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو بھی اجازت نہیں ملی تھی میں نے دیکھا کہ وہ واپس چلے گئے اس لیے میں بھی واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ تم عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت ملنے کے حق دار ہو کیونکہ ہمارے سروں پر جو یہ تاج شرافت آج نظر آ رہا ہے۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانہ کی برکت سے دیا ہے اور پھر میرے سر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شفقتاً ہاتھ رکھا۔

[عند ابن سعد و ابن راهويه والخطيب كذا فى الكنز ٧: ١٠٥۔ قال فى الاصابة ١: ٣٣٣، سنده صحيح]

حضرت عقبہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے چند دن بعد میں عصر کی نماز پڑھ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد سے باہر نکلا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ چل رہے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزر ہوا وہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنے کندھے پر بٹھا لیا اور یہ شعر پڑھنے لگے

بِاَبِیْ شَبِیْهٌ بِالنَّبِیِّ

لَيْسَ شَبِيهًا بِعَلِيِّ

''اس بچہ پر میرا باپ قربان ہو اس کی شکل و صورت نبی کریم ﷺ سے ملتی جلتی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہیں ملتی۔''

حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ سن کر ہنس رہے تھے۔

[عند ابن سعد وابن راهويه والخطيب كذا في الكنز ۷: ۱۰۵' قال في الاصابة ۱: ۳۳۰' سنده صحيح]

حضرت عمیر بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے ملاقات ہوئی تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ اپنے پیٹ کی اس جگہ سے کپڑا اٹھا دیں جس جگہ کا بوسہ لیتے ہوئے میں نے حضور ﷺ کو دیکھا ہے۔ چنانچہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھایا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کے پیٹ کا بوسہ لیا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ان کی ناف کا بوسہ لیا۔

[قال الهيثمي ۹: ۱۷۷' رواه احمد والطبراني الا انه قال فكشف عن بطنه ووضع يده على سرته ورجالهما رجال الصحيح غير عمير بن اسحاق و هو ثقة واخرجه ابن النجار عن عمير كما في الكنز ۷: ۱۰۴' وفيه فوضع فمه على سرته]

حضرت مقبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما وہاں سے گزرے۔ انہوں نے سلام کیا لوگوں نے سلام کا جواب دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ تھے لیکن انہیں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے گزرنے اور سلام کرنے کا پتہ نہیں چلا۔ کسی نے ان سے کہا یہ سلام حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ نے کیا تھا وہ فوراً ان کے پیچھے گئے اور ان سے کہا اے میرے سردار! وعلیک السلام کسی نے ان سے پوچھا آپ انہیں اے میرے سردار کہہ رہے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ سردار ہیں۔

[قال الهيثمي ۹: ۱۷۸' رجاله ثقات واخرجه ايضاً ابويعلى وابن عساكر عن سعيد المقبري نحوه كما في الكنز ۷: ۱۰۴' واخرجه الحاكم ۳: ۱۶۹' و صححه]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مرض الوفات میں مروان ان کے پاس آیا اور اس نے کہا جب سے ہم آپ کے ساتھ رہ رہے ہیں اس وقت سے آج تک مجھے آپ کی کسی بات پر غصہ نہیں آیا بس اس بات پر غصہ آیا ہے کہ آپ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت کرتے ہیں۔

یہ سنتے ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ ہم لوگ ایک سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے راستہ میں ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے رونے کی آواز سنی وہ دونوں اپنی والدہ کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تیزی سے چل کران کے پاس پہنچے اور فرمایا میرے بیٹوں کو کیا ہوا؟ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا پیاس کی وجہ سے رو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیچھے مشکیزہ کی طرف ہاتھ بڑھا کر پانی دیکھا (لیکن اس میں پانی نہیں تھا) اس دن پانی بہت کم تھا لوگوں کو تھوڑا تھوڑا پانی مل رہا تھا۔ لوگ بھی پانی تلاش کررہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا کسی کے پاس پانی ہے؟ اس اعلان پر ہر آدمی نے اپنے پیچھے اپنے مشکیزہ کو ہاتھ لگا کر دیکھا کہ اس میں پانی ہے یا نہیں لیکن کسی کو بھی پانی کا ایک قطرہ نہ ملا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (اے فاطمہ!) ایک بچہ مجھے دے دو۔ انہوں نے پردے کے نیچے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک بچہ دے دیا بچہ دیتے ہوئے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بازوؤں کی سفیدی مجھے نظر آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو لے کر اپنے سینہ سے لگایا وہ بچہ رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان مبارک نکالی تو وہ بچہ اسے چوسنے لگ گیا اور چوستے چوستے چپ ہوگیا اور مجھے اس کے رونے کی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی (اس نے رونا چھوڑ دیا تھا) دوسرا بچہ ویسے ہی رو رہا تھا چپ نہیں کر رہا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دوسرا بھی مجھے دے دو۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے دوسرا بچہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر اس کے ساتھ بھی ویسے ہی کیا وہ بھی چپ ہوگیا اور مجھے کسی کے رونے کی آواز نہیں آ رہی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا چلو۔ چنانچہ عورتوں کی وجہ سے ہم ادھر ادھر چلے گئے (تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عورتوں کے ساتھ ہمارا اختلاط نہ ہو ہم لوگ وہاں سے چل دیئے اور) راستہ کے درمیانی حصہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دوبارہ جا ملے۔ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ مشفقانہ رویہ دیکھا ہے تو میں ان دونوں سے کیوں نہ محبت کروں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۱۸۱، رواه الطبرانی ورجاله ثقات]

علماء کرام بڑوں اور دینی فضائل والوں کا اکرام کرنا

حضرت عمار بن ابی عمار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے

لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب ہاتھ سے پکڑ لی۔ اس پر حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں (میری رکاب نہ پکڑیں) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے عرض کیا ہمیں اس کا حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے علماء اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کریں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ذرا مجھے اپنا ہاتھ دکھائیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنا ہاتھ نکالا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسے چوما اور فرمایا ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے ساتھ ایسے اکرام کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

[اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز ۷:۳۷]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سوار ہونے لگے تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کی رکاب پکڑ لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے! آپ ایک طرف ہو جائیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا نہیں۔ ہم علماء کے ساتھ اور بڑوں کے ساتھ ایسے ہی (اکرام کا معاملہ) کیا کرتے ہیں۔

[عند يعقوب بن سفيان باسناد صحيح كذا في الاصابة ۱:۵۶۱' واخرجه الطبراني عن الشعبي نحوه ورجاله رجال الصحيح غير رزين الرماني وهو ثقة كما قال الهيثمي ۹:۳۴۵' واخرجه ابن سعد ۴:۱۷۵' نحوه واخرجه الحاكم ۳:۴۲۳' عن ابي سلمة نحوه وصححه على شرط مسلم و يعقوب بن سفيان عن الشعبي نحوحديث عمار بن ابي عمار كما في الاصابة ۲:۳۳۲]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کی رکاب پکڑ لی اور یوں کہا ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنے تعلیم دینے والوں اور اپنے بڑوں کی رکاب پکڑا کریں۔

[عند ابن النجار كذا في الكنز ۷:۳۸]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ؐ حضرت ابوبکرؓ حضرت عمر اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ کے پاس ایک پیالہ لایا گیا جس میں پینے کی کوئی چیز تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پیالہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو دیا۔ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پیالہ پر مجھ سے زیادہ حق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ تم لے لو۔ انہوں نے لے کر پینے سے پہلے عرض کیا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ صلی اللہ علیہ وسلم لے لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم پیو کیونکہ برکت ہمارے بڑوں کے

ساتھ ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۱۵، وفیه علی بن یزید الهانی و هو ضعیف]

حضرت رافع بن خدیج اور حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عبداللہ بن سہل اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہما خیبر گئے اور کھجوروں کے ایک باغ میں ایک دوسرے سے الگ ہو گئے۔ کسی نے حضرت عبداللہ بن سہل کو قتل کر دیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن سہل، حضرت حویصہ بن مسعود اور حضرت محیصہ بن مسعود رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگے تو حضرت عبدالرحمٰن نے بات شروع کی یہ ان سب میں چھوٹے تھے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑوں کی بڑائی قائم کرو۔ یحییٰ راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب یہ تھا کہ جو عمر میں بڑا ہے وہ بات کرے۔ چنانچہ ان حضرات نے اپنے مقتول ساتھی کے بارے میں بات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگوں کے قبیلے کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو تم اپنے مقتول کے قصاص کے حقدار بن سکتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا یہ ایسا واقعہ ہے جسے ہم نے دیکھا نہیں ہے (اس لیے ہم قسم نہیں کھا سکتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر اگر یہود کے پچاس آدمی قسم کھالیں تو ان کے ذمہ قصاص نہیں آئے گا انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو کافر لوگ ہیں (یہ تو جھوٹی قسم کھالیں گے) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (جھگڑا ختم کرانے کے لئے) اپنے پاس سے ان کو دیت یعنی خون بہا دیا۔ [اخرجه البخاری]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (حضر موت میں) ہماری بڑی سلطنت تھی اور وہاں کے تمام لوگ ہماری بات مانتے تھے ہمیں وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت کی خبر ملی تو میں یہ سب کچھ چھوڑ کر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے شوق میں وہاں سے چل پڑا۔ میرے پہنچنے سے پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو میرے آنے کی خوشخبری سنا چکے تھے۔ جب میں آپ کی خدمت میں پہنچا تو میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے سلام کا جواب دیا اور اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر بٹھایا پھر آپ اپنے منبر پر تشریف لے گئے اور مجھے بھی اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر پہلے اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور تمام نبیوں پر درود بھیجا اتنے میں تمام لوگ آپ کے پاس جمع ہو چکے تھے آپ نے فرمایا اے لوگو! یہ وائل بن حجر تمہارے پاس دور دراز کے علاقے حضر موت سے اپنی خوشی سے آئے ہیں۔ کسی نے ان کو آنے پر مجبور نہیں کیا اور یہ اللہ اس کے

رسول ﷺ اور اس کے دین کے شوق میں آئے ہیں میں نے کہا (یا رسول اللہ ﷺ!) آپ ٹھیک فرما رہے ہیں۔ [اخرجه البزار قال الهيثمي ۹/ ۳۷۳ وفيه محمد بن حجر وهو ضعيف]

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پہنچا تو آپ نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) سے فرمایا یہ وائل بن حجر نہ تو تم لوگوں کے شوق میں آئے ہیں اور نہ تم لوگوں سے ڈر کر آئے ہیں بلکہ یہ تو اللہ اور رسول کی محبت میں آئے ہیں۔ حضور ﷺ نے اپنی چادر بچھا کر مجھے اس پر اپنے پہلو میں بٹھایا اور مجھے اپنے سینہ سے لگایا اور اپنے ساتھ منبر پر بٹھایا اور لوگوں میں بیان فرمایا اور فرمایا ان کے ساتھ نرمی سے پیش آؤ کیونکہ یہ ابھی اپنی سلطنت چھوڑ کر نئے نئے آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ میرے خاندان والوں نے جو کچھ میرا تھا وہ سب مجھ سے چھین لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جتنا انہوں نے لیا ہے وہ بھی تمہیں دوں گا اور اس کا دگنا اور بھی دے دوں گا۔ آگے اور بھی حدیث ذکر کی ہے۔

[عند الطبراني قال الهيثمي ۹:۳۷۴، رواه الطبراني من طريق ميمونة بنت حجر بن عبدالجبار عن عمتها ام يحيى بن عبد الجبار ولم اعرفها و بقية رجاله ثقات. انتهى]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا زخم ہرا ہو گیا اور اس میں سے خون بہنے لگا تو حضور ﷺ کھڑے ہو کر ان کے پاس گئے اور انہیں اپنے گلے سے لگالیا اور ان کے خون کے چھینٹے حضور ﷺ کے چہرے اور داڑھی پر پڑ رہے تھے جو بھی حضور ﷺ کو خون سے بچانے کی جتنی کوشش کرتا حضور ﷺ اتنے ہی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اور قریب ہو جاتے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ [اخرجه ابن سعد ۳:۴۲۶]

انصار کے ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو قریظہ کے بارے میں اپنا فیصلہ سنا دیا اور واپس آ گئے تو ان کا زخم پھٹ گیا (اور اس میں سے خون بہنے لگ گیا) حضور ﷺ کو جب اس کا پتہ چلا تو آپ ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کا سر لے کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے جسم کو ایک سفید کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ لیکن وہ کپڑا اتنا چھوٹا تھا کہ جب اسے چہرے پر ڈالا گیا تو ان کے دونوں پاؤں کھل گئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ گورے چٹے اور بھاری بھر کم آدمی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! سعد نے تیرے راستے میں خوب جہاد کیا ہے اور تیرے رسول کو سچا مانا ہے اور جو کام ان کے ذمہ لگا تھا وہ کام انہوں

نے اچھے طریقے سے پورا کر دیا ہے اس لیے تو ان کی روح کو اپنے دربار میں اس طرح قبول فرما جس طرح تو بہترین سے بہترین روح کو قبول فرماتا ہے۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی یہ دعا سنی تو آنکھیں کھول کر کہا السلام علیک یارسول اللہ ﷺ! غور سے سنیے! میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سر کو اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے تو کسی نے آ کر حضور ﷺ کو بتایا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے گھر والوں نے جب یہ دیکھا کہ آپ نے ان کا سر اپنی گود میں رکھ لیا ہے تو وہ گھبرا گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا (اب یہ تو دنیا سے جانے والے ہیں اور) اس وقت تم اس گھر میں جتنے ہوا تنے فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے سعد کی وفات پر حاضر ہونے کی اجازت مانگی ہے۔ راوی کہتے ہیں حضرت سعد کی والدہ رو رو کر یہ شعر پڑھنے لگیں۔

وَیْلُ اُمِّكَ سَعْدًا حَزَامَةً وَجِدًا

"اے سعد! تیری ماں کے لیے ہلاکت ہو تو تو ایسا تھا کہ ہر کام پوری احتیاط سے اچھی طرح کیا کرتا تھا اور پوری محنت کرتا تھا۔"

کسی نے ان کی والدہ سے کہا کیا آپ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا مرثیہ کہہ رہی ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ سچے شعر کہہ رہی ہے دوسرے لوگ جھوٹے شعر کہتے ہیں۔

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے رات کا کھانا رکھا گیا تا کہ آپ لوگوں کے ساتھ کھانا کھا لیں۔ آپ باہر تشریف لائے اور حضرت معیقیب بن ابی فاطمہ دوسی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی صحبت حاصل تھی وہ حبشہ ہجرت کر کے گئے تھے۔ ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا قریب آ کر یہاں بیٹھ جاؤ۔ اللہ کی قسم! اگر تمہارے علاوہ کسی اور کو کوڑھ کی یہ بیماری ہوتی تو وہ مجھ سے ایک نیزے کی مقدار دور بیٹھتا اس سے قریب نہ بیٹھتا۔

[اخرجه ابن سعد ۴/۸۶]

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دوپہر کے کھانے کے لیے بلایا۔ لوگ ڈر گئے۔ لوگوں میں حضرت معیقیب رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں کوڑھ کی بیماری تھی انہوں نے بھی لوگوں کے ساتھ کھانا شروع کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا تم اپنے سامنے اور اپنے قریب سے کھاؤ اگر تمہارے علاوہ کوئی اور ہوتا تو وہ میرے ساتھ اس پیالہ

میں نہ کھاتا بلکہ میرے اور اس کے درمیان ایک نیزے کا فاصلہ ہوتا۔ [عند ایضاً من وجه آخر]

حضرت عبدالواحد بن ابی عون دوسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ قبیلہ بنی دوس سے واپس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گئے اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک مدینہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر) جب عرب لوگ مرتد ہو گئے تو وہ مسلمانوں کے ساتھ گئے اور مرتدین کے ساتھ خوب جہاد کیا۔ طلیحہ اور سارے علاقہ نجد کے مرتدین سے فارغ ہو کر یہ حضرات یمامہ چلے گئے ان کے ساتھ ان کے بیٹے حضرت عمرو زخمی ہو گئے اور ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا۔ ایک مرتبہ یہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں کھانا لایا گیا حضرت عمرو ایک طرف کو ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا بات ہے؟ شاید تم اپنے کٹے ہوئے (زخمی) ہاتھ کی وجہ سے ایک طرف ہو گئے ہو۔ انہوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں اللہ کی قسم! میں اس وقت تک اس کھانے کو نہیں چکھوں گا جب تک تم اپنے ہاتھ سے کھانے کو آپس میں نہیں ملاؤ گے کیونکہ اللہ کی قسم! اس وقت یہاں جتنے لوگ ہیں ان میں سے ایک بھی تمہارے علاوہ ایسا نہیں ہے جس کے جسم کا کچھ حصہ جنت میں ہو (ایسے تو صرف تم ہی ہو) پھر حضرت عمرو رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے ساتھ جنگ یرموک میں گئے اور وہاں شہید ہو گئے۔

[اخرجه ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۴۸]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو خط میں یہ لکھا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ تم لوگوں کے سارے مجمع کو ایک دم اجازت دے دیتے ہو (ایسے نہ کرو بلکہ) جب تمہیں میرا یہ خط مل جائے تو پھر تم یہ ترتیب بناؤ کہ پہلے فضیلت و شرافت والے چیدہ چیدہ لوگوں کو اجازت دو۔ جب یہ لوگ بیٹھ جایا کریں پھر عام لوگوں کو اجازت دو۔

[اخرجه الدینوری کذا فی الکنز ۵:۵۵]

بڑوں کو سردار بنانا

حضرت حکیم بن قیس بن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ان کے والد حضرت قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ نے انتقال کے وقت اپنے بیٹوں کو یہ وصیت فرمائی:

”اللہ سے ڈرتے رہنا اور اپنے بڑے کو سردار بنانا کیونکہ جب کوئی قوم اپنے بڑے کو

سردار بناتی ہے تو وہ اپنے آباؤ اجداد کی ٹھیک طرح جانشین بنتی ہے اور جب وہ اپنے سب سے چھوٹے کو سردار بناتی ہے تو اس سے ان کا درجہ برابر والوں کی نگاہ میں کم ہو جاتا ہے اپنے پاس مال رکھو اور اسے حاصل کرو کیونکہ مال سے کریم اور سخی آدمی کو شرافت ملتی ہے اور اسی کے ذریعہ سے انسان کمینے اور کنجوس آدمی کا ضرورت مند نہیں رہتا اور لوگوں سے کچھ نہ مانگنا کیونکہ یہ انسان کے لیے کمائی کا سب سے ادنیٰ اور گھٹیا ذریعہ ہے (جسے سخت مجبوری میں ہی اختیار کرنا چاہیے) جب میں مر جاؤں تو مجھ پر نوحہ نہ کرنا کیونکہ حضور ﷺ پر کسی نے نوحہ نہیں کیا تھا اور جب میں مر جاؤں تو مجھے کسی ایسی جگہ دفن کرنا جس کا قبیلہ بنو بکر بن وائل کو پتہ نہ چل سکے (تاکہ وہ میری قبر کے ساتھ کوئی نامناسب حرکت نہ کر سکیں) کیونکہ میں زمانہ جاہلیت میں ان کو غافل دیکھ کر ان پر چھاپے مارا کرتا تھا۔" [اخرجه البخاری فی الادب ۵۴ واخرجه احمد ایضاً نحوه کما فی الاصابة ۳: ۲۵۳ واخرجه ابن سعد ۷: ۳۶ ایضاً نحوه]

حضرت علی بن حسین رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں مروان بن حکم کے پاس گیا تو اس نے کہا میں نے آپ کے والد سے زیادہ اچھی طرح غلبہ پانے والا کوئی نہیں دیکھا۔ جنگ جمل کے دن جونہی ہم لوگ شکست کھا کر بھاگے تو ان کے آدمی نے زور سے اعلان کیا کہ کسی بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور کسی زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے۔ [عند البیهقی ۸: ۱۸۱]

حضرت عبد خیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل (یعنی جو جنگ جمل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مخالف تھے ان) کے بارے میں پوچھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں جنہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی تھی اس لیے ہم نے ان سے جنگ کی تھی اب انہوں نے بغاوت سے توبہ کر لی ہے جسے ہم نے قبول کر لیا ہے۔ [عند البیهقی ۸: ۱۸۲]

حضرت محمد بن عمر بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا ہم ان مخالفوں پر کلمہ شہادت کی وجہ سے احسان کریں گے (یعنی انہیں قتل نہیں کریں گے) اور جو قتل ہو جائیں گے ان کے سامان اور ہتھیار کا وارث ان کے بیٹوں کو بنائیں گے (ہم نہیں لیں گے)

حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اہل جمل کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ مشرک ہیں؟ تو فرمایا شرک سے تو وہ بھاگ کر آئے ہیں پھر پوچھا گیا کیا وہ منافق ہیں؟

تو فرمایا منافق تو اللہ کا بہت کم ذکر کرتے ہیں (اور یہ لوگ تو اللہ کا بہت ذکر کرتے ہیں اس لیے منافق نہیں ہیں) پھر پوچھا گیا پھر یہ کیا ہیں؟ فرمایا یہ ہمارے بھائی ہیں انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔[اخرجہ البیہقی ۸: ۱۷۳]

رائے اور عمل میں اختلاف کے باوجود ایک دوسرے کا اکرام کرنا

حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ اپنے چچا سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے چچا فرماتے ہیں کہ جب ہم جنگ جمل میں کھڑے ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہماری صفوں کو ترتیب دے دی تو انہوں نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ (چونکہ ہمارے مقابلہ پر مسلمانوں کی ہی ایک جماعت ہے اس لئے) کوئی آدمی نہ تیر چلائے اور نہ نیزہ مارے اور نہ تلوار چلائے اور ان لوگوں سے خود لڑائی شروع نہ کرو اور ان کے ساتھ بہت نرم بات کرو کیونکہ یہ ایسا مقام ہے کہ جو اس میں کامیاب ہو گیا وہ قیامت کے دن بھی کامیاب ہوگا۔ چنانچہ ہم لوگ یوں ہی کھڑے رہے یہاں تک کہ جب دن بلند ہو گیا تو (مقابل لشکر کے) تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا اے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! (حملہ کے لیے تیار ہو جاؤ) حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ ہمارے آگے جھنڈا لیے کھڑے تھے تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پکار کر پوچھا اے ابن حنفیہ! یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا اے امیر المؤمنین! (انہوں نے کہا) اے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے بدلہ کا مطالبہ کرنے والو! اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! قاتلین عثمان کو منہ کے بل گرا دے۔[اخرجہ البیہقی ۸: ۱۸۰]

حضرت محمد بن عمر بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے اہل جمل کو تین دن دعوت دی پھر ان سے جنگ کی جب تیسرا دن ہوا تو حضرت حسن، حضرت حسین اور حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا انہوں نے ہمیں بہت زیادہ زخمی کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے میرے بھتیجے! مجھے لوگوں کے سارے حالات معلوم ہیں میں ان سے ناواقف نہیں ہوں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا پانی ڈال کر لاؤ۔ چنانچہ پانی آیا تو اس سے وضو کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دو رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی پھر ان سے فرمایا اگر تم ان لوگوں پر غالب آ جاؤ تو بھاگنے والے کو قتل نہ کیا جائے اور

کسی زخمی کا کام تمام نہ کیا جائے۔[عند البیہقی ۸:۱۸۱]

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت ابوحبیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اہل جمل سے فارغ ہو گئے (اور اس جنگ میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مخالف جماعت میں تھے اور وہ شہید ہوئے تھے) تو میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا تو انہوں نے حضرت عمران رضی اللہ عنہ کو خوب خوش آمدید کہا اور انہیں اپنے قریب بٹھا کر کہا مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کے والد کو ان لوگوں میں شامل کر دیں گے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ إِخْوَانًا عَلَىٰ سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ﴾

[سورۃ الحجر آیت:۴۷]

"اور ان کے دلوں میں جو کینہ تھا ہم وہ سب دور کر دیں گے کہ سب بھائی بھائی کی طرح رہیں گے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھا کریں گے۔"

پھر فرمایا اے بھتیجے! فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ اور فلاں عورت کا کیا حال ہے؟ ان کے والد (حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ) کی اولاد کی ماؤں (یعنی ان کی بیویوں) کے بارے میں پوچھا پھر فرمایا ہم نے ان سالوں میں تمہاری زمین پر اس لیے قبضہ کیے رکھا تاکہ لوگ تم سے چھین نہ لیں۔ پھر فرمایا اے فلانے! انہیں لے کر ابن قرظہ کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ وہ ان گزشتہ سالوں کی تمام آمدن انہیں دے دے اور ان کی زمین بھی انہیں دے دے۔ ایک کونے میں دو آدمی بیٹھے ہوئے تھے ان میں ایک حارث اعور تھا ان دونوں نے کہا اللہ تعالیٰ (حضرت علی رضی اللہ عنہ سے) زیادہ بہتر فیصلہ کرنے والے ہیں۔ ہم انہیں قتل کر رہے ہیں اور وہ جنت میں ہمارے بھائی بنیں (یہ کیسے ہو سکتا ہے) اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے (ناراض ہو کر) فرمایا تم دونوں یہاں سے اٹھ کر اللہ کی زمین کے سب سے دور والے علاقے میں چلے جاؤ اگر میں اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اس آیت کا مصداق نہیں ہیں تو پھر کون ہوگا؟ اے میرے بھتیجے! جب تمہیں کوئی ضرورت ہوا کرے تو تم ہمارے پاس آجایا کرو۔ [اخرجه البیهقی ایضاً ۸:۱۷۳، واخرجه ابن سعد ۳:۲۲۴، عن ابی حبیبة نحوه وعن ربعی بن حراش بمعناه]

ابن سعد نے حضرت ربعی بن حراش رحمۃ اللہ علیہ سے پچھلی حدیث جیسی حدیث نقل کی ہے اس

کے آخر میں یہ ہے کہ ان دونوں کی بات سن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے زور سے ایک چیخ ماری جس سے سارا محل دہل گیا اور پھر فرمایا جب ہم اس آیت کا مصداق نہیں ہونگے تو پھر کون ہوگا؟

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ابن جرموز نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (ابن جرموز نے جنگ جمل میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بڑی دیر کے بعد اجازت دی تو اس نے اندر آ کر کہا جن لوگوں نے خوب زور شور سے جنگ کی تھی آپ ان کے ساتھ ایسا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرے منہ میں خاک ہو مجھے یقین ہے کہ میں، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں سے ہونگے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ﴾

[عند ابن سعد ایضاً ۳: ۱۱۳]

حضرت جعفر بن محمد اپنے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے یقین ہے کہ میں، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم ان لوگوں میں ہونگے جن کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے اور پھر پچھلی آیت تلاوت فرمائی۔

حضرت عمرو بن غالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ایک آدمی ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں نازیبا کلمات کہہ رہا ہے تو اسے ڈانٹ کر فرمایا بکواس بند کرو۔ چپ کرو۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے اور گالیاں دینے والے تجھ پر مسلط کرے میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہوں گی۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۷: ۱۱۶، واخرجہ ابن سعد ۸: ۶۵، نحوہ والترمذی]

ترمذی کی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عمار نے فرمایا دفع ہو جا۔ خدا تجھے خیر سے دور کرے کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوب بیوی کو تکلیف پہنچا رہا ہے؟ [کذا فی الاصابۃ ۴: ۳۶۰]

حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہماری اماں جان حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنا ایک موقف اختیار کیا ہے (جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف ہے) اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے ہمارا امتحان لینا چاہتے ہیں کہ ہم اللہ کی بات مانتے ہیں یا ان کی۔ [عند ابن عساکر و ابویعلی کذا فی الکنز ۷: ۱۱۶]

حضرت ابووائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمار بن یاسر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کو کوفہ بھیجا تا کہ وہ کوفہ والوں کو (حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مدد کے لئے) تیار کر کے لے آئیں تو حضرت عمار نے یہ بیان فرمایا کہ میں جانتا ہوں کہ وہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا اور آخرت میں بیوی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ سے تمہارا امتحان لینا چاہتے ہیں دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم لوگ اللہ کے پیچھے چلتے ہو یا ان کے۔

[اخرجه البيهقى ٨: ١٧٤ قال البيهقى رواه البخارى فى الصحيح]

اپنی رائے کے خلاف بڑوں کے پیچھے چلنے کا حکم

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کتاب اللہ (قرآن مجید) کی ایک آیت پڑھنے گیا۔ انہوں نے مجھے وہ آیت پڑھا دی۔ میں نے عرض کیا کہ آپ نے یہ آیت مجھے جس طرح پڑھائی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تو مجھے اس کے خلاف اور طرح سے پڑھائی تھی اس پر وہ رونے لگے اور اتنا روئے کہ مجھے ان کے آنسو کنکریوں پر گرتے ہوئے نظر آرہے تھے پھر فرمایا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمہیں جیسے پڑھایا ہے تم ویسے ہی پڑھو کیونکہ اللہ کی قسم! ان کی قرأت سلحین شہر (یہ بغداد کے قریب مشہور شہر تھا) کے راستہ سے بھی زیادہ واضح ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام کا ایک مضبوط قلعہ تھے جس میں اسلام داخل ہوتا تھا اس میں سے نکلتا نہیں تھا اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو اس قلعہ میں شگاف پڑ گیا ہے اور اسلام اب اس قلعہ سے باہر آرہا ہے اس کے اندر نہیں جا رہا ہے۔ [اخرجه ابن سعد ٣: ٣٧١]

اپنے بڑوں کی وجہ سے ناراض ہونا

حضرت شریح بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کہا اے قاری لوگو! (اے علماء کی جماعت) تمہیں کیا ہوا تم ہم سے زیادہ بزدل ہو اور جب تم سے کچھ مانگا جائے تو تم بہت زیادہ کنجوس بن جاتے ہو اور جب تم کھاتے ہو تو سب سے بڑے لقمے لیتے ہو۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے اس سے اعراض فرمالیا اور اسے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس قصہ کا پتہ چلا تو انہوں نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے اس کے بارے میں پوچھا تو حضرت

ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ اسے معاف فرمائے۔ کیا یہ ضروری ہے کہ ہم ان سے جو بات بھی سنیں ہر بات پر ان کی پکڑ کریں؟ جس آدمی نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو یہ باتیں کہی تھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پاس گئے اور اس کا گریبان پکڑ کر اس کا گلا گھونٹا اور اسے کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے آئے۔ اس آدمی نے کہا ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت وحی میں بھیجی:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ﴾ [سورۃ توبہ آیت:۶۵]

''اور اگر آپ ان سے پوچھئے تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے۔'' [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱:۲۱۰]

حضرت جبیر بن نفیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کچھ لوگوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے آپ سے زیادہ انصاف کا فیصلہ کرنے والا اور حق بات کہنے والا اور منافقوں پر آپ سے زیادہ سخت آدمی کوئی نہیں دیکھا۔ لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہتر ہیں۔ حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا تم لوگ غلط کہہ رہے ہو ہم نے وہ آدمی دیکھا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے عوف! وہ کون ہے؟ انہوں نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عوف رضی اللہ عنہ ٹھیک کہہ رہے ہیں تم سب غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مشک سے زیادہ پاکیزہ خوشبو والے تھے اور میں تو اپنے گھر والوں کے اونٹ سے زیادہ بھٹکا ہوا ہوں۔

[اخرجه ابونعيم فى فضائل الصحابة قال ابن كثير اسناده صحيح كذا فى منتخب الكنز ۴:۳۵۰]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں میں اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے۔ ایک مرتبہ آکر انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ کچھ لوگ فلاں جگہ جمع ہیں اور وہ آپ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے افضل بتا رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت غصہ آیا اور آدمی بھیج کر ان سب کو بلایا۔ جب وہ آگئے تو ان سے فرمایا اے بدترین لوگو! اے قبیلے کے شریرو! اے پاکدامن عورت کو بگاڑنے والو! انہوں نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ ہمیں ایسا کیوں کہہ رہے ہیں؟ ہم سے کیا غلطی ہوگئی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تین مرتبہ یونہی یہ سخت کلمات کہے پھر فرمایا تم لوگوں نے مجھ میں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میں کیوں فرق ڈالا؟ (اور مجھے ان سے بہتر کیوں بتایا؟) اس

ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! میری دلی تمنا ہے کہ مجھے جنت میں ایسی جگہ ملے جہاں سے مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تاحد نگاہ نظر آتے رہیں۔ [عند اسد بن موسیٰ]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس اُمت کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان میں سب سے افضل حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں لہٰذا جو بھی میری اس بات کے بعد کوئی اور بات کہے گا وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔ [عند اللالکائی]

حضرت زیاد بن علاقہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ ایک آدمی کہہ رہا ہے یہ (یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ) ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے کوڑے سے مارنے لگے اور فرمانے لگے یہ منحوس غلط کہہ رہا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے، میرے باپ سے، تجھ سے اور تیرے باپ سے بہتر ہیں۔

[عند خیثمة فی فضائل الصحابة كذا فی منتخب الكنز ۴،۳۵۰]

حضرت ابوزناد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اے امیر المؤمنین! کیا بات ہے کہ مہاجرین اور انصار نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو آگے کر دیا حالانکہ آپ ان سے زیادہ فضائل والے اور ان سے پہلے اسلام لانے والے ہیں اور آپ کو بڑی سبقت حاصل ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تو قریش قبیلہ کا ہے تو میرے خیال میں تو قریش قبیلہ کی شاخ عائذہ کا ہے اس نے کہا جی ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مؤمن اللہ کی پناہ میں نہ ہوتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اور اگر تو زندہ رہا تو تجھے اس طرح ڈراؤں گا کہ تجھے اس سے بچ نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا تیرا ناس ہو! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو چار صفات میں مجھ پر سبقت حاصل ہے۔ ایک یہ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں امام بنایا گیا۔ دوسری یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے ہجرت کی اور تیسری یہ کہ ہجرت کے موقع پر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھے اور چوتھی یہ کہ انہوں نے مجھ سے پہلے اپنے اسلام کو ظاہر فرمایا۔ تیرا ناس ہو! اللہ تعالیٰ نے قرآن میں تمام لوگوں کی مذمت کی ہے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی تعریف بیان کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِلَّا تَنصُرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ﴾ [سورۃ توبہ آیت:۴۰]

''اگر تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد نہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد اس وقت کر چکا ہے جبکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کافروں نے جلاوطن کیا تھا' جب کہ دو آدمیوں

میں ایک آپ تھے جس وقت کہ دونوں غار میں تھے جبکہ آپ اپنے ہمراہی سے فرما رہے تھے کہ تم (کچھ) غم نہ کرو یقیناً اللہ تعالیٰ ہمارے ہمراہ ہے۔"

[اخرجه خيثمة وابن عساكر كذا فى منتخب الكنز ۴: ۳۵۵ واخرجه العشارى عن ابن عمر بمعناه كما فى المنتخب ۴: ۳۴۷]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ان کی خدمت میں ایک گھوڑا پیش کیا گیا۔ اس پر ایک آدمی نے کہا یہ گھوڑا مجھے سواری کے لیے دے دیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں یہ گھوڑا ایسے لڑکے کو سواری کے لیے دے دوں جسے ناتجربہ کاری کے باوجود گھوڑوں پر سوار کیا گیا ہو یہ مجھے تمہیں دینے سے زیادہ محبوب ہے۔ اس آدمی کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا میں آپ سے بھی اور آپ کے باپ سے بھی زیادہ عمدہ گھڑ سوار ہوں۔ جب اس آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی شان میں گستاخی کے یہ کلمات کہے تو مجھے غصہ آ گیا اور میں نے کھڑے ہو کر اس کا سر پکڑا اور ناک کے بل اسے گھسیٹا جس سے اس کی ناک سے ایسے خون بہنے لگ گیا کہ جیسے کسی بڑے مشکیزہ کا منہ کھل گیا ہو (چونکہ وہ انصاری تھا اس لئے) انصار نے مجھ سے اس کا بدلہ لینا چاہا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جب اس کا پتہ چلا تو فرمایا یہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ میں انہیں حضرت مغیرہ بن شعبہ سے بدلہ دلواؤں گا میں انہیں ان کے گھروں سے نکال دوں یہ مجھے اس سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں انہیں ایسے لوگوں سے بدلہ دلواؤں جو اللہ کے لیے اللہ کے بندوں کو برائیوں سے روکتے ہیں۔

[اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۹: ۳۶۱ رواه الطبرانى ورجاله رجال الصحيح انتهى]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنی لنگی ٹخنے سے نیچے لٹکا رکھی ہے تو اس سے فرمایا اپنی لنگی اوپر کر لو (حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی لنگی بھی نیچی تھی) اس آدمی نے کہا اے ابن مسعود! آپ بھی اپنی لنگی اوپر کر لیں۔ حضرت عبداللہ (ابن مسعود رضی اللہ عنہ) نے اس سے فرمایا میں تمہارے جیسا نہیں ہوں میری پنڈلیاں پتلی ہیں اور میں لوگوں کا امام بنتا ہوں (میں لنگی نیچے کر کے لوگوں سے اپنی پنڈلیاں چھپاتا ہوں تاکہ ان کے دل میں مجھ سے نفرت پیدا نہ ہو) کسی طرح سے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچ گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کو مارنے لگے اور فرمانے لگے کیا تم ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی بات کا جواب دیتے ہو؟

[اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز ۷: ۵۵]

حضرت علاء رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ سے یہ قصہ نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے گھر پر کھڑے ہوئے اس گھر کی عمارت کو دیکھ رہے تھے۔ ایک قریشی آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ کام آپ کے علاوہ کوئی اور کرلے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اینٹ لے کر اسے ماری اور فرمایا کیا تم مجھے حضرت عبداللہ سے متنفر کرنا چاہتے ہو؟

[اخرجه یعقوب بن سفیان و ابن عساکر کذا فی الکنز ۷: ۵۵]

حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی کا حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا پر کوئی حق تھا اس نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت پر قسم کھالی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایسے تیس کوڑے لگوائے کہ اس کی کھال پھٹ گئی اور سوج گئی۔

[اخرجه ابو عبید فی الغریب و سفیان بن عیینه و اللالکائی کذا فی المنتخب ۵: ۱۳۰]

حضرت اُم موسیٰ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ خبر ملی کہ ابن سبا انہیں حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتا ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو لوگوں نے ان سے کہا آپ ایسے آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہیں جو آپ کی تعظیم کرتا ہے اور آپ کو دوسروں سے افضل قرار دیتا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا اتنی سزا تو ضروری ہے کہ میں جس شہر میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۸: ۲۵۳]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ عبداللہ بن سبا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے درجہ کو کم بتاتا ہے تو انہوں نے تلوار منگوالی اور اسے قتل کرنے کا ارادہ کرلیا۔ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اس کی سفارش کی تو فرمایا جس شہر میں میں رہتا ہوں وہ اس میں نہیں رہ سکتا۔ چنانچہ اسے ملک بدر کر کے ملک شام بھیج دیا۔

[اخرجه العشاری و اللالکائی کذا فی المنتخب ۴: ۴۴۷]

حضرت کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آپ تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا تو نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم یہ کہتے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے تو پھر تو میں تمہیں قتل کر

دیتا اور اگر تم کہتے کہ میں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے تو میں تم پر حد شرعی جاری کر دیتا۔ کیونکہ تم نے جو کہا ہے یہ بہتان ہے۔ بہتان باندھنے کی سزا دیتا)

[اخرجه العشاری عن الحسن بن كثير]

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہم لوگوں میں بیان فرمایا پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان فرمائی پھر فرمایا۔ مجھے یہ خبر ملی ہے کہ کچھ لوگ مجھے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے افضل قرار دیتے ہیں۔ اگر میں اس کام سے صراحتاً پہلے منع کر چکا ہوتا تو آج میں اس پر ان کو ضرور سزا دیتا کیونکہ میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میں نے جس کام سے ابھی روکا نہ ہو اس پر کسی کو سزا دوں۔ لہٰذا میرے آج کے اس اعلان کے بعد اگر کسی نے ایسی بات کہی تو وہ بہتان باندھنے والا شمار ہوگا اور اسے بہتان باندھنے والے کی سزا ملے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں میں سب سے بہترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں ان کے بعد تو ہم نے کئی نئے کام ایسے شروع کر دیئے جن کے بارے میں اللہ ہی فیصلہ کرے گا (کہ وہ صحیح ہیں یا غلط)

[اخرجه ابن ابی عاصم وابن شاهين واللالكائی والاصبهانی وابن عساكر]

حضرت سوید بن غفلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا تذکرہ کر رہے تھے اور ان دونوں کے درجے کو گھٹا رہے تھے۔ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ ساری بات بتائی۔ انہوں نے فرمایا اللہ اس پر لعنت کرے جو اپنے دل میں ان دونوں حضرات کے بارے میں اچھے اور نیک جذبات کے علاوہ کچھ اور رکھے۔ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی اور ان کے وزیر تھے اور پھر منبر پر لے جا کر زبردست بیان فرمایا اور اس میں یہ فرمایا:

"لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ قریش کے دو سرداروں اور مسلمانوں کے دو (معزز و محترم) باپوں کے بارے میں ایسی باتیں کہتے ہیں جس سے میں بیزار اور بری ہوں بلکہ انہوں نے جو غلط باتیں کہی ہیں میں ان پر انہیں سزا دوں گا اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑا اور جان کو پیدا فرمایا! ان دونوں سے صرف وہی محبت کرے گا جو مؤمن اور متقی ہوگا اور ان دونوں سے وہی بغض رکھے گا جو بدکار اور خراب ہوگا۔ یہ دونوں حضرات سچائی اور وفاداری کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے۔ دونوں

حضور ﷺ کے زمانے میں نیکی کا حکم فرمایا کرتے تھے اور برائی سے روکا کرتے تھے اور سزا دیا کرتے تھے۔ جو کچھ بھی کرتے تھے اس میں حضور ﷺ کی رائے مبارک کے کچھ بھی خلاف نہیں کیا کرتے تھے اور حضور ﷺ بھی کسی کی رائے کو ان دونوں حضرات کی رائے جیسا وزنی نہ سمجھتے تھے اور حضور ﷺ کو ان دونوں سے جتنی محبت تھی اتنی کسی اور سے نہ تھی۔ حضور ﷺ دنیا سے تشریف لے گئے اور وہ ان دونوں سے بالکل راضی تھے اور (اس زمانے کے) تمام لوگ بھی ان سے راضی تھے۔ پھر (حضور ﷺ کی آخر زندگی میں) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی ذمہ داری دی گئی پھر جب اللہ نے اپنے نبی ﷺ کو دنیا سے اٹھالیا تو مسلمانوں نے ان پر نماز کی ذمہ داری کو برقرار رکھا بلکہ ان پر زکوۃ کی ذمہ داری بھی ڈال دی کیونکہ قرآن میں نماز اور زکوۃ کا ذکر ہمیشہ اکٹھا ہی آتا ہے۔ بنو عبدالمطلب میں سے میں سب سے پہلے ان کا نام (خلافت کے لئے) پیش کرنے والا تھا۔ انہیں تو خلیفہ بننا سب سے زیادہ ناگوار تھا بلکہ وہ تو چاہتے تھے کہ ہم میں سے کوئی اور ان کی جگہ خلیفہ بن جائے۔ اللہ کی قسم! (حضور ﷺ کے بعد) جتنے آدمی باقی رہ گئے تھے وہ ان میں سب سے بہترین تھے۔ سب سے زیادہ شفیق، سب سے زیادہ رحم دل اور بڑے عقلمند اور متقی انسان اور سب سے پہلے اسلام لانے والے تھے۔ حضور ﷺ نے ان کو شفقت اور رحم دلی میں حضرت میکائیل علیہ السلام کے ساتھ اور معاف کرنے اور وقار سے چلنے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ وہ (خلیفہ بن کر) بالکل حضور ﷺ کی سیرت پر چلتے رہے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔ اللہ ان پر رحم فرمائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے مشورہ کے بعد اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امیر بنایا کچھ لوگ ان کی خلافت پر راضی تھے کچھ راضی نہیں تھے۔ میں ان میں سے تھا جو ان کی خلافت پر راضی تھے لیکن اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایسے عمدہ طریقے سے خلافت کا کام سنبھالا کہ ان کے دنیا سے جانے سے پہلے وہ سب لوگ بھی ان کی خلافت پر راضی ہو چکے تھے جو شروع میں راضی نہیں تھے اور وہ امر خلافت کو بالکل حضور ﷺ کے اور حضور ﷺ کے ساتھی یعنی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے نہج پر لے کر چلے اور وہ ان دونوں حضرات کے نشان قدم پر اس

طرح چلے جس طرح اونٹ کا بچہ اپنی ماں کے نشان قدم پر چلتا ہے اور وہ اللہ کی قسم! حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد رہ جانے والوں میں سب سے بہترین تھے اور بڑے مہربان اور رحم دل تھے ظالم کے خلاف مظلوم کی مدد کیا کرتے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے حق کو ان کی زبان پر اس طرح جاری کر دیا تھا کہ ہمیں نظر آتا تھا کہ فرشتہ ان کی زبان پر بول رہا ہے۔ ان کے اسلام کے ذریعہ اللہ نے اسلام کو عزت عطا فرمائی اور ان کی ہجرت کو دین کے قائم ہونے کا ذریعہ بنایا اور اللہ نے مؤمنوں کے دل میں ان کی محبت اور منافقوں کے دل میں ان کی ہیبت ڈالی ہوئی تھی اور حضور ﷺ نے ان کو دشمنوں کے بارے میں سخت دل اور سخت کلام ہونے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ اور کافروں پر دانت پیسنے اور سخت ناراض ہونے میں حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی تھی۔ اب بتاؤ تمہیں کون ان دونوں جیسا لا کر دے سکتا ہے؟ ان دونوں کے درجے کو وہی پہنچ سکتا ہے جو ان سے محبت کرے گا اور ان کا اتباع کرے گا۔ جو ان دونوں سے محبت کرے گا وہ مجھ سے محبت کرنے والا ہے اور جو ان سے بغض رکھے گا وہ مجھ سے بغض رکھنے والا ہے اور میں اس سے بری ہوں۔ اگر ان دونوں حضرات کے بارے میں میں یہ باتیں پہلے کہہ چکا ہوتا تو میں ان کے خلاف بولنے والوں کو آج سخت سے سخت سزا دیتا۔ لہٰذا میرے آج کے اس بیان کے بعد جو اس جرم میں پکڑ کر میرے پاس لایا جائے گا اس کو وہ سزا ملے گی جو بہتان باندھنے والے کی سزا ہوتی ہے۔ غور سے سن لو اس اُمت کے نبی ﷺ کے بعد اس اُمت میں سب سے بہترین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں پھر اللہ ہی جانتے ہیں کہ خیر اور بہتری کہاں ہے۔ میں اپنی یہ بات کہتا ہوں اللہ تعالیٰ میری اور تم سب لوگوں کی مغفرت فرمائے۔" [عند خیثمه واللالکائی وابی الحسن البغدادی والشیرازی و ابن منده وابن عساکر کذا فی منتخب کنز العمال ۴: ۴۴۶]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا (نعوذ باللہ من ذلک) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگ میں ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اس کا کہاں سے پتہ چلا؟ اس آدمی نے کہا کیونکہ انہوں نے بہت سے نئے کام کیے ہیں۔ حضرت

علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے؟ اگر تمہاری کوئی بیٹی ہو تو کیا تم اس کی شادی بغیر مشورے کے کر دو گے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی دو بیٹیوں (کی شادی) کے بارے میں جو رائے تھی کیا اس سے بہتر کوئی رائے ہو سکتی ہے؟ ذرا مجھے یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کام کا ارادہ فرماتے تھے اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کیوں نہیں' حضور صلی اللہ علیہ وسلم استخارہ کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے استخارہ کرنے پر اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے خیر اور بہتر صورت کا انتخاب کرتے تھے یا نہیں؟ اس نے کہا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اپنی دو بیٹیوں کی جو شادی کی تھی اس میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے خیر کا انتخاب کیا تھا یا نہیں؟ میں نے تمہاری گردن اڑا دینے کے بارے میں غور کیا تھا لیکن ابھی اللہ کو یہ منظور نہیں تھا غور سے سنو! اگر تم اس کے علاوہ کچھ اور کہو گے تو میں تمہاری گردن اڑا دوں گا۔

[اخرجه ابن عساكر كذا في المنتخب ۵:۱۸]

حضرت سالم کے والد کہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی ملے جن کی زبان میں کچھ کمزوری تھی جس کی وجہ سے ان کی بات صاف ظاہر نہیں ہوتی تھی انہوں نے (شکایت کے انداز میں) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کیا اس پر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے تو کچھ سمجھ میں نہیں آرہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ اے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت! یہ تو آپ سب جانتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ' عمر رضی اللہ عنہ اور عثمان رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے (یعنی تینوں کا نام اکٹھا لیا کرتے تھے کیونکہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم تینوں کی تعظیم کیا کرتے تھے) اب تو مال ہی مقصود ہو گیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اگر اسے مال دے دیں پھر تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اسے پسند ہیں۔

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ پیدل جا رہے تھے کہ ان کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو حضرت علی' حضرت طلحہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہم کی شان میں نامناسب کلمات کہہ رہا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا تم ایسے لوگوں کو برا کہہ رہے ہو جنہیں اللہ کی طرف سے بہت سے فضائل وانعامات مل چکے ہیں۔ اللہ کی قسم! یا تو تم انہیں برا کہنا چھوڑ دو نہیں تو میں تمہارے لیے بددعا کروں گا۔ اس نے جواب میں کہا یہ تو مجھے ایسے ڈرا رہے ہیں جیسے کہ یہ نبی

ہوں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے یہ بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اگر یہ ان لوگوں کو برا کہہ رہا ہے جنہیں تیری طرف سے بہت سے فضائل وانعامات مل چکے ہیں تو تو اسے عبرتناک سزا دے۔ چنانچہ ایک بختی اونٹنی تیزی سے آئی لوگ اسے دیکھ کر ادھر ادھر ہٹ گئے اس اونٹنی نے اس آدمی کو روند ڈالا (اور اسے مار ڈالا) میں نے دیکھا کہ لوگ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے پیچھے پیچھے جا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے ابو اسحاق! اللہ نے آپ کی دعا قبول کر لی۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۱۵۴ رجاله رجال الصحیح]

حضرت مصعب بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا کہا تو حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے بددعا فرمائی۔ چنانچہ ایک اونٹ یا اونٹنی نے آ کر اسے مار ڈالا۔ اس پر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے ایک غلام آزاد کیا اور یہ قسم کھائی کہ آئندہ کسی کے لیے بددعا نہیں کریں گے۔ [عند الحاکم ۳: ۴۹۹]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ کے ایک بازار میں چلا جا رہا تھا جب میں احجار الزیت مقام پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور ایک آدمی اپنی سواری پر بیٹھا ہوا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے لوگ اس کے چاروں طرف کھڑے ہیں اتنے میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آ کر وہاں کھڑے ہو گئے اور پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ایک آدمی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ آگے بڑھے تو لوگوں نے انہیں راستہ دیا۔ انہوں نے اس آدمی کے پاس کھڑے ہو کر کہا او فلانے! تو کس وجہ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہہ رہا ہے؟ کیا وہ سب سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے؟ کیا انہوں نے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز نہیں پڑھی؟ کیا وہ لوگوں میں سب سے بڑے زاہد اور سب سے بڑے عالم نہیں تھے؟ ان کے اور بہت سے فضائل ذکر کیے اور یہ بھی کہا کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد نہیں تھے؟ کیا غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا ان کے پاس نہیں ہوتا تھا؟ پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے اپنے ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر یہ آدمی تیرے ایک دوست کو برا کہہ رہا ہے تو ان لوگوں کے بکھرنے سے پہلے ان کو اپنی قدرت دکھا۔ چنانچہ ہمارے بکھرنے سے پہلے ہی اللہ کی قدرت ظاہر ہوئی اس کی سواری کے پاؤں زمین میں دھنسنے لگے جس سے وہ سر کے بل ان پتھروں پر زور سے گرا جس سے اس کا سر

پھٹ گیا اور اس کا بھیجا باہر نکل آیا اور وہ وہیں مر گیا۔

[عند الحاکم ایضاً قال الحاکم ۳:۵۰۰ ووافقه الذهبی هذا الحدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاه واخرجه ابونعیم فی الدلائل ۲۰۶ عن ابن المسیب نحو السیاق الاول]

حضرت رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بڑی جامع مسجد میں تشریف فرما تھے اور کوفے والے ان کے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت سعید بن زید نامی ایک صحابی تشریف لائے۔ حضرت مغیرہ نے انہیں سلام کیا اور تخت پر اپنے پیروں کے قریب بٹھایا۔ اتنے میں کوفہ کا ایک آدمی آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے لگ گیا۔ حضرت سعید نے پوچھا اے مغیرہ! یہ کسے برا بھلا کہہ رہا ہے؟ انہوں نے کہا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو۔ حضرت سعید نے کہا اے مغیرہ بن شعبہ! اے مغیرہ بن شعبہ! اے مغیرہ بن شعبہ! کیا میں یہ سن نہیں رہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آپ کے سامنے برا بھلا کہا جا رہا ہے اور آپ نہ اس پر انکار کر رہے ہیں اور نہ اسے بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ بات میرے کانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے اور میرے دل نے اسے محفوظ کیا ہے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے غلط بات نقل نہیں کر سکتا کیونکہ میں غلط بات نقل کروں گا تو کل قیامت کے دن جب آپ سے میری ملاقات ہوگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے اس غلط بات کے بارے میں پوچھیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، عمر رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، عثمان رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، علی رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، طلحہ رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، زبیر رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے، سعد بن مالک رضی اللہ عنہ جنت میں جائیں گے اور نویں نمبر پر اسلام لانے والا جنت میں جائے گا اگر میں اس کا نام لینا چاہتا تو لے سکتا تھا اس پر مسجد والوں نے شور مچا دیا اور قسم دے کر پوچھنے لگے اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! وہ نواں آدمی کون ہے؟ انہوں نے فرمایا تم مجھے اللہ کی قسم دے کر پوچھ رہے ہو اور اللہ بہت بڑے ہیں۔ نواں مسلمان میں ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم دسویں ہیں۔ پھر انہوں نے ایک اور قسم کھا کر کہا ایک آدمی کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہو جس میں اس کا چہرہ غبار آلود ہوا ہو اور تمہیں حضرت نوح کی عمر مل جائے تو بھی یہ عمل تمہاری زندگی کے تمام اعمال سے زیادہ افضل ہوگا۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۹۵]

حضرت عبداللہ بن ظالم مازنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کوفہ سے جانے لگے تو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو کوفہ کا گورنر بنا دیا۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے خطیب لوگوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے میں لگا دیا۔ میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا یہ دیکھ کر حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر میرا ہاتھ پکڑا میں ان کے پیچھے چل دیا۔ انہوں نے فرمایا کیا تم اس آدمی کو دیکھتے نہیں جو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے اور ایک جنتی آدمی کو برا کہنے کا حکم دے رہا ہے؟ میں نو آدمیوں کے بارے میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ جنت میں جائیں گے ان میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اگر میں دسویں کے بارے میں بھی گواہی دے دوں تو گناہ گار نہیں ہوں گا۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱:۹۶ واخرجہ احمد وابونعیم فی المعرفۃ وابن عساکر عن رباح نحو ما تقدم کما فی منتخب الکنز]

بڑوں کی وفات پر رونا

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو ان کی خدمت میں پینے کی کوئی چیز لائی گئی (انہوں نے اسے پیا) تو وہ زخم کے راستہ سے باہر آ گئی (اور سب کو پتہ چل گیا کہ اب بچنے کی امید نہیں ہے) حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرمانے لگے ہائے عمر! ہائے میرے بھائی! آپ کے بعد ہمارا کون ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے میرے بھائی! ایسے نہ کہو کیا آپ جانتے نہیں کہ جس کے مرنے پر اونچی آواز سے رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا (بشرطیکہ وہ مرتے وقت اس کی وصیت کر کے گیا ہو) [اخرجہ ابن سعد ۳:۳۶۲]

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ کے والد کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نیزہ مارا گیا تو حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اونچی آواز سے روتے ہوئے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا مجھ پر؟ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس آدمی کے مرنے پر رویا جائے گا اسے عذاب دیا جائے گا؟

حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا ان کی خدمت میں آئیں اور انہوں نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی! اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سسر! اور اے امیر المؤمنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے

فرمایا اے عبداللہ! مجھے بٹھا دو میں یہ سب کچھ سنکر اب مزید صبر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں اپنے سینہ سے لگا کر بٹھا لیا تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کہا تمہارے اوپر جو میرے حق ہیں ان کا واسطہ دے کر میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں کہ تم آج کے بعد مجھ پر نوحہ کرو۔ تمہاری آنکھوں پر تو میں کوئی پابندی نہیں لگا سکتا (کیونکہ آنسو سے رونے میں کوئی حرج نہیں ہے) لیکن یہ یاد رکھو کہ جس میت پر نوحہ کیا جائے گا اور جو اوصاف اس میں نہیں ہیں وہ بیان کئے جائیں گے تو فرشتے اسے لکھ لیں گے۔

حضرت زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ رو رہے تھے کسی نے ان سے پوچھا کہ اے ابوالاعور! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں اسلام (کے نقصان) پر رو رہا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات سے اسلام میں ایسا شگاف پڑ گیا ہے جو قیامت تک پر نہیں ہو سکے گا۔ حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے آ کر ہمیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دنیا سے تشریف لے جانے کی خبر دی اس دن میں نے لوگوں کو جتنا غمگین اور جتنا روتے ہوئے دیکھا اتنا اور کسی دن نہیں دیکھا۔ پھر حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! اگر مجھے پتہ چل جاتا تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فلاں کتے سے محبت کرتے ہیں تو میں بھی اس سے محبت کرنے لگ جاتا تھا اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کانٹے دار جھاڑیاں کو بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کا غم محسوس ہوا ہے۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۳۷۲ عن عبد الملك بن زيد]

حضرت ابوعثمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ جب انہیں حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کی وفات کی خبر ملی تو وہ اپنے سر پر ہاتھ رکھ کر رونے لگے۔

[اخرجه ابن ابی الدنیا کذا فی الکنز ۸/ ۱۱۷]

حضرت ابواشعث صنعانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں صنعا کے گورنر جن کا نام حضرت ثمامہ بن عدی رضی اللہ عنہ تھا انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل تھا۔ جب انہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو رونے لگے اور فرمایا اب ہم سے نبوت کے طرز پر چلنے والی خلافت چھین لی گئی ہے اور بادشاہت اور زبردستی لینے کا دور آ گیا ہے اور جو آدمی زور لگا کر جس چیز پر غلبہ پالے گا وہ اسے کھا جائے گا۔ [اخرجه ابونعیم کذا فی منتخب الکنز ۵: ۲۷ و اخرجه ابن سعد ۳: ۸۰ نحوه]

حضرت زید بن علی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جس دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر کے انہیں

شہید کر دیا گیا اس دن حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ ان کی شہادت پر رو رہے تھے۔ حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان مظالم کا ذکر کرتے جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ڈھائے گئے تھے تو رونے لگ جاتے اور ان کا ہائے ہائے کر کے زور زور سے رونا مجھے ایسے یاد ہے کہ جیسے میں اب سن رہا ہوں۔ حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ ان صحابہ میں سے تھے جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ نے یہ نذر مانی کہ اے اللہ! میں نذر مانتا ہوں کہ اب آئندہ فلاں اور فلاں کام نہیں کیا کروں گا اور تیری ملاقات تک یعنی موت تک کبھی نہیں ہنسوں گا۔

[اخرجہ ابن سعد ۳: ۸۱]

بڑوں کی موت پر دلوں کی حالت کو بدلا ہوا محسوس کرنا

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابھی ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (دفن کر کے اور) مٹی میں چھپا کر ہٹے ہی تھے کہ ہمیں اپنے دل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگ گئے تھے۔

[اخرجہ البزار قال الهیثمی ۹: ۳۸ رجالہ رجال الصحیح]

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم سب کے چہرے ایک طرف تھے لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں دنیا میں چھوڑ کر آگے تشریف لے گئے تو ہمارے چہرے دائیں بائیں الگ الگ سمت میں ہو گئے۔ دوسری روایت میں اس طرح ہے کہ جب ہم اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے تو ہم سب کا رخ ایک طرف تھا جب اللہ نے آپ کو اٹھا لیا تو ہم ادھر ادھر دیکھنے لگے۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱: ۲۵۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب وہ دن آیا جس دن اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے اٹھا لیا تو اس دن مدینہ کی ہر چیز تاریک ہو گئی تھی اور ابھی ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فارغ ہو کر ہاتھ نہیں جھاڑے تھے کہ ہمیں اپنے دل بدلے ہوئے محسوس ہونے لگے۔ [عند ابن سعد ۲: ۲۷۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہجرت کا قصہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں میں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس مدینہ تشریف لائے اور اس دن سے زیادہ اچھا اور زیادہ روشن

دن میں نے کوئی نہیں دیکھا اور میں اس دن بھی موجود تھا جس دن حضور ﷺ کا انتقال ہوا اور میں نے اس دن سے زیادہ برا اور زیادہ تاریک دن کوئی نہیں دیکھا۔ [عند ابن سعد ایضاً ۱: ۲۳۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرات شوریٰ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد) ایک جگہ جمع ہوئے اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کا رویہ دیکھا (کہ ہر ایک یہ چاہتا ہے کہ دوسرا خلیفہ بن جائے) تو فرمایا کہ (اب اُمت کے حالات ایسے ہیں کہ) اگر تم سب امارت کے طالب بن جاؤ تو مجھے اس میں کم خطرہ محسوس ہو رہا ہے اور اگر تم سب امارت کو ایک دوسرے پر ڈالنے لگو تو مجھے اس میں زیادہ خطرہ نظر آ رہا ہے۔ اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے انتقال کی وجہ سے ہر مسلمان گھرانے کے دین اور دنیا میں کمی آئی ہے۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۳۷۴]

کمزور اور فقیر مسلمانوں کا اکرام کرنا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم چھ آدمی حضور ﷺ کے ساتھ تھے میں، حضرت ابن مسعود، قبیلہ ہذیل کے ایک صاحب، حضرت بلال رضی اللہ عنہم اور دو آدمی اور بھی تھے۔ راوی کہتے ہیں میں ان دونوں کے نام بھول گیا تو مشرکوں نے حضور ﷺ سے کہا ان (چھ آدمیوں) کو اپنی مجلس سے باہر بھیج دیں یہ ایسے اور ایسے (یعنی کمزور مسکین قسم کے) لوگ ہیں (اور ہم بڑے مالدار اور سردار لوگ ہیں ان غریبوں کے ساتھ نہیں بیٹھ سکتے) اس پر حضور ﷺ کے دل میں ایسا کرنے کا خیال آ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ﴾

[سورۃ انعام آیت: ۵۲]

"اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔"

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱: ۳۴۶، واخرجه الحاكم ۳: ۳۱۹، عن سعد مختصرا وقال صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قریش کے چند سردار حضور ﷺ کے پاس سے گزرے اس وقت حضور ﷺ کے پاس حضرت صہیب، حضرت بلال، حضرت خباب اور حضرت

عمار رضی اللہ عنہ اور ان جیسے کمزور شکستہ حال مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ان سرداروں نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! (ازراہ مذاق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا) کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی قوم میں سے یہی لوگ پسند آئے؟ کیا ہمیں ان لوگوں کے تابع بن کر چلنا پڑے گا؟ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے احسان فرمایا ہے؟ ان لوگوں کو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے پاس سے دور کر دیں تو پھر شاید ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اتباع کر لیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَاَنۡذِرۡ بِهِ الَّذِيۡنَ يَخَافُوۡنَ اَنۡ يُّحۡشَرُوۡۤا اِلٰى رَبِّهِمۡ سے لے کر فَتَكُوۡنَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ تک﴾ [سورۃ انعام آیت ۵۱،۵۲]

''اور اس قرآن کے ذریعہ سے ان لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت میں جمع کیے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ ان کا کوئی مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں اور ان لوگوں کو نہ نکالئے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے خاص اس کی رضا ہی کا قصد رکھتے ہیں۔ ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔''

[اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ ۱:۳۴۶، واخرجہ احمد والطبرانی نحوہ قال الهيثمی ۷:۲۱ رجال احمد رجال الصحیح غیر کردوس وھو ثقة انتهٰی]

حضرت انس رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان عَبَسَ وَتَوَلّٰى کے بارے میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم (مکہ کے سردار) ابی بن خلف سے (دعوت کی) بات کر رہے تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰٓى اَنۡ جَآءَهُ الۡاَعۡمٰى﴾ [سورۃ عبس آیت ۱-۲]

''پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) چیں بہ جبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے اس بات سے کہ ان کے پاس اندھا آیا۔''

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ان کا اکرام فرمایا کرتے تھے۔ [اخرجہ ابویعلی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عَبَسَ وَتَوَلّٰی نابینا حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہوا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے کہ آپ مجھے سیدھا راستہ بتا دیں۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مشرکین کا ایک بڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی بلکہ اسی دوسرے کی طرف ہی متوجہ رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مشرک سے فرمایا تمہیں میری بات میں کوئی حرج نظر آتا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ اس پر عبس وتولی نازل ہوئی۔

[عند ابی یعلی و ابن جریر و روی الترمذی هذا الحدیث مثله کذا فی التفسیر لابن کثیر ۴:۴۷۰]

حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اقرع بن حابس تمیمی اور عیینہ بن حصن فزاری آئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمار، حضرت بلال، حضرت خباب بن ارت رضی اللہ عنہم اور دوسرے کمزور و نادار مسلمانوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے پایا ان دونوں کو یہ لوگ حقیر نظر آئے اس لیے دونوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو الگ لے جا کر تنہائی میں یہ کہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس عرب کے وفود آتے ہیں لیکن ہمیں اس بات سے شرم آرہی ہے کہ (ہم لوگ بڑے آدمی ہیں) ہمیں جب عرب کے لوگ ان غلاموں کے ساتھ بیٹھا ہوا دیکھیں گے تو کیا کہیں گے اس لیے جب ہم آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس آیا کریں تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) انہیں اٹھا کر بھیج دیا کریں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر ان دونوں نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بات لکھ کر دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کاغذ منگوایا اور لکھنے کے لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا ہم لوگ ایک کونے میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر آگئے:

﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ بَيْنِنَا اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ﴾ [سورۃ انعام:۵۵]

پہلی آیت کا ترجمہ گزر چکا ہے دوسری آیت کا ترجمہ

''اور اسی طور پر ہم نے ایک دوسرے کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تا کہ یہ

لوگ کہا کریں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم میں سے ان پر اللہ نے فضل کیا ہے کیا یہ بات نہیں کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو۔"

اس پر آپ ﷺ نے وہ کاغذ پھینک دیا اور ہمیں بلالیا۔ ہم آپ ﷺ کے پاس گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا السلام علیکم۔ پھر ہم حضور ﷺ کے اتنے قریب ہوئے کہ ہمارے گھٹنے حضور ﷺ کے گھٹنوں سے جا ملے اور پھر حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب ہمارے ساتھ بیٹھے ہوتے اور اٹھنا چاہتے تو ہمیں یونہی بیٹھا ہوا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہو جاتے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

﴿وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ﴾ [سورۃ کہف آیت۲۸]

"اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے نہ ہٹنے پائیں۔"

اس کے بعد ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ بیٹھے ہوتے تھے اور جب حضور ﷺ کے اٹھ کر جانے کا وقت آ جاتا تو ہم حضور ﷺ کو بیٹھا ہوا چھوڑ کر کھڑے ہو جاتے اور جب تک ہم کھڑے نہ ہو جاتے آپ ﷺ بیٹھے ہی رہتے۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱:۱۴۶' واخرجہ ابن ماجہ عن خباب بنحوہ کما فی البدایۃ ۶:۵۶' واخرجہ ابن ابی شیبۃ عن الاقرع بن حابس وعیینۃ بن حصن نحوہ الی آخر الایۃ ولم یذکر ما بعدہ کما فی کنز العمال ۱:۲۴۵]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس اور ان جیسے مؤلفۃ القلوب لوگوں نے (یعنی وہ نو مسلم جن کی حضور ﷺ دل جوئی کیا کرتے تھے) حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ ﷺ مسجد کے اگلے حصہ میں بیٹھ جائیں اور حضرت ابوذر اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہما اور دوسرے مسلمان فقراء کو اور ان کے جبوں کی بدبو کو ہم سے دور کر دیں تو ہم آپ ﷺ کے پاس بیٹھ کر خلوص و مودت کی باتیں کریں اور آپ ﷺ سے

(قرآن وحدیث) لے لیں۔ یہ فقراء حضرات اون کے جبے پہنا کرتے تھے۔ دوسرے سوتی کپڑے ان کے پاس نہیں ہوتے تھے (ان جبوں سے اون کی بو آیا کرتی تھی۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں نازل فرمائیں:

﴿وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِهٖ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا○ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ سے لے کر نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ [سورۃ کہف آیت:۲۸،۲۹]

تک جن میں اللہ تعالیٰ نے انہیں دوزخ کی دھمکی دی۔

''اور آپ کے پاس جو آپ کے رب کی کتاب وحی کے ذریعہ سے آئی ہے (لوگوں کے سامنے) پڑھ دیا کیجیے اس کی باتوں کو (یعنی وعدوں کو) کوئی بدل نہیں سکتا اور آپ خدا کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہ پائیں گے اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح وشام (یعنی علی الدوام) اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں اور دنیوی زندگی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں (یعنی توجہات) ان سے ہٹنے نہ پائیں اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیے جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا (یہ) حال حد سے گزر گیا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجیے کہ (یہ دین) حق تمہارا رب کی طرف سے (آیا) ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے کافر رہے۔ بے شک ہم نے ایسے ظالموں کیلئے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں ان کو گھیرے ہونگی۔''

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے اور ان فقیر مسلمانوں کو تلاش کرنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے اللہ کا ذکر کرتے ہوئے مل گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے وفات سے پہلے خود ہی اس بات کا حکم دیا کہ میں اپنی اُمت کے ان لوگوں کے ساتھ ہی رہا کروں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا مرنا اور جینا تمہارے ساتھ ہوگا۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱:۳۴۵]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قیس بن مطاطیہ ایک حلقہ کے پاس آیا اس

حلقہ میں حضرت سلمان فارسی، حضرت صہیب رومی اور حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہم تشریف فرما تھے۔ قیس نے کہا یہ اوس وخزرج (عرب ہیں اور بڑے لوگ ہیں) یہ اس آدمی کے لیے کھڑے ہوئے ہیں (یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے) لیکن ان (عجمی غریب وفقیر) بے حیثیت لوگوں کو کیا ہوا؟ (کہ یہ بھی مدد کے لیے کھڑے ہو گئے ان کی مدد سے کیا فائدہ؟) حضرت معاذ نے کھڑے ہو کر قیس کا گریبان پکڑا اور اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی بات بتائی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم غصہ میں (جلدی کی وجہ سے) چادر گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہوئے اور مسجد میں تشریف لے گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کے لیے آدمی بھیجا جس نے الصلاۃ جامعہ کہہ کر لوگوں میں اعلان کیا (لوگ جمع ہو گئے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! بے شک رب ایک ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) اور باپ بھی ایک ہے (یعنی حضرت آدم علیہ السلام) اور دین بھی ایک ہے (یعنی اسلام) غور سے سنو! یہ عربیت نہ تمہاری ماں ہے اور نہ تمہارا باپ۔ یہ تو ایک زبان ہے لہٰذا جو بھی عربی زبان میں بات کرنے لگ جائے وہ خود عربی شمار ہو گا۔ قیس کا گریبان پکڑے ہوئے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس منافق کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے چھوڑ دو یہ دوزخ میں جائے گا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد یہ قیس مرتد ہو گیا اور اسی حال میں مارا گیا۔

[اخرجه ابن عساكر عن مالك عن الزهري كذا في الكنز ٧:٤٦]

والدین کا اکرام کرنا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اپنی ماں کو سخت گرم و پتھریلی زمین میں اپنے کندھوں پر اٹھا کر دو فرسخ یعنی چھ میل لے گیا وہ اتنی گرم تھی کہ میں اگر اس پر گوشت کا ایک ٹکڑا ڈال دیتا تو وہ پک جاتا تو کیا میں نے اس کے احسانات کا بدلہ ادا کر دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید دردزہ کی ایک ٹیس کا بدلہ ہو گیا ہو (لیکن اس کے احسانات تو اس کے علاوہ اور بہت ہیں۔)

[اخرجه الطبراني في الصغير قال الهيثمي ٨:١٣٧، وفيه الحسن بن ابي جعفر وهو ضعيف من غير كذب وليث بن ابي سليم مدلس، انتهى.]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا اے فلانے! یہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا یہ میرے والد ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے آگے نہ چلو اور ان سے پہلے نہ بیٹھو اور ان کا نام لے کر نہ پکارو اور ان کو گالی دیئے جانے کا ذریعہ نہ بنو (کہ تم کسی کے باپ کو گالی دے دو اور وہ جواب میں تمہارے باپ کو گالی دیدے۔)

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهيثمی ۸:۱۳۷، وفیه علی بن سعید بن بشير شيخ الطبرانی و هو لين وقد نقل ابن دقيق العيدانه وثق و محمد بن عروة بن البرند لم اعرفه و بقية رجاله رجال الصحيح. انتهٰى]

حضرت ابوغسان ضبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں اپنے والد صاحب کے ساتھ (مدینہ منورہ کے) پتھریلے میدان میں چلا جا رہا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ میں نے کہا یہ میرے والد ہیں۔ انہوں نے فرمایا ان کے آگے مت چلا کرو بلکہ ان کے پیچھے یا ان کے ساتھ پہلو میں چلا کرو اور کسی کو اپنے اور ان کے درمیان نہ آنے دو اور اپنے والد کے مکان کی ایسی چھت پر نہ چلو جس کی منڈیر نہ ہو کیونکہ اس سے ان کے دل میں (چھت سے تمہارے نیچے گر جانے کا) خطرہ پیدا ہوگا (اور وہ اس سے پریشان ہونگے) اور جس گوشت والی ہڈی پر تمہارے والد کی نگاہ پڑ چکی ہو تم اسے نہ کھاؤ ہوسکتا ہے وہ اسے کھانا چاہتے ہوں۔ [اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهيثمی ۸:۱۳۷، وابوغسان وابوغنم الراوی عنه لم اعرفها وبقية رجاله ثقات]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ان دونوں کی خدمت کرو (ان کے محتاج خدمت ہونے کی وجہ سے) تمہارا جہاد یہی ہے۔ [اخرجه الستة الا ابن ماجه]

مسلم کی ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہجرت اور جہاد پر بیعت ہونا چاہتا ہوں اور اللہ سے اس کا اجر لینا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، دونوں ہی زندہ ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ سے اجر لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا جی ہاں۔

حضور ﷺ نے فرمایا اپنے والدین کے پاس واپس چلے جاؤ اور ان کی اچھی طرح خدمت کرو اور ابوداؤد کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اس آدمی نے کہا میں آپ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت ہونے آ گیا ہوں لیکن میں اپنے والدین کو روتے ہوئے چھوڑ کر آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان دونوں کے پاس واپس جاؤ اور انہیں (خوش کر کے) ایسے ہی ہنساؤ جیسے تم انہیں (پریشان کر کے) رلا کر آئے ہو۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یمن کا ایک آدمی ہجرت کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں آیا تو حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تمہارا یمن میں کوئی ہے؟ اس نے کہا میرے والدین ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا ان دونوں نے تمہیں یہاں آنے کی اجازت دے دی تھی؟ اس نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم ان دونوں کے پاس واپس جاؤ اور ان سے اجازت مانگو اگر وہ تمہیں اجازت دے دیں پھر تو تم جہاد میں جاؤ ورنہ ان ہی کی خدمت کرتے رہو۔ ابو یعلی اور طبرانی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں جہاد میں جانا چاہتا ہوں لیکن مجھ میں (جہاد میں جانے کی) قدرت نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا میری والدہ زندہ ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی والدہ کی خدمت کرتے ہوئے اللہ کے سامنے حاضر ہو جاؤ (یعنی مرتے دم تک تم اس کی خدمت کرتے رہو) جب تم یہ کرو گے تو گویا تم نے حج، عمرہ اور جہاد بھی کچھ کر لیا۔

[عند ابی یعلی والطبرانی باسناد جید کذا فی الترغیب ۴: ۹۳]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تم اس بستی میں جانے کی تیاری کرلو جس کے رہنے والے بڑے ظالم ہیں۔ انشاء اللہ اللہ تعالیٰ وہ بستی فتح کر کے تمہیں دیں گے۔ حضور ﷺ کا مقصد خیبر جانا تھا اور آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے ساتھ اڑیل سواری والا اور کمزور سواری والا ہرگز نہ جائے یہ سن کر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جا کر اپنی والدہ سے کہا میرا سامان سفر تیار کر دو کیونکہ حضور ﷺ نے غزوۂ خیبر کی تیاری کا حکم فرمایا ہے۔ ان کی والدہ نے کہا تم جا رہے ہو حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے بغیر اندر آ جا نہیں سکتی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں حضور ﷺ سے پیچھے نہیں رہ سکتا۔ ان کی والدہ نے اپنا پستان نکال کر اپنے دودھ کا واسطہ دیا (لیکن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نہ مانے) تو ان کی والدہ نے چپکے سے

حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر ساری بات حضور ﷺ کو بتا دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم جاؤ تمہارا کام تمہارے بغیر ہی ہو جائے گا۔ اس کے بعد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو حضور ﷺ نے دوسری طرف منہ پھیر لیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ آپ ﷺ مجھ سے اعراض فرما رہے ہیں ضرور میری طرف سے آپ ﷺ کو کوئی بات پہنچی ہے جس کی وجہ سے آپ ﷺ ایسا فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہاری والدہ نے اپنا پستان نکال کر تمہیں اپنے دودھ کا واسطہ دیا لیکن تم نے پھر بھی اس کی بات کو نہ مانا کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے دونوں والدین کے پاس یا دونوں میں سے ایک کے پاس رہو گے تو تم اللہ کے راستہ میں نہیں ہو؟ آدمی جب والدین کے پاس رہ کر ان کی خدمت اچھی طرح کرتا ہے اور ان سے حسن سلوک کر کے ان کا حق ادا کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کے راستہ میں ہی ہوتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس کے دو سال بعد میری والدہ کا انتقال ہوا تو میں ان کے انتقال تک کسی غزوہ میں نہیں گیا۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۵:۳۲۳]

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ پانی پلانے کی جگہ پر کھڑے تھے (جہاں قریش حاجیوں کو پانی پلایا کرتے تھے) کہ اتنے میں ایک عورت اپنا بیٹا لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے عرض کیا میرا یہ بیٹا غزوہ میں جانا چاہتا ہے لیکن میں اسے روک رہی ہوں حضور ﷺ نے اس کے بیٹے سے فرمایا جب تک تمہاری والدہ تمہیں اجازت نہ دے یا اس کا انتقال نہ ہو جائے اس وقت تک تم ان کی خدمت میں رہو اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔ طبرانی کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ ایک آدمی اور اس کی والدہ دونوں حضور ﷺ کی خدمت میں آئے وہ آدمی جہاد میں جانا چاہتا تھا اور اس کی والدہ اسے روک رہی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے رہو تمہیں ان کی خدمت میں رہنے پر اتنا ہی اجر ملے گا جتنا جہاد میں جانے سے ملے گا۔

[اخرجه الطبرانی وفی الاسنادین رشدین بن کریب و هو ضعیف کما قال الهیثمی ۵:۳۲۲]

حضرت طلحہ بن معاویہ سلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ کے راستہ میں جہاد کے لیے جانا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا

کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا والدہ کے پیروں سے چمٹ جاؤ تمہاری جنت وہیں ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۸: ۱۳۸، رواه الطبرانی عن ابن اسحاق وهو مدلس عن محمد بن طلحة ولم اعرفه وبقية رجاله رجال الصحيح انتهى]

حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جہاد میں جانے کے بارے میں مشورہ کرنے کے لیے حضور ﷺ کی خدمت میں گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے والدین ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا دونوں کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان دونوں کے قدموں کے نیچے ہے۔ [عند الطبرانی ایضاً قال الهيثمی ۸: ۱۳۸، رجاله ثقات]

حضرت معاویہ بن جاہمہ سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت جاہمہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں غزوہ میں جانا چاہتا ہوں میں اس بارے میں آپ ﷺ سے مشورہ کرنے آیا ہوں۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیا تمہاری والدہ ہے؟ انہوں نے کہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کی خدمت میں لگے رہو کیونکہ تمہاری جنت ان کے قدموں کے نیچے ہے۔ حضرت جاہمہ دوسری تیسری مرتبہ مختلف مجلسوں میں جا کر حضور ﷺ سے یہی پوچھتے رہے اور حضور ﷺ یہی جواب دیتے رہے۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۱۷]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام حضرت نعیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما حج کرنے گئے۔ چلتے چلتے وہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک درخت کے پاس پہنچے تو اسے پہچان لیا اور اس کے نیچے بیٹھ گئے پھر فرمایا۔ میں نے دیکھا تھا کہ حضور ﷺ اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں اس گھاٹی سے ایک آدمی آیا اور حضور ﷺ کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا پھر اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس لیے آیا ہوں تاکہ میں آپ ﷺ کے ساتھ اللہ کے راستہ میں جہاد کیا کروں اور میری نیت صرف اللہ کو راضی کرنے اور آخرت اچھی بنانے کی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تمہارے ماں باپ زندہ ہیں؟ اس نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا واپس جا کر ان کی خدمت کرو اور ان سے اچھا سلوک کرو۔ یہ سن کر وہ آدمی جہاں سے آیا تھا وہاں ہی واپس چلا گیا۔

[اخرجه ابویعلی قال الهيثمی ۸: ۱۳۸، وفيه ابن اسحاق وهو مدلس ثقة وبقية رجاله

رجال الصحیح ان مولی ام سلمة نباعم وھو الصحیح و ث کان نعیما فلم اعرفه انتھی]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم کلثوم سے شادی کا پیام (ان کے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو) دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا ابھی تو وہ چھوٹی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے تعلق اور رشتہ کے علاوہ ہر تعلق اور رشتہ قیامت کے دن ٹوٹ جائے گا۔ اب میں چاہتا ہوں کہ (اس نکاح کے ذریعہ سے) میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور رشتہ قائم ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما سے فرمایا تم اپنے چچا کی شادی (اپنی بہن سے) کردو۔ ان حضرات نے کہا وہ بھی عورتوں میں سے ایک مستقل عورت ہے۔ اسے اپنا اختیار ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ غصہ میں وہاں سے کھڑے ہو گئے تو حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ان کا کپڑا پکڑ کر عرض کیا اے ابا جان! میں آپ کے چھوٹنے کو برداشت نہیں کرسکتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر دونوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس کی شادی کردو۔ [اخرجه البیھقی عن حسن بن حسن عن ابیه کذا فی الکنز ۸: ۲۹۲]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کھجور کے ایک درخت کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ گئی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے (درخت بیچنے کے بجائے) اندر سے کھود کر کھجور کے درخت کو کھوکھلا کر دیا اور اس کا گودا نکال کر اپنی والدہ کو کھلا دیا۔ لوگوں نے ان سے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا حالانکہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایک کھجور کی قیمت ہزار درہم تک پہنچ چکی ہے؟ انہوں نے کہا میری والدہ نے کھجور کا گودا مجھ سے مانگا تھا اور میری عادت یہ ہے کہ جب میری والدہ مجھ سے کچھ مانگتی ہیں اور اس کا دینا میرے بس میں ہو تو میں وہ چیز ضرور ان کو دیتا ہوں۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۴۹]

بچوں کے ساتھ شفقت کرنا اور سب کے ساتھ برابر سلوک کرنا

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر بیٹھے ہوئے لوگوں میں بیان فرما رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما (گھر سے) نکلے ان کے گلے میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو لٹک رہا تھا اور زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اس میں ان کا پاؤں الجھ گیا اور زمین پر چہرے کے بل گر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اٹھانے کے ارادہ سے منبر سے

نیچے اترنے لگے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو گرتے ہوئے دیکھا تو انہیں اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لے کر اٹھا لیا اور فرمایا شیطان کو اللہ مارے اولاد تو بس فتنہ اور آزمائش ہی ہے۔ اللہ کی قسم! مجھے تو پتہ ہی نہ چلا کہ میں منبر سے کب نیچے اتر آیا۔ مجھے تو بس اس وقت پتہ چلا جب لوگ اس بچے کو میرے پاس لے آئے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸:۱۵۵' رواه الطبرانی عن شیخه حسن ولم ینسبه عن عبد الله بن علی الجارودی ولم اعرفهما وبقیة رجاله ثقات۔انتهٰی]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں تھے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آپ کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ہاتھ سے پکڑ کر کھڑے ہو گئے پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم رکوع میں گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کھڑے ہو گئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا تو وہ چلے گئے۔ [اخرجه البزار قال الهیثمی ۹:۱۷۵]

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں کہ اتنے میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر سوار ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں نیچے نہ اتارا (بلکہ یوں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں رہے) یہاں تک کہ وہی خود نیچے اترے اور کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دونوں ٹانگیں کھول دیا کرتے اور وہ ایک طرف سے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیچے سے گزر کر دوسری طرف نکل جاتے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۹:۱۷۵' وفیه علی بن عابس وهو ضعیف]

حضرت بہی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ آپ مجھے بتائیں کہ لوگوں میں سے کس کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی تھی۔ انہوں نے کہا حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی شکل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ ملتی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ بعض دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہوتے یہ آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک پر پڑ جاتے اور جب تک یہ الگ نہ ہو جاتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سجدے سے نہ اٹھتے۔ بعض دفعہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیٹ کے نیچے داخل ہو جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے اپنے پاؤں کھول دیتے تو وہ ان کے درمیان سے نکل جاتے۔

[عند البزار قال الهیثمی ۹:۱۷۶' وفیه علی بن عابس و هو ضعیف۔ انتهٰی]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ بعض دفعہ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے جب آپ ﷺ سجدے میں جاتے تو حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کود کر آپ ﷺ کی پشت پر بیٹھ جایا کرتے۔ جب لوگ ان دونوں کو روکنا چاہتے تو حضور ﷺ انہیں اشارہ فرما دیتے کہ انہیں چھوڑ دو (جو کرتے ہیں انہیں کرنے دو) اور نماز پوری کر کے انہیں (سینے سے لگاتے اور پھر) اپنی گود میں بٹھا لیتے اور ارشاد فرماتے کہ جسے مجھ سے محبت ہے اسے ان دونوں سے بھی محبت کرنی چاہئے۔

[عند ابی یعلی قال الهیثمی ۹:۱۷۹، رواہ ابویعلی والبزار وقال فاذا قضی الصلوة ضمهما الیه والطبرانی باختصار ورجال ابی یعلی ثقات و فی بعضهم خلاف۔ انتهٰی]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض دفعہ حضور ﷺ سجدے میں ہوتے۔ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے کوئی ایک آ کر حضور ﷺ کی پشت مبارک پر سوار ہو جاتے تو حضور ﷺ ان کی وجہ سے سجدہ لمبا فرما دیتے بعد میں لوگ کہا کرتے یا نبی اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بڑا لمبا سجدہ کیا۔ آپ ﷺ فرماتے میرے بیٹے نے مجھے سواری بنا لیا تھا اس لیے مجھے جلدی اٹھنا اچھا نہ لگا۔ [عند ابی یعلی قال الهیثمی ۹:۱۸۱، وفیه محمد بن ذکوان و ثقه ابن حبان و ضعفه غیره و بقیة رجاله رجال الصحیح۔ انتهٰی]

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ باہر ہمارے پاس تشریف لائے آپ ﷺ کے کندھے پر (آپ ﷺ کی نواسی) حضرت امامہ بنت ابی العاص رضی اللہ عنہا بیٹھی ہوئی تھیں۔ آپ ﷺ نے اسی طرح نماز پڑھنی شروع کر دی جب رکوع میں جاتے تو انہیں نیچے اتار دیتے اور جب (سجدے سے) سر اٹھاتے تو انہیں پھر اٹھا کر بٹھا لیتے۔

[اخرجه البخاری ۲:۸۸۷، واخرجه ابن سعد ۸:۳۹، عن ابی قتادہ نحوہ]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ ﷺ کے ایک کندھے پر حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے اور دوسرے کندھے پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے آپ ﷺ کبھی انہیں چومتے اور کبھی انہیں۔ آپ ﷺ یوں ہی چلتے چلتے ہمارے پاس پہنچ گئے تو ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو ان دونوں سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جس نے ان دونوں سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور

جس نے ان دونوں سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ [اخرجه احمد قال الهيثمى ۹:۱۷۹، رواه احمد رجاله ثقات و فى بعضهم خلاف و رواه البزار و رواه ابن ماجه باختصار انتهى]

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی زبان اور ہونٹ کو چوس رہے تھے اور جس زبان اور ہونٹ کو حضور ﷺ نے چوسا ہو اسے کبھی عذاب نہیں ہوسکتا۔ [اخرجه احمد قال الهيثمى ۹:۱۷۷، رجاله رجال الصحيح غير عبدالرحمن بن ابى عوف وهو ثقة انتهى]

حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا تو حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا میرے تو دس بچے پیدا ہوئے میں نے ان میں سے ایک کا بھی کبھی بوسہ نہیں لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتے۔ [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ۸:۱۵۶، ورجاله ثقات، انتهى واخرجه البخارى ۲:۸۸۷، عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه نحوه]

حضرت اسود بن خلف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پکڑ کر حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا بوسہ لیا پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا آدمی اولاد کی وجہ سے کنجوسی کرتا ہے اور نادانی والے کام کرتا ہے (بچوں کی وجہ سے لڑ پڑتا ہے) اور اولاد کی وجہ سے آدمی بزدلی اختیار کر لیتا ہے (کہ میں مرگیا تو میرے بعد بچوں کا کیا ہوگا؟) [عند البزار ورجاله ثقات كما قال الهيثمى ۸:۱۵۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سب لوگوں سے زیادہ شفقت کرتے تھے۔ حضور ﷺ کا ایک صاحبزادہ تھا جو مدینہ کے کنارے کے محلہ میں کسی عورت کا دودھ پیا کرتا تھا اس عورت کا خاوند لوہار تھا۔ ہم اسے ملنے جایا کرتے تو اس لوہار کا سارا گھر بھٹی میں اذخر گھاس جلانے کی وجہ سے دھوئیں سے بھرا ہوا ہوتا تھا۔ حضور ﷺ اپنے اس بیٹے کو چوما کرتے تھے اور ناک لگا کر اسے سونگھا کرتے۔

[اخرجه البخارى فى الادب ۵۶، واخرجه ابن سعد ۱:۸۷، عن انس بمعناه]

حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اس کے ساتھ اس کے دو بیٹے تھے اس نے حضور ﷺ سے کچھ مانگا حضور ﷺ نے اسے تین کھجوریں دے دیں ہر ایک کے لیے ایک کھجور۔ اس عورت نے ہر ایک کو کھجور دی۔ وہ دونوں بچے اپنے حصہ

کی کھجور کھا کر ماں کو دیکھنے لگ گئے۔ اس پر اس عورت نے اپنے حصہ کی اس تیسری کھجور کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو آدھی کھجور دے دی۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا چونکہ اس عورت نے اپنے بیٹوں پر رحم کیا ہے اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر رحم فرما دیا ہے۔ [عند الطبرانی فی الصغیر والکبیر قال الهیثمی ٨: ١٥٨، وفیه خدیج بن معاویة الجعفی وهو ضعیف]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں اس کا ایک بیٹا آیا اس نے اسے چوم کر اپنی ران پر بٹھا لیا۔ پھر اس کی ایک بیٹی آگئی اس نے اسے اپنے سامنے بٹھا لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے دونوں سے ایک جیسا سلوک کیوں نہیں کیا؟ (بیٹی کو نہ چوما اور نہ اسے ران پر بٹھایا) [اخرجه البزار قال الهیثمی ٨: ١٥٦، رواه البزار فقال حدثنا بعض اصحابنا ولم یسمه وبقیة رجاله ثقات]

پڑوسی کا اکرام کرنا

حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے پڑوسی کا کیا حق ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو اور اس کا انتقال ہو جائے تو تم اس کے جنازے میں جاؤ اور اگر وہ تم سے قرض مانگے تو تم اسے قرضہ دے دو۔ اور اگر وہ فقیر اور بدحال ہو جائے تو تم اس کی پردہ پوشی کرو (کہ ایسے چپکے سے اس کی مدد کرو کہ کسی کو اس کا پتہ نہ چلے) اور اگر اسے کوئی اچھی چیز حاصل ہو جائے تو تم اسے مبارک باد دو اور اگر اس پر کوئی مصیبت آئے تو تم اس کو تسلی دو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اونچی نہ بناؤ اس سے اس کی ہوا بند ہو جائے گی اور جب بھی تم ہنڈیا میں کوئی سالن پکاؤ تو چمچہ بھر اس میں سے اسے بھی دے دو ورنہ تمہارے سالن کی خوشبو سے اسے بے چینی اور تکلیف ہوگی (کیونکہ اس کے گھر میں کچھ نہیں ہے اور تمہارے ہاں ہے)

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ٨: ١٦٥، وفیه ابوبکر الهذلی وهو ضعیف]

بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی ہی روایت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ ننگا ہو تو اسے تم پہناؤ۔ [کما فی الکنز ٥: ٤٣]

حضرت محمد بن عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں

حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے مجھے پریشان کیا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا صبر کرو۔ کچھ عرصہ بعد میں نے دوبارہ جا کر عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بڑی تکلیف پہنچائی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا صبر کرو۔ میں نے تیسری مرتبہ عرض کیا کہ میرے پڑوسی نے تو مجھے تنگ کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے گھر کا سارا سامان اٹھا کر گلی میں ڈال دو اور تمہارے پاس جو آئے اسے یہ بتاتے رہنا کہ میرے پڑوسی نے مجھے بہت پریشان کیا ہوا ہے اس طرح سب اس پر لعنت بھیجنے لگ جائیں گے (پھر آپ نے فرمایا) جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کا اکرام کرنا چاہئے اور جو اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ یا تو وہ خیر کی بات کہے یا چپ رہے۔ [اخرجه ابو نعیم کذا فی الکنز ۵: ۴۴]

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک غزوے میں تشریف لے جانے لگے تو فرمایا آج ہمارے ساتھ وہ نہ جائے جس نے اپنے پڑوسی کو تکلیف پہنچائی ہو۔ اس پر ایک آدمی نے کہا میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم آج ہمارے ساتھ مت جاؤ۔ [اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸: ۱۷۰ وفیه یحیی بن عبد الحمید الحمانی وهو ضعیف]

حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا زنا کے بارے میں آپ لوگ کیا کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا زنا تو حرام ہے اللہ اور رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے یہ قیامت تک حرام رہے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی دس عورتوں سے زنا کر لے اس کا گناہ پڑوسی کی بیوی سے زنا کرنے سے کم ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا آپ لوگ چوری کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا چونکہ اللہ اور رسول ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے اس لیے یہ حرام ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا آدمی دس گھروں سے چوری کر لے اس کا گناہ پڑوسی کے گھر سے چوری کرنے سے کم ہے۔

[اخرجه والطبرانی قال الهیثمی ۸: ۱۶۸ رواه احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجاله ثقات]

حضرت مطرف بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں مجھے لوگوں کے واسطہ سے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث پہنچی تھی میں چاہتا تھا کہ خود ان سے میری ملاقات ہو جائے (تا کہ وہ حدیث ان سے براہ راست سن لوں) چنانچہ ایک دفعہ ان سے میری ملاقات ہو گئی تو میں نے ان سے کہا اے

ابوذر! مجھے آپ کی طرف سے ایک حدیث پہنچی ہے میں (اس حدیث کو براہ راست آپ سے سننے کے لئے) آپ سے ملنا چاہتا تھا۔ انہوں نے فرمایا اللہ تیرے باپ کا بھلا کرے اب تو تمہاری مجھ سے ملاقات ہوگئی ہے بتاؤ (وہ کون سی حدیث ہے؟) میں نے کہا مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ حضور ﷺ نے آپ سے فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ تین آدمیوں کو پسند کرتا ہے اور تین آدمیوں سے بغض رکھتا ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا میرے خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی کہ میں حضور ﷺ کی طرف سے جھوٹ بیان کروں۔ میں نے کہا وہ تین آدمی کون سے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا ایک تو وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستہ میں جم کر ثواب کی امید میں غزوہ کرے اور زوردار جنگ کرے اور آخر کار وہ شہید ہو جائے اور اس آدمی کا تذکرہ تمہیں اپنے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب میں مل جائے گا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا كَأَنَّهُم بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ﴾

[سورۃ صف آیت ۴]

''اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کو (خاص طور پر) پسند کرتا ہے جو اس کے راستہ میں اس طرح سے مل کر لڑتے ہیں کہ گویا وہ ایک عمارت ہے جسے میں سیسہ پلایا گیا ہے۔''

میں نے کہا دوسرا کون ہے؟ انہوں نے فرمایا دوسرا وہ آدمی ہے جس کا پڑوسی برا آدمی ہے جو اسے تکلیف پہنچاتا رہتا ہے اور وہ اس کی تکلیفوں پر مسلسل صبر کرتا رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (اس پڑوسی کی اصلاح فرما کر) اسے اور زندگی دے دے یا اسے دنیا سے اٹھا لے۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی ہے۔ [اخرجه احمد والطبرانی واللفظ له قال الهيثمی ۸: ۱۷۱ اسناد الطبرانی واحد اسنادی احمد رجاله رجال الصحيح وقد رواه النسائی وغيره غير ذكر الجار]

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے تو وہ اپنے پڑوسی سے جھگڑ رہے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے پڑوسی سے جھگڑا نہ کرو کیونکہ پڑوسی تو یہاں ہی رہے گا اور (لڑنے والے) باقی لوگ چلے جائیں گے۔

[اخرجه ابن المبارک وابوعبيد فی الغريب والخرائطی وعبد الرزاق عن عبدالرحمن بن القاسم كذا فی الكنز ۵: ۴۴]

نیک رفیق سفر کا اکرام کرنا

حضرت رباح بن ربیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم ایک غزوہ میں حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔ حضور ﷺ نے ہم میں سے ہر تین آدمیوں کو ایک اونٹ سواری کے لیے دیا۔ صحرا اور جنگل میں تو ہم میں سے دو سوار ہو جاتے اور ایک پیچھے سے اونٹ کو چلاتا اور پہاڑوں میں ہم سب ہی اتر جاتے۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے میں اس وقت پیدل چل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے رباح! میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پیدل چل رہے ہو؟ (کیا بات ہے؟) میں نے کہا میں تو ابھی اترا ہوں اس وقت میرے دونوں ساتھی سوار ہیں۔ اس کے بعد حضور ﷺ (آگے چلے گئے اور آپ) کا گزر میرے دونوں ساتھیوں کے پاس سے ہوا جس پر انہوں نے اپنا اونٹ بٹھایا اور دونوں اس سے اتر گئے۔ جب میں ان دونوں کے پاس پہنچا تو دونوں نے کہا تم اس اونٹ پر آگے بیٹھ جاؤ اور (مدینہ) واپسی تک تم یوں ہی بیٹھے رہو۔ ہم دونوں باری باری سوار ہوتے رہیں گے (تم نے اب پیدل نہیں چلنا) میں نے کہا کیوں؟ ان دونوں نے کہا حضور ﷺ ہمیں ابھی فرما کر گئے ہیں کہ تمہارا ساتھی بہت نیک آدمی ہے تم اس کے ساتھ اچھی طرح رہو۔

[اخرجه الطبرانی کذا فی الکنز ۵:۴۲]

لوگوں کے مرتبے کا لحاظ کرنا

حضرت عمرو بن مخراق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کھانا کھا رہی تھیں کہ ان کے پاس سے ایک باوقار آدمی گزرا اسے بلا کر انہوں نے اپنے ساتھ (کھانے پر) بٹھا لیا اتنے میں ایک اور آدمی ان کے پاس سے گزرا (اسے بلایا نہیں بلکہ) اسے (روٹی کا) ایک ٹکڑا دے دیا۔ ان سے کسی نے پوچھا (کہ دونوں کے ساتھ ایک جیسا معاملہ کیوں نہیں کیا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمیں حضور ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم لوگوں کے ساتھ ان کے مرتبے کے مطابق معاملہ کریں (اور ہر ایک کو اس کے درجے پر رکھیں۔)

[اخرجه الخطیب فی المتفق کذا فی الکنز ۲:۱۴۲]

حضرت میمون بن ابی شعیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مانگنے والا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس

آیا (اور اس نے مانگا) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اسے ایک ٹکڑا دے دو۔ پھر ایک باوقار آدمی آیا تو اسے اپنے ساتھ (دسترخوان) پر بٹھالیا۔ کسی نے ان سے پوچھا آپ نے ایسا (الگ الگ معاملہ) کیوں کیا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [اخرجه ایضاً ابو داؤد فی السنن وابن خزیمة فی صحیحه والبزار و ابویعلیٰ وابونعیم فی المستخرج والبیهقی فی الادب والعسکری فی الامثال]

ابونعیم نے اس طرح روایت کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک سفر میں تھیں تو انہوں نے قریش کے کچھ لوگوں کے لیے دوپہر کا کھانا تیار کرنے کا حکم دیا (جب وہ کھانا تیار ہو گیا تو) ایک مالدار باوقار آدمی آیا۔ آپ نے فرمایا اسے بلالو اسے بلایا گیا تو وہ سواری سے نیچے اترا اور (بیٹھ کر) کھانا کھایا پھر وہ چلا گیا۔ اس کے بعد ایک مانگنے والا آیا تو فرمایا اسے (روٹی کا) ٹکڑا دے دو پھر فرمایا اس مالدار کے ساتھ (اکرام کا) یہ معاملہ کرنا ہی ہمارے لیے مناسب تھا اور اس فقیر نے آکر مانگا تو میں نے اسے اتنا دینے کو کہہ دیا جس سے وہ خوش ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی ہمیں حکم دیا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔

[لفظ ابی نعیم فی الحلیة ۴: ۳۷۹، وقد صحیح هذا الحدیث الحاکم فی معرفة علوم الحدیث وکذا غیره و تعقب بالانقطاع وبالاختلاف علی روایه فی رفعه قال السخاوی و بالجملة فحدیث عائشه حسن کذا فی شرح الاحیاء الزبیدی ۶: ۲۶۵]

پہلے یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو ایک جوڑا اور سو دینار دیے کسی نے ان سے پوچھا تو فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کے درجے کے لحاظ سے پیش آؤ اس آدمی کا میرے نزدیک یہی درجہ تھا۔

مسلمان کو سلام کرنا

قبیلہ مزینہ کے حضرت اغر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک جریب (ایک پیمانہ جس میں چار قفیز غلہ آتا تھا) کھجوریں دینے کا حکم دیا۔ کھجوریں ایک انصاری کے پاس تھیں وہ انصاری دینے میں ٹال مٹول کرتے رہے میں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوبکر! تم صبح ان کے ساتھ جاؤ اور (اس انصاری سے) لے کر کھجوریں

ان کو دے دو۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا صبح نماز پڑھ کر فلاں جگہ آ جانا۔ میں نماز پڑھ کر وہاں گیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں موجود تھے۔ ہم دونوں اس انصاری کے پاس گئے۔ راستہ میں جو آدمی بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دور سے دیکھتا وہ فوراً ان کو سلام کرتا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم دیکھ نہیں رہے کہ یہ لوگ (پہلے سلام کر کے) فضیلت میں تم سے آگے نکل گئے ہیں؟ اب آئندہ سلام میں تم سے آگے کوئی نہ نکلنے پائے اس کے بعد ہمیں جو آدمی بھی دور سے نظر آتا ہم اس کے سلام کرنے سے پہلے ہی فوراً اسے سلام کر دیتے۔ [اخرجه الطبرانی فی الکبیر والاوسط واحد اسنادی الکبیر رواته محتج بهم فی الصحیح کذا فی الترغیب ۳:۲۰۲، واخرجه ایضاً البخاری فی الادب ۱۴۵، وابن جریر و ابونعیم والخرائطی کما فی الکنز ۵:۵۲]

حضرت زہرہ بن حمیضہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے سواری پر سوار تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں سلام کرتے لوگ جواب میں ہمارے الفاظ سے زیادہ الفاظ سلام میں ذکر کرتے اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج تو لوگ (اجر و ثواب میں) ہم پر غالب آ گئے ایک روایت میں یہ ہے کہ آج تو لوگ ہم سے خیر میں بہت آگے نکل گئے۔ [عند ابن ابی شیبة]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سواری پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا جب ہم لوگوں کے پاس سے گزرتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ السلام علیکم کہتے۔ لوگ جواب میں علیکم والسلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتے۔ اس پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آج تو لوگ ہم سے بہت آگے نکل گئے۔ [عند ابن ابی شیبة]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ وعظ فرمایا تو اس میں یہ فرمایا ہر کام میں صبر کو لازم پکڑو چاہے وہ کام تمہاری مرضی کا ہو یا نہ ہو کیونکہ صبر بہت اچھی خصلت ہے اب تمہیں دنیا پسند آنے لگ گئی ہے اور اس نے اپنے دامن تمہارے سامنے پھیلا دیئے ہیں اور اس نے اپنے زینت والے کپڑے پہن لیے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم (کو تو اعمال کا شوق تھا اس لیے وہ) اپنے گھر کے صحن میں بیٹھتے تھے اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہم اس لیے یہاں بیٹھتے ہیں تاکہ ہم لوگوں کو سلام کریں اور پھر لوگ بھی ہمیں سلام کریں۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۲:۱۵۶]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتے اور راستہ میں

کوئی درخت آ جاتا جس کی وجہ سے ہم ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے تو پھر جب ہم اکٹھے ہوتے تو ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے۔

[اخرجه الطبرانی باسناد حسن كذا فی الترغیب ۴: ۲۰۷ و اخرجه البخاری فی الادب ۱۴۸ بنحوه]

حضرت طفیل بن ابی بن کعب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں آیا کرتا وہ میرے ساتھ بازار جاتے جب ہم بازار جاتے تو حضرت عبداللہ کا جس کباڑیے پر، بیچنے والے پر، جس مسکین پر غرضیکہ جس مسلمان پر گزر ہوتا اسے سلام کرتے۔ ایک دن میں ان کی خدمت میں گیا وہ مجھے اپنے ساتھ بازار لے گئے۔ میں نے کہا آپ بازار کس لیے آتے ہیں؟ نہ تو آپ کسی بیچنے والے کے پاس رکتے ہیں اور نہ کسی سامان کے بارے میں پوچھتے ہیں اور نہ قیمت معلوم کرتے ہیں اور نہ بازار کی کسی مجلس میں بیٹھتے ہیں۔ آیئے یہاں ہم بیٹھ جاتے ہیں کچھ دیر باتیں کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا اے پیٹو! میرا پیٹ بڑا تھا۔ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آتے ہیں لہٰذا جو ملتا جائے اسے سلام کرتے جاؤ۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ ہم تو سلام کی وجہ سے بازار آئے ہیں اس لیے ہمیں جو ملے گا ہم اسے سلام کریں گے۔

[اخرجه ابونعيم فی الحلیة ۱: ۳۱۰ و اخرجه مالك عن الطفيل بن ابی بن كعب بنحوه و فی رواية انما نغدو من اجل السلام نسلم علی من لقينا كما فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۱ و اخرجه البخاری فی الادب ۱۴۸ عن الطفيل بن ابی بنحوه]

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی جس سے ملاقات ہوتی تھی اسے فوراً سلام کرتے تھے۔ راوی کہتے ہیں میرے علم میں ایسا کوئی آدمی نہیں جس نے انہیں پہلے سلام کیا ہو البتہ ایک یہودی قصداً ایک ستون کے پیچھے چھپ گیا اور (جب حضرت ابوامامہ پاس پہنچے تو) ایک دم باہر آ کر اس نے ان کو پہلے سلام کر لیا۔ حضرت ابوامامہ نے اس سے فرمایا اے یہودی! تیرا ناس ہو تو نے ایسا کیوں کیا اس نے کہا میں نے دیکھا کہ آپ سلام بہت زیادہ کرتے ہیں اور سلام میں پہل کرتے ہیں اس سے مجھے پتہ چلا کہ یہ کوئی فضیلت والا عمل ہے اس لیے میں نے چاہا کہ فضیلت مجھے بھی حاصل ہو جائے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیرا ناس ہو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے السلام علیکم کو ہماری اُمت (مسلمہ) کے لیے آپس کا سلام بنایا ہے اور ہمارے ساتھ رہنے والے ذمی کافروں کے لیے اسے امن کی نشانی بنایا ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۸: ۳۳ رواه الطبرانی عن شيخه بكر بن سهل الدمياطی

ضعفه النسائی وقال غیرہ مقارب الحدیث۔ انتہی۔]

حضرت محمد بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر واپس جا رہے تھے میں ان کا ہاتھ پکڑے ہوئے ساتھ چل رہا تھا راستہ میں جس آدمی پر ان کا گزر ہوتا چاہے وہ مسلمان ہوتا یا نصرانی' چھوٹا ہوتا یا بڑا حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ اسے السلام علیکم ضرور کہتے۔ جب گھر کے دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہماری طرف متوجہ ہو کر کہا اے میرے بھتیجے! ہمیں ہمارے نبی کریم ﷺ نے اس بات کا حکم دیا ہے کہ ہم آپس میں سلام پھیلائیں۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱۱۲:۶]

حضرت بشیر بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کوئی آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو ان سے پہلے سلام نہیں کر سکتا تھا۔ [عند البخاری وفی الادب ۱۴۵]

سلام کا جواب دینا

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے جواب میں فرمایا وعلیک السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر دوسرے نے آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر تیسرے نے آ کر کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ حضور ﷺ نے ان کے جواب میں فرمایا وعلیکم۔ اس پر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں اور فلاں نے آ کر آپ ﷺ کو سلام کیا (اور میں نے بھی آپ ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ نے تینوں کو سلام کا جواب دیا لیکن) ان دونوں کو آپ ﷺ نے مجھ سے اچھا جواب دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم نے سلام میں کوئی چیز تو چھوڑی نہیں (کیونکہ تم نے السلام علیکم یا رسول اللہ ﷺ ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا) اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوا بِأَحْسَنَ مِنْهَا أَوْ رُدُّوهَا﴾ [سورۃ نساء آیت ۸۶]

"اور جب تم کو کوئی (مشروع طور پر) سلام کرے تو اس (سلام) سے اچھے الفاظ میں سلام کر دیا کرو یا ویسے ہی الفاظ کہہ دو۔"

(چونکہ تم نے سلام میں سارے ہی الفاظ کہہ دیئے تھے اس لئے) میں نے تمہارے سلام کا جواب تمہارے ہی الفاظ میں دیا ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۳۳:۸' فیه هشام بن لاحق

رواہ النسائی و ترک احمد حدیثہ وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح۔ انتہٰی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ حضرت جبرائیل علیہ السلام تمہیں سلام کہہ رہے ہیں میں نے کہا وعلیك السلام ورحمة الله وبرکاته اور میں کچھ اور الفاظ بڑھانے لگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلام ان الفاظ پر پورا ہو جاتا ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا۔ والله وبرکاته علیکم اهل البیت۔ [اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸:۳۳، رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجاله رجال الصحیح وهو فی الصحیح باختصار۔ انتہٰی]

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور دوسرے حضرات فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے (اندر آنے کی) اجازت لینے کے لیے فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ جواب میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے آہستہ سے کہا وعلیك السلام ورحمۃ اللہ اور اتنا آہستہ جواب دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن نہ سکے تین دفعہ یہی ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سلام فرماتے اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ چپکے سے جواب دیتے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس جانے لگے تو حضرت سعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر سلام میرے کانوں تک پہنچا اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر سلام کا جواب دیا لیکن قصداً آہستہ سے کہا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن نہ سکیں میں نے چاہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلام کی برکت زیادہ سے زیادہ حاصل کر لوں۔ پھر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لے گئے اور ان کے سامنے تیل پیش کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ تیل نوش فرمایا کھانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

((اَكَلَ طَعَامَكُمُ الْاَبْرَارُ وَصَلَّتْ عَلَيْكُمُ الْمَلَائِكَةُ وَاَفْطَرَ عِنْدَكُمُ الصَّائِمُوْنَ)) [اخرجه احمد عن ثابت البنانی و روی ابو داؤد بعضه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم انصار کو ملنے جایا کرتے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تو انصار کے بچے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد جمع ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا فرماتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں سلام کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آئے اور ان کو سلام کیا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے جواب تو دیا لیکن آہستہ سے دیا تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن نہ سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دفعہ سلام کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہی تھا کہ تین دفعہ سے زیادہ

سلام نہیں کرتے تھے تین دفعہ میں گھر والے اندر آنے کی اجازت دے دیتے تو ٹھیک ورنہ آپ ﷺ واپس تشریف لے جاتے پھر آگے پچھلی حدیث جیسی حدیث ذکر کی۔

[رواه البزار ورجاله رجال الصحیح كما قال الهیثمی ۳۸:۸]

حضرت محمد بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں سلام کیا انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شکایت کی (یہ دونوں حضرات حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آئے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کہا آپ نے اپنے بھائی کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! میں نے (ان کے سلام کو) سنا ہی نہیں۔ میں تو کسی گہری سوچ میں تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کیا سوچ رہے تھے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں شیطان کے خلاف سوچ رہا تھا کہ وہ ایسے برے خیالات میرے دل میں ڈال رہا تھا کہ زمین پر جو کچھ ہے وہ سارا ابھی مجھے مل جائے تو بھی میں ان برے خیالات کو زبان پر نہیں لا سکتا۔ جب شیطان نے میرے دل میں یہ برے خیالات ڈالنے شروع کیے تو میں نے دل میں کہا اے کاش میں حضور ﷺ سے پوچھ لیتا کہ ان شیطانی خیالات سے نجات کیسے ملے گی؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے اس کی شکایت کی تھی اور میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تھا کہ شیطان جو برے خیالات ہمارے دلوں میں ڈالتا ہے ان سے ہمیں نجات کیسے ملے گی؟ حضور ﷺ نے فرمایا ان سے نجات تمہیں اس طرح ملے گی کہ تم وہ کلمہ کہہ لیا کرو جو میں نے موت کے وقت اپنے چچا پر پیش کیا تھا لیکن انہوں نے وہ کلمہ نہیں پڑھا تھا۔ [اخرجه ابویعلی كذا فی الكنز ۱:۲۴۷ وقال قال البوصیری فی زوائد العشرة سنده حسن]

یہی واقعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اس سے زیادہ تفصیل سے ابن سعد نے نقل کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گئے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جا کر کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! کیا میں آپ کو حیران کن بات نہ بتاؤں؟ میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا لیکن انہوں نے میرے سلام کا جواب نہ دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں حضرات چل پڑے اور میرے پاس آئے تو مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اے عثمان! تمہارے بھائی (عمر رضی اللہ عنہ) نے بتایا ہے کہ وہ تمہارے پاس

سے گزرے تھے اور انہوں نے تمہیں سلام کیا تھا لیکن تم نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا تو تم نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اے خلیفہ رسول اللہ ﷺ! میں نے ایسا تو نہیں کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا بالکل کیا ہے اور اللہ کی قسم! یہ (تکبر) تم بنو امیہ کی پرانی خصلت ہے میں نے کہا (اے عمر!) مجھے نہ تو تمہارے گزرنے کا پتہ چلا اور نہ تمہارے سلام کرنے کا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں میرا خیال یہ ہے کہ آپ کسی سوچ میں تھے جس کی وجہ سے آپ کو پتہ نہ چلا۔ میں نے کہا جی ہاں! حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کیا سوچ رہے تھے جس کی وجہ سے آپ کو پتہ نہ چلا۔ میں نے کہا میں یہ سوچ رہا تھا کہ حضور ﷺ کا انتقال ہو گیا لیکن میں حضور ﷺ سے یہ نہ پوچھ سکا کہ اس اُمت کی نجات کس چیز میں ہے؟ میں یہ سوچ بھی رہا تھا اور اپنی اس کوتاہی پر حیران بھی ہو رہا تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور ﷺ سے یہ بات پوچھی تھی اور حضور ﷺ نے مجھے بتائی تھی۔ میں نے کہا وہ کیا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے حضور ﷺ سے یہ پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس اُمت کی نجات کس چیز میں ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا تھا جو آدمی مجھ سے اس کلمہ کو قبول کرلے گا جو میں نے اپنے چچا پر پیش کیا تھا لیکن انہوں نے قبول نہیں کیا تھا تو یہ کلمہ اس آدمی کے لیے نجات کا ذریعہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے اپنے چچا پر یہ کلمہ پیش کیا تھا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

[اخرجه ابن سعد ۲: ۳۱۲]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مسجد میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا میں نے انہیں سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں گیا اور میں نے دو دفعہ یہ کہا اے امیر المؤمنین! کیا اسلام میں کوئی نئی چیز پیدا ہوگئی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا ہوا؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں البتہ یہ بات ہے کہ میں ابھی مسجد میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے مجھے آنکھ بھر کر دیکھا بھی لیکن میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور (جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آگئے تو) ان سے فرمایا آپ نے اپنے بھائی (سعد رضی اللہ عنہ) کے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو ایسا نہیں کیا۔ میں نے کہا آپ نے کیا ہے اور بات اتنی

بڑھی کہ انہوں نے اپنی بات پر قسم کھالی اور میں نے اپنی بات پر قسم کھالی۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو یاد آ گیا تو انہوں نے فرمایا استغفر اللہ واتوب الیہ آپ میرے پاس سے ابھی گزرے تھے۔ اس وقت میں اس بات کے بارے میں سوچ رہا تھا جو میں نے حضور ﷺ سے سنی تھی اور وہ بات ایسی ہے کہ جب بھی مجھے یاد آتی ہے تو میری نگاہ پر اور میرے دل پر ایک پردہ پڑ جاتا ہے (جس کی وجہ سے نہ کچھ نظر آتا ہے اور نہ کچھ سمجھ آتا ہے) میں نے کہا میں آپ کو وہ بات بتاؤں ایک مرتبہ حضور ﷺ نے دعا کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ فرمایا (کہ دعا کے شروع میں اسے پڑھنا چاہئے) اتنے میں ایک دیہاتی آیا اور حضور ﷺ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ کھڑے ہو گئے (اور چل پڑے) میں بھی آپ کے پیچھے چل دیا پھر مجھے خطرہ ہوا کہ میرے پہنچنے سے پہلے کہیں حضور ﷺ گھر کے اندر نہ چلے جائیں اس لیے میں نے زمین پر پاؤں زور سے مارے اس پر حضور ﷺ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا یہ کون ہے ابو اسحاق ہے؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے کہا اور تو کوئی بات نہیں ہے بس یہ بات ہے کہ آپ نے دعا کے ابتدائی حصہ کا تذکرہ کیا تھا پھر یہ دیہاتی آ گیا اور آپ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں وہ مچھلی والے (حضرت یونس) علیہ السلام کی دعا ہے جو انہوں نے مچھلی کے پیٹ میں مانگی تھی: لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ان کلمات کے ساتھ جو مسلمان بھی دعا کرے گا اللہ تعالیٰ اس کی دعا ضرور قبول فرمائیں گے۔ [اخرجه احمد قال الهیثمی ۷: ۶۸ رواه احمد ورجاله رجال الصحیح غیر ابراهیم بن محمد بن سعد بن ابی وقاص وهو ثقة وروی الترمذی طرفا من آخره۔ انتهی واخرجه ایضاً ابویعلی والطبرانی فی الدعاء وصحح عن سعد بن ابی وقاص نحوه کما فی الکنز ۱: ۲۹۸]

سلام بھیجنا

حضرت ابو البختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اشعث بن قیس اور حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہما حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے اور شہر مدائن کے ایک کنارے میں ان کی جھگی کے اندر گئے۔ اندر جا کر انہیں سلام کیا اور یہ دعائیہ کلمات کہے حیاك اللہ اللہ آپ کو زندہ رکھے۔ پھر ان دونوں نے پوچھا کیا آپ ہی سلمان فارسی ہیں؟ حضرت سلمان نے کہا جی ہاں۔ ان دونوں حضرات نے کہا کیا آپ حضور ﷺ کے ساتھی ہیں؟ انہوں نے کہا معلوم نہیں۔ اس پر ان

دونوں حضرات کو شک ہو گیا اور انہوں نے کہا شاید یہ وہ سلمان فارسی نہیں ہیں جنہیں ہم ملنا چاہتے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان دونوں سے کہا میں ہی تمہارا وہ مطلوبہ آدمی ہوں جس سے تم ملنا چاہتے ہو۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے اور ان کی مجلس میں بیٹھا ہوں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھی وہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنت میں چلا جائے (یعنی اس کا ایمان پر خاتمہ ہو جائے اور مجھے اپنے خاتمہ کے بارے میں پتہ نہیں ہے) آپ لوگ کس ضرورت کے لیے میرے پاس آئے ہیں؟ ان دونوں نے کہا ملک شام میں آپ کے ایک بھائی ہیں ہم ان کے پاس سے آپ کے پاس آئے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کون ہیں؟ ان دونوں نے کہا وہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ہیں۔ حضرت سلمانؓ نے کہا انہوں نے جو ہدیہ تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے وہ کہاں ہے؟ ان دونوں نے کہا انہوں نے ہمارے ساتھ کوئی ہدیہ نہیں بھیجا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ سے ڈرو اور جو امانت لائے ہو وہ مجھے دے دو۔ آج تک جو بھی ان کے پاس سے میرے پاس آیا ہے وہ اپنے ساتھ ان کی طرف سے ہدیہ ضرور لایا ہے۔ ان دونوں نے کہا آپ ہم پر کوئی مقدمہ نہ بنائیں۔ ہمارے پاس ہر طرح کے مال و سامان ہیں آپ ان میں سے جو چاہیں لے لیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہارا مال یا سامان نہیں لینا چاہتا میں تو وہ ہدیہ لینا چاہتا ہوں جو انہوں نے تم دونوں کے ساتھ بھیجا ہے۔ ان دونوں نے کہا اللہ کی قسم! انہوں نے ہمارے ساتھ کچھ نہیں بھیجا ہے۔ بس ہم سے اتنا کہا تھا کہ تم لوگوں میں ایک صاحب (ایسے قابل احترام) رہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان سے تنہائی میں بات کیا کرتے تھے تو کسی اور کو ان کے ساتھ نہ بلاتے تھے جب تم دونوں ان کے پاس جاؤ تو انہیں میری طرف سے سلام کہہ دینا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس کے علاوہ اور کون سا ہدیہ تم دونوں سے چاہتا تھا؟ اور کون سا ہدیہ سلام سے افضل ہو سکتا ہے؟ یہ اللہ کی طرف سے ایک بابرکت اور پاکیزہ کلام ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸:۴۰، رواه الطبرانی ورجاله رجال الصحیح غیر یحییٰ بن ابراهیم المسعودی وهو ثقة انتهٰی واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱:۲۰۱، عن ابی البختری مثله]

مصافحہ اور معانقہ کرنا

حضرت جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے ملتے تو جب تک

انہیں سلام نہ کر لیتے اس وقت تک ان سے مصافحہ نہ فرماتے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸:۳۶، رواه الطبرانی وفیه من لم اعرفهم۔ انتهٰی]

ایک آدمی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا میں آپ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر اس میں راز کی کوئی بات نہ ہوئی تو وہ حدیث میں تمہیں ضرور سنا دوں گا۔ اس آدمی نے کہا جب آپ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا کرتے تھے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ لوگوں سے مصافحہ کیا کرتے تھے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ضرور مصافحہ فرمایا۔

[اخرجه احمد والرویانی كذا فی الكنز ۵:۵۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی۔ حضورؐ نے ان سے مصافحہ کرنا چاہا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک طرف ہٹ کر عرض کیا کہ میں اس وقت جنبی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو ان دونوں کے گناہ ایسے گر جاتے ہیں جیسے (موسم خزاں میں) درخت کے پتے گر جاتے ہیں۔ [اخرجه البزار قال الهیثمی ۷:۳۸، وفیه مصعب بن ثابت و ثقه ابن حبان وضعفه الجمهور]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم (ملتے وقت) ایک دوسرے کے سامنے جھکا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ہم نے کہا تو کیا ہم ایک دوسرے سے معانقہ کیا کریں؟ آپ نے فرمایا نہیں۔ ہم نے کہا تو کیا ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں (یعنی مصافحہ تو ہر وقت ہونا چاہئے اور معانقہ سفر سے آنے پر ہونا چاہئے ویسے نہیں) [اخرجه الدارقطنی و ابن ابی شیبة كذا فی الكنز ۵:۵۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب کوئی آدمی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا وہ اس کے سامنے جھک جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ اس آدمی نے کہا تو کیا اسے چمٹ جائے اور اس کا بوسہ لینے لگے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر اس سے مصافحہ کرے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ [عند الترمذی ۲:۹۷، قال الترمذی هذا حدیث حسن]

رزین کی روایت میں یہ ہے کہ چمٹنے اور بوسہ لینے کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نہیں۔ ہاں اگر سفر سے آیا ہو تو ایسا کر سکتا ہے۔ [کما فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں تھے انہوں نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم (زیادہ خوشی کی وجہ سے) ننگے ہی اپنا کپڑا گھسیٹتے ہوئے کھڑے ہو کر ان کی طرف چل دیئے (یعنی اوپر کا بدن ننگا تھا) اللہ کی قسم! میں نے نہ اس سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (کسی کا) ننگے (استقبال کرتے ہوئے) دیکھا اور نہ اس کے بعد۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جا کر ان سے معانقہ فرمایا اور ان کا بوسہ لیا۔

[اخرجہ الترمذی ۲: ۹۷، قال الترمذی ھذا حدیث حسن غریب]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپس میں ملتے تو ایک دوسرے سے مصافحہ کیا کرتے اور جب سفر سے آیا کرتے تو آپس میں معانقہ کیا کرتے۔

[اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۸: ۳۶، رواہ الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح انتھی]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رات کے کسی حصہ میں اپنا کوئی بھائی یاد آ جاتا تو (رات گزارنی مشکل ہو جاتی اور) آپ فرماتے ہائے یہ رات کتنی لمبی ہے (فجر کی) فرض نماز پڑھتے ہی تیزی سے (اس بھائی کی طرف) جاتے اور جب اس سے ملتے تو اسے گلے لگاتے اور اس سے چمٹ جاتے۔ [اخرجہ المحاملی کذا فی الکنز ۵: ۴۲]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام آئے تو عام لوگ اور وہاں کے بڑے آدمی سب ان کا استقبال کرنے آئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بھائی کہاں ہیں؟ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں نے کہا ابھی آپ کے پاس آتے ہیں۔ چنانچہ جب حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ (سواری سے) نیچے اترے اور ان سے معانقہ کیا پھر اور حدیث ذکر کی جیسے آگے آئے گی۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۰۱]

مسلمان کے ہاتھ پاؤں اور سر کا بوسہ لینا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے واپس آئے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے ساتھ چمٹا لیا اور ان کی

آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرمایا مجھے معلوم نہیں کہ مجھے جعفر کے آنے کی زیادہ خوشی ہے یا خیبر کے فتح ہونے کی۔ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ان کو اپنے ساتھ چمٹا کر ان سے معانقہ کیا۔ [اخرجه ابن سعد ۴: ۳۴]

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے اپنے اس ہاتھ سے حضور ﷺ سے بیعت کی ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کو چوما اور انہوں نے اسے منع نہ فرمایا۔

[اخرجه الطبرانی فی الاوسط قال الهیثمی ۸: ۴۴ رجاله ثقات وفی الصحیح منه البیعة]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ کا بوسہ لیا۔ [اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۸: ۴۲ وفیه یزید بن ابی زیاد وهو لین الحدیث و بقیة رجاله رجال الصحیح۔ انتهٰی]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا بوسہ لیا ہے۔

[ذکر فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۳ وقال للموصلی لین واخرجه ابوداؤد عن ابن عمر رضی الله تعالی عنهما بسند حسن کما قال العراقی ۲: ۱۸۱]

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (غزوۂ تبوک سے میرے پیچھے رہ جانے پر) جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری توبہ قبول ہو جانے کی آیت نازل ہوئی تو میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے حضور ﷺ کا ہاتھ لے کر چوما۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸: ۴۲ وفیه یحیی بن عبد الحمید الحمانی وهو ضعیف واخرجه ابوبکر بن المقرئی فی کتاب الرخصة فی تقبیل الید بسند ضعیف قاله العراقی ۲: ۱۸۱]

حضرت ابورجاء عطاردی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدینہ آیا تو میں نے دیکھا کہ لوگ جمع ہیں اور ان کے بیچ میں ایک آدمی ہے جو دوسرے آدمی کے سر کو چوم رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں آپ پر قربان جاؤں اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے میں نے پوچھا یہ چومنے والا کون ہے؟ اور کس کو چوم رہا ہے؟ کسی نے بتایا کہ یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ اس وجہ سے لے رہے ہیں کہ سب کی رائے یہ تھی کہ جن مرتدین نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ہے ان سے جنگ نہ کی جائے اور اکیلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ ان سے جنگ کی جائے اور آخر سب کی رائے کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے پر عمل ہوا اور اس میں اسلام کا

بہت فائدہ ہوا۔ [اخرجه ابن عساكر كذا في المنتخب ۴: ۳۵۰]

حضرت زارع بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم (مدینہ منورہ) آئے تو ہمیں بتایا گیا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کا بوسہ لینے لگے۔

[اخرجه البخاري في الادب ۱۴۴]

حضرت مزیدہ عبدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اشج رضی اللہ عنہ چلتے ہوئے آئے اور آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر اسے چوما۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا غور سے سنو! تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جن کو اللہ اور اس کے رسول پسند کرتے ہیں۔ حضرت اشج نے عرض کیا کیا یہ عادتیں فطرتاً میرے اندر موجود تھیں یا بعد میں میرے اندر پیدا ہوئی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں بلکہ یہ عادتیں تمہارے اندر فطرتاً موجود تھیں۔ انہوں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے میری فطرت میں ایسی عادتیں رکھ دیں جن کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پسند کرتے ہیں۔

[عنده ايضاً في الادب ۸۶]

حضرت تمیم بن سلمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام پہنچے تو حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ نے ان کا استقبال کیا اور ان سے مصافحہ کیا اور ان کے ہاتھ کا بوسہ لیا پھر دونوں (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو یاد کر کے) تنہائی میں بیٹھ کر رونے لگے۔ حضرت تمیم فرمایا کرتے تھے کہ (بڑوں کے) ہاتھ چومنا سنت ہے۔

[اخرجه عبد الرزاق والخرائطي في مكارم الاخلاق والبيهقي وابن عساكر كذا في الكنز ۴: ۵۴]

حضرت یحییٰ بن حارث ذماری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میری حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے عرض کیا کیا آپ نے اپنے اس ہاتھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی ہے؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ میں نے کہا ذرا اپنا ہاتھ مجھے دیں تاکہ میں اسے چوم لوں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے اپنا ہاتھ دیا اور میں نے اسے چوما۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۸: ۴۲ وفيه عبد الملك القاري ولم اعرفه وبقية رجاله ثقات انتهى]

حضرت یونس بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت یزید بن اسود کے ہاں بیمار پرسی کے لیے گئے اتنے میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ بھی وہاں آ گئے۔ حضرت یزید نے جب ان کو دیکھا تو اپنا ہاتھ بڑھا کر ان کا ہاتھ پکڑ لیا اور پھر اسے اپنے چہرے اور سینے پر پھیرا کیونکہ حضرت واثلہ نے

(ان ہاتھوں سے) حضور ﷺ سے بیعت کی تھی۔ حضرت واثلہ نے حضرت یزید سے کہا اے یزید! آپ کا اپنے رب کے بارے میں کیسا گمان ہے؟ انہوں نے کہا بہت اچھا ہے۔ حضرت واثلہ نے فرمایا تمہیں خوشخبری ہو کیونکہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرے گا میں اس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کروں گا اگر اچھا گمان کرے گا تو اچھا معاملہ کروں گا اور برا گمان کرے گا تو برا کروں گا۔

[عند ابی نعیم فی الحلیة ۹:۳۰۶]

حضرت عبدالرحمٰن بن رزین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم ربذہ کے پاس سے گزرے تو ہمیں لوگوں نے بتایا کہ یہاں حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ ہیں۔ چنانچہ ہم ان کے پاس گئے جا کر ہم نے انہیں سلام کیا انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ باہر نکال کر فرمایا میں نے ان دونوں ہاتھوں سے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی اور انہوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا۔ ان کا ہاتھ خوب بڑا تھا جیسے کہ اونٹ کا پاؤں ہو چنانچہ ہم نے کھڑے ہو کر ان کے ہاتھ کو چوما۔

[اخرجه البخاری فی الادب المفرد ۱۴۴، واخرجه ابن سعد ۴:۳۹، عن عبدالرحمن بن زید العراقی نحوه]

حضرت ابن جدعان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے اپنے ہاتھ سے حضور ﷺ کو چھوا ہے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جی ہاں۔ اس پر حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کے ہاتھ کو چوما۔ [اخرجه البخاری ایضاً فی الادب ۱۴۴]

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہاتھ اور پاؤں دونوں چوم رہے تھے۔ [اخرجه البخاری ایضاً فی الادب ۱۴۴]

مسلمان کے احترام میں کھڑے ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کوئی آدمی ایسا نہیں دیکھا جو بات چیت میں اور اٹھنے بیٹھنے میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ حضور ﷺ کے مشابہ ہو۔ حضور ﷺ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو آتے ہوئے دیکھتے تو ان کو مرحبا کہتے پھر کھڑے ہو کر ان کا بوسہ لیتے۔ پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر لا کر انہیں اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور ﷺ ان کے ہاں تشریف لے جاتے تو وہ

مرحبا کہتیں پھر کھڑے ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ لیتیں۔ مرض الوفات میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مرحبا کہا اور ان کا بوسہ لیا اور پھر چپکے سے ان سے کچھ بات کی جس پر وہ رونے لگ گئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے چپکے سے کچھ بات کی جس پر وہ ہنسنے لگ گئیں۔ میں نے عورتوں سے کہا میں تو سمجھتی تھی کہ ان کو یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو عام عورتوں سے بہت زیادہ فضیلت حاصل ہے لیکن یہ بھی ایک عام عورت ہی نکلیں۔ پہلے رو رہی تھیں پھر ایک دم ہنسنے لگ گئیں۔ پھر میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تم سے کیا کہا تھا؟ انہوں نے کہا (یہ راز کی بات ہے اگر میں آپ کو بتادوں تو) پھر تو میں راز فاش کرنے والی ہو جاؤں گی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا تب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے چپکے سے پہلے یہ کہا تھا کہ میرا انتقال ہونے والا ہے اس پر میں رونے لگ گئی تھی۔ اس کے بعد پھر چپکے سے یہ فرمایا تھا کہ تم میرے خاندان میں سے سب سے پہلے مجھ سے آملو گی اس سے مجھے بہت خوشی ہوئی اور یہ بات مجھے بہت اچھی لگی۔ (اس پر میں ہنسنے لگی تھی)

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۳۸]

حضرت بلال رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لاتے تو ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ اپنے گھر تشریف لے جاتے۔

[اخرجه البزار عن محمد بن هلال قال الهيثمی ۸: ۴۰، هكذا وجدته فيما جمعته ولعله عن محمد بن هلال عن ابيه عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه وهو الظاهر فان هلال تابعی ثقة او عن محمد بن هلال ابن ابی هلال عن ابيه عن جده وهو بعيد ورجال البزار ثقات انتهٰی]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی لاٹھی پر ٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس باہر تشریف لائے ہم آپ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم میں (ہاتھ باندھ کر) کھڑے ہوتے ہیں تم ایسے مت کھڑے ہو۔

[اخرجه ابن جرير كذا فی الكنز ۵: ۵۵، واخرجه ابو داؤد مثله كما فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۳]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے انہوں نے کہا کھڑے ہو جاؤ ہم اس منافق کے خلاف مقدمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کریں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھڑے تو صرف اللہ

تعالیٰ کے لیے ہی ہونا چاہئے کسی اور کے لیے نہیں ہونا چاہئے آنے والے کے دل میں یہی جذبہ ہونا چاہئے کہ لوگ میرے لیے کھڑے نہ ہوں۔)

[اخرجہ احمد قال الهيثمی ۸:۴۰ وفيه راو لم يسم وابن لهيعة]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جتنی محبوب تھی اتنی کسی اور کی نہیں تھی لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (آتا ہوا) دیکھ لیا کرتے تھے تو کھڑے نہیں ہوا کرتے تھے کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ کھڑا ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند نہیں ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ بے تکلفی اور سادگی کے ساتھ رہیں تکلفات نہ ہوں۔)

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۳۸، واخرجه الترمذی و صححه كما قال العراقی فی تخريج الاحياء والامام احمد وابو داؤد كما فی البداية ۶:۵۷]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ آدمی کسی کو اس کی جگہ سے اٹھا کر خود اس کی جگہ بیٹھ جائے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا معمول یہ تھا کہ جب ان کے لیے کوئی آدمی اپنی جگہ سے کھڑا ہو جاتا تو اس کی جگہ نہ بیٹھتے۔[اخرجه البخاری فی الادب ۱۶۹، واخرجه ابن سعد ۴:۱۲۰، عن نافع عن ابن عمر مقتصرا على فعله]

حضرت ابو خالد والبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم لوگ کھڑے ہوئے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے تا کہ وہ آگے بڑھیں کہ اتنے میں وہ باہر آئے اور فرمایا کیا بات ہے تم لوگ سینہ تان کر (فوجیوں کی طرح) کھڑے ہوئے نظر آ رہے ہو۔[اخرجه ابن سعد ۶:۲۸]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ باہر آئے باہر حضرت عبداللہ بن عامر اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہما تو کھڑے ہو گئے لیکن حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما بیٹھے رہے اور ان دونوں میں حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما بلند مرتبہ اور وزنی تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کو اس بات سے خوشی ہوتی ہے کہ اللہ کے بندے اس کے لیے کھڑے ہوں اسے دوزخ کی آگ میں اپنا گھر بنا لینا چاہئے۔[اخرجه البخاری فی الادب ۱۴۴]

مسلمان کی خاطر اپنی جگہ سے ذرا سرک جانا

حضرت واثلہ بن اسقع قریشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اکیلے بیٹھے ہوئے تھے آپ اس کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! جگہ تو بہت ہے (پھر آپ کیوں اپنی جگہ سے سرکے؟) حضور ﷺ نے اس کو فرمایا یہ بھی مؤمن کا حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے تو اپنی جگہ سے اس کی خاطر سرک جائے۔

[اخرجه البیهقی وابن عساکر کذا فی الکنز ۵:۵۵]

حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی مسجد میں داخل ہوا اس وقت حضور ﷺ مسجد میں اکیلے بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ اس آدمی کی وجہ سے اپنی جگہ سے ذرا سرک گئے۔ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جگہ تو بہت ہے آپ ﷺ نے فرمایا یہ بھی مسلمان کا حق ہے۔ [عند الطبرانی قال الهیثمی ۸:۴۰، رجاله ثقات الا ان اباعمیر عیسی بن محمد بن النحاس لم اجدله سماعا من ابی الاسود واللہ اعلم۔ انتهی]

اور حضور ﷺ کے گھر والوں کے اکرام کے باب میں یہ قصہ گزر چکا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اپنی جگہ سے سرکے اور یوں کہا اے ابوالحسن! یہاں آجاؤ۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان بیٹھ گئے۔

پاس بیٹھنے والے کا اکرام کرنا

حضرت کثیر بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں جمعہ کے دن مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھے ہوئے ہیں جب انہوں نے مجھے دیکھا تو اپنے پاؤں سمیٹ لیے اور فرمایا تم جانتے ہو کہ میں نے کس وجہ سے اپنے پاؤں پھیلا رکھے تھے؟ اس لیے پھیلائے تھے تاکہ کوئی نیک آدمی یہاں آکر بیٹھ جائے۔ حضرت محمد بن عبادہ بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابل احترام میرے پاس بیٹھنے والا ہے۔ حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نزدیک لوگوں میں سب سے زیادہ قابل اکرام میرے پاس بیٹھنے والا ہے اسے چاہئے کہ وہ لوگوں کی گردن پھلانگ کر آئے اور میرے پاس بیٹھ جائے۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۶۷]

مسلمان کے اکرام کو قبول کرنا

حضرت ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے گدا بچھایا ایک تو گدے پر بیٹھ گیا اور دوسرا زمین پر۔ جو زمین پر بیٹھ گیا اسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اٹھو اور گدے پر بیٹھو کیونکہ ایسے اکرام کا انکار تو گدھا ہی کر سکتا ہے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة و عبد الرزاق قال عبد الرزاق هذا منقطع كذا فی الكنز ۵:۵۵]

مسلمان کے راز کو چھپانا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری بیٹی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بیوہ ہو گئیں (ان کے خاوند) حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے اور جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا۔ میری حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی میں نے ان سے کہا اگر آپ چاہیں تو میں حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کا آپ سے نکاح کر دوں۔ انہوں نے مجھے کچھ جواب نہ دیا۔ چند دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا۔ آخر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی شادی کر دی۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے حفصہ کو مجھ پر پیش کیا تھا میں نے تمہیں اس کا جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں اس سے مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا ہاں آیا تو تھا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تمہیں اس لیے جواب نہیں دیا تھا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا ذکر کرتے ہوئے سنا تھا (جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں) اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کو فاش نہیں کرنا چاہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی نہ کرتے تو میں ضرور کر لیتا۔

[اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱:۳۶۱ واخرجه ایضاً احمد و ابن سعد والبخاری والنسائی والبیهقی وابو یعلی وابن حبان مع زیادة كما فی المنتخب ۵:۱۲۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی جب میں نے دیکھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے فارغ ہو گیا ہوں تو میں نے (اپنے دل میں) کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اب دوپہر کو آرام فرمائیں گے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے باہر چلا گیا باہر بچے

کھیل رہے تھے میں کھڑے ہو کر ان کے کھیل کو دیکھنے لگ گیا اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے اور بچوں کے پاس پہنچ کر انہیں سلام کیا پھر حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور کسی کام کے لیے بھیج دیا اور گویا کہ وہ کام میرے منہ میں ہے۔ میں آپ کا کام پورا کر کے آپ کی خدمت میں (بتانے) گیا اور اس طرح میں دیر سے اپنی والدہ کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا آج تم دیر سے کیوں آئے ہو؟ میں نے کہا حضور ﷺ نے کسی کام سے بھیج دیا تھا میری والدہ نے پوچھا وہ کام کیا تھا؟ میں نے کہا وہ حضور ﷺ کی راز کی بات ہے۔ میری والدہ نے کہا ٹھیک ہے۔ حضور ﷺ کا راز چھپا کر رکھنا۔ چنانچہ میں نے آج تک حضور ﷺ کا راز کسی انسان کو نہیں بتایا (اے میرے شاگرد!) اگر میں کسی کو بتاتا تمہیں تو ضرور بتا دیتا۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۹۹، واخرجه البخاری ایضاً فی صحیحه و مسلم عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه بنحوه مختصراً کما فی جمع الفوائد ۱۴۸:۲]

یتیم کا اکرام کرنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور ﷺ سے اپنے دل کی سختی کی شکایت کی تو حضور ﷺ نے فرمایا یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور مسکین کو کھانا کھلایا کرو۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۱۶۰:۸، رجاله رجال الصحیح]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر اپنے دل کی سختی کی شکایت کرنے لگا آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تمہاری یہ ضرورت پوری ہو جائے؟ تم یتیم پر شفقت کیا کرو اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا کرو اور اپنے کھانے میں سے اسے کھلایا کرو اس سے تمہارا دل نرم ہو جائے گا اور تمہاری ضرورت پوری ہو جائے گی۔ [عند الطبرانی وفی اسناده من لم یسم و بقیة مدلس کما قال الهیثمی ۱۶۰:۸]

حضرت بشیر بن عقربہ جہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن میری حضور ﷺ سے ملاقات ہوئی میں نے پوچھا میرے والد کا کیا ہوا؟ حضور ﷺ نے فرمایا وہ تو شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائے۔ میں یہ سن کر رونے لگ پڑا۔ حضور ﷺ نے مجھے پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور مجھے اپنے ساتھ اپنی سواری پر سوار کر لیا اور فرمایا کیا تم اس پر راضی نہیں ہو کہ میں تمہارا

باپ بن جاؤں اور عائشہ تمہاری ماں۔ [اخرجه البزار قال الهيثمى ۸:۱۶۱، وفيه من لا يعرف واخرجه البخارى فى تاريخه عن بشير بن عقربه نحوه كما فى الاصابة ۱:۱۵۳، وابن منده وابن عساكر اطول منه كما فى المنتخب ۵:۱۳۶]

والد کے دوست کا اکرام کرنا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب مکہ مکرمہ جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا بھی رکھتے جب اونٹنی پر سفر کرتے اکتا جاتے تو آرام کرنے کے لیے اس پر بیٹھ جاتے اور ایک پگڑی بھی ساتھ لے جاتے جسے (بوقت ضرورت) سر پر باندھ لیتے۔ ایک دن وہ اس گدھے پر سوار ہو کر جا رہے تھے کہ کیا تم فلاں ابن فلاں نہیں ہو؟ اس نے کہا ہاں میں وہی ہوں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے پوچھا کہ ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اسے اپنا وہ گدھا دے دیا اور فرمایا اس پر سوار ہو جاؤ اور پگڑی بھی اسے دے دی اور فرمایا اس سے اپنا سر باندھ لینا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ایک ساتھی نے ان سے کہا آپ جس گدھے پر آرام کیا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دیا اور جس پگڑی سے اپنا سر باندھا کرتے تھے وہ بھی اسے دے دی۔ اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ (آپ نے ایسا کیوں کیا؟) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ نیکیوں میں سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے والد کے انتقال کے بعد اس کے محبت و تعلق والوں سے اچھا سلوک کرے۔ اس دیہاتی کے والد (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے محبوب دوست تھے۔ [اخرجه ابو داؤد والترمذى و مسلم كذا فى جمع الفوائد ۲:۱۶۹]

ادب المفرد کی روایت میں اس طرح سے ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے ایک ساتھی نے کہا کہ اس دیہاتی کو دو درہم دینے کافی نہیں تھے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اپنے والد کے دوستوں سے اچھا سلوک کرو اور ان سے تعلقات ختم نہ کرو نہیں تو اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دیں گے۔ [اخرجه البخارى فى الادب ۹، بنحوه مختصراً]

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میرے والدین کے انتقال کے بعد کوئی ایسا کام ہے جس کے کرنے سے میں والدین کے ساتھ نیکی کرنے والا شمار ہو جاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ان دونوں کے لیے دعا کرنا، استغفار کرنا

اوران کے جانے کے بعدان کے وعدے پورے کرنااوروالدین کے ذریعہ سے جورشتہ داری بنتی ہے اس کاخیال رکھنااوران کے دوستوں کااکرام کرنا۔[عند ابی داؤد]

مسلمان کی دعوت قبول کرنا

حضرت زیاد بن انعم افریقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ایک غزوہ میں سمندر کا سفر کر رہے تھے کہ ہماری کشتی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی کشتی سے جاملی۔ جب ہمارا دوپہر کا کھانا آگیا تو ہم نے انہیں (کھانے کے لئے) بلا بھیجا اس پر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور فرمایا تم نے مجھے بلایا ہے لیکن میں روزے سے ہوں۔ پھر بھی میں تمہاری دعوت ضرور قبول کروں گا کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مسلمان کے اپنے بھائی پر چھ حق واجب ہیں۔ اگران میں سے ایک بھی کام چھوڑے گا تو وہ اپنے بھائی کا واجب حق چھوڑے گا جب اس سے ملے تو اسے سلام کرے' جب وہ اسے دعوت دے تو اسے قبول کرے اور اسے جب چھینک آئے تو اسے جواب دے' جب بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے اور جب اس کا انتقال ہو تو اس کے جنازے میں شریک ہو اور جب وہ اس سے نصیحت کا مطالبہ کرے تو اسے نصیحت کرے۔ آگے پوری حدیث ذکر کی ہے۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۳۴]

حضرت حمید بن نعیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما کو کسی نے کھانے کی دعوت دی جسے ان حضرات نے قبول کرلیا (اوراس کے گھر کھانے کے لیے تشریف لے گئے) جب یہ دونوں حضرات کھانا کھا کر وہاں سے باہر نکلے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں اس کھانے میں تیرا شریک تو ہو گیا ہوں لیکن اب میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں اس میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیوں؟ فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس نے یہ کھانا اپنی شان دکھانے کے لیے کھلایا ہے۔

[اخرجه ابن المبارك واحمد فی الزهد كذا فی الكنز ۵:۶۶]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے شادی کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ امیر المومنین تھے۔ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو (شادی کے) کھانے پر بلایا۔ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ (کھانے کیلئے)

تشریف لائے تو فرمایا میرا تو روزہ تھا لیکن میں نے چاہا کہ آپ کی دعوت قبول کرلوں اور آپ کے لیے برکت کی دعا کردوں (یعنی آنا ضروری ہے کھانا ضروری نہیں ہے۔)

[اخرجه احمد فی الزهد كذا فی الكنز ۵:۶۲]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تمہارا کوئی دوست یا رشتہ دار سرکاری ملازم ہو اور وہ تمہیں کچھ ہدیہ دے یا تمہارے کھانے کی دعوت کرے تو تم اسے قبول کرلو (اگر اس کی کمائی میں کچھ شبہ ہے تو) تمہیں تو وہ چیز بغیر کوشش کے مل رہی ہے اور (غلط کمائی کا) گناہ اس کے ذمہ ہوگا۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فی الكنز ۵:۶۲]

مسلمانوں کے راستہ سے تکلیف دہ چیز کو دور کردینا

حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت معقل مزنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے راستہ سے کوئی تکلیف دہ چیز ہٹائی۔ آگے جا کر مجھے بھی راستہ میں ایک تکلیف دہ چیز نظر آئی میں جلدی سے اس کی طرف بڑھا تو انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم ایسا کیوں کر رہے ہو؟ میں نے کہا۔ آپ کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا تھا اس لیے میں بھی اس کام کو کرنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجے تم نے بہت اچھا کیا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمانوں کے راستہ سے کسی تکلیف دہ چیز کو ہٹائے گا اس کے لیے ایک نیکی لکھی جائے گی اور جس کی ایک نیکی بھی (اللہ کے ہاں) قبول ہوگئی وہ جنت میں داخل ہوگا۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۸۷]

چھینکنے والے کو جواب دینا

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چھینک آگئی اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یرحمك الله! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یهدیکم الله ویصلح بالکم۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۸:۵۷ وفیه اسباط بن عزاۃ ولم اعرفه وبقیة رجاله رجال الصحیح]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی کو چھینک آئی۔ اس نے

پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! میں (اس چھینک آنے پر) کیا کہوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا الحمد للہ کہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس کو جواب میں کیا کہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم لوگ یرحمك اللہ کہو۔ اس آدمی نے کہا میں ان لوگوں کو جواب میں کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا تم کہو یهدیكم اللہ ویصلح بالكم۔ [اخرجه احمد و ابویعلی قال الهیثمی ۵۸:۷، وفیه ابومعشر نجیح وهو لین الحدیث و بقیة رجاله ثقات واخرجه ابن جریر و البیهقی عن عائشة رضی الله تعالی عنها کما فی کنز العمال ۵۶:۵]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ہمیں یہ سکھاتے تھے کہ جب ہم میں سے کسی کو چھینک آجائے تو ہم اسے چھینک کا جواب دیں۔

[اخرجه الطبرانی و اسناده جید کما قال الهیثمی ۵۷:۸]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ یہ سکھاتے تھے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے تو اسے الحمد للہ رب العالمین کہنا چاہئے اور جب وہ یہ کہہ لے تو اس کے پاس والوں کو یرحمك اللہ کہنا چاہئے جب پاس والے یہ کہہ چکیں تو اسے یغفر اللہ لی ولکم کہنا چاہئے۔ [عند الطبرانی ایضاً قال الهیثمی وفیه عطا بن السائب وقد اختلط]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے گھر کے ایک کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو اس نے کہا الحمد للہ۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا یرحمك اللہ۔ پھر گھر کے کونے میں ایک اور آدمی کو چھینک آگئی اور اس نے کہا الحمد للہ رب العالمین حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه حضور ﷺ نے فرمایا یہ آدمی (ثواب میں) اس سے انیس درجے بڑھ گیا۔ [اخرجه ابن جریر کذا فی الکنز ۵۶:۵، وقال لا باس بسنده]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی۔ حضور ﷺ نے ایک کی چھینک کا تو جواب دیا لیکن دوسرے کو جواب نہ دیا۔ حضور ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو حضور ﷺ نے فرمایا اس نے تو چھینک کے بعد الحمد للہ کہا تھا اور اس دوسرے نے نہیں کہا تھا (اس لیے میں نے پہلے کو جواب دیا اور دوسرے کو نہیں دیا۔)

[اخرجه الشیخان وابوداود والترمذی کذا فی جمع الفوائد ۱۴۵:۲]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس دو آدمیوں کو چھینک آئی ان

میں سے ایک دوسرے سے (دنیاوی لحاظ سے) زیادہ مرتبہ والا تھا۔ بلند مرتبہ والے کو چھینک آئی اس نے الحمد للہ نہیں کہا۔ حضور ﷺ نے اسے چھینک کا جواب نہ دیا پھر دوسرے کو چھینک آ گئی اس نے الحمد للہ کہا تو حضور ﷺ نے اس کی چھینک کا جواب دیا اس پر اس بلند درجے والے نے کہا مجھے آپ کے پاس چھینک آئی لیکن آپ نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور اسے چھینک آئی تو اس کی چھینک کا جواب دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس نے (چھینکنے کے بعد) اللہ کا نام لیا تھا اس لیے میں نے بھی اللہ کا نام لے دیا اور تم اللہ کو بھول گئے تو میں نے بھی تمہیں بھلا دیا۔

[عند احمد والطبرانی قال الهیثمی ۸:۵۸' رجال احمد رجال الصحیح غیر ربعی بن ابراهیم و هو ثقة مامون واخرجه البخاری فی الادب ۱۳۶' والبیهقی وابن النجار و ابن شاهین کما فی الکنز ۵:۵۷]

حضرت ابوبردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ اس وقت حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا زوجہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے مجھے چھینک آئی تو انہوں نے میری چھینک کا جواب نہ دیا اور حضرت اُم فضل کو چھینک آئی تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کی چھینک کا جواب دیا۔ میں نے جا کر اپنی والدہ کو ساری بات بتائی۔ جب حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ میری والدہ کے پاس آئے تو میری والدہ نے ان کی خوب خبر لی اور فرمایا میرے بیٹے کو چھینک آئی تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور حضرت اُم فضل کو چھینک آئی تو آپ نے اسے جواب دیا تو حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے میری والدہ سے کہا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم میں سے کسی کو چھینک آئے اور وہ الحمد للہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب دو اور اگر وہ الحمد للہ نہ کہے تو تم اس کی چھینک کا جواب مت دو اور تیرے بیٹے کو چھینک آئی اور اس نے الحمد للہ نہیں کہا اس لیے میں نے اس کی چھینک کا جواب نہیں دیا اور حضرت اُم فضل کو چھینک آئی انہوں نے الحمد للہ کہا اس لیے میں نے ان کی چھینک کا جواب دیا اس پر میری والدہ نے کہا تم نے اچھا کیا۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۱۱۳]

حضرت مکحول ازدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پہلو میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں مسجد کے کونے میں ایک آدمی کو چھینک آئی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر تم نے الحمد للہ کہا ہے تو یرحمك اللّٰہ۔ [اخرجه البخاری فی الادب: ۱۳۶]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو چھینک آتی اور کوئی انہیں یرحمك اللّٰہ کہتا تو یہ اسے جواب میں کہتے۔ یرحمنا اللہ وایاکم وغفرلنا ولکم۔

[اخرجه البيهقی كذا فی الكنز ۵:۵۷ واخرجه البخاری فی الادب ۱۳۶ نحوه]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی اس آدمی نے الحمد للّٰہ کہا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس سے کہا تم نے کنجوسی سے کام لیا جب تم نے اللہ کی تعریف کی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج دیتے۔ حضرت ضحاک بن قیس یشکری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس چھینک آئی تو اس آدمی نے کہا: الحمد للّٰہ رب العالمین حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اگر تم اس کے ساتھ والسلام علی رسول اللّٰہ ملا کر پورا کر دیتے تو زیادہ اچھا تھا۔ [اخرجه البيهقی كذا فی الكنز ۵:۵۷]

حضرت ابو جمرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو سنا کہ جب وہ کسی کو چھینک کا جواب دیتے تو کہتے عافانا اللّٰہ وایاکم من النار یرحمکم اللّٰہ۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۱۳۵]

مریض کی بیمار پرسی کرنا اور اسے کیا کہنا چاہیے

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھوں میں درد تھا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری بیمار پرسی فرمائی۔ [اخرجه ابو داؤد كذا فی جمع الفوائد ۱:۱۲۴]

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حجۃ الوداع والے سال میں بہت زیادہ بیمار ہو گیا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو میں نے کہا میری بیماری زیادہ ہو گئی ہے اور میں مالدار آدمی ہوں اور میرا کوئی آدمی وارث نہیں ہے صرف ایک بیٹی ہے تو کیا میں اپنا دو تہائی مال صدقہ کر دوں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ ہاں تہائی مال صدقہ کر دو اور تہائی بھی بہت ہے تم اپنے ورثاء کو مالدار چھوڑ کر جاؤ یہ اس سے بہتر ہے کہ تم ان کو فقیر چھوڑ کر جاؤ اور وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں اور تم جو بھی خرچہ اللہ کی رضا کے لیے کرو گے اس پر تمہیں اللہ کی طرف سے اجر ضرور ملے گا حتیٰ کہ تم جو لقمہ اپنی بیوی کے منہ ڈالو گے اس پر بھی اجر ملے گا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے تو ایسا لگ رہا ہے کہ اور مہاجرین تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ

سے واپس چلے جائیں گے میں یہاں ہی مکہ میں رہ جاؤں گا اور میرا انتقال یہاں مکہ میں ہو جائے گا اور چونکہ میں مکہ سے ہجرت کر کے گیا تھا تو میں اب یہ نہیں چاہتا کہ میرا یہاں انتقال ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تمہاری زندگی لمبی ہوگی (اور تمہارا اس مرض میں یہاں انتقال نہیں ہوگا) اور تم جو بھی نیک عمل کرو گے اس سے تمہارا درجہ بھی بلند ہوگا اور تمہاری عزت میں اضافہ ہوگا اور تمہارے ذریعہ سے اسلام کا اور مسلمانوں کا بہت فائدہ ہوگا اور دوسروں کا بہت نقصان ہوگا (چنانچہ عراق کے فتح ہونے کا یہ ذریعہ بنے) اے اللہ! میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ہجرت کو آخر تک پہنچا (درمیان میں مکہ میں فوت ہونے سے ٹوٹنے نہ پائے) اور (مکہ میں موت دے کر) انہیں ایڑیوں کے بل واپس نہ کر۔ ہاں قابل رحم سعد بن خولہ ہے (کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے گئے تھے اور اب یہاں فوت ہو گئے ہیں) ان کے مکہ میں فوت ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ کو ان پر ترس آرہا تھا۔ [اخرجه البخاری ۱: ۱۷۳، واللفظ له و مسلم ۲: ۳۹، الاربعة]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ بیمار ہو گیا تو حضور ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پیدل چل کر میری عیادت کے لیے تشریف لائے میں اس وقت بے ہوش تھا۔ حضور ﷺ نے وضو فرمایا اور اپنے وضو کا پانی مجھ پر چھڑکا جس سے مجھے افاقہ ہو گیا میں ہوش میں آیا تو دیکھا کہ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے مال میں کیا کروں؟ میں اپنے مال کے بارے میں کیا فیصلہ کروں؟ تو آپ نے اس کا کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ میراث کی آیت نازل ہو گئی۔

[اخرجه البخاری فی صحیحه ۲: ۸۴۳، واخرجه فی الادب ۷۵ مثله]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ ایک گدھے پر سوار ہوئے اس گدھے کے پالان پر فدک کی بنی ہوئی چادر پڑی ہوئی تھی اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا کر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے چلتے چلتے حضور ﷺ کا گزر ایک مجلس پر ہوا جس میں عبداللہ بن ابی ابن سلول بھی تھا ابھی تک عبداللہ نے اسلام کا اظہار نہیں کیا تھا اس مجلس میں مسلمان، مشرک، بت پرست اور یہودی سب ملے جلے بیٹھے تھے اور اس مجلس میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ جب آپ ﷺ کی سواری کا گرد و غبار اس مجلس پر پڑا تو عبداللہ بن ابی نے اپنی ناک پر چادر رکھ لی اور کہا ہم پر گرد و غبار نہ

ڈالو۔ حضور ﷺ سلام کر کے وہاں کھڑے ہو گئے اور سواری سے نیچے اتر کر انہیں اللہ کی دعوت دینے لگ گئے اور انہیں قرآن بھی پڑھ کر سنایا۔ عبداللہ بن ابی نے کہا اے آدمی! جو آپ (ﷺ) کہہ رہے ہیں اگر یہ حق ہے تو اس سے کوئی بات زیادہ اچھی نہیں ہو سکتی لیکن آپ (ﷺ) ہماری مجلسوں میں آ کر اپنی بات سنا کر ہمیں تکلیف نہ پہنچایا کریں آپ (ﷺ) اپنے ٹھکانہ پر واپس جائیں اور ہم میں سے جو آپ (ﷺ) کے پاس آئے اسے اپنی بات سنا دیا کریں۔ حضرت ابن رواحہ نے کہا نہیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہماری مجلسوں میں تشریف لایا کریں اور ہمیں اپنی بات سنایا کریں ہمیں یہ بہت پسند ہے۔ اس پر مسلمانوں' مشرکوں اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے ہی والے تھے۔ حضور ﷺ ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے۔ یہاں تک کہ حضرت سعد بن عبادہ کے پاس پہنچ گئے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے سعد! ابو حباب یعنی عبداللہ بن ابی نے جو کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا؟ حضرت سعد نے عرض یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اسے معاف کر دیں اور اس سے درگزر فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سب کچھ عطا فرما دیا حالانکہ آپ ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے (مدینہ کی) اس بستی والوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا تھا کہ اسے تاج پہنا کر اپنا سردار بنا لیں لیکن اتنے میں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق لے کر آ گئے جس کی وجہ سے ایسا نہ ہو سکا بس اس وجہ سے اسے آپ سے حسد ہے اور آپ کی سیادت اس کے گلے تلے نہیں اتر رہی ہے آج جو کچھ آپ نے اسے کرتے دیکھا ہے وہ سب اسی غصہ اور حسد کی وجہ سے ہے۔

[اخرجه البخاری ۲: ۸۴۵]

حضرت ابن عباس ؓ فرماتے ہیں حضور ﷺ ایک بیمار دیہاتی کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کی عادت یہ تھی کہ جب کسی بیمار کے پاس عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو فرماتے:

((لَا بَأْسَ طَهُوْرٌ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى))

"کوئی ڈر کی بات نہیں۔ انشاء اللہ یہ بیماری (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ ہے۔"

چنانچہ اسے بھی یہی کلمات کہے تو اس نے جواب میں کہا آپ ﷺ اسے پاکی کا ذریعہ کہہ

رہے ہیں۔ بات ایسے نہیں ہے بلکہ یہ تو بہت تیز بخار ہے جو ایک بوڑھے پر جوش مار رہا ہے اور یہ بخار تو اسے قبرستان دکھا کر چھوڑے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا تو پھر ایسے ہی سہی۔

[اخرجه البخاري ۲: ۸۴۴]

چنانچہ وہ اسی بیماری میں مر گیا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ آئے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بہت تیز بخار ہو گیا چنانچہ میں ان دونوں حضرات کے پاس گئی اور میں نے کہا اے ابا جان! آپ کیسے ہیں؟ اے بلال! آپ کیسے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جب بخار تیز ہوتا تو وہ یہ شعر پڑھا کرتے

كُلُّ امْرِئٍ مُصَبَّحٌ فِيْ اَهْلِهٖ
وَ الْمَوْتُ اَدْنٰى مِنْ شِرَاكِ نَعْلِهٖ

''ہر آدمی اپنے گھر والوں میں رہتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے اللہ تمہاری صبح خیر و عافیت والی بنائے حالانکہ موت تو اس کے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ قریب ہے۔''

اور جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا بخار اتر جاتا تو وہ (مکہ کو یاد کر کے) یہ شعر پڑھتے

اَلَا لَيْتَ شِعْرِيْ هَلْ اَبِيْتَنَّ لَيْلَةً
بِوَادٍ وَّ حَوْلِيْ اِذْخِرٌ وَّ جَلِيْلٌ

''غور سے سنو! کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کیا میں کوئی رات (مکہ) کی وادی میں گزاروں گا۔ اذخر اور میرے اردگرد (مکہ کا) گھاس اور جلیل گھاس ہوگا۔''

وَ هَلْ اَرِدَنْ يَوْمًا مِيَاهَ مَجِنَّةٍ
وَ هَلْ يَبْدُوَنْ لِيْ شَامَةٌ وَّ طَفِيْلٌ

''اور کیا میں کسی دن مجنہ کے چشموں پر اتروں گا اور کیا شامہ اور طفیل نامی (مکہ کے) پہاڑ مجھے نظر آئیں گے۔''

میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں جا کر یہ ساری بات بتائی تو حضور ﷺ نے دعا مانگی۔ اے اللہ! ہمیں مکہ سے جتنی محبت ہے اتنی یا اس سے زیادہ مدینہ کی محبت ہمارے دلوں میں پیدا کر دے اے اللہ! مدینہ کو صحت افزا مقام بنا دے اور ہمارے لیے اس کے مد اور صاع (دو پیمانوں)

میں برکت ڈال دے اور اس کا بخار جحفہ مقام پر منتقل کر دے۔ [اخرجه البخاری ۲: ۸۴۴]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے آج روزہ کس نے رکھا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں سے آج کس نے کسی بیمار کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تم میں سے آج کون کسی جنازہ میں شریک ہوا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو آدمی ایک دن میں یہ سارے کام کرے گا وہ جنت میں ضرور جائے گا۔

[اخرجه البخاری فی الادب المفرد ۷۵]

حضرت عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو بھی مسلمان کسی بیمار کی عیادت کرتا ہے تو اگر وہ صبح کو کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو شام تک اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے (اس عیادت کے بدلہ میں) جنت میں ایک باغ ملے گا اور اگر وہ شام کو عیادت کرتا ہے تو اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے جاتے ہیں جو اس کے لیے استغفار کرتے رہتے ہیں اور اسے جنت میں ایک باغ ملے گا۔ [اخرجه ابن جریر والبیهقی کذا فی الکنز ۵: ۵۰، وقال فقال ای البیهقی هکذا رواه اکثر اصحاب شعبة ۔۔ موقوفا وقدروی من غیر وجه عن علی مرفوعا. انتهٰی وهکذا اخرجه ابوداؤد عن عبدالله بن نافع نحوه موقوفا وقال اسند هذا عن علی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من غیر وجه صحیح]

- حضرت عبداللہ بن نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو ان سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ عیادت کی نیت سے آئے ہیں یا صرف ملنے کے لیے آئے ہیں؟ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ میں تو عیادت کی نیت سے آیا ہوں اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پچھلی حدیث جیسا مضمون بیان کیا۔

[وهکذا اخرجه احمد ۱: ۱۲۱]

حضرت ابو فاختہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اندر تشریف لائے اور پوچھا اے ابو موسیٰ! آپ عیادت

کرنے آئے ہیں یا ملنے؟ انہوں نے کہا اے امیر المومنین! نہیں۔ میں تو عیادت کرنے آیا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کی عیادت کرتا ہے تو صبح سے شام تک ستر ہزار فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک خریف یعنی باغ عطا فرماتے ہیں۔ راوی کہتے ہیں ہم نے پوچھا اے امیر المومنین! خریف کسے کہتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا خریف پانی کی وہ نالی ہے جس سے کھجوروں کے باغ کو پانی دیا جاتا ہے۔ [اخرجہ احمد ۱:۹۱]

حضرت عبداللہ بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کی عیادت کرنے آئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تم حسن رضی اللہ عنہ کی عیادت کرنے آئے ہو حالانکہ تمہارے دل میں (میرے بارے میں) بہت کچھ ہے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا آپ میرے رب تو ہیں نہیں کہ جدھر چاہیں ادھر میرے دل کو پھیر دیں (بس اللہ ہی نے میرے دل میں ایسی رائے ڈالی ہے جو آپ کی رائے کے خلاف ہے) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سب (اختلاف رائے) کے باوجود ہم آپ کو آپ کے فائدے کی بات ضرور بتائیں گے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو مسلمان اپنے بھائی کی عیادت کرتا ہے اس کے لیے اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے بھیج دیتے ہیں دن میں جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے شام تک وہ اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے اور رات کو جس وقت بھی عیادت کرے گا اس وقت سے صبح تک وہ اس کے لیے دعا کرتے رہیں گے۔

[اخرجہ احمد ایضاً ۱:۹۷ واخرجہ البزار قال الهیثمی ۳:۳۱ ورجال احمد ثقات]

حضرت سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا وہ (کوفہ کے محلّہ) کندہ میں کسی بیمار کی عیادت کرنے گئے۔ اس کے پاس جا کر انہوں نے کہا تمہیں خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ مؤمن کی بیماری کو اس کے گناہوں کے مٹنے کا اور اس سے اللہ کے راضی ہونے کا ذریعہ بناتے ہیں اور فاجر و بدکار کی بیماری تو ایسی ہے کہ جیسے اونٹ کو اس کے گھر والوں نے باندھ دیا پھر اسے کھول دیا اونٹ کو کچھ پتہ نہیں کہ اسے کیوں باندھا تھا اور اسے کیوں چھوڑا ہے؟

[اخرجہ البخاری فی الادب ۷۲]

حضرت سعید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کے ایک

دوست کی عیادت کرنے گیا جو کہ قبیلہ کندہ کا تھا ان سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤمن بندے کو کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا فرماتے ہیں اور پھر اسے عافیت عطا فرماتے ہیں اس سے اس کے زمانہ ماضی کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور آئندہ زمانہ میں وہ اللہ کی رضا کا طالب ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فاجر بندے کو بھی کسی بیماری یا آزمائش میں مبتلا کرتے ہیں پھر اسے عافیت عطا فرماتے ہیں لیکن وہ اونٹ کی طرح ہوتا ہے جسے اس کے گھر والوں نے پہلے باندھا تھا پھر اسے کھول دیا اس اونٹ کو کچھ خبر نہیں کہ گھر والوں نے اسے کیوں باندھا تھا پھر اسے کیوں چھوڑا۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة ۱: ۲۰۶]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتے تو اس سے پوچھتے کہ کیا حال ہے؟ اور جب اس کے پاس سے کھڑے ہونے لگتے تو فرماتے خار اللہ لك اللہ تمہیں خیر عطا فرمائے اور مزید کچھ نہ فرماتے۔

[اخرجه البخاری فی الادب ۷۸]

حضرت عبداللہ بن ابی ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ایک بیمار کی عیادت کرنے گئے ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ گھر میں ایک عورت تھی جسے ان کا ایک ساتھی دیکھنے لگا تو اس سے حضرت عبداللہ نے کہا اگر تیری آنکھ پھوٹ جاتی تو یہ تیرے لیے (نامحرم کو دیکھنے سے) زیادہ بہتر تھا۔ [اخرجه البخاری ایضا ۷۸]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس کے سرہانے بیٹھ جاتے پھر سات مرتبہ یہ دعا پڑھتے: اَسْاَلُ اللّٰهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ اگر اس کی موت میں کچھ دیر ہوتی تو وہ آدمی ضرور ٹھیک ہو جاتا۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۷۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ

[اخرجه ابن ابی شيبة ورواه احمد والترمذی وقال حسن غريب والدورقی وابن جرير و صححه]

ابن جریر کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا)) [كذا فی الكنز ۵/ ۵۸]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے دائیں رخسار پر رکھ کر یہ دعا پڑھتے:

((لَا بَاسَ اَذْهِبِ الْبَاسِ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِي لَا يَكْشِفُ الضُّرَّ اِلَّا اَنْتَ)) [عند ابن مردويه وابى على الحداد فى معجمه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کے پاس جاتے تو یہ دعا پڑھتے تھے: اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسُ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيُ لَا شَافِيُ اِلَّا اَنْتَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا [عند ابى شيبة كذا فى الكنز ۵:۵۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی بیمار کی عیادت فرماتے تو اپنا ہاتھ جسم کے اس حصہ پر رکھتے جہاں تکلیف ہوتی اور یہ دعا پڑھتے: بِسْمِ اللّٰهِ لَا بَاْسَ

[اخرجه ابويعلى قال الهيثمى ۲: ۲۹۹، رجاله موثقون]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کرنے تشریف لائے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر جانے لگے تو فرمایا اے سلمان! اللہ تمہاری بیماری کو دور کر دے اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے اور تمہیں دین میں اور جسم میں مرتے دم تک عافیت نصیب فرمائے۔

[اخرجه الطبرانى فى الكبير وفيه عمرو بن خالد القرشى و هو ضعيف كما قال الهيثمى ۲:۲۹۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مریض کے پاس تشریف لے جاتے یا کوئی مریض آپ کے پاس لایا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھتے: اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيُ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

[اخرجه البخارى فى صحيحه ۲:۸۴۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات کے ساتھ حفاظت کی دعا کرتے اور پچھلی حدیث والے کلمات ذکر کئے اور آگے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ مرض الوفات میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری زیادہ ہوگئی تو میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پر پھیرنے لگی اور یہی کلمات پڑھنے لگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ مجھ سے کھینچ لیا اور فرمایا اے میرے رب! مجھے معاف فرما اور مجھے رفیق (اعلیٰ یعنی اپنے آپ) سے ملا دے۔

یہ حضور ﷺ کا آخری کلام تھا جو میں نے حضور ﷺ سے سنا۔ [اخرجہ ابن سعد ۲: ۱۴]

اندر آنے کی اجازت مانگنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ جب سلام فرماتے تو تین دفعہ فرماتے (یعنی اجازت مانگنے کے لیے گھر سے باہر تین دفعہ سلام زور سے فرماتے) اجازت مل جاتی تو ٹھیک ورنہ باہر سے واپس چلے جاتے یا مطلب یہ ہے کہ جب مجمع زیادہ ہوتا تو سارے مجمع کو سنانے کے لیے حضور ﷺ تین دفعہ سلام فرماتے دائیں طرف اور بائیں طرف اور سامنے یا مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ جب کسی کو ملنے اس کے گھر جاتے تو تین مرتبہ سلام فرماتے (ایک اجازت لینے کے لیے اور دوسرا اندر جاتے وقت اور تیسرا واپسی کے وقت) اور جب کوئی (اہم) بات فرماتے تو تین مرتبہ فرماتے (تاکہ کم سے کم سمجھ والا بھی بات سمجھ جائے۔)

[اخرجہ البخاری فی صحیحہ ۲: ۹۲۳]

حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضور ﷺ ہمیں ملنے کے لیے ہمارے گھر تشریف لائے چنانچہ حضور ﷺ نے (اجازت کے لیے باہر سے) فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! میرے والد نے (حضور ﷺ کے سلام کا) جواب آہستہ سے دیا۔ میں نے کہا کیا آپ رسول اللہ ﷺ کو اجازت دینا نہیں چاہتے؟ انہوں نے کہا ذرا حضور ﷺ کو بار بار ہمیں سلام کرنے دو۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے پھر آہستہ سے جواب دیا۔ حضور ﷺ نے پھر فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ! اور اس کے بعد حضور ﷺ کے پیچھے گئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے آپ ﷺ کا ہر سلام سنا ہے اور ہر سلام کا آہستہ سے جواب دیا ہے بس آہستہ اس لیے جواب دیا تاکہ آپ ﷺ ہمیں بار بار سلام کریں۔ چنانچہ حضور ﷺ ان کے ساتھ واپس آئے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے لیے نہانے کا پانی تیار کروایا جس سے حضور ﷺ نے غسل کیا پھر حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو زعفران یا ورس (خوشبو دار گھاس) میں رنگی ہوئی چادر دی جسے حضور ﷺ نے اوڑھ لیا پھر حضور ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر یہ دعا مانگی اے اللہ! تو اپنی رحمتیں اور مہربانی خاندان سعد پر نازل فرما۔ پھر حضور ﷺ نے کچھ کھانا نوش فرمایا۔ پھر جب حضور ﷺ نے واپسی کا ارادہ فرمایا تو

حضرت سعد ﷺ نے حضور ﷺ کے سامنے ایک گدھا پیش کیا جس پر ایک عمدہ چادر ڈال کر تیار کیا گیا تھا۔ حضرت سعد ﷺ نے کہا اے قیس! اللہ کے رسول کے ساتھ جاؤ۔ میں ساتھ چل پڑا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا میرے ساتھ سوار ہو جاؤ میں نے انکار کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یا تو سوار ہو جاؤ یا واپس چلے جاؤ اس پر میں واپس چلا گیا۔ [عند ابی داؤد کذا فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۳]

حضرت ربعی بن حراش ﷺ فرماتے ہیں مجھے بنو عامر کے ایک آدمی نے یہ قصہ سنایا کہ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں اندر آجاؤں؟ حضور ﷺ نے باندی سے فرمایا باہر جا کر اس آدمی سے کہو کہ وہ یوں کہے السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟ اس نے اندر آنے کی اجازت لینے میں اچھا طریقہ اختیار نہیں کیا۔ میں نے حضور ﷺ کی یہ بات باہر سے سن لی اور باندی کے باہر آنے سے پہلے میں نے کہا السلام علیکم کیا میں اندر آجاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا وعلیک اندر آجاؤ۔ آگے اور حدیث بھی ذکر کی۔

[اخرجه البخاری فی الادب المفرد ۱۵۸، واخرجه ایضاً ابوداؤد کما فی جمع الفوائد ۲: ۱۴۳]

حضرت ابن عباس ﷺ فرماتے ہیں حضور ﷺ اپنے بالا خانے میں تھے کہ حضرت عمر ﷺ آئے اور انہوں نے کہا السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ! السلام علیک کیا عمر اندر آجائے۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۸: ۴۴، رجاله رجال الصحیح]

خطیب نے اس واقعہ کو ان الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر ﷺ نے کہا السلام علیکم ایها النبی ورحمة الله وبرکاته السلام علیکم ''کیا عمر اندر آجائے۔

[اخرجه ابوداؤد والنسائی عن عمر رضی الله تعالیٰ عنه نحوه والخطیب واللفظ له والترمذی کذا فی الکنز ۵: ۵۱]

حضرت عمر ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے تین مرتبہ اندر آنے کی اجازت مانگی پھر حضور ﷺ نے مجھے اجازت دی۔

[اخرجه البیهقی قال البیهقی حسن غریب کذا فی الکنز ۵/ ۵۱]

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر ہمیں بلایا ہم لوگ آئے اور ہم نے اجازت مانگی۔

[اخرجه ابو یعلی قال الهیثمی ۸: ۴۸، رجاله رجال الصحیح غیر اسحاق بن اسرائیل وهو ثقة]

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس تھا کہ اتنے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے اجازت لینے کے لیے دروازہ آہستہ سے کھٹکھٹایا حضور ﷺ نے فرمایا ان کے لیے (دروازہ) کھول دو۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ٨: ٤٥، وفيه ضرار بن صرد وهو ضعيف]

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اندر آنے کی اجازت مانگی۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر اجازت مت مانگو۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ گھر میں تھے میں آ کر دروازے کے سامنے کھڑا ہو گیا اور میں نے اجازت مانگی حضور ﷺ نے فرمایا اجازت لینے کی ضرورت تو صرف نگاہ ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

[اخرجه الطبراني ورجال الرواية الثانية رجال الصحيح كما قال الهيثمي ٨: ٤٤]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے ایک حجرہ میں جھانکا (حضور ﷺ نے دیکھ لیا) حضور ﷺ ایک تیر یا کئی تیر کے پھل لے کر اس کی طرف کھڑے ہو کر لپکے میں آپ ﷺ کو دیکھ رہا تھا کہ گویا آپ ﷺ اسے اچانک چوکے مارنے کے لیے موقع تلاش کر رہے تھے۔ [اخرجه البخاري ٢: ٩٢٢]

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور ﷺ کے دروازے کے سوراخ میں سے جھانکا اس وقت حضور ﷺ کے ہاتھ میں ایک کنگھی تھی جس سے آپ ﷺ سر کھجا رہے تھے جب حضور ﷺ نے اسے (جھانکتے ہوئے) دیکھ لیا تو فرمایا اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تم مجھے دیکھ رہے ہو تو میں یہ کنگھی تمہاری آنکھ میں مار دیتا۔ نگاہ کی وجہ سے ہی اجازت لینے کا حکم دیا گیا ہے۔ [عنده ايضاً ٢: ١٠٢]

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں انصار کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ گھبرائے ہوئے آئے اور کہنے لگے میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تین مرتبہ اجازت مانگی لیکن مجھے اجازت نہ ملی آخر میں واپس آ گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور) فرمایا آپ اندر کیوں نہیں آ گئے؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تین مرتبہ اجازت مانگی تھی لیکن مجھے اجازت نہ ملی تو میں واپس آ گیا اور حضور ﷺ نے فرمایا ہے

کہ جب تم میں سے کوئی تین مرتبہ اجازت مانگے اور اسے اجازت نہ ملے تو اسے چاہیے کہ وہ واپس چلا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اس پر گواہ پیش کرنے ہونگے کیا آپ لوگوں میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات سنی ہے؟ حضرت ابی نے فرمایا (ہم سب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے اس لئے) آپ کو یہ حدیث سنانے کے لیے ہم لوگوں میں سب سے کم عمر آدمی ہی کھڑا ہوگا۔ میں سب سے چھوٹا تھا میں نے کھڑے ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات ارشاد فرمائی تھی۔ [اخرجه البخاري ۲: ۹۲۳]

حضرت عبید بن عمیر راوی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ جملہ نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات مجھ سے واقعی چھپی رہی میں بس بازاروں میں خرید و فروخت میں مشغول رہا۔

[عند ایضاً ۲: ۱۰۹۲]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے تین مرتبہ اجازت مانگی مجھے اجازت نہ ملی۔ میں واپس چل پڑا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا (میں آ گیا) تو مجھ سے فرمایا اے اللہ کے بندے! آپ کو میرے دروازے پر انتظار کرنا بڑا مشکل لگتا ہے میں نے کہا (نہیں میں اس وجہ سے واپس نہیں گیا) بلکہ میں نے آپ سے تین دفعہ اجازت مانگی تھی جب نہ ملی تو میں واپس چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے یہ بات کس سے سنی ہے (کہ تین دفعہ میں اجازت نہ ملے تو آدمی واپس چلا جائے) میں نے کہا میں نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ جو بات ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ سنی ہو وہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیں؟ اگر آپ اس پر گواہ نہ لائے تو میں آپ کو عبرتناک سزا دوں گا۔ میں وہاں سے باہر آیا اور چند انصار مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے میں ان کے پاس آیا میں نے ان سے اس کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کیا اس میں کسی کو کوئی شک ہے؟ میں نے انہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات بتائی تو انہوں نے کہا آپ کے ساتھ ہمارا سب سے کم عمر آدمی ہی جائے گا۔ اس پر حضرت ابو سعید خدری یا حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہما کھڑے ہو کر میرے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور وہاں جا کر انہوں نے یہ واقعہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو ملنے گئے ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کیا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (اندر آنے کی) اجازت نہ ملی پھر

حضور ﷺ نے دوبارہ سلام کیا پھر تیسری مرتبہ سلام کیا لیکن حضور ﷺ کو اجازت نہ ملی تو حضور ﷺ نے فرمایا جو ہمارے ذمہ تھا وہ ہم نے کر دیا اس کے بعد حضور ﷺ واپس آ گئے۔ پیچھے سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے اور انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا! آپ ﷺ نے جتنی مرتبہ سلام کیا میں نے ہر مرتبہ آپ ﷺ کا سلام سنا اور میں نے ہر دفعہ جواب دیا لیکن میں چاہتا تھا کہ آپ ﷺ مجھے اور میرے گھر والوں کو بار بار سلام کریں (اس لیے میں آہستہ جواب دیتا رہا) اس پر حضرت ابو موسیٰ نے کہا اللہ کی قسم! میں حضور ﷺ کی حدث کے بارے میں پوری امانت داری سے کام لینے والا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں (میں آپ کو ایسا ہی سمجھتا ہوں) لیکن میں نے چاہا کہ (مزید اطمینان کے لئے) اچھی طرح سے اس کی تحقیق ہو جائے۔

[عند البخاری ایضاً فی الادب المفرد]

حضرت عامر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی ایک باندی حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بیٹی کو لے کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس گئی اور اس نے (دروازے پر پہنچ کر) کہا کیا میں اندر آ جاؤں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں وہ واپس چلی گئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے بلاؤ اور اسے کہو کہ وہ (اجازت لینے کے لئے) یوں کہے السلام علیکم کیا میں اندر آ جاؤں؟

[اخرجه البیهقی کذا فی الکنز ۵:۵۱]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے اسلم! میرے دروازے پر پہرہ دیا کرو اور کسی سے کوئی چیز ہرگز نہ لینا۔ ایک دن انہوں نے میرے جسم پر نئے کپڑے دیکھے تو پوچھا یہ کپڑے تمہیں کہاں سے مل گئے؟ میں نے کہا حضرت عبید اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے مجھے دیئے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عبید اللہ سے تو لے لیا کرو اور کسی سے ہرگز نہ لینا۔ پھر میں ایک دن دروازہ پر کھڑا (پہرہ دے رہا) تھا کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آئے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ میں اندر چلا جاؤں۔ میں نے کہا امیر المؤمنین کچھ دیر کے لیے مشغول ہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ اٹھا کر اس زور سے میرے کانوں کے پیچھے مارا کہ میری چیخ نکل گئی۔ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اندر گیا انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھے مارا ہے اور ان کی ساری بات حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتادی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے

اللہ کی قسم! میں زبیر رضی اللہ عنہ کو دیکھ لوں گا پھر فرمایا انہیں اندر بھیج دو۔ میں نے انہیں حضرت عمرؓ کے پاس اندر بھیج دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے اس غلام کو کیوں مارا؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کہہ رہا تھا کہ میں تم لوگوں کو اندر نہیں جانے دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس سے پہلے اس نے کبھی میرے دروازے سے آپ کو واپس کیا ہے؟ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو اگر اس نے آپ سے کہا تھا کہ تھوڑی دیر انتظار کر لیں کیونکہ امیر المؤمنین ذرا مشغول ہیں تو آپ انتظار کر لیتے اور مجھے معذور سمجھ لیتے۔ اللہ کی قسم! جس کسی درندہ کو زخمی کر دیا جاتا ہے تو باقی درندے اسے کھا جاتے ہیں (آپ نے اسے مارا ہے تو دوسرے بھی مارنے لگ جائیں گے۔) [اخرجه ابن سعد كذا في الكنز ٥:٥١]

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے انہیں اجازت دے دی۔ میری باندی میرے سر میں کنگھی کر رہی تھی میں نے اسے روک دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ اسے کنگھی کرنے دو۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! اگر آپ میرے پاس پیغام بھیج دیتے تو میں خود ہی آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ ضرورت تو مجھے ہے (اس لیے مجھے ہی آنا چاہئے تھا) [اخرجه البخاري في الادب المفرد ١٨٩]

ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ فجر کی نماز کے بعد ہم لوگوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ انہوں نے ہمیں اجازت دے دی اور اپنی بیوی پر ایک چادر ڈال دی اور فرمایا میں نے اسے پسند کیا کہ تم لوگوں سے انتظار کرواؤں۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ٨:٤٦ والرجل لم اعرفه وبقية رجاله رجال الصحيح]

حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد صاحب کے ساتھ اپنی والدہ کے پاس جانے لگا تو والد صاحب (کمرے کے) اندر داخل ہو گئے میں بھی ان کے پیچھے اندر جانے لگا تو وہ میری طرف مڑے اور اس زور سے میرے سینے پر مارا کہ میں سرین کے بل گر گیا پھر فرمایا کیا تم اجازت لیے بغیر اندر آ رہے ہو؟

[اخرجه البخاري في الادب ١٥٥ وصحيح سنده الحافظ في الفتح ١١:٢٠]

حضرت مسلم بن نذیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اجازت

مانگی اور اندر جھانک کر کہا کہ میں اندر آجاؤں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری آنکھ تو اندر آچکی ہے ہاں تیری سرین اندر نہیں آئی اور ایک آدمی نے کہا کیا میں اپنی ماں سے بھی اندر آنے کی اجازت لوں؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر والدہ سے اجازت نہ لو گے تو کبھی تم اپنی والدہ کو ایسی حالت میں دیکھو گے جو تمہیں بالکل اچھی نہ لگے گی۔ [اخرجه البخاری ایضاً ۱۵۹]

حضرت ابو سوید عبدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ہم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ہاں گئے اور جا کر ہم ان کے دروازے پر بیٹھ گئے تاکہ ہمیں اندر جانے کی اجازت مل جائے جب اجازت ملنے میں دیر ہوگئی تو میں کھڑے ہو کر دروازے کے سوراخ سے اندر دیکھنے لگ گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اس کا پتہ چل گیا۔ جب انہوں نے ہمیں اجازت دے دی تو ہم اندر جا کر بیٹھ گئے۔ انہوں نے فرمایا ابھی تم میں سے کون میرے گھر میں جھانک رہا تھا؟ میں نے کہا میں۔ انہوں نے فرمایا تم نے میرے گھر میں جھانکنا کس وجہ سے جائز سمجھا؟ میں نے کہا اجازت ملنے میں دیر ہو رہی تھی اس لیے میں نے دیکھ لیا مستقل دیکھنے کا ارادہ نہیں تھا پھر ساتھیوں نے ان سے کئی باتیں پوچھیں۔ میں نے کہا اے ابو عبدالرحمٰن! آپ جہاد کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا جو جہاد کرے گا وہ اپنے لیے کرے گا۔

[اخرجه احمد قال الهیثمی ۸: ۴۴ وابو الاسود برکة بن یعلی التمیمی لم اعرفهما]

مسلمان سے اللہ کے لیے محبت کرنا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اسلام کا کون سا کڑا سب سے زیادہ مضبوط ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا نماز۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز بہت اچھی چیز ہے لیکن جو میں پوچھ رہا ہوں وہ یہ نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا رمضان کے روزے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ نہیں ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا جہاد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد بھی اچھی چیز ہے لیکن یہ وہ چیز نہیں ہے پھر فرمایا ایمان کا سب سے مضبوط کڑا یہ ہے کہ تم اللہ کے لیے محبت کرو اور اللہ کے لیے بغض رکھو۔ [اخرجه احمد و فیه لیث بن ابی سلیم وضعفه الاکثر]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے

اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کون سا عمل اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے؟ کسی نے کہا نماز کسی نے کہا زکوٰۃ کسی نے کہا جہاد۔ حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب عمل اللہ کے لیے محبت کرنا اور اللہ کے لیے بغض رکھنا ہے۔

[عند احمد ایضاً وفیه رجل لم یسم و عند ابی داؤد طرف منه کذا فی مجمع الزوائد ۱: ۹۰]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ صرف متقی آدمی سے محبت کیا کرتے تھے۔

[اخرجه ابویعلی و اسناده حسن کما قال الهیثمی ۱۰: ۲۷۴]

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں دو آدمی ایسے ہیں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ کو ان دونوں سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ دوسرے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔ [اخرجه ابن عساکر]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لشکر کا امیر بنا کر بھیجتے تھے اور اس لشکر میں حضور ﷺ کے عام صحابہ رضی اللہ عنہم ہوتے تھے تو کسی نے حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے کہا حضور ﷺ آپ کو امیر بناتے تھے اور اپنے قریب کرتے تھے اور آپ سے محبت کرتے تھے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا حضور ﷺ واقعی مجھے امیر بنایا کرتے تھے لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ حضور ﷺ اس طرح میرا دل لگانے کے لیے فرماتے تھے یا واقعی حضور ﷺ کو مجھ سے محبت تھی لیکن میں تمہیں ایسے دو آدمی بتاتا ہوں کہ جب حضور ﷺ کا انتقال ہوا اس وقت حضور ﷺ کو ان سے محبت تھی ایک حضرت عبداللہ بن مسعود اور دوسرے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما۔

[عند ابن عساکر ایضاً کذا فی المنتخب ۵: ۲۳۸]

ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ لوگوں نے کہا اللہ کی قسم! یہ (عمار بن یاسر) جنگ صفین کے دن آپ لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا آپ لوگ ٹھیک کہہ رہے ہیں واقعی وہ ہمارے ہاتھوں قتل ہوئے تھے۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۱۸۸]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں (حضور ﷺ کے دروازے پر) بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما اندر جانے کی اجازت لینے آئے اور یوں کہا اے اسامہ! اندر جا کر حضور ﷺ سے ہمارے لیے اجازت لے آؤ۔ میں نے اندر جا کر کہا یا رسول اللہ ﷺ! حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت چاہ رہے ہیں۔ حضور ﷺ

نے فرمایا تمہیں معلوم ہے وہ دونوں کیوں آئے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہے انہیں اندر بھیج دو۔ ان دونوں نے اندر آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ آپ ﷺ کو اپنے رشتہ داروں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا فاطمہ بنت محمد (ﷺ) انہوں نے کہا ہم آپ ﷺ کے گھر والوں کے بارے میں نہیں پوچھ رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مجھے لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے اور میں نے بھی اس پر انعام کیا ہے اور وہ ہے اسامہ بن زید۔ ان دونوں حضرات نے کہا ان کے بعد کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا پھر علی بن ابی طالب اس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنے چچا کو تو سب سے آخر میں کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا علی نے آپ سے پہلے ہجرت کی ہے (اور ہمارے ہاں درجہ دین کی محنت کے مطابق بنتا ہے) [اخرجه الطیالسی و الترمذی و صححه والرویانی والبغوی والطبرانی والحاکم کذا فی المنتخب ۵:۳۶]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سب سے زیادہ کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ رضی اللہ عنہا۔ اس آدمی نے پوچھا اور مردوں میں سے کون؟ حضور ﷺ نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ اس آدمی نے پوچھا پھر کون؟ آپ نے فرمایا ابوعبیدہ۔ [عند ابن عساکر کذا فی المنتخب ۴:۳۵۱]

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کو لوگوں میں سے سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا عائشہ۔ میں نے کہا میں مردوں میں سے پوچھ رہا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کے والد۔ [عند ابن سعد ۸:۶۷]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی گزرا۔ پاس بیٹھے ہوئے اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اس آدمی سے محبت ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اسے بتایا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اسے بتادو۔ چنانچہ وہ صاحب اس کے پیچھے گئے اور اسے کہا میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں۔ اس آدمی نے جواب میں دعا دی۔ احبك الذی احببتنی له جس ذات کی وجہ سے تم نے مجھ

سے محبت کی وہ تم سے محبت کرے۔

[اخرجه ابوداؤد كذا فی جمع الفوائد ۲:۱۴۷ واخرجه ابن عساكر و ابن النجار عن انس رضی الله تعالى عنه وابونعيم عن الحارث بنحوه كما فی الكنز ۵:۴۱]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سلام کیا اور پھر واپس چلا گیا۔ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اس آدمی سے محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ بات اپنے بھائی کو بتادو۔ چنانچہ میں اسی وقت وہاں سے چل پڑا اور جا کر اسے سلام کیا پھر میں نے اس کا کندھا پکڑ کر کہا اللہ کی قسم! میں آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اس نے کہا میں بھی آپ سے اللہ کے لیے محبت کرتا ہوں اور میں نے کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اس کا حکم نہ دیتے تو میں یہ (بتانے کا) کام نہ کرتا۔ [عند الطبرانی قال الهيثمی ۱۰:۲۸۲ رواه الطبرانی فی الكبير والاوسط ورجالهما رجال الصحيح غير الازرق بن علی و حسان بن ابراهيم وكلاهما ثقة]

حضرت عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم نے ان کو یہ بات بتادی ہے؟ میں نے کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہیں بتادو۔ پھر جب میری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا مجھے آپ سے اللہ کے لیے محبت ہے۔ انہوں نے جواب میں مجھے یہ دعا دی اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ پھر میں نے واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی محبت کے بتانے میں بھی اجر وثواب ملتا ہے۔

[عند الطبرانی قال الهيثمی ۱۰:۲۸۲ وفيه من لم اعرفهم]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس سے گزرا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ آدمی مجھ سے محبت کرتا ہے۔ لوگوں نے پوچھا اے ابوعباس! آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے کہا اس لیے کہ میں اس سے محبت کرتا ہوں (کیونکہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اگر تمہیں کسی سے محبت ہے تو سمجھ لو کہ اسے بھی تم سے محبت ہے۔)

[اخرجه ابويعلى وفيه محمد بن قدامه شيخ ابی يعلى ضعفه الجمهور وثقه ابن حبان وغيره وبقية رجاله ثقات كما قال الهيثمی ۱۰:۲۷۵]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی مجھ سے ملے اور پیچھے سے میرا کندھا پکڑ کر انہوں نے کہا غور سے سنو میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں نے جواب میں یہ دعا دی اَحَبَّكَ الَّذِیْ اَحْبَبْتَنِیْ لَهٗ پھر انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کسی آدمی کو کسی سے محبت ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اسے بتا دے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہ فرمایا ہوتا تو میں تمہیں نہ بتاتا۔ پھر مجھے وہ شادی کا پیغام دینے لگے اور یوں کہا دیکھو ہمارے ہاں ایک لڑکی ہے اور تو اس میں بہت خوبیاں ہیں بس ایک خرابی ہے کہ وہ کانی ہے (یعنی اس کا عیب بھی بتا دیا تاکہ معاملہ صاف رہے)

[اخرجه الطبرانی وفیه لیث بن ابی سلیم والاکثر علی ضعفه کما قال الهیثمی ۱:۹۰]

مسلمان سے بات چیت چھوڑ دینا اور تعلقات ختم کر لینا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ماں زاد بھائی حضرت طفیل کے بیٹے حضرت عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کچھ خریدا یا کچھ ہدیہ میں دیا تو ان کو پتہ چلا کہ (ان کے بھانجے) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے اس پر یہ کہا ہے کہ اللہ کی قسم! (یوں کھلا خرچ کرنے سے) یا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا از خود رک جائیں ورنہ میں ان پر پابندی لگا کر انہیں روک دوں گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں اللہ کے لیے نذر مانتی ہوں کہ میں ابن زبیر سے کبھی بات نہیں کروں گی۔ جب (بات چیت چھوڑے ہوئے) کافی دن ہوگئے تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کسی کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! میں ابن زبیر کے بارے میں نہ تو کسی کی سفارش قبول کروں گی اور نہ اپنی نذر توڑوں گی۔ جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے دیکھا کہ بہت زیادہ عرصہ گزر گیا ہے تو انہوں نے قبیلہ بنی زہرہ کے حضرت مسور بن مخرمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبدیغوث رضی اللہ عنہما سے بات کی اور ان سے کہا میں آپ دونوں کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ آپ لوگ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ضرور لے جائیں کیونکہ مجھ سے قطع تعلق کر لینے کی نذر ماننا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے جائز نہیں ہے۔ چنانچہ یہ دونوں حضرات اپنی چادروں میں لپیٹے ہوئے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو لے کر آئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اجازت مانگی اور یوں کہا السلام علیک ورحمۃ اللہ برکاتہ کیا ہم اندر آ جائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا آ جاؤ ان حضرات نے کہا کیا ہم سب آ جائیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے

کہا ہاں سب آ جاؤ۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ ان دونوں کے ساتھ ابن زبیر رضی اللہ عنہما بھی ہیں جب یہ حضرات اندر آئے تو حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما پردے کے اندر چلے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے لپٹ گئے اور انہیں اللہ کا واسطہ دے کر رونے لگ گئے اور حضرت مسور اور حضرت عبدالرحمٰن بھی انہیں واسطہ دینے لگے کہ وہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ضرور بات کر لیں اور ان کے عذر کو قبول کر لیں اور یوں کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مسلمان سے قطع تعلق کر لینے سے منع فرمایا ہے اور کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ جب ان حضرات نے (صلہ رحمی اور معاف کرنے کے) فضائل بار بار یاد دلائے اور مسلمان سے قطع تعلق کر لینے کی ممانعت کا بار بار ذکر کیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان دونوں کو سمجھانے لگیں اور رونے لگیں اور کہنے لگیں کہ میں نے نذر مان رکھی ہے اور نذر توڑنا بہت سخت ہے لیکن وہ دونوں حضرات اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے بات کر ہی لی اور اپنی قسم کے توڑنے کے کفارے میں چالیس غلام آزاد کئے اور جب انہیں اپنی قسم یاد آتی تو اتنا روتیں کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے گیلا ہو جاتا۔ [اخرجه البخاری ۲:۸۹۷ واخرجه البخاری فی الادب المفرد ۵۹ عن عوف بن الحارث بن الطفیل نحوه]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام لوگوں میں سب سے زیادہ محبت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے تھی (کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے اس بھانجے کی تربیت خود کی تھی) اور وہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تمام لوگوں سے زیادہ اچھا سلوک کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عادت یہ تھی کہ جو کچھ بھی آتا تھا وہ سارے کا سارا صدقہ کر دیتی تھیں۔ کچھ بچا کر نہیں رکھتی تھیں۔ اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھوں کو اتنا زیادہ خرچ کرنے سے روکنا چاہیے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا میرے ہاتھوں کو روکا جائے گا؟ میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ میں ان سے کبھی بات نہیں کروں گی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما (بہت پریشان ہوئے اور انہوں) نے قریش کے بہت سے آدمیوں کو اور خاص طور سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال والوں کو اپنا سفارشی بنا کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں بھیجا لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی کی سفارش قبول نہ کی آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ننھیال میں سے قبیلہ بنو زہرہ کے حضرت عبدالرحمٰن بن اسود بن عبد یغوث اور حضرت مسور بن

مخرمہ رضی اللہ عنہما نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے کہا جب ہم اجازت لے کر اندر جانے لگیں تو تم پردہ کے اندر چلے جانا۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا آخر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان سے راضی ہوئیں اور (انہوں نے اپنی قسم توڑ دی) پھر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں دس غلام بھیجے جنہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے (قسم توڑنے کے کفارے میں) آزاد کر دیا اور بعد میں بھی اور غلام آزاد کرتی رہیں یہاں تک کہ چالیس غلام آزاد کر دیئے۔ اور فرمایا (چالیس غلام آزاد کر کے بھی اطمینان نہیں ہو رہا ہے اس لئے) اچھا تو یہ تھا کہ میں نذر میں اپنے ذمہ کوئی عمل مقرر کر لیتی تاکہ اب اسے کر کے میں مطمئن ہو جاتی مثلاً یوں کہتی اگر میں ابن زبیر سے بات کروں تو دو غلام آزاد کروں گی تو اب دو غلام آزاد کر کے میں مطمئن ہو جاتی میں نے تو صرف یہ کیا کہ میں نذر مانتی ہوں کہ ابن زبیر سے بات نہیں کروں گی اور اس میں عمل کی کوئی مقدار مقرر نہیں کی۔ [اخرجه البخاری ایضاً فی الصحیح ۱: ۸۹۷]

آپس میں صلح کرانا

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبا والے آپس میں لڑ پڑے حتی کہ انہوں نے ایک دوسرے پر پتھر برسائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا پتہ چلا تو فرمایا آؤ چلیں ان کی صلح کرائیں۔

[اخرجه البخاری ۱: ۳۷۱]

حضرت سہل کی ایک روایت میں یہ ہے کہ بنو عمرو بن عوف کا آپس میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو لے کر ان میں صلح کرانے تشریف لے گئے آگے اور بھی مضمون ہے۔ [اخرجه البخاری ایضاً ۳۷۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ اگر آپ عبداللہ بن ابی کے پاس تشریف لے جائیں تو یہ بہت مناسب ہوگا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہو کر تشریف لے گئے اور مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیدل چل رہے تھے۔ راستہ کی زمین شور یلی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس پہنچے تو اس (بدبخت) نے کہا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے دور رہیں اللہ کی قسم! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گدھے کی بدبو سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے اس پر ایک انصاری نے کہا اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گدھا تم سے زیادہ اچھی خوشبو والا ہے۔ یہ سن کر عبداللہ کی قوم کے

ایک آدمی کو غصہ آ گیا اور ان دونوں میں گالم گلوچ شروع ہوگئی اس پر ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھیوں کو غصہ آ گیا یہاں تک کہ وہ چھڑیوں ہاتھوں اور جوتوں سے ایک دوسرے کو مارنے لگے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں پھر یہ خبر ملی کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَاِنْ طَآئِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا﴾

''اور اگر مسلمانوں میں دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان دونوں کے درمیان عدل کے ساتھ اصلاح کر دو۔'' [اخرجہ البخاری ۱:۳۷۰]

اور بیمار کی بیمار پرسی کے عنوان کے ذیل میں امام بخاری کی یہ حدیث حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے گزر چکی ہے کہ اس پر مسلمان، مشرکین اور یہودیوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا اور بات اتنی بڑھی کہ ایک دوسرے پر حملہ آور ہونے والے ہی تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سب کو ٹھنڈا کرتے رہے یہاں تک کہ سب خاموش ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اوس وخزرج انصار کے دو قبیلے تھے اور زمانہ جاہلیت میں ان میں آپس میں بڑی دشمنی تھی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو یہ ساری دشمنی جاتی رہی اور اللہ نے ان کے دلوں میں الفت پیدا فرما دی۔ ایک دفعہ یہ حضرات اپنی ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اوس کے ایک آدمی نے ایسا شعر پڑھا جس میں خزرج کی برائی کا ذکر تھا تو جواب میں خزرج کے ایک آدمی نے اوس کی برائی والا شعر پڑھ دیا وہ دونوں باری باری ایسے اشعار پڑھتے رہے یہاں تک کہ وہ ایک دوسرے سے لڑنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے ہتھیار لے کر لڑنے کے لیے چل دیئے۔ یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی اور اس بارے میں وحی بھی نازل ہوئی آپ جلدی سے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پنڈلیاں کھلی ہوئی تھیں (تاکہ آسانی سے تیز چل سکیں) جب آپ نے ان کو دیکھا تو اونچی آواز سے یہ آیت پڑھی:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ﴾

[سورۃ آل عمران آیت:۱۰۲]

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرا کرو جیسا کہ ڈرنے کا حق ہے اور بجز اسلام کے اور کسی حالت پر جان مت دینا۔''

آپ نے مزید اور آیات بھی پڑھیں۔ ان آیات کو سنتے ہی ان حضرات نے اپنے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے کے گلے لگ کر رونے لگے۔

[اخرجه الطبراني قال الهيثمي ۸:۸۰ رواه الطبراني في الصغير وفيه غسان بن الربيع وهو ضعيف]

مسلمان سے سچا وعدہ کرنا

حضرت ہارون بن رئاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو فرمایا فلاں آدمی کو تلاش کرو کیونکہ میں نے اس سے اپنی بیٹی (کی شادی کرنے) کا ایک قسم کا وعدہ کیا تھا میں نہیں چاہتا کہ اللہ سے میری ملاقات اس حال میں ہو کہ نفاق کی تین نشانیوں میں سے ایک نشانی یعنی وعدہ خلافی مجھ میں ہو اس لیے میں آپ لوگوں کو اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی ہے۔

[رواه الطبراني في الصغير وفيه غسان بن الربيع و هو ضعيف]

مسلمان کے بارے میں بدگمانی کرنے سے بچنا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی ایک مجلس کے پاس سے گزرا اس آدمی نے سلام کیا جس کا اس مجلس والوں نے جواب دیا جب وہ ان لوگوں سے آگے چل گیا تو مجلس کے ایک آدمی نے کہا مجھے تو یہ آدمی بالکل پسند نہیں ہے۔ مجلس کے دوسرے لوگوں نے کہا چپ کرو اللہ کی قسم! ہم تمہاری یہ بات اس آدمی کو ضرور بتائیں گے۔ اے فلانے! جاؤ اور اس نے جو کہا ہے وہ اسے بتا دو (چنانچہ اس نے جا کر اس آدمی کو یہ بات بتا دی اس پر) اس آدمی نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتا دی اور اس آدمی نے جو کہا تھا وہ بھی بتا دیا اور یوں کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے آدمی بھیج کر بلائیں اور اس سے پوچھیں کہ وہ مجھ سے کیوں بغض رکھتا ہے۔ (چنانچہ اس آدمی کے آنے پر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کہ تم اس آدمی سے کیوں بغض رکھتے ہو؟ اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح سے جانتا ہوں میں نے اسے کبھی نفل پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس یہی (فرض)

نماز ہی پڑھتا ہے جسے نیک و بد ہر ایک پڑھتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا ذرا اس سے یہ پوچھیں کہ کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ میں نے نماز کا وضو ٹھیک نہ کیا ہو یا نماز کو بے وقت پڑھا ہو؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ان سے پوچھیں کہ کیا اس نے مجھے کسی سائل کو منع کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ پھر اس آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اس کا پڑوسی ہوں اور میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں میں نے اسے کبھی نفل روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا یہ تو بس رمضان کے مہینے کے ہی روزے رکھتا ہے جنہیں نیک و بد ہر ایک رکھ ہی لیتا ہے۔ دوسرے آدمی نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ اس سے پوچھیں کہ کیا اس نے کبھی یہ دیکھا ہے کہ میں بیمار بھی نہ ہوں اور سفر پر بھی نہ ہوں اور پھر میں نے اس دن روزہ نہ رکھا ہو؟ حضور ﷺ نے اس سے اس بارے میں پوچھا تو اس نے کہا نہیں۔ اس پر حضور ﷺ نے اس سے فرمایا میرے خیال میں تو یہ آدمی تم سے بہتر ہے (کیونکہ تم میں کدورت ہے اور اس میں نہیں ہے) [اخرجه ابن عساكر كذا في كنز العمال ۲:۱۵۹]

مسلمان کی تعریف کرنا اور تعریف کی کونسی صورت اللہ کو ناپسند ہے

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو لیث کے ایک آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر تین مرتبہ عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ ﷺ کو شعر سنانا چاہتا ہوں (آخر چوتھی مرتبہ میں حضور ﷺ نے اجازت دے دی) تو انہوں نے حضور ﷺ کو وہ اشعار سنائے جن میں حضور ﷺ کی تعریف تھی سن کر حضور ﷺ نے فرمایا اگر کوئی شاعر اچھے شعر کہتا ہے تو تم نے بھی اچھے شعر کہے ہیں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۸:۱۱۹ وفيه راو لم يسم وعطاء بن السائب اختلط]

حضرت خلاد بن سائب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما کے پاس گیا انہوں نے میرے منہ پر میری تعریف کی اور یوں کہا کہ میں نے آپ کے منہ پر آپ کی تعریف اس لیے کی کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب مؤمن کے منہ پر اس کی تعریف کی جاتی ہے تو اس کے دل میں ایمان بڑھ جاتا ہے (کیونکہ تعریف سے وہ پھولے گا نہیں بلکہ اس کا اعمال پر یقین بڑھے گا کہ نیک اعمال کی وجہ سے لوگ تعریف کر رہے ہیں)

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۸:۱۱۹ وفيه ابن لهيعة وبقية رجاله وثقوا]

حضرت مطرف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے اپنا یہ قصہ بیان کیا کہ میں بنو عامر کے وفد کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا ہم نے عرض کیا آپ ہمارے سردار ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (حقیقی) سردار تو اللہ تعالیٰ ہی ہیں۔ پھر ہم نے عرض کیا آپ فضیلت میں سب سے بڑے ہیں اور ہم سب سے زیادہ سخی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم یہ کہہ سکتے ہو بلکہ اس میں بھی کچھ کمی کرو تو اچھا ہے شیطان تم پر غلبہ پا کر تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے (ان لوگوں کے مبالغہ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا) رزین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اس جیسی روایت نقل کی ہے اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں یہ نہیں چاہتا کہ اللہ تعالیٰ نے جو درجہ مجھے عطا فرمایا ہے تم مجھے اس سے بڑھاؤ۔ میں محمد بن عبداللہ اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

[اخرجه ابو داؤد كذا فی جمع الفوائد ٢:١٥٠]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا اے ہم میں سے سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے بیٹے! اور اے ہمارے سردار اور ہمارے سردار کے بیٹے! اس پر آپ نے فرمایا تم میرے بارے میں وہ کہو جو میں تمہیں بتلاتا ہوں تا کہ شیطان تمہیں صحیح راستہ سے ہٹا نہ سکے مجھے اسی درجہ پر رکھو جو اللہ نے مجھے عطا فرمایا ہے میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔

[عند ابن النجار كذا فی الكنز ٢:١٨٢ واخرجه احمد عن انس نحوه كما فی البداية ٦:٤٤]

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی تعریف کی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تین دفعہ فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی گردن توڑ دی۔ تم میں سے کسی نے اگر کسی کی تعریف ضرور ہی کرنی ہو اور اسے اس کی اچھی صفات یقینی طور سے معلوم ہوں تو یوں کہنا چاہئے کہ میرا فلاں کے بارے میں یہ گمان ہے اور اللہ اسے بہتر جانتے ہیں اللہ کے سامنے وہ کسی کو مقدس بنا کر پیش نہ کرے بلکہ یوں کہے میرا گمان یوں ہے میرا خیال یہ ہے۔

[اخرجه الشيخان و ابو داؤد كذا فی جمع الفوائد ٢:١٥٠]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا کہ ایک آدمی دوسرے کی تعریف کر رہا ہے اور تعریف میں حد سے آگے بڑھ رہا ہے تو فرمایا تم نے (زیادہ تعریف کر کے) اس آدمی کی کمر توڑ دی۔ [عند البخاری ایضاً كما فی الكنز ٢:١٨٢]

حضرت رجاء بن ابی رجاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت محجن اسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ چلا یہاں تک کہ ہم بصرہ والوں کی مسجد تک پہنچے تو وہاں مسجد کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد میں سکبہ نامی آدمی بڑی لمبی نماز پڑھ رہے تھے۔ حضرت بریدہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی اور ان کی طبیعت میں مزاح بہت تھا اس لیے انہوں نے کہا اے محجن! کیا آپ بھی ویسی نماز پڑھتے ہیں جیسی سکبہ پڑھتے ہیں۔ حضرت محجن نے اس بات کا کوئی جواب نہ دیا اور واپس آ گئے اور حضرت محجن نے کہا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا پھر ہم لوگ چلنے لگے اور چلتے چلتے ہم احد پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کی طرف منہ کر کے فرمایا ہائے حسرت اور افسوس ایک دن اس بستی کو بستی والے چھوڑیں گے حالانکہ اس دن یہ بستی بہت زیادہ آباد ہوگی۔ دجال مدینہ آئے گا لیکن اسے مدینہ کے ہر دروازے پر فرشتہ ملے گا۔ اس لیے وہ مدینہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ سے نیچے اترے جب ہم مسجد پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو رکوع سجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فلاں ہے اور اس کی بہت زیادہ تعریف کرنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو اس کی تعریف اسے نہ سناؤ ورنہ یہ ہلاک ہو جائے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے اور جب اپنے حجروں کے پاس پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کو جھاڑ کر تین دفعہ فرمایا تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

[اخرجه البخاری فی الادب المفرد ۵۱]

اسی روایت کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذرا تفصیل سے نقل کیا ہے ان کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محجن رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس نمازی کی تعریف مبالغہ کے ساتھ کرنے لگا اور میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ فلاں آدمی ہے اور اس میں یہ اور یہ خوبیاں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش ہو جاؤ اسے یہ باتیں نہ سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کرو گے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم چلنے لگے جب ہم حجرہ کے پاس پہنچ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ چھوڑ دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارے دین کا سب سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو' تمہارے دین کا سب

سے بہترین عمل وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔

[اخرجه الامام احمد ۵: ۳۲ عن رجاء بطوله نحوه]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت محجن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یا نبی اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ فلاں ہیں اور یہ مدینہ والوں میں سے سب سے اچھے ہیں اور مدینہ والوں میں سے سب سے زیادہ نماز پڑھنے والے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو یا تین مرتبہ فرمایا اسے مت سناؤ ورنہ تم اسے ہلاک کر دو گے۔ پھر فرمایا تم ایسی اُمت ہو جس کے ساتھ اللہ نے آسانی کا ارادہ فرمایا ہے۔

[اخرجه احمد ایضاً من طریق عبد الله بن شقیق واخرجه ابن جریر والطبرانی مختصراً کما فی کنز العمال ۲: ۸۲]

حضرت ابراہیم تیمی کے والد بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک آدمی نے ان کے پاس آکر سلام کیا لوگوں میں سے ایک آدمی نے اس کے منہ پر اس کی تعریف کرنی شروع کر دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے تو اس آدمی کو ذبح کر ڈالا اللہ تمہیں ذبح کرے تم اس کے منہ پر اس کے دین کے بارے میں اس کی تعریف کر رہے ہو۔

[اخرجه ابن ابی شیبة والبخاری فی الادب عن ابراهیم التیمی عن ابیه کذا فی الکنز ۲: ۱۸۲]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس کوڑا بھی رکھا ہوا تھا اور لوگ بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ سامنے سے حضرت جارود رضی اللہ عنہ آئے تو ایک آدمی نے کہا کہ یہ قبیلہ ربیعہ کے سردار ہیں اس کی اس بات کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے آس پاس کے لوگوں نے اور خود حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے بھی سن لیا۔ جب حضرت جارود رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قریب آگئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو کوڑا مارا۔ حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! میں نے آپ کا کیا قصور کیا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے میرا کیا قصور کیا ہے؟ کیا تم نے اس کی بات کو نہیں سنا ہے؟ حضرت جارود رضی اللہ عنہ نے کہا سنا ہے تو پھر کیا ہو گیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہوا کہ (اس کے تعریفی کلمات سن کر) کہیں تمہارے دل میں (عجب اور کبر بڑائی وغیرہ کا) برا اثر نہ پیدا ہو جائے اس لیے میں نے چاہا کہ یہ سارا اثر جھاڑ دوں۔ [عند ابن ابی الدنیا کذا فی الکنز ۲: ۱۶۷]

حضرت ہمام بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ جو بھاری بھر کم تھے وہ اس آدمی کی طرف گئے اور گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اس کے منہ پر کنکریوں کی لپیں بھر کر ڈالنے لگے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ حضرت مقداد نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم (دنیاوی مفاد حاصل کرنے کے لیے اور لوگوں کو بگاڑنے کے لئے) تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈال دیا کرو۔

حضرت مقداد نے اس کا ظاہری مطلب مراد لیا ہے لیکن بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد یہ ہے کہ اسے کچھ نہ دو۔ [اخرجہ مسلم ۲: ۴۱۴ واللفظ ابو داؤد ۵: ۲۴۱]

حضرت ابو معمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کھڑے ہو کر ایک امیر کی تعریف کرنے لگا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اس پر مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اسی بات کا حکم دیا ہے کہ (غلط مقصد کے لئے) تعریف کرنے والوں کے چہروں پر ہم مٹی ڈالا کریں۔

[اخرجہ مسلم ایضاً والترمذی ۲: ۶۲ والبخاری فی الادب ۵۰]

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی دوسرے آدمی کی تعریف کرنے لگا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اس کے چہرے کی طرف مٹی ڈالنے لگے اور فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم تعریف کرنے والوں کو دیکھو تو ان کے چہروں پر مٹی ڈالو۔ [عند احمد والطبرانی قال الهیثمی ۸: ۱۱۷ رواہ احمد والطبرانی فی الکبیر والاوسط ورجالہ رجال الصحیح]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا اے لوگوں میں سے سب سے بہتر! یا یوں کہا اے لوگوں میں سے سب سے بہتر کے بیٹے! تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہ میں لوگوں میں سے سب سے بہتر ہوں اور نہ سب سے بہتر کا بیٹا ہوں بلکہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں اللہ کی رحمت سے امید رکھتا ہوں اور اس کے عذاب سے ڈرتا ہوں اللہ کی قسم! (بلاوجہ تعریفیں کر کے) تم آدمی کے پیچھے پڑ جاتے ہو اور پھر اسے ہلاک کر کے چھوڑتے ہو (کہ اس کے دل میں عجب و بڑائی پیدا ہو جاتی ہے)

[عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱: ۳۰۷]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بعض دفعہ آدمی اپنے گھر سے باہر جاتا ہے اور اس کے ساتھ اس کا دین ہوتا ہے لیکن جب وہ واپس آتا ہے تو اس وقت اس کے پاس دین میں سے کچھ باقی نہیں ہوتا اس کی صورت یہ ہے کہ وہ آدمی باہر جا کر ایسے آدمی کے پاس جاتا ہے جو نہ اپنے نفع نقصان کا مالک ہے اور نہ اس کے نفع نقصان کا اور یہ اللہ کی قسمیں کھا کر کہتا ہے کہ آپ ایسے ہیں اور ایسے ہیں (اس سے کچھ لینے کے لیے اس کی تعریفیں کرتا ہے لیکن وہ اسے کچھ نہیں دیتا) اور وہ اس حال میں واپس آتا ہے کہ اس کی کوئی ضرورت بھی پوری نہیں ہوئی ہوتی اور وہ (غلط تعریف کر کے) اللہ کو اپنے اوپر ناراض بھی کر چکا ہوتا ہے۔

[اخرجہ الطبرانی قال الہیثمی ۸:۱۱۸ رواہ الطبرانی باسانید و رجال احدھا رجال الصحیح]

صلہ رحمی اور قطع رحمی

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ (نبوت سے پہلے) قریش شدید قحط میں مبتلا ہوئے حتی کہ انہیں پرانی ہڈیاں تک کھانی پڑیں اور اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے زیادہ خوش حال قریش میں کوئی نہیں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے چچا جان! آپ جانتے ہیں کہ آپ کے بھائی ابوطالب کے بچے بہت زیادہ ہیں اور آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ قریش پر سخت قحط آیا ہوا ہے آیئے ان کے پاس جاتے ہیں اور ان کے کچھ بچے ہم سنبھال لیتے ہیں۔ چنانچہ ان دونوں حضرات نے جا کر ابوطالب سے کہا اے ابوطالب! آپ اپنی قوم کا (برا) حال دیکھ ہی رہے ہیں اور ہمیں معلوم ہے کہ آپ بھی قریش کے ایک فرد ہیں (قحط سے آپ کا حال بھی برا ہو رہا ہے) ہم آپ کے پاس اس لیے آئے ہیں تا کہ آپ کے کچھ بچے ہم سنبھالیں ابوطالب نے کہا (میرے بڑے بیٹے) عقیل کو میرے لیے رہنے دو اور باقی بچوں کے ساتھ تم جو چاہو کرو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو لے لیا یہ دونوں ان حضرات کے پاس اس وقت تک رہے جب تک یہ مالدار ہو کر خود کفیل نہ ہو گئے۔ حضرت سلیمان بن داؤد راوی کہتے ہیں کہ حضرت جعفر حضرت عباس کے پاس رہے یہاں تک کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے۔

[اخرجہ البزار قال الہیثمی ۸:۱۵۳ وفیہ من لم اعرفھم]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں غلام آزاد کرنا چاہتی ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم یہ غلام اپنے اس ماموں کو دے دو جو دیہات میں رہتے ہیں یہ ان کے جانور چرایا کرے گا اس میں تمہیں ثواب زیادہ ملے گا۔

[اخرجه البزار ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي ٨: ١٥٣]

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَآتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ﴾ [سورة اسراء: ۲۶]

''اور قرابت دار کو اس کا حق (مالی وغیر مالی) دیتے رہنا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے فاطمہ! فدک بستی (کی آمدنی) تمہاری ہے (فدک بستی حجاز میں مدینہ سے دو تین دن کے فاصلہ پر تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مال غنیمت میں ملی تھی)

[اخرجه الحاكم فى تاريخه وابن النجار قال الحاكم تفرد به ابراهيم بن محمد بن ميمون عن على بن عابس كذا فى الكنز ٢: ١٥٨]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کچھ رشتہ دار ہیں جن کے ساتھ میں صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں میں برداشت کر کے ان سے درگزر کرتا ہوں وہ میرے ساتھ جہالت کا معاملہ کرتے ہیں (بلاوجہ مجھ پر ناراض ہوتے ہیں اور مجھ پر سختی کرتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ویسے ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو تو گویا تم ان کے منہ میں گرم راکھ کی پھنکی ڈال رہے ہو (تمہارے حسن سلوک کے بدلہ میں برا سلوک کر کے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں) اور جب تک تم ان صفات پر رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ اللہ کی طرف سے مددگار رہے گا۔ [اخرجه مسلم ٢: ٣١٥ واخرجه البخارى فى الادب ١١عن ابى هريرة مثله]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے کچھ رشتہ دار ایسے ہیں جن کے ساتھ میں رشتہ جوڑتا ہوں اور وہ رشتہ توڑتے ہیں اور میں معاف کرتا ہوں وہ پھر بھی مجھ پر ظلم کرتے جاتے ہیں میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برا سلوک کرتے ہیں تو کیا میں ان کی برائی کا بدلہ برائی سے

نہ دوں؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس طرح تو تم سب (ظلم میں) شریک ہو جاؤ گے بلکہ تم فضیلت والی صورت اختیار کرو اور ان سے صلہ رحمی کرتے رہو جب تک تم ایسا کرتے رہو گے اس وقت تک تمہارے ساتھ ایک مددگار فرشتہ رہے گا۔

[عند احمد وفیہ حجاج بن ارطاۃ وھو مدلس وبقیۃ رجالہ ثقات کما قال الھیثمی ۸: ۱۵۴]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابو ایوب سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ شب جمعہ میں جمعرات کی شام کو ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا ہماری اس مجلس میں جو بھی قطع رحمی کرنے والا بیٹھا ہوا ہے میں اسے پوری تاکید سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے۔ اس پر کوئی کھڑا نہ ہوا۔ انہوں نے یہ بات تین دفعہ کہی تو اس پر ایک جوان اپنی پھوپھی کے پاس گیا جس سے اس نے دو سال سے تعلقات ختم کر رکھے تھے اور اسے چھوڑا ہوا تھا وہ جب اپنی پھوپھی کے پاس پہنچا تو پھوپھی نے اس سے پوچھا میاں تم کیسے آ گئے؟ اس نے کہا میں نے ابھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایسے اور ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے (اس وجہ سے آیا ہوں) پھوپھی نے کہا ان کے پاس واپس جاؤ اور ان سے پوچھو کہ انہوں نے ایسے کیوں فرمایا ہے؟ (اس نوجوان نے واپس جا کر ان سے پوچھا تو) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ شب جمعہ میں ہر جمعرات کی شام بنی آدم کے اعمال اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں (اور انسانوں کے اعمال تو قبول ہو جاتے ہیں لیکن) قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ [اخرجہ البخاری فی الادب]

حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن صبح کی نماز کے بعد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایک حلقہ میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فرمایا میں قطع رحمی کرنے والے کو اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ کر چلا جائے کیونکہ ہم اپنے رب سے دعا کرنے لگے ہیں اور آسمان کے دروازے قطع رحمی کرنے والے کے لیے بند رہتے ہیں (تو اس کی وجہ سے ہماری دعا بھی قبول نہ ہو گی) [اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۸: ۱۵۱ رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح الا ان الاعمش لم یدرک ابن مسعود۔ انتہی]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اخلاق و عادات کیسے تھے اور ان کے حسن اخلاق کا بیان

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق

حضرت سعد بن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ انہوں نے فرمایا کیا تم قرآن نہیں پڑھتے ہو؟ میں نے کہا پڑھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہے۔ (یعنی آپ کے اخلاق قرآن میں مذکورہ ہیں یا جو اخلاق قرآن میں بیان کئے گئے ہیں وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھے) [اخرجه مسلم واخرجه احمد عن جبير بن نفير والحسن البصری عن عائشة نحوه كما فی البداية ٦:٣٥]

ابن سعد کی روایت میں اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قرآن لوگوں کے سب سے اچھے اخلاق لے کر آیا ہے۔

[اخرجه ابن سعد ١:٩٠ عن سعد بن هشام عن عائشه نحوه واخرجه ابونعيم فی دلائل النبوة ٥٦ عن جبير بن نفير عن عائشه نحوه و ابن سعد ١:٩٠ عن مسروق عنها نحوه]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق قرآن ہے جہاں قرآن راضی ہوتا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوتے تھے اور جہاں قرآن ناراض ہوتا ہے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوتے تھے۔ [عند يعقوب بن سفيان]

حضرت زید بن بابنوس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کیا کہ اے ام المومنین! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے اس کے بعد یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم نے سورۃ مومنون پڑھی ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ سے دس آیتیں پڑھو (میں نے دس آیتیں پڑھیں تو) فرمایا بس ان آیتوں میں جو کچھ

بیان ہوا ہے وہ سب کچھ حضور ﷺ کے اخلاق تھے۔

[اخرجه البيهقى ورواه النسائى كما فى البداية ٦:٣٥]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کوئی آدمی حضور ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا نہیں تھا جب بھی آپ ﷺ کو آپ ﷺ کا کوئی صحابی پکارتا یا گھر کا کوئی آدمی پکارتا تو آپ ﷺ اس کے جواب میں لبیک کہتے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت فرمائی:

﴿وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾ [سورۃ قلم آیت:۴]

"بیشک آپ اخلاق (حسنہ) کے اعلیٰ پیمانے پر ہیں۔"

قبیلہ بنوسراہ کے ایک آدمی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ آپ مجھے حضور ﷺ کے اخلاق کے بارے میں بتائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا تم قرآن کی یہ آیت وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ نہیں پڑھتے ہو؟ (تو حضور ﷺ کے حسن اخلاق کا قصہ سنو) ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں حضور ﷺ کے لیے کھانا تیار کر رہی تھی اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا بھی تیار کر رہی تھیں لیکن انہوں نے مجھ سے پہلے کھانا تیار کر لیا (اور حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا مجھے پتہ چلا کہ وہ کھانا بھیج رہی ہیں تو) میں نے باندی سے کہا جا اور حفصہ رضی اللہ عنہا کا پیالہ الٹ دے چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کے سامنے کھانا رکھنے لگیں تو باندی نے پیالہ الٹ دیا جس سے کھانا ادھر ادھر بکھر گیا (اور پیالہ ٹوٹ گیا) حضور ﷺ نے پیالہ کے ٹکڑے جمع کیے اور جو کھانا زمین پر بکھر گیا تھا اسے بھی جمع کیا اور اس کھانے کو آپ ﷺ نے اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے نوش فرمایا۔ پھر میں نے اپنا پیالہ بھیجا۔ حضور ﷺ نے وہ سارا پیالہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا اور فرمایا اپنے برتن کی جگہ یہ برتن لے لو اور اس میں جو کھانا ہے اسے کھا لو۔ میں نے حضور ﷺ کے چہرے پر اس واقعہ سے ناگواری کا اثر کچھ بھی نہ دیکھا۔

[عند ابن ابى شيبة عن قيس بن وهب كذا فى الكنز ٤:٤٤]

حضرت خارجہ بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کچھ لوگ میرے والد حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ آپ ہمیں حضور ﷺ کے کچھ اخلاق بتائیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں حضور ﷺ کا پڑوسی تھا جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ میرے پاس پیغام بھیجتے میں آ کر وحی لکھ لیتا جب ہم دنیا کا ذکر کرتے تو آپ ﷺ بھی اس کا ذکر

فرماتے اور جب ہم کھانے پینے کی بات کرتے تو آپ بھی کرتے (یعنی آپ ہمارے ساتھ گھل مل کر بے تکلفی سے رہتے اور مباح باتوں میں ہمارا ساتھ دیتے) یہ سب کچھ میں حضور ﷺ کی طرف سے بیان کر رہا ہوں۔ [اخرجه ابونعیم فی الدلائل ۵۷ واخرجه الترمذی نحوه وکذلك البیهقی کما فی البدایة ۶:۴۲ والطبرانی کما فی المجمع ۹:۱۷ وقال واسناده حسن وابن ابی داؤد فی المصاحف وابویعلی والرویانی وابن عساکر کما فی المنتخب ۵:۸۵ واخرجه ابن سعد ۱:۱۹۰ ایضاً نحوه]

حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ اچھے اخلاق والا کوئی نہیں دیکھا (حضور ﷺ کے حسن اخلاق کا قصہ تم کو سناتی ہوں) حضور ﷺ نے خیبر سے واپسی پر مجھے اپنی اونٹنی کے پیچھے بٹھا رکھا تھا رات کا وقت تھا میں اونگھنے لگی تو میرا سر کجاوے کی پچھلی لکڑی کے ساتھ ٹکرانے لگا حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے مجھے ہلا کر فرمایا اری ٹھہر جا اے بنت حیی! ٹھہر جا (یہ کوئی سونے کا وقت ہے) جب حضور ﷺ صہباء مقام پر پہنچے تو فرمایا اے صفیہ مجھے تمہاری قوم (یہود خیبر) کے ساتھ جو کچھ کرنا پڑا میں اس کی تم سے معذرت چاہتا ہوں اصل میں انہوں نے میرے بارے میں یہ کہا تھا حضور ﷺ ان یہودیوں کی بری حرکتوں اور اسلام کے خلاف سازشوں کا ذکر کرتے رہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۱۵ رواه الطبرانی فی الاوسط وابویعلی باختصار ورجالهما ثقات الا ان الربیع ابن اخی صفیة بنت حیی لم اعرفه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب لوگوں سے زیادہ مہربان تھے اللہ کی قسم! سخت سردی کی صبح کو جو بھی غلام یا باندی یا بچہ آپ ﷺ کی خدمت میں پانی لاتا (تاکہ آپ ﷺ اسے استعمال کرلیں اور پھر وہ اسے برکت کے لیے واپس لے جائے) تو آپ ﷺ انکار نہ فرماتے بلکہ (سخت سردی کے باوجود) آپ ﷺ اس پانی سے چہرہ اور ہاتھ دھو لیتے اور جب بھی آپ سے کوئی آدمی بات پوچھتا تو آپ ﷺ پوری توجہ سے اس کی بات سنتے اور اپنے کان اس کے قریب کر دیتے اور آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے اور وہی آپ ﷺ کو چھوڑ کر جاتا تو جاتا اور جب کوئی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑنا چاہتا تو آپ ﷺ اسے پکڑنے دیتے اور وہی آپ ﷺ کا ہاتھ چھوڑتا تو چھوڑتا آپ ﷺ نہ چھوڑتے۔ [اخرجه ابونعیم فی الدلائل ۵۷]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو مدینہ

کے خادم یعنی غلام اور باندی اپنے برتنوں میں پانی لے کر آتے آپ ﷺ کے پاس جو بھی برتن لایا جاتا آپ ﷺ (برکت کے لئے) اپنا ہاتھ اس میں ڈال دیتے۔ بعض دفعہ لوگ سردیوں کی صبح میں ٹھنڈا پانی لاتے تو حضور ﷺ اس میں بھی ہاتھ ڈال دیتے۔ [عند مسلم ٢: ٢٥٦]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کسی سے مصافحہ فرماتے یا کوئی اور آپ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ اس سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے بلکہ وہی آدمی اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے ہاتھ سے علیحدہ کرتا اور اگر کوئی آدمی آپ ﷺ کی طرف منہ کر کے بات کرتا تو آپ ﷺ اس کی طرف متوجہ ہی رہتے یہاں تک کہ فارغ ہو کر وہی آدمی آپ ﷺ سے چہرہ پھیر لیتا اور کبھی کسی نے یہ منظر نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنے پاؤں اپنے پاس بیٹھنے والے کی طرف پھیلا رکھے ہوں۔ (یعنی ایسا کبھی نہیں ہوا)

[عند یعقوب بن سفیان و رواہ الترمذی وابن ماجہ کما فی البدایۃ ٦: ٣٩ وابن سعد ١: ٩٩ نحوہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے کبھی یہ نہیں دیکھا کہ کوئی آدمی حضور ﷺ کے کان میں بات کر رہا ہو اور حضور ﷺ کا ہاتھ کسی آدمی نے پکڑ رکھا ہو اور حضور ﷺ نے اس سے اپنا ہاتھ چھڑایا ہو۔ بلکہ وہی آدمی حضور ﷺ کا ہاتھ چھوڑتا۔

[عند ابی داؤد تفرد بہ ابو داؤد کذا فی البدایہ ٦: ٣٩]

کبھی آپ ﷺ اپنے گھٹنے کے پاس بیٹھنے والے کے سامنے پھیلے ہوئے دکھائی دیتے۔ اور جب بھی آپ ﷺ سے کوئی مصافحہ کرتا تو آپ ﷺ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس وقت تک دوسری طرف متوجہ نہ ہوتے جب تک وہ اپنی بات سے فارغ نہ ہو لیتا۔

[عند البزار والطبرانی واسناد الطبرانی حسن کما قال الھیثمی ٩: ١٥]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ والوں کی کوئی بچی آ کر حضور ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی تو حضور ﷺ اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نہ چھڑاتے اور پھر وہ جہاں چاہتی حضور ﷺ کو لے جاتی۔

[عند احمد و رواہ ابن ماجہ]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت کی عقل میں کچھ خلل تھا اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ سے کچھ کام ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اُمِ فلاں! تم جونسی گلی چاہو دیکھ لو میں وہاں تمہارا کام کر دوں گا (گلی اس لیے مقرر کروائی تا کہ اس کا کام بھی کر دیں اور اجنبی

عورت سے خلوت بھی نہ ہوگی تو عام گزرگاہ ہوتی ہے۔ چنانچہ اس نے ایک گلی بتائی) حضور ﷺ نے اس گلی میں جا کر ایک طرف ہو کر علیحدگی میں اس کی بات سنی یہاں تک کہ اس نے اپنی ضرورت کی ساری بات کہہ لی۔

[رواه مسلم فی صحیح ۲:۲۵۶ واخرجه ابونعیم فی دلائل النبوة ۵۷ عن انس مثله]

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں ایک سفر سے واپس آیا تو حضور ﷺ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور چھوڑا ہی نہیں۔ آخر میں نے ہی آپ ﷺ کا ہاتھ چھوڑا۔

[اخرجه الطبرانی وفیه الجلد بن ایوب وهو ضعیف کما قال الهیثمی ۹:۱۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو جو ان دونوں میں سے زیادہ آسان ہوتا اسے اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ کام گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور حضور ﷺ کبھی بھی اپنی ذات کی وجہ سے کسی سے بدلہ نہیں لیتے تھے ہاں کسی کو اللہ کا حرام کردہ کام کرتے ہوئے دیکھتے تو اس سے ضرور بدلہ لیتے لیکن یہ بدلہ لینا اللہ کے لیے ہوتا۔ [اخرجه مالك واخرجه البخاری ومسلم کما فی البدایة ۶:۳۶ واخرجه ابوداؤد والنسائی واحمد کما فی الکنز ۴:۴۷ وابونعیم فی الدلائل ۵۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ سے کبھی اپنے کسی خادم کو یا کسی عورت کو یا کسی اور چیز کو نہیں مارا اللہ کے راستہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی کو مارا ہو تو اور بات ہے اور جب بھی آپ کو دو (دنیاوی) کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ آسان ہوتا وہی آپ ﷺ کو زیادہ پسند ہوتا۔ بشرطیکہ وہ کام گناہ نہ ہوتا۔ اگر وہ گناہ ہوتا تو حضور ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور رہتے اور آپ ﷺ کے ساتھ کتنی بھی زیادتی کی جاتی آپ ﷺ اپنی ذات کی وجہ سے کبھی کسی سے بدلہ نہ لیتے البتہ کوئی اللہ کا حکم توڑتا تو اس سے اللہ کے لیے بدلہ لیتے۔ [عند احمد کذا فی البدایة ۶:۳۶ واخرجه مسلم ۲:۲۵۶ وابونعیم فی الدلائل مختصراً وعبد الرزاق وعبد بن حمید والحاکم نحو حدیث احمد کما فی الکنز ۴:۴۷]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضور ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی کسی کے ظلم کا بدلہ لیا ہو البتہ جب اللہ کا حکم توڑا جاتا تو حضور ﷺ اس پر سب سے زیادہ ناراض ہوتے اور جب بھی آپ ﷺ کو دو کاموں میں اختیار دیا جاتا تو دونوں میں سے جو زیادہ

آسان ہوتا اسے ہی اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہوتا۔

[عند الترمذی فی الشمائل ۲۵ واخرج ابویعلی والحاکم کما فی الکنز ۴:۴۷]

حضرت ابوعبداللہ جدلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو طبعاً فحش گو تھے اور نہ بہ تکلف فحش بات کرتے تھے اور نہ بازاروں میں چلاتے اور شور مچاتے تھے اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے بلکہ معاف فرمادیتے اور درگزر فرماتے تھے۔ [اخرجه ابوداؤد والطیالسی وفی آخر الحدیث او قال یعفو یغفر شك ابوداؤد رواه الترمذی وقال حسن صحیح كذا فی البدایة ۶:۳۶ واخرجه ابن سعد ۱:۹۰ عن عبد اللہ عن عائشه نحوه واحمد والحاکم کما فی الکنز ۴:۴۷]

حضرت توامہ کے غلام حضرت صالحہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور جب کسی سے توجہ ہٹاتے تو ادھر سے اپنا سارا جسم ہٹا لیتے۔ میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فحش بات کرنے والے تھے اور بہ تکلف فحش بات کیا کرتے تھے اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بازاروں میں شور مچانے والے تھے۔ [عند یعقوب بن سفیان]

اور نہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا دیکھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد۔

[زادہ آدم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ گالی دینے کی عادت تھی اور نہ کسی پر لعنت کرنے کی اور نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم طبعاً فحش گو تھے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو یوں فرماتے کہ فلاں کو کیا ہوا؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو جائے۔ [عند احمد ورواہ البخاری]

حضر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ طبعاً فحش گو تھے اور نہ بہ تکلف۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جن کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ [عند البخاری ایضاً و رواہ مسلم كذا فی البدایة ۶:۳۶]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئے اور عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انس سمجھدار لڑکا ہے یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرے گا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں

نے حضور ﷺ کی سفر حضر میں خدمت کی اللہ کی قسم! میں نے جو کام کیا اس پر آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اور جو کام میں نے نہ کیا ہو اس پر آپ ﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا۔ [اخرجه مسلم ۲: ۲۵۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ سب سے زیادہ با اخلاق تھے ایک مرتبہ آپ ﷺ نے مجھے کسی کام سے بھیجا میں نے اوپر سے ویسے ہی کہا اللہ کی قسم! میں نہیں جاؤں گا اور دل میں یہ تھا کہ جس کام کا حضور ﷺ حکم دے رہے ہیں میں اس کے لیے ضرور جاؤں گا۔ چنانچہ میں وہاں سے باہر آیا تو میرا گزر چند بچوں پر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے (میں وہاں کھڑا ہو گیا) اچانک حضور ﷺ نے آکر پیچھے سے میری گدی پکڑ لی۔ میں نے حضور ﷺ کی طرف دیکھا تو حضور ﷺ ہنس رہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے چھوٹے سے انس! جہاں جانے کو میں نے تمہیں کہا تھا تم وہاں گئے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں ابھی جاتا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں نے حضور ﷺ کی نو سال خدمت کی ہے۔ مجھے یاد نہیں ہے کہ میں نے کوئی (غلط) کام کر دیا ہو تو اس پر حضور ﷺ نے فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ یا کوئی کام چھوڑ دیا ہو تو یہ فرمایا ہو کہ تم نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟ [عند مسلم ایضاً]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اللہ کی قسم! اس سارے عرصہ میں آپ ﷺ نے نہ تو کبھی مجھے اف فرمایا اور نہ کبھی کسی کام کے لیے یہ فرمایا کہ یہ کیوں کیا؟ ایسا کیوں نہیں کیا؟ [عند مسلم ایضاً و زاد ابو الربیع بشئی لیس مما یصنعه الخادم ولم یذکر قوله واللہ واخرجه البخاری عن انس بنحوه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دس سال حضور ﷺ کی خدمت کی کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضور ﷺ نے مجھے کام بتایا ہو اور میں نے اس میں سستی کی ہو یا اسے بگاڑ دیا ہو اور حضور ﷺ نے مجھے ملامت کی ہو بلکہ اگر آپ ﷺ کے گھر میں سے کوئی مجھے ملامت کرتا تو حضور ﷺ اسے فرماتے چھوڑو اگر یہ کام ہونا مقدر ہوتا تو ہو جاتا۔

[عند احمد كذا فی البدایة ۶: ۳۷ واخرجه ابن سعد ۷: ۱۱ عن انس مثله]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے کئی سال حضور ﷺ کی خدمت کی ہے آپ ﷺ نے نہ کبھی مجھے گالی دی اور نہ کبھی مجھے مارا اور نہ کبھی ڈانٹا اور نہ کبھی تیوری چڑھائی اور

اگر آپ ﷺ نے مجھے کوئی کام بتایا اور اس میں مجھ سے سستی ہوگئی تو آپ ﷺ اس پر مجھ سے ناراض نہیں ہوئے بلکہ اگر آپ ﷺ کے گھر والوں میں سے کوئی ناراض ہوتا تو اسے فرماتے اسے چھوڑ و اگر یہ کام مقدر ہوتا تو یہ ضرور ہو جاتا۔ [عند ابی نعیم فی الدلائل ۵۷]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو میری عمر آٹھ سال تھی۔ میری والدہ مجھے ساتھ لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے علاوہ انصار کے تمام مردوں اور عورتوں نے آپ کو کوئی نہ کوئی تحفہ دیا ہے اور میرے پاس تحفہ دینے کے لیے اس بیٹے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے اس لیے آپ ﷺ اسے میری طرف سے قبول فرمالیں جب تک آپ ﷺ چاہیں گے یہ آپ ﷺ کی خدمت کرے گا۔ چنانچہ میں نے حضور ﷺ کی دس سال خدمت کی اس عرصہ میں آپ ﷺ نے نہ تو کبھی مجھے مارا نہ مجھے گالی دی اور نہ کبھی تیوری چڑھائی۔ [عند ابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۹]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کے اخلاق

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ قریش کے تین آدمی ایسے ہیں جن کے چہرے سب لوگوں سے زیادہ خوبصورت اور جن کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہیں اور جن میں حیا سب سے زیادہ ہے اگر یہ حضرات تم سے بات کریں تو کبھی غلط بات نہیں کہیں گے اور اگر تم ان سے کوئی بات کرو گے تو وہ تمہیں جھوٹا نہیں سمجھیں گے وہ حضرات حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عثمان بن عفان اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا اپنے صحابہ میں سے جس کے بھی اخلاق پر گرفت کرنا چاہوں تو کر سکتا ہوں بس ایک ابوعبیدہ بن جراح ایسے ہیں کہ ان کی گرفت نہیں کر سکتا۔ [اخرجہ یعقوب بن سفیان کذا فی الاصابۃ وقال ھذا مرسل ورجالہ ثقات واخرجہ الحاکم عن الحسن نحوہ ھذا مرسل غریب و رواۃ ثقات]

حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان قریشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنی بیٹی کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ (اپنے خاوند) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا سر دھو رہی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بیٹا! ابوعبداللہ (یعنی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ) کے ساتھ اچھا سلوک کیا کرو کیونکہ میرے

صحابہ میں سے سب سے زیادہ ان کے اخلاق مجھ سے مشابہ ہیں۔
[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی رجاله ثقات]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کی بیٹی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا ان کے ہاتھ میں کنگھی تھی انہوں نے کہا ابھی حضور ﷺ میرے پاس سے باہر تشریف لے گئے ہیں میں ان کے سر کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ان کا اکرام کرتی رہو کیونکہ وہ اخلاق میں میرے صحابہ میں سے میرے سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔ [عند الطبرانی ایضاً قال الهیثمی ۹:۸۱ وفیه محمد بن عبد الله یروی عن المطلب ولم عرفه وبقیة رجاله ثقات۔ واخرجه الحاکم وابن عساکر کما فی المنتخب ۵:۴]

حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت اسلم رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم صورت اور اخلاق میں میرے مشابہ ہو۔ [اخرجه احمد و اسناده حسن کما قال الهیثمی ۹:۲۷۲]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں، حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما تینوں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے حضور ﷺ نے حضرت زید سے فرمایا تم ہمارے بھائی اور محبت کرنے والے ساتھی ہو یہ سن کر حضرت زید (خوشی کے مارے) وجد میں آکر اچھلنے لگ گئے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم صورت اور سیرت میں میرے مشابہ ہو اس پر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ سے زیادہ اچھلے۔ پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم مجھ سے ہو اور میں تم میں سے ہوں یہ سن کر میں حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ اچھلا۔
[عند ابن ابی شیبة کذا فی المنتخب ۵:۱۳۰]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تمہارے اخلاق میرے اخلاق جیسے ہیں اور تمہاری شکل و صورت مجھ سے ملتی جلتی ہے لہٰذا تم مجھ سے ہو اور اے علی! تم مجھ سے ہو اور میرے بیٹوں یعنی نواسوں کے والد ہو۔
[عند الطبرانی قال الهیثمی ۹:۲۷۲ رواه الطبرانی عن شیخه احمد بن عبدالرحمن بن عفان وهو ضعیف انتهی]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے ایسی بات سنی ہے کہ

مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ اس کے بدلہ میں مجھے سرخ اونٹ مل جائیں (جو کہ عربوں میں سب سے عمدہ مال شمار ہوتا تھا) میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جعفر کی صورت اور سیرت مجھ سے بہت ملتی ہے اور اے عبد اللہ! اللہ کی ساری مخلوق میں تم اپنے والد کے سب سے زیادہ مشابہ ہو (میں والد کے مشابہ ہوا۔ اور والد حضور ﷺ کے مشابہ ہیں تو میں بھی حضور ﷺ کے مشابہ ہو گیا) [اخرجه العقیلی وابن عساکر کذا فی المنتخب ۵: ۲۲۲]

حضرت بحریہ رحمہا اللہ کہتی ہیں میرے چچا حضرت خداش رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کو ایک پیالہ میں کھاتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے حضور ﷺ سے وہ پیالہ بطور ہدیہ مانگ لیا (حضور ﷺ نے ان کو وہ پیالہ دے دیا) چنانچہ وہ پیالہ ہمارے ہاں رکھا رہتا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہم سے فرمایا کرتے تھے کہ وہ پیالہ میرے پاس نکال کر لاؤ ہم زمزم کے پانی سے بھر کر وہ پیالہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لاتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس میں سے کچھ پیتے اور کچھ (برکت کے لئے) اپنے سر اور چہرے پر ڈال لیتے پھر ایک چور نے ہم پر بڑا ظلم کیا کہ وہ ہمارے سامان کے ساتھ اسے بھی چوری کر کے لے گیا۔ پیالہ کی چوری کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہمارے پاس آئے اور حسب دستور پیالہ کا مطالبہ کیا ہم نے کہا اے امیر المؤمنین! وہ پیالہ تو ہمارے سامان کے ساتھ چوری ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ چور تو بڑا سمجھدار ہے جو حضور ﷺ کا پیالہ چرا کر لے گیا۔ راوی کہتے ہیں اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نہ تو چور کو برا بھلا کہا اور نہ اس پر لعنت بھیجی۔

[اخرجه ابن سعد ۷: ۵ واخرجه ایضاً ابن بشر ان فی امالیه کما فی المنتخب ۴: ۴۰۰]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عیینہ بن حصن بن (حذیفہ بن) بدر رضی اللہ عنہ (مدینہ) آئے اور وہ اپنے بھتیجے حضرت حر بن قیس رضی اللہ عنہ کے ہاں ٹھہرے حضرت حر ان لوگوں میں سے تھے جنہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے قریب رکھتے تھے اور عبادت گزار علماء ہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس شوریٰ میں ہوتے تھے چاہے وہ جوان ہوتے یا عمر رسیدہ حضرت عیینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا اے میرے بھتیجے! تمہیں امیر المؤمنین کے ہاں بڑا درجہ حاصل ہے تم ان سے میرے لیے آنے کی اجازت حاصل کرو انہوں نے جا کر اپنے چچا کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔ جب وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے تو ان سے یہ کہا اے ابن خطاب! دیکھو اللہ کی قسم! آپ ہمیں زیادہ نہیں دیتے ہیں اور ہمارے درمیان عدل کا فیصلہ نہیں

کرتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور حضرت عیینہ کو سزا دینے کا ارادہ فرما لیا۔ حضرت حر نے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:

﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ﴾ [سورۃ اعراف آیت:۱۹۹]

''سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔''

اور یہ بھی ان جاہلوں میں سے ہے (اس لیے آپ ان کی اس بات سے کنارہ کر لیں) جب حضرت حر نے یہ آیت پڑھی تو اللہ کی قسم! حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں رک گئے (اور سزا دینے کا ارادہ چھوڑ دیا) اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بہت بڑی صفت تھی کہ وہ کسی کام کا ارادہ کر لیتے پھر انہیں بتایا جاتا کہ اللہ کی کتاب اس کام سے روک رہی ہے تو فوراً اس ارادہ کو چھوڑ دیتے اور ایک دم رک جاتے۔

[اخرجہ البخاری وابن المنذر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ والبیہقی کذا فی المنتخب ۴:۴۱۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے ہمیشہ یہی دیکھا کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کسی بات پر غصہ آیا پھر کسی نے ان کے سامنے اللہ کا نام لے لیا یا انہیں آخرت کی پکڑ سے ڈرایا یا ان کے سامنے قرآن کی آیت پڑھ دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ غصہ میں جس کام کا ارادہ کر چکے ہوتے تھے اس سے ایک دم رک جایا کرتے تھے۔ [عند ابن سعد]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے اسلم! تم لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کیسا پایا؟ میں نے کہا بہت اچھا پایا لیکن انہیں جب غصہ آ جاتا ہے تو پھر مسئلہ بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فرمایا آئندہ اگر تمہاری موجودگی میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ جائے تو تم ان کے سامنے قرآن پڑھنے لگ جانا۔ انشاء اللہ ان کا غصہ چلا جائے گا۔ حضرت مالک دار (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام) کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور مارنے کے لیے کوڑا اٹھا لیا میں نے کہا میں آپ کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وہ کوڑا اپنے نیچے رکھ دیا اور فرمایا تم نے ایک بڑی ذات کا مجھے واسطہ دیا ہے۔

[کذا فی المنتخب ۴:۴۱۳]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ شروع سے میرے دوست تھے اور جس دن وہ اسلام لائے اس دن سے لے کر جنگ احد میں شہادت پانے

تک وہ میرے ساتھ رہے۔ وہ حبشہ کی دونوں ہجرتوں میں ہمارے ساتھ گئے تھے اور سارے قافلہ میں وہ میرے رفیق سفر رہے میں نے کوئی آدمی ان سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور مخالفت نہ کرنے والا نہیں دیکھا۔ [اخرجہ ابن سعد ۳:۸۲]

حضرت حبہ بن جوین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ہم نے حضرت عبداللہ (بن مسعود) رضی اللہ عنہ کی چند باتوں کا تذکرہ کیا اور لوگوں نے ان کی تعریف کی اور یوں کہا اے امیر المؤمنین! ہم نے کوئی آدمی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے زیادہ اچھے اخلاق والا اور ان سے زیادہ نرمی سے تعلیم دینے والا اور ہم نشین کے ساتھ ان سے زیادہ اچھا سلوک کرنے والا اور ان سے زیادہ تقویٰ و احتیاط والا نہیں دیکھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ تم یہ تمام باتیں سچے دل سے کہہ رہے ہو؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ! میں تجھے اس بات پر گواہ بناتا ہوں کہ میں بھی ان کے بارے میں وہ تمام باتیں کہتا ہوں جو ان لوگوں نے کہی ہیں بلکہ میں تو ان سے بھی زیادہ کہتا ہوں۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے قرآن پڑھا اور اس کے حلال کو حلال اور اس کے حرام کو حرام سمجھا (یعنی حلال کو اختیار کیا اور حرام کو چھوڑ دیا) وہ دین کے بہت بڑے فقیہ اور سنت نبوی کے زبردست عالم تھے۔

[اخرجہ ابن سعد ۳:۱۱۰]

حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کبھی کسی خادم کو لعنت نہیں کی بس ایک مرتبہ ایک خادم کو لعنت کی تھی تو اسے آزاد کر دیا تھا حضرت زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے خادم کو لعنت کرنے کا ارادہ کیا اور ابھی اتنا ہی کہا تھا اے اللہ اس پر "دلع"، کہہ کر رک گئے اور لفظ پورا نہ کیا اور فرمایا میں اس لفظ کو زبان سے کہنا نہیں چاہتا۔

[ابونعیم فی الحلیۃ ۱:۳۰۷]

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مال خرچ کرنے کے شوق کے عنوان کے ذیل میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والے سب سے زیادہ اچھے اخلاق والے اور سب سے زیادہ کھلے ہاتھ والے یعنی سخی تھے۔

[اخرجہ الحاکم بطولہ]

بردباری اور درگزر کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بردباری

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ حنین میں فتح پانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (تالیف قلب کی وجہ سے مال دینے میں) بہت سے (نئے) لوگوں کو ترجیح دی (اور پرانوں کو نہ دیا نئے لوگوں کو وہ سارا مال غنیمت دے دیا) چنانچہ حضرت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ کو سو اونٹ دیئے اور حضرت عیینہ بن حصن رضی اللہ عنہ کو بھی اتنے ہی دیئے اور بھی کچھ لوگوں کو دیا اس پر ایک آدمی نے کہا مال غنیمت کی اس تقسیم میں اللہ کی رضا مقصود نہیں رہی۔ میں نے کہا میں یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا۔ چنانچہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا (چنانچہ میں بھی صبر کروں گا) بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ اس پر ایک آدمی نے کہا کہ اللہ کی قسم! اس تقسیم میں عدل وانصاف سے کام نہیں لیا گیا اور نہ اللہ کی رضا اس میں مقصود ہے میں نے کہا میں یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ضرور بتاؤں گا چنانچہ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اللہ اور اس کے رسول عدل نہیں کریں گے تو پھر اور کون کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم فرمائے انہیں تو اس سے بھی زیادہ ستایا گیا تھا لیکن انہوں نے صبر کیا تھا۔

بخاری اور مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھے آپ لوگوں میں کوئی چیز تقسیم فرما رہے تھے کہ اتنے میں بنوتمیم کا ایک آدمی ذوالخویصرہ آیا اور اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! انصاف سے تقسیم فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرا ناس ہو اگر میں انصاف نہیں کروں گا تو کون انصاف کرے گا (اگر میں انصاف نہیں کروں گا) تو میں ناکام و برباد ہو جاؤں گا۔ جب میں انصاف نہیں کروں گا تو پھر اور

کون کرے گا۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیں۔ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں اسے چھوڑ دو۔ اس کے ایسے ساتھی ہیں کہ ان کے نماز روزے کے مقابلے میں تم اپنے نماز روزہ کو کم سمجھو گے یہ لوگ قرآن پڑھیں گے لیکن قرآن ان کی ہنسلی سے آگے (ان کے دل کی طرف) نہیں جائے گا۔ (یا قرآن ہنسلی سے آگے بڑھ کر اوپر اللہ کی طرف نہیں جائے گا) اور یہ لوگ اسلام سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار کو لگ کر اس سے پار ہو کر آگے چلا جاتا ہے تیر کے پھل کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کی تانت کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی پھر اس کے پر کو دیکھا جائے تو اس میں بھی کوئی چیز نظر نہیں آئے گی حالانکہ یہ تیر اس شکاری کی اوجھڑی اور خون میں سے گزر کر پار گیا ہے لیکن اس اوجھڑی اور خون کا اس میں کوئی نشان نظر نہیں آئے گا ان کی نشانی یہ ہے کہ ان میں ایک کالا آدمی ہوگا جس کے ایک بازو کا گوشت عورت کے پستان کی طرح یا گوشت کے ٹکڑے کی طرح ہلتا ہوگا یہ لوگ اس وقت ظاہر ہوں گے جب کہ لوگوں میں اختلاف اور انتشار کا زور ہوگا حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لی ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ ان لوگوں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ کی تھی میں بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس آدمی کو لانے کا حکم دیا لوگ اسے ڈھونڈ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جو نشانی بتائی تھی وہ میں نے اس میں پوری طرح سے دیکھی۔ [کذا فی البدایۃ ج ۴ ص ۳۶۳]

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب (منافقوں کا سردار) عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے صاحبزادے (حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی رضی اللہ عنہ) نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اپنی قمیص دے دیں میں اس میں اپنے باپ کو کفناؤں گا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کے لیے استغفار فرمائیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنی قمیض دے دی اور فرمایا جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا میں اس کی نماز جنازہ پڑھوں گا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیچھے کھینچ کر کہا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے (استغفار کرنے اور نہ

کرنے) دونوں باتوں کا اختیار دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ﴾ [سورۃ توبہ آیت:۸۰]

''خواہ آپ ان (منافقین) کے لیے استغفار کریں یا ان کے لیے استغفار نہ کریں۔''

چنانچہ حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی پھر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا﴾ [سورۃ توبہ آیت:۸۴]

''اور ان میں کوئی مرجائے تو اس کے (جنازہ) پر کبھی نماز نہ پڑھیے۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن ابی مر گیا تو حضور ﷺ کو اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے بلایا گیا چنانچہ حضور ﷺ تشریف لے گئے جب آپ ﷺ نماز پڑھانے کے لیے کھڑے ہوئے تو میں گھوم کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا آپ ﷺ اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کی نماز جنازہ پڑھانے لگے ہیں جس نے فلاں فلاں دن یہ اور یہ کہا تھا اور میں اس کے دن گنوانے لگا حضور ﷺ مسکراتے رہے جب میں بہت کچھ کہہ چکا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! پیچھے ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے مجھے (منافقوں کے لیے استغفار کرنے نہ کرنے کا) اختیار دیا ہے میں نے استغفار کرنے کی صورت کو اختیار کیا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر آپ ان کے لیے ستر بار بھی استغفار کریں گے تب بھی اللہ تعالیٰ ان کو نہ بخشے گا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو جائے گی تو میں ضرور کرتا پھر حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی اور جنازہ کے ساتھ قبرستان گئے اور اس کے دفن ہونے تک آپ ﷺ اس کی قبر پر کھڑے رہے۔ بہرحال حضور ﷺ کے مقابلہ پر جو میں نے جرأت سے کام لیا اس پر مجھے بہت حیرانی تھی اللہ اور رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں (کہ اس میں کیا مصلحت تھی) اللہ کی قسم! ابھی اس بات کو تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ دو آیتیں نازل ہوئیں۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا اس کے بعد حضور ﷺ نے کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوئے اور اس دنیا سے تشریف لے جانے تک آپ ﷺ کا یہی دستور رہا۔ [عند احمد وهكذا رواه الترمذی وقال حسن صحيح]

عبداللہ بن ابی مر گیا تو اس کے صاحبزادے نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ اس کے جنازہ میں تشریف نہیں لائیں گے تو لوگ ہمیں ہمیشہ اس

کا طعنہ دیتے رہیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ لوگ اسے قبر میں رکھ چکے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا قبر میں رکھنے سے پہلے تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا چنانچہ اسے قبر سے نکالا گیا اور حضور ﷺ نے اس پر سر سے لے کر پاؤں تک دم فرمایا آپ ﷺ نے اسے اپنی قمیص پہنائی (کیونکہ اس نے جنگ بدر کے موقع پر حضور ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنی قمیص پہنائی تھی حضور ﷺ اس کے اس احسان کا بدلہ دینا چاہتے تھے اور اس کے بیٹے کی دلداری بھی کرنا چاہتے تھے) [عند احمد و رواہ النسائی]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب عبداللہ بن ابی کو قبر میں رکھ دیا گیا تب حضور ﷺ اس کے پاس پہنچے چنانچہ حضور ﷺ کے فرمانے پر اسے باہر نکالا گیا حضور ﷺ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر دم فرمایا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔

[عند البخاری کذا فی التفسیر لابن کثیر ۲:۳۷۸]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے حضور ﷺ پر جادو کیا جس کی وجہ سے آپ چند دن بیمار رہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک یہودی نے آپ پر جادو کیا ہے اس نے گرہیں لگا کر فلاں کنوئیں میں پھینک دیا ہے آپ ﷺ آدمی بھیج کر اسے منگوالیں۔ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ اسے نکال کر حضور ﷺ کی خدمت میں لائے حضور نے ان گرہوں کو کھولا تو حضور ﷺ ایسے ٹھیک ہو کر کھڑے ہوئے کہ جیسے کسی بندھن سے نکلے ہوں۔ (معلوم ہو جانے کے باوجود) حضور ﷺ نے نہ تو یہ بات آخری دم تک اس یہودی کو بتائی اور نہ اس نے اس کا کوئی ناگوار اثر حضور ﷺ کے چہرے پر کبھی دیکھا۔

[اخرجہ احمد و رواہ النسائی]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور ﷺ پر جادو ہوا تھا جس کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ کو یہ محسوس ہوتا تھا کہ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت میں گئے نہیں ہوتے تھے۔ حضرت سفیان راوی کہتے تھے یہ اثر سب سے سخت جادو کا ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں نے اللہ سے دعا مانگی تھی وہ اللہ نے قبول فرمالی میرے پاس دو فرشتے آئے ایک میرے سر کے پاس بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کے پاس۔ سر والے نے دوسرے سے کہا ان حضرت کو کیا ہوا ہے؟ دوسرے نے کہا ان پر جادو ہوا ہے پہلے نے پوچھا جادو

کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا لبید بن عاصم نے جو قبیلہ بنو زریق کا ہے اور یہودیوں کا حلیف اور منافق ہے پہلے نے پوچھا اس نے جادو کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا کنگھی پر اور کنگھی سے گرے ہوئے بالوں پر کیا ہے پہلے نے پوچھا یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا نر کھجور کے خوشہ کے غلاف میں ذروان کنویں کے اندر جو پتھر رکھا ہوا ہے اس کے نیچے رکھی ہوئی ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کنویں کے پاس تشریف لے گئے اور یہ چیزیں اس میں سے نکالیں اور فرمایا یہ کنواں وہی ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے اس کنویں کا پانی ایسا سرخ تھا جیسے مہندی والے برتن کو دھونے کے بعد پانی کا رنگ لال ہوتا ہے اور اس کنویں کے کھجوروں کے درخت ایسے وحشت ناک تھے کہ جیسے شیطان کے سر ہوں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یہ چیزیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو کیوں نہ دکھادیں؟ انہیں دفن کیوں کر دیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ نے مجھے تو (جادو سے) شفا عطا فرمادی ہے اور میں کسی کے خلاف شر و فتنہ کھڑا کرنا نہیں چاہتا۔ [عند البخاری و رواہ احمد و مسلم]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چھ ماہ تک یہ حال رہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے معلوم ہوتا تھا کہ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیوی کے پاس گئے ہوں حالانکہ حقیقت میں گئے ہوئے ہوتے نہیں تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دو فرشتے آئے آگے اور حدیث بیان کی۔ [کذا فی التفسیر لابن کثیر ۴: ۵۷۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ نوش فرمایا (تو آپ کو پتہ چل گیا) اس عورت کو آپ کی خدمت میں لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس زہر ملانے کے بارے میں پوچھا تو اس عورت نے صاف کہا میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ میرے خلاف تمہارے اس منصوبہ کو ہرگز کامیاب کرنے والے نہیں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیا آپ اس عورت کو قتل نہیں کریں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے کے کوے پر اس زہر کا اثر دیکھتا رہا۔ [اخرجہ الشیخان]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے بکری کے گوشت میں زہر ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بطور دعوت بھیجا (اس میں سے کچھ کھانے کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا رک جاؤ اس گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے اس یہودی عورت سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس عورت نے کہا میں یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہیں تو اللہ آپ (ﷺ) کو بتادیں گے (کہ اس میں زہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا) اور اگر آپ (ﷺ) جھوٹے ہیں تو آپ (ﷺ) زہر سے ہلاک ہو جائیں گے اور لوگوں کی جان آپ (ﷺ) سے چھوٹ جائے گی (نعوذ باللّٰہ من ذلك) یہ سن کر حضور ﷺ نے اسے کچھ نہ کہا۔ [عند البیهقی و رواہ ابوداؤد نحوہ و احمد والبخاری عن ابی هریرة مطولا]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ والی اس حدیث جیسی حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کرتے ہیں اس میں یہ مضمون بھی ہے کہ جب بھی حضور ﷺ کو اس زہر کی وجہ سے جسم میں تکلیف محسوس ہوا کرتی تو آپ سینگی لگواتے چنانچہ ایک مرتبہ سفر میں آپ تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے احرام باندھا اور آپ ﷺ کو اس زہر کا اثر محسوس ہوا تو آپ ﷺ نے سینگی لگوائی۔ [عند احمد تفرد به احمد واسنادہ حسن]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خیبر کی ایک یہودی عورت نے ایک بکری کو بھونا اور پھر اس میں زہر ملایا اور پھر حضور ﷺ کی خدمت میں اسے بھیجا۔ حضور ﷺ نے اس کی دستی کو لیا اور اس میں سے نوش فرمانے لگے اور آپ ﷺ کے ساتھ چند صحابہ نے بھی اس کا گوشت کھایا پھر حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اپنے ہاتھ روک لو۔ حضور ﷺ نے آدمی بھیج کر اس عورت کو بلایا اور اس سے فرمایا کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ اس یہودی عورت نے کہا آپ (ﷺ) کو یہ بات کس نے بتائی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ دستی کا ٹکڑا جو میرے ہاتھ میں ہے نے مجھے بتایا ہے اس عورت نے کہا ہاں میں نے ملایا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا زہر ملا کر تو کیا حاصل کرنا چاہتی تھی؟ اس عورت نے کہا میں نے سوچا کہ اگر آپ (ﷺ) سچے نبی ہوں گے تو یہ زہر ملی بکری آپ (ﷺ) کا نقصان نہیں کر سکے گی اور اگر آپ (ﷺ) نبی نہیں تو ہماری جان آپ (ﷺ) سے چھوٹ جائے گی۔ حضور ﷺ نے اس عورت کو معاف کر دیا اور اسے سزا نہ دی اور جن صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بکری کا جو گوشت کھایا تھا ان میں سے بعض صحابہ کا انتقال ہو گیا اور اس زہریلی بکری کا جو گوشت آپ ﷺ نے کھایا تھا اس کی وجہ سے آپ ﷺ نے اپنے کندھے پر سینگی لگوائی۔ حضرت ابوہند رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو سینگ اور چھری سے سینگی لگائی۔ حضرت ابوہند

انصاری قبیلہ بنو بیاضہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ انتقال کرنے والے صحابہ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر اس عورت کو قتل کر دیا گیا۔

[عند ابی داؤد اخرجه ابو داؤد عن ابی سلمة رضی الله تعالی عنه نحوه حدیث جابر]

حضرت مروان بن عثمان بن ابی سعید بن معلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرض الوفات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت بشر بن براء بن معرور کی بہن آئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فرمایا اے اُم بشر! میں نے تمہارے بھائی کے ساتھ جو بکری کا گوشت خیبر میں کھایا تھا اس کی وجہ سے مجھے اس وقت اپنے دل کی رگ کٹتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے اور تمام مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ جیسے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے نوازا ہے ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہادت کا مرتبہ بھی عطا فرمایا ہے۔ [عند ابن اسحاق وهكذا ذكر موسى بن عقبة عن الزهري عن جابر. انتهى من البداية ۴: ۲۰۸ مختصرا]

حضرت جعدہ بن خالد بن صمہ جشمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موٹے آدمی کو دیکھا تو ہاتھ سے اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اگر یہ (مال) اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ ہوتا تو تمہارے لیے بہتر تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور صحابہ نے بتایا کہ یہ آدمی آپ کو (نعوذ بالله من ذلك) قتل کرنا چاہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ڈرو مت اگر تمہارا یہ ارادہ تھا تو اللہ نے تمہیں اس میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔

[اخرجه احمد قال الخفاجی ۲: ۲۵ اخرجه احمد والطبرانی بسند صحیح]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں صلح حدیبیہ کے موقع پر مکہ کے اسی آدمی ہتھیار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم پر حملہ آور ہونے لگے تھے وہ لوگ بے خبری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف بددعا کی تو وہ سب پکڑے گئے حضرت عفان راوی کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معاف فرما دی اور یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ کَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ وَاَیْدِیَکُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَکَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَکُمْ عَلَیْهِمْ﴾ [سورة الفتح آیت: ۲۴]

"اور وہ ایسا ہے کہ اس نے ان کے ہاتھ تم سے (یعنی تمہارے قتل سے) اور تمہارے ہاتھ ان (کے قتل) سے عین مکہ (کے قرب) میں روک دیئے بعد اس کے کہ تم کو ان پر

قابو دے دیا تھا۔" [اخرجہ احمد و رواہ مسلم وابو داؤد والترمذی والنسائی]

یہی قصہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ اور زیادہ تفصیل سے بیان کرتے ہیں اس میں یہ ہے کہ ہم لوگ حدیبیہ میں اسی طرح ٹھہرے ہوئے تھے کہ اچانک ہتھیار لگائے ہوئے تیس نوجوان ظاہر ہوئے وہ ہم پر حملہ کرنا چاہتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی سننے کی طاقت ختم کردی اس لیے وہ کچھ کر نہ سکے۔ چنانچہ ہم لوگوں نے کھڑے ہو کر ان کو پکڑ لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کیا تم لوگ کسی کی ذمہ داری پر آئے ہو؟ یا کسی نے تمہیں امن دیا ہے؟ ان لوگوں نے کہا نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چھوڑ دیا اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ

[اخرجہ احمد ایضاً والنسائی کذا فی التفسیر لابن کثیر ۱۹۲:۴]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا (میرے قبیلہ) دوس نے (میری دعوت) نہیں مانی اور (اسلام قبول کرنے سے) انکار کر دیا اس لیے آپ ان کے خلاف بددعا کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کر کے ہاتھ اٹھائے لوگوں نے کہا اب تو قبیلہ دوس والے ہلاک ہو گئے (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے بددعا فرمانے لگے ہیں) لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ اے اللہ! دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ۔ دوس کو ہدایت نصیب فرما اور انہیں یہاں لے آ چنانچہ حضرت طفیل واپس گئے اور خیبر کے موقع پر دوس کے ستر اسی گھرانے مسلمان کر کے لے آئے۔ [اخرجہ الشیخان]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بردباری

حضرت ابوزعراء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں' میری پاکیزہ بیویاں اور میری نیک اولاد بچپن میں سب سے زیادہ بردبار تھی اور بڑے ہو کر سب سے زیادہ علم والی بن گئی ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ جھوٹ اور غلط بات کو دور کرتا ہے اور ہمارے ذریعہ سے باؤلے بھیڑیے کے دانتوں کو توڑتا ہے اور جو چیزیں تم سے زبردستی چھینی جاتی ہیں وہ ہمارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ واپس کرواتا ہے اور تمہاری گردن کی (غلامی کی) رسیاں کھولتا ہے اور

ہمارے ذریعہ سے اللہ شروع کراتا ہے اور اختتام کو پہنچاتا ہے۔

[اخرجه عبد الغنی بن سعید فی ایضاً الاشکال کذا فی المنتخب الکنز ۵:۵۰]

اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ حاضر دماغ، زیادہ عقلمند زیادہ علم رکھنے والا اور زیادہ بردبار کوئی نہیں دیکھا۔

[اخرجه ابن سعد فی مشورة اهل الرای أ:۴۰۰]

شفقت اور مہربانی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بعض دفعہ نماز شروع کرتا ہوں اور میرا خیال یہ ہوتا ہے کہ میں نماز ذرا لمبی پڑھاؤں گا لیکن میں نماز میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن لیتا ہوں تو نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ بچہ کے رونے سے اس کی ماں پریشان ہوگی۔ [اخرجه الشیخان کذا فی صفة الصفوة ۶۶]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرا باپ کہاں ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دوزخ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جواب پر اس کے چہرے پر ناگواری کا اثر دیکھا تو فرمایا میرا باپ اور تیرا باپ دونوں دوزخ میں ہیں (بہتر یہی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے جنتی یا دوزخی ہونے کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے کیونکہ بعض روایات میں ان کے جنتی ہونے کا ذکر ہے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ قیامت کے دن ان کا امتحان لیا جائے گا) اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں۔

[اخرجه مسلم انفرد باخراجه مسلم کذا فی صفة الصفوة ا:۶۶]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خون بہا ادا کرنے میں مدد لینے آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کچھ دے دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا میں نے تم پر احسان کر دیا؟ اس دیہاتی نے کہا نہ آپ نے احسان کیا اور نہ اچھا سلوک کیا۔ کچھ مسلمانوں کو اس کی اس بات پر غصہ آ گیا اور انہوں نے کھڑے ہو کر اسے مارنا چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ سے فرمایا کہ رک جاؤ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے کھڑے ہو کر اپنے گھر پہنچے تو

اس دیہاتی کو گھر بلا کر فرمایا تم ہمارے پاس کچھ لینے آئے تھے ہم نے تم کو (وہاں صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے) کچھ دیا جس پر تم نے کچھ نازیبا بات کہہ دی اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو کچھ اور دیا اور اس سے پوچھا اب تو میں نے تم پر احسان کر دیا اس دیہاتی نے کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ہمارے پاس آئے اور تم نے مانگا ہم نے تمہیں کچھ دیا لیکن تم نے اس پر نامناسب بات کہہ دی جس کی وجہ سے میرے صحابہ کے دل میں تمہارے اوپر غصہ آ گیا لہٰذا اب تم ان کے پاس جا کر ان کے سامنے وہ بات کہہ دینا جو تم نے اب میرے سامنے کہی ہے تاکہ ان کا غصہ جاتا رہے۔ اس نے کہا بہت اچھا چنانچہ جب وہ دیہاتی صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ ساتھی ہمارے پاس آیا تھا اور اس نے کچھ مانگا تھا جس پر ہم نے اسے کچھ دیا تھا لیکن اس پر اس نے نامناسب بات کہی تھی اب ہم نے اسے گھر بلا کر کچھ اور دیا ہے جس پر اس نے کہا کہ اب وہ راضی ہو گیا ہے کیوں اے دیہاتی بات ایسے ہی ہے نا؟ اس دیہاتی نے کہا جی ہاں اللہ تعالیٰ آپ کو میرے گھر والوں اور میرے خاندان کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری اور اس دیہاتی کی مثال اس آدمی جیسی ہے جس کی ایک اونٹنی تھی جو بدک گئی لوگ اس کے پیچھے لگ گئے اس سے وہ اور زیادہ بھاگنے لگی اونٹنی والے نے لوگوں سے کہا تم لوگ اس کا پیچھا چھوڑ دو میں اسے خود پکڑ لوں گا میں اس کے مزاج و عادت کو خوب جانتا ہوں میں نرمی کر کے اسے پکڑ لوں گا۔ چنانچہ وہ اونٹنی کی طرف چل پڑا اور زمین پر پڑا ہوا کھجور کا بیکار خوشہ لے کر اسے بلاتا رہا یہاں تک کہ وہ آ گئی اور مان گئی آخر اس نے اس پر کجاوہ کسا اور اس پر بیٹھ گیا اس نے پہلے جو بات کہی تھی اس پر اگر میں تمہاری بات مان کر اسے سزا دے دیتا تو یہ دوزخ میں داخل ہو جاتا۔ [اخرجه البزار قال البزار لا نعلمه يروى الا من هذا الوجه قلت وهو ضعيف بحال ابراهيم بن الحكم بن ابان كذا في التفسير لابن كثير ٢: ٤٠٤ واخرجه ايضاً ابن حبان في صحيحه وابو الشيخ وابن الجوزي في الوفا كما قال الخفاجي ٢: ١٢٨]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی شفقت

حضرت اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بات کریں کہ وہ لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کریں اس وقت تو ان کے رعب کا یہ حال ہے کہ کنواری لڑکیاں بھی اپنے پردے میں ان سے ڈرتی ہیں۔ حضرت عبدالرحمٰن نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ بات کی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو ان کے ساتھ ایسے ہی پیش آؤں گا کیونکہ اگر ان کو پتہ چل جائے کہ میرا دل میں ان لوگوں کے لیے کتنی مہربانی شفقت اور نرمی ہے تو یہ میرے کندھے سے کپڑے اتار لیں۔ [اخرجه البخاری و رواه مسلم كذا فی البداية ۶:۳۶ والترمذی فی الشمائل ۲۶ وابن سعد ۱:۹۲ واخرجه الطبرانی عن عمران بن حصين نحوه قال الهيثمی ۹:۱۷ رواه الطبرانی باسنادين و رجال احدهما رجال الصحيح]

شرم وحیا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کنواری لڑکی اپنے پردے میں جتنی شرم و حیا والی ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے زیادہ حیا والے تھے اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بات ناگوار ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے سے اس ناگواری کا صاف پتہ چل جاتا تھا۔

[اخرجه الدينوری كذا فی المنتخب الكنز ۳:۲۱۶ حاشيه صفحه هذا]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حیا تو ساری کی ساری خیر ہی خیر ہے۔

[اخرجه البزار قال الهيثمی ۹:۱۷ رجاله رجال الصحيح غير محمد بن عمر المقدمی و هو ثقه]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی پر زرد رنگ دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا محسوس ہوا جب وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم لوگ اسے یہ کہہ دو کہ وہ یہ زرد رنگ ڈالے تو بہت اچھا ہو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی کی کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس آدمی کے منہ پر براہ راست نہ کہا کرتے۔

[اخرجه احمد ورواه ابوداؤد والترمذی فی الشمائل والنسائی فی اليوم والليلة]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی آدمی کے کسی عیب کی خبر پہنچتی تو اس

آدمی کا نام لے کر یوں نہ فرماتے کہ فلاں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں کہتا ہے بلکہ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ یوں اور یوں کہتے ہیں۔ [عند ابی داؤد کذا فی البدایۃ ۶:۳۸]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ ایک غلام کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے (حیا کی وجہ سے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرم کی جگہ کبھی نہیں دیکھی۔

[اخرجه الترمذی فی الشمائل ۲۶ عن موسی بن عبد الله بن یزید الخطمی]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی حیا

حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ دونوں نے ان سے یہ واقعہ بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی چادر اوڑھے ہوئے اپنے بستر پر لیٹے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے اور وہ اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اجازت مانگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح لیٹے رہے وہ بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلے گئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں پھر میں نے اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ تم بھی اپنے کپڑے ٹھیک کر لو (پھر مجھے اجازت دی) میں بھی اپنی ضرورت کی بات کر کے چلا گیا تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا بات ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر جتنا اہتمام کیا اتنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنے پر نہیں کیا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عثمان بہت ہی حیا والے آدمی ہیں تو مجھے ڈر ہوا کہ اگر میں انہیں اسی حالت میں اجازت دے دوں گا تو وہ اپنی ضرورت کی بات کہہ نہ سکیں گے اس حدیث کے بہت سے راوی یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کیا میں اس سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں۔ [اخرجه احمد و رواه احمد من وجه آخر عن عائشة بنحوه واحمد والحسن بن عرفة عن حفصة رضی الله عنها مثل حدیث عائشة]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم (گھر میں) بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھیں کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اجازت

لے کر اندر آئے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے۔ پھر حضرت سعد بن مالک رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اجازت لے کر اندر آئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم باتیں کر رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے کھلے ہوئے تھے (باقی کے آنے پر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے رہے لیکن) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے آنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھٹنوں پر کپڑا ڈال دیا اور اپنی زوجہ محترمہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے فرمایا ذرا پیچھے ہٹ کر بیٹھ جاؤ یہ حضرات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ دیر بات کر کے چلے گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے والد اور دوسرے صحابہ اندر آئے تو آپ نے نہ تو گھٹنے پر اپنا کپڑا ٹھیک کیا اور نہ مجھے پیچھے ہونے کو کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں اس آدمی سے حیا نہ کروں جس سے فرشتے حیا کرتے ہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! فرشتے عثمان سے ایسے ہی حیا کرتے ہیں جیسے اللہ اور رسول سے کرتے ہیں اگر وہ اندر رہتے اور تم میرے پاس بیٹھی ہوتیں تو وہ نہ تو بات کر سکتے اور نہ واپس جانے تک سر اٹھا سکتے۔

[عند الطبرانی هذا حدیث غریب من هذا الوجه وفیه زیادة علی ماقبله وفی سنده ضعف کذا فی البدایة ۷: ۲۰۳، ۲۰۴ وحدیث حفصة رضی الله عنها اخرجه ایضاً الطبرانی فی الکبیر والاوسط مطولا وابویعلی باختصار کثیر واسناده حسن کما قال الهیثمی ۹: ۸۲ وحدیث ابن عمر اخرجه ایضاً ابویعلی نحوه و فیه ابراهیم بن عمر بن ابان وهو ضعیف کما قال الهیثمی ۹: ۸۲]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بہت زیادہ باحیا ہونے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض دفعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ گھر میں ہوتے اور دروازہ بھی بند ہوتا لیکن پھر بھی وہ غسل کے لیے اپنے کپڑے نہ اتار سکتے اور وہ اتنے شرمیلے تھے کہ (غسل کے بعد) جب تک وہ کپڑے سے ستر نہ چھپا لیتے کمر سیدھی نہ کر سکتے یعنی سیدھے کھڑے نہ ہو سکتے۔

[اخرجه احمد ۱: ۷۳ قال الهیثمی ۹: ۸۲ رواه احمد ورجاله ثقات وابو نعیم فی الحلیة ۱: ۵۶ مثله]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ اللہ سے حیا کرو کیونکہ میں بیت الخلاء میں جاتا ہوں تو اللہ سے شرما کر اپنے سر کو ڈھک لیتا ہوں۔

[اخرجه سفیان کذا فی الکنز ۲: ۱۴۴]

حضرت سعد بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن غراب جُھنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت

عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ بات بالکل پسند نہیں ہے کہ میری بیوی میرے ستر کو دیکھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں؟ انہوں نے کہا مجھے اس سے شرم آتی ہے اور یہ مجھے بہت برا لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیوی کو تمہارا لباس اور تمہیں اس کا لباس بنایا ہے اور (بعض دفعہ) میرے گھر والے میرا ستر اور میں ان کا ستر دیکھ لیتا ہوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کر لیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون ہو سکتا ہے؟ (جس کا ہر کام میں اتباع کیا جائے ایسے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں) جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابن مظعون رضی اللہ عنہ تو بہت زیادہ باحیا' پاکدامن اور ستر چھپا کر رکھنے والے ہیں۔ [اخرجه ابن سعد ۳:۲۸۷]

حضرت ابو مجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں تو میں اللہ سے شرم کی وجہ سے جب تک اپنے کپڑے پہن نہ لوں اس وقت تک اپنی کمر سیدھی کر کے کھڑا نہیں ہو سکتا۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱:۲۶۰ واخرجه ابن سعد ۴:۸۴ عن ابو مجلز نحوه و عن ابن سیرین مثله]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب کسی تاریک کمرے میں غسل کر لیتے تو سیدھے کھڑے نہ ہوتے بلکہ کمر جھکا کر کپڑے بن کر چلتے اور کپڑے لے کر پہن لیتے (پھر سیدھے ہوتے) [عند ابی نعیم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ جب سویا کرتے تو اس ڈر سے کپڑے پہنے رہتے کہ کہیں سوتے میں ان کا ستر نہ کھل جائے۔ [عند ابی نعیم ۴:۸۴]

حضرت عبادہ بن نسی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ لنگی باندھے بغیر پانی میں کھڑے ہیں تو فرمایا میں مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے پھر مر جاؤں پھر مجھے زندہ کیا جائے یہ مجھے اس سے زیادہ پسند ہے کہ میں ان کی طرح کروں۔ [اخرجه ایضاً ابو نعیم ۴:۸۴]

حضرت اشج عبد القیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے اندر دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ پسند فرماتے ہیں میں نے پوچھا وہ دو خصلتیں کون سی ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا بردباری اور حیا۔ میں نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے ایسی دو خصلتوں پر پیدا فرمایا جو اسے پسند ہیں۔

[اخرجه ابن ابی شیبة وابونعیم عن الشیخ کذا فی منتخب الکنز ۵:۱۴۰]

تواضع اور عاجزی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تواضع

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت جرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے آسمان کی طرف دیکھا کہ آسمان سے ایک فرشتہ اتر رہا ہے تو انہوں نے کہا جب سے یہ فرشتہ پیدا ہوا ہے اس وقت سے اب تک یہ زمین پر کبھی نہیں اترا۔ جب وہ فرشتہ زمین پر اتر گیا تو اس نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بادشاہ اور نبی بناؤں یا بندہ اور رسول؟ حضرت جرائیل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب کے سامنے تواضع اختیار کریں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں بندہ اور رسول بننا چاہتا ہوں۔ [اخرجه احمد قال الهیثمی ۹:۱۹ رواه احمد والبزار و ابویعلی ورجال الاولین رجال الصحیح و رواه ابویعلی باسناد حسن]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کو بیان کر کے آخر میں فرماتی ہیں کہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھایا بلکہ فرماتے تھے کہ میں ایسے کھاتا ہوں جیسے غلام کھاتا ہے اور ایسے بیٹھتا ہوں جیسے غلام بیٹھتا ہے۔

[کما قال الهیثمی عن عائشة رضی الله تعالی عنها بمعناه مع زیادة فی اوله]

مال واپس کرنے کے باب میں طبرانی وغیرہ کی روایت سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی اسی کے ہم معنی حدیث گزر چکی ہے۔

حضرت ابوغالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ ہمیں ایسی حدیث سنائیں جو آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو۔ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری گفتگو قرآن (کے مطابق) ہوتی تھی آپ اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور بیان مختصر

کرتے تھے نماز لمبی پڑھتے تھے۔ آپ ناک نہیں چڑھاتے تھے اور اس سے تکبر محسوس نہیں فرماتے تھے کہ مسکین اور کمزور آدمی کے ساتھ جا کر اس کی ضرورت پوری کر کے ہی آئیں۔

[اخرجه الطبرانی واسناده حسن کما قال الهیثمی ۹:۲۰ واخرجه البیهقی والنسائی عن عبد الله بن ابی اوفی رضی الله تعالی عنه نحوه کما فی البدایة ۶:۴۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا ذکر کثرت سے کرتے تھے اور لغو بیکار بات بالکل نہ فرماتے تھے گدھے پر سوار ہو جاتے تھے اور اون کا کپڑا پہن لیتے تھے اور غلام کی دعوت قبول فرما لیتے تھے اور اگر تم غزوہ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے کہ گدھے پر سوار ہیں جس کی لگام کھجور کی چھال کی بنی ہوئی تھی تو عجیب منظر دیکھتے۔ ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت فرماتے تھے اور جنازہ میں شرکت فرماتے تھے۔ [اخرجه الطیالسی و فی الترمذی وابن ماجه عن انس بعض ذلك كذا فی البدایة ۶:۴۵ واخرجه ابن سعد ۱:۹۵ عن انس بطوله]

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوتے تھے اور اون پہنتے تھے اور بکری کی ٹانگوں کو قابو کر کے اس کا دودھ نکالتے اور مہمان کی خاطر مدارت خود کرتے۔

[اخرجه البیهقی وهذا غریب من هذا الوجه ولم یخرجه واسناده جید كذا فی البدایة ۶:۴۵ واخرجه الطبرانی عن ابی موسی مثله ورجاله رجال الصحیح کما قال الهیثمی ۹:۲۰]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ (مدینہ سے باہر کی آبادی) عوالی کا کوئی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت جو کی روٹی پر بلاتا تو بھی آپ اسے قبول فرما لیتے۔

[عند الطبرانی ایضاً ورجاله ثقات کما قال الهیثمی]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی آدمی جو کی روٹی اور بدذائقہ چربی کی دعوت دیتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قبول فرما لیا کرتے (اور اپنا سب کچھ دوسروں پر خرچ کرنے کا یہ عالم تھا کہ) آپ کی ایک زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور انتقال تک آپ کے پاس اتنا مال جمع نہ ہو سکا کہ جسے دے کر آپ اس زرہ کو یہودی سے چھڑا لیتے۔

[عند الترمذی فی الشمائل ۲۳]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مرتبہ آواز دی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر مرتبہ جواب میں لبیک لبیک فرماتے۔

[اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۹:۲۰ رواه ابویعلی فی الکبیر عن شیخه جبارة بن المفلس و ثقه ابن نمیر وضعفه الجمهور و بقیة رجاله ثقات رجال الصحیح۔ انتهی و اخرجه ایضاً ابونعیم فی الحلیة وتمام والخطیب کما فی الکنز ۴:۴۵]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت مردوں سے بے حیائی کی باتیں کیا کرتی تھی اور بہت بے باک اور بدکلام تھی ایک مرتبہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک اونچی جگہ پر بیٹھے ہوئے ثرید کھا رہے تھے اس پر اس عورت نے کہا انہیں دیکھو ایسے بیٹھے ہوئے ہیں جیسے غلام بیٹھتا ہے اور ایسے کھا رہے ہیں جیسے غلام کھاتا ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سا بندہ مجھ سے زیادہ بندگی اختیار کرنے والا ہوگا؟ پھر اس عورت نے کہا یہ خود کھا رہے ہیں اور مجھے نہیں کھلا رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی کھالے۔ اس نے کہا مجھے اپنے ہاتھ سے عطا فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے دیا تو اس نے کہا جو آپ کے منہ میں ہے اس میں سے دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے دیا جسے اس نے کھالیا (اس کھانے کی برکت سے) اس پر شرم وحیا غالب آگئی اور اس کے بعد اس نے اپنے انتقال تک کسی سے بے حیائی کی کوئی بات نہ کی۔

[اخرجه الطبرانی و اسناده ضعیف کما قال الهیثمی ۹:۲۱]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو تو اس پر کپکپی طاری ہوگئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تسلی رکھو میں بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا ہوا گوشت بھی کھالیا کرتی تھی۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹:۲۰ رواه ابویعلی فی الکبیر عن شیخه جبارة بن المفلس وثقه ابن نمیر وضعفه الجمهور وبقیة رجاله ثقات رجال الصحیح۔ انتهی و اخرجه ایضاً ابونعیم فی الحلیة و تمام والخطیب کما فی الکنز ۴:۴۳۹]

حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی فتح مکہ کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کرنے لگا تو اس پر کپکپی طاری ہوگئی آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔

[اخرجه البیهقی کما فی البدایة ۴:۲۹۳]

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا میں نے ٹھیک کرنے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتی لے لی۔

حضور ﷺ نے میرے ہاتھ سے جوتی لے کر فرمایا تسمہ تو میرا ٹوٹا اور ٹھیک تم کرو اس سے فوقیت نظر آتی ہے اور میں دوسروں پر اپنی فوقیت پسند نہیں کرتا (بلکہ میں تو سب کے برابر بن کر رہنا چاہتا ہوں)

[اخرجه البزار قال الهيثمي ٩:٢١ وفيه من لم اعرفه]

حضرت عبداللہ بن جبیر خزاعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ جارہے تھے کسی نے کپڑے سے آپ ﷺ پر سایہ کر دیا جب آپ ﷺ کو زمین پر سایہ نظر آیا تو آپ ﷺ نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک صاحب چادر سے آپ ﷺ پر سایہ کر رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا رہنے دو اور کپڑا اس سے لے کر رکھ دیا اور فرمایا میں بھی تم جیسا آدمی ہوں (اپنے لیے امتیازی سلوک نہیں چاہتا)

[اخرجه الطبراني ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي ٩:٢١]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے دل میں کہا معلوم نہیں حضور ﷺ مزید اور کب تک ہم میں رہیں گے یہ معلوم کرنے کے لیے میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ سایہ کے لیے ایک چھپر بنالیں تو بہت اچھا ہو۔ حضور ﷺ نے فرمایا میں تو لوگوں میں ایسے گھل مل کر رہنا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ میری ایڑیاں روندتے رہیں اور میری چادر کھینچتے رہیں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ (دنیا سے اٹھا کر) مجھے ان لوگوں سے راحت دے (میں اپنے لیے الگ جگہ بنانا نہیں چاہتا)

[اخرجه البزار ورجاله رجال الصحيح كما قال الهيثمي ٩:٢١]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں پتہ چلاؤں گا کہ حضور ﷺ ہم میں اور کتنا عرصہ رہیں گے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں دیکھ رہا ہوں کہ عام لوگوں کے ساتھ رہنے سے آپ (ﷺ) کو تکلیف ہوتی ہے ان کا سارا گرد و غبار آپ (ﷺ) پر آجاتا ہے اس لیے اگر آپ (ﷺ) اپنے لیے ایک تخت بنالیں جس پر بیٹھ کر آپ (ﷺ) لوگوں سے بات کریں تو یہ بہتر ہوگا۔ حضور ﷺ نے وہی جواب دیا جو پچھلی حدیث میں گزر گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس جواب سے میں سمجھ گیا کہ اب آپ ﷺ ہم میں تھوڑا عرصہ ہی رہیں گے۔

[اخرجه الدارمي كذا في جمع الفوائد ٢:١٨٠ واخرجه ابن سعد ٢:١٩٣ عن عكرمة نحوه]

حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لاتے تو کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ گھر والوں کے کام کاج میں لگ جاتے اور جب نماز کا وقت آجاتا تو باہر تشریف لے جاتے اور نماز پڑھاتے۔ [اخرجہ احمد و رواہ البخاری و ابن سعد ۱: ۹۱ نحوہ]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جوتی خود گانٹھ لیا کرتے تھے اور اپنے کپڑے خود سی لیا کرتے تھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں اسی طرح کام کیا کرتے تھے جس طرح آپ لوگ کرتے ہیں۔ حضرت عمرہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کیا کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی انسان ہی تھے تو اور انسانوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے کپڑوں میں سے (شبہ کی وجہ سے) جوئیں نکال لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ نکال لیتے تھے اور اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔
[عند البیھقی و رواہ الترمذی فی شمائل کذا فی البدایۃ ۶: ۴۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے وضو کا پانی کسی کے سپرد نہ فرماتے (بلکہ خود اس سے وضو فرماتے) اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی صدقہ دینا چاہتے تو خود دیتے۔
[عند القزوینی بضعف کذا فی جمع الفوائد ۲: ۱۸۰]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ خچر پر سوار تھے اور نہ ترکی گھوڑے پر (بلکہ پیدل تشریف لائے تھے)
[اخرجہ البخاری کذا فی صفۃ الصفوۃ ۱: ۶۵]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پرانے کجاوے پر حج فرمایا اور کجاوے پر ایک چادر تھی جس کی قیمت چار درہم بھی نہیں تھی اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا مانگی اے اللہ مجھے ایسے حج کی توفیق عطا فرما جس میں نہ ریا ہو اور نہ شہرت۔ [اخرجہ الترمذی فی الشمائل ۲۴]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں (فاتحانہ) داخل ہوئے تو لوگ اونچی جگہوں پر چڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے لیکن تواضع اور عاجزی کی وجہ سے آپ کا سر کجاوے کو لگا ہوا تھا۔
[اخرجہ ابویعلی قال الھیثمی ۶: ۱۶۹ وفیہ عبد اللہ بن ابی بکر المقدمی وھو ضعیف]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہوئے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹھوڑی تواضع کی وجہ سے کجاوے پر تھی۔ [اخرجه البيهقى]

حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ذی طوی مقام پر پہنچے تو اپنی سواری پر کھڑے ہو گئے اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ یمنی دھاری دار چادر سر پر باندھی ہوئی تھی اور اس کا ایک کنارہ منہ پر ڈالا ہوا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ سے سرفراز فرمایا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے سامنے عاجزی ظاہر کرنے کے لیے اپنا سر جھکا لیا یہاں تک کہ آپ کی داڑھی کجاوے کے درمیانی حصے کو لگ رہی تھی۔

[رواه ابن اسحاق كذا فى البداية ۴: ۲۹۳]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بازار گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کپڑا بیچنے والوں کے پاس بیٹھ گئے اور چار درہم میں ایک شلوار خریدی بازار والوں نے ایک (سونا چاندی) تولنے والا رکھا ہوا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ شلوار لے لی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شلوار لے کر اٹھانی چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا چیز کا مالک خود اسے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہوتا ہے ہاں اگر وہ مالک اتنا کمزور ہو کہ اپنی چیز کو اٹھا نہ سکتا ہو تو پھر اس کا مسلمان بھائی اس کی مدد کر دے۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شلوار پہنیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں دن رات سفر و حضر میں پہنوں گا کیونکہ مجھے ستر ڈھانکنے کا حکم دیا گیا ہے اور مجھے اس سے زیادہ ستر ڈھانکنے والی کوئی چیز نہ ملی۔

[اخرجه الطبرانى فى الاوسط وابويعلى اخرجه من طريق ابن زياد الواسطى و اخره احمد و فى سنده ابن زياد وهو وشيخه ضعيفان كذا فى نسيم الرياض ۲: ۱۰۵ وقال انجبر ضعفه بمتابعة ومنه يعلم ان تخطية ابن القيم لاوجه لها۔ انتهى]

دوسری روایت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تولنے والے سے فرمایا تولو اور جھکتا ہوا تولو۔ اس تولنے والے نے کہا میں نے یہ بات کسی اور سے نہیں سنی۔ میں نے اسے کہا کہ تیرے ہلاک ہونے اور تیرے دین کے بگاڑ کے لیے یہ کافی ہے کہ تو اپنے نبی کو نہیں پہچانتا یہ سن کر اس نے ترازو دو ہیں پھینکی اور کود کر اٹھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو لے کر اسے بوسہ دینا چاہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اپنا ہاتھ پیچھے کھینچ لیا اور فرمایا یہ کیا ہے؟ ایسے تو عجم کے لوگ

اپنے بادشاہوں کے ساتھ کرتے ہیں اور میں تو بادشاہ نہیں ہوں میں تو آپ لوگوں میں سے ہی ایک آدمی ہوں چنانچہ اس نے جھکتا ہوا تولا اور اپنے تولنے کی اجرت لی۔

[ذکرہ الهیثمی فی المجمع ۵:۲۱ عن ابی هریرة مثل الحدیث الذی قبله قال الهیثمی رواه ابویعلی والطبرانی فی الاوسط وفیه یوسف بن زیاد وهو ضعیف]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی تواضع

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اونٹ پر بیٹھ کر ملک شام تشریف لائے تو لوگ اس بارے میں آپس میں باتیں کرنے لگے (کہ امیر المؤمنین کو گھوڑے پر سفر کرنا چاہئے تھا اونٹ پر نہیں کرنا چاہئے تھا وغیرہ وغیرہ) اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان لوگوں کی نگاہ ایسے انسانوں کی سواری کی طرف جا رہی ہے جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں (اس سے شام کے کفار مراد ہیں) [اخرجه ابن عساکر واخرجه ابن المبارك كذا فی المنتخب ۴:۴۱۷]

حضرت ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا ایک عورت پر گزر ہوا جو عصیدہ گھونٹ رہی تھی (عصیدہ وہ آٹا ہے جسے گھی ڈال کر پکایا جائے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا عصیدہ کو اس طرح نہیں گھونٹا جاتا یہ کہہ کر اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ڈوئی لے لی اور فرمایا اس طرح گھونٹا جاتا ہے اور اسے گھونٹ کر دکھایا۔

[اخرجه ابن سعد عن حزام بن هشام]

حضرت ہشام بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو (عورتوں سے) یہ کہتے ہوئے سنا کہ جب تک پانی گرم نہ ہو جائے تم میں سے کوئی عورت آٹا نہ ڈالے اور جب پانی گرم ہو جائے تو تھوڑا تھوڑا کر کے ڈالتی جائے اور ڈوئی سے اس کو ہلاتی جائے اس طرح اچھی طرح مل جائے گا اور ٹکڑے ٹکڑے نہیں بنے گا۔ [کذا فی المنتخب الکنز ۴:۴۱۷]

حضرت زر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ عید گاہ ننگے پاؤں جا رہے ہیں۔ [اخرجه المروزی فی العیدین كذا فی المنتخب ۴:۴۱۸]

حضرت عمر مخزومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اعلان کروایا الصلاۃ جامعہ نماز میں جمع ہو جائیں ضروری بات کرنی ہے جب لوگ کثرت سے جمع ہو گئے تو حضرت

عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا اے لوگو! میری چند خالائیں تھیں جو قبیلہ بنو مخزوم کی تھیں میں ان کے جانور چرایا کرتا تھا وہ مجھے مٹھی بھر کشمش اور کھجور دے دیا کرتی تھیں میں اس پر سارا دن گزارا کرتا تھا اور یہ بہت ہی اچھا دن ہوتا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے امیر المؤمنین! آپ نے اور تو کوئی خاص بات کہی نہیں۔ بس اپنا عیب ہی بیان کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عوف! تیرا بھلا ہو! میں تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا میرے نفس نے مجھ سے کہا تو امیر المؤمنین ہے تجھ سے افضل کون ہو سکتا ہے؟ تو میں نے چاہا کہ اپنے نفس کو اس کی حیثیت بتا دوں۔

[اخرجه الدينوري عن محمد بن عمر المخزومي كذا في المنتخب ۴: ۴۱۷]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو میں نے اپنا یہ حال دیکھا ہے کہ میرے پاس کھانے کی کوئی چیز نہیں ہوتی تھی میں اپنی قبیلہ بنو مخزوم کی خالاؤں کو میٹھا پانی لا کر دیا کرتا تھا وہ مجھے کشمش کی چند مٹھیاں دے دیا کرتی تھیں۔ بس یہ کشمش ہی کھانے کی چیز ہوتی تھی۔ آخر میں یہ بھی فرمایا مجھے اپنے نفس میں کچھ بڑائی محسوس ہوئی تو میں نے چاہا کہ اسے کچھ نیچے جھکاؤں۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۲۹۳ عن ابى عمير الحارث بن عمير عن رجل بمعناه]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایک سخت گرم دن میں سر پر چادر رکھے ہوئے باہر نکلے ان کے پاس سے ایک جوان گدھے پر گزرا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے جوان! مجھے اپنے ساتھ بٹھا لے وہ نوجوان کود کر گدھے سے نیچے اترا اور اس نے عرض کیا اے امیر المؤمنین آپ سوار ہو جائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں پہلے تم سوار ہو جاؤ میں تمہارے پیچھے بیٹھ جاؤں گا تم مجھے نرم جگہ بٹھانا چاہتے ہو اور خود سخت جگہ بیٹھنا چاہتے ہو چنانچہ وہ جوان گدھے پر آگے بیٹھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کے پیچھے۔ آپ جب مدینہ منورہ داخل ہوئے تو آپ پیچھے بیٹھے ہوئے تھے اور سب لوگ آپ کو دیکھ رہے تھے۔ [اخرجه الدينوري كذا فى المنتخب ۴: ۴۱۷]

حضرت سنان بن سلمہ ہذلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں چند لڑکوں کے ساتھ نکلا اور ہم مدینہ میں گری ہوئی آدھ کچری چننے لگے کہ اتنے میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کوڑا لیے ہوئے آ گئے جب لڑکوں نے ان کو دیکھا تو وہ سب کھجوروں کے باغ میں ادھر ادھر بکھر گئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا اور میری لنگی میں کچھ کھجوریں تھیں جو میں نے وہاں سے چنی تھیں۔ میں نے کہا

اے امیر المؤمنین! یہ کھجوریں وہ ہیں جو ہوا سے نیچے گری ہیں (یعنی میں نے درخت سے نہیں توڑی ہیں) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے میری لنگی میں رکھی ہوئی ان کھجوروں کو دیکھا اور مجھے نہ مارا۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین! میں اب گھر جانا چاہتا ہوں راستہ میں آگے لڑکے کھڑے ہیں جو میری یہ تمام کھجوریں چھین لیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں ہرگز نہیں چلو (میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں) چنانچہ حضرت عمر میرے ساتھ میرے گھر تک آئے۔ [اخرجه ابن سعد ۷: ۹۰]

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کے دادا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کئی بار دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب مکہ سے مدینہ واپس آئے تو (مدینہ سے ذرا پہلے) معرس مسجد (ذوالحلیفہ) میں قیام فرماتے اور جب مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے لیے سوار ہوتے تو سواری پر پیچھے کسی کو ضرور بٹھاتے اور کوئی نہ ملتا تو کسی لڑکے کو ہی بٹھا لیتے اور اسی حال میں مدینہ میں داخل ہوتے۔ راوی کہتے ہیں میں نے کہا کیا حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما اپنے پیچھے تواضع کے خیال سے بٹھایا کرتے تھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں تواضع کے خیال سے بھی بٹھاتے تھے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ پیدل آدمی کو سواری مل جائے اور اس کا بھی فائدہ ہو جائے اور یہ بھی چاہتے تھے کہ وہ اور بادشاہوں جیسے نہ ہوں (کہ وہ تو کسی عام آدمی کو اپنے پیچھے بٹھاتے نہیں) پھر وہ بتانے لگے کہ اب تو لوگوں نے نیا طریقہ ایجاد کر لیا ہے خود سوار ہو جاتے ہیں اور غلام اور لڑکوں کو اپنے پیچھے پیدل چلاتے ہیں اور یہ بہت عیب کی بات ہے۔

[اخرجه البيهقي عن مالك عن عمر عن ابيه كذا في الكنز ۲: ۱۴۳]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے ہمدانی نے بتایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ خچر پر سوار ہیں اور ان کا غلام نائل ان کے پیچھے بیٹھا ہوا ہے حالانکہ آپ اس وقت خلیفہ تھے۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱: ۶۰]

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات کو اپنے وضو کا انتظام خود کیا کرتے تھے کسی نے ان سے کہا اگر آپ اپنے کسی خادم سے کہہ دیں تو وہ یہ انتظام کر دیا کرے گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا رات ان کی اپنی ہے جس میں وہ آرام کرتے ہیں۔

[اخرجه ابن سعد واحمد في الزهد و ابن عساكر كذا في الكنز ۵: ۴۸]

حضرت زبیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری دادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خادمہ تھیں۔

انہوں نے مجھے بتایا کہ (تہجد کے وقت) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں میں سے کسی کو نہ جگاتے ہاں اگر کوئی از خود اٹھا ہوا ہوتا تو اسے بلا لیتے اور وہ آپ کو وضو کے لیے پانی لا دیتا اور آپ ہمیشہ روزہ رکھتے۔ [عند ابن المبارک فی الزھد کذا فی الاصابۃ ۲: ۴۶۳]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسجد میں ایک چادر میں سوئے ہوئے ہیں اور ان کے پاس کوئی بھی نہیں ہے حالانکہ اس وقت آپ امیر المومنین تھے۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۶۰]

حضرت انیسہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ محلہ کی لڑکیاں اپنی بکریاں لے کر (دودھ نکلوانے کے لئے) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا کرتی تھیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ انہیں خوش کرنے کے لیے فرمایا کرتے کیا تم چاہتی ہو کہ میں ابن عفراء کی طرح تمہیں دودھ نکال کر دوں۔

[اخرجہ ابن سعد کذا فی المنتخب ۴: ۳۶۱]

حضرات خلفاء اور امراء کی طرز زندگی کے عنوان کے ذیل میں حضرت عائشہ حضرت ابن عمر اور حضرت ابن میسب وغیرہ حضرات رضی اللہ عنہم کی یہ روایت گزر چکی ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تاجر آدمی تھے روزانہ صبح جا کر خرید و فروخت کرتے ان کا بکریوں کا ایک ریوڑ بھی تھا جو شام کو ان کے پاس واپس آتا کبھی اس کو چرانے خود جاتے اور کبھی کوئی اور چرانے جاتا اپنے محلہ والوں کی بکریوں کا دودھ بھی نکال دیا کرتے۔ جب یہ خلیفہ بنے تو محلہ کی ایک لڑکی نے کہا (اب تو حضرت ابوبکر خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا) ہمارے گھر کی بکریوں کا دودھ اب تو کوئی نہیں نکالا کرے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر فرمایا نہیں میری عمر کی قسم! میں آپ لوگوں کے لیے دودھ ضرور نکالا کروں گا اور مجھے امید ہے کہ خلافت کی ذمہ داری جو میں نے اٹھائی ہے یہ مجھے ان اخلاق کریمانہ سے نہیں ہٹائے گی جو پہلے سے مجھ میں ہیں۔ چنانچہ خلافت کے بعد بھی محلہ والوں کا دودھ نکالا کرتے تھے اور بعض دفعہ از راہ مذاق محلہ کی لڑکی سے کہتے اے لڑکی! تم کیسا دودھ نکلوانا چاہتی ہو؟ جھاگ والا نکالوں یا بغیر جھاگ کے؟ کبھی وہ کہتی جھاگ والا کبھی کہتی بغیر جھاگ کے۔ بہر حال جیسے وہی کہتی ویسے یہ کرتے۔

حضرت صالح کمبل فروش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری دادی جان نے یہ بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک درہم کی کھجوریں خریدیں اور انہیں اپنی چادر میں ڈال

کر اٹھانے لگے تو میں نے ان سے کہا یا کسی مرد نے ان سے کہا اے امیر المومنین! آپ کی جگہ میں اٹھا لیتا ہوں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں (میں نے یہ کھجوریں بچوں کے لیے خریدی ہیں اس لئے) بچوں کا باپ ہی ان کے اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۵:۵۶ واخرجه ابن عساکر کما فی المنتخب وابوالقاسم البغوی کما فی البدایة ۸:۵ عن صالح بنحوه]

حضرت زاذان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بازار میں تنہا تشریف لے جاتے حالانکہ آپ امیر المومنین تھے جسے راستہ معلوم نہ ہوتا اسے راستہ بتاتے' گمشدہ چیز کا اعلان کرتے' کمزور کی مدد کرتے اور دوکاندار اور سبزی فروش کے پاس سے گزرتے تو انہیں قرآن کی یہ آیت سناتے:

﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَلَا فَسَادًا﴾

[سورۃ قصص آیت:۸۳]

''یہ عالم آخرت ہم ان ہی لوگوں کے لیے خاص کرتے ہیں جو دنیا میں نہ بڑا بننا چاہتے ہیں اور نہ فساد کرنا۔''

اور فرماتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو لوگوں کے حاکم ہیں اور انہیں تمام لوگوں سے واسطہ پڑتا ہے اور عدل وانصاف اور تواضع والے ہیں۔

[اخرجه ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵:۵۶ واخرجه ابو القاسم البغوی نحوه کما فی البدایة ۸:۵]

حضرت جرموز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آ رہے ہیں اور انہوں نے قطر کی بنی ہوئی دو سرخی مائل چادریں اوڑھی ہوئی ہیں ایک لنگی آدھی پنڈلی تک اور دوسری اتنی ہی لمبی چادر اپنے اوپر لپیٹی ہوئی ہے ہاتھ میں کوڑا بھی ہے جسے لے کر وہ بازاروں میں جایا کرتے اور بازار والوں کو اللہ سے ڈرنے کا اور عمدہ طریقہ سے بیچنے کا حکم دیا کرتے اور فرماتے پورا تولو اور پورا ناپو اور یہ بھی فرماتے کہ گوشت میں ہوا نہ بھرو (اس طرح گوشت موٹا نظر آئے گا اور لوگوں کو دھوکا لگے گا) [اخرجه ابن سعد ۱۸:۳ واخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۴۸:۳]

حضرت ابو مطر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد سے باہر نکلا تو ایک آدمی نے مجھے پیچھے سے آواز دے کر کہا اپنی لنگی اونچی کر لے کیونکہ لنگی اونچا کرنے سے پتہ چلے گا کہ تم اپنے رب سے زیادہ ڈرنے والے ہو اور اس سے تمہاری لنگی زیادہ صاف رہے گی اور اپنے سر کے بال صاف کر لے اگر تو مسلمان ہے۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے اور ان کے ہاتھ میں کوڑا بھی

تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ چلتے چلتے اونٹوں کے بازار میں پہنچ گئے تو فرمایا بیچو ضرور لیکن قسم نہ کھاؤ کیونکہ قسم کھانے سے سامان تو بک جاتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے پھر ایک کھجور والے کے پاس آئے تو دیکھا کہ ایک خادمہ رو رہی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا کیا بات ہے؟ اس خادمہ نے کہا اس نے مجھے ایک درہم کی کھجوریں دیں لیکن میرے آقا نے انہیں لینے سے انکار کر دیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھجور والے سے کہا تم اس سے کھجوریں واپس لے لو اور اسے درہم دے دو کیونکہ یہ تو بالکل بے اختیار ہے (اپنے مالک کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں کر سکتی) وہ لینے سے انکار کرنے لگا میں نے کہا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون ہیں؟ اس آدمی نے کہا نہیں۔ میں نے کہا یہ حضرت علی امیر المؤمنین ہیں اس نے فوراً کھجوریں لے کر اپنی کھجوروں میں ڈال لیں اور اسے ایک درہم دے دیا اور کہا اے امیر المؤمنین! میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھ سے راضی رہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم لوگوں کو پورا دو گے تو میں تم سے بہت زیادہ راضی رہوں گا پھر کھجور والوں کے پاس سے گزرتے ہوئے فرمایا مسکین کو کھلایا کرو اس سے تمہاری کمائی بڑھ جائے گی پھر مچھلی والوں کے پاس پہنچ گئے تو فرمایا ہمارے بازار میں وہ مچھلی نہیں بکنی چاہئے جو پانی میں مر کر اوپر تیرنے لگ گئی ہو پھر آپ کپڑے کے بازار میں پہنچ گئے یہ کھدر کا بازار تھا ایک دکاندار سے کہا اے بڑے میاں! مجھے ایک قمیص تین درہم کی دے دو۔ اس دکاندار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پہچان لیا تو اس سے قمیص نہ خریدی پھر دوسرے دکاندار کے پاس گئے جب اس نے بھی پہچان لیا تو اس سے بھی نہ خریدی پھر ایک نوجوان لڑکے سے تین درہم کی قمیص خریدی (وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ پہچان سکا) اور اسے پہن لیا اس کی آستین گٹے تک لمبی تھی اور خود قمیص ٹخنے تک تھی۔ پھر اصل دکاندار کپڑوں کا مالک آ گیا تو اسے لوگوں نے بتایا کہ تیرے بیٹے نے امیر المؤمنین کے ہاتھ تین درہم میں قمیص بیچی ہے تو اس نے بیٹے سے کہا تم نے ان سے دو درہم کیوں نہ لئے۔ چنانچہ وہ دکاندار ایک درہم لے کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا یہ درہم لے لیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا بات ہے؟ اس نے کہا اس قمیص کی قیمت دو درہم تھی میرے بیٹے نے آپ سے تین درہم لے لئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے اپنی رضامندی سے تین درہم میں بیچی اور میں نے اپنی خوشی سے تین میں خریدی۔ [اخرجه ابن راهويه واحمد فى الزهد وعبد بن حميد وابويعلى والبيهقى وابن عساكر و ضعفه كذا فى المنتخب ۵:۵۷]

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آٹا گوندھتیں اوران کے سر کے بال لگن سے ٹکراتے۔[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۳: ۳۱۲]

حضرت مطلب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ عرب کی بیوہ خاتون یعنی حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا شام کو تو تمام مسلمانوں کے سردار (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاں دلہن بن کر آئیں اور رات کے آخری حصہ میں آٹا پیسنے لگیں۔[اخرجہ ابن سعد ۸: ۶۴]

حضرت سلام عجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا ایک بھانجا گاؤں سے آیا اسے قدامہ کے نام سے پکارا جاتا تھا اس نے مجھ سے کہا میں حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ملنا اور انہیں سلام کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ ہم انہیں ملنے چلے وہ ہمیں مدائن شہر میں مل گئے وہ ان دنوں بیس ہزار فوج کے امیر تھے وہ تخت پر بیٹھے ہوئے کھجور کے پتوں کی ٹوکری بنا رہے تھے ہم نے انہیں جا کر سلام کیا پھر میں نے عرض کیا اے ابوعبداللہ! یہ میرا بھانجا دیہات سے میرے پاس آیا ہے یہ آپ کو سلام کرنا چاہتا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وعلیہ السلام و رحمۃ اللہ۔ میں نے کہا یہ کہتا ہے کہ اسے آپ سے محبت ہے انہوں نے فرمایا اللہ اسے اپنا محبوب بنائے۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱: ۱۹۷]

حضرت حارث بن عمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں مدائن میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ وہ اپنی کھال رنگنے کی جگہ میں دونوں ہاتھوں سے ایک کھال کو رگڑ رہے ہیں جب میں نے انہیں سلام کیا تو انہوں نے کہا ذرا اپنی جگہ ٹھہرنا میں ابھی باہر آتا ہوں۔ میں نے کہا میرا خیال ہے کہ آپ نے مجھے پہچانا نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں (میں نے تمہیں پہچان لیا ہے) بلکہ میری روح نے تمہاری روح کو پہلے پہچانا میں نے بعد میں تمہیں پہچانا کیونکہ تمام روحیں جمع شدہ لشکر ہیں تو جن روحوں کا آپس میں وہاں تعارف اللہ کی خاطر ہو گیا وہ تو ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتی ہیں اور جن کا جوڑ اللہ کے علاوہ کسی وجہ سے ہوا۔ وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جاتی ہیں۔ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ آٹا گوندھ رہے تھے۔ اس آدمی نے کہا یہ کیا ہے؟ (کہ آپ خود آٹا گوندھ رہے ہیں) انہوں نے فرمایا (آٹا گوندھنے والے) خادم کو ہم نے کسی کام کے لیے بھیج دیا اس لیے ہم نے اسے اچھا نہ سمجھا کہ ہم اس کے ذمہ دو کام لگا دیں۔ پھر اس آدم نے کہا فلاں صاحب آپ کو سلام کہہ رہے تھے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ

نے پوچھا تم کب آئے تھے؟ اس نے کہا اتنے عرصے سے آیا ہوا ہوں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم اس کا سلام نہ پہنچاتے تو پھر یہ وہ امانت شمار ہوتی جو تم نے ادا نہیں کی (تمہارے ذمہ باقی رہتی) [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱:۲۰۱ واخرجه ابن سعد ۴:۶۳ واحمد كما فى صفة الصفوة ۱:۲۱۸ عن ابى قلابه بنحوه]

حضرت عمرو بن ابوقرہ کندی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے والد نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ بات پیش کی کہ وہ ان کی ہمشیرہ سے شادی کرلیں لیکن حضرت سلمان نے انکار کر دیا بلکہ (میرے والد کی آزاد کردہ) بقرہ نامی باندی سے شادی کرلی پھر (میرے والد) حضرت ابوقرہ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے درمیان کچھ بات ہوئی ہے تو میرے والد حضرت سلمان کے پاس گئے وہاں جا کر انہوں نے حضرت سلمان کے بارے میں پوچھا تو گھر والوں نے بتایا کہ وہ اپنے سبزی کے کھیت میں ہیں۔ میرے والد چلے گئے تو وہاں حضرت سلمان کے پاس ایک ٹوکری تھی جس میں سبزی تھی انہوں نے اپنی لاٹھی اس ٹوکری کے دستے میں ڈال کر اپنے کندھے پر رکھی ہوئی تھی پھر وہ لوگ وہاں سے چل پڑے جب حضرت سلمان کے گھر پہنچے اور وہ اپنے گھر کے اندر داخل ہونے لگے تو انہوں نے کہا السلام علیکم پھر انہوں نے (میرے والد) حضرت ابوقرہ کو اندر آنے کی اجازت دی۔ میرے والد نے اندر جا کر دیکھا تو بچھونا بچھا ہوا تھا اور اس کے سرہانے چند کچی اینٹیں تھیں اور تھوڑی سی کچھ اور چیز بھی رکھی ہوئی تھی۔ انہوں نے میرے والد سے کہا تم اپنی (آزاد کردہ) باندی کے اس بستر پر بیٹھ جاؤ جسے وہ اپنے لیے بچھاتی ہے۔ [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱:۱۹۸]

قبیلہ بنو عبد قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو گدھے پر سوار ایک لشکر میں دیکھا جس کے وہ امیر تھے انہوں نے شلوار پہنی ہوئی تھی جس کی پنڈلیاں (ہوا کی وجہ سے) ہل رہی تھیں لشکر والے کہہ رہے تھے امیر صاحب آرہے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھے اور برے کا پتہ تو آج (یعنی دنیا سے جانے) کے بعد (قیامت کے دن) چلے گا۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱:۱۹۹]

قبیلہ بنو قیس کے ایک صاحب کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک لشکر کے امیر تھے میں ان کے ساتھ ساتھ تھا وہ لشکر کے چند جوانوں کے پاس سے گزرے۔ جوان انہیں دیکھ کر ہنسے اور کہنے

لگے یہ ہیں تمہارے امیر۔ میں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا اے ابو عبداللہ کیا آپ دیکھ نہیں رہے ہیں کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا انہیں چھوڑو (جو کرتے ہیں کرنے دو) کیونکہ اچھے اور برے کا پتہ تو آج کے بعد (کل قیامت کے دن) چلے گا اگر تمہارا بس چلے تو مٹی کھا لینا لیکن دو آدمیوں کا بھی امیر نہ بننا اور مظلوم اور بے بس و مجبور کی بددعا سے بچنا کیونکہ ان کی دعا کو کوئی نہیں روک سکتا (سیدھی عرش پر جاتی ہے) [عند ابن سعد ۴/ ۶۳]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے وہ گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن کر باہر لوگوں میں نکلتے تو لوگ انہیں دیکھ کر کہتے گرگ آمد گرگ آمد۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ پوچھتے یہ لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟ لوگ بتاتے کہ یہ آپ کو اپنے ایک کھلونے سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے کوئی بات نہیں (دنیا میں اچھا یا برا ہونے سے فرق نہیں پڑتا) اصل میں اچھا وہ ہے جو کل اچھا شمار ہو۔ [عند ابن سعد ایضاً]

حضرت ہریم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک گدھے پر سوار ہیں جس کی پیٹھ ننگی ہے اور انہوں نے سنبلانی مقام کی بنی ہوئی چھوٹی سی قمیص پہن رکھی تھی جو نیچے سے تنگ تھی ان کی پنڈلیاں لمبی تھیں ان پر بال بھی بہت تھے قمیص ان کی اونچی تھی جو گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی میں نے دیکھا کہ بچے پیچھے سے ان کے گدھے کو بھگا رہے ہیں میں نے بچوں کو کہا کیا تم امیر سے پرے نہیں ہٹتے؟ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں چھوڑو اچھے برے کا تو کل پتہ چلے گا۔ [عند ابن سعد ایضاً]

حضرت ثابت رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ مدائن کے گورنر تھے ایک دفعہ قبیلہ بنو تیم اللہ کا ایک شامی آدمی آیا اس کے پاس بھوسے کا ایک گٹھڑ تھا اسے راستہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے گھٹنے تک کی شلوار اور چغہ پہن رکھا تھا اس آدمی نے ان سے کہا آؤ میرا یہ گٹھڑ اٹھا لو وہ آدمی ان کو پہچانتا نہیں تھا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے وہ گٹھڑ اٹھا لیا جب اور لوگوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو انہوں نے انہیں پہچان لیا اور اس آدمی سے کہا یہ تو (ہمارے) گورنر ہیں۔ اس آدمی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے آپ کو پہچانا نہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میں تمہارے گھر تک اسے پہنچاؤں گا۔ دوسری سند کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے (تمہاری خدمت کی) نیت کی ہے اس لیے جب تک میں اسے

تمہارے گھر تک نہیں پہنچا دوں گا اسے (سر سے اتار کر) نیچے نہیں رکھوں گا۔

[اخرجه ابن سعد ۴: ۶۳]

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کوئی چیز تیار کیا کرتے تھے جب انہیں اس کام سے کچھ رقم مل جاتی تو گوشت یا مچھلی خرید کر اسے پکاتے پھر کوڑھ کے مریضوں کو بلاتے اور ان کے ساتھ کھاتے۔[اخرجه ابو نعیم فی الحلية ۱: ۲۰۰]

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کسی کو گورنر بنا کر بھیجتے تو اس کے معاہدہ نامہ میں (لوگوں کو) یہ لکھتے کہ جب تک یہ تمہارے ساتھ عدل وانصاف کا معاملہ کرتے رہیں تم ان کی بات سنتے رہو اور مانتے رہو چنانچہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا تو ان کے معاہدہ نامہ میں یہ لکھا کہ ان کی بات سنو اور مانو اور جو تم سے مانگیں وہ انہیں دے دو۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس سے جب چلے تو گدھے پر سوار تھے۔ گدھے پر پالان پڑا ہوا تھا اور اس پر ان کا زادِ سفر بھی تھا جب یہ مدائن پہنچے تو وہاں کے مقامی ذمی لوگوں نے اور دیہات کے چودھریوں نے ان کا استقبال کیا اس وقت ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی اور گدھے کے پالان پر بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے اپنا معاہدہ نامہ ان لوگوں کو پڑھ کر سنایا تو انہوں نے کہا آپ جو چاہیں ہم سے فرمائش کریں۔ انہوں نے فرمایا جب تک میں تم میں رہوں مجھے کھانا اور میرے اس گدھے کا چارہ دیتے رہو پھر وہ کافی عرصہ تک رہے پھر حضرت نے انہیں لکھا کہ (مدینہ) آجاؤ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچنے والے ہیں تو وہ ان کے راستہ میں ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے جہاں سے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ انہیں نہ دیکھ سکیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ وہ اسی حالت پر واپس آرہے ہیں جس حالت پر گئے تھے تو باہر نکل کر انہیں چمٹ گئے اور فرمایا تو میرا بھائی ہے اور میں تیرا بھائی ہوں۔

[اخرجه ابن سعد كذا فی الكنز ۷: ۶۶]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن پہنچے تو وہ گدھے پر سوار تھے جس پر پالان پڑا ہوا تھا اور ان کے ہاتھ میں روٹی اور گوشت والی ہڈی تھی جسے وہ گدھے پر بیٹھے ہوئے کھا رہے تھے۔[عند ابی نعیم فی الحلية ۱: ۲۷۷]

حضرت طلحہ بن مطرف راوی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں پاؤں

ایک طرف لٹکا رکھے تھے۔

حضرت سلیم ابوہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دروازے پر رفو کا کام کرتا تھا حضرت جریر رضی اللہ عنہ گھر سے باہر آتے اور خچر پر سوار ہوتے اور پیچھے اپنے غلام کو بٹھا لیتے۔[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹: ۳۷۳ ومحمد بن منصور الكلیبی لم اعرفها و بقیة رجاله ثقات انتهٰی]

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بازار سے گزر رہے تھے اور ان کے سر پر لکڑیوں کا ایک گٹھا رکھا ہوا تھا کسی نے ان سے کہا آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟ حالانکہ اللہ نے آپ کو اتنا دے رکھا ہے کہ آپ کو خود اٹھانے کی ضرورت نہیں ہے آپ تو دوسروں سے اٹھوا سکتے ہیں۔ فرمایا میں اپنے دل سے تکبر نکالنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ آدمی جنت میں نہیں جا سکے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔ [اخرجه الطبرانی باسناد حسن و رواه الاصبهانی الانه قال مثقال ذرة من كبر كذا فی الترغیب ۴: ۳۴۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تواضع کی بنیاد تین چیزیں ہیں۔ آدمی کو جو بھی ملے اسے سلام میں پہل کرے اور مجلس کی اچھی جگہ کے بجائے ادنیٰ جگہ میں بیٹھنے پر راضی ہو جائے اور دکھاوے اور شہرت کو برا سمجھے۔ [اخرجه العسكر كذا فی الكنز ۲: ۱۴۳]

مزاح اور دل لگی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مزاح

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے مذاق بھی فرما لیتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں مگر میں کبھی غلط نہیں کہتا۔
[اخرجه الترمذی فی الشمائل ۱۷ والبخاری فی الادب ۴۱ عن ابی هریره مثله]

ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مزاح فرمایا کرتے تھے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں۔ اس آدمی نے کہا آپ کا مزاح کیسا ہوتا تھا؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاح کا یہ قصہ سنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک زوجہ محترمہ کو کھلا

کپڑا پہننے کو دیا اور فرمایا اسے پہن لو اور اللہ کا شکر ادا کرو اور نئی دلہن کی طرح اس کا دامن گھسیٹ کر چلو۔ [اخرجه ابن عساکر وضعفه هکذا فی الکنز ۴۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق تمام لوگوں سے عمدہ تھے میرا ایک بھائی ابوعمیر نامی تھا جو دودھ چھوڑ چکا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاں تشریف لاتے اور اسے دیکھتے تو فرماتے اے ابوعمیر! تمہارے نغیر (یعنی لال چڑیا یا بلبل) کا کیا ہوا؟ نغیر پرندے کے ساتھ ابوعمیر کھیلا کرتا تھا۔ بعض دفعہ نماز کا وقت ہوتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے کہ میرے نیچے جو بچھونا ہے اسے جھاڑو اور اس پر پانی چھڑکو۔ ہم ایسے ہی کرتے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آگے کھڑے ہو جاتے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے کھڑے ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نفل نماز پڑھاتے وہ بچھونا کھجور کے پتوں کا بنا ہوتا تھا۔

[اخرجه احمد وقد رواه الجماعة الا ابا داؤد من طرق عن انس بنحوه کذا فی البدایة ۶: ۳۸]

دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ گھل مل کر رہتے تھے حتیٰ کہ آپ میرے چھوٹے بھائی سے فرماتے اے ابوعمیر! نغیر پرندے کا کیا بنا؟

[اخرجه البخاری فی الادب ۴۲ وهکذا لفظ الترمذی]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے ہاں تشریف لے گئے تو ان کے ایک بیٹے کو بڑا غمگین دیکھا جس کی کنیت ابوعمیر تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول یہ تھا کہ آپ جب ابوعمیر کو دیکھا کرتے تو اس سے مزاح فرمایا کرتے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے ابوعمیر غمگین نظر آ رہا ہے؟ گھر والوں نے بتایا کہ اس کا نغیر پرندہ مر گیا ہے جس سے یہ کھیلا کرتا تھا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے (دل لگی کے لئے) فرمانے لگے اے ابوعمیر! نغیر پرندے کا کیا بنا؟ [عند ابن سعد ۳: ۵۰۶]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے لیے سواری مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا (مجھے تو سواری کے لیے جانور چاہئے وہ بچہ تو سواری کے کام نہیں آ سکے گا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ [اخرجه احمد و رواه ابوداؤد والترمذی و قال الترمذی صحیح غریب کذا فی البدایة

۴۶:۶ واخرجه البخاری فی الادب المفرد ۴۱ عن انس نحوه و اخرجه ابن سعد ۸:۲۲۴ عن محمد بن قیس رضی اللّٰہ تعالٰی عنه بمعناه الا انه جعل السائلة ام ایمن رضی اللّٰہ عنها]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ مجھے ازراہ مزاح فرمایا او دو کان والے! [اخرجه ابوداؤد کذا فی البدایة ۶:۴۶ واخرجه الترمذی فی الشمائل ۱۲ وقال ابواسامة رضی اللّٰہ عنه یعنی بمازحه واخرجه ابونعیم وابن عساکر کما فی المنتخب ۵:۱۴۲]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دیہات کے رہنے والے ایک آدمی کا نام زاہر تھا وہ گاؤں سے حضور ﷺ کے لیے (سبزی ترکاری وغیرہ) ہدیہ لایا کرتے اور جب یہ واپس جانے لگتے تو حضور ﷺ انہیں شہر کی چیزیں دے دیا کرتے اور حضور ﷺ فرماتے زاہر ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کا شہر ہیں۔ حضور ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی لیکن تھے یہ بدصورت۔ ایک مرتبہ حضرت زاہر اپنا سامان بیچ رہے تھے حضور ﷺ نے پیچھے سے جا کر ان کی کولی اس طرح بھری کہ وہ حضور ﷺ کو دیکھ نہ سکیں یعنی ان کی کمر اپنے سینے سے لگا کر ان کی بغلوں کے نیچے سے دونوں ہاتھ لے جا کر ان کی آنکھوں پر رکھ دیئے۔ حضرت زاہر نے کہا مجھے چھوڑ دو یہ کون ہے؟ پھر پیچھے مڑ کر دیکھا تو حضور ﷺ کو پہچان لیا اور اپنی پیٹھ حضور ﷺ کے سینے سے اچھی طرح چمٹانے لگے اور حضور ﷺ بطور مزاح فرمانے لگے اس غلام کو کون خریدے گا؟ حضرت زاہر نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ مجھے بیچیں گے تو مجھے کھوٹا اور کم قیمت پائیں گے حضور ﷺ نے فرمایا لیکن تم اللہ کے نزدیک کھوٹے اور کم قیمت نہیں ہو بلکہ اللہ کے ہاں تمہاری بڑی قیمت ہے۔

[اخرجه احمد وهذا اسناد رجاله کلهم ثقات علی شرط الصحیحین ولم یروه الا الترمذی فی الشمائل و رواه ابن حبان فی صحیحه کذا فی البدایة ۶:۴۶ واخرجه ایضاً ابویعلی والبزار قال الهیثمی ورجال احمد رجال الصحیح و اخرجه البزار و الطبرانی عن سالم بن ابی الجعد عن رجل من اشجع یقال زاهر بن حرام الاشجعی رجل بدوی وکان لا یزال یاتی النبی ﷺ بطرفة او هدیة فذکر بمعناه قال الهیثمی ۹:۳۶۹ رواه البزار والطبرانی ورجاله موثقون]

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سنا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز حضور ﷺ سے اونچی ہو رہی ہے انہوں نے اندر جا کر تھپڑ مارنے کے لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو

پکڑا اور فرمایا تم اپنی آواز اللہ کے رسول ﷺ سے اونچی کر رہی ہو حضور ﷺ حضرت ابو بکر کو روکنے لگے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس غصہ میں واپس چلے گئے۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چلے گئے تو حضور ﷺ نے فرمایا دیکھا میں نے تمہیں کیسے اس آدمی سے چھڑا لیا۔ چند دن کے بعد پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت مانگی (اجازت ملنے پر اندر گئے) تو دیکھا کہ دونوں میں یعنی حضور ﷺ اور عائشہ رضی اللہ عنہا میں صلح ہو چکی ہے اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جیسے آپ دونوں نے اپنی لڑائی میں شریک کیا تھا ایسے ہی اپنی صلح میں بھی مجھے شریک کر لیں حضور ﷺ نے فرمایا ہم نے تمہیں شریک کر لیا تمہیں شریک کر لیا۔

[اخرجه ابو داؤد كذا فى البداية ٦:٤٦]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک مرتبہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی میں اس وقت نو عمر لڑکی تھی میرے جسم پر گوشت بھی کم تھا اور میرا بدن بھاری نہیں تھا۔ حضور ﷺ نے لوگوں سے کہا آپ لوگ آگے چلے جائیں۔ چنانچہ سب چلے گئے تو مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں۔ چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو میں حضور ﷺ سے آگے نکل گئی اور حضور ﷺ خاموش رہے۔ پھر میرے جسم پر گوشت زیادہ ہو گیا اور میرا بدن بھاری ہو گیا اور میں پہلے قصہ کو بھول گئی تو پھر میں آپ ﷺ کے ساتھ سفر میں گئی آپ ﷺ نے لوگوں سے کہا آگے چلے جاؤ۔ لوگ آگے چلے گئے پھر مجھ سے فرمایا آؤ میں تم سے دوڑ میں مقابلہ کروں چنانچہ ہم دونوں میں مقابلہ ہوا تو حضور ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے حضور ﷺ ہنسنے لگے اور فرمایا یہ پہلی دوڑ کے بدلے میں ہے (اب معاملہ برابر ہو گیا) [اخرجه احمد كذا فى صفة الصفوة ١:٦٨]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سفر میں چل رہے تھے۔ ایک حدی خواں (حدی ان اشعار کو کہا جاتا ہے جنہیں پڑھنے سے اونٹ اور تیز چلنے لگتے ہیں) حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے اونٹوں کو حدی پڑھ کر چلا رہا تھا اور یہ ازواج مطہرات حضور ﷺ سے آگے آگے جا رہی تھیں حضور ﷺ نے (حدی خواں کو) فرمایا اے انجشہ! تیرا بھلا ہو ان کانچ کی شیشیوں کے ساتھ نرمی کرو (اونٹوں کو زیادہ تیز نہ چلاؤ۔)

[اخرجه احمد و فى الصحيحين نحوه و عن انس كما فى البداية ٦:٤٧]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنی بعض بیویوں کے پاس آئے ان

ازواج مطہرات کے ساتھ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انجشہ! ان شیشیوں کو آہستہ لے کر چلو (اونٹ زیادہ حدی سن کر مستی میں ہو گئے تو یہ عورتیں گر جائیں گی یا حدی کے اشعار سے ان کے دل چکنا چور ہو جائیں گے) حضرت ابو قلابہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بات ارشاد فرمائی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی یہ بات کہتا تو تم اسے عیب کی بات سمجھتے اور وہ بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان شیشوں کو آہستہ لیکر چلو۔ [عند البخاری فی الادب ۴۱]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک بوڑھی عورت نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے جنت میں داخل کر دے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُم فلاں! جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی وہ عورت روتے ہوئے واپس جانے لگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بتادو کہ وہ جنت میں بڑھاپے کی حالت میں داخل نہیں ہوگی (بلکہ جوان کنواری بن کر جنت میں جائے گی) کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّا أَنشَأْنَاهُنَّ إِنشَاءً فَجَعَلْنَاهُنَّ أَبْكَارًا﴾ [سورۃ واقعہ آیت: ۳۵، ۳۶]

''ہم نے (وہاں کی) ان عورتوں کو خاص طور پر بنایا ہے یعنی ہم نے ان کو ایسا بنایا کہ وہ کنواریاں ہیں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مزاح و دل لگی

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ چمڑے کے ایک چھوٹے خیمہ میں تشریف فرما تھے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا اندر آجاؤ میں نے عرض کیا کیا سارا ہی آجاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سارے ہی آجاؤ چنانچہ میں اندر چلا گیا حضرت ولید بن عثمان بن ابو العالیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عوف نے جو یہ کہا کہ کیا میں سارا ہی آجاؤں؟ یہ خیمے کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے کہا تھا۔ [اخرجہ ابو داؤد کذا فی البدایۃ ۱۷]

حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مزاح کی بات کی تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس قبیلہ کی بعض مزاح کی باتیں قبیلہ کنانہ سے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خاندان ہمارے مزاح کا ایک حصہ ہے۔

[اخرجه البخاری فی الادب: ۴۱]

حضرت ابوالہیثم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک صاحب نے بتایا کہ انہوں نے خود سنا کہ حضرت ابوسفیان بن حرب رضی اللہ عنہ اپنی بیٹی حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور مزاح کہہ رہے تھے اللہ کی قسم! جونہی میں نے آپ سے جنگ کرنی چھوڑی تمام عرب نے بھی چھوڑ دی ورنہ آپ کی وجہ سے سینگ والا اور بے سینگ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکراتے رہے اور آپ نے فرمایا اے ابوحنظلہ! تم بھی ایسی باتیں کرتے ہو۔

[اخرجه الزبیر بن بکار وابن عساکر کذا فی الکنز ۴: ۴۳]

حضرت بکر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مزاح میں ایک دوسرے پر خربوزے پھینکتے تھے لیکن جب حقیقت اور کام کا وقت ہوتا تو اس وقت وہ مرد میدان ہوتے (یعنی اس وقت مزاح نہیں کرتے تھے جب کام نہ ہوتا تو کبھی کبھار کرتے تھے)

[اخرجه البخاری فی الادب ۴۱]

حضرت قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن سیرین سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں ہنسی مزاح کیا کرتے تھے؟ حضرت ابن سیرین نے کہا ہاں وہ عام لوگوں جیسے ہی تھے چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما مزاح میں یہ شعر پڑھا کرتے:

يُحِبُّ الْخَمْرَ مِنْ مَّالِ النَّدَامٰى
وَ يَكْرَهُ اَنْ تُفَارِقَهُ الْفُلُوْسُ

”وہ (بخیل ہے اس لئے) اپنے ہم نشینوں کے مال سے شراب پینا چاہتا ہے اور مال کی جدائی سے اسے بڑی ناگواری ہوتی ہے۔“

[ذکره الهیثمی ۹: ۸۹ هکذا ذکره الهیثمی بلا إسناد سقط ذکر مخرجه]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تجارت کی غرض سے بصریٰ (ملک شام کا ایک شہر) تشریف لے گئے ان کے ساتھ حضرت نُعیمان اور حضرت سویبط بن حرملہ رضی اللہ عنہما بدری صحابی بھی تھے حضرت سویبط کھانے کے سامان کے ذمہ دار تھے۔ حضرت نعیمان نے ان سے کہا مجھے کچھ کھانا کھلا دو حضرت سویبط نے کہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گئے ہوئے ہیں جب وہ آ جائیں گے تو کھلا دوں گا۔ حضرت نعیمان کی طبیعت میں ہنسی اور مزاح بہت زیادہ تھا وہاں قریب میں کچھ لوگ

اپنے جانور لے کر آئے ہوئے تھے حضرت نعیمان نے ان سے جا کر کہا میرا ایک خوب چست اور طاقتور عربی غلام ہے تم لوگ اسے خرید لو ان لوگوں نے کہا بہت اچھا حضرت نعیمان نے کہا بس اتنی بات ہے کہ وہ ذرا باتونی ہے اور شاید وہ یہ بھی کہے کہ میں آزاد ہوں اگر تم اس کے اس کہنے کی وجہ سے اسے چھوڑ دو گے تو پھر رہنے دو یہ سودا مت کرو اور میرے غلام کو نہ بگاڑو۔ انہوں نے کہا نہیں ہم تو اسے خریدیں گے اور اسے نہیں چھوڑیں گے چنانچہ ان لوگوں نے دس جوان اونٹنیوں کے بدلے میں انہیں خرید لیا حضرت نعیمان دس اونٹنیاں ہانکتے ہوئے آئے اور آ کر ان لوگوں کو بھی ساتھ لائے اور آ کر ان لوگوں سے کہا یہ رہا تمہارا وہ غلام۔ اسے لے لو۔ جب وہ لوگ حضرت سویبط کو پکڑنے لگے تو حضرت سویبط نے کہا حضرت نعیمان غلط کہہ رہے ہیں میں تو آزاد آدمی ہوں ان لوگوں نے کہا انہوں نے تمہاری یہ بات ہمیں پہلے ہی بتا دی تھی۔ چنانچہ وہ لوگ حضرت سویبط کے گلے میں رسی ڈال کر لے گئے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ واپس آئے تو انہیں اس قصہ کا پتہ چلا تو وہ اور ان کے ساتھی ان خریدنے والوں کے پاس گئے اور ساری بات بتا کر ان کی اونٹنیاں انہیں واپس کیں اور حضرت سویبط کو واپس لے کر آئے پھر مدینہ واپس آ کر ان حضرات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارا واقعہ سنایا تو حضور اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم اس قصہ کو یاد کر کے سال بھر ہنستے رہے۔ [اخرجه احمد واخرجه ابوداؤد الطيالسى والرويانى وقد اخرجه ابن ماجه فقلبه جعل المازح سويبط والمباع نعيمان وروى الزبير بن بكار فى كتاب النكاهة هذه القصة من طريق اخرجه عن ام سلمة لانه سماة سليط بن حرملة واظنه تصحيفًا وقد تعقبه ابن عبد البر وغيره كذا فى الاصابة ۲: ۹۸ وقد اخرجه ابن عبد البر فى الاستيعاب (۲:۲۶)(۳: ۵۷۳) حديث ام سلمة من طرق]

ان حضرات کے دل بالکل صاف ستھرے تھے اور حضرت سویبط کو معلوم تھا کہ حضرت نعیمان کی طبیعت میں ہنسی مذاق بہت ہے اس لیے انہوں نے کچھ برا محسوس نہ کیا۔

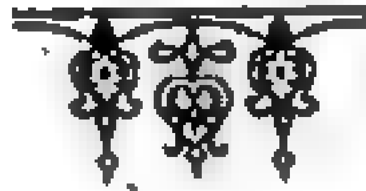
حضرت ربیعہ بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور اپنی اونٹنی مسجد سے باہر بٹھا کر مسجد کے اندر چلا گیا حضرت نعمان بن عمرو انصاری رضی اللہ عنہ جنہیں نعیمان کہا جاتا تھا ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمارا گوشت کھانے کو بہت دل چاہ رہا ہے اگر تم اس اونٹنی کو ذبح کر دو اور ہمیں اس کا گوشت کھانے کو مل جائے تو بہت

مزہ آئے گا حضور ﷺ بعد میں اونٹنی کی قیمت اس کے مالک کو دے دیں گے چنانچہ حضرت نعیمان نے اس اونٹنی کو ذبح کر دیا ہے؟ پھر وہ دیہاتی باہر آیا اور اپنی اونٹنی کو دیکھ کر چیخ پڑا کہ اے محمد (ﷺ)! ہائے ان لوگوں نے میری اونٹنی کو ذبح کر دیا اس پر حضور ﷺ مسجد سے باہر تشریف لے آئے اور پوچھا یہ کس نے کیا ہے؟ صحابہ ﷺ نے عرض کیا نعیمان نے۔ حضور ﷺ نعیمان کے پیچھے چل پڑے اور اس کا پتہ کرتے کرتے آخر حضرت ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب ؓ کے گھر پہنچ گئے حضرت نعیمان گھر کے اندر ایک گڑھے میں چھپے ہوئے تھے اور انہوں نے اپنے اوپر کھجور کی ٹہنیاں اور پتے وغیرہ ڈال رکھے تھے چنانچہ ایک آدمی نے اونچی آواز سے تو یہ کہا یارسول اللہ ﷺ میں نے اسے نہیں دیکھا لیکن انگلی سے اس جگہ کی طرف اشارہ کر دیا جہاں حضرت نعیمان چھپے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے وہاں جا کر انہیں باہر نکالا تو پتوں وغیرہ کی وجہ سے ان کا چہرہ بدلا ہوا تھا حضور ﷺ نے ان سے فرمایا تم نے ایسا کیوں کیا؟ انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! جن لوگوں نے اب آپ کو میرا پتہ بتایا ہے انہوں نے ہی مجھے کہا تھا کہ اس اونٹنی کو ذبح کر دو حضور ﷺ مسکرانے لگے اور ان کا چہرہ صاف کرنے لگے اور پھر حضور ﷺ نے اس دیہاتی کو اس اونٹنی کی قیمت ادا کی۔ [اخرجه ابن عبد البر فی الاستیعاب ۳: ۵۷۵ وهكذا فی الاصابة ۳: ۵۷۰ عن الزبیر بن بکار عن ربیعة بن عثمان]

حضرت عبداللہ بن مصعب ؒ کہتے ہیں حضرت مخرمہ بن نوفل بن اہیب زہری ؓ مدینہ منورہ میں ایک نابینا بڑے میاں تھے ان کی عمر ایک سو پندرہ سال تھی ایک دن وہ مسجد میں پیشاب کرنے کھڑے ہوئے تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ حضرت نعیمان بن عمرو بن رفاعہ بن حارث بن سواد نجاری ؓ ان کے پاس آئے اور انہیں مسجد کے ایک کونے میں لے گئے اور ان سے کہا یہاں بیٹھ کر پیشاب کر لو اور انہیں وہاں بٹھا کر خود وہاں سے چلے گئے انہوں نے وہاں پیشاب کر لیا تو لوگوں نے شور مچا دیا۔ پیشاب کرنے کے بعد انہوں نے کہا تمہارا بھلا ہو مجھے یہاں کون لایا تھا؟ لوگوں نے کہا نعیمان بن عمرو انہوں نے کہا اللہ اس کے ساتھ یہ کرے اور یہ کرے (یعنی انہیں بددعا دی) اور میں بھی نذر مانتا ہوں کہ اگر وہ میرے ہاتھ لگ گئے تو میں انہیں اپنی اس لاٹھی سے بہت زور سے ماروں گا چاہے ان کا کچھ بھی ہو جائے۔ اس واقعہ کو کافی دن گزر گئے یہاں تک کہ حضرت مخرمہ بھی بھول گئے۔ ایک دن حضرت عثمان ؓ مسجد کے کونے میں کھڑے ہوئے

نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عثمان بڑی یکسوئی سے نماز پڑھا کرتے تھے ادھر ادھر توجہ نہ فرمایا کرتے تھے حضرت نعیمان حضرت مخرمہ کے پاس گئے اور ان سے کہا کیا آپ نعیمان کو مارنا چاہتے ہیں انہوں نے کہا جی ہاں۔ وہ کہاں ہے؟ مجھے بتاؤ۔ حضرت نعیمان نے لا کر انہیں حضرت عثمان کے پاس کھڑا کر دیا اور کہا یہ ہیں مار لو۔ حضرت مخرمہ نے دونوں ہاتھوں سے لاٹھی اس زور سے ماری کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سر میں زخم ہو گیا لوگوں نے انہیں بتایا کہ آپ نے تو امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مار دیا۔ حضرت مخرمہ کے قبیلہ بنو زہرہ نے جب یہ سنا تو وہ سب جمع ہو گئے۔ حضرت عثمان نے فرمایا اللہ نعیمان پر لعنت کرے تم نعیمان کو چھوڑ دو کیونکہ وہ جنگ بدر میں شریک ہوا تھا (اس لیے ان کی رعایت کرنی چاہیے)

[اخرجه الزبير عن عمه مصعب بن عبد الله جده كذا فى الاستيعاب ۳:۵۷۷ وهكذا ذكره فى الاصابة ۳:۵۷۰ زبير بن بكار]



سخاوت اور جود

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیکی کے کاموں میں تمام لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت کا سب سے زیادہ ظہور رمضان شریف میں ہوتا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ہوتی اور حضرت جبرائیل رمضان کی ہر رات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا کرتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کا دور کرتے پھر تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیر اور نیکی کے کاموں میں عام لوگوں کو فائدہ پہنچانے والی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہو جاتے۔

[اخرجه الشيخان كذا في صفة الصفوة ۱:۷۹ واخرجه ابن سعد ۲:۱۹۵ عنه نحوه]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبھی ایسے نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو نہیں۔ [اخرجه الشيخان كذا في البداية ۶:۴۳]

حضرت ابو اسید رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جو چیز بھی مانگی جاتی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے روکتے نہیں تھے (بلکہ دے دیا کرتے تھے)

[عند احمد في حديث طويل عن عبد الله بن ابى بكر قال الهيثمى ۹:۱۳ ورجاله ثقات الا ان عبد الله بن ابى بكر لم يسمع من ابى اسيد]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی چیز مانگی جاتی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دینے کا ارادہ ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہاں فرماتے اور (نہ ہونے کی وجہ سے) نہ دینے کا ارادہ فرماتے تو خاموش ہو جاتے اور کسی چیز کے بارے میں نہ نہ فرماتے۔ [عند الطبرانى فى الاوسط فى حديث طويل قال الهيثمى ۹:۱۳ وفيه محمد بن كثير الكوفى وهو ضعيف]

حضرت ربیع بنت معوذ بن عفرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مجھے میرے والد حضرت معوذ بن عفرا نے ایک صاع تازہ کھجوریں جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں رکھی ہوئی تھیں دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ککڑی بہت پسند تھی اس وقت بحرین سے کچھ

زیورات حضور ﷺ کے پاس آئے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ہاتھ بھر کر وہ زیورات مجھے عطا فرمائے۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے مجھے اتنے زیور یا سونا عطا فرمایا بس سے میرے دونوں ہاتھ بھر گئے۔ [اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۹:۱۳ واسنادھما حسن۔ واخرجہ الترمذی عن الربیع مختصرا کما فی البدایۃ ۶:۵۶]

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ نے یہ بھی فرمایا یہ زیور پہن کر اپنے آپ کو آراستہ کر لینا۔

حضرت اُم سنبلہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی خدمت میں کچھ ہدیہ لے کر گئیں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا اور کہہ دیا کہ ہم نہیں لیں گی حضورؐ نے ازواج مطہرات کو فرمایا تو انہوں نے لے لیا پھر حضور ﷺ نے حضرت اُم سنبلہ کو ایک وادی بطور جاگیر کے عطا فرمائی۔ جسے حضرت عبداللہ بن جحش نے بعد میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے خریدا۔

[اخرجہ الطبرانی فی الاوسط قال الھیثمی ۹:۱۴ وفیہ عمرو بن قیظی ولم اعرفہ رجالہ ثقات]

مال خرچ کرنے کے عنوان میں حضور ﷺ کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی سخاوت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں نے یہ نیت کی ہے کہ میں یہ کپڑا عرب کے سب سے زیادہ سخی آدمی کو دوں گی پاس ہی حضرت سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تھے حضور ﷺ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا اس نوجوان کو دے دو (چنانچہ اس عورت نے حضرت سعید کو وہ کپڑا دے دیا) اسی وجہ سے ان کپڑوں کو سعیدی کپڑے کہا گیا۔

[اخرجہ الزبیر بن بکار و ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵:۱۸۹]

مال خرچ کرنے کے عنوان میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی سخاوت کے قصے گزر چکے ہیں۔

ایثار و ہمدردی

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم پر ایک ایسا زمانہ بھی آیا ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی

اپنے آپ کو دینار و درہم کا اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ حقدار نہیں سمجھتا تھا اور اب ایسا زمانہ آ گیا ہے کہ ہمیں دینار و درہم سے اپنے مسلمان بھائی سے زیادہ محبت ہے۔ آگے اور بھی حدیث ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۱۰:۱۸۵ رواه الطبرانی اسانید و بعضها حسن]

ایثار کے اور قصے سخت پیاس' کپڑوں کی کمی' انصار کے قصوں اور ضرورت کے باوجود خرچ کرنے کے عنوان میں گزر چکے ہیں۔



صبر کرنا......عام بیماریوں پر صبر کرنا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر اوڑھی ہوئی تھی میں نے چادر کے اوپر سے ہاتھ رکھا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنا تیز بخار چڑھا ہوا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم (انبیاء علیہم السلام) پر اسی طرح سخت تکلیف و آزمائش آیا کرتی ہے اور ہمارا اجر و ثواب بھی دگنا ہوتا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں میں سے سب سے زیادہ آزمائش کن پر آئی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نبیوں پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علماء پر میں نے کہا پھر کن پر؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیک بندوں پر۔ بعض نیک بندوں کے جسم میں اتنی جوئیں پڑ جاتی تھیں کہ اسی میں ان کا انتقال ہو جاتا تھا اور بعضوں پر اتنی تنگدستی آتی تھی کہ انہیں چوغہ کے علاوہ کوئی اور چیز پہننے کو نہ ملتی تھی لیکن تمہیں دنیا ملنے سے جتنی خوشی ہوتی ہے انہیں آزمائش اور تکلیف سے اس سے زیادہ خوشی ہوتی تھی۔ [اخرجه ابن ماجه و ابن ابی الدنیا والحاکم واللفظ له وقال صحیح علی شرط مسلم وله شواهد کثیرة کذا فی الترغیب ۵: ۲۴۳ واخرجه البیهقی کما فی الکنز ۲: ۱۵۴ و ابونعیم فی الحلیة ۱: ۳۷۰]

حضرت ابو عبیدہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی پھوپھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ ہم عورتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کرنے گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار چڑھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر پانی کا ایک مشکیزہ درخت پر لٹکایا گیا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے نیچے لیٹ گئے اور اس مشکیزہ سے پانی کے قطرے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر ٹپکنے لگے۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار بہت تیز تھا اس (کی تیزی کم کرنے کے) لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کیا تھا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کو دور کر دے تو بہت ہی اچھا

ہوتا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تمام انسانوں میں سب سے زیادہ سخت تکلیف و آزمائش انبیاء علیہم السلام پر آتی ہے۔ پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں پھر ان پر جو ان کے قریب ہوں۔ [اخرجه البیهقی كذا فی الكنز ۲: ۱۵۴ واخرجه احمد والطبرانی فی الكبير بنحوه قال الهيثمی ۲: ۲۹۲ واسناد احمد حسن]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ رات کو بیمار ہو گئے پھر آپ ﷺ کی بیماری بڑھنے لگی اور آپ ﷺ اپنے بستر پر کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے کہا ہم میں سے کوئی اس طرح کرتا تو آپ ﷺ اس پر ناراض ہوتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا مؤمن بندوں پر تکلیف زیادہ آتی ہے اور مؤمن بندے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے چاہے بیماری ہو یا کانٹا ہی لگے اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی خطاؤں کو مٹا دیتے ہیں اور اس کے درجے بلند فرما دیتے ہیں۔

[اخرجه ابن سعد والحاكم والبيهقی كذا فی الكنز ۲: ۱۵۴ واخرجه احمد نحوه قال الهيثمی ۲: ۲۹۲ ورجاله ثقات]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیماریوں پر صبر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بخار نے حضور ﷺ کی خدمت میں آنے کی اجازت مانگی حضور ﷺ نے پوچھا یہ کون ہے؟ بخار نے کہا اُم ملدم ہوں (یہ بخار کی کنیت ہے) حضور ﷺ نے بخار کو حکم دیا کہ قباوالوں میں چلے جاؤ (چنانچہ بخار ادھر چلا گیا) اور انہیں بخار ہونے لگا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ انہیں کتنا بخار ہوا انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بخار کی شکایت کی حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم لوگ چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کردوں اور اللہ تعالیٰ تمہارا بخار دور کردے اور اگر تم چاہو تو (تمہارا بخار باقی رہے اور) یہ بخار تمہارے لیے (گناہوں سے) پاکی کا ذریعہ بن جائے ان قبا والوں نے عرض کیا۔ کیا آپ ﷺ ایسا کر سکتے ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں تو انہوں نے عرض کیا پھر تو بخار کو رہنے دیں۔ [اخرجه احمد قال فی الترغيب ۲: ۴۰۶ رواة احمد رواة الصحيح وابويعلى وابن حبان فی صحيحه]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے حضور ﷺ سے حاضری کی اجازت چاہی۔ حضور ﷺ نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا میں بخار ہوں گوشت کو کاٹتا ہوں اور خون

چوس لیتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ قبا والوں کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار قبا چلا گیا اور قبا والوں کے چہرے زرد ہو گئے تو انہوں نے آکر حضور ﷺ سے بخار کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم لوگ کیا چاہتے ہو؟ اگر تم چاہو تو میں اللہ سے دعا کروں اور وہ تمہارا بخار دور کر دے اور اگر تم چاہو تو بخار کو رہنے دو اور تم لوگوں کے باقی گناہ معاف ہو جائیں انہوں نے کہا ضرور یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ بخار کو رہنے دیں۔ [عند الطبرانی قال الهیثمی ۲:۳۰۶ وفیه هشام بن لاحق وثقه النسائی و ضعفه احمد وابن حبان واخرجه البیهقی عن سلمان نحوه کما فی البدایة ۲:۳۰۶]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخار نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے آپ ﷺ اپنے ان صحابہ کے پاس بھیج دیں جو آپ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ انصار کے پاس چلے جاؤ چنانچہ بخار ان کے پاس چلا گیا اور سب کو بخار آنے لگا جس کی وجہ سے وہ سب کمزور ہو گئے۔ انصار نے حضور ﷺ کی خدمت میں آکر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے ہاں بخار آیا ہوا ہے آپ ﷺ ہمارے لیے صحت و شفا کی دعا فرما دیں حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو بخار چلا گیا ایک عورت حضور ﷺ کے پیچھے آئی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے دعا فرما دیں میں بھی انصار میں سے ہوں اس لیے میرے لیے بھی وہی دعا فرما دیں جیسے آپ ﷺ نے انصار کے لیے دعا فرمائی' حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں ان دو باتوں میں سے کون سی زیادہ پسند ہے ایک یہ کہ میں تمہارے لیے دعا کروں اور تمہارا بخار چلا جائے دوسری یہ کہ تم صبر کرو اور تمہارے لیے جنت واجب ہو جائے؟ اس نے تین دفعہ کہا نہیں۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ ﷺ! میں صبر کروں گی اور پھر کہا اللہ کی قسم! میں اللہ کی جنت کو خطرے میں نہیں ڈال سکتی۔

[اخرجه البیهقی کذا فی البدایة ۲:۳۰۶ واخرجه البخاری فی الادب ۷۳ عن ابی هریرة بمعناه]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک نوجوان حضور ﷺ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتا تھا وہ چند دن نہ آیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے فلاں نظر نہیں آرہا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اسے بخار ہو گیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اٹھو اس کی عیادت کے لیے چلیں جب حضور ﷺ اس نوجوان کے گھر میں اس کے پاس گئے تو وہ رونے لگا۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا مت رو کیونکہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے خبر دی ہے کہ بخار میری اُمت کے لیے جہنم کے بدلے میں

ہے۔ [اخرجه الطبرانی فی الصغیر والاوسط وفیه عمر بن راشد ضعفه وثقه العجلی كما فی المجمع ۲: ۳۰۲]

حضرت ابوسفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے تو کچھ لوگ ان کی عیادت کرنے آئے اور انہوں نے عرض کیا اے خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کسی طبیب کو نہ بلا لائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لے؟ حضرت ابوبکر نے فرمایا طبیب مجھے دیکھ چکا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ) ان لوگوں نے پوچھا پھر اس طبیب نے آپ کو کیا کہا ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس نے کہا ہے کہ میں جو چاہتا ہوں اسے کر گزرتا ہوں۔ [اخرجه ابن سعد ۳: ۱۴۱ وابن ابی شیبة واحمد فی الزهد وابونعیم فی الحلیة ۱: ۳۴ وهناد كذا فی الكنز ۲: ۱۵۳]

حضرت معاویہ بن قرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بیمار ہو گئے تو ان کے پاس ان کے ساتھی آئے اور انہوں نے کہا اے ابوالدرداء! آپ کو کیا شکایت ہے؟ انہوں نے کہا کہ مجھے اپنے گناہوں سے شکایت ہے انہوں نے پوچھا آپ کیا چاہتے ہیں انہوں نے فرمایا میں جنت چاہتا ہوں انہوں نے کہا کیا ہم آپ کے لیے کسی طبیب کو بلا نہ لائیں؟ انہوں نے فرمایا طبیب نے ہی تو مجھے (بیمار کر کے بستر پر) لٹایا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے)

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱: ۲۱۸ واخرجه ابن سعد ۷: ۱۱۸ عن معاویة مثله]

حضرت عبدالرحمٰن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ملک شام میں طاعون کی وبا پھیلی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ طاعون تو عذاب ہے لہٰذا تم لوگ اس سے بھاگ کر وادیوں اور گھاٹیوں میں چلے جاؤ یہ بات جب حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہیں غصہ آ گیا اور فرمایا حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ غلط کہتے ہیں میں تو (شروع زمانہ میں مسلمان ہو کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اختیار کر چکا تھا اور ان دنوں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ تو اپنے گھر والوں کے اونٹ سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی وہ کافر تھے) یہ طاعون تو تمہارے نبی کی دعا ہے۔ (کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی ہے کہ اے اللہ! میری اُمت کو نیزوں کے ذریعے بھی اپنے راستہ کی شہادت نصیب فرما اور طاعون کے ذریعہ بھی) اور یہ تمہارے رب کی رحمت ہے (کہ طاعون سے جو مرے گا وہ اللہ کے ہاں شہید ہوگا) اور تم سے پہلے جو نیک لوگ تھے یہ ان کی وفات کا ذریعہ ہے۔ یہ بات حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انہوں نے فرمایا اے اللہ! اس طاعون کی بیماری میں سے معاذ کی اولاد کو وافر

حصہ نصیب فرما۔ چنانچہ ان کی دو بیٹیاں اسی بیماری میں انتقال کر گئیں اور ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن کو بھی طاعون ہو گیا تو حضرت عبدالرحمٰن نے کہا یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے (بتلایا گیا) ہے لہٰذا آپ شبہ کرنے والوں میں سے ہرگز نہ بنیں تو حضرت معاذ نے فرمایا تم مجھے ان شاء اللہ صبر کرنے والوں میں سے پاؤ گے اور حضرت معاذ کو ہتھیلی کی پشت پر طاعون کا دانہ نکل آیا تو فرمانے لگے یہ دانہ مجھے سرخ اونٹوں سے زیادہ محبوب ہے انہوں نے دیکھا کہ ان کے پاس بیٹھا ہوا ایک آدمی رو رہا ہے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو؟ اس آدمی نے کہا میں اس علم کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں آپ سے حاصل کیا کرتا تھا فرمایا مت رو کیونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ایسے علاقہ میں رہتے تھے جہاں کوئی عالم نہیں تھا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں علم عطا فرمایا لہٰذا جب میں مر جاؤں تو ان چار آدمیوں سے علم حاصل کرنا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ حضرت عبداللہ بن سلامؓ حضرت سلمانؓ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہم۔

[اخرجه ابن خزيمة وابن عساكر كذا في الكنز ٢:٣٢٥ واخرجه احمد عن عبدالرحمن بن غنم مختصراً والبزار عنه مطولا كما ذكر الهيثمي ٢:٣١٢ وقال اسانيد احمد حسن صحاح۔ واخرجه الحاكم ١:٢٧٦ وابونعيم في الحلية ١:٢٤٠ عن عبدالرحمن مختصراً]۔

ابونعیم کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت معاذؓ حضرت ابوعبیدہؓ حضرت شرحبیل بن حسنہ اور حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہم ایک ہی دن طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوئے تو حضرت معاذ نے کہا یہ طاعون تمہارے رب کی طرف سے رحمت ہے (کہ اس پر شہادت کا درجہ ملتا ہے) اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے (کہ اس پر شہادت کا درجہ ملتا ہے) اور تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی روح قبض کرنے کا ذریعہ ہے اے اللہ! آل معاذ کو اس رحمت میں سے وافر حصہ عطا فرما۔ ابھی شام نہیں ہوئی تھی کہ ان کے بیٹے حضرت عبدالرحمٰن طاعون میں مبتلا ہو گئے یہ ان کے سب سے پہلے بیٹے تھے اور انہیں کے نام سے ان کی کنیت ابوعبدالرحمٰن تھی اور حضرت معاذ کو ان سے محبت سب سے زیادہ تھی۔ حضرت معاذ مسجد میں آئے تو دیکھا کہ ان کا بیٹا عبدالرحمٰن بہت بے چین ہے تو انہوں نے کہا اے عبدالرحمٰن! تم کیسے ہو؟ عبدالرحمٰن نے جواب میں کہا اے ابا جان! یہ امر واقعی آپ کے رب کی طرف سے ہے! آپ شک کرنے والوں میں سے ہرگز نہ ہوں۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اور ان شاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والوں میں سے

پاؤ گے آخر اسی رات عبدالرحمٰن کا انتقال ہو گیا اور اگلے دن ان کو حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دفن کیا پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو بھی طاعون کی بیماری ہو گئی اور نزع کی ایسی سخت کیفیت ان کو ہوتی کہ کسی کو نہ ہوتی ہو گی جب بھی موت کی سختی سے ان کو افاقہ ہوتا تو آنکھ کھول کر کہتے اے میرے رب! تو میرا جتنا گلا گھونٹنا چاہتا ہے گھونٹ لے تیری عزت کی قسم! تو جانتا ہے کہ میرا دل تجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔[واخرجه احمد عن ابی منیب مختصراً ورجاله ثقات وسنده متصل کما قال الهیثمی ۲:۳۱۱]

حضرت شہر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ اپنی قوم کے ایک آدمی حضرت رابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب طاعون کی وبا پھیلنے لگی تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ لوگوں میں بیان کرنے کھڑے ہوئے اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تو تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ تھی اور ابو عبیدہ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابو عبیدہ کو اس بیماری میں سے اس کا حصہ عطا فرمائے چنانچہ انہیں بھی طاعون کی بیماری ہو گئی جس میں ان کا انتقال ہو گیا پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ لوگوں کے امیر بنے تو انہوں نے بھی کھڑے ہو کر بیان کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری تمہارے رب کی رحمت ہے اور تمہارے نبی کی دعا ہے اور تم سے پہلے کے نیک بندوں کی موت کا ذریعہ تھی۔ معاذ اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتا ہے کہ وہ معاذ کی اولاد کو اس بیماری میں سے ان کا حصہ عطا فرمائے۔ چنانچہ ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کو طاعون کی بیماری ہوئی اور اس میں ان کا انتقال ہو گیا پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنے لیے بیمار ہونے کی دعا مانگی تو ان کی ہتھیلی میں طاعون کا دانہ نکل آیا میں نے دیکھا کہ حضرت معاذ اسے دیکھ رہے تھے اور اپنی ہتھیلی کو پلٹ کر فرما رہے تھے کہ (اے ہتھیلی!) مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ تجھ میں جو یہ طاعون کی بیماری ہے اس کے بدلے مجھے دنیا کی کوئی چیز مل جائے جب حضرت معاذ کا انتقال ہو گیا تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں کا امیر بنایا گیا تو انہوں نے کھڑے ہو کر بیان کیا اور فرمایا اے لوگو! یہ بیماری جب کسی کو ہوتی ہے تو آگ کی طرف بھڑکتی ہے لہٰذا تم لوگ پہاڑوں میں جا کر اس سے اپنی جان بچاؤ اس پر حضرت واثلہ ہذلی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ غلط کہہ رہے ہو اللہ کی قسم! میں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں جس وقت آپ میرے اس گدھے سے زیادہ گمراہ تھے (یعنی کافر تھے) حضرت عمرو نے فرمایا جو کہہ رہے ہیں اس کا جواب تو نہیں دوں گا لیکن اللہ کی قسم! اب ہم لوگ یہاں نہیں رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرو بن

عاص رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے گئے اور لوگ بھی چلے گئے اور ادھر ادھر بکھر گئے اور اللہ تعالیٰ نے طاعون کی بیماری ان سے دور فرمادی جب حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی اس رائے کی اطلاع ملی تو اللہ کی قسم انہوں نے اسے ناپسند نہ فرمایا۔

[اخرجه ابن اسحاق كذا في البداية ۷:۷۸]

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ملک شام میں طاعون کی بیماری پھیلی تو حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا یہ ناپاک بیماری پھیل چکی ہے لہٰذا تم یہاں سے چلے جاؤ اور وادیوں اور گھاٹیوں میں اِدھر اُدھر بکھر جاؤ۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جب ان کی اس بات کا پتہ چلا تو انہوں نے ان کی اس بات کی تصدیق نہ فرمائی بلکہ فرمایا نہیں یہ طاعون تو شہادت کا درجہ دلاتا ہے اور اس کی وجہ سے اللہ کی رحمت اترتی ہے اور یہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہے اے اللہ! معاذ کو اور اس کے گھر والوں کو اپنی اس رحمت میں سے حصہ عطا فرما۔

حضرت ابوقلابہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تو میں سمجھ گیا کہ طاعون سے شہادت کا درجہ ملتا ہے اور رحمت اترتی ہے لیکن اس بات کا مطلب نہ سمجھ سکا کہ طاعون تمہارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی دعا ہے یہاں تک کہ کسی نے مجھے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا تین مرتبہ مانگی اے اللہ! پھر یا تو بخار ہو یا طاعون ہو۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خاص دعا مانگتے ہوئے سنا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تم نے وہ دعا سن لی؟ اس نے کہا جی ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب سے یہ دعا کی کہ میری اُمت قحط سالی سے ہلاک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمالی اور میں نے یہ دعا مانگی کہ ان پر ایسا دشمن مسلط نہ ہو جو ان کو جڑ سے اکھیڑ دے اور بالکل ختم کر دے اور یہ بھی دعا کی کہ ان کا آپس میں اختلاف نہ ہو ان کے مختلف گروہ نہ بنیں اور ان میں آپس میں لڑائی نہ ہو لیکن یہ آخری دعا قبول نہ ہوئی اور اس کا مجھے انکار ہو گیا اس پر میں نے تین مرتبہ عرض کیا کہ پھر میری امت کو بخار ہو یا طاعون۔

[اخرجه احمد قال الهيثمي ۲:۳۱۱ رواه احمد و ابو قلابه لم يدرك معاذ بن جبل۔ انتهى]

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ طاعونِ عمواس (ملک شام کی ایک جگہ کا نام ہے) سے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ اور ان کے گھر والے بچے ہوئے تھے تو انہوں نے یہ دعا

مانگی اے اللہ! ابوعبیدہ کے گھر والوں کو (اس بیماری میں سے) حصہ نصیب فرما چنانچہ حضرت ابوعبیدہ کی چھوٹی انگلی میں طاعون کی پھنسی نکل آئی تو وہ اسے دیکھنے لگے کسی نے کہا کہ یہ تو (چھوٹی سی ہے) کچھ بھی نہیں ہے تو فرمایا مجھے اللہ کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس پھنسی میں برکت نصیب فرمائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ تھوڑی چیز میں برکت ڈالتے ہیں تو وہ زیادہ ہو جاتی ہے۔

[اخرجه ابن عساكر]

حضرت حارث بن عمیرہ حارثی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو طاعون کی بیماری ہوئی تو حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ کو طاعون کی پھنسی دکھائی جو ان کی ہتھیلی میں نکلی ہوئی تھی۔ حضرت حارث نے جب یہ پھنسی دیکھی تو وہ ڈر گئے کیونکہ انہیں یہ پھنسی بڑی معلوم ہوئی اس پر حضرت ابوعبیدہ نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ مجھے اس پھنسی کی جگہ سرخ اونٹ مل جائے۔ [عنده ایضاً كذا فی المنتخب ۵:۷۴]

بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا بینائی کے چلے جانے پر صبر کرنا

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری آنکھیں دکھنے آ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے زید! اگر تمہاری آنکھیں ایسے ہی دکھتی رہیں اور ٹھیک نہ ہوئیں تو تم کیا کرو گے؟ میں نے کہا صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری آنکھیں یوں ہی دکھتی رہیں اور تم نے صبر کیا اور ثواب کی امید رکھی تو تمہیں اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۷۸]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی آنکھیں آ گئیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ان کی عیادت کرنے گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا اے زید! تمہاری آنکھوں کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو گے اور اس پر اللہ سے ثواب کی امید رکھو گے تو تم اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملو گے کہ تمہارے اوپر کوئی گناہ نہ ہوگا۔

[عند احمد قال الهيثمی ۲:۳۰۸ وفيه جعفی وفيه كلام كثير وقد وثقه الثوری و شعبة انتهى]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بیمار تھا اس وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لیے تشریف لائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہاری اس بیماری سے تو کوئی خطرہ نہیں ہے لیکن تمہارا اس وقت کیا حال ہوگا جب تم میرے بعد زندہ رہو گے اور نابینا ہو جاؤ گے؟ میں نے کہا میں صبر کروں گا اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تم تو بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد واقعی نابینا ہو گئے۔ [عند ابی یعلی و ابن عساکر و اخرجه البیهقی عن زید بمعناه کما فی الکنز ۲:۱۵۷ واخرجه الطبرانی فی الکبیر عن زید نحوه]

طبرانی کی روایت میں یہ مضمون بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت زید رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی نگاہ کی روشنی واپس فرما دی پھر حضرت زید کا انتقال ہوا۔ اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔ [قال الهیثمی ۲:۳۰۹ بنت بریر بن حماد لم اجد من ذکرها]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی کی بینائی چلی گئی لوگ ان کی عیادت کے لیے آئے تو انہوں نے فرمایا مجھے آنکھوں کی اس لیے ضرورت تھی تاکہ میں ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کروں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لے گئے تو اب اللہ کی قسم! مجھے اس سے بالکل خوشی نہیں ہوگی کہ میری آنکھوں کی یہ تکلیف تبالہ (یمن کا شہر) کے کسی ہرن کو ہو جائے۔ [اخرجه البخاری فی الادب ۷۸ واخرجه ابن سعد ۲:۷۵ عن القاسم نحوه]

اولاد واقارب اور دوستوں کی موت پر صبر

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آنکھ آنسو بہا رہی ہے اور دل غمگین ہو رہا ہے لیکن ہم زبان سے وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہو۔ اے ابراہیم! اللہ کی قسم! ہم تمہارے جانے کی وجہ سے غمگین ہیں۔ [اخرجه ابن سعد ۱:۹۰]

حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ پر سہارا لیے ہوئے اندر تشریف لائے۔ اندر حضرت ابراہیم پر نزع کی حالت طاری تھی جب ان کا انتقال ہو گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو روکتے ہیں جب مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روتا ہوا دیکھیں گے تو وہ بھی رونے لگ جائیں گے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو رک گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ رونا رحم یعنی دل کی نرمی کی وجہ سے ہے جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا ہے اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ ہم تو لوگوں کو مردہ پر نوحہ کرنے سے روکتے ہیں اور اس بات سے روکتے ہیں کہ مردوں کی ان خوبیوں کا تذکرہ کیا جائے جو اس میں نہیں تھیں اگر اللہ تعالیٰ کا سب کو اکٹھا کر دینے کا وعدہ اور موت کا چالو راستہ نہ ہوتا اور ہم میں سے بعد میں جانے والوں کا پہلے جانے والوں سے جا ملنا نہ ہوتا تو ہمیں اس سے زیادہ غم ہوتا اور ہم اس کے جانے پر غمگین ہیں آنکھ سے آنسو بہہ رہے ہیں دل غمگین ہے لیکن ہم زبان سے ایسی بات نہیں کہیں گے جس سے ہمارا رب ناراض ہو اور اس کی دودھ پینے کی باقی مدت جنت میں پوری کی جائے گی۔

[عند ابن سعد ایضاً ۱:۸۸ واخرجه ایضاً ۱:۸۹ عن عبدالرحمن بن عوف اطول منه بمعناه]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک صاحبزادی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلانے کے لیے ایک آدمی یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ان کے بیٹے کا انتقال ہونے والا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے قاصد سے فرمایا کہ واپس جا کر میری بیٹی کو بتا دو کہ اللہ نے جو چیز ہم سے لے لی وہ بھی اسی کی ہے اور جو ہمیں دی ہے وہ بھی اسی کی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ہر چیز کا وقت مقرر ہے اور اسے کہہ دو کہ وہ صبر کرے اور اللہ سے ثواب کی امید رکھے (وہ قاصد صاحبزادی کے پاس جواب لے کر گیا لیکن صاحبزادی نے اسے دوبارہ بھیج دیا) وہ قاصد دوبارہ آیا اور اس نے کہا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر کہہ رہی ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس ضرور تشریف لے جائیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سعد بن عبادہ، حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی بن کعب اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور چند صحابہ بھی کھڑے ہوئے میں بھی ان حضرات کے ساتھ گیا (جب وہاں پہنچے تو) اس بچے کو اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا بچے کا سانس اکھڑا ہوا

تھا (ایسی آواز آرہی تھی) جیسے کہ وہ پرانے اور سوکھے مشکیزے میں ہو حضور ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا یہ رحم اور شفقت کا مادہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے (خاص) بندوں کے دلوں میں رکھا ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ان ہی بندوں پر رحم فرماتے ہیں جو دوسروں پر رحم کرنے والے ہوں۔ [عند ابی یعلی و ابن عساکر و اخرجه البیهقی عن زید بمعناه کما فی الکنز ۲: ۱۵۷ واخرجه الطبرانی فی الکبیر عن زید نحوه]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو آپ نے ایسا دردناک منظر دیکھا کہ اس سے زیادہ دردناک منظر کبھی نہ دیکھا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ ان کے کان ناک وغیرہ اعضاء کاٹ دیئے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا اللہ کی رحمت تم پر ہو جہاں تک مجھے معلوم ہے تم صلہ رحمی کرنے والے اور بہت زیادہ نیکیاں کرنے والے تھے اللہ کی قسم! اگر تمہارے بعد والے رشتہ داروں کے رنج و غم کے زیادہ ہونے کا خطرہ نہ ہوتا تو میری خوشی اس میں تھی کہ میں تمہیں یہاں ایسے ہی چھوڑ دیتا (اور دفن نہ کرتا اور تمہیں درندے کھا جاتے یوں تمہاری قربانی اور بڑھ جاتی) تاکہ اللہ تعالیٰ تمہیں درندوں کے پیٹوں میں سے جمع کر کے اٹھاتا۔ غور سے سنو! اللہ کی قسم! ان کافروں نے جیسے تمہارے ناک کان اعضاء کاٹے ہیں میں ان میں سے ستر کافروں کے اسی طرح ناک کان اعضاء کاٹوں گا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ سورت لے کر نازل ہوئے:

﴿وَإِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُمْ بِهِ﴾

''اور اگر بدلہ لینے لگو تو اتنا ہی بدلہ لو جتنا تمہارے ساتھ برتاؤ کیا گیا اور اگر صبر کرو تو وہ صبر کرنے والوں کے حق میں بہت ہی اچھی بات ہے اور آپ صبر کیجئے اور آپ کا صبر کرنا خدا ہی کی توفیق سے ہے اور ان پر غم نہ کیجئے اور جو کچھ یہ تدبیریں کیا کرتے ہیں اس سے تنگ دل نہ ہوئیے۔''

اس پر حضور ﷺ نے اپنی اس قسم کو پورا نہ کیا بلکہ اس کا کفارہ ادا کیا۔

[اخرجه البزار والطبرانی وفیه صالح بن بشیر المزنی وهو ضعیف کما قال الهیثمی ۶: ۱۱۹ واخرجه الحاکم ۳: ۱۹۷ بهذا الاسناد نحوه]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (کی شہادت کے بعد ان) پر کھڑے ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ دل دکھانے والی حالت دیکھی اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اپنی رشتہ دار عورتوں کے رنج وغم بڑھ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں انہیں دفن نہ کرتا اور یہاں ایسے ہی چھوڑ دیتا تا کہ یہ درندوں کے پیٹوں اور پرندوں کی پوٹوں میں چلے جاتے اور وہاں سے اللہ تعالیٰ انہیں میدان حشر میں اٹھاتے ان کی دردناک حالت دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت غم میں فرمایا اگر وہ کافر میرے قابو آ گئے تو میں ان میں سے تیس آدمیوں کے ناک کان اعضاء کاٹوں گا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَاعُوْقِبْتُمْ بِهٖ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ سے لے کر يَمْكُرُوْنَ تک (ترجمہ پہلے گزر چکا ہے) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر حضرت حمزہ کو قبلہ رخ لٹایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو تکبیریں کہہ کر ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (پھر ان کا جنازہ وہیں رہنے دیا) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شہداء کو لایا گیا جب بھی کوئی شہید لایا جاتا تو اسے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پہلو میں رکھ دیا جاتا (چونکہ شہداء ۷۲ تھے اس وجہ سے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ کی اور دیگر شہداء کی بہتر مرتبہ نماز جنازہ پڑھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان شہداء کو دفن کیا۔ جب قرآن کی اوپر والی آیت نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو معاف کر دیا اور ان سے درگزر فرمایا اور ان کے ناک، کان اعضاء کاٹنے کا ارادہ چھوڑ دیا۔

[عند الطبرانی وفیه أحمد بن ایوب بن راشد وهو ضعیف قاله الهیثمی ۱۲۶:۶]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب میرے والد شہید ہوئے تو میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اگلے دن میں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج بھی تمہیں دیکھ کر مجھے وہی رنج وصدمہ ہو رہا ہے جو کل ہوا تھا۔ [اخرجه ابن ابی شیبة وابن منیع والبزار و البادردی والدارقطنی فی الافراد وسعد ابن منصور کذا فی المنتخب ۱۳۶:۵]

حضرت خالد بن شمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے گئے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی بیٹی بلک بلک کر رونے لگی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگ گئے اور اتنا روئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے

کی آواز آنے لگ گئی۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک دوست کا اپنے محبوب دوست کے شوق میں رونا ہے۔ [عند ابن سعد ۳:۳۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو چکا تھا اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا بوسہ لیا اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم رو رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ [اخرجه الترمذی کذا فی الاصابة ۲:۴۶۴]

ابن سعد کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آنسو بہہ کر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے رخسار پر گر رہے ہیں۔

[اخرجه ابن سعد ۳:۲۸۸ عن عائشه نحوه]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا موت پر صبر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ جنگ بدر کے دن شہید ہوئے تھے اور یہ اس جماعت میں تھے جو لشکر کی دیکھ بھال کرنے والی تھی انہیں اچانک ایک نامعلوم تیر لگا جس سے یہ شہید ہو گئے ان کی والدہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بتائیں کہ حارثہ کہاں ہے؟ اگر وہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی ورنہ اللہ تعالیٰ بھی دیکھ لیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں یعنی کتنا نوحہ کرتی ہوں (اس وقت تک نوحہ کرنا حرام نہیں ہوا تھا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا تیرا بھلا ہو! کیا تم بیوقوف ہو گئی ہو (کہ ایک ہی جنت سمجھتی ہو) جنتیں تو آٹھ ہیں اور تمہارے بیٹے کو فردوس اعلیٰ جنت ملی ہے۔

[اخرجه الشيخان كذا فی البداية ۳:۲۷۴ واخرجه البيهقی ۹:۱۶۷ عن انس نحوه]

ایک روایت میں یہ ہے کہ اگر حارثہ جنت میں ہے تو میں صبر کروں گی اور اگر کہیں اور ہے تو میں اس کی وجہ سے رونے میں سارا زور لگاؤں گی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام حارثہ! وہاں تو کئی جنتیں ہیں اور تمہارا بیٹا فردوس اعلیٰ میں گیا ہے۔ [واخرجه ابن ابی شيبة كما فی الكنز ۵:۲۷۳ والحاكم ۳:۲۰۸ وابن سعد ۳:۶۸ عن انس بمعناه والطبرانی كما فی الكنز ۵:۷۵ عن حصين بن عوف الخثعمی رضی الله تعالی عنه بمعناه]

طبرانی کی روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا اے ام حارثہ وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور وہ فردوس اعلیٰ جنت میں ہے حضرت اُم حارثہ رضی اللہ عنہا نے کہا پھر تو میں صبر کروں گی۔ ابن نجار کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُم حارثہ رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو میں نہ روؤں گی اور نہ غم کا اظہار کروں گی اور اگر وہ جہنم میں ہے تو میں جب تک دنیا میں زندہ رہوں گی روتی رہوں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اُم حارثہ! وہاں ایک جنت نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں اور (تمہارا بیٹا) حارث (پیار کی وجہ سے حارثہ کی جگہ حارث فرمایا) تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ اس پر وہ ہنستی ہوئی واپس گئیں اور کہہ رہی تھیں واہ واہ اے حارثہ تیرے کیا کہنے۔ [اخرجه ابن النجار عن انس مطولا کما فی الکنز ۷:۱۲۶]

حضرت محمد بن حاطب بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو قریظہ کی لڑائی میں انصار کے ایک صاحب شہید ہوگئے جنہیں خلاد کہا جاتا تھا کسی نے آ کر ان کی والدہ سے کہا اے اُم خلاد! خلاد شہید ہوگئے تو وہ نقاب پہنے ہوئے باہر آئیں کسی نے کہا تمہارا بیٹا خلاد شہید ہو گیا ہے اور تم نے نقاب پہنا ہوا ہے (تمہیں اظہار غم کے لیے نقاب اتار دینا چاہئے) انہوں نے کہا اگر میرا بیٹا خلاد چلا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ میں شرم وحیا کو بھی ہاتھ سے جانے دوں۔ حضور ﷺ کو جب اس کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ غور سے سنو! خلاد کو دو شہیدوں کا اجر ملا ہے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! ایسا کیوں ہوا؟ حضور ﷺ نے فرمایا اس لیے کہ اہل کتاب نے اسے قتل کیا ہے۔ [واخرجه ابو نعیم عن عبد الخبیر بن قیس بن شماس عن ابیه عن جده کما فی الکنز ۲:۱۵۷ واخرجه ایضا ابو یعلی من طریق عبد الخبیر بن قیس بن ثابت بن قیس بن شماس عن ابیه عن جده نحوه کما فی الاصابة ۱:۴۵۴ وقال ابن منده غریب لا نعرفه الا من هذا الوجه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (ان کی والدہ) حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا (اپنے خاوند) ابوانس رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا آج میں ایسی خبر لائی ہوں جو تمہیں پسند نہیں آئے گی ابوانس نے کہا تم اس دیہاتی کے پاس سے ہمیشہ ایسی خبر لاتی ہو جو مجھے پسند نہیں آتیں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا' تھے تو وہ دیہاتی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں چن لیا اور انہیں پسند کر کے نبی بنایا ہے۔ ابوانس نے کہا اچھا کیا خبر لائی ہو؟ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا شراب حرام کر دی گئی ابوانس نے کہا آج سے میرے اور تمہارے درمیان جدائی ہوگئی (یعنی میں نے تمہیں طلاق دے دی) اور ابوانس

حالت شرک میں ہی مرا اور حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (جو اس وقت تک کافر تھے) حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس (شادی کرنے کے ارادہ سے) آئے تو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا جب تک تم مشرک رہو گے میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ حضرت ابوطلحہ نے کہا نہیں اللہ کی قسم! جو تم کہہ رہی ہو وہ تم چاہتی نہیں ہو۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا میں کیا چاہتی ہوں؟ حضرت ابوطلحہ نے کہا تم سونا اور چاندی لینا چاہتی ہو (مشرک ہونے کا بہانہ تو تم ویسے ہی کر رہی ہو) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا میں تمہیں اور اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس بات پر گواہ بناتی ہوں کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو میں تم سے اسلام پر راضی ہو جاؤں گی (اور مہر کا مطالبہ نہ کروں گی یہ اسلام ہی مہر ہو گا) حضرت ابوطلحہ نے کہا۔ میرا یہ کام کون کرے گا؟ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا اے انس! اٹھو اور اپنے چچا کے ساتھ جاؤ چنانچہ میں اٹھا اور حضرت ابوطلحہ بھی اٹھے اور انہوں نے اپنا ہاتھ میرے کندھے پر رکھا پھر ہم دن میں چلتے رہے یہاں تک کہ جب ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری گفتگو سن لی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ابوطلحہ ہیں ان کی پیشانی پر اسلام کی رونق ہے چنانچہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور کلمہ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمد عبدہ ورسولہ پڑھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام پر ہی ان کی شادی حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے کر دی حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا سے ان کا بیٹا پیدا ہوا جب وہ چلنے لگا اور والد کو اس سے بہت پیار ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی روح قبض کر لی پھر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب گھر آئے تو انہوں نے پوچھا اے اُم سلیم! میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے سے بہتر ہے (یہ غلط نہیں کہا اس لیے کہ مؤمن کی حالت مرنے کے بعد دنیا سے بہتر ہو جاتی ہے) پھر حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا آج آپ نے دوپہر کے کھانے میں دیر کر دی تو کیا آپ دوپہر کا کھانا کھائیں گے؟ فرماتی ہیں پھر میں نے کھانا ان کے سامنے رکھا اور میں نے ان سے کہا کچھ لوگوں نے ایک آدمی سے کوئی چیز بطور عاریت لی۔ پھر وہ عاریت ان کے پاس کچھ عرصہ رہی اور عاریت کے مالک نے آدمی بھیج کر اس عاریت کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور اپنی عاریت واپس لے لی تو کیا ان لوگوں کو اس پر پریشان ہونا چاہئے حضرت ابوطلحہ نے کہا نہیں حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا تو پھر آپ کا بیٹا اس دنیا سے چلا گیا ہے (آپ کو اللہ نے دیا تھا اور اب اسے واپس لے لیا ہے) حضرت ابوطلحہ نے پوچھا اس وقت وہ کہاں ہے حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا وہ اندر کوٹھڑی میں ہے چنانچہ

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اندر جا کر اس بچے کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور انا للہ پڑھی اور جا کر حضور ﷺ کو حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کی ساری بات بتائی حضور ﷺ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے اُم سلیم نے چونکہ اپنے اس بیٹے کے مرنے پر صبر کیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے رحم میں ایک اور لڑکے کا حمل شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ جب حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں وہ لڑکا پیدا ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا اے انس! اپنی والدہ سے جا کر کہو کہ جب تم اپنے بیٹے کی ناف کاٹ لو تو اسے کچھ چکھانے سے پہلے میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے وہ بچہ میرے بازوؤں پر رکھ دیا اور میں نے آ کر حضور ﷺ کے سامنے اس بچے کو رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا میرے پاس تین عجوہ کھجوریں لاؤ چنانچہ میں تین عجوہ کھجوریں لایا حضور ﷺ نے ان کی گٹھلیاں نکال کر پھینک دیں اور پھر انہیں اپنے منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر اس بچے کا منہ کھول کر اس میں ڈال دیں بچہ انہیں زبان سے چوسنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا یہ انصاری ہے اس لیے اسے کھجور پسند ہے پھر فرمایا جا کر اپنی والدہ سے کہو اللہ تعالیٰ تمہارے لیے اس بیٹے میں برکت عطا فرمائے اور اسے نیک اور متقی بنائے۔ [اخرجه البزار قال الهيثمی ۹: ۲۶۱ رواه البزار و رجاله رجال الصحيح غير احمد بن منصور الرمادی وهو ثقة وفی رواية للبزار ايضا قالت له اتزوجك وانت تعبد خشبة يجرها عبدی فلان فذكر الحديث ورجاله رجال الصحيح. انتهٰى واخرجه ابن سعد ۸: ۳۱۲ عن انس بدون ذكر قصة اسلام ابی طلحة]

بزار کی ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے شادی کے پیام کے جواب میں کہا کیا میں آپ سے شادی کر لوں حالانکہ آپ ایسی لکڑی کی عبادت کرتے ہیں جسے میرا فلاں غلام گھسیٹے پھرتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا بیمار تھا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر سے باہر گئے تو پیچھے اس کا انتقال ہو گیا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر پوچھا کہ میرے بیٹے کا کیا ہوا؟ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا پہلے سے زیادہ سکون میں ہے۔ پھر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ان کے سامنے رات کا کھانا رکھا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا کھایا اور بعد میں ان سے صحبت بھی کی جب وہ فارغ ہو گئے تو حضرت اُم سلیم نے کہا بچے کو دفن کر دو۔ صبح کو آ کر حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ساری بات حضور ﷺ کو بتائی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے آج رات صحبت کی ہے؟

انہوں نے کہا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا اے اللہ! ان دونوں (کی صحبت) میں برکت عطا فرما۔ چنانچہ ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا اسے حفاظت سے حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ۔ حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے بچے کے ساتھ مجھے کھجوریں بھی دیں میں اس بچے کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضور ﷺ نے بچے کو لیا اور فرمایا کیا اس بچے کے ساتھ کوئی چیز بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں کھجوریں ہیں حضور ﷺ نے وہ کھجوریں لے کر انہیں چبایا اور انہیں اپنے منہ سے نکال کر اس بچے کے منہ میں تالو پر لگا دیا اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

[عند البخاری ۲: ۸۲۲]

بخاری کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دونوں کی اس رات میں برکت عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت سفیان کہتے ہیں کہ ایک انصاری آدمی نے کہا میں نے اس بچے کے نو بیٹے دیکھے جو سب قرآن پڑھے ہوئے تھے۔

[عند البخاری ۱: ۱۷۴]

حضرت قاسم بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو غزوۂ طائف میں ایک تیر لگا تھا (جس کا زخم ایک دفعہ تو بھر گیا تھا لیکن) حضور ﷺ کے انتقال کے چالیس دن کے بعد وہ زخم پھر پھٹ گیا اور اس میں ان کا انتقال ہو گیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا اے بٹیا! اللہ کی قسم! مجھے تو ایسے معلوم ہو رہا ہے کہ جیسے کسی بکری کا کان پکڑ کر اسے ہمارے گھر سے باہر نکال دیا گیا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے آپ کے دل کو مضبوط کر دیا اور اس موقع کی ہدایت پر آپ کو پکا کر دیا۔ یعنی اس موقع پر صبر و ہمت سے کام لینے کی توفیق عطا فرما دی) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر آ گئے پھر اندر آئے اور فرمایا اے بٹیا! کیا تمہیں اس بات کا ڈر ہے کہ تم نے عبداللہ کو زندہ ہی دفن کر دیا ہو؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے ابا جان! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں شیطان مردود سے اس اللہ کی پناہ چاہتا ہوں جو سننے والا اور جاننے والا ہے اے بٹیا! ہر آدمی کے دل میں دو طرح کے خیالات آتے ہیں ایک اچھے جو فرشتے کی طرف سے آتے ہیں ایک برے جو شیطان کی طرف سے آتے ہیں پھر قبیلہ ثقیف کا وفد (طائف سے) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ تیر جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بیٹے عبداللہ کو لگا تھا وہ ان کے

پاس تھا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وہ تیر نکال کر انہیں دکھایا اور پوچھا کہ آپ لوگوں میں سے کوئی اس تیر کو پہچانتا ہے؟ تو قبیلہ بنو عجلان کے حضرت سعد بن عبید رضی اللہ عنہ نے کہا اس تیر کو میں نے تراشا تھا اور میں نے اس کا پر لگایا تھا اور اس کا پٹھا لگایا تھا اور میں نے ہی یہ تیر مارا تھا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (میرا بیٹا) عبداللہ بن ابی بکر اسی سے شہید ہوا ہے لہٰذا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے اسے تمہارے ہاتھوں شہادت سے نوازا اور تمہیں اس کے ہاتھ سے (قتل کروا کر) ذلیل نہیں کیا (ورنہ تم دوزخ میں جاتے) بے شک اللہ تعالیٰ وسیع حمایت وحفاظت والے ہیں۔

[اخرجه الحاكم ٣:٤٧٦]

بیہقی کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ نے تمہیں اس کے ہاتھ سے ذلیل نہیں کیا۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کے لیے (فائدہ میں) وسعت پیدا فرمادی۔ [اخرجه البيهقي ٩:٩٨ نحوه]

حضرت عمر بن سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو حضرت عثمان اسے منگواتے اسے کپڑے کے ٹکڑے میں لپیٹ کر لایا جاتا۔ پھر وہ اسے ناک لگا کر سونگھتے کسی نے پوچھا آپ اس طرح کیوں کرتے ہیں فرمایا میں اس لیے کرتا ہوں تاکہ میرے دل میں اس کی کچھ محبت پیدا ہو جائے اور پھر اگر اسے کچھ ہو (یعنی بیمار ہو جائے یا مر جائے) تو (اس محبت کی وجہ سے) دل کو رنج وصدمہ ہو اور پھر صبر کیا جائے اور اس پر جنت ملے۔ (جب بچہ سے محبت نہیں ہوگی تو اس کی بیماری یا موت سے صدمہ بھی نہیں ہوگا اور صبر کرنے کی ضرورت نہیں ہوگی) [اخرجه ابن سعد كذا في الكنز ٢:١٥٧]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کیا بات ہے آپ کا کوئی بچہ زندہ نہیں رہتا؟ فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو میرے بچوں کو اس فانی گھر سے لے رہا ہے اور ہمیشہ رہنے والے گھر یعنی جنت میں جمع کر رہا ہے۔ [اخرجه ابو نعيم كذا في الكنز ٢:١٥٧]

حضرت عمر بن عبدالرحمٰن بن زید بن خطاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کوئی رنج وصدمہ پہنچتا تو (اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے) فرماتے کہ مجھے (میرے بھائی) حضرت زید بن خطاب رضی اللہ عنہ (کی شہادت) کا زبردست صدمہ پہنچا تھا لیکن میں نے اس پر صبر کر لیا تھا (تو یہ تو اس سے چھوٹا ہے اس پر تو صبر کرنا ہی چاہیے) حضرت عمر نے اپنے بھائی حضرت زید کے قاتل کو دیکھا تو فرمایا تیرا بھلا ہو! تو نے میرے ایسے بھائی کو قتل کیا ہے کہ جب بھی پروا ہوا

چلتی ہے تو مجھے وہ بھائی یاد آجاتا ہے (یعنی اس سے بہت زیادہ محبت ہے)

[اخرجه الحاكم ۳:۲۲۷ واخرجه البيهقى ۹:۹۸ عن عبد الرحمن بن زيد مثله]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو (ان کی ہمشیرہ) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا انہیں تلاش کرتی ہوئی آئیں انہیں معلوم نہیں تھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ راستہ میں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما سے ان کی ملاقات ہوئی حضرت علی نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا تم اپنی والدہ کو بتا دو (کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے ہیں) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا نہیں بلکہ آپ اپنی پھوپھی کو بتائیں حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے ان دونوں سے پوچھا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو کیا ہوا؟ ان دونوں نے ایسے ظاہر کیا جیسے کہ انہیں معلوم نہیں ہے وہ چلتے چلتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھ کر فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ صدمہ کی شدت سے ان کے دماغ پر اثر نہ پڑ جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی (اور پھر انہیں بتایا جس پر) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے انا للہ پڑھی اور رونے لگیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کھڑے ہو گئے ان کے ناک کان اور دیگر اعضاء کٹے ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا اگر (رشتہ دار) عورتوں کی پریشانی کا ڈر نہ ہوتا تو میں انہیں (دفن نہ کرتا بلکہ) یہیں چھوڑ دیتا تاکہ کل قیامت کے دن ان کا حشر پرندوں کی پوٹوں اور درندوں کے پیٹوں سے ہوتا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر شہداء کے جنازوں کو لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نماز جنازہ پڑھنے لگے اور اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ نو اور جنازے رکھے جاتے آپ سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھتے پھر نو جنازے تو اٹھا لیے جاتے لیکن حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا جنازہ وہاں ہی رہنے دیا جاتا پھر نو اور جنازے لائے جاتے آپ سات تکبیروں کے ساتھ ان کی نماز جنازہ پڑھتے یونہی سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ آپ ان کی نماز جنازہ سے فارغ ہوئے۔ [اخرجه الحاكم ۳:۱۹۷ واخرجه ايضاً ابن ابى شيبة والطبرانى نحوه عن ابن عباس كما فى المنتخب ۵:۱۷۰ والبزار كما فى المجمع ۶:۱۱۸ وقال فى اسناد البزار والطبرانى يزيد بن ابى زياد وهو ضعيف]

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ احد کے دن ایک عورت سامنے سے تیز چلتی ہوئی نظر آئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ مقتول شہداء کو دیکھنا چاہتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے

پسند نہ فرمایا کہ یہ عورت انہیں دیکھے اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا عورت! عورت! یعنی اسے روکو۔ مجھے دیکھنے سے اندازہ ہوگیا کہ یہ میری والدہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا ہیں چنانچہ میں دوڑ کر ان کی طرف گیا اور ان کے شہداء تک پہنچنے سے پہلے میں ان تک پہنچ گیا انہوں نے میرے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور وہ بڑی طاقتور تھیں اور انہوں نے کہا پرے ہٹ زمین تیری نہیں ہے۔ میں نے کہا حضور ﷺ نے بڑی تاکید سے آپ کو ادھر جانے سے روکا ہے یہ سن کر وہ وہیں رک گئیں اور ان کے پاس دو چادریں تھیں انہیں نکال کر فرمایا یہ دو چادریں میں اپنے بھائی حمزہ کے لیے لائی ہوں مجھے ان کے شہید ہونے کی خبر مل چکی ہے لہٰذا ان کو ان میں کفن دے دو۔ چنانچہ ہم لوگ وہ چادریں لے کر کفنانے کے لیے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے وہاں ہم نے دیکھا کہ ایک انصاری شہید بھی پڑے ہوئے ہیں جن کے ساتھ کافروں نے وہی سلوک کیا ہوا ہے جو انہوں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ کیا تھا تو ہمیں اس میں بڑی غیرت اور شرم محسوس ہوئی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دو چادروں میں کفن دیا جائے اور انصاری کے پاس ایک بھی چادر نہ ہو۔ چنانچہ ہم نے کہا ایک چادر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی اور دوسری انصاری کی۔ دونوں چادروں کو ناپا تو ایک بڑی تھی اور ایک چھوٹی۔ چنانچہ ہم نے دونوں حضرات کے لیے قرعہ اندازی کی اور جس کے حصہ میں جو چادر آئی اسے اس میں کفنا دیا۔ [عند البزار واحمد و ابی یعلی قال الهیثمی ۶: ۱۱۸ وفیه عبد الرحمن بن ابی الزناد وهو ضعیف و قد انتهی]

حضرت زہری، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت محمد بن یحییٰ اور دیگر حضرات حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بارے میں نقل فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا اپنے بھائی کو دیکھنے آئیں تو انہیں راستہ میں (ان کے بیٹے) حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ملے انہوں نے کہا اے اماں جان! حضور ﷺ فرما رہے ہیں کہ آپ واپس چلی جائیں۔ انہوں نے کہا کیوں؟ مجھے یہ خبر مل چکی ہے کہ میرے بھائی کے ناک، کان اعضاء کاٹے گئے ہیں اور ان کے ساتھ یہ سب کچھ اللہ کی وجہ سے کیا گیا ہے اور جو کچھ ہوا ہے ہم اس پر بالکل راضی ہیں انشاء اللہ میں ہر طرح صبر کروں گی اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں گی۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور ﷺ کو بتایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اچھا انہیں جانے دو نہ روکو۔ چنانچہ وہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئیں اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی پھر حضور ﷺ کے فرمانے پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا۔

[عند ابن اسحاق فی السیرة کذا فی الاصابة ۴: ۳۴۹]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک دن (میرے خاوند) حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے میرے ہاں آئے اور انہوں نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات سنی ہے جس سے مجھے بہت زیادہ خوشی ہوئی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی مسلمان پر کوئی مصیبت آئے اور وہ اس پر انا للہ پڑھے اور یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاخْلُفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْهَا))

''اے اللہ! مجھے اس مصیبت میں اجر عطا فرما اور جو چیز چلی گئی ہے اس سے بہتر مجھے عطا فرما۔''

تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر صورت عطا فرماتے ہیں۔ حضرت اُم سلمہ کہتی ہیں میں نے اس کی اس بات کو یاد رکھا چنانچہ جب حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو میں نے انا للہ پڑھی اور یہ دعا پڑھی۔ دعا تو میں نے پڑھ لی لیکن دل میں یہ خیال آتا رہا کہ ابو سلمہ سے بہتر مجھے کون مل سکتا ہے؟ جب میری عدت ختم ہوگئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پاس آنے کی اجازت مانگی اس وقت میں کھال رنگ رہی تھی میں نے کیکر کے پتوں والے ہاتھ دھوئے (کھال کے رنگنے میں کیکر کے پتے استعمال ہوتے تھے) اور پھر میں نے آپ کو اجازت دی اور میں نے آپ کے لیے چمڑے کا گدا رکھا جس کے اندر کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی آپ اس پر بیٹھ گئے اور مجھے اپنے ساتھ شادی کرنے کا پیغام دیا جب آپ بات پوری فرما چکے تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ہو نہیں سکتا کہ مجھے آپ سے شادی کرنے کی رغبت نہ ہو لیکن ایک بات یہ ہے کہ میری طبیعت میں غیرت بہت ہے تو مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اس غیرت کی وجہ سے آپ میری طرف سے کوئی ایسی بات دیکھیں جس پر اللہ تعالیٰ مجھے عذاب دے۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ میں بال بچوں والی عورت ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے جو غیرت کا ذکر کیا ہے اسے اللہ تعالیٰ دور فرما دیں گے اور تم نے عمر زیادہ ہونے کا جو ذکر کیا ہے تو تمہاری طرح میری عمر بھی زیادہ ہوگئی ہے اور تم نے بچوں کا ذکر کیا ہے تو تمہارے بچے میرے بچے ہیں اس پر میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو تسلیم کر لیا اور پھر واقعی اللہ تعالیٰ نے مجھے حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر خاوند عطا فرما دیا یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [اخرجه احمد ورواه النسائی وابن ماجه والترمذی وقال حسن غریب كذا فی البداية ۴: ۹۱ واخرجه ابن سعد ۸: ۶۳، ۶۴]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم حج یا عمرے سے واپس آئے تو ذوالحلیفہ پر ہمارا استقبال ہوا اور انصاری لڑکے اپنے گھر والوں کا استقبال کر رہے تھے تو لوگ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ سے ملے اور انہیں بتایا کہ ان کی بیوی کا انتقال ہو گیا ہے یہ سن کر وہ اپنے منہ پر کپڑا ڈال کر رونے لگے میں نے ان سے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں آپ کو اسلام میں سبقت حاصل ہے اور آپ پرانے مسلمان ہیں آپ کو کیا ہوا کہ آپ ایک عورت کی وجہ سے رو رہے ہیں؟ اس پر انہوں نے سر سے کپڑا اٹھایا اور کہا آپ سچ فرماتی ہیں میری زندگی کی قسم! حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد مجھے کسی پر رونے کا حق نہیں پہنچتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بارے میں بڑی فضیلت والی بات فرمائی تھی میں نے پوچھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مرنے پر عرش بھی ہل گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس وقت حضرت اسید میرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان چل رہے تھے۔ [اخرجه ابن ابی شیبة واحمد والشاشی وابن عساکر کذا فی الکنز ۷:۴۲ واخرجه ابن سعد ۳:۱۲ والحاکم ۳:۲۸۹ عن عائشة نحوه قال الحاکم صحیح علی شرط مسلم و لم یخرجاه وقال الذهبی صحیح واخرجه ابونعیم ایضاً عن عائشه نحوه کما فی الکنز ۸:۱۱۸ الا انه وقع عنده قال افیحق لی ان لا ابکی وقد سمعت رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم یقول اهتز العرش اعواده لموت سعد بن معاذ وعند الطبرانی کما فی المجمع ۹:۳۰۹ فقال ومالی لا ابکی وقد سمعت فذکره وقال اسانیدها کلها حسنة]

حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو وہ رونے لگے کسی نے ان سے کہا کیا آپ رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ نسب میں میرے بھائی تھے اور ہم دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھے رہے ہیں لیکن اس کے باوجود مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ میں ان سے پہلے مرتا بلکہ ان کا پہلے انتقال ہوا اور میں صبر کروں اور اللہ سے ثواب کی امید رکھوں یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ میں پہلے مروں اور میرے بھائی صبر کر کے اللہ سے ثواب کی امید رکھیں۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۴: ۲۵۳]

حضرت خیثمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کے بھائی حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ کے انتقال کی خبر ملی تو ان کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور فرمایا یہ (رونا) رحمت

اور شفقت کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ دلوں میں ڈالتے ہیں ابن آدم کا ان (آنسوؤں) پر کوئی اختیار نہیں ہے۔[عند ابن سعد ۴: ۸۴]

حضرت عبداللہ بن ابی سلیط رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابواحمد بن جحش رضی اللہ عنہ (اپنی ہمشیرہ) حضرت زینب بنت جحش کے جنازے کو اٹھائے ہوئے جا رہے ہیں حالانکہ وہ نابینا تھے اور وہ رو رہے تھے۔ پھر میں نے سنا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں اے ابواحمد! جنازے سے ایک طرف ہو جاؤ لوگوں کی وجہ سے تمہیں تکلیف ہوگی (ان کے جنازے کو اٹھانے کے لیے لوگوں کا بڑا ہجوم تھا) حضرت ابواحمد نے کہا اے عمر! ہمیں اسی بات کی وجہ سے ہر خیر ملی ہے اور ان کے جانے پر جو رنج و صدمہ مجھے ہے وہ جنازہ اٹھانے سے کم ہو رہا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا پھر تو تم چمٹے رہو چمٹے رہو۔[اخرجہ ابن سعد ۸: ۸۰]

حضرت احنف بن قیس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں ان میں سے جو بھی کسی دروازے میں داخل ہوگا اس کے ساتھ لوگوں کی ایک بڑی جماعت بھی ضرور داخل ہوگی مجھے ان کی اس بات کا مطلب سمجھ میں نہ آیا یہاں تک کہ انہیں نیزے سے زخمی کیا گیا جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو تین دن نماز پڑھائیں اور انہوں نے اس بات کا بھی حکم دیا کہ نئے خلیفہ کے مقرر ہونے تک لوگوں کو کھانا پکا کر کھلایا جائے جب لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جنازے سے واپس آئے تو دسترخوان بچھائے گئے اور کھانا لا کر رکھا گیا لیکن رنج و غم کی زیادتی کی وجہ سے لوگ کھانا نہیں کھا رہے تھے تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے لوگو! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا ہم نے اس کے بعد کھایا اور پیا پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو ہم نے ان کے بعد کھایا اور پیا اس لیے کھانا کھانا تو ضروری ہے لہٰذا آپ سب یہ کھانا کھائیں پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ہاتھ بڑھا کر کھانا شروع کر دیا تو تمام لوگوں نے ہاتھ بڑھایا اور کھانا شروع کر دیا تو اس وقت مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بات سمجھ آئی کہ قریش لوگوں کے سردار ہیں۔[اخرجہ ابن سعد ۴: ۱۸ کذا فی الکنز ۷: ۷۳ و اخرجہ الطبرانی نحوہ قال الهیثمی ۵: ۱۸۶ وفیہ علی بن زید و حدیثہ حسن وبقیۃ رجالہ رجال الصحیح]

حضرت ابوعیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب کسی آدمی کو کسی مصیبت پر تسلی

دیا کرتے تو فرمایا کرتے آدمی اگر صبر اور حوصلہ سے کام لے تو کوئی مصیبت نہیں ہے اور گھبرانے اور پریشان ہونے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ موت سے پہلے کا معاملہ بہت آسان ہے اور اس کے بعد کا معاملہ بہت سخت ہے حضور ﷺ کی وفات کے صدمہ کو یاد کر لیا کرو اس سے تمہاری ہر مصیبت ہلکی ہو جائے گی اللہ تعالیٰ تمہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔

حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے حضرت اشعث بن قیس رضی اللہ عنہ کو ان کے بیٹے کی وفات پر تسلی دی تو فرمایا اگر (بیٹے کے جانے پر) آپ کو رنج وصدمہ ہے تو یہ رشتہ داری کا تقاضا ہے اب اگر آپ صبر کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے بیٹے کا بدل عطا فرمائیں گے۔ اگر صبر کریں گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا لیکن آپ کو اجر وثواب ملے گا اور اگر گلہ شکوہ کریں گے تو بھی تقدیر کا لکھا پورا ہو کر رہے گا لیکن آپ کو گناہ ہوگا۔

[اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز ۸: ۱۲۲]

عام مصائب پر صبر کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے آپ ﷺ کے پاس ایک انصاری عورت آئی اور اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ خبیث (شیطان) مجھ پر غالب آ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے اس سے فرمایا تم کو جو تکلیف ہے اگر تم اس پر صبر کرو تو قیامت کے دن تم اس حال میں آؤ گی کہ نہ تم پر کوئی گناہ ہوگا اور نہ تم سے حساب لیا جائے گا اس عورت نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں مرتے دم تک (انشاء اللہ) صبر کروں گی البتہ مجھے یہ ڈر رہتا ہے کہ اس حالت میں شیطان مجھے ننگا کرے گا آپ ﷺ نے اس کے لیے اس بارے میں دعا فرمائی چنانچہ جب اسے محسوس ہوتا کہ شیطانی اثرات شروع ہونے والے ہیں تو وہ آ کر کعبہ کے پردوں سے چمٹ جاتی اور شیطان سے کہتی دور ہو جا تو وہ شیطان چلا جاتا۔

[اخرجه البزار]

حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تمہیں میں جنتی عورت نہ دکھاؤں؟ میں نے عرض کیا کیوں نہیں۔ ضرور دکھائیں انہوں نے فرمایا یہ کالی عورت حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور اس نے کہا مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس سے ستر کھل

جاتا ہے میرے لیے اللہ سے دعا فرمادیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو صبر کرو اور تمہیں جنت ملے اور اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے اللہ سے دعا کردوں کہ وہ تمہیں عافیت عطا فرمائے اس عورت نے کہا نہیں نہیں۔ میں تو صبر کروں گی۔ بس اللہ سے یہ دعا فرمادیں کہ میرا ستر نہ کھلا کرے۔ [عند احمد]

یہ قصہ بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔ بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عطاء نے ان اُم زفر رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ رنگ ان کا کالا اور قد لمبا ہے اور کعبہ کے پردے سے ٹیک لگا کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ [کذا فی البدایۃ ۶/ ۱۹۰]

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ایک بدکار عورت تھی (وہ مسلمان ہوگئی) تو ایک مرد اس کے پاس سے گزرا یا وہ کسی مرد کے پاس سے گزری تو اس مرد نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ اس عورت نے کہا رک جاؤ اللہ تعالیٰ نے شرک کو ختم کر دیا ہے اور اسلام کو لے آئے ہیں چنانچہ اس آدمی نے اسے چھوڑ دیا اور واپس چلا گیا لیکن مڑ کر اسے دیکھنے لگا یہاں تک کہ اس کا چہرہ ایک دیوار سے ٹکرا گیا اس آدمی نے حضور ﷺ کی خدمت میں آ کر سارا واقعہ بیان کیا حضور ﷺ نے فرمایا تم اللہ کے ایسے بندے ہو کہ جس کے ساتھ اللہ نے خیر کا ارادہ فرمایا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اسے اس گناہ کی سزا جلدی دے دیتے ہیں یعنی دنیا میں دے دیتے ہیں اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرماتے ہیں تو اس کے گناہ کی سزا روک لیتے ہیں (دنیا میں نہیں دیتے ہیں) بلکہ اس کی پوری سزا اسے قیامت میں دیں گے۔ [کذا فی البدایۃ ۲: ۱۵۵]

حضرت عبداللہ بن خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک جنازے میں تھا کہ اتنے میں ان کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ گیا اس پر انہوں نے انا للہ پڑھی اور فرمایا ہر وہ چیز جس سے تمہیں تکلیف ہو وہ مصیبت ہے (اور مصیبت کے آنے پر انا للہ پڑھنے کا حکم ہے اس لیے میں نے انا للہ پڑھی) [اخرجہ ابن سعد وابن ابی شیبۃ وعبد بن حمید و ابن المنذر والبیھقی]

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جوتے کا اگلا تسمہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے کہا انا للہ وانا الیہ راجعون لوگوں نے عرض کیا اے امیر المؤمنین! کیا آپ جوتے کے ایک تسمے کی وجہ سے انا للہ پڑھتے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر وہ چیز جو مؤمن بندے کو

ناگوار لگے وہ اس کے حق میں مصیبت ہے (اور ہر مصیبت میں انا للہ پڑھنی چاہئے)

[عند المروزی کذا فی الکنز ۲: ۱۵۴]

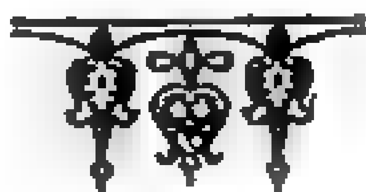
حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ رومی لشکر جمع ہو رہے ہیں اور ان سے بڑا خطرہ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب میں یہ لکھا امابعد! جب بھی مومن بندے پر کوئی سختی آتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد کشادگی ضرور لاتے ہیں اور یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک تنگی دو آسانیوں پر غالب آجائے (یہ قرآن کی آیت ان مع العسر یسرا کی طرف اشارہ ہے کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانیاں ملتی ہیں) اور اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرماتے ہیں:

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اصْبِرُوا وَصَابِرُوا وَرَابِطُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

[سورۃ آل عمران آیت:۲۰۰]

"اے ایمان والو! خود صبر کرو اور مقابلہ میں صبر کرو اور مقابلہ کے لیے مستعد رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم پورے کامیاب ہو۔" [اخرجه مالك و ابن ابی شيبة وابن ابی الدنيا وابن جرير والحاكم والبيهقی كذا فی الكنز ۲/ ۱۵۴]

حضرت عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دو ایسی فضیلتیں حاصل ہیں جو نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مل سکیں اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو۔ ایک تو انہوں نے خلافت کے معاملے میں اپنی ذات کے بارے میں صبر کیا یہاں تک کہ مظلوم بن کر شہید ہو گئے اور دوسری یہ کہ تمام لوگوں کو مصحف عثمانی پر جمع فرمایا۔ [اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱/ ۵۸]



شکر

سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن (مسجد سے) باہر نکلے اور اپنے بالا خانے کی طرف تشریف لے گئے پھر اندر جا کر قبلہ کی طرف منہ کر کے سجدے میں گر گئے اور اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض کر لی ہے۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب جا کر بیٹھ گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے سے سر اٹھایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کون ہے؟ میں نے کہا عبدالرحمٰن۔ آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے سجدے ہی میں آپ کی روح قبض کر لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے مجھے بشارت دی کہ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے گا میں اس پر رحمت بھیجوں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام بھیجے گا میں اس پر سلام بھیجوں گا اس لیے شکر یہ ادا کرنے کے لیے اللہ کے سامنے سجدہ میں گر گیا۔

[اخرجه احمد قال الهيثمى ۲/ ۲۸۷ رواه احمد ورجاله ثقات]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں (ایک رات) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور صبح تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہی رہے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ سجدے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح قبض ہو گئی ہے (نماز اور سجدے سے فارغ ہو کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار پانچ مرتبہ یہی سوال فرمایا پھر فرمایا میرے رب نے جتنی دیر میرے لیے مقدر فرمائی تھی میں نے اتنی دیر نماز پڑھی پھر میرے رب نے مجھ پر خاص تجلی فرمائی (اور کچھ باتیں فرمائیں) اور اس کے آخر

میں مجھ سے پوچھا کہ میں آپ ﷺ کی امت کے ساتھ کیا کروں گا میں نے کہا اے میرے رب! آپ ہی زیادہ جانتے ہیں میرے رب نے فرمایا میں آپ کو آپ کی اُمت کے بارے میں غمگین نہیں کروں گا اس وجہ سے میں نے اپنے رب کے سامنے سجدہ کیا اور میرا رب تھوڑے عمل پر زیادہ اجر دینے والا ہے اور شکر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۲/ ۲۸۸ رواه الطبرانی فی الکبیر عن حجاج بن عثمان السکسکی عن معاذ ولم یدرک معاذا فقد ذکره ابن حبان فی اتباع التابعین وهو من طریق وقیة وقد عنعنه]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں زیارت کے لیے حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوا تو آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میری چادر مجھے دے دو (چادر لے کر) آپ ﷺ باہر تشریف لے گئے جب مسجد کے اندر پہنچے تو وہاں کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے ان کے علاوہ مسجد میں اور کوئی نہیں تھا آپ ﷺ ان لوگوں کے پاس ایک طرف بیٹھ گئے (کیونکہ کوئی صاحب ان میں بیان کر رہے تھے) جب بیان کرنے والے کا بیان ختم ہوگیا تو آپ ﷺ نے سورۃ الم تنزیل سجدہ پڑھی پھر آپ ﷺ نے اتنا لمبا سجدہ کیا کہ لوگوں نے آپ ﷺ کے سجدے کی خبر سن کر مسجد میں آنا شروع کر دیا یہاں تک کہ دو میل دور سے بھی لوگ پہنچ گئے اور (اتنے لوگ آگئے کہ) مسجد کم پڑ گئی اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے گھر والوں کو پیغام بھیجا کہ حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچ جاؤ کیونکہ میں نے آج حضور ﷺ کو ایسا کام کرتے ہوئے دیکھا ہے کہ اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے بڑا لمبا سجدہ فرمایا حضور ﷺ نے فرمایا میرے رب نے مجھے یہ عطیہ دیا ہے کہ میری اُمت میں سے ستر ہزار آدمی جنت میں حساب کے بغیر داخل ہوں گے میں نے اس عطیہ کے شکریہ میں اپنے رب کے سامنے اتنا لمبا سجدہ کیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کی اُمت تو بہت زیادہ اور بہت پاکیزہ ہے آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے اور مانگ لیتے چنانچہ حضور ﷺ نے دو تین دفعہ اور مانگا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں آپ ﷺ نے تو اپنی ساری اُمت اللہ سے لے لی۔ [اخرجه الطبرانی وفیه موسی بن عبیده وهو ضعیف کما فی المجمع ۲/ ۲۸۹]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک آدمی گزرا جو کسی پرانی بیماری میں مبتلا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سواری سے نیچے اتر کر سجدہ شکر کیا (کہ اللہ نے مجھے اس بیماری سے بچا کر رکھا) پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گزرے اور انہوں نے بھی نیچے اتر کر سجدہ شکر کیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس آدمی کے پاس سے گزرے اور انہوں نے بھی نیچے اتر کر سجدہ شکر کیا۔ [اخرجه الطبرانی وفیه عبد العزیز بن عبید اللہ وهو ضعیف کما فی المجمع ۲/ ۲۸۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کی جماعت بھیجی اور ان کے لیے یہ دعا فرمائی اے اللہ! اگر تو ان لوگوں کو صحیح سالم واپس لے آئے گا تو میرے ذمہ تیرا یہ حق ہوگا کہ میں تیرا شکر یہ اس طرح ادا کروں گا جس طرح ادا کرنے کا حق ہے کچھ ہی دنوں کے بعد وہ لوگ صحیح سالم واپس آ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی کامل نعمتوں پر اسی کے لیے تمام تعریفیں ہیں میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا (یہ کلمات کہہ کر) کیا میں نے ایسا نہیں کر دیا؟ [اخرجه البیهقی كذا فی الكنز ۲/ ۱۵۱]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا شکر

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمانے پر اسے ایک کھجور دے دی گئی اس نے وہ کھجور پھینک دی پھر ایک اور سائل آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بھی ایک کھجور دے دو اس نے کھجور لے کر کہا سبحان اللہ! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک کھجور (یہ تو بہت بڑی نعمت ہے۔ اس کی اس کیفیت سے خوش ہو کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باندی سے فرمایا اُم سلمہ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ ان کے پاس جو چالیس درہم ہیں وہ اس سائل کو دے دیں۔ [اخرجه البیهقی]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک سائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک کھجور دے دی اس آدمی نے کہا سبحان اللہ نبیوں میں سے اتنے بڑے نبی اور وہ ایک کھجور صدقہ میں دے رہے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اس ایک کھجور میں بہت سارے ذرے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوسرا سائل آیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بھی ایک کھجور دی۔ اس نے (خوش ہو کر) کہا یہ کھجور مجھے نبیوں میں سے ایک نبی کی طرف سے ملی

ہے جب تک میں زندہ رہوں گا یہ کھجور میرے پاس رہے گی اور مجھے امید ہے کہ اس کی برکت ہمیشہ ملتی رہے گی پھر حضور ﷺ نے (لوگوں کو) اس کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا اور کچھ ہی عرصہ کے بعد وہ مالدار ہو گیا۔ [عند البیهقی ایضاً کذا فی الکنز ۴/ ۴۲]

حضرت سلیمان بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ (مکہ اور مدینہ کے درمیان) ضجنان مقام کے پاس سے گزرے تو فرمانے لگے میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں (بچپن میں اپنے والد) خطاب کے جانور اس جگہ چرایا کرتا تھا لیکن اللہ کی قسم! میری معلومات کے مطابق وہ سخت مزاج اور درشت گو تھے پھر میں حضرت محمد ﷺ کی امت کا والی بن گیا ہوں۔ پھر یہ شعر پڑھا

لَا شَيْءَ فِيمَا تَرَى إِلَّا بَشَاشَتُهُ
يَبْقَى الْإِلٰهُ وَ يُودِي الْمَالُ وَ الْوَلَدُ

"جو کچھ تم دیکھ رہے ہو اس میں (ظاہری) بشاشت کے سوا اور کچھ نہیں ہے اللہ کی ذات باقی رہنے والی ہے باقی تمام مال اور اولاد فنا ہو جائے گی۔"

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے اونٹ سے فرمایا چل۔

[اخرجه ابن سعد وابن عساکر کذا فی منتخب الکنز ۴/ ۴۱۷]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میرے پاس دو سواریاں لائی جائیں ایک صبر کی دوسری شکر کی تو مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے کہ میں کس پر سوار ہوا۔ [اخرجه ابن عساکر کذا فی المنتخب ۴/ ۴۱۷]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایسے مصیبت زدہ آدمی کے پاس سے گزرے جو کوڑھی، نابینا، بہرا اور گونگا تھا آپ نے اپنے ساتھیوں سے پوچھا کیا تمہیں اس میں اللہ کی کوئی نعمت نظر آ رہی ہے؟

ساتھیوں نے کہا نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں بھی اللہ کی نعمت ہے۔ کیا آپ لوگ دیکھ نہیں رہے کہ یہ پیشاب کر لیتا ہے۔ پیشاب قطرہ قطرہ کر کے نہیں آتا ہے اور نہ مشکل سے نکلتا ہے بلکہ آسانی سے نکل آتا ہے۔ یہ بھی اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

[اخرجه عبد بن حمید کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۴]

حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو سنا کہ وہ کہہ رہا تھا کہ

اے اللہ! میں اپنی ساری جان اور سارا مال تیرے راستہ میں خرچ کرنا چاہتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ خاموش کیوں نہیں رہتے؟ اگر کوئی مصیبت آ جائے تو صبر کرو اور اگر عافیت ملے تو شکر کرو۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایک آدمی نے سلام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور اس سے پوچھا کیسے ہو؟ اس نے کہا میں آپ کے سامنے اللہ کی تعریف بیان کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی جواب میں تم سے سننا چاہتا تھا۔ [اخرجه مالك وابن المبارك والبیهقی کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۱]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ لکھا کہ جتنی دنیا ملے اس پر قناعت کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو روزی زیادہ دیتے ہیں اور بعض کو کم۔ وہ اس طرح ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا جسے روزی زیادہ دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کا شکر کیسے ادا کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو جو کچھ عطا فرمایا ہے اس کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ کا جو حق بندے پر بنتا ہے ان کی ادائیگی یہ ہے کہ بندہ اس کا شکر ادا کرے۔ [اخرجه ابن ابی حاتم کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں شکر والوں کے لیے اللہ کی طرف سے ہمیشہ نعمتیں بڑھتی رہتی ہیں لہٰذا تم نعمتوں کی زیادتی طلب کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ﴾

''اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ نعمت دوں گا۔''

حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو کسی نے بتایا کہ کچھ لوگ برائی میں مشغول ہیں آپ ان کے پاس جائیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ وہاں گئے تو دیکھا کہ وہ لوگ تو سب بکھر چکے ہیں البتہ برائی کے اثرات موجود ہیں انہوں نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ انہوں نے ان لوگوں کو برائی پر نہ پایا اور ایک غلام آزاد کیا۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۶۰]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نعمت ملنے پر فوراً اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے اور شکر ادا کرنے سے نعمت اور بڑھتی ہے شکر اور نعمت کا بڑھنا ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں جب بندہ شکر ادا کرنا

چھوڑے گا تب اللہ کی طرف سے نعمت کا بڑھنا بند ہوگا۔ [اخرجه البيهقى]

حضرت محمد بن قرظی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسے نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ کسی کے لیے شکر کا دروازہ تو کھول دیں اور اپنی طرف سے نعمت بڑھانے کا دروازہ بند کر دیں اور دعا کا دروازہ تو کسی کے لیے کھول دیں اور قبولیت دعا کا دروازہ بند رکھیں اور توبہ کا دروازہ تو کسی کے لیے کھول دیں اور مغفرت کا دروازہ بند رکھیں میں تمہیں (اس کی تائید میں) اللہ کی کتاب یعنی قرآن میں سے پڑھ کر سناتا ہوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اُدْعُوْنِیْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ [سورة مؤمن آيت:٦٠]

"مجھ کو پکارو میں تمہاری درخواست قبول کروں گا۔"

اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّكُمْ﴾

"اگر تم شکر کرو گے تو تم کو زیادہ دوں گا۔"

اور فرمایا:

﴿فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ﴾ [سورة بقره آيت:١٥٢]

"ان (نعمتوں) پر مجھ کو یاد کرو میں تم کو (عنایت سے) یاد رکھوں گا۔"

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا﴾

[سورة نساء آيت:١١٠]

"اور جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان کا ضرر کرے پھر اللہ تعالیٰ سے معافی چاہے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بڑی رحمت والا پائے گا۔"

[عند ابن ماجه والعسكرى كذا فى الكنز ٢/ ١٥١]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صبح اور شام اس حال میں کروں کہ لوگ مجھ پر کوئی مصیبت نہ دیکھیں تو میں مصیبت سے محفوظ رہنے کو اپنے اوپر اللہ کی طرف سے بہت بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔ [اخرجه ابن عساكر]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو آدمی یہ سمجھتا ہے کہ اللہ کی نعمت صرف کھانا اور پینا

ہی ہے تو اس کی سمجھ کم ہے اور اس کا عذاب نزدیک آ چکا ہے۔

[عند ابن عساکر ایضاً کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۲ واخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۱۰ عنه نحوه بالوجهین]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو بندہ خالص پانی پیئے اور وہ پانی بغیر کسی تکلیف کے اندر چلا جائے اور پھر بغیر کسی تکلیف کے (پیشاب کے ذریعہ سے) باہر آ جائے تو اس پر شکر ادا کرنا واجب ہو گیا۔ [اخرجه ابن ابی الدنیا وابن عساکر کذا فی الکنز ۲: ۱۵۲]

جب حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما شہید کر دیئے گئے تو (ان کی والدہ محترمہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کی وہ چیز گم ہو گئی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا فرمائی تھی اور ایک تھیلے میں رکھی رہتی تھی وہ اسے تلاش کرنے لگیں جب وہ چیز مل گئی تو سجدے میں گر پڑیں۔

[اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی ۲/ ۲۹۰ اسناده حسن و فی بعض رجاله کلام]

اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ بدر میں تین آدمیوں کو ایک اونٹ ملا تھا (جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے) چنانچہ حضرت ابولبابہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما اونٹ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شریک تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیدل چلنے کی باری آئی تو دونوں حضرات نے عرض کیا کہ (آپ اونٹ پر سوار رہیں) ہم آپ کی جگہ پیدل چلیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم دونوں مجھ سے زیادہ طاقتور بھی نہیں ہو اور نہ میں تم سے زیادہ اجر و ثواب سے مستغنی ہوں (بلکہ مجھے بھی ثواب کی ضرورت ہے اس لیے میں بھی پیدل چلوں گا)۔

[اخرجه احمد و رواه النسائی کذا فی البدایة ۳/ ۲۶۱ واخرجه البزار وقال فاذا کانت عقبة رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ارکب حتی نمشی عنك والبانی بنحوه کما فی المجمع ۶/ ۶۹ وقال وفیه عاصم بن بهدلة و ثدیثه حسن و بقیة رجال احمد رجال الصحیح]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجر وثواب حاصل کرنے کا شوق

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی دیکھا جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کو کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے سے آدھا ثواب ملتا ہے یہ سن کر تمام لوگ مشقت اور تکلیف کے باوجود کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔[اخرجه الطبرانی فی الکبیر قال الهیثمی ۲/ ۱۵۰ وفیه صالح بن ابی الاخضر وقد ضعفه الجمهور وقال احمد یعتبر بحدیثه]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو ان دنوں مدینہ میں بخار کا زور تھا چنانچہ لوگوں کو بخار ہونے لگا۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو لوگ بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے آپ نے فرمایا بیٹھ کر پڑھنے والے کی نماز ثواب میں کھڑے ہو کر پڑھنے والے سے آدھی ہوتی ہے۔[عند احمد عن ابن شهاب ورجاله ثقات کما قال الحافظ فی الفتح ۳/ ۳۹۵ وقال زیاد عن ابن اسحاق]

حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سارا دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا اور جب عشاء پڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جاتے تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر بیٹھ جاتا میں کہتا شاید اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی ضرورت پیش آجائے میں کافی دیر تک سنتا رہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سبحان اللہ وبحمدہ پڑھتے رہتے ہیں میں یونہی بیٹھا رہتا یہاں تک کہ تھک کر واپس چلا جاتا یا نیند آجاتی تو وہاں ہی سو جاتا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل وجان سے خدمت کررہا ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال ہوا کہ میرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر حق بنتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ بن کعب! مجھ سے مانگ لو۔ جو مانگو گے تمہیں ضرور دوں گا۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ میں ذرا سوچ لوں پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتاؤں گا میں نے دل میں سوچا تو میرے دل میں یہ بات آئی کہ دنیا تو بہر حال ختم ہونے والی اور جانیوالی چیز ہے اور بقدر ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے اس لیے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی آخرت کے لیے مانگوں گا کیونکہ ان کا اللہ کے ہاں بڑا خاص مقام ہے چنانچہ یہ سوچ کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ربیعہ! تم نے کیا سوچا ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول

اللہ ﷺ! میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ ﷺ اپنے رب کے ہاں میری سفارش فرمائیں تاکہ وہ مجھے دوزخ کی آگ سے آزاد کردے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تمہیں یہ بات کس نے سمجھائی؟ میں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا! مجھے یہ بات کسی نے نہیں سمجھائی بلکہ جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے مانگو جو مانگو گے وہ میں تمہیں ضرور دوں گا اور اللہ کے ہاں آپ ﷺ کو بڑا خاص مقام حاصل ہے تو میں نے اس معاملہ میں غور کیا تو مجھے نظر آیا کہ دنیا ختم ہونے والی اور چلی جانے والی چیز ہے اور بقدر ضرورت مجھے رزق مل ہی رہا ہے اس لیے میں نے سوچا کہ اللہ کے رسول ﷺ سے میں اپنی آخرت کے لیے ہی مانگوں یہ سن کر حضور ﷺ کافی دیر خاموش رہے پھر فرمایا میں تمہاری سفارش ضرور کروں گا لیکن تم اس بارے میں سجدوں کی کثرت سے میری مدد کرو۔ [کذا فی الترغیب ۱/ ۲۱۳]

حضرت عبدالجبار بن حارث بن مالک حدسی منادی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں سراۃ کے علاقہ سے وفد لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر میں نے عربوں کے طریقہ سے یوں سلام کیا کہ آپ ﷺ کی صبح اچھی ہو حضور ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے (حضرت) محمد ﷺ کو اور ان کی امت کو اس کے علاوہ اور سلام دیا ہے جو وہ ایک دوسرے کو کرتے ہیں میں نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ! حضور ﷺ نے فرمایا وَعَلَيْكَ السَّلَامُ پھر آپ ﷺ نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے؟ میں نے کہا جبار بن حارث حضور ﷺ نے فرمایا نہیں۔ آج سے تم عبدالجبار بن حارث ہو۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ آج سے میرا نام عبد الجبار بن حارث ہے چنانچہ میں اسلام میں داخل ہو گیا اور حضور ﷺ سے بیعت ہو گیا جب میں بیعت ہو گیا تو لوگوں نے حضور ﷺ کو بتایا کہ یہ منادی تو اپنی قوم کا بہترین شہسوار ہے چنانچہ حضور ﷺ نے مجھے ایک گھوڑا سواری کے لیے عنایت فرمایا پھر میں حضور ﷺ کے ہاں ٹھہر گیا اور آپ ﷺ کے ساتھ جنگوں میں شریک ہو کر کافروں سے خوب لڑتا رہا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کو میرے اس گھوڑے کے ہنہنانے کی آواز نہ آئی تو فرمایا کیا بات ہے حدسی کے گھوڑے کی ہنہنانے کی آواز نہیں آرہی ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے یہ خبر ملی کہ آپ ﷺ کو میرے گھوڑے کی آواز سے تکلیف ہوتی ہے اس لیے میں نے اسے خصی کر دیا اس پر حضور ﷺ نے گھوڑوں کو خصی کرنے سے منع فرمایا مجھ سے لوگوں نے کہا کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بھی حضور ﷺ

سے اپنے لیے کوئی خط لے لیتے جیسے تمہارے چچازاد بھائی حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لیا تھا میں نے کہا انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دنیا کی کوئی چیز مانگی ہے یا آخرت کی؟ لوگوں نے کہا دنیا کی میں نے کہا دنیا تو میں چھوڑ کر آیا ہوں میں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ چاہتا ہوں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے میری مدد فرمائیں۔

[اخرجه ابن منده وابن عساكر و قال حديث غريب كذا في المنتخب ۵/ ۲۱۵]

حضرت عمرو بن تغلب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو مال دیا اور کچھ لوگوں کو نہ دیا تو جن کو نہ دیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ ناراض ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کچھ لوگوں کو اس لیے دیتا ہوں کہ اگر نہ دوں گا تو مجھے ڈر ہے کہ صبر نہیں کریں گے اور گھبرانے لگ جائیں گے اور جن لوگوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خیر اور استغناء کے جذبات رکھے ہیں ان کو اسی خیر اور استغنائی کے حوالے کر دیتا ہوں اور عمرو بن تغلب بھی ان ہی لوگوں میں سے ہے۔ حضرت عمرو کہتے ہیں مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کے بدلے مجھے سرخ اونٹ مل جائیں۔ [اخرجه البخاری كذا فی البداية ۴/ ۳۶۱ واخرجه ابن عبدالبر فی الاستيعاب ۲/ ۵۱۸ من طرق عن عمرو بن تغلب نحوه]

حضرت عمرو بن حماد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے ہمیں یہ قصہ سنایا کہ ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما طواف کر کے باہر آئے تو ان لوگوں نے دیکھا کہ ایک دیہاتی آدمی اپنی والدہ کو اپنی پشت پر اٹھائے ہوئے ہے اور یہ اشعار پڑھ رہا ہے۔

أَنَا مُطِيَّتُهَا لَا أَنْفُرُ
وَإِذَا الرِّكَابُ ذُعِرَتْ لَا أَذْعَرُ
وَمَا حَمَلَتْنِيْ وَأَرْضَعَتْنِيْ أَكْثَرُ

میں اپنی ماں کی ایسی سواری ہوں جو بدکتی نہیں اور جب سواریاں ڈرنے لگتی ہیں تو میں نہیں ڈرتا اور میری ماں نے جو پیٹ میں مجھے اٹھایا اور جو مجھے دودھ پلایا وہ میری اس خدمت سے کہیں زیادہ ہے لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابو حفص! آؤ ہم بھی طواف کریں کیونکہ اس دیہاتی کی اس اعلیٰ کیفیت کی وجہ سے رحمت نازل ہو رہی ہے تو وہ ہمیں بھی مل جائے گی پھر وہ دیہاتی مطاف میں داخل ہو کر طواف کرنے لگا اور اشعار پڑھ رہا تھا

اَنَا مُطِیَّتُهَا لَا اَنْفِرُ
وَ اِذَا الرِّكَابُ ذَعِرَتْ لَا اَذْعَرُ
وَ مَا حَمَلَتْنِیْ وَ اَرْضَعَتْنِیْ اَكْثَرُ

اور کہہ رہا تھا لَبَّیْكَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ شعر پڑھنے لگے

اِنْ تَبَرَّهَا فَاللّٰهُ اَشْكَرُ
یَجْزِیْكَ بِالْقَلِیْلِ الْاَكْثَرُ

''اگر تم اپنی ماں کے ساتھ اچھا سلوک کر رہے ہو تو اللہ تعالیٰ بھی بہت زیادہ قدردان ہیں وہ تمہیں اس تھوڑی خدمت کے بدلے میں بہت زیادہ دیں گے۔''

[اخرجه البیهقی كذا فی الكنز ۸/۳۱۰]

حضرت میمون بن مہران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نجدہ حروری (یہ خارجی تھا) کے ساتھی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اونٹوں کے پاس سے گزرے اور انہیں ہانک کر ساتھ لے گئے۔ ان اونٹوں کا چرواہا آیا اور اس نے کہا اے ابوعبدالرحمٰن! آپ اپنے اونٹوں کے بارے میں ثواب کی نیت کر لیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اونٹوں کو کیا ہوا؟ اس چرواہے نے کہا نجدہ (خارجی) کے ساتھی ان کے پاس سے گزرے تھے وہ انہیں لے گئے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ وہ اونٹ تو لے گئے اور تمہیں چھوڑ گئے؟ اس نے کہا وہ تو مجھے بھی اونٹوں کے ساتھ لے گئے تھے لیکن میں ان سے کسی طرح چھوٹ کر آ گیا حضرت عبداللہ نے پوچھا تم انہیں چھوڑ کر میرے پاس کیوں آ گئے؟ اس نے کہا مجھے آپ سے محبت ان سے زیادہ ہے۔ حضرت عبداللہ نے کہا کیا تم اس اللہ کی قسم کھا کر کہہ سکتے ہو جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم کو مجھ سے محبت ان سے زیادہ ہے اس نے اللہ کی قسم کھا کر یہ بات کہہ دی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا ان اونٹوں کے بارے میں تو ثواب کی نیت میں نے کر ہی لی تھی اب اونٹوں کے ساتھ تمہارے بارے میں بھی کر لیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے اس غلام کو آزاد کر دیا کچھ عرصہ کے بعد کسی نے آ کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو کہا کہ آپ کو اپنی فلاں نام والی اونٹنی لینے کا کچھ خیال ہے؟ وہ بازار میں بک رہی ہے اور اس نے اس اونٹنی کا نام بھی لیا حضرت عبداللہ نے کہا میری چادر مجھے دو۔ جب کندھے پر چادر رکھ کر کھڑے ہو گئے تو پھر بیٹھ گئے اور چادر نیچے رکھ دی اور فرمایا میں نے اس اونٹنی کے بارے میں ثواب کی نیت کر لی تھی

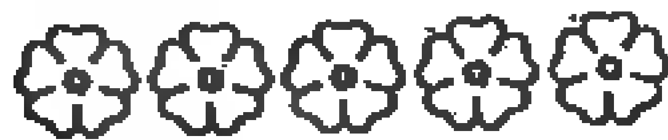
تو اب اس کو لینے کیوں جاؤں؟ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ١/ ٣٠٠ قال فى الاصابة ٨/ ١٣٣ اخرجه السراج فى تاريخه و ابو نعيم من طريقه بسند صحيح عن ميمون فذكره]

حضرت عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس بات کا ارادہ فرمایا کہ وہ شادی نہیں کریں گے تو ان سے (ان کی بہن) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ شادی کریں کیونکہ اگر بچے پیدا ہو کر مر گئے تو آپ کو (صبر کرنے کی وجہ سے) ثواب ملے گا اور اگر وہ بچے زندہ رہے تو وہ آپ کے لیے اللہ سے دعا کرتے رہیں گے۔ [اخرجه ابن سعد ٤/ ١٢٥]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دریائے فرات کے کنارے صفین کی طرف چلے جا رہے تھے تو انہوں نے یہ دعا مانگی اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں اپنے آپ کو اس پہاڑ سے نیچے گرا دوں اور لڑھکتا ہوا نیچے چلا جاؤں (اور یوں خود کو ہلاک کر دوں) تو میں اس طرح کرنے کے لیے بالکل تیار ہوں اور اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں بہت بڑی آگ جلا کر اس میں چھلانگ لگا دوں تو میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ اے اللہ! اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تو مجھ سے اس بات سے زیادہ راضی ہوگا کہ میں پانی میں چھلانگ لگا کر ڈوب جاؤں تو میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں اور میں یہ جنگ صرف تیری وجہ سے لڑ رہا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ جب میرا مقصد تجھ کو راضی کرنا ہی ہے تو تو مجھے نامراد و محروم نہیں کرے گا۔

[اخرجه ابن سعد ٣/ ٢٥٨ واخرجه ابو نعيم فى الحلية ١/ ١٤٣ عن عبدالرحمن بن ابزى عن عمار بنحوه مختصراً]

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں آج جتنا خیر کا کام کر رہا ہوں یہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سے دوگنا کام کرنے سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمیں آخرت کی ہی فکر ہوتی تھی دنیا کی فکر ہوتی ہی نہیں تھی اور آج تو دنیا ہماری طرف اُمڈی چلی آ رہی ہے۔



عبادت میں کوشش اور محنت

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوشش اور محنت

حضرت علقمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم (عبادت کے لئے) کوئی دن مخصوص کرتے تھے؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے کام دائمی ہوا کرتے تھے اور عبادت کرنے کی جتنی طاقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تھی اتنی تم میں سے کس میں ہوگی؟ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۸۷ واخرجه الطبرانی عن عبداللہ نحوہ قال الهیثمی ۹/ ۳۵۴ ورجاله رجال الصحیح]

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نوافل میں اتنا لمبا قیام فرمایا کہ آپ کے پاؤں مبارک پھٹ گئے کسی نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف نہیں کر دیئے؟ (اس لیے آپ اتنی زیادہ عبادت کیوں کرتے ہیں؟) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو کیا پھر میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

[اخرجه الشیخان کذا فی البدایة ۶/ ۵۸ واخرجه ابن سعد عن المغیرة ۱/ ۳۸۴ نحوہ]

اس بارے میں مزید واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی کوشش اور محنت

حضرت زبیر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دادی سے نقل کرتے ہیں جنہیں رحیمہ کہا جاتا تھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ہمیشہ روزہ رکھا کرتے تھے اور ساری رات اللہ کی عبادت کیا کرتے تھے بس شروع رات میں کچھ دیر آرام کرتے۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۵۶ واخرجه ابن ابی شیبة نحوہ کما فی المنتخب ۵/ ۱۰]

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما عبادت میں اس درجے کو پہنچے جس درجے کو کوئی نہ پہنچ سکا ایک مرتبہ اتنا زبردست سیلاب آیا کہ اس کی وجہ سے لوگ طواف نہ کر سکتے

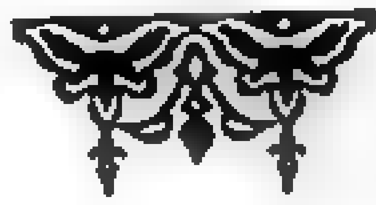
تھے لیکن حضرت ابن زبیر نے تیر کر طواف کے سات چکر پورے کئے۔

[اخرجه ابن جریر کذا فی المنتخب ۵/ ۲۲۶]

حضرت قطن بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سات دن مسلسل بغیر افطار کے روزے رکھا کرتے تھے جس کی وجہ سے ان کی آنتیں خشک ہو جایا کرتی تھیں اور حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سات دن مسلسل کھائے پیئے بغیر روزے رکھا کرتے تھے جب زیادہ بوڑھے ہو گئے تو تین دن مسلسل روزے رکھتے۔

[اخرجه ابن جریر کذا فی المنتخب ۵/ ۲۲۶]

ان دونوں حضرات اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔



بہادری

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہادری

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ خوبصورت، سب سے زیادہ سخی اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ ایک رات مدینہ والے (کسی آواز کو سن کر) گھبرا گئے تو لوگ اس آواز کی طرف چل پڑے انہیں سامنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آتے ہوئے ملے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے پہلے آواز کی طرف چلے گئے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کی ننگی پشت پر سوار تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن میں تلوار لٹک رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے تھے ڈرنے کی کوئی بات نہیں اور فرمایا ہم نے اس گھوڑے کو سمندر (کی طرح رواں دواں) پایا حالانکہ مشہور یہ تھا کہ یہ گھوڑا سست اور کمزور ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے تیز ہو گیا)۔ مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں اس طرح ہے کہ ایک مرتبہ مدینہ میں گھبراہٹ کی بات پیش آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے مندوب نامی گھوڑا مانگ کر لیا اور اس پر سوار ہو کر گئے اور واپس آ کر فرمایا ہمیں گھبراہٹ کی کوئی چیز نظر نہیں آئی اور ہم نے تو اس گھوڑے کو سمندر کی طرح پایا اور جب لڑائی زوروں پر آئی تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آگے کر کے خود کو بچایا کرتے۔

[اخرجه الشیخان واللفظ لمسلم]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن مشرکوں کے حملوں سے ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ لے کر اپنا بچاؤ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ نڈر تھے بڑی بے جگری سے لڑتے تھے۔ [عند احمد والبیہقی کذا فی البدایة ۶/ ۳۷]

حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ بات میں نے خود سنی ہے کہ قبیلہ قیس کے آدمی نے

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا غزوہ حنین کے دن آپ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ حضرت براء رضی اللہ عنہ نے فرمایا جی ہاں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہیں بھاگے تھے قبیلہ ہوازن والے بڑے تیرانداز تھے جب ہم نے ان پر حملہ کیا تو انہیں شکست ہوگئی تو ہم لوگ مال غنیمت سمیٹنے پر ٹوٹ پڑے اس وقت انہوں نے ہم پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سفید خچر پر سوار ہیں اور اس کی لگام حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ پکڑے ہوئے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں انا النبی لاکذب ''میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے'' بخاری کی ایک روایت میں یوں ہے انا النبی لا کذب انا ابن عبد المطلب ''میں نبی برحق ہوں اور یہ بات جھوٹ نہیں ہے میں عبدالمطلب کا پوتا ہوں۔'' (لوگوں کو ہمت دلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خاندان کا تذکرہ کیا) بخاری کی ایک اور روایت میں یہ ہے کہ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر سے نیچے تشریف لے آئے۔ [اخرجہ البخاری ورواہ مسلم والنسائی]

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نیچے تشریف لے آئے اور اللہ سے مدد طلب فرمائی اور یوں فرمایا: اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ۔ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ۔ اَللّٰھُمَّ نَزِّلْ نَصْرَکَ اس میں یہ اضافہ ہے کہ اے اللہ! اپنی نصرت نازل فرما اور جب لڑائی زوروں پر آجاتی تو ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اوٹ میں اپنا بچاؤ کیا کرتے تھے اور اس وقت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ بشانہ لڑتا وہ سب سے زیادہ بہادر شمار ہوتا۔ [عند مسلم کذا فی البدایۃ ۴/ ۳۲۸]

جہاد کے باب میں صحابہ کرام کی بہادری کے ذیل میں حضرت ابوبکر' حضرت عمر' حضرت علی' حضرت طلحہ' حضرت سعد' حضرت حمزہ' حضرت عباس' حضرت معاذ بن عمرو' حضرت معاذ بن عفراء' حضرت ابودجانہ' حضرت قتادہ' حضرت سلمہ بن اکوع' حضرت ابوحدرد' حضرت خالد بن ولید' حضرت براء بن مالک' حضرت ابومحجن' حضرت عمار بن یاسر' حضرت عمرو بن معدیکرب اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے واقعات گزر چکے ہیں۔



تقویٰ اور کمال احتیاط

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تقویٰ اور کمال احتیاط

حضرت شعیب رحمۃ اللہ علیہ کے دادا (حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ) فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رات کے وقت اپنے پہلو میں پڑی ہوئی کھجور ملی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے نوش فرمالیا لیکن پھر آپ کو نیند نہ آئی۔ ازواج مطہرات میں سے کسی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات آپ کو نیند نہیں آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اپنے پہلو کے نیچے پڑی ہوئی کھجور ملی میں نے اسے کھالیا لیکن بعد میں مجھے خیال آیا کہ یہ صدقہ کی کھجوروں میں سے نہ ہو (اس خیال کی وجہ سے مجھے نیند نہ آئی۔) [اخرجہ احمد عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ و تفرد بہ احمد و اسامۃ بن زید ھو الھیثم من رجال مسلم کذا فی البدایۃ ۶/ ۱۵۹]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا تقویٰ اور کمال احتیاط

حضرت محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میرے علم میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور کوئی آدمی ایسا نہیں ہے جس نے کھانا کھا کر قے کر دیا ہو ان کا قصہ یہ ہے کہ ان کے پاس کھانا لایا گیا جسے انہوں نے کھالیا پھر انہیں کسی نے بتایا کہ یہ کھانا تو حضرت ابن نعیمان رضی اللہ عنہ لائے تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے مجھے ابن نعیمان رضی اللہ عنہ کے منتر پڑھنے کی اجرت میں سے کھلا دیا پھر انہوں نے قے فرمائی۔ [اخرجہ احمد فی الزھد]

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن نعیمان رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے تھے اور بڑے خوبصورت تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کے پاس آ کر کہا کیا آپ کے پاس ایسی عورت کا کوئی علاج ہے جس کو حمل نہیں ٹھہرتا؟ انہوں نے کہا ہے۔ ان لوگوں نے پوچھا وہ علاج کیا ہے؟ حضرت ابن نعیمان رضی اللہ عنہ نے کہا یہ منتر ہے اے نافرمان رحم! چپ کر اور خون بہانے کا کام چھوڑ دے۔ اس عورت کو زیادہ بچے جننے سے محروم کیا جا رہا ہے اے کاش یہ زیادہ

بچے جننا اس نافرمان رحم میں ہوتا یہ عورت حاملہ ہو جائے یا اسے افاقہ ہو جائے۔ اس منتر کے بدلے میں ان لوگوں نے انہیں بکری اور گھی ہدیہ دیا (یہ واقعہ زمانہ جاہلیت میں پیش آیا تھا) حضرت ابن نعیمان رضی اللہ عنہ اس میں سے کچھ لے کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھالیا۔ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو یہ پتہ چلا کہ یہ کہانت کی کمائی ہے تو جو کچھ کھایا تھا وہ سب قے کر دیا اور پھر فرمایا آپ لوگ ہمارے پاس کھانے کی چیز لے آتے ہو اور ہمیں بتاتے بھی نہیں کہ یہ چیز کہاں سے آئی ہے؟

[عند البغوی قال ابن کثیر اسنادہ جید حسن کذافی المنتخب ۴/ ۳۶۰]

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک غلام تھا جو مقررہ مقدار میں کما کر انہیں دیا کرتا تھا ایک رات وہ کچھ کھانا لایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں سے ایک لقمہ نوش فرمایا غلام نے عرض کیا کہ آپ ہر رات دریافت کیا کرتے تھے (کہ کہاں سے کما کر لائے ہو؟) لیکن آج رات آپ نے مجھ سے نہ پوچھا آپ نے فرمایا کہ بھوک کی شدت کی وجہ سے نہ پوچھ سکا اب بتاؤ یہ کھانا کہاں سے لائے ہو؟ اس نے کہا میں زمانہ جاہلیت میں ایک قوم کے پاس سے گزرا تھا اور میں نے ان کے ایک بیمار پر دم کیا تھا انہوں نے مجھے کچھ دینے کا وعدہ کیا تھا آج میرا گزر ادھر سے ہوا تو ان کے ہاں شادی ہو رہی تھی۔ انہوں نے مجھے یہ دیا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم تو مجھے ہلاک کرنے لگے تھے اس کے بعد حلق میں انگلی ڈال کر قے کرنے کی کوشش کی مگر ایک لقمہ اور وہ بھی بھوک کی شدت میں کھایا گیا نہ نکلا کسی نے عرض کیا پانی سے ہی قے ہو سکتی ہے انہوں نے پانی کا بہت بڑا پیالہ منگوایا اور پانی پی پی کر قے فرماتے رہے یہاں تک کہ مشکل سے وہ لقمہ نکالا کسی نے عرض کیا کہ اللہ آپ پر رحم فرمائیں یہ ساری مشقت اس ایک لقمہ کی وجہ سے برداشت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میری جان کے ساتھ بھی یہ لقمہ نکلتا تو بھی میں اس کو نکالتا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ جو بدن حرام مال سے پرورش پائے آگ اس کے لیے بہتر ہے مجھے یہ ڈر ہوا کہ میرے بدن کا کوئی حصہ اس لقمہ سے پرورش نہ پا جائے۔

[اخرجہ ابونعیم فی الحلیۃ قال ابونعیم ورواہ عبدالرحمن بن القاسم عن ابیہ عن عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نحوہ و المنکدر بن محمد بن المنکدر عن ابیہ عن جابر رضی اللہ تعالی عنہ نحوہ انتہی وقال ابن الجوزی فی صفۃ الصفوۃ ۱/ ۹۵ وقد اخرج البخاری من افرادہ من حدیث

عائشة طرفا من هذا الحديث انتهى واخرجه الحسن والسفيان والدينورى فى المجالسه عن زيد بن ارقم رضى الله تعالى عنه نحوه كما فى المنتخب ۴/ ۳۶۰]

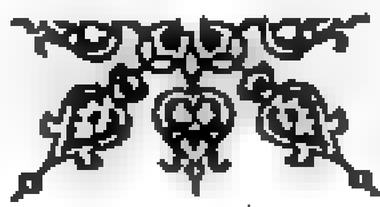
حضرت زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ دودھ نوش فرمایا جو انہیں بہت پسند آیا جن صاحب نے پلایا تھا ان سے دریافت فرمایا کہ تمہیں یہ دودھ کہاں سے ملا؟ انہوں نے بتایا کہ میں فلاں پانی پر گیا تھا وہاں صدقہ کے جانور پانی پینے آئے ہوئے تھے ان لوگوں نے ان جانوروں کا دودھ نکال کر ہمیں دیا میں نے اپنے اس مشکیزہ میں وہ دودھ ڈال لیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منہ میں انگلی ڈال کر وہ سارا دودھ قے کر دیا۔

[اخرجه مالك والبيهقى كذا فى المنتخب ۴/ ۴۱۸]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تقویٰ اور احتیاط سیکھنے کے لیے ہم لوگ ہر وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لگے رہتے تھے۔ [اخرجه ابن سعد ۳/ ۲۹۰]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایک دن کوفہ میں باہر نکلے تو ایک دروازے پر کھڑے ہو کر انہوں نے پانی مانگا تو اندر سے ایک لڑکی لوٹا اور رومال لے کر نکلی آپ نے اس سے پوچھا اے لڑکی۔ یہ گھر کس کا ہے؟ اس نے کہا فلاں درہم پرکھنے والے کا ہے تو آپ نے فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ درہم پرکھنے والے کے کنویں سے پانی نہ پینا اور ٹیکس وصول کرنیوالے کے سایہ میں ہرگز نہ بیٹھنا۔

[اخرجه ابن سعد كذا في المنتخب ۵/ ۲۲۹]



اللہ پر توکل

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توکل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ نجد میں گیا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے واپس ہوئے تو دوپہر کے وقت ایک ایسی وادی میں پہنچے جس میں کانٹے دار درخت بہت تھے وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آرام کیا اور صحابہ رضی اللہ عنہم درختوں کے سائے میں ادھر ادھر پھیل گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک درخت کے سایہ میں آرام فرمانے لگے اور حضورؐ نے اپنی تلوار اس درخت پر لٹکا دی۔ ہم سب سو گئے کہ اچانک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بلایا ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ ایک دیہاتی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا اس نے آ کر میری تلوار درخت سے اتاری اور اسے نیام میں سے نکال لیا میں اٹھا تو اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار سونتی ہوئی تھی اس نے مجھ سے کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ اس نے پھر کہا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا اللہ پھر اس نے تلوار کو نیام میں رکھ دیا اور بیٹھ گیا اور حالانکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی سزا نہ دی۔ [اخرجہ الشیخان]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ محارب اور غطفان سے نخلہ مقام پر جنگ کر رہے تھے جب ان لوگوں نے مسلمانوں کو غفلت میں دیکھا تو ان میں سے ایک آدمی جس کا نام غورث بن حارث تھا وہ آیا اور تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کھڑے ہو کر کہنے لگا آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ! یہ سنتے ہی اس کے ہاتھ سے تلوار نیچے گر گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھا کر اس سے پوچھا کہ اب تم کو مجھ سے کون بچائے گا؟ اس نے کہا آپ تلوار کے بہترین لینے والے بن جائیے یعنی مجھے معاف کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس

کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اس نے کہا نہیں البتہ میں آپ سے یہ عہد کرتا ہوں کہ میں کبھی بھی آپ سے نہیں لڑوں گا اور جو لوگ آپ سے لڑیں گے ان کا بھی ساتھ نہیں دوں گا چنانچہ حضور ﷺ نے اسے چھوڑ دیا اس نے اپنے ساتھیوں کو جا کر کہا میں تمہارے پاس ایسے آدمی کے پاس سے آرہا ہوں جو لوگوں میں سے بہترین ہیں پھر حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آگے نماز خوف کا ذکر کیا۔ [عند البیہقی کذا فی البدایۃ ۴/ ۸۴]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا توکل۔

حضرت یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک رات حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تشریف لے گئے اور وہاں وہ نفل نماز پڑھنے لگے ہم نے وہاں جا کر پہرہ دینا شروع کر دیا۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز سے فارغ ہو گئے تو وہ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا تم لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہوئے ہو ہم نے کہا ہم آپ کا پہرہ دے رہے ہیں انہوں نے فرمایا آسمان والوں سے پہرہ دے رہے ہو یا زمین والوں سے؟ ہم نے کہا زمین والوں سے انہوں نے فرمایا زمین پر اس وقت تک کوئی چیز ہو نہیں سکتی جب تک آسمان میں اس کے ہونے کا فیصلہ نہ ہو جائے اور ہر انسان پر دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر بلا کو اس سے دور کرتے رہتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اس کی تقدیر کا لکھا آجائے اور جب تقدیر کا کوئی فیصلہ آجاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں اور اللہ کی طرف سے میری حفاظت کا بڑا مضبوط انتظام ہے جب میری موت کا وقت آجائے گا تو انتظام مجھ سے ہٹ جائے گا اور آدمی کو ایمان کی حلاوت اس وقت تک نہیں مل سکتی جب تک اس کو یہ یقین نہ ہو جائے کہ جو کچھ اچھا یا برا اسے پہنچا ہے وہ اس سے خطا کرنے والا نہیں تھا اور جو اس سے خطا کر گیا وہ اسے پہنچنے والا نہیں تھا۔

[اخرجہ ابو داؤد فی القدر وابن عساکر]

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زندگی کی آخری رات آئی تو انہیں قرار نہیں تھا (کبھی اندر جاتے کبھی باہر) گھر والوں کو خطرہ محسوس ہوا (کہ ان کے ساتھ کچھ ہو نہ جائے) تو انہوں نے آپس میں چپکے سے مشورہ کر کے یہ طے کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو باہر نہیں جانا چاہئے اور انہوں نے یہ بات ان کی خدمت میں خدا کا واسطہ دے کر عرض کی انہوں نے فرمایا ہر

بندے کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں کہ جب تک تقدیر کے لکھے ہوئے کا وقت نہ آ جائے اس وقت تک وہ ہر بلا اس بندے سے دور کرتے رہتے ہیں اور جب تقدیر کا وقت آ جاتا ہے تو پھر وہ دونوں فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد تشریف لے گئے جہاں انہیں شہید کر دیا گیا۔ [عند ابی داؤد و ابن عساکر ایضاً]

حضرت ابومجلز رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قبیلہ مراد کے ایک آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے نماز کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں اس نے عرض کیا کہ قبیلہ مراد کے کچھ لوگ آپ کو قتل کرنا چاہتے ہیں اس لیے آپ اپنی حفاظت کا انتظام کر لیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر آدمی کے ساتھ دو فرشتے مقرر ہیں جو ہر اس بلا سے اس کی حفاظت کرتے ہیں جو اس کے مقدر میں لکھی ہوئی نہ ہو اور تقدیر کا جب وقت آ جاتا ہے تو یہ فرشتے اس کے اور تقدیر کے درمیان سے ہٹ جاتے ہیں بے شک مقررہ وقت ایک مضبوط ڈھال ہے۔

[عند ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز ۱/ ۸۸]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر حضرات کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا گیا کیا ہم آپ کا پہرہ نہ دیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر آدمی کی موت اس کا پہرہ دے رہی ہے۔ [عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۷۵]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کے والد حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو آدمی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے اپنے جھگڑے کا فیصلہ کروانے آئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں کو لے کر ایک دیوار کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک آدمی نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ دیوار گرنے والی ہے انہوں نے فرمایا اپنا کام کرو اللہ ہماری حفاظت کے لیے کافی ہے پھر ان دونوں کی بات سن کر فیصلہ فرمایا اور وہاں سے کھڑے ہوئے پھر وہ دیوار گر گئی۔ [اخرجہ ابو نعیم فی الدلائل صفحہ ۲۱۱ عن جعفر بن محمد]

حضرت ابوطیبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مرض الوفات میں مبتلا ہوئے تو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ کو کس مرض کی شکایت ہے؟ انہوں نے کہا اپنے گناہوں کی شکایت ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا چاہتے ہیں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں اپنے رب کی رحمت چاہتا ہوں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کے لیے طبیب کو نہ بلا لاؤں؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا طبیب نے ہی (یعنی اللہ ہی نے) تو مجھے بیمار کیا ہے حضرت

عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کیا میں آپ کے لیے بیت المال میں سے عطیہ نہ مقرر کردوں؟ حضرت عبداللہ نے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ عطیہ آپ کے بعد آپ کی بیٹیوں کو مل جائے گا حضرت عبداللہ نے کہا کیا آپ کو میری بیٹیوں پر فقر کا ڈر ہے؟ میں نے اپنی بیٹیوں کو کہہ رکھا ہے کہ وہ ہر رات سورۃ واقعہ پڑھ لیا کریں میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی ہر رات سورۃ واقعہ پڑھے گا اس پر کبھی فاقہ نہیں آئے گا (لہٰذا عطیہ کی ضرورت نہیں ہے) [اخرجہ ابن عساکر کذا فی التفسیر ابن کثیر ۴/ ۲۸۱]

بیماریوں پر صبر کرنے کے عنوان میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا ایسا ہی قصہ گزر چکا ہے البتہ اس میں سورۃ واقعہ کا ذکر نہیں ہے۔

تقدیر پر اور اللہ کے فیصلے پر راضی رہنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں ہے کہ میری صبح کس حالت پر ہوتی ہے میری پسندیدہ حالت پر ہوتی ہے یا ناپسندیدہ حالت پر کیونکہ مجھے معلوم نہیں ہے کہ جو میں پسند کر رہا ہوں اس میں خیر ہے یا جو مجھے پسند نہیں ہے اس میں خیر ہے۔

[اخرجہ ابن المبارک وابن ابی الدنیا فی الفرج والعسکری فی المواعظ کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۵]

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے فقر مالداری سے اور بیماری صحت سے زیادہ محبوب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذر پر رحم فرمائے میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو آدمی بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ جو حالت بھی اس کے لیے پسند فرماتے ہیں وہ خیر ہی ہے تو وہ اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی حالت کے علاوہ کسی اور حالت کی کبھی تمنا نہ کرے گا اور یہ کیفیت رضا بر قضا کے مقام کا آخری درجہ ہے۔ [اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ کے فیصلہ پر راضی ہوگا تو اللہ نے جو فیصلہ کیا ہے وہ تو ہو کر رہے گا لیکن اسے (اس پر راضی ہونے کی وجہ سے) اجر ملے گا اور جو اس پر راضی نہ ہوگا تو بھی اللہ کا فیصلہ ہو کر رہے گا لیکن اس کے نیک عمل ضائع ہو جائیں گے۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۵]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ہر آدمی اس بات کی تمنا کرے گا کہ کاش وہ دنیا میں گزارے کے قابل ہی کھانا کھاتا۔ اور دنیا میں صبح وشام پیش آنے والے حالات میں انسان کا نقصان تب ہوتا ہے جب ان حالات پر دل میں غصہ اور رنج ہو اور تم میں سے ایک آدمی اپنے منہ میں انگارہ اتنی دیر رکھے کہ وہ بجھ جائے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ جس کام کے لیے اللہ نے ہونے کا فیصلہ کر رکھا ہے اس کے بارے میں وہ یہ کہے کہ کاش یہ نہ ہوتا۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۱۳۷]

تقویٰ

حضرت کمیل بن زیاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا جب آپ قبرستان پہنچے تو قبروں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے قبر والو! اے پرانے ہو جانے والو! اے وحشت والو! تمہارے ہاں کے کیا حالات ہیں؟ ہمارے ہاں کے حالات تو یہ ہیں کہ (تمہارے بعد تمہارے) مال تقسیم کر دیے گئے اور بچے یتیم ہو گئے اور تمہاری بیویوں نے اور خاوند کر لیے تو یہ ہیں ہمارے ہاں کے حالات۔ تمہارے ہاں کے حالات کیا ہیں؟ پھر میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے کمیل! اگر انہیں اجازت ہوتی تو یہ جواب میں کہتے کہ بہترین توشہ تقویٰ ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ رونے لگے اور فرمایا اے کمیل! قبر عمل کا صندوق ہے اور موت کے وقت تمہیں اس کا پتہ چلے گا۔ [اخرجه الدینوری وابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۲]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ تقویٰ کے ساتھ عمل کے قبول ہونے کا زیادہ اہتمام کرو کیونکہ تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے شمار ہو سکتا ہے؟ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة و ابن عساکر ۱/ ۲۱۱]

حضرت عبد خیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تقویٰ کے ساتھ کیا گیا عمل تھوڑا شمار نہیں ہوتا اور جو عمل قبول ہو جائے وہ تھوڑا کیسے ہو سکتا ہے؟

[عند ابی نعیم فی الحلیة وابن ابی الدنیا کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۲]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ میرے کسی عمل کو قبول کر لیں گے۔ یہ مجھے اس سے زیادہ محبوب ہے کہ مجھے اتنا سونا مل جائے جس سے ساری

زندگی بھر جائے۔ [اخرجه يعقوب بن سفيان و ابن عساكر كذا فى الكنز ۲/ ۱۴۲]

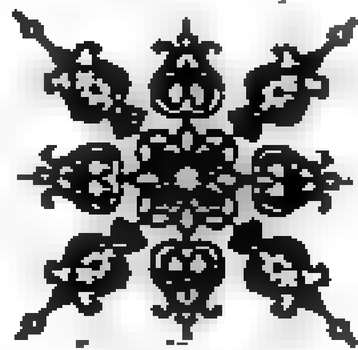
حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ (آخرت کی تیاری کرنے والے) عقلمند لوگوں کا سونا اوران کا روزہ نہ رکھنا کتنا اچھا لگتا ہے۔ اور وہ لوگ (آخرت کی تیاری نہ کرنے والے) بے وقوف لوگوں کی شب بیداری اور روزہ رکھنے کو کس طرح عیب لگاتے ہیں؟ تقویٰ اور یقین والے آدمی کی نیکی کا ذرہ دھوکے میں پڑے ہوئے لوگوں کی پہاڑوں کے برابر عبادت سے زیادہ بڑا اور زیادہ فضیلت والا اور (ترازو میں) زیادہ وزنی ہے۔ [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱/ ۲۱۱]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مجھے یہ یقین ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے میری ایک نماز قبول فرمالی ہے تو یہ مجھے دنیا اور دنیا میں جو کچھ ہے اس سے زیادہ محبوب ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ﴾ [سورة مائده آيت:۲۷]

''خدا تعالیٰ متقیوں ہی کا عمل قبول کرتے ہیں۔''

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے جو آدمی اللہ کے لیے کوئی چیز چھوڑے گا اللہ تعالیٰ اسے اس سے بہتر چیز وہاں سے عطا فرمائیں گے جہاں سے ملنے کا اسے گمان نہ ہوگا اور جو اس بارے میں سستی کرے گا اور چیز کو اس طرح لے گا کہ کسی کو پتہ نہ چل سکے تو اللہ اس پر اس سے زیادہ سخت مصیبت وہاں سے لے آئیں گے جہاں سے مصیبت کے آنے کا اسے گمان بھی نہیں ہوگا۔ [اخرجه ابن عساكر كذا فى الكنز ۲/ ۱۴۲]



اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں (کچھ کمزوری کے آثار نظر آنے لگ گئے ہیں) آپ نے فرمایا مجھے سورۃ ھود' سورۃ واقعہ' سورۃ مرسلات' سورۃ عم یتساء لون اور سورۃ اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ [اخرجه البیهقی]

بیہقی میں یہ روایت ہے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد ظاہر ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سورۃ ھود اور اس جیسی اور سورتوں واقعہ' عم یتساء لون اور اذا الشمس کورت نے بوڑھا کر دیا۔ [کذا فی البدایة ۶/ ۵۹]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں کیسے خوشحال اور مزے دار زندگی والا ہو سکتا ہوں جب کہ صور پھونکنے والا صور منہ میں لے چکا ہے اور اپنی پیشانی جھکائے ہوئے ہے اور کان لگائے انتظار کر رہا ہے کہ کب اسے صور پھونکنے کا حکم دیا جاتا ہے؟ مسلمانوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اب کیا پڑھا کریں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا پڑھا کرو۔

[اخرجه احمد و رواه الترمذی و قال حسن کذا فی البدایة ۶/ ۵۶]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قاری کو یہ آیت پڑھتے ہوئے سنا اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا "ہمارے یہاں بیڑیاں ہیں اور دوزخ ہے۔" [سورۃ مزمل آیت: ۱۲]

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو گئے۔ [اخرجه ابن النجار کذا فی الکنز ۴/ ۴۳]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا خوف

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک انصاری نوجوان کے دل میں اللہ کا ڈر اتنا

پیدا ہوا کہ جب بھی اس کے سامنے جہنم کا ذکر ہوتا وہ رونے لگ جاتا اور اس پر اس کیفیت کا اتنا زیادہ غلبہ ہو گیا کہ وہ ہر وقت ہی گھر رہنے لگا باہر نکلنا چھوڑ دیا کسی نے حضور ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ ﷺ اس کے گھر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر حضور ﷺ نے اسے گلے لگا لیا اتنے میں اس کی روح پرواز کر گئی اور اس کی لاش نیچے گر گئی حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے اس ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو اللہ کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے۔

[اخرجه الحاكم و قال صحيح الاسناد والبيهقى من طريقه كذا فى الترغيب ۵/ ۲۲۳]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی ہی حدیث منقول ہے اور اس میں یہ ہے کہ حضور ﷺ پر اس کی نگاہ پڑی تو وہ کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے گلے لگ گیا اور اسی میں اس کی جان نکل گئی اور وہ مر کر نیچے گر پڑا۔ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے ساتھی کی تجہیز و تکفین کرو۔ جہنم کے ڈر نے اس کے جگر کے ٹکڑے کر دیئے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ نے اسے جہنم سے پناہ عطا فرما دی ہے جو آدمی کسی چیز کی امید کرتا ہے وہ اسے ڈھونڈا کرتا ہے اور جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بھاگتا ہے۔ [اخرجه ابن ابى الدنيا وابن قدامة كذا فى الكنز ۲/ ۱۴۴]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل فرمائی:

﴿يَآيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾

[سورة تحريم آيت:۶]

"اے ایمان والو تم اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو (دوزخ کی) اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن (اور سوختہ) آدمی اور پتھر ہیں۔"

تو آپ ﷺ نے ایک دن یہ آیت اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سنائی۔ سنتے ہی ایک نوجوان بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ آپ ﷺ نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ حرکت کر رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے جوان لا اله الا الله پڑھو۔ اس نے کلمہ پڑھا جس پر حضور ﷺ نے اسے جنت کی بشارت دی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا یہ بشارت ہم میں سے صرف اسی کے لیے ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

﴿ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِىْ وَخَافَ وَعِيْدِ﴾ [سورة ابراهيم آيت:۱۴]

''اور یہ ہر اس شخص کے لیے (عام) ہے جو میرے روبرو کھڑے ہونے سے ڈرے اور میری وعید سے ڈرے۔''

حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لیے ان کے ہاں تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عمر! اپنے آپ کو کس حال پر پا رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا (اللہ کے فضل و کرم کی) امید لگائے ہوئے ہوں اور (اپنے اعمال کی وجہ سے) ڈر بھی رہا ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس مؤمن کے دل میں امید اور خوف جمع ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کو پورا کر دیتے ہیں اور جس چیز سے ڈرتا ہے اس سے اسے بچا لیتے ہیں۔ [اخرجه البيهقی كذا فی الكنز ۲/ ۱۴۶]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ جہاں سختی اور تنگی کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی نرمی اور وسعت کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں اور جہاں نرمی اور وسعت کی آیت ذکر کرتے ہیں وہاں اس کے قریب ہی سختی اور تنگی کی آیت بھی ذکر کرتے ہیں تاکہ مؤمن کے دل میں رغبت اور ڈر دونوں ہوں اور (بے خوف ہو کر) اللہ سے ناحق تمنائیں نہ کرنے لگے اور (ناامید ہو کر) خود کو ہلاکت میں نہ ڈال دے۔ [اخرجه ابو الشيخ كذا فی الكنز ۲/ ۱۴۴]

اور خلفاء کے خوف کے باب میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خوف کے قصے گزر چکے ہیں۔

حضرت عبداللہ رومی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور دوزخ کے درمیان کھڑا کر دیا جائے اور مجھے معلوم نہ ہو کہ دونوں میں سے کس طرف جانے کا حکم ملے گا تو اس بات کے جاننے سے پہلے ہی مجھے راکھ بن جانا پسند ہوگا کہ دونوں میں سے کس طرف مجھے جانا ہے۔ [ايضاً احمد فی الزهد عن عثمان مثله كما فی المنتخب ۵/ ۱۰]

حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش میں مینڈھا ہوتا میرے گھر والے مجھے ذبح کرتے پھر میرا گوشت کھا لیتے اور میرا شوربا پی لیتے۔ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کاش میں ایک ٹیلہ پر پڑی ہوئی راکھ ہوتا جسے آندھی والے دن ہوا اڑا دیتی۔ [اخرجه ابن عساكر كذا فی المنتخب ۵/ ۷۳ واخرجه ابن سعد ۳/ ۴۱۳ عن قتادہ عن ابی عبيدة نحوه]

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش میں راکھ ہوتا جسے ہوائیں اڑا لے جاتیں۔ [عند ابن سعد ۴/ ۲۹ ایضاً]

حضرت عامر بن مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک آدمی نے کہا کہ مجھے صرف اتنی بات پسند نہیں ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جن کو دائیں ہاتھ میں اعمال نامے ملیں گے بلکہ مجھے تو مقربین میں سے ہونا زیادہ پسند ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر مجھے جنت اور جہنم کے درمیان کھڑا کر کے یہ کہا جائے کہ تم پسند کر لو چاہے جنت اور جہنم میں سے کسی میں چلے جاؤ چاہے راکھ بن جاؤ تو میں راکھ بن جانے کو پسند کروں گا۔
[عند ابی نعیم ایضاً]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! جو کچھ میں جانتا ہوں اگر تم وہ جان لو تو تم اپنی بیویوں سے بے تکلف نہ ہو سکو اور تمہیں بستروں پر سکون نہ ملے۔ اللہ کی قسم میری آرزو ہے کہ کاش اللہ تعالیٰ مجھے درخت بناتے جسے کاٹ دیا جاتا اور جس کے پھل کھا لیے جاتے۔
[اخرجہ ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۱۶۴]

حضرت حزام بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم نے جو کچھ مرنے کے بعد دیکھنا ہے اگر تمہیں اب اس کا یقین ہو جائے تو نہ مزے لے کر کھانے کھاؤ اور نہ مزے لے کر کچھ پیو اور نہ گھروں کے سائے میں بیٹھ سکو بلکہ میدانوں کی طرف نکل جاؤ اور اپنے سینوں کو پیٹ پیٹ کر اپنی جانوں پر روتے رہو اور میری آرزو ہے کہ کاش میں درخت ہوتا جسے کاٹ کر اس کا پھل کھا لیا جاتا۔ [اخرجہ ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۱۶]

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری آرزو ہے کہ کاش میں اپنے گھر والوں کا مینڈھا ہوتا ان کا کوئی مہمان ہوتا اور وہ میری رگوں پر چھری پھیر کر مجھے ذبح کر لیتے خود بھی میرا گوشت کھاتے اور مہمان کو بھی کھلاتے۔ [عند ابن عساکر کما فی الکنز ۲/ ۱۴۵]

حضرت طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہمارے علاقے میں تشریف لائے تو ہمارے بڑوں نے ان سے کہا کہ اگر آپ ارشاد فرمائیں تو ان پتھروں اور لکڑیوں کو جمع کر کے آپ کے لیے ایک مسجد بنا دیں۔ انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں قیامت کے دن اس مسجد کو اپنی پشت پر اٹھانے کا مجھے مکلف نہ بنا دیا جائے۔

[اخرجہ ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۳۶]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے اندر تشریف لے گئے تو میں نے سنا کہ وہ سجدے میں پڑے ہوئے یہ کہہ رہے تھے (اے اللہ!) تو جانتا ہے کہ صرف تیرے ڈر کی وجہ سے میں نے قریش سے اس دنیا کے بارے میں مزاحمت نہیں کی۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۹۲]

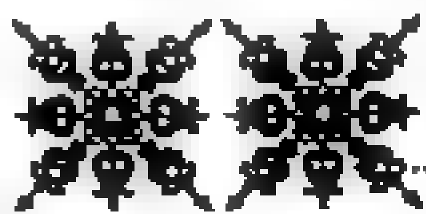
حضرت ابوحازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا ایک عراقی آدمی پر گزر ہوا جو زمین پر بے ہوش پڑا ہوا تھا۔ انہوں نے پوچھا اسے کیا ہوا؟ لوگوں نے بتایا کہ جب اس کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو اس کی یہ حالت ہو جاتی ہے انہوں نے فرمایا ہم بھی اللہ سے ڈرتے ہیں لیکن ہم تو بے ہوش ہو کر زمین پر نہیں گرتے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۹۲]

حضرت شداد بن اوس انصاری رضی اللہ عنہ جب بستر پر لیٹتے تو کروٹیں بدلتے رہتے اور ان کو نیند نہ آتی اور یوں فرماتے اے اللہ! جہنم نے میری نیند اڑا دی پھر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دیتے اور صبح تک اس میں مشغول رہتے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۶۴]

حضرت عمرو بن سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں کوئی درخت ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش میں مٹی کا ڈھیلا ہوتی۔ اللہ کی قسم! میری آرزو ہے کہ کاش اللہ نے مجھے پیدا ہی نہ کیا ہوتا۔

[اخرجه ابن سعد ۸/ ۷۴]

حضرت ابن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انتقال سے پہلے ان کی خدمت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آئے اور ان کی تعریف کرنے لگ گئے کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ! آپ کو خوشخبری ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے علاوہ اور کسی کنواری عورت سے شادی نہیں کی۔ اور آپ کی (تہمت زنا سے) برأت آسمان سے اتری تھی۔ اتنے میں سامنے سے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما حاضر خدمت ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما میری تعریف کر رہے ہیں اور مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ آج میں کسی سے اپنی تعریف سنوں۔ میری تمنا تو یہ ہے کہ کاش میں بھولی بسری ہو جاتی۔ [عند ابن سعد ایضاً]



اللہ کے خوف سے رونا

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رونا

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مجھے قرآن پڑھ کر سناؤ میں نے عرض کیا میں آپ کو قرآن سناؤں حالانکہ قرآن تو خود آپ پر نازل ہوا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ میں دوسرے سے قرآن سنوں چنانچہ میں نے سورۃ نساء پڑھنی شروع کر دی اور جب میں فکیف اذا جئنا من کل امة بشهيد وجئنا بك على هؤلاء شهيدا۔ [سورة النساء آیت ۴۱] پر پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس کرو۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کی آنکھیں آنسو بہا رہی تھیں۔ [اخرجه البخاری كذا فى البداية: ۵۹/۲]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کے بعض واقعات نماز کے باب میں آئیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا رونا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

﴿اَفَمِنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ تَعْجَبُوْنَ وَتَضْحَكُوْنَ وَلَا تَبْكُوْنَ﴾

[سورة النجم آیت: ۵۹، ۶۰]

"سو کیا (ایسے خوف کی باتیں سن کر بھی) تم لوگ اس کلام (ہی) سے تعجب کرتے ہو اور ہنستے ہو اور (خوف عذاب سے) روتے نہیں ہو۔"

تو اصحاب صفہ اتنا روئے کہ آنسو ان کے رخساروں پر بہنے لگے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کے رونے کی ہلکی ہلکی آواز سنی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ رو پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رونے کی وجہ سے ہم بھی رو پڑے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ کے ڈر سے روئے گا وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا اور جو گناہ پر اصرار کرے گا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور اگر تم گناہ نہ کرو (اور استغفار

کرنا چھوڑ دو) تو اللہ ایسے لوگوں کو لے آئے گا جو گناہ کریں گے (اور استغفار کریں گے) اور اللہ ان کی مغفرت کریں گے۔ [اخرجه البيهقي كذا في الترغيب ۵/ ۱۹۰]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [سورۃ بقرہ آیت:۲۴]

''جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔''

پھر آپ نے فرمایا کہ جہنم میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی۔ یہاں تک کہ وہ سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی یہاں تک کہ وہ سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال اور جلائی گئی یہاں تک کہ وہ کالی ہوگئی۔ اب یہ آگ کالی اور تاریک ہے اس کا شعلہ کبھی نہیں بجھتا حضور ﷺ کے سامنے ایک سیاہ رنگ کا آدمی بیٹھا ہوا تھا وہ یہ سن کر زور زور سے رونے لگا اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام آسمان سے اتر آئے اور انہوں نے پوچھا کہ یہ آپ کے سامنے رونے والے کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا یہ حبشہ کے ہیں اور حضور ﷺ نے اس کی تعریف کی حضرت جبرائیل نے کہا اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں میری عزت اور میرے جلال کی قسم! عرش پر میرے بلند ہونے کی قسم! جس بندے کی آنکھ دنیا میں میرے ڈر سے روئے گی میں جنت میں اسے خوب ہنساؤں گا۔ [اخرجه البيهقي والاصبهاني كذا في الترغيب ۵/ ۱۹۴]

حضرت قیس بن ابی حازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آیا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے قائم مقام بن چکے تھے پہلے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی خوب تعریف بیان کی اور پھر خوب روئے۔

[اخرجه عبد الرزاق كذا في المنتخب ۵/ ۳۶۰]

حضرت محمد بن حسن بن محمد بن علی بن ابی طالب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے خطبہ میں اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ پڑھ رہے تھے عَلِمَتْ نَفْسٌ مَّا اَحْضَرَتْ پر پہنچے تو (رونے کے غلبہ کی وجہ سے) ان کی آواز بند ہوگئی۔

[اخرجه الشافعي كذا في المنتخب ۴/ ۳۸۷]

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیتیں پڑھیں:

﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَّا لَهُ مِنْ دَافِعٍ﴾ [سورۃ طور آیت:۷-۸]

''بیشک آپ کے رب کا عذاب ضرور ہو کر رہے گا۔''

تو ان کا سانس پھول گیا (اور وہ بیمار ہو گئے) اور بیس دن تک (ایسے بیمار رہے کہ) لوگ ان کی عیادت کرتے رہے۔ [عند ابی عبید]

حضرت عبید بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی جس میں سورۃ یوسف شروع کر دی پڑھتے پڑھتے جب وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ پر پہنچے تو اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے اور رکوع کر دیا۔

[عند ابی عبید کذا فی منتخب الکنز ۴/ ۴۰۱]

حضرت عبداللہ بن شداد بن ہاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ فجر کی نماز مین سورۃ یوسف پڑھ رہے تھے میں آخری صف میں تھا جب پڑھتے پڑھتے اِنَّمَا اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ پر پہنچے تو اتنا روئے کہ آگے نہ پڑھ سکے اور رکوع کر دیا۔

حضرت ہشام بن حسن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرآن پڑھتے ہوئے جب (عذاب کی) کسی آیت پر گزرتے تو ان کا گلا گھٹ جاتا اور اتنا روتے کہ نیچے گر جاتے اور پھر (کمزور ہو جانے کی وجہ سے) کئی دن گھر رہتے اور لوگ ان کو بیمار سمجھ کر عیادت کرتے رہتے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۵۱]

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت ہانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کسی قبر پر کھڑے ہوتے تو اتنا روتے کہ داڑھی تر ہو جاتی ان سے کسی نے پوچھا کہ آپ جنت اور دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اور نہیں روتے ہیں لیکن قبر کو یاد کر کے روتے ہیں؟ فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ جو اس سے سہولت سے چھوٹ گیا اس کے لیے بعد کی منزلیں سب آسان ہیں اور جو اس میں (عذاب میں) پھنس گیا اس کے لیے بعد کی منزلیں اور بھی زیادہ سخت ہیں اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی سنا ہے کہ میں نے کوئی منظر ایسا نہیں دیکھا کہ قبر کا منظر اس سے زیادہ گھبراہٹ والا نہ ہو۔ [اخرجه الترمذی وحسنه]

رزین کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت ہانی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو ایک قبر پر یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے۔

فَاِنْ تَنجُ مِنھَا مَنْجُ مِنْ ذِی عَظِیمَۃٍ
وَ اِلَّا فَاِنِّی لَا اَخَالُکَ نَاجِیًا

"(اے قبر والے!) اگر تم اس گھاٹی سے سہولت سے چھوٹ گئے تو تم بڑی زبردست گھاٹی سے چھوٹ گئے ورنہ میرے خیال میں تمہیں آئندہ کی گھاٹیوں سے نجات نہیں مل سکے گی۔"

[کذا فی الترغیب ۵/ ۳۲۴ واخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۶۱ عن ھانی مختصرا]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے وہ رو رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ حضرت معاذ نے کہا ایک حدیث کی وجہ سے رو رہا ہوں جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے کہ ریا کا ادنیٰ درجہ بھی شرک ہے اور اللہ کو بندوں میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہیں جو متقی ہوں اور ان کے حالات لوگوں سے چھپے ہوئے ہوں یہ لوگ اگر نہ آئیں تو کوئی انہیں تلاش نہ کرے اور اگر آ جائیں تو انہیں کوئی نہ پہچانے یہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔

[اخرجه الحاکم ۳/ ۲۷۰ واللفظ له وابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۱۵ قال الحاکم صحیح الاسناد ولم یخرجاہ وقال الذھبی ابو مخدم قال ابو حاتم لا یکتب حدیثه و قال النسائی لیس ثقة]

حضرت قاسم بن ابی بزہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک صاحب نے یہ واقعہ مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سورۃ وَیْلٌ لِّلْمُطَفِّفِیْنَ پڑھتے ہوئے سنا جب وہ یَوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِیْنَ "جس دن تمام آدمی رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔" پر پہنچے تو رونے لگے اور اتنا روئے کہ بے اختیار ہو کر زمین پر گر گئے اور اس سے آگے نہ پڑھ سکے۔

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۳۰۵ واخرجه احمد نحوہ کما فی صفة الصفوۃ ۱/ ۲۳۴]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سورۃ بقرہ کے آخر کی یہ دو آیتیں پڑھتے تو رونے لگ جاتے:

﴿وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ﴾

"اور جو باتیں تمہارے نفسوں میں ہیں ان کو اگر تم ظاہر کرو گے یا کہ پوشیدہ رکھو گے حق تعالیٰ تم سے حساب لیں گے۔"

اور فرماتے یہ حساب تو بہت سخت ہے۔ [عند ابی نعیم واحمد ایضاً]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب:

﴿اَلَمْ یَاْنِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ﴾ [سورۃ حدید آیت: ۱۶]

''کیا ایمان والوں کے لیے اس بات کا وقت نہیں آیا کہ ان کے دل خدا کی نصیحت اور جو دین حق (من جانب اللہ) نازل ہوا ہے اس کے سامنے جھک جاویں۔''

پڑھتے تو رونے لگ جاتے اور اتنا روتے کہ چپ کرنا اختیار میں نہ رہتا۔

[عند ابی نعیم ایضاً فی الحلیۃ ۱/ ۳۰۵ واخرجہ ابو العباس فی تاریخہ بسند جید کما فی الاصابۃ ۲/ ۳۴۹]

حضرت یوسف بن مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ کے ہاں گیا وہ اپنے ساتھیوں میں بیان کر رہے تھے (حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان سننے لگ گئے تھوڑی دیر بعد) میں نے دیکھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔

[اخرجہ ابن سعد ۴/ ۱۶۴ واخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۳۰۵ عن یوسف بن مالک مختصراً]

حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ نے آیت:

﴿فَکَیْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِیْدٍ﴾ [سورۃ نساء آیت: ۴۱]

''سو اس وقت بھی کیا حال ہوگا جب کہ ہم ہر ہر اُمت میں سے ایک ایک گواہ کو حاضر کریں گے۔''

آخر تک پڑھی تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما رونے لگے اور اتنے روئے کہ ان کی داڑھی اور گریبان آنسوؤں سے تر ہو گیا حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں جو شخص بیٹھا ہوا تھا اس نے مجھے بتایا (جب میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اتنا زیادہ روتے ہوئے دیکھا تو) میرا دل چاہا کہ میں کھڑے ہو کر حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ سے کہوں کہ اب آپ بیان ختم کر دیں کیونکہ آپ ان بڑے میاں کو بہت تکلیف پہنچا چکے ہیں۔ [عند ابن سعد ۴/ ۱۶۲]

حضرت عبداللہ بن ابی ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں مکہ سے مدینہ تک حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے ساتھ رہا وہ جب بھی کسی جگہ قیام کرتے وہاں وہ آدھی رات تک اللہ کی عبادت میں کھڑے رہتے حضرت ایوب نے راوی سے پوچھا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کس طرح قرآن

پڑھتے تھے؟ انہوں نے کہا ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے:

﴿وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ﴾ [سورۃ ق آیت: ۱۹]

''اور موت کی سختی (قریب) آ پہنچی یہ (موت) وہ چیز ہے جس سے تو بدکتا ہے۔''

پڑھی تو خوب ٹھہر ٹھہر کر اسے پڑھتے رہے اور درد بھری آواز سے خوب روتے رہے۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱/ ۳۲۷]

حضرت ابو رجاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے (چہرے پر) آنسوؤں کے بہنے کی جگہ (زیادہ رونے کی وجہ سے) پرانے تسمہ کی طرح تھی۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱/ ۳۲۹]

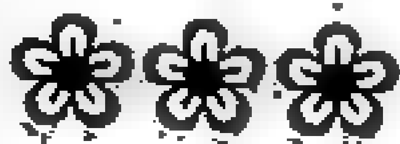
حضرت عثمان بن ابی سودہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ مسجد کی دیوار پر سینہ رکھے ہوئے رو رہے ہیں میں نے عرض کیا اے ابوالولید! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ وہی جگہ ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا تھا کہ انہوں نے اس جگہ جہنم کو دیکھا تھا۔ [اخرجه ابونعيم فى الحلية ۶/ ۱۱۰]

حضرت یعلی بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میری والدہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے لیے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں وہ بہت رویا کرتے تھے۔ وہ اپنا دروازہ بند کر کے روتے رہتے یہاں تک کہ ان کی آنکھیں دکھنے لگ جاتیں۔ اس لیے میری والدہ ان کے لیے سرمہ تیار کیا کرتی تھیں۔

[اخرجه ابونعيم فى الحلية ۱/ ۲۹۰]

حضرت مسلم بن بشر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی بیماری میں رو رہے تھے کسی نے عرض کیا اے ابو ہریرہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا غور سے سنو میں تمہاری اس دنیا پر تو نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس وجہ سے رو رہا ہوں کہ سفر بہت دور کا ہے اور میرا توشہ کم ہے اور میں اس گھاٹی پر چڑھ گیا ہوں جس کے بعد جنت اور دوزخ دونوں کو راستہ جاتا ہے اور مجھے معلوم نہیں ہے کہ ان دونوں میں سے کس کے راستہ پر مجھے چلایا جائے گا۔

[اخرجه ابن سعد ۴/ ۶۲ واخرجه ابونعيم فى الحلية ۱/ ۳۸۳]



غوروفکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا غوروفکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا

حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام حضرت حمزہ بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوریحانہ رضی اللہ عنہ ایک غزوہ سے واپس آئے رات کو کھانا کھایا پھر وضو کیا اور مصلّی پر کھڑے ہو کر نماز شروع کر دی اور ایک سورۃ پڑھنے لگے اور نماز میں ایسے مگن ہوئے کہ اسی میں فجر کی اذان ہوگئی ان کی بیوی نے کہا اے ابوریحانہ! آپ غزوہ میں گئے تھے جس میں آپ خوب تھک گئے تھے پھر آپ واپس آئے تو کیا آپ پر ہمارا کوئی حق نہیں ہے اور آپ کے اوقات میں ہمارا کوئی حصہ نہیں ہے؟ انہوں نے فرمایا لیکن اللہ کی قسم! تم مجھے یاد آتیں تو تمہارا مجھ پر حق ہوتا ان کی بیوی نے پوچھا تو آپ کس چیز میں اتنے منہمک ہوگئے تھے؟ (کہ میرا خیال بھی نہ آیا) فرمایا اللہ تعالیٰ نے جنت اور اس کی لذتوں کو جو بیان فرمایا ہے میں انہیں سوچنے لگ گیا تھا بس اسی میں فجر کی اذان کان میں پڑی۔ [اخرجه ابن المبارك في الزهد كذا في الاصابة ۲/ ۱۵۷]

حضرت محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک آدمی بصرہ سے سفر کر کے حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا (حضرت ابوذرؓ کی اہلیہ) کے پاس حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کا پوچھنے گیا چنانچہ اس آدمی نے حضرت اُم ذر رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا میں آپ کی خدمت میں اس لیے آیا ہوں تاکہ آپ مجھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی عبادت کے بارے میں بتائیں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ سارا دن تنہائی میں بیٹھ کر غوروفکر کرتے رہتے تھے۔

[اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/ ۱۶۴]

حضرت عون بن عبداللہ بن عتبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کا سب سے افضل عمل کونسا تھا؟ انہوں نے کہا غوروفکر کرنا اور عبرت حاصل کرنا۔ [اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/ ۲۰۸]

ابونعیم نے حضرت عون رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا سے پوچھا

گیا کہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ کونسا عمل کرتے تھے؟ انہوں نے کہا عبرت حاصل کرنا۔ دوسری روایت میں ہے غور وفکر کرنا۔

[عند ابی نعیم ایضاً عن عون و عن سالم بن ابی الجعد نحوه الا انه قال فقالت التفکر واخرجه احمد نحو الحدیث الاول عن عون کما فی صفة الصفوة ۱/ ۲۵۸]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک گھڑی کا غور وفکر ساری رات عبادت کرنے سے بہتر ہے۔ [عند ابی نعیم واحمد ایضاً واخرجه ابن سعد ۷/ ۳۹۲]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ خیر کے دروازوں کے کھلنے کا اور شر کے دروازوں کے بند ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور اس پر انہیں بہت زیادہ ثواب ملے گا بہت سے لوگ شر کے دروازوں کے کھلنے کا اور خیر کے دروازوں کے بند ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں اور انہیں اس کی وجہ سے بڑا گناہ ہوگا اور ایک گھڑی کا غور وفکر ساری رات کی عبادت سے بہتر ہے۔

[عند ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۲]

حضرت حبیب بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں ایک آدمی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا۔ وہ غزوہ میں جانا چاہتا تھا اس نے عرض کیا۔ اے ابوالدرداء! مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اللہ کو خوشی اور راحت میں یاد رکھو اللہ مصیبت میں تمہیں یاد رکھے گا اور جب تم اپنے دل میں دنیا کی کسی چیز کا اشراف اور رغبت پاؤ تو غور کرو کہ اس چیز کا کیا انجام ہوگا (کہ مٹی سے بنی ہے اور ایک دن مٹی ہو جائے گی) [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۰۹]

حضرت سالم بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ دو بیل حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے جو کام کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک کام کرتا رہا اور دوسرا کھڑا ہو گیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس میں بھی عبرت ہے (کہ جو بیل کام چھوڑ کر کھڑا ہو گیا ہے اسے مالک ڈنڈے سے مارے گا) [عند ابی نعیم ایضاً واخرجه احمد ایضاً الحدیث الاول عن حبیب نحوه کما فی صفة الصفوة ۲۵۸]

نفس کا محاسبہ

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ جو اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس سے

بغض رکھے گا (اور اس کی نہیں مانے گا بلکہ اس کی مرضی کے خلاف اللہ والے کام نفس سے کروائے گا) تو اسے اللہ تعالیٰ اپنے غصہ سے محفوظ رکھیں گے۔

[اخرجه ابن ابی الدنیا فی محاسبة النفس كذا فی الكنز ۲/ ۶۳]

حضرت ثابت بن حجاج رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے جائزہ لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا جائزہ لے اور تم اپنے نفسوں کا اس سے پہلے خود محاسبہ کرو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حساب لے۔ تم آج اپنے نفسوں کا محاسبہ کرو گے اس سے کل کو حساب میں آسانی ہوگی اور (قیامت کے دن کی) بڑی پیشی کے لیے (نیک اعمال اختیار کر کے) سنور جاؤ:

﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنكُمْ خَافِيَةٌ﴾ [سورة الحاقة آیت: ۱۸]

"جس روز خدا کے روبرو حساب کے واسطے) تم پیش کیے جاؤ گے (اور) تمہاری کوئی بات (اللہ تعالیٰ سے) پوشیدہ نہ ہوگی۔

[اخرجه ابن ابی الدنیا فی محاسبة النفس كذا فی الكنز ۲/ ۶۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ باہر نکلا۔ چلتے چلتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک باغ میں داخل ہو گئے (میں باہر رہ گیا) وہ باغ کے اندر تھے اور میرے اور ان کے درمیان ایک دیوار ہی تھی۔ میں نے سنا کہ وہ اپنے آپ کو خطاب کر کے کہہ رہے ہیں اے امیر المؤمنین! اللہ کی قسم! تجھے اللہ سے ضرور ڈرنا ہوگا ورنہ اللہ تعالیٰ تجھے ضرور عذاب دیں گے۔ [اخرجه مالك و ابن سعد وابن ابی الدنیا فی محاسبة النفس ابونعیم فی المعرفة وابن عساكر كذا فی المنتخب ۴/ ۴۰۰]

خاموشی اور زبان کی حفاظت

حضرت سماک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضری دیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا ہاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات خاموش رہا کرتے تھے۔ [اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی ۱۰/ ۲۹۷ ورجال احمد رجال الصحیح غیر شریك وهو ثقة واخرجه ابن سعد ۱/ ۳۷۲ عن سماك نحوه]

حضرت ابو مالک اشجعی رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے اور اس وقت ہم لوگ نوجوان لڑکے تھے۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خاموش رہنے والا کسی کو نہیں دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی آپس میں گفتگو کرتے اور بہت زیادہ باتیں کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر مسکرا دیتے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۱۰/ ۲۹۸ وفیه ابراهیم بن زکریا العجلی و هو ضعیف۔ انتهٰی]

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن باہر تشریف لائے اور اپنی سواری پر سوار ہو کر چل پڑے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ان میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے نہیں چل رہا تھا۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہمارے (مرنے کے) دن کو آپ کے (انتقال کے) دن سے پہلے کر دے۔ اللہ ہمیں آپ (کے انتقال) کا وہ دن نہ دکھائے لیکن اگر ہمیں وہ دن دیکھنا پڑ گیا تو پھر ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سے اعمال کیا کریں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں ہم جہاد فی سبیل اللہ کیا کریں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ بہت اچھا عمل ہے اور لوگوں کو اس کی عادت بھی ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا روزہ اور صدقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا روزہ اور صدقہ بہت اچھے عمل ہیں اور لوگوں کو ان کی بھی عادت ہے لیکن ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو جتنے بھی خیر والے عمل معلوم تھے انہوں نے ان میں سے ہر ایک کا نام لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کے جواب میں یہی فرماتے رہے کہ لوگوں کو اس کی عادت ہے لیکن اس سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل ہے آخر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! لوگوں کو ان تمام اعمال کے کرنے کی عادت ہے تو ان سے بھی زیادہ (نفس کو) قابو میں لانے والا عمل کونسا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا خاموش رہنا اور صرف خیر کی بات کرنا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جو کچھ ہم زبان سے بولتے ہیں کیا اس پر ہمارا مواخذہ ہوگا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ران پر ہاتھ مار کر کہا تیری ماں تجھے گم کرے ایسے ایک دو جملے اور کہے اور فرمایا لوگوں کو ان کے نتھنے کے بل جہنم میں ان کی زبانوں کی باتیں ہی تو گرائیں گی جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہئے کہ خیر کی

بات کہے اور شر سے خاموش رہے تم لوگ خیر کی بات کہو تو (اجر و ثواب کو) غنیمت میں پاؤ گے اور شر سے خاموش رہو (دونوں جہاں کی آفتوں سے) بچے رہو گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خاموشی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک آدمی قتل ہو گیا تو ایک عورت نے اس پر روتے ہوئے کہا ہائے شہید ہونے والے! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خاموش رہو تمہیں کیسے پتہ چلا کہ وہ شہید ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ لایعنی باتیں کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کے خرچ کرنے سے اسے کسی طرح کی کمی نہ آتی ہو۔

[اخرجه ابو يعلى و فيه عصام بن طليق و هو ضعيف كما قال الهيثمى ١٠/ ٣٠٣]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے ایک آدمی جنگ احد میں شہید ہوا اور بھوک کی وجہ سے اس کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہوا تھا تو اس کی ماں اس کے چہرے سے مٹی صاف کرنے لگی اور کہنے لگی اے میرے بیٹے! تجھے جنت مبارک ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں کیسے پتہ چلا؟ (کہ یہ جنتی ہے) شاید یہ لایعنی بات کرتا رہا ہو یا ایسی چیزوں کو روک کر رکھتا ہو جن کے خرچ کرنے میں کوئی نقصان نہ ہو۔ [عند ابى يعلى ايضاً و فيه يحيى بن يعلى الاسلمى وهو ضعيف كما قال الهيثمى واخرجه الترمذى عن انس مختصراً كما فى المشكاة]

حضرت خالد بن نمیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما بہت زیادہ خاموش، غمگین اور بے چین رہتے اور عام طور پر فرمایا کرتے کہ میں اللہ تعالیٰ کی آزمائش سے اسی کی پناہ چاہتا ہوں۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ١/ ١٤٢]

حضرت ابو ادریس خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں دمشق کی مسجد میں داخل ہوا تو میں نے وہاں ایک حضرت دیکھے جن کے سامنے کے دانت بہت چمک رہے تھے اور وہ بہت زیادہ خاموش رہنے والے تھے اور ان کے ساتھ جو لوگ تھے ان کی کیفیت یہ تھی کہ ان کا آپس میں کسی معاملہ میں اختلاف ہو جاتا تو وہ اسے ان کے سامنے پیش کرتے اور پھر یہ اس معاملہ میں جو فیصلہ کرتے سب اس سے مطمئن ہو جاتے میں نے پوچھا یہ حضرت کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ [اخرجه الحاكم ٣/ ٢٦٩]

حضرت اسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف جھانک کر دیکھا تو وہ اپنی زبان کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ! آپ کیا کر رہے ہیں؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسی نے تو مجھے ہلاکت کی جگہوں پر لا کھڑا کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جسم کا ہر عضو زبان کی تیزی کی شکایت کرتا ہے۔

[اخرجه ابویعلی قال الهیثمی ۱۰/ ۳۰۲ رجاله رجال الصحیح غیر موسیٰ بن محمد بن حبان وقد وثقه ابن حبان واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۳۳ عن اسلم مختصرا]

حضرت ابووائل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ صفہ پہاڑی پر چڑھے اور زبان کو پکڑ کر کہنے لگے اے زبان! خیر کی باتِ کہہ غنیمت حاصل کرے گی۔ بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ ندامت سے بچ جائے گی اور سلامتی میں رہے گی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ابن آدم کی اکثر خطائیں اس کی زبان سے صادر ہوئی ہیں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۱۰/ ۳۰۰ رجاله رجال الصحیح]

حضرت سعید بن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے یہ واقعہ سنایا کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ وہ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر کہہ رہے ہیں تیرا ناس ہو! خیر کی بات کہہ غنیمت حاصل کرے گی اور بری بات نہ کہہ بلکہ چپ رہ سلامتی میں رہے گی ایک آدمی نے ان سے پوچھا اے ابن عباس! کیا بات ہے میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی زبان کی نوک پکڑ کر یہ بات کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ بندہ کو قیامت کے دن جتنا غصہ اپنی زبان پر آئے گا اتنا اور کسی چیز پر نہیں آئے گا۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۳۲۸]

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے ایک ساتھی سے کہا دستر خوان لاؤ تاکہ ہم اس میں مشغول ہو جائیں تو ان کے ایک اور ساتھی نے کہا میں نے جب سے آپ کی صحبت اختیار کی ہے میں نے کبھی آپ سے ایسی بات نہیں سنی انہوں نے کہا اللہ کی قسم! بس یہی ایک بات میری زبان سے اچانک نکل گئی ہے ورنہ جب سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جدا ہوں ہمیشہ میری زبان سے نپی تلی بات نکلی ہے (یعنی ہمیشہ سوچ سمجھ کر بولتا رہا ہوں بس آج ہی چوک ہو گئی ہے) آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۶۵]

حضرت سلیمان بن موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہما نے ایک دن کہا دستر

خوان لاؤ تا کہ ہم بھی اس کے ساتھ کچھ کھیل کھیلیں تو اس بول پر ساتھیوں نے ان کی گرفت کی اور یوں کہا حضرت ابویعلی (یہ حضرت شداد رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) کو دیکھو آج ان کی زبان سے کیسی بات نکلی ہے انہوں نے فرمایا اے میرے بھتیجو! جب سے میں حضور ﷺ سے بیعت ہوا ہوں ہمیشہ میں نے سوچ سمجھ کر نپی تلی بات ہی کہی ہے بس یہی ایک بات اچانک کہہ بیٹھا ہوں یعنی مجھ سے چوک ہوگئی ہے۔ اس بات کو چھوڑ دو اور تم اس سے بہتر بات لے لو اور وہ یہ دعا ہے اے اللہ! ہم تجھ سے ہر کام میں جلدی نہ کرنے اور ثابت قدمی کو مانگتے ہیں اور رشد و ہدایت پر پختگی کو مانگتے ہیں اور تیری نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور تیری اچھی طرح عبادت کرنے کی توفیق کو مانگتے ہیں اور ان شرور سے پناہ چاہتے ہیں جنہیں تو جانتا ہے یہ دعا مجھ سے لے لو اور وہ بات جو اچانک نکل گئی ہے اسے چھوڑ دو۔ [عند ابی نعیم ایضاً کذا رواہ سلیمان بن موسی موقوفا ورواہ حسان بن عطیة عن شداد بن اوس مرفوعاً]

پھر ابونعیم نے دوسری سند سے اس جیسی روایت بیان کی ہے جس میں یہ ہے کہ جو بات میری زبان سے نکل گئی ہے اسے تم یاد نہ رکھو بلکہ جو میں تمہیں کہوں گا اسے یاد کر لو اور وہ یہ ہے کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب سونا اور چاندی کا خزانہ جمع کرنے لگ جائیں تو تم ان کلمات کو خزانہ بنا لینا یعنی انہیں کثرت سے پڑھتے رہنا اے اللہ! میں آپ سے ہر کام میں ثابت قدمی اور رشد و ہدایت پر پختگی مانگتا ہوں پھر پچھلی حدیث کے الفاظ ذکر کئے اور مزید یہ دعا بھی ذکر کی اور تو میرے جتنے گناہوں کو جانتا ہے میں تجھ سے ان تمام گناہوں کی مغفرت چاہتا ہوں۔ بیشک تو ہی غیب کی تمام باتوں کو جاننے والا ہے۔

[واخرجه ابونعیم ایضاً ۱/ ۲۶۶ من طریق ابی الاشعث الصنعانی مغیرہ مرفوعا نحوہ واخرجه احمد من طریق حسان بن عطیة عن شداد نحوہ کما فی التفسیر لابن کثیر ۲/ ۳۵۱]

حضرت عیسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں! روئے زمین پر کوئی چیز ایسی نہیں ہے جسے زبان سے زیادہ عمر قید کی ضرورت ہو۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۱۳۴ واخرجه الطبرانی نحوہ باسانید و رجالها ثقات کما قال الهیثمی ۱۰/ ۳۰۳]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بے کار باتیں کرنے سے ڈراتا ہوں اور بقدر

ضرورت بات کرنا ہی تمہارے لیے کافی ہے۔

[عند الطبرانی ایضاً وفیه المسعودی وقد اختلط کما قال الھیثمی]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ خطائیں ان لوگوں کی ہوں گی جو دنیا میں فضول بحث مباحثہ کرتے رہتے تھے۔

[عند الطبرانی ایضاً ورجاله ثقات کما قال الھیثمی]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان سارے بدن کی اصلاح کی بنیاد ہے جب زبان ٹھیک ہو جائے تو سارے اعضاء ٹھیک ہو جاتے ہیں اور جب زبان بے قابو ہو جاتی ہے تو تمام اعضاء بے قابو ہو جاتے ہیں۔[اخرجه ابن ابی الدنیا]

ابن ابی الدنیا کی ایک روایت میں یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو چھپا پھر تیرا ذکر نہیں ہوا کرے گا (اور تو بگڑنے سے بچ جائے گا) اور خاموشی اختیار کر سلامتی میں رہے گا۔ ایک روایت میں یہ ہے کہ خاموشی جنت کی طرف بلانے والی ہے ایک روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ شعر منقول ہیں:

لَا تُفْشِ سِرَّكَ اِلَّا اِلَيْكَ
فَاِنَّ لِكُلِّ نَصِيْحٍ نَصِيْحًا

اپنا بھید اپنے تک محفوظ رکھ اور کسی پر ظاہر نہ کر کیونکہ ہر خیر خواہ کے لیے کوئی نہ کوئی خیر خواہ ہوتا ہے۔

فَاِنِّیْ رَاَيْتُ غُوَاةَ الرِّجَالِ
لَا يَدَعُوْنَ اَدِيْمًا صَحِيْحًا

"کیونکہ میں نے گمراہ انسانوں کو دیکھا ہے کہ وہ کسی آدمی کو بے داغ صحیح سالم نہیں رہنے دیتے۔" [کذا فی کنز العمال ۲/ ۱۵۸]

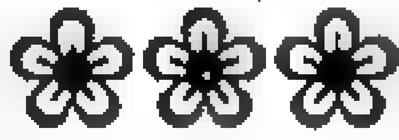
حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے تم لوگ بات کرنا سیکھتے ہو ایسے ہی خاموش رہنا بھی سیکھو کیونکہ خاموش رہنا بہت بڑی بردباری ہے اور تمہیں بولنے سے زیادہ سننے کا شوق ہونا چاہئے اور کبھی لایعنی کا بول نہ بولو۔ ہنسی کی بات کے بغیر خواہ مخواہ مت ہنسو اور بلا ضرورت کسی جگہ مت جاؤ۔[اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۹]

حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو اس کی

زبان سے زیادہ محبوب نہیں ہے اس کی وجہ سے اللہ اسے جنت میں داخل فرمائیں گے اور کافر کے جسم میں کوئی عضو اللہ تعالیٰ کو اس کی زبان سے زیادہ مبغوض نہیں ہے اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کریں گے۔[عند ابی نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۲۰]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ بندے کو سب سے زیادہ جس عضو کو پاک کرنے کی ضرورت ہے وہ اس کی زبان ہے۔[ابن سعد ۷/ ۲۲]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کوئی بندہ اس وقت تک متقی نہیں بن سکتا جب تک وہ اپنی زبان کی حفاظت نہ کرے۔[ابن سعد ۷: ۲۲]



گفتگو

حضرت سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو

بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو ایسی واضح اور اطمینان سے ہوتی تھی کہ اگر کوئی اس کے کلمات گننا چاہتا تو گن سکتا تھا۔ بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں تمہیں تعجب کی بات نہ بتاؤں کہ ابو فلاں آئے اور میرے حجرے کے قریب بیٹھ کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں اتنی آواز سے بیان کرنے لگے کہ مجھے بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نفل نماز پڑھ رہی تھی اور وہ میری نماز ختم ہونے سے پہلے ہی وہاں سے اٹھ کر چلے گئے اگر مجھے وہ مل جاتے تو میں ان کی تردید کرتی اور انہیں بتاتی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری طرح لگاتار جلدی جلدی گفتگو نہیں فرمایا کرتے تھے۔ یہ روایت امام احمدؒ مسلم اور ابوداؤد نے بھی ذکر کی ہے اور اس کے شروع میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی عجیب بات نہ بتاؤں پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا ہے۔ امام احمد اور ابوداؤد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ذکر کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کا ہر مضمون دوسرے سے ممتاز ہوتا تھا اور ہر ایک آپ کی بات سمجھ جاتا تھا آپ لگاتار جلدی جلدی بات نہیں فرماتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ یا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو واضح حروف کے ساتھ ہوتی تھی یا ہر ہر لفظ جدا ہوتا تھا اور اس میں جلدی نہیں پائی جاتی تھی۔ امام احمد اور بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی اہم بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور جب کسی قوم کے پاس جاکر سلام کرتے تو تین مرتبہ کرتے۔ امام احمد حضرت ثمامہ بن انس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جب کوئی بات کرتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور وہ یہ بتایا کرتے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین مرتبہ دہراتے اور اجازت بھی تین مرتبہ لیتے۔ ترمذی میں حضرت ثمامہ بن انس رضی اللہ عنہما

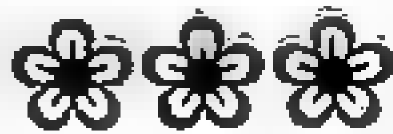
فرماتے ہیں جب حضور ﷺ کوئی (اہم) بات فرماتے تو اسے تین دفعہ دہراتے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ [ثم قال الترمذی حسن صحیح غریب]

امام احمد اور بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے جامع کلمات دے کر بھیجا گیا ہے (جن کے الفاظ تھوڑے اور معانی زیادہ ہیں) اور رعب کے ذریعہ میری مدد کی گئی ہے ایک مرتبہ میں سو رہا تھا تو زمین کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور ﷺ بیٹھے ہوئے گفتگو فرمارہے ہوتے تو (اللہ تعالیٰ کی محبت اور وحی کے انتظار میں) بار بار نگاہ آسمان کی طرف اٹھاتے۔

[عند ابن اسحاق و هکذا رواه ابو داؤد من حدیث ابن اسحاق کذا فی البدایة ۶/ ۴۰]

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ قوم کے بدترین شخص کی طرف بھی تالیف قلب کے خیال سے پوری طرح متوجہ ہو کر بات فرماتے (جس کی وجہ سے اس کو اپنی خصوصیت کا خیال ہو جاتا تھا) چنانچہ خود میری طرف بھی حضور ﷺ کی توجہات عالیہ اور کلام کا رخ بہت زیادہ رہتا تھا حتی کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ میں قوم کا بہترین شخص ہوں اسی وجہ سے حضور ﷺ سب سے زیادہ توجہ فرماتے ہیں میں نے اسی خیال سے ایک دن دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں افضل ہوں یا ابوبکر رضی اللہ عنہ' حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عمر رضی اللہ عنہ۔ حضور ﷺ نے فرمایا عمر۔ پھر میں نے پوچھا کہ میں افضل ہوں یا عثمان رضی اللہ عنہ حضور ﷺ نے فرمایا عثمان۔ جب میں نے حضور ﷺ سے صاف صاف پوچھا تو حضور ﷺ نے بلا رعایت صحیح صحیح بتا دیا (میری رعایت میں مجھے افضل نہیں فرمایا مجھے اپنی اس حرکت پر بعد میں ندامت ہوئی اور بڑی تمنا ہوئی کہ کاش میں حضور ﷺ سے یہ بات نہ پوچھتا۔

[اخرجه الترمذی فی الشمائل ۲۵ واخرجه الطبرانی عنه نحوه واسناده حسن کما قال الهیثمی ۹/ ۱۵ وقال الصحیح بعضه بغیر سیاقه]



مسکرانا اور ہنسنا

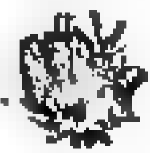
سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکرانا اور ہنسنا

بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ میں نے کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زور سے اتنا ہنستے ہوئے نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جبڑے اور کوا نظر آنے لگیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بس مسکرایا کرتے تھے۔ ترمذی میں حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکرانے والا نہیں دیکھا۔ ترمذی میں ان ہی حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسنا مسکرانا ہی ہوتا تھا (آخرت والے معاملات میں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس لیا کرتے تھے دنیا کی باتوں پر صرف مسکرایا کرتے تھے) [وقال الترمذی صحیح]

مسلم میں یہ روایت ہے کہ حضرت سماک بن حرب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کہا بہت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھ کر سورج نکلنے تک نماز کی جگہ ہی بیٹھے رہتے جب سورج نکل آتا تب وہاں سے کھڑے ہوتے اس وقت تک صحابہ باتیں کرتے رہتے اور کبھی زمانہ جاہلیت کی کوئی بات کر کے ہنسا کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے رہتے۔ طیالسی میں حضرت سماک رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاموشی بہت زیادہ اور آپ کی ہنسی بہت کم تھی۔ آپ کے صحابہ آپ کے سامنے کبھی آپس میں ایک دوسرے کو شعر سناتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی کبھی کوئی جملہ ان کے امور کے بارے میں ارشاد فرما دیتے۔ صحابہ تو ہنسا کرتے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر مسکرایا ہی کرتے۔

[کذا فی البدایۃ ۶/ ۴۴ واخرجہ ابن سعد ۱/ ۳۷۲ عن سماک نحوہ]

حضرت حصین بن یزید کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا آپ تو بس مسکرایا ہی کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ



پر پتھر بھی باندھ لیا کرتے تھے۔ [اخرجه ابونعیم وابن عساکر کذا فی الکنز ۴/ ۴۲ ورجحه ابن قانع عن الحصیه نحوه ولم یذکرو ربما شد الی آخره کما فی الاصابه ۱/ ۳۴۰]

حضرت عمرہ رحمۃ اللہ علیہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیویوں کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا معمول ہوتا تھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے مردوں کی طرح ان کا معمول ہوتا تھا لیکن یہ بات ضرور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں سب سے زیادہ شریف سب سے زیادہ نرم بہت ہنسنے اور مسکرانے والے تھے۔

[اخرجه الخرائطی والحاکم کذا فی الکنز ۴/ ۴۷ واخرجه ابن عساکر عن عمرة نحوه کما فی البدایة ۶/ ۴۴ واخرجه ابن سعد ۱/ ۹۲ بمعناه]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وحی آتی یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے تو میں یوں محسوس کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسی قوم کو ڈرا رہے ہیں جس پر اللہ کا عذاب آیا ہوا ہے۔ اور جب یہ کیفیت جاتی رہتی تو میں دیکھتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ سب سے زیادہ بشاش اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ مسکرانے والے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم سب سے زیادہ خوبصورت ہے۔ [اخرجه البزار قال الهیثمی ۹/ ۱۷ اسناده حسن]

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ ہنسنے والے اور سب سے عمدہ طبیعت والے تھے۔

[عند الطبرانی وفیه علی بن یزید الالهانی وهو ضعیف کما قال الهیثمی ۹/ ۱۷]

حضرت عامر بن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ (میرے والد) حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ خندق کے دن اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ حضرت عامر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ کس بات پر ہنسے تھے؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک کافر ڈھال لیے ہوئے تھا اور میں گو بڑا ماہر تیر انداز تھا لیکن وہ اپنی ڈھال کو ادھر ادھر کر لیتا تھا جس کی وجہ سے اپنی پیشانی کا بچاؤ کر لیتا تھا (گویا مقابلہ میں حضرت سعد کا تیر لگنے نہ دیتا تھا حالانکہ یہ مشہور تیر انداز تھے) میں نے ایک مرتبہ تیر نکالا (اور اس کو کمان میں کھینچ کر انتظار میں رہے) جس وقت اس نے ڈھال سے سر اٹھایا فوراً ایسا لگایا کہ پیشانی سے چوکا نہیں اور وہ فوراً گر گیا اس کی ٹانگ بھی اوپر کو اٹھ گئی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک

ظاہر ہو گئے میں نے پوچھا کہ اس میں سے کون سی بات پر حضور ﷺ ہنسے انہوں نے کہا کہ سعد نے اس آدمی کے ساتھ جو ہوشیاری سے معاملہ کیا اس پر۔

[اخرجه الترمذی فی الشمائل صفحه ۱۶]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں ہلاک ہو گیا (کیونکہ میں نے اللہ کا حکم توڑ دیا) میں رمضان میں اپنی بیوی سے صحبت کر بیٹھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کفارے میں ایک غلام آزاد کرو انہوں نے عرض کیا میرے پاس تو غلام نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا دو مہینے مسلسل روزے رکھو انہوں نے عرض کیا یہ میرے بس میں نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤ۔ انہوں نے عرض کیا میرے پاس کھلانے کے لیے کچھ نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد حضور ﷺ کی خدمت میں کھجور کے پتوں سے بنے ہوئے ٹوکرے میں کھجوریں آئیں حضور ﷺ نے فرمایا مسئلہ پوچھنے والا کہاں ہے؟ (وہ آئے تو) حضور ﷺ نے فرمایا لو یہ کھجوریں صدقہ کر دو۔ انہوں نے عرض کیا اپنے سے بھی زیادہ فقیر پر صدقہ کروں؟ اللہ کی قسم! مدینہ کے دونوں طرف جو کنکر یلے میدان ہیں ان کے درمیان کوئی گھرانہ ہم سے زیادہ فقیر نہیں ہے اس پر حضور ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اچھا (جب تم اتنے ہی ضرورت مند ہو تو) پھر تم ہی آپ اپنے گھر والوں پر خرچ کر لو (بعد میں کفارہ دے دینا)

[اخرجه البخاری فی صحیحه ۴/ ۸۹۹]

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو خوب جانتا ہوں جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا اور اس سے بھی واقف ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ قیامت کے دن ایک آدمی دربار الٰہی میں حاضر کیا جائے گا اس کے لیے یہ حکم ہوگا کہ اس کے چھوٹے چھوٹے گناہ اس پر پیش کیے جائیں اور بڑے بڑے گناہ مخفی رکھے جائیں۔ جب اس پر چھوٹے چھوٹے گناہ پیش کیے جائیں گے کہ تو نے فلاں دن فلاں فلاں گناہ کیے ہیں تو اقرار کرے گا۔ اس لیے کہ انکار کی گنجائش نہیں ہوگی اور وہ اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا پھر یہ حکم ہوگا کہ اس کو ہر گناہ کے بدلے ایک نیکی دو تو وہ شخص یہ حکم سنتے ہی خود بولے گا کہ میرے تو ابھی بہت سے گناہ باقی ہیں جو یہاں نظر نہیں آتے۔ حضرت ابو ذر

رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی یہ بات نقل فرما کر اتنے ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ [اخرجه الترمذی فی الشمائل صفحه ۱۶]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب سے آخر میں آگ سے نکلے گا وہ ایک ایسا آدمی ہوگا جو کہ زمین پر گھسٹتا ہوا جہنم سے نکلے گا (جہنم کے عذاب کی شدت کی وجہ سے سیدھا نہ چل سکے گا) اس کو حکم ہوگا کہ جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ وہاں جا کر دیکھے گا کہ لوگوں نے تمام جگہوں پر قبضہ کر رکھا ہے سب جگہیں پر ہو چکی ہیں چنانچہ واپس آ کر عرض کرے گا اے میرے رب! لوگ تو ساری جگہیں لے چکے ہیں (میرے لیے تو اب کوئی جگہ باقی نہیں رہی) وہاں سے ارشاد ہوگا کہ (دنیا کا) وہ زمانہ بھی تمہیں یاد ہے جس میں تم تھے۔ وہ کہے گا خوب یاد ہے۔ ارشاد ہوگا اچھا کچھ تمنائیں کرو چنانچہ وہ خوب تمناؤں کا اظہار کرے گا وہاں سے ارشاد ہوگا کہ تم کو تمہاری تمنائیں بھی دیں اور دنیا سے دس گنا زیادہ بھی دیا وہ عرض کرے گا آپ بادشاہوں کے بادشاہ ہو کر مجھ سے مذاق فرماتے ہیں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اتنے ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ [عند الترمذی ایضاً]

وقار اور سنجیدگی

حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں سب سے زیادہ باوقار ہو کر بیٹھتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کا کوئی عضو باہر (لوگوں) کی طرف پھیلا ہوا نہیں ہوتا تھا۔ [اخرجه القاضی عیاض فی الشفاء واخرجه ابوداؤد فی المراسیل کما فی شرح الشفاء للخفاجی ۲/ ۱۱۷]

حضرت شہر بن حوشب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم جب آپس میں بات چیت کرتے اور ان میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بھی ہوتے تو سب انہیں رعب اور ہیبت کی نگاہ سے دیکھتے۔ [اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۳۱]

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حمص کی ایک مسجد میں گیا تو دیکھا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس کے قریب ادھیڑ عمر کے صحابہ بیٹھے ہوئے ہیں اور ان میں ایک نوجوان سرمگیں

آنکھوں والے چمکیلے دانتوں والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو بالکل بات نہیں کر رہے ہیں بلکہ خاموش بیٹھے ہوئے ہیں جب ان لوگوں کو کسی چیز میں شک ہوتا تو وہ اس نوجوان کی طرف متوجہ ہو کر اس سے پوچھتے (اور اس کے جواب سے سب مطمئن ہو جاتے) میں نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے ایک ساتھی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ اس نے کہا یہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس سے ان کی محبت میرے دل میں سرایت کر گئی میں ان حضرات کے ساتھ رہا یہاں تک کہ یہ حضرات ادھر ادھر چلے گئے۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ۱/ ۲۳۱]

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے شروع خلافت میں ایک دن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کیساتھ مسجد میں گیا۔ اس دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سب سے زیادہ تعداد میں وہاں جمع ہوئے تھے۔ میں اندر جا کر ایک مجلس میں بیٹھ گیا جس میں تیس سے زیادہ صحابہ تھے وہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حدیث بیان کر رہے تھے حلقہ میں ایک قوی گہرے گندمی رنگ والے میٹھی گفتگو والے نہایت حسین وجمیل نوجوان بھی تھے اور ان سب میں ان کی عمر سب سے کم تھی جب ان حضرات کو کسی حدیث میں شبہ ہوتا تو وہ اس نوجوان کے سامنے پیش کر دیتے پھر وہ ان حضرات کو ان کی حدیث صحیح صحیح سنا دیتے لیکن جب تک ان سے وہ حضرات پوچھتے نہیں یہ انہیں کوئی حدیث نہ سناتے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں معاذ بن جبل ہوں۔ [عند ابی نعیم ایضاً]

غصہ پی جانا

حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سخت کلامی کی تو میں نے عرض کیا کیا میں اس کی گردن نہ اڑا دوں؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مجھے جھڑک دیا اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس کام پر گردن اڑانے کا اختیار کسی کو نہیں۔ [اخرجه الطيالسی واحمد والحميدی وابو داؤد والترمذی وابويعلى وسعيد بن منصور وغيرهم كذا في الكنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کسی بندے نے غصے کے گھونٹ سے زیادہ بہتر گھونٹ دودھ یا شہد کا کبھی نہیں پیا۔ [اخرجه احمد في الزهد كذا في الكنز]

غیرت

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ فلاں آدمی اس کے والد کی بیوی کے پاس جاتا ہے (جو اس کی والدہ نہیں ہے) میں نے کہا اگر تمہاری جگہ میں ہوتا تو میں تو اس کی گردن اڑا دیتا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا اے ابی! تم کتنے غیرت مند ہو لیکن میں تم سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے بھی زیادہ غیرت والے ہیں۔ [اخرجه ابن عساكر كذا في المنتخب ۵/ ۱۳۲]

بخاری اور مسلم میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں کسی آدمی کو اپنی بیوی کے ساتھ دیکھ لیتا تو تلوار کی دھار سے اسے قتل کر دیتا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم لوگوں کو سعد کی غیرت سے تعجب ہو رہا ہے؟ اللہ کی قسم میں سعد سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں اور غیرت ہی کی وجہ سے اللہ نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے اور عذر قبول کرنا اللہ سے زیادہ کسی کو محبوب نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ڈرانے والے اور بشارت سنانے والے (نبی) مبعوث فرمائے۔ اور اپنی تعریف سننا اللہ سے زیادہ کسی کو پسند نہیں اور اسی وجہ سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ مسلم میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی بیوی کے ساتھ کسی آدمی کو پاؤں تو جب تک میں چار گواہ نہ لے آؤں تو اس وقت تک کیا میں اسے ہاتھ نہ لگاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ہرگز نہیں۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق دے کر بھیجا میں تو اس سے پہلے ہی جلدی سے تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو تمہارا سردار کیا کہہ رہا ہے یہ بہت غیرت والے ہیں لیکن میں ان سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت والے ہیں۔ [كذا في المشكوة صفحه ۲۷۸]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک لمبی حدیث اس بارے میں منقول ہے اس میں یہ ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم سعد کو کچھ نہ فرمادیں یہ بہت غیرت والے ہیں اسی غیرت کی وجہ سے یہ ہمیشہ کنواری عورت سے ہی شادی کرتے ہیں اور جس عورت کو یہ طلاق

دیتے ہیں ہم میں سے کسی کو اس سے شادی کرنے کی ہمت نہیں ہوتی ہے۔ حضرت سعد نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے یقین ہے کہ یہ چار گواہ لانے کا حکم حق ہے اور یہ اللہ کی طرف سے آیا ہے لیکن مجھے حیرانی تو اس بات پر ہو رہی ہے کہ کسی کمینی عورت کی رانوں پر کوئی مرد رانیں رکھے ہوئے بدکاری کر رہا ہو اور میں چار گواہ لانے تک اسے کچھ نہیں کہہ سکتا اسے ہٹا نہیں سکتا اللہ کی قسم! اتنے میں گواہ لاؤں گا اتنے میں وہ اپنی شہوت پوری کر کے جا چکا ہوگا (میں تو اس کا کام وہیں تمام کردوں گا) [عند مسلم قال الهیثمی ۵/ ۱۲ رواہ ابویعلی والسیاق له واحمد باختصار عنه و مدارہ علی عباد بن منصور وهو ضعیف]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ایک رات میرے پاس سے اٹھ کر باہر چلے گئے میں نے اس سے بڑی غیرت محسوس کی۔ آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور پریشانی میں میں جو کچھ کر رہی تھی اسے دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا اے عائشہ! تمہیں کیا ہوا؟ کیا تمہیں بھی غیرت آگئی میں نے عرض کیا کہ مجھ جیسی (محبوب بیوی) کو آپ ﷺ جیسے (عظیم خاوند) پر غیرت کیوں نہ آتی۔ حضور ﷺ نے فرمایا اصل میں بات یہ ہے کہ تمہارا شیطان تمہارے پاس آتا تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا میرے ساتھ شیطان ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں میں نے پوچھا یارسول اللہ! کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں۔ لیکن اللہ نے اس کے خلاف میری مدد فرمائی جس کی وجہ سے وہ مسلمان ہو گیا یا میں اس کے مکروفریب سے محفوظ رہتا ہوں۔ [اخرجه مسلم کذا فی مشکوۃ: ۲۸۰]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو مجھے بہت پریشانی ہوئی کیونکہ لوگوں نے ہمیں بتایا تھا کہ وہ خوبصورت ہیں میں نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا تو واقعی اللہ کی قسم! ان کا جتنا حسن و جمال مجھے بتایا گیا تھا اس سے کئی گنا مجھے ان میں نظر آیا پھر میں نے اس کا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا آپس میں بہت جوڑ تھا انہوں نے کہا غیرت کی وجہ سے وہ تمہیں زیادہ خوبصورت نظر آ رہی ہیں ورنہ وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں جتنا لوگ کہتے ہیں چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کسی بہانے سے چھپ کر انہیں دیکھا اور مجھے آ کر کہا میں انہیں دیکھ کر آئی ہوں اللہ کی قسم! تم ان کو جتنا خوبصورت بتا رہی ہو وہ اتنی خوبصورت نہیں ہیں بلکہ اس کے قریب بھی نہیں ہیں ہاں

خوبصورت ضرور ہیں۔ چنانچہ میں نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو پھر جا کر دیکھا تو اب وہ مجھے ویسی ہی نظر آئیں جیسا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے بتایا تھا میری زندگی کی قسم! میں چونکہ غیرت والی تھی اس لیے پہلے وہ مجھے زیادہ حسین نظر آئی تھیں۔ [اخرجہ ابن سعد ۸/ ۹۴]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کیا مجھے یہ بات نہیں پہنچی کہ تمہاری عورتیں بازاروں میں عجمی کافر لوگوں سے ٹکراتی پھرتی ہیں؟ کیا اس پر تمہیں غیرت نہیں آتی؟ جس میں غیرت نہیں ہے اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ [اخرجہ ستۃ کذا فی الکنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا غیرت دو طرح کی ہوتی ہے ایک اچھی غیرت جس کی وجہ سے انسان اپنے اہل و عیال کی اصلاح کرتا ہے اور دوسری غیرت بری (فاسق و فاجر لوگوں کی غیرت) جس کی وجہ سے انسان دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ [عند ستۃ ایضاً]

نیکی کا حکم کرنا اور برائی سے روکنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور تین مرتبہ فرمایا ابن مسعود! میں نے بھی جواب میں تین مرتبہ عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ لوگوں میں سب سے افضل کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے افضل وہ ہے جس کے عمل سب سے اچھے ہوں۔ بشرطیکہ اسے دین کی سمجھ حاصل ہو جائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابن مسعود! میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو لوگوں میں سب سے بڑا عالم کون ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی زیادہ جانتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے بڑا عالم وہ ہے کہ جب لوگوں میں اختلاف ہو جائے تو وہ (حالات سے متاثر نہ ہو بلکہ) اس موقع پر اس کی سب سے زیادہ نگاہ حق پر ہو چاہے وہ عمل میں کچھ کم ہو اور اگر چہ وہ سرین کے بل گھسٹ کر چلتا ہو۔ مجھ سے پہلے جو لوگ تھے ان کے بہتر فرقے بن گئے تھے ان میں سے صرف تین فرقوں کو نجات ملی اور باقی سب ہلاک ہو گئے ایک تو وہ فرقہ جنہوں نے بادشاہوں کا مقابلہ کیا اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین کی وجہ سے اور اپنے دین کی وجہ سے ان بادشاہوں سے جنگ کی۔ بادشاہوں نے انہیں پکڑ کر قتل کیا۔ آروں

سے چیر کر ان کے ٹکڑے کر دیئے۔ دوسرا فرقہ وہ تھا جن میں بادشاہوں سے مقابلہ کی سکت نہیں تھی۔ اور ان میں رہ کر ان کو اللہ کی اور حضرت عیسیٰ بن مریم کے دین کی دعوت دینے کی ہمت نہیں تھی یہ لوگ مختلف علاقوں کی طرف نکل گئے اور رہبانیت اختیار کر لی۔ ان ہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ۨابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ﴾

[سورۃ حدید آیت: ۲۷]

"اور انہوں نے رہبانیت کو خود ایجاد کر لیا ہم نے اس کو ان پر واجب نہ کیا تھا لیکن انہوں نے حق تعالیٰ کی رضا کے واسطے اس کو اختیار کیا تھا سو انہوں نے اس (رہبانیت) کی پوری رعایت نہ کی۔"

پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایمان لائے اور میری تصدیق کرے اور میری اتباع کرے وہ اس رہبانیت کی پوری رعایت کرنے والا شمار ہوگا جو میرا اتباع نہ کریں یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک فرقہ تو جابر بادشاہوں کے پاس ٹھہرا رہا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دعوت دیتا رہا جس پر انہیں پکڑ کر قتل کیا گیا۔ آروں سے چیرا گیا آگ میں زندہ جلا دیا گیا انہوں نے جان دے دی لیکن صبر کا دامن نہ چھوڑا آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔ [اخرجہ الطبرانی قال الهيثمی ۷/۲۶۰ رواه الطبرانی باسنادين ورجال احدهما رجال الصحيح غير بكير بن معروف و ثقه احمد وغيره وفيه ضعف انتهى]

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا تم اپنے رب کی طرف سے ایک واضح راستہ پر رہو گے جب تک تم میں دو نشے ظاہر نہ ہو جائیں ایک جہالت کا نشہ دوسرا زندگی کی محبت کا نشہ اور تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتے رہو گے لیکن جب دنیا کی محبت تم میں ظاہر ہو جائے گی پھر تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کر سکو گے اور اللہ کے راستے میں جہاد نہ کر سکو گے اس زمانے میں قرآن وحدیث کو بیان کرنے والے ان مہاجرین اور انصار کی طرح ہوں گے جو شروع میں اسلام لائے تھے۔ [اخرجه البزار قال الهيثمی ۷/۲۷۱ وفيه الحسن بن بشر وثقه ابو حاتم وغيره وفيه ضعف انتهى]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کیا میں تمہیں ایسے لوگ نہ

بتلاؤں جو نہ نبی ہوں گے اور نہ شہید لیکن ان کو اللہ کے ہاں اتنا اونچا مقام ملے گا کہ قیامت کے دن نبی اور شہید بھی انہیں دیکھ کر خوش ہوں گے اور وہ نور کے خاص منبروں پر ہوں گے اور پہچانے جائیں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو محبوب بناتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بناتے ہیں اور لوگوں کے خیر خواہ بن کر زمین پر پھرتے ہیں میں نے عرض کیا یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے کہ وہ اللہ کو اس کے بندوں کا محبوب بنائیں لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ وہ اللہ کے بندوں کو اللہ کا محبوب کیسے بنائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ لوگ اللہ کے بندوں کو ان کاموں کا حکم دیں گے جو کام اللہ کو محبوب اور پسند ہیں اور ان کاموں سے روکیں گے جو اللہ کو پسند نہیں ہیں وہ بندے جب ان کی بات مان کر اللہ کے پسندیدہ کام کرنے لگ جائیں گے تو یہ بندے اللہ کے محبوب بن جائیں گے۔ [اخرجه البيهقى والنقاش فى معجمه وابن النجار عن واقد بن سلامة عن يزيد الرقاشى و واقد و يزيد ضعيفان كذا فى الكنز ۲/ ۱۳۹]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نیک لوگوں کے اعمال کے سردار ہیں ان دونوں کو کب چھوڑ دیا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں وہ خرابیاں پیدا ہو جائیں گی جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوئی تھیں میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنی اسرائیل میں کیا خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہارے نیک لوگ دنیا کی وجہ سے فاجر لوگوں کے سامنے دینی معاملات میں نرمی برتنے لگیں اور دینی علم بدترین لوگوں میں آ جائے اور بادشاہت چھوٹوں کے ہاتھ لگ جائے تو پھر اس وقت تم زبردست فتنہ میں مبتلا ہو جاؤ گے تم فتنوں کی طرف چلو گے اور فتنے بار بار تمہاری طرف آئیں گے۔ [اخرجه الطبرانى فى الاوسط وفيه عمر بن سيف وثقه العجلى وغيره وضعفه جماعة وبقية رجاله ثقات و فى بعضهم خلاف كما قال الهيثمى ۷/ ۲۷۶ واخرجه ايضاً ابن عساكر و ابن النجار عن انس رضى الله عنه وجابر ابى الدنيا عن عائشة رضى الله تعالى عنها بمعناه كما فى الكنز ۲/ ۱۴۷]

حضرت قیس بن ابی حازم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو ... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر ہمیں بلایا ہم لوگ آئے اور ہم ...

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

[سورۃ مائدہ آیت: ۱۰۵]

"اے ایمان والو اپنی فکر کرو جب تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔"

اور اس کا غلط مطلب لیتے ہو میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جب کسی برائی کو دیکھیں اور اسے نہ بدلیں تو اللہ تعالیٰ (برائی کرنے والوں اور نہ کرنیوالوں) سب کو سزا دیں گے (کرنے والوں کو کرنے کی وجہ سے اور نہ کرنے والوں کو نہ روکنے کی وجہ سے)

[اخرجه ابن ابی شیبة واحمد و عبد بن حمید و العدنی و ابن منیع و الحمیدی و ابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح و النسائی و ابن ماجه و ابو یعلی و ابو نعیم فی المعرفة والدارقطنی فی العلل و قال جمیع رواته ثقات و البیهقی و سعید بن منصور وغیرهم۔]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام خلیفہ رسول اللہ رکھا گیا یعنی وہ خلیفہ بنے اس دن وہ منبر پر بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور حضور ﷺ پر درود بھیجا پھر حضور ﷺ منبر پر جہاں بیٹھا کرتے تھے دونوں ہاتھ بڑھا کر وہاں رکھے پھر فرمایا میں نے اپنے حبیب ﷺ سے یہاں بیٹھے ہوئے یہ سنا کہ آپ آیت شریفہ

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ﴾

کا مطلب بیان فرمارہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا جس قوم میں برائی کے کام ہونے لگیں اور قبیح کاموں کے ذریعہ فساد پھیلایا جانے لگے اور وہ نہ اسے تبدیل کریں اور نہ اس کو برائی سمجھیں تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ضرور سزا دے گا اور ان کی دعا قبول نہ ہوگی۔ پھر اپنے دونوں کانوں میں انگلیاں ڈال کر فرمایا اگر میرے دونوں کانوں نے یہ باتیں حبیب ﷺ سے نہ سنی ہوں تو میرے دونوں کان بہرے ہو جائیں۔ [عند ابن مردویه کذا فی کنز العمال ۲/ ۱۳۸]

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم کسی بیوقوف کو دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں کی بے عزتی کر رہا ہے تو تم اس سے انکار کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا ہم اس کی زبان درازی سے ڈرتے ہیں حضرت عمر نے فرمایا پس اس طرح تو تم (قیامت کے دن شہیدوں کے) گواہ نہیں بن سکو گے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة و ابو عبید فی الغریب و ابن ابی الدنیا فی الصمت. کذا فی الکنز ۲/ ۱۳۹]

((حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب تم کسی بیوقوف کو دیکھتے ہو کہ وہ لوگوں کی بے عزتی کر رہا ہے

تو تم اس پر انکار کیوں نہیں کرتے؟ لوگوں نے کہا ہم اس کی زبان درازی سے ڈرتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس طرح تو تم (قیامت کے دن) نبیوں کے گواہ نہیں بن سکو گے۔

[اخرجه ابن ابی شیبة وابو عبید فی الغریب وابن ابی الدنیا فی الصمت كذا فی الكنز ۲/ ۱۳۹]

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو مبادا وہ وقت آ جائے کہ تمہارے بروں کو تم پر مسلط کر دیا جائے اور ان بروں کے خلاف نیک لوگ بددعا کریں اور وہ قبول نہ کی جائے۔ [اخرجه ابن ابی شیبة كذا فی الكنز ۲/ ۱۳۹]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اہتمام سے کرتے رہو اور اللہ کے دین کے لیے کوشش کرتے رہو ورنہ ایسے لوگ تم پر مسلط ہو جائیں گے جو تمہیں دردناک عذاب دیں گے اور اللہ تعالیٰ انہیں عذاب دے گا۔ [اخرجه ابن ابی شیبة]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہنا ورنہ تم پر تمہارے برے لوگ مسلط کر دیے جائیں گے۔ پھر تمہارے نیک لوگ بھی دعا کریں گے تو قبول نہیں ہوگی۔ [عند الحارث]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک بیان میں ارشاد فرمایا اے لوگو! تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہوئے کہ وہ لوگ گناہوں کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کے ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں ان گناہوں سے روکا نہیں جب وہ گناہوں میں حد سے بڑھ گئے اور ربانی علماء اور دینی مشائخ نے انہیں نہ روکا تو آسمانی سزاؤں نے انہیں پکڑ لیا اس لیے تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو ورنہ تم پر بھی وہی سزائیں نازل ہوں گی جو ان پر ہوئی تھیں اور اس بات کا یقین رکھو کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے روزی ختم نہیں ہوتی اور موت کا وقت قریب نہیں آتا۔ [اخرجه مسدد والبیهقی و صححه]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے تم ہاتھ والے جہاد کے سامنے بے بس اور مغلوب ہو گے پھر دل والے جہاد کے سامنے لہٰذا جس دل کی یہ کیفیت ہو جائے کہ وہ نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے تو اس کے اوپر والے حصے کو ایسے نیچے کر دیا جائے گا جیسے تھیلے کو الٹا کیا جاتا ہے اور پھر تھیلے کے اندر کی ساری چیزیں بکھر جاتی ہیں۔

[عند ابن ابی شیبة وابی نعیم و نصر فی الحجة كذا فی الكنز ۲/ ۱۳۹]

حضرت طارق بن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عتریس بن عرقوب شیبانی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا جو آدمی نیکی کا حکم نہ کرے اور برائی سے نہ روکے وہ ہلاک ہو گیا حضرت عبداللہ نے فرمایا (یہ تو آگے کی بات ہے) وہ آدمی بھی ہلاک ہو گیا جس کا دل نیکی کو نیکی نہ سمجھے اور برائی کو برائی نہ سمجھے۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷/ ۲۷۵ رجاله رجال الصحیح واخرجه ایضاً ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۳۵ عن طارق مثله وابن ابی شیبة ونعیم فی الفتن عن ابن مسعود رضی الله تعالی عنه نحوه.کما فی الکنز ۲/ ۱۴۰]

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تین قسم کے انسانوں میں تو خیر ہے ان کے علاوہ کسی میں خیر نہیں ہے ایک وہ آدمی جس نے دیکھا کہ ایک جماعت اللہ کے راستہ میں دشمن سے جنگ کر رہی ہے یہ اپنا مال اور جان لے کر ان کے ساتھ لڑائی میں شریک ہو گیا دوسرا وہ آدمی جس نے زبان سے جہاد کیا اور نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا۔ تیسرا وہ آدمی جس نے دل سے حق کو پہچانا۔ [اخرجه الطبرانی عنه بمعناه قال الهیثمی ۷/ ۲۷۶ رواه الطبرانی باسنادین فی احدهما شریك و هو حسن الحدیث وبقیة رجال الصحیح۔ انتهٰی]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ منافقوں سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرو لیکن اگر اس کی طاقت نہ ہو اور ان کے سامنے تیوری چڑھا کر اپنی ناگواری کا اظہار کر سکتے ہو تو پھر یہی کر لینا۔
[اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۰ واخرجه الطبرانی عنه بمعناه قال الهیثمی ۷/ ۲۷۶ رواه الطبرانی باسنادین فی احدهما شریك وهو حسن الحدیث وبقیة رجاله رجال الصحیح۔ انتهٰی]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب تم کسی برائی کو ہوتے ہوئے دیکھو اور اسے بند کرنے اور روکنے کی تم میں طاقت نہ ہو تو تمہاری نجات کے لیے اتنا کافی ہے کہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ تم اس برائی کو دل سے برا سمجھتے ہو۔ [اخرجه ابن ابی شیبة وابونعیم کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۰]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی جگہ اللہ کی نافرمانی کا کام ہو رہا ہو اور کوئی آدمی اس موقع پر موجود ہو لیکن وہ دل سے اسے برا سمجھتا ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح شمار ہو گا جو اس نافرمانی کے موقع پر موجود نہیں ہیں اور جو نافرمانی کے موقع پر موجود تو نہ ہو لیکن وہ اس نافرمانی پہ دل سے راضی ہو تو وہ ان لوگوں کی طرح ہو گا جو اس نافرمانی کے موقع پر موجود ہیں۔
[عند ابن ابی شیبة وابونعیم ایضاً]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عنقریب بہت سے غلط کام ہوں گے جو ان کاموں کے موقع پر موجود تو نہ ہو لیکن دل سے ان پر راضی ہو تو وہ اس آدمی کی طرح شمار ہوگا جو موقع پر موجود تھا اسی طرح جو ان کاموں کے موقع پر موجود ہو لیکن دل سے اسے برا سمجھ رہا ہو تو وہ اس آدمی کی طرح شمار ہوگا جو موقع پر نہیں تھا۔ [عند ابو نعیم وابن النجار کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۰]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نیک لوگ اس دنیا سے پہلے جائیں گے پھر شک والے باقی رہ جائیں گے جو نہ کسی نیکی کو نیکی سمجھیں گے اور نہ کسی برائی کو برائی سمجھیں گے۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۱۳۵ واخرجہ الطبرانی نحوہ ورجالہ رجال الصحیح کما قال الہیثمی ۷/ ۲۸۰]

حضرت ابو رقاد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نو عمر لڑکا تھا ایک مرتبہ میں اپنے آقا کے ساتھ گھر سے نکلا اور چلتے چلتے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچ گیا وہ فرما رہے تھے کہ حضور ﷺ کے زمانے میں ایک آدمی کوئی بول بولتا تھا جس کی وجہ سے وہ منافق ہو جاتا تھا اور اب میں سنتا ہوں کہ تم لوگ وہ بول ایک مجلس میں چار چار دفعہ بول لیتے ہو دیکھو تم لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو اور نیکی کے کاموں کی ضرور ترغیب دیتے رہو ورنہ اللہ تعالیٰ تم سب کو عذاب سے ہلاک کر دے گا یا پھر تم پر تمہارے بروں کو امیر بنا دے گا اور تمہارے نیک لوگ دعا کریں گے لیکن وہ تمہارے حق میں قبول نہ ہوگی۔

[اخرجہ ابو نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۲۷۹ واخرجہ ابن ابی شیبۃ نحوہ کما فی الکنز ۲/ ۱۴۰]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت فرمائے جو ہم میں سے نہیں ہے اللہ کی قسم تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضرور کرتے رہو ورنہ تم آپس میں لڑنے لگو گے اور تمہارے برے تمہارے نیک لوگوں پر غالب آکر قتل کر دیں گے پھر کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا باقی نہ رہے گا پھر اللہ تم سے ایسے ناراض ہوگا کہ تم اللہ سے دعا کرو گے لیکن وہ تمہاری کوئی دعا قبول نہ کرے گا۔ [عند ابی نعیم فی الحلیۃ ۱/ ۲۷۹]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں تم میں سب سے بہترین آدمی وہ شمار ہوگا جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرتا ہو (اپنی اصلاح کی فکر کرتے دوسروں کی اصلاح نہ کرتے لیکن ابھی وہ زمانہ نہیں آیا)۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱/ ۲۸۰ واخرجہ ابن

ابی شیبة عنه نحوه کما فی الکنز ۲/ ۱۴۰ واخرجه ابن ابی الدنیا فی کتاب الامر بالمعروف والنھی عن المنکر عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالی عنه نحوه کما فی الکنز ۲/ ۱۴۰]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بہت سے کام ایسے ہیں جن کو گزشتہ زمانے میں برا سمجھا جاتا تھا لیکن وہ آج نیکی کے کام شمار ہوتے ہیں اور بہت سے کام آج برائی کے شمار ہوتے ہیں لیکن آئندہ زمانہ میں انہیں نیکی کا کام سمجھا جانے لگے گا اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم اس کام کو نیکی نہ سمجھنے لگو جسے تم برائی سمجھتے تھے اور اس کام کو برائی نہ سمجھنے لگو جسے تم نیکی سمجھتے تھے اور جب تک تمہارا عالم تمہارے سامنے حق بات کہتا رہے اور اس کو ہلکا نہ سمجھا جائے۔

[اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۱]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگرچہ میں ایک نیکی پر عمل نہیں کر رہا ہوتا ہوں لیکن میں دوسروں کو اس نیکی کے کرنے کا حکم دیتا ہوں اور مجھے اس پر اللہ سے اجر ملنے کی امید ہے۔

[اخرجه ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۰ واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۱۳ عنه نحوه]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کو کسی کام سے روکنے کا ارادہ فرماتے تو اپنے گھر والوں سے پہل فرماتے اور فرماتے تم میں سے جس کے بارے میں مجھے پتہ چلا کہ اس نے وہ کام کیا ہے جس سے میں نے روکا ہے تو میں اس کو دوگنی سزا دوں گا۔

[اخرجه ابن سعد و ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۱]

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ہشام بن حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما اپنے ساتھ چند لوگوں کی جماعت بنا کر امر بالمعروف کیا کرتے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب کسی برائی کی خبر ملتی تو فرماتے جب تک میں اور ہشام زندہ ہیں یہ برائی نہیں ہو سکے گی۔

[اخرجه مالک وابن سعد کذا فی الکنز ۲/ ۱۴۱]

حضرت ابوجعفر خطمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے دادا حضرت عمیر بن حبیب بن خماشہ رضی اللہ عنہ کو بلوغت کے وقت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہوئی تھی انہوں نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت فرمائی اے بیٹے! بے وقوفوں کے پاس بیٹھنے سے بچو کیونکہ ان کے پاس بیٹھنا بیماری ہے جو بے وقوف کی برداشت کرتا ہے وہ خوش رہتا ہے اور جو ان کی غلط باتوں کا جواب دے گا اسے آخر میں ندامت اٹھانی پڑ جائے گی اور جو بے وقوف کی تھوڑی تکلیف کو برداشت نہیں کرتا اسے پھر زیادہ تکلیف

برداشت کرنی پڑتی ہے جب تم میں سے کوئی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے نفس کو تکلیفوں پر صبر کرنے کی عادت ڈالے اور اللہ تعالیٰ سے ثواب ملنے کا یقین رکھے کیونکہ جسے اللہ سے ثواب ملنے کا یقین ہوگا اسے تکلیفوں کے پیش آنے سے کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔ [اخرجه الطبرانی فی الاوسط ورجاله ثقات کما قال الهیثمی ۷/۲۶۶ و اخرجه ایضاً ابونعیم و احمد فی کتاب الزهد کما فی الاصابة ۳/۳۰]

حضرت عبدالعزیز بن ابی بکرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے قبیلہ بنو غدانہ کی ایک عورت سے شادی کی۔ پھر اس عورت کا انتقال ہو گیا وہ اس کے جنازے کو اٹھا کر قبرستان لے گئے۔ اس عورت کے بھائیوں نے کہا ہم اس کی نماز جنازہ پڑھائیں گے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا ایسے نہ کرو کیونکہ میں اس کی نماز جنازہ پڑھانے کا تم سے زیادہ حقدار ہوں ان بھائیوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ٹھیک کہہ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر وہ قبر میں داخل ہونے لگے تو لوگوں نے اتنے زور سے دھکا دیا کہ وہ زمین پر گر گئے اور بے ہوش ہو گئے پھر انہیں اٹھا کر گھر لایا گیا وہاں ان کے بیس بیٹوں اور بیویوں کی چیخیں نکل گئیں میں ان بیس میں سب سے چھوٹا تھا جب انہیں ہوش آیا تو فرمایا تم مجھ پر زور زور سے مت رو۔ اللہ کی قسم مجھے ابوبکرہ کی جان سے زیادہ اور کسی کی جان کا نکلنا محبوب نہیں ہے۔ یہ سن کر ہم سب گھبرا گئے اور ہم نے کہا اے ابا جان! کیوں؟ (آپ دنیا سے کیوں جانا چاہتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں ایسا زمانہ میری زندگی میں نہ آ جائے جس میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کر سکوں اور اس زمانے میں کوئی خیر نہ ہوگی۔

[اخرجه الطبرانی ورجاله ثقات کما قال الهیثمی ۷/ ۲۸۰]

حضرت علی بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حجاج کے ساتھ محل میں تھا وہ ابن اشعث کی وجہ سے لوگوں کا جائزہ لے رہا تھا کہ اتنے میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ تشریف لائے جب وہ نزدیک آئے تو حجاج نے کہا (نعوذ باللہ من ذالك) او خبیث! او فتنوں میں چکر لگانے والے! کہو تم کبھی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہوتے ہو اور کبھی ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور کبھی ابن اشعث کے ساتھ۔ غور سے سنو میں تمہیں ایسے جڑ سے اکھیڑ دوں گا جیسے گوند کو اکھیڑا جاتا ہے اور میں تمہاری کھال ایسے اتاروں گا جیسے گوہ کی کھال اتاری جاتی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے

فرمایا اللہ تعالیٰ امیر کی اصلاح فرمائے۔ وہ اس کلام سے کس کو خطاب کر رہے ہیں۔ حجاج نے کہا۔ میں تمہیں خطاب کر رہا ہوں۔ اللہ تمہارے کانوں کو بہرہ کرے۔ اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انا للہ پڑھی اور وہاں سے باہر آ گئے اور فرمایا اگر مجھے اپنے بچے یاد نہ آ جاتے جن پر مجھے اس حجاج کی طرف سے خطرہ ہے تو آج میں کھڑے کھڑے اُسے ایسی کھری کھری سناتا کہ وہ مجھے بالکل جواب نہ دے سکتا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷/ ۲۷۴ وعلی بن زید ضعیف و قد وثق]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے حجاج کو خطبہ دیتے ہوئے سنا اس نے ایسی بات کہہ دی جو مجھے بالکل غلط نظر آئی میں نے اسے ٹوکنا چاہا لیکن پھر مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان یاد آ گیا کہ کسی مؤمن کے لیے اپنے نفس کو ذلیل کرنا مناسب نہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مؤمن اپنے نفس کو کیسے ذلیل کرے گا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو ایسے امتحان کے لیے پیش کر دے کہ جس کی اس میں طاقت نہ ہو۔

[اخرجه البزار قال الهیثمی ۷/ ۲۷۴ رواه البزار والطبرانی فی الاوسط والکبیر باختصار واسناد الطبرانی فی الکبیر جید و رجاله رجال الصحیح غیر زکریا بن یحیی بن ایوب الضریر ذکره الخطیب روی عن جماعة وروی عنه جماعة ولم یتکلم فیه احد]

تنہائی اور گوشہ نشینی

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تنہا رہنے سے برے ساتھیوں سے راحت ملتی ہے۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۷/ ۲۷۴ وعلی بن زید ضعیف وقد وثق]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنے اوقات میں خلوت اور تنہائی میں بیٹھنے کا حصہ بھی رکھا کرو۔

[اخرجه البزار قال الهیثمی ۷/ ۲۷۴ رواه البزار والطبرانی فی الاوسط الکبیر باختصار واسناد الطبرانی فی الکبیر ورجاله رجال الصحیح زکریا بن یحیی بن ایوب الضریر ذکره الخطیب روی عن جماعة و روی عنه جماعة ولم یتکلم فیه احد]

حضرت معافی بن عمران رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا گزر کچھ ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو ایک ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے تھے جسے اللہ کے کسی معاملہ میں سزا ہوئی تھی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان چہروں کے لیے کوئی خوش آمدید نہیں ہے جو صرف شر کے موقع پر نظر آتے ہیں۔ [عند احمد فی الزهد وابن حبان والعسکری فی المو عظ کذا فی الکنز

۲/ ۱۴۹ واخرجه ابن المبارك فی کتاب الرقاق عن عمر نحوه کما فی فتح الباری ۱۱/ ۲۶۲]

حضرت عدسہ طائی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں صرف مقام پر تھا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ہمارے ہاں تشریف فرما ہوئے میرے گھر والوں نے مجھے کچھ چیزیں دے کران کی خدمت میں بھیجا ہمارے جو غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے ایک پرندہ پکڑ کر لائے میں وہ پرندہ لے کران کی خدمت میں گیا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا تم یہ پرندہ کہاں سے لائے ہو؟ میں نے کہا ہمارے چند غلام اونٹوں کی خدمت میں تھے وہ چار دن کی مسافت سے یہ پرندہ لائے ہیں حضرت عبداللہ نے فرمایا میری دلی آرزو یہ ہے کہ یہ پرندہ جہاں سے شکار کر کے لایا گیا ہے میں وہاں (تنہا) رہا کروں نہ میں کسی سے کسی معاملہ میں کوئی بات کروں اور نہ کوئی مجھ سے بات کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی رجاله رجال الصحیح غیر عدسه الطائی وهو ثقة واخرجه ابن عساکر بمعناه مختصراً عن ابن مسعود کما فی الکنز ۲/ ۱۵۹]

حضرت قاسم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرض کیا آپ مجھے کچھ وصیت فرمادیں۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا تم اپنے گھر میں رہا کرو (باہر نہ جایا کرو) اور اپنی زبان کو (لایعنی اور بیکار باتوں سے) روک کر رکھا کرو اور اپنی خطائیں یاد کر کے رویا کرو۔

[عند ابی نعیم فی الحلیة ۱/ ۱۳۵]

حضرت اسماعیل بن ابی خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے حضرت ابوعبیدہ کو تین وصیتیں کیں فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور تم اپنے گھر میں ہی رہا کرو اور اپنی خطاؤں پر رویا کرو۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۱/ ۲۹۹ رواه الطبرانی باسنادین ورجال احدهما رجال الصحیح انتهٰی]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دلی آرزو یہ ہے کہ مجھے کوئی ایسا آدمی مل جائے جو میرے کاروبار کو سنبھال لے اور میں دروازہ بند کر کے گھر میں رہا کروں نہ کوئی میرے پاس آئے نہ میں کسی کے پاس جاؤں یہاں تک کہ میں (اسی حال میں) اللہ سے جا ملوں۔

[اخرجه الحاکم کذا فی الکنز ۲/ ۱۵۹ واخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۷۸ عنه نحوه]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگر وساوس (شیطان) کا ڈر نہ ہوتا تو میں ایسے

علاقہ میں چلا جاتا جہاں کوئی جان پہچان والا دل لگانے والا نہ ہوتا (اور تنہائی اختیار کر لیتا) کیونکہ انسان کو (برے) انسان ہی بگاڑتے ہیں۔

[اخرجه ابن ابی الدنیا فی العزلة عن مالك عن رجل كذا فی الكنز ۲/ ۱۵۹]

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ حضرت ابوالجہم بن حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ انصار کے ساتھ نہیں بیٹھا کرتے تھے جب ان سے اکیلے رہنے کے بارے میں کوئی تذکرہ کرتا (کہ آپ الگ تھلگ کیوں رہتے ہیں) تو فرماتے کہ لوگوں کا شر اکیلے رہنے سے زیادہ ہے۔[اخرجه ابن ابی الدنیا فی العزلة فی الكنز ۲:۱۵۹]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا مسلمان کے لیے بہترین عبادت گاہ اس کا گھر ہے جس میں رہ کر وہ اپنے نفس، نگاہ اور شرمگاہ کو (برے کاموں سے) روکے رکھتا ہے اور بازار میں بیٹھنے سے بچو کیونکہ اس سے انسان غفلت میں پڑ جاتا ہے اور لغو کاموں میں مشغول ہو جاتا ہے۔

[اخرجه ابن عساكر كذا فی الكنز ۲/ ۱۵۹]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دفعہ میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا تو وہ اپنے دروازے پر کھڑے ہوئے ہاتھ سے ایسے اشارے کر رہے تھے گویا کہ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہوں میں نے عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! کیا بات ہے؟ آپ اپنے آپ سے باتیں کر رہے ہیں حضرت معاذ نے فرمایا معلوم نہیں کیا بات ہے اللہ کا دشمن یعنی شیطان مجھے ان کاموں سے ہٹانا چاہتا ہے جو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہیں شیطان یوں کہتا ہے کہ آپ زندگی بھر یوں ہی گھر میں بیٹھ کر مشقت اٹھاتے رہو گے آپ باہر جا کر لوگوں کی مجلس میں کیوں نہیں بیٹھتے؟ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو آدمی اللہ کے راستے میں نکلتا ہے وہ اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو کسی بیمار کی عیادت کرنے جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو صبح یا شام کو مسجد جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو مدد کرنے کے لیے امام کے پاس جاتا ہے وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے اور جو گھر بیٹھ جاتا ہے اور کسی کی برائی اور غیبت نہیں کرتا وہ بھی اللہ کی ذمہ داری میں ہوتا ہے۔ اللہ کا دشمن یہ چاہتا ہے کہ میں گھر سے باہر نکلوں اور لوگوں کی مجلس میں بیٹھا کروں۔

[اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۱۰/ ۳۰۳ رواه الطبرانی فی الاوسط والكبير نحوه باختصار والبزار و رجال احمد رجال الصحيح غير ابن لهيعه وحديثه حسن علی ضعفه]

قناعت

جو مل جائے اسی پر راضی رہنا

حضرت عبداللہ بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت احنف رضی اللہ عنہ کو ایک قمیص پہنے ہوئے دیکھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے احنف! تم نے یہ قمیص کتنے میں خریدی؟ حضرت احنف رضی اللہ عنہ نے کہا بارہ درہم میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہارا بھلا ہو۔ تم چھ درہم کی قمیص خریدتے اور باقی چھ درہم کسی خیر کے کام میں خرچ کر دیتے جنہیں تم جانتے ہو۔ [اخرجه ابن المبارك فی الكنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو یہ خط لکھا کہ دنیا میں جتنی روزی مل رہی ہے تم اس پر راضی رہو اور اسی پر قناعت کر لیا کرو کیونکہ رحمان نے اپنے بندوں کو کم زیادہ روزی دی ہے اور یوں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو آزمانا چاہتے ہیں جسے روزی دی ہے اللہ تعالیٰ دیکھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے شکر ادا کرتا ہے؟ اور اللہ تعالیٰ کا اصل شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو دیا ہے اسے وہاں خرچ کرے جہاں اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں۔

[اخرجه ابن ابی حاتم كذا فی الكنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ گھٹیا اور خشک کھجوریں کھائیں اور پھر پانی پیا۔ پھر اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر فرمایا جسے اس کا پیٹ جہنم میں داخل کرے اللہ اسے اپنی رحمت سے دور رکھے پھر یہ شعر پڑھا

فَاِنَّكَ مَهْمَا تُعْطِ بَطْنَكَ سُؤْلَهٗ
وَ فَرْجَكَ نَالَا مُنْتَهَى الذَّمِّ اَجْمَعَا

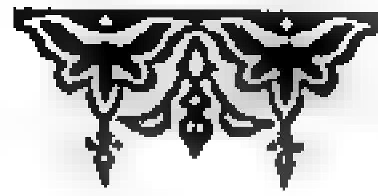
"تم اپنے پیٹ اور شرمگاہ کی خواہش جتنی بھی پوری کرو گے اتنی ان دونوں کو انتہائی درجے کی مذمت حاصل ہوگی۔" [اخرجه العسكری كذا فی الكنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن آدم! تو آج کے دن کی فکر کر اور کل آئندہ کی فکر نہ کر جلدی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ اگر کل تجھے

موت نہیں آنی ہے تو کل کی روزی تیرے پاس خود ہی آ جائے گی اور یہ اچھی طرح سمجھ لے کہ تو اپنی ضرورت سے زیادہ جتنا کما رہا ہے وہ تو دوسروں کے لیے جمع کر رہا ہے۔

[عند الدینوری کذا فی الکنز ۲/ ۱۶۱]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے سے فرمایا اے بیٹے! جب تم غنا حاصل کرنا چاہتے ہو تو وہ تمہیں قناعت سے ملے گی کیونکہ جس میں قناعت نہیں ہوتی اسے کتنا بھی مال مل جائے اسے غنا حاصل نہیں ہو سکتی۔ [اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۲/ ۱۶۱]



نکاح میں حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ

نبی کریم ﷺ کا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ یا کوئی دوسرے صحابی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بکریاں چرایا کرتے تھے پھر انہیں چھوڑ کر آپ اونٹ چرانے لگ گئے۔ حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے شریک اونٹ کرایہ پر دیا کرتے تھے انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کو بھی اونٹ کرایہ پر دیا جب وہ لوگ سفر پورا کر چکے تو ان اونٹوں کا کچھ کرایہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے ذمہ رہ گیا۔ حضور کا شریک جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن کے پاس کرایہ کا تقاضا کرنے جانے لگتا تو حضور ﷺ سے کہتا آپ (ﷺ) بھی میرے ساتھ چلیں حضور ﷺ فرماتے تم چلے جاؤ مجھے شرم آتی ہے۔ ایک دفعہ حضور ﷺ کا شریک تقاضا کرنے گیا تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے پوچھا (تم اکیلے تقاضا کرنے آئے ہو) محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ حضور ﷺ کے شریک نے کہا میں نے تو ان سے کہا تھا کہ وہ چلیں لیکن انہوں نے کہا کہ مجھے شرم آتی ہے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن نے کہا میں نے حضور ﷺ سے زیادہ حیا والا اور زیادہ پاک دامن اور ایسا اور ایسا آدمی نہیں دیکھا یہ سن کر ان کی بہن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں حضور ﷺ کی محبت سرایت کر گئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضور ﷺ کو پیغام بھیج کر بلایا اور کہا کہ آپ (ﷺ) میرے والد کے پاس جائیں اور انہیں میرے نکاح کا پیغام دیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا آپ کے والد مالدار آدمی ہیں وہ ایسا نہیں کریں گے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ (ﷺ) ان سے جا کر ملیں اور ان سے بات کریں۔ آگے بات میں سنبھال لوں گی جب وہ نشہ میں ہوں اس وقت ان کے پاس جانا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا انہوں نے حضور ﷺ سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔ صبح کو جب وہ اپنی مجلس میں بیٹھے تو کسی نے ان سے کہا آپ نے اچھا کیا اپنی بیٹی خدیجہ سے محمد (ﷺ) کی شادی کر دی انہوں نے کہا کیا واقعی میں نے شادی کر دی ہے؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ وہ فوراً وہاں سے کھڑے ہو کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئے اور یوں کہا کہ لوگ یوں کہہ رہے ہیں کہ میں نے

(تمہاری) شادی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کردی ہے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا ہاں ٹھیک ہے اب آپ اپنی رائے کو غلط نہ سمجھیں اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے اور ایسے بہت عمدہ صفات والے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زور لگاتی رہیں آخر ان کے والد راضی ہو گئے۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دو اوقیہ چاندی یا سونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور عرض کیا کہ ایک جوڑا خرید کر مجھے ہدیہ کر دیں اور ایک مینڈھا اور فلاں فلاں چیز خرید لیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹/ ۲۲۲ رواه الطبرانی والبزار ورجال الطبرانی رجال الصحیح غیر ابی خالد الوالبی وهو ثقه ورجال البزار ایضاً الا ان شیخ احمد بن یحییٰ الصوفی ثقه و لکنه من رجال الصحیح وقال فیه قالت وانه غیر مکره بدل سکره۔ انتهی]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا جوڑا خرید کر میرے والد کو ہدیہ کر دیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا (سے شادی) کا تذکرہ کیا اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے والد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی پر راضی نہ تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کھانے اور پینے کا انتظام کیا اور اپنے والد اور قریش کے چند آدمیوں کو بلایا چنانچہ ان لوگوں نے (آکر) کھانا کھایا اور شراب پی یہاں تک سب نشہ میں چور ہو گئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا (حضرت) محمد بن عبداللہ مجھے نکاح کا پیغام دے رہے ہیں آپ ان سے میری شادی کر دیں۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی اس پر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد کو خلوق خوشبو لگائی اور انہیں جوڑا پہنایا اس زمانے میں شادی کے موقع پر والد کے ساتھ ایسا کرنے کا دستور تھا جب ان کا نشہ اترا تو انہوں نے دیکھا کہ انہوں نے خلوق خوشبو لگا رکھی ہے اور جوڑا پہن رکھا ہے تو انہوں نے کہا مجھے کیا ہوا۔ یہ کیا ہے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ نے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ سے میری شادی کر دی ہے انہوں نے کہا کیا میں نے عبدالمطلب کے یتیم سے شادی کر دی ہے؟ نہیں نہیں میری زندگی کی قسم نہیں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے کہا آپ کو شرم کرنی چاہئے آپ اپنے آپ کو قریش کی نگاہ میں بے وقوف ثابت کرنا چاہتے ہیں لوگوں کو بتانا چاہتے ہیں کہ آپ نشہ میں تھے؟ چنانچہ وہ اپنے والد کو سمجھاتی رہیں یہاں تک کہ وہ راضی ہو گئے۔

[عند احمد والطبرانی ورجالهما رجال الصحیح کما قال الهیثمی ۹/ ۲۲۰]

حضرت نفیسہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا بڑی سمجھدار، دور اندیش، طاقتور اور شریف خاتون تھیں اللہ تعالیٰ نے بھی ان کے ساتھ اکرام اور خیر کا ارادہ فرمالیا۔ وہ اس وقت قریش میں سب سے افضل خاندان والی اور سب سے زیادہ شرافت والی اور سب سے زیادہ مالدار تھیں ان کی قوم کا ہر آدمی ان سے شادی کرنے کی تمنا رکھتا اور ان سے شادی کے لیے بہت مال خرچ کرنے کے لیے تیار تھا۔ جب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تجارتی قافلہ ملک شام سے لے کر واپس آئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اندازہ لگانے کے لیے بھیجا۔ میں نے جا کر کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) شادی کیوں نہیں کرتے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شادی کرنے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں ہے میں نے کہا اگر شادی کے خرچ کا انتظام ہو جائے اور آپ کو خوبصورت، مالدار شریف اور جوڑ کی عورت سے شادی کی دعوت دی جائے تو کیا آپ قبول نہیں کرلیں گے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ عورت کون ہے؟ میں نے کہا (حضرت) خدیجہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری ان سے شادی کیسے ہوسکتی ہے؟ میں نے کہا اس کی میں ذمہ دار ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو پھر میں تیار ہوں میں نے جا کر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو بتایا تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ فلاں وقت تشریف لے آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو پیغام بھیجا کہ وہ ان کی شادی کر دیں تو وہ آگئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کرادی۔ عمرو بن اسد نے کہا یہ ایسے جوڑ کے خاوند ہیں جن کو انکار نہیں کیا جاسکتا اس شادی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پچیس سال تھی اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس تھی وہ اصحاب فیل کے واقعہ سے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئی تھیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوگیا تو مکہ ہی میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت خولہ بنت حکیم بن اوقص رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) شادی نہیں کرتے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس سے؟ انہوں نے کہا اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) چاہیں تو کنواری سے اور اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمائیں تو بیوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کنواری کون ہے؟ انہوں نے کہا اللہ کی مخلوق میں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو سب سے زیادہ محبوب

ہیں ان کی بیٹی (حضرت) عائشہ بنت ابی بکر (رضی اللہ عنہا) جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لائی ہیں اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دین کا اتباع کر چکی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا جا کر دونوں سے میرا ذکر کرو۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے اُم رومان اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دینے کے لیے بھیجا ہے حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا نے کہا میں تو چاہتی ہوں لیکن تم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کر لو وہ آنے ہی والے ہیں چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے تو حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے ابوبکر! اللہ تعالیٰ کتنی بڑی خیر و برکت آپ لوگوں کو دینا چاہتے ہیں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دینے کے لیے بھیجا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا عائشہ (رضی اللہ عنہا) سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی ہو سکتی ہے؟ یہ تو ان کی بھتیجی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے واپس جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی یہ بات بتائی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واپس جا کر ابوبکر سے کہو کہ تم اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں (یہ خون کا رشتہ نہیں ہے اس لئے) تمہاری بیٹی کی مجھ سے شادی ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بتایا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لاؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شادی کر دی۔

[اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹/ ۲۲۵ رجاله رجال الصحیح غیر محمد بن عمرو بن علقمة وهو حسن الحدیث]

حضرت ابوسلمہ اور حضرت یحییٰ بن عبدالرحمٰن بن حاطب رحمۃ اللہ علیہما کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا واپس جا کر ابوبکر کو بتا دو کہ میں تمہارا اور تم میرے اسلامی بھائی ہو اور تمہاری بیٹی کی شادی مجھ سے ہو سکتی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے واپس جا کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب بتا دیا انہوں نے کہا ذرا انتظار کرو۔ یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ باہر چلے گئے۔ حضرت اُم رومان رضی اللہ عنہا نے کہا مطعم بن عدی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے بیٹے جبیر کا عائشہ کے لیے پیغام دیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے وعدہ کر لیا تھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کبھی اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتے ہیں (اس لیے وہ مطعم سے بات کرنے گئے ہیں) چنانچہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مطعم کے پاس پہنچے تو اس کے پاس اس کی بیوی بیٹھی ہوئی تھی جو اس کے بیٹے (جبیر) کی ماں تھی۔ مطعم کی بیوی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ایسی بات کہی جس کی

وجہ سے وہ وعدہ پورا کرنا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ذمہ نہ رہا جو انہوں نے مطعم سے کیا تھا اس کی صورت یہ ہوئی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کہا آپ اس لڑکی (عائشہ رضی اللہ عنہا) کے معاملے میں کیا کہتے ہیں؟ مطعم نے اپنی بیوی کی طرف متوجہ ہو کر کہا اے فلانی! تم کیا کہتی ہو؟ اس نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر کہا اگر ہم اس نوجوان کی شادی (تمہاری بیٹی سے) کر دیں تو شاید تم زور لگا کر میرے بیٹے کو اپنے دین میں داخل کر لو گے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کہا آپ کیا کہتے ہیں؟ اس نے کہا یہ جو کچھ کہہ رہی ہے آپ اسے سن ہی رہے ہیں (یعنی میری بات بھی یہی ہے گویا دونوں نے انکار کر دیا) اس طرح دونوں کے انکار سے وہ وعدہ ختم ہو گیا جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مطعم سے کر رکھا تھا۔ وہاں سے واپس آ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا لائیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر چھ سال تھی پھر حضرت خولہ رضی اللہ عنہا حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئیں اور ان سے کہا اللہ تعالیٰ نے کتنی بڑی خیر و برکت تمہیں دینے کا ارادہ فرمایا ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ کیسے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے شادی کا پیغام دے کر بھیجا ہے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں تو چاہتی ہوں میرے والد (زمعہ) کے پاس جاؤ اور ان سے تذکرہ کرو۔ وہ بہت بوڑھے اور عمر رسیدہ تھے حج میں بھی نہ جا سکے تھے حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے جا کر ان کو جاہلیت کے طریقے پر سلام کیا زمعہ نے پوچھا یہ عورت کون ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا خولہ بنت حکیم۔ زمعہ نے پوچھا کیا بات ہے؟ تم کیوں آئی ہو؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا مجھے (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ نے بھیجا ہے وہ سودہ سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ زمعہ نے کہا وہ تو بہت عمدہ اور جوڑ کے خاوند ہیں لیکن تمہاری سہیلی (یعنی سودہ) کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا وہ بھی چاہتی ہیں زمعہ نے کہا اچھا (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو میرے پاس بلا لاؤ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمعہ کے پاس گئے اور زمعہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی شادی کر دی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے بھائی عبد بن زمعہ حج سے فارغ ہو کر جب مکہ آئے تو وہ اس شادی کی خبر سن کر اپنے سر پر مٹی ڈالنے لگے لیکن مسلمان ہونے کے بعد کہا کرتے تھے کہ میں تو بڑا بے وقوف تھا میں نے اس وجہ سے اپنے سر پر مٹی ڈالی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (میری بہن) سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی۔ حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں پھر ہم لوگ مدینہ آ گئے اور سخ محلہ میں قبیلہ بنو حارث بن خزرج میں ٹھہر گئے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے۔ کھجور کے دو تنوں کے درمیان ایک جھولا ڈال رکھا تھا میں اس پر جھولا جھول رہی تھی میری والدہ نے مجھے جھولے سے اتارا میرے سر کے بال چھوٹے تھے انہیں ٹھیک کیا اور پانی سے میرا منہ دھویا پھر مجھے لے کر چلیں اور دروازے پر مجھے کھڑا کر دیا۔ میرا سانس چڑھا ہوا تھا میں وہاں کھڑی رہی یہاں تک کہ میرا سانس ٹھیک ہو گیا پھر مجھے کمرے میں لے گئیں میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں ایک تخت پر تشریف فرما ہیں اور آپ کے پاس انصار کے بہت سے مرد اور عورتیں بیٹھی ہوئی ہیں۔ میری والدہ نے مجھے اس کمرے میں بٹھا دیا۔ پھر میری والدہ نے کہا یہ آپ کی اہلیہ ہے اللہ تعالیٰ آپ کے لیے اس میں اور اس کے لیے آپ میں برکت نصیب فرمائے یہ سنتے ہی تمام مرد اور عورتیں ایک دم کھڑے ہو کر چلے گئے۔ یوں میری رخصتی ہو گئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ہمارے ہی گھر میں خلوت فرمائی اور میری شادی پر نہ کوئی اونٹ ذبح ہوا نہ کوئی بکری۔ البتہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وہ پیالہ بھیج دیا جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس بیوی کے گھر بھیجا کرتے تھے جس کی باری ہوتی تھی۔ اس وقت میری عمر سات سال تھی (لیکن صحیح روایت یہ ہے کہ اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر نو سال تھی) [اخرجه احمد قال الهيثمي ۹/ ۲۲۷ رواه احمد بعضه صرح فيه بالاتصال عن عائشة واكثرة مرسل و فيه محمد بن عمرو بن علقمة وثقه غير واحد و بقية رجاله رجال الصحيح وفي الصحيح طرف منه۔ انتهى۔]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہما سے نکاح

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی شادی پہلے حضرت خنیس بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی وہ جنگ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے ان کا مدینہ میں انتقال ہو گیا ان کے انتقال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر آپ چاہیں تو میں آپ سے حفصہ کی شادی کر دوں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں ذرا اس بارے میں سوچ لوں چند دن کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا میری تو یہی رائے بنی ہے کہ میں شادی نہ کروں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر آپ چاہیں

تو میں آپ سے حفصہ کی شادی کر دوں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خاموش رہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے انکار سے زیادہ غصہ مجھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خاموشی پر آیا چند دن کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا اور میں نے حفصہ کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دی۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھے ملے اور انہوں نے کہا تم نے جس وقت حفصہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی مجھے پیشکش کی تھی اور میں نے تمہیں اس کا کوئی جواب نہیں دیا تھا شاید تمہیں مجھ پر غصہ آیا ہوگا میں نے کہا ہاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تمہیں صرف اس وجہ سے جواب نہیں دیا تھا کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حفصہ رضی اللہ عنہا (سے شادی) کا ذکر کیا ہے اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش کرنا نہیں چاہتا تھا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سے شادی نہ کرتے تو میں کر لیتا۔

[اخرجه البخاری والنسائی کذا فی الفوائد ۱/ ۲۱۴]

ابن حبان کی روایت میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی (کہ میں ان سے حفصہ (رضی اللہ عنہا) کی شادی کرنا چاہتا ہوں اور وہ انکار کر رہے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حفصہ کی عثمان سے بہتر آدمی سے شادی ہو جائے گی اور عثمان کی حفصہ سے بہتر عورت سے شادی ہو جائے گی چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شادی اپنی بیٹی سے کر دی (اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے خود شادی کر لی)

[اخرجه ایضاً احمد و البیهقی وابو یعلی وابن حبان کذا فی منتخب الکنز ۵/ ۱۲۰]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُم سلمہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میری عدت پوری ہو گئی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مجھے شادی کا پیغام بھیجا میں نے انہیں انکار کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کا پیغام دے کر ایک آدمی بھیجا میں نے اس سے کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دو کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے اور میرے بچے بھی ہیں اور میرا کوئی سرپرست یہاں موجود نہیں ہے (اس آدمی نے جا کر یہ باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر ام سلمہ (رضی اللہ عنہا) سے کہہ دو کہ تم نے جو کہا ہے کہ مجھ میں غیرت کا مضمون بہت زیادہ ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا یہ غیرت (کی زیادتی) جاتی رہے گی اور تم نے جو کہا ہے کہ میرے بچے بھی ہیں تو تمہارے بچوں کا بھی انتظام ہو جائے گا

اور تم نے جو کہا ہے کہ میرا کوئی سرپرست یہاں نہیں ہے تو تمہارا کوئی موجود یا غیر حاضر سرپرست (مجھ سے شادی کرنے پر) ناراض نہیں ہوگا (اس آدمی نے جا کر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کو یہ تمام باتیں بتائیں) اس پر حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا اٹھو اور میری شادی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دو چنانچہ اس نے میری حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شادی کر دی۔

[اخرجه النسائی بسند صحیح کذا فی الاصابة ۴/ ۴۵۹ وجمع الفوائد ۱: ۲۱۴]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں مدینہ آئی تو میں نے مدینہ والوں کو بتایا کہ میں ابوامیہ بن مغیرہ کی بیٹی ہوں لیکن ان لوگوں نے میری اس بات کو نہ مانا پھر ان میں سے کچھ لوگ حج کو جانے لگے تو انہوں نے کہا کیا تم اپنے خاندان والوں کو کچھ لکھو گی چنانچہ میں نے انہیں خط لکھ کر دیا جب وہ لوگ حج کر کے مدینہ واپس آئے تو انہوں نے بتایا کہ یہ ٹھیک کہہ رہی ہیں اس سے مدینہ والوں کی نگاہ میں میری عزت اور بڑھ گئی۔ جب میری بیٹی زینب پیدا ہوئی (اور میری عدت پوری ہوگئی) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور مجھے شادی کا پیغام دیا تو میں نے کہا کیا مجھ جیسی عورت کا بھی نکاح ہو سکتا ہے میری عمر اتنی زیادہ ہوگئی ہے کہ اب میرا کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا اور مجھ میں غیرت بہت ہے اور میرے بچے بھی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں عمر میں تم سے بڑا ہوں اور تمہاری غیرت کو اللہ تعالیٰ دور کر دے گا اور تمہارے بچے اللہ اور اس کے رسول کے حوالے۔ پھر (میں راضی ہوگئی اور) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے شادی کر لی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور از راہ شفقت فرماتے کہ زناب کہاں ہے؟ زناب کو لاؤ (پیار کی وجہ سے زناب فرماتے) ایک دن حضرت عمار رضی اللہ عنہ آ کر زینب کو زور سے لے گئے اور یوں کہا اس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ضرورت پوری کرنے میں دقت پیش آتی ہے میں اسے دودھ پلاتی تھی۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا زناب کہاں ہے؟ اس وقت (میری بہن حضرت) قریبہ بنت ابی امیہ رضی اللہ عنہا بھی وہاں تھیں۔ انہوں نے کہا کہ (عمار) ابن یاسر (رضی اللہ عنہ) اسے لے گئے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آج رات میں تمہارے پاس آؤں گا میں نے کھال کا ایک ٹکڑا نکالا (جسے چکی کے نیچے رکھا جاتا تھا تاکہ آٹا اس پر گرے) اور گڑھے میں سے جو کے دانے نکالے اور کچھ چربی نکالی اور پھر چربی میں ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مالیدہ تیار کیا چنانچہ وہ رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاں گزاری اور صبح کو فرمایا تم اپنے خاندان میں عزت والی ہو اگر تم چاہو تو میں تمہارے لیے

باری کی سات راتیں مقرر کر دوں لیکن یہ خیال رکھنا کہ اگر تمہارے لیے سات راتیں مقرر کروں گا تو باقی بیویوں کے لیے بھی سات راتیں مقرر کرنی ہوں گی۔

[عند ابن عساکر کذا فی الکنز ۷/ ۱۱۷ واخرجہ النسائی بسند صحیح عن ام سلمہ نحوہ کما فی الاصابۃ ۴/ ۴۵۹ واخرجہ ابن سعد ۸/ ۹۳ عن ام سلمہ نحوہ]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت اسماعیل بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں حبشہ میں تھی مجھے پتہ ہی اس وقت چلا جب (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی کی ابرہہ رضی اللہ عنہا نامی باندی ان کی طرف سے قاصد بن کر آئی اور یہ بادشاہ کے کپڑوں اور تیل کی خدمت پر مقرر تھی۔ اس نے مجھ سے اجازت مانگی میں نے اسے اجازت دی اس نے کہا بادشاہ نجاشی یہ کہہ رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے لکھا ہے کہ میں آپ کی شادی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کر دوں میں نے کہا اللہ تمہیں بھی خیر کی بشارت دے۔ (یعنی میں راضی ہوں) پھر اس نے کہا بادشاہ آپ سے یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ کسی کو وکیل مقرر کر دیں جو آپ کی شادی کر دے۔ اس پر میں نے حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ عنہ کو (جو میرے چچا تھے) بلا کر اپنا وکیل بنا دیا اور میں نے ابرہہ کو چاندی کے دو کنگن اور چاندی کے دو پازیب جو کہ میں نے پہنے ہوئے تھے اور چاندی کی وہ ساری انگوٹھیاں جو میرے پاؤں کی ہر انگلی میں تھیں سب اتار کر اس بشارت کی خوشخبری میں دے دیں۔ شام کو حضرت نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور جتنے مسلمان وہاں تھے ان سب کو بلایا اور یہ خطبہ پڑھا کہ تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جو بادشاہ ہے سب عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا ہے زبردست ہے خرابی درست کرنے والا ہے اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی اما بعد! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے کہ میں ان کا نکاح اُم حبیبہ بنت ابی سفیان سے کر دوں۔ چنانچہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کر رہا ہوں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے انکو چار سو دینار مہر میں دے رہا ہوں یہ کہہ کر حضرت نجاشی نے چار سو دینار ان لوگوں کے سامنے رکھ دیئے اس کے بعد حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ نے بات

شروع کی اور فرمایا تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں میں اسی کی تعریف کرتا ہوں اور اسی سے مغفرت چاہتا ہوں اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اللہ نے ان کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس دین حق کو تمام دینوں پر غالب کرے اگرچہ مشرکوں کو یہ بات ناگوار گزرے امابعد! حضور ﷺ نے جو حکم فرمایا ہے میں اسے قبول کرتا ہوں اور میں نے حضور ﷺ سے اُم حبیبہ بنت ابی سفیان کی شادی کر دی۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کو (اس شادی میں) برکت نصیب فرمائے پھر حضرت نجاشی نے وہ دینار حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو دیئے جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے لے لیے پھر مسلمان وہاں سے اٹھنے لگے تو حضرت نجاشی نے کہا آپ لوگ بیٹھے رہیں کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی سنت یہ ہے کہ جب وہ شادی کرتے ہیں تو ان کی شادی پر کھانا کھلایا جاتا ہے پھر حضرت نجاشی نے کھانا منگوایا اور ان سب نے کھایا اور پھر سب چلے گئے۔ [اخرجه الزبير بن بكار كذا في البداية ۴/ ۱۴۳]

حضرت اسماعیل بن عمرو بن عاص رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے (حبشہ میں) خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند عبید اللہ بن جحش کی شکل وصورت بہت بگڑی ہوئی ہے میں گھبرا گئی میں نے دیکھا اس کی حالت بدل گئی ہے چنانچہ وہ صبح کو کہنے لگا اے اُم حبیبہ! میں نے دین کے بارے میں بہت سوچا ہے مجھے تو کوئی دین نصرانیت سے بہتر نظر نہیں آ رہا ہے میں پہلے نصرانی تھا پھر میں محمد (ﷺ) کے دین میں داخل ہوا اب میں پھر نصرانیت میں واپس آ گیا ہوں میں نے کہا اللہ کی قسم تمہارے لیے اس طرح کرنے میں بالکل خیر نہیں ہے اور جو خواب میں نے دیکھا تھا وہ میں نے اسے بتایا لیکن اس نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی۔ آخر وہ شراب پینے میں ایسا لگا کہ اسی میں مر گیا پھر میں نے خواب دیکھا کہ کسی آنے والے نے مجھ سے کہا اے اُم المؤمنین! یہ سن کر میں گھبرا گئی۔ اور میں نے اس کی تعبیر یہ نکالی کہ حضور ﷺ مجھ سے شادی کریں گے۔ ابھی میری عدت ختم ہوئی ہی تھی کہ حضرت نجاشی کا قاصد میرے پاس آیا پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا اس کے بعد یہ مضمون ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب وہ مال (یعنی چار سو دینار) میرے پاس آیا تو میں نے ابرہہ کو جس نے مجھے بشارت دی تھی پیغام دے کر بلایا اور میں نے اس سے کہا اس دن میں نے تمہیں جو کچھ دیا تھا وہ تو تھوڑا تھا اس لیے کہ میرے پاس مال نہیں تھا اب میرے پاس مال آ گیا ہے۔ یہ پچاس مثقال (پونے انیس

تو لے) سونا لے لو اور اسے اپنے کام میں لے آؤ اس نے ایک ڈبہ نکالا جس میں میری دی ہوئی تمام چیزیں تھیں اور اس نے وہ مجھے واپس کرتے ہوئے کہا کہ بادشاہ نے مجھے قسم دے کر کہا ہے کہ میں آپ سے کچھ نہ لوں اور میں ہی بادشاہ کے کپڑوں اور خوشبو کو سنبھالتی ہوں اور میں نے حضور ﷺ کے دین کو اختیار کر لیا ہے اور مسلمان ہوگئی ہوں اور بادشاہ نے اپنی تمام بیویوں کو حکم دیا ہے کہ ان کے پاس جتنا عطر ہے وہ سارا آپ کے پاس بھیج دیں چنانچہ اگلے دن عود ورس' عنبر اور زباد بہت ساری خوشبوئیں لے کر میرے پاس آئی اور یہ تمام خوشبوئیں میں لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آئی اور آپ دیکھتے کہ یہ خوشبوئیں میرے پاس ہیں اور میں نے لگا رکھی ہیں لیکن آپ ﷺ نے کبھی انکار نہیں فرمایا پھر ابرہہ نے کہا مجھے آپ سے ایک کام ہے کہ آپ حضور ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دیں اور انہیں بتا دیں کہ میں نے ان کا دین اختیار کر لیا ہے اس کے بعد ابرہہ مجھ پر اور زیادہ مہربان ہوگئی اور اسی نے میرا سامان تیار کرایا تھا وہ جب بھی میرے پاس آتی تو یہ کہتی جو کام میں نے آپ کو بتایا ہے اسے بھول نہ جانا جب ہم لوگ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے تو میں نے حضور ﷺ کو ساری بات بتائی کہ کیسے شادی منگنی وغیرہ ہوئی اور ابرہہ نے میرے ساتھ کیسا اچھا سلوک کیا۔ حضور ﷺ سن کر مسکرائے پھر میں نے حضور ﷺ کو ابرہہ کا سلام پہنچایا حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا وعلیھا السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

[اخرجہ الحاکم ۴/ ۲۰ واخرجہ ابن سعد ۸/ ۹۷ عن اسماعیل بن عمرو بن سعید الاموی بمعناہ]

حضور ﷺ کا حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عدت پوری ہوگئی تو حضور ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو فرمایا جاؤ اور زینب سے میرے نکاح کا تذکرہ کرو۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ گئے جب وہ ان کے پاس پہنچے تو وہ آٹے میں خمیر ڈال رہی تھیں حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب میں نے ان کو دیکھا تو مجھے اپنے دل میں ان کی ایک عظمت محسوس ہوئی کہ حضور ﷺ ان سے شادی کرنا چاہتے ہیں (اس لیے یہ بہت بڑے مرتبہ والی عورت ہیں) اور اس عظمت کی وجہ سے میں انہیں دیکھنے کی ہمت نہیں کر سکا اس لیے میں ایڑیوں کے بل مڑا اور ان کی طرف پشت

کر کے کہا اے زینب! تمہیں خوشخبری ہو مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے وہ تم سے شادی کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے کہا میں جب تک اپنے رب سے مشورہ نہ کرلوں اس وقت تک میں کوئی کام نہیں کیا کرتی۔ یہ کہہ کر وہ کھڑی ہو کر اپنی نماز پڑھنے کی جگہ پر چلی گئیں اور ادھر حضور ﷺ پر قرآن نازل ہوا (جس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے تمہاری شادی زینب سے کردی) چنانچہ حضورؐ اللہ تعالیٰ کے شادی کرنے سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لیے بغیر اندر چلے گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ جب حضور ﷺ نے ان سے خلوت فرمائی تو حضور ﷺ نے ہمیں ولیمہ میں گوشت اور روٹی کھلائی اکثر لوگ کھانا کھا کر باہر چلے گئے لیکن کچھ لوگ کھانے کے بعد وہیں گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ آپ گھر سے باہر تشریف لائے میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ ﷺ اپنی بیویوں کے مکانات میں تشریف لے گئے اور اندر جا کر ہر ایک کو سلام کرتے وہ پوچھتیں یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ ﷺ چلے اور (حضرت زینب رضی اللہ عنہا والے) گھر میں داخل ہونے لگے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ داخل ہونے لگا تو حضور ﷺ نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال دیا اور پردہ کا حکم نازل ہوا اور اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے جو آداب مسلمانوں کو سکھائے وہ حضور ﷺ نے صحابہ کو بتائے۔

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ﴾ [سورۃ احزاب آیت: ۵۳]

''اے ایمان والو! نبی کے گھروں میں (بے بلائے) مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لیے اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس کی تیاری کے منتظر نہ رہو لیکن جب تم کو بلایا جاوے (کہ کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھے رہا کرو اس بات سے نبی کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ صاف صاف بات کہنے سے (کسی کا) لحاظ نہیں کرتا اور جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر سے مانگا کرو یہ بات (ہمیشہ کے لئے) تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے پاک رہنے کا عمدہ ذریعہ ہے اور تم کو جائز نہیں کہ رسول ﷺ کو تکلیف پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ تم آپ

کے بعد آپ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک بڑی بھاری (معصیت کی) بات ہے۔" [اخرجه احمد و كذا رواه مسلم و النسائی]

بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے خلوت فرمائی اور ولیمہ میں روٹی اور گوشت کھلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پر بلانے کے لیے مجھے بھیجتے رہے یہاں تک کہ جب مجھے بلانے کے لیے کوئی نہ ملا تو میں نے عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا آدمی نہیں مل رہا ہے جسے میں کھانے پر بلاؤں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کھانا اٹھالو اور لوگ تو چلے گئے لیکن تین آدمی ایسے رہ گئے جو گھر میں بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لے گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے مکان میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ اے گھر والو! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شادی میں برکت نصیب فرمائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کو کیسا پایا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تمام بیویوں کے گھروں میں تشریف لے گئے اور ان سب سے یہی فرماتے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا اور وہ سب جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی کہتیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا تھا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے تو دیکھا کہ وہ تینوں آدمی بیٹھے باتیں کر رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت شرم وحیا والے تھے (اس لیے ان تینوں سے کچھ نہ فرمایا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی طرف تشریف لے گئے اب مجھے یاد نہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا یا کسی اور نے بتایا کہ وہ لوگ چلے گئے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک قدم چوکھٹ کے اندر رکھ لیا اور ایک ابھی باہر ہی تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے اور اپنے درمیان پردہ ڈال لیا اور پردے کی آیت نازل ہوئی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زوجہ محترمہ کے ساتھ پہلی رات گزاری تو (میری والدہ) حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے کھجور گھی اور آٹے کو ملا کر حلوہ تیار کیا اور ایک برتن میں ڈال کر مجھ سے کہا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ اور عرض کرو کہ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے پیش خدمت ہے اس زمانے میں لوگ بڑی مشقت اور تنگی میں تھے چنانچہ وہ لے کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت اُم سلیم رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ کھانا بھیجا ہے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہہ رہی ہیں اور

عرض کیا ہے کہ یہ ہماری طرف سے تھوڑا سا کھانا پیش خدمت ہے حضور ﷺ نے کھانے کو دیکھ کر فرمایا اسے گھر کے کونے میں رکھ دو پھر فرمایا جاؤ اور فلاں فلاں کو بلا لاؤ اور بہت سے مسلمانوں کے نام حضور ﷺ نے لیے اور یہ بھی فرمایا اور جو بھی مسلمان ملے اسے بھی بلا لاؤ حضور ﷺ نے جن کے نام لیے میں نے ان کو بھی بلایا اور جو مسلمان ملا اسے بھی بلایا میں واپس آیا تو گھر' چبوترہ اور صحن لوگوں سے بھرا ہوا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے ابو عثمان! (یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی کنیت ہے) لوگ کتنے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا تقریباً تین سو۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا وہ کھانا لے آؤ چنانچہ میں وہ لے آیا اور حضور ﷺ نے اس پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی اور کچھ پڑھا پھر فرمایا دس دس کا حلقہ بنا لو اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کیا یہاں تک کہ سب نے کھا لیا پھر حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اس کھانے کو اٹھا لو میں نے آ کر اٹھایا تو مجھے پتہ نہیں لگ رہا تھا کہ جب میں نے رکھا تھا اس وقت کھانا زیادہ تھا یا اب اٹھاتے وقت زیادہ ہے اور لوگ تو چلے گئے لیکن کچھ لوگ حضور ﷺ کے گھر میں بیٹھے باتیں کرتے رہے اور حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ جن سے ابھی شادی ہوئی تھی وہ دیوار کی طرف منہ کر کے بیٹھی ہوئی تھیں یہ لوگ بہت دیر تک باتیں کرتے رہے جس سے حضور ﷺ کو بہت تکلیف ہوئی لیکن حضور ﷺ سب سے زیادہ شرم و حیا والے تھے ان بیٹھنے والوں کو اگر اس کا اندازہ ہو جاتا تو یہ بیٹھنا ان پر بھی گراں ہوتا (لیکن انہیں اس کا اندازہ نہیں ہو سکا) حضور ﷺ وہاں سے اٹھ کر گئے اور اپنی تمام بیویوں کو سلام کیا جب ان بیٹھنے والوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ واپس آ گئے ہیں تو اس وقت انہیں اندازہ ہوا کہ ان کی باتوں سے حضور ﷺ کو تکلیف ہوئی ہے تو اس پر وہ تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹے اور چلے گئے پھر حضور ﷺ تشریف لائے اور پردہ ڈال دیا آپ ﷺ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور میں صحن میں رہ گیا۔ آپ ﷺ کو گھر میں تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر قرآن نازل فرما دیا آپ ﷺ یہ آیتیں پڑھتے ہوئے تشریف لائے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ اِلَّآ اَنْ يُّؤْذَنَ لَكُمْ اِلٰى طَعَامٍ سے لے کر اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا تک۔ حضور ﷺ نے تمام لوگوں سے پہلے یہ آیتیں پڑھ کر مجھے سنائیں اور مجھے سب سے پہلے ان آیات کے سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

[عند ابن ابی حاتم وقد رواہ مسلم والنسائی والترمذی وقال حسن صحیح والبخاری

وابن جرير كذا في البداية ۴/ ۱۴۶ واخرجه ابن سعد ۸/ ۱۰۴ من طرق عن انس]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خیبر میں قیدی جمع کیے گئے تو حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ نے آ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ان قیدیوں میں سے ایک باندی مجھے دے دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جا کر لے لو چنانچہ انہوں نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کو لے لیا تو ایک آدمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا یا نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریظہ اور نضیر کی سردار صفیہ بنت حیی حضرت دحیہ رضی اللہ عنہ کو دے دی وہ تو آپ ہی کے مناسب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس (صفیہ) کو یہاں لاؤ۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا (اے دحیہ!) تم اس کی جگہ قیدیوں میں سے کوئی اور باندی لے لو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کر لی۔

[اخرجه ابو داؤد واخرجه البخاري و مسلم]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ خیبر گئے۔ جب خیبر کا قلعہ اللہ تعالیٰ نے فتح کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی نے حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کا تذکرہ کیا۔ ان کا خاوند قتل ہو چکا تھا اور ان کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور وہ ابھی دلہن ہی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے لیے خاص کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں وہاں سے لے کر چلے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم صہباء کے مقام کے سد نامی پہاڑ کے قریب پہنچے تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حیض سے پاک ہو گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے خلوت فرمائی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چمڑے کے چھوٹے دستر خوان پر کھجور گھی اور آٹے کا حلوہ تیار کیا پھر مجھ سے فرمایا اپنے آس پاس کے لوگوں کو خبر کر دو (کہ ولیمہ تیار ہے) حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہی ولیمہ تھا پھر ہم وہاں سے مدینہ چلے تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ کے کوہان پر چادر سے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے لیے پردے کا انتظام فرماتے پھر اونٹ کے پاس بیٹھ کر اپنا گھٹنا کھڑا کر دیتے جس پر اپنا پاؤں رکھ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اونٹ پر سوار ہوتیں۔ [عند البخاري]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر اور مدینہ کے درمیان حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ تین راتیں گزاریں اور میں نے آپ کے ولیمہ کے لیے لوگوں کو بلایا اس ولیمہ

میں نہ روٹی تھی اور نہ گوشت۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ یوں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے چمڑے کے دستر خوان بچھائے اور ان پر کھجور پنیر اور گھی رکھ دیا لوگ ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا اُم المؤمنین ہیں یا باندی؟ تو لوگوں نے کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں پردہ کرایا پھر تو یہ اُم المؤمنین ہیں اور اگر پردہ نہ کرایا تو پھر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی ہیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلنے لگے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کے لیے اپنے پیچھے کچھ بچھا کر نرم جگہ بنائی اور پردہ لٹکایا۔ [عند البخاری ایضاً کذا فی البدایۃ ۴/ ۱۹۶]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمہ میں داخل ہوئیں تو لوگ وہاں جمع ہو گئے اور میں بھی وہاں پہنچ گیا تا کہ مجھے بھی ولیمہ میں سے کچھ مل جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باہر آ کر فرمایا تم اپنی ماں کے پاس سے اٹھ کر چلے جاؤ (یعنی میں نے حضرت صفیہ سے شادی کی ہے اس لیے وہ اب تمہاری ماں بن گئی ہیں) جب عشاء کا وقت ہوا تو ہم دوبارہ حاضر ہوئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس باہر تشریف لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کے ایک کونے میں ڈیڑھ مد عجوہ عمدہ کھجوریں تھیں اور فرمایا اپنی ماں کا ولیمہ کھالو۔

[اخرجه احمد قال الهيثمی ۹/ ۲۵۱ رواه احمد ورجاله الصحيح واخرجه ابن سعد ۸/ ۱۲۴ نحوه]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں میں نیلا نشان تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ یہ تمہاری آنکھوں میں نیلا نشان کیسا ہے؟ حضرت صفیہ نے کہا میں نے اپنے خاوند سے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ چاند میری گود میں آ گیا ہے تو اس نے مجھے تھپڑ مارا اور کہا کیا تم یثرب (مدینہ) کے بادشاہ کو چاہتی ہو؟ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مجھے کسی سے بغض نہیں تھا کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد اور خاوند کو قتل کیا تھا (شادی کے بعد) حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے والد اور خاوند کے قتل کرنے کی وجوہات بیان فرماتے رہے اور یہ بھی فرمایا اے صفیہ! تمہارے والد نے میرے خلاف عرب کے لوگوں کو جمع کیا اور یہ کیا اور یہ کیا غرضیکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی وجوہات بیان کیں کہ آخر میرے دل میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بغض بالکل نکل گیا۔ [اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۹/ ۲۵۱ رجاله رجال الصحيح]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے پاس (خیمہ

میں) اندر تشریف لے گئے تو حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے دروازے پر ساری رات گزاری جب صبح کو انہوں نے حضور ﷺ کو دیکھا تو اللہ اکبر کہا اس وقت حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے پاس تلوار بھی تھی انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس لڑکی کی نئی نئی شادی ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے اس کے باپ بھائی اور خاوند کو قتل کیا ہے مجھے اس کی طرف سے آپ ﷺ پر اطمینان نہیں تھا (اس وجہ سے میں نے رات یہاں گزاری ہے) حضور ﷺ مسکرائے اور حضرت ابوایوب کے بارے میں خیر کے کلمات فرمائے۔

[اخرجه الحاكم ۴/ ۲۸ قال الحاكم هذا حديث صحيح الاسناد ولم يخرجاه وقال الذهبي صحيح واخرجه ابن عساكر عن عروة بمعناه اطول منه كما فى الكنز ۷/ ۱۱۹ واخرجه ابن سعد ۲/ ۱۱۶ عن ابن عباس رضى الله عنهما اطول منه]

ایک روایت میں یہ ہے کہ حضرت ابوایوب نے عرض کیا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر رات کو کسی وقت (حضرت) صفیہ (رضی اللہ عنہا) (آپ کو تکلیف پہنچانے کیلئے) کوئی حرکت کریں تو میں آپ ﷺ کے قریب ہی ہوں۔

حضرت عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا خیبر سے مدینہ آئیں تو ان کو حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کے ایک گھر میں ٹھہرایا گیا انصار کی عورتیں سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے حسن و جمال کو دیکھنے آنے لگیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی نقاب ڈالے ہوئے آئیں جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا وہاں سے باہر نکلیں تو حضور ﷺ بھی ان کے پیچھے پیچھے نکل آئے اور پوچھا اے عائشہ! تم نے کیا دیکھا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں نے ایک یہودی عورت دیکھی حضور ﷺ نے فرمایا ایسے نہ کہو کیونکہ یہ تو مسلمان ہوگئی ہے اور بہت اچھی طرح مسلمان ہوئی ہے۔ [اخرجه ابن سعد]

حضرت سعید بن میسب رحمۃ اللہ علیہ سے صحیح سند سے روایت ہے کہ جب حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا آئیں تو ان کے کان میں سونے کا بنا ہوا کھجور کا ایک پتہ تھا تو انہوں نے اس میں سے کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اور انکے ساتھ آنے والی عورتوں کو ہدیہ کیا۔ [كذا فى الأصابة ۴/ ۳۴۷]

حضور ﷺ کا حضرت جویریہ بنت الحارث خزاعیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور ﷺ نے قبیلہ بنو مصطلق کی قیدی عورتوں کو

تقسیم کیا تو حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصہ میں آئیں انہوں نے اپنے سے کتابت کی یعنی یہ کہا کہ میں اتنی رقم دے دوں گی تم مجھے آزاد کر دینا اور یہ بہت حسین اور خوبصورت تھیں جو بھی ان کو دیکھتا یہ اس کے دل کو کھینچ لیتیں یہ اپنے ان پیسوں کی ادائیگی میں مدد لینے کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئیں اللہ کی قسم! جونہی میں نے ان کی اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا تو مجھے اچھا نہ لگا اور سمجھ گئی کہ میں نے ان کی جو خوبصورتی دیکھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نظر آئے گی۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں حارث بن ضرار کی بیٹی جویریہ ہوں جو کہ اپنی قوم کے سردار تھے اور اب مجھ پر جو مصیبت آئی ہے وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پوشیدہ نہیں ہے (کہ اب باندی بن گئی ہوں) میں (حضرت) ثابت بن قیس بن شماس (رضی اللہ عنہ) یا ان کے چچا زاد بھائی کے حصے میں آئی ہوں اور میں نے پیسوں کی ایک معین مقدار دینے پر ان سے آزاد کرنے کا وعدہ لے لیا ہے اور اب میں ان پیسوں کے بارے میں آپ سے مدد لینے آئی ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اس سے بہتر چیز کے لیے تیار ہو۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کیا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہاری طرف سے سارے پیسے ادا کر دیتا ہوں اور تم سے شادی کر لیتا ہوں انہوں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بالکل تیار ہوں پھر لوگوں میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی ہے لوگ کہنے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شادی کرنے کے بعد تو یہ حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے قبیلہ والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سسرال والے بن گئے اس لیے اس قبیلہ کے جتنے آدمی مسلمانوں کے ہاں قید تھے مسلمانوں نے ان سب کو چھوڑ دیا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس شادی کی وجہ سے قبیلہ بنو مصطلق کے سو گھرانے آزاد ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے علم میں ایسی کوئی عورت نہیں ہے جو حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ اپنی قوم کے لیے بابرکت ثابت ہوئی ہو۔ [اخرجه ابن اسحاق كذا في البداية ۵/ ۱۹۵ واخرجه ابن سعد ۸/ ۱۶۱ عن الواقدی بسنده عن عائشة نحوه ولكن سمى زوجها صفوان بن مالك و هكذا اخرجه الحاكم ۴/ ۲۶ من طريق الواقدی]

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے (ہمارے علاقہ میں) تشریف لانے سے تین رات پہلے خواب دیکھا کہ گویا چاند

یثرب سے چل کر میری گود میں آ گیا ہے کسی کو بھی خواب بتانا مجھے اچھا نہ لگا یہاں تک کہ حضور ﷺ تشریف لے آئے جب ہم قید ہو گئیں تو مجھے اپنے خواب کے پورا ہونے کی امید ہوئی حضور ﷺ نے مجھے آزاد کر کے مجھ سے شادی کر لی اللہ کی قسم! میں نے حضور ﷺ سے اپنی قوم کے بارے میں کوئی بات نہ کی بلکہ (جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ حضور ﷺ نے مجھ سے شادی کر لی ہے اور میری قوم حضور ﷺ کے سسرال والے بن گئے ہیں تو اس نسبت کے احترام میں) مسلمانوں نے خود ہی (میری قوم کے) تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا اور اس کا پتہ مجھے اس وقت چلا جب میری ایک چچازاد بہن نے آ کر بتایا (کہ وہ آزاد ہو گئی ہے) اس پر میں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ [اخرجه الواقدی كذا فی البدایه ۴/ ۱۵۹ واخرجه الحاكم ۴/ ۲۷ من طريق الواقدی عن حزام بن هشام عن ابيه نحوه]

حضور ﷺ کا حضرت میمونہ بنت حارث ہلالیہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

حضرت ابن شہاب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ صلح حدیبیہ کے اگلے سال ذیقعدہ ۷ ہجری میں عمرہ کے لیے تشریف لے چلے۔ ذیقعدہ وہی مہینہ ہے جس میں ایک سال پہلے مشرکوں نے مسجد حرام میں جانے سے روکا تھا جب آپ یاجج مقام پر پہنچے تو حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو آگے حضرت میمونہ بنت حارث بن حزن عامریہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کی طرف سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے اپنا معاملہ حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کے سپرد کر دیا۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت اُم فضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں چنانچہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضور ﷺ سے کر دی اس کے بعد حضور ﷺ سرف مقام پر آ کر ٹھہر گئے اور مکہ مکرمہ سے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا وہاں آ گئیں اور وہاں ان کی رخصتی ہوئی اور اللہ کی عجیب شان جہاں ان کی رخصتی ہوئی تھی وہاں ہی بعد میں ان کا انتقال ہوا۔ [اخرجه الحاكم ۴/ ۳۰]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا سے شادی کی اور مکہ میں تین دن قیام فرمایا تیسرے دن حویطب بن عبدالعزی قریش کی ایک جماعت کے ساتھ آپ ﷺ کے پاس آیا اور ان لوگوں نے حضور (ﷺ) سے کہا آپ (ﷺ) کے

ٹھہرنے وقت پورا ہو گیا ہے۔ لہٰذا آپ (ﷺ) یہاں ہمارے پاس سے چلے جائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس میں تم لوگوں کا کیا حرج ہے کہ تم مجھے یہاں رہنے دو میں رخصتی کرلوں پھر میں ولیمہ کا کھانا تیار کروں جس میں تم بھی شریک ہو جاؤ ان لوگوں نے کہا ہمیں آپ کے کھانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے آپ تو بس یہاں سے چلے جائیں۔ آخر حضور ﷺ حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا کو وہاں سے لے کر چلے اور سرف مقام پر ان سے رخصتی فرمائی۔

[عند الحاکم ایضاً قال الحاکم ووافقه الذهبی هذا حدیث صحیح علی شرط مسلم ولم یخرجاه]

نبی کریم ﷺ کا اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے شادی کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام آیا تو میری ایک باندی نے مجھ سے کہا کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ کے پاس حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کا پیغام آیا ہے۔ میں نے کہا نہیں اس نے کہا ان کی شادی کا پیغام آچکا ہے آپ حضور ﷺ کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے تاکہ حضور ﷺ تم سے شادی کر دیں؟ میں نے کہا میرے پاس ایسی کوئی چیز ہے جس کے ذریعہ میں شادی کرسکوں اس باندی نے کہا اگر آپ حضور ﷺ کے پاس جائیں گے تو حضور ﷺ آپ سے ضرور شادی کر دیں گے اللہ کی قسم وہ مجھے امید دلاتی رہی یہاں تک کہ میں حضور ﷺ کے پاس چلا گیا جب میں حضورؐ کے سامنے بیٹھا تو مجھ سے بولا نہ گیا اور حضور ﷺ کے رعب اور دبدبہ کی وجہ سے میں بات نہ کر سکا حضور ﷺ نے فرمایا کیوں آئے ہو؟ کیا تمہیں کوئی ضرورت ہے؟ میں خاموش رہا پھر حضور ﷺ نے فرمایا شاید تم فاطمہ سے شادی کا پیغام دینے آئے ہو میں نے کہا جی ہاں حضور ﷺ نے فرمایا مہر میں دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کچھ نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا میں نے تم کو جو زرہ بطور اسلحہ کے دی تھی اس کا کیا ہوا؟ وہ زرہ قبیلہ حطمہ بن محارب کی بنائی ہوئی تھی اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں علی کی جان ہے اس کی قیمت چار درہم نہ تھی (بلکہ چار سو اسی درہم تھی جیسے کہ آگے ابن عساکر کی روایت میں آرہا ہے) میں نے کہا وہ میرے پاس ہے

حضور ﷺ نے فرمایا میں نے فاطمہ سے تمہاری شادی کر دی ہے تم وہ زرہ فاطمہ کو بھیج دو اور اسی کو فاطمہ کا مہر سمجھو۔ بس یہ تھا رسول اللہ ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر۔

[اخرجه البيهقى فى الدلائل كذا فى البداية ٣/ ٣٤٦ واخرجه ايضاً الدولابى فى الذرية الطاهرة كما فى كنز العمال ٧/ ١١٣]

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انصار کے چند لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دو چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے حضور ﷺ نے فرمایا ابو طالب کے بیٹے (علی) کو کیا کام ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دینا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا مرحبا واہلاً۔ مزید اور کچھ نہ فرمایا حضرت علی رضی اللہ عنہ باہر آئے تو انصار کے وہی لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا انتظار کر رہے تھے ان لوگوں نے پوچھا کیا ہوا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اور تو میں کچھ جانتا نہیں بس اتنا فرمایا مرحبا واہلاً ان لوگوں نے کہا حضور ﷺ نے (جملہ فرما کر) تمہیں اہل بھی عنایت فرمایا اور مرحبا بھی یعنی کشادہ جگہ بھی حضور ﷺ کی طرف سے تو ان دو میں سے ایک چیز ہی کافی تھی۔ جب حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی کر دی تو ان سے فرمایا۔ اے علی! دلہن (کے گھر) آنے پر ولیمہ کا ہونا ضروری ہے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا میرے پاس ایک مینڈھا ہے (میں وہ دے دیتا ہوں) اور انصار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے چند صاع مکئی جمع کی جب رخصتی کی رات آئی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھ سے ملنے سے پہلے کچھ نہ کرنا۔ چنانچہ حضور ﷺ نے پانی منگا کر اس سے وضو کیا اور وہ پانی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا اور یہ دعا دی۔ اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لیے ان رخصتی میں برکت نصیب فرما۔ [اخرجه الطبرانى قال الهيثمى ٩/ ٢٠٩ رواه الطبرانى والبزار بنحوه ورجالهما رجال الصحيح غير عبد الكريم بن سليط و وثقه ابن حبان انتهى واخرجه الرويانى وابن عساكر نحوه كما فى الكنز ٧/ ١١٣ واخرجه ايضاً النسائى نحوه كما فى البداية ٧/ ٣٤١ واخرجه ابن سعد ٨/ ٢١ عن بريده نحوه]

طبرانی اور بزار کی روایت میں یہ ہے کہ انصار کی ایک جماعت نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اگر تم فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دو تو بہت اچھا ہو اور آخر میں حضور ﷺ کی دعا یہ ہے اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما اور ان کے شیر جیسے دو بچوں میں برکت نصیب فرما رویانی اور ابن

عساکر کی روایت میں یہ ہے اے اللہ! ان دونوں میں برکت نصیب فرما ان دونوں کی رخصتی میں برکت نصیب فرما اور ان دونوں کے لیے ان کی نسل میں برکت نصیب فرما اور ایک روایت میں ہے اے اللہ! ان دونوں کے اس جمع ہونے میں برکت نصیب فرما۔

حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا رخصت ہو کر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاں آئیں تو ہمیں ان کے گھر میں یہی چند چیزیں ملیں ایک چٹائی بچھی ہوئی تھی ایک تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک گھڑا اور ایک مٹی کا لوٹا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پیغام بھیجا کہ جب تک میں نہ آجاؤں اسوقت تک اپنے گھر والوں کے قریب نہ جانا۔ چنانچہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا کیا میرا بھائی یہاں ہے؟ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا جو کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں اور وہ ایک حبشی اور نیک عورت تھیں انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کی شادی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کر دی تو اب یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھائی کیسے ہوئے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیگر صحابہ کا آپس میں بھائی چارہ کرایا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بھائی چارہ اپنے ساتھ کیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس بھائی چارے کے ساتھ یہ شادی ہو سکتی ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگایا پھر کچھ پڑھ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے اور چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا تو فاطمہ رضی اللہ عنہا اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور شرم وحیا کی وجہ سے اپنی چادر میں لڑکھڑا رہی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پانی میں سے کچھ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا پر چھڑکا اور ان سے کچھ فرمایا اور یہ بھی فرمایا اپنے خاندان میں مجھے جو سب سے زیادہ محبوب تھا اس سے تمہاری شادی کرنے میں میں نے کوئی کمی نہیں کی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردے یا دروازے کے پیچھے کسی آدمی کا سایہ دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون ہے؟ میں نے کہا اسماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اسماء بنت عمیس؟ میں نے کہا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اکرام کی وجہ سے آئی ہو؟ میں نے کہا جی ہاں جب کسی جوان لڑکی کی رخصتی ہو تو اس رات اس لڑکی کے پاس کسی رشتہ دار عورت کا ہونا ضروری ہے تا کہ اگر اس لڑکی کو کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ عورت اس کی ضرورت پوری کر دے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایسی زبردست دعا دی کہ میرے نزدیک وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد عمل ہے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا لو اپنی بیوی

سنبھالو پھر حضور ﷺ باہر تشریف لے گئے اور اپنے گھر میں داخل ہونے تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے لیے دعا فرماتے رہے۔[اخرجہ الطبرانی]

ایک روایت میں حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی والی رات کو میں بھی وہاں تھی جب صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے کھڑے ہو کر دروازہ کھولا۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا اے اُم ایمن! میرے بھائی کو بلاؤ انہوں نے کہا کیا وہ آپ کے بھائی ہیں؟ آپ نے ان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے اُم ایمن! میرے پاس بلا لاؤ عورتیں حضور ﷺ کی آواز سن کر ادھر ادھر ہو گئیں پھر حضور ﷺ ایک کونے میں بیٹھ گئے پھر فرمایا فاطمہ کو میرے پاس بلا لاؤ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ شرم وحیا کی وجہ سے پسینہ پسینہ ہو رہی تھیں اور چھوٹے چھوٹے قدم رکھ رہی تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا چپ ہو جاؤ میں نے تمہاری شادی ایسے آدمی سے کی ہے جو مجھے اپنے خاندان میں سب سے زیادہ محبوب ہے آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ہے۔

[اخرجہ الطبرانی قال الھیثمی ۹/ ۲۱۰ رواہ کلہ الطبرانی ورجال الروایۃ الاول رجال الصحیح]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی (مجھ سے) شادی کی تو آپ ﷺ نے پانی منگا کر اس سے کلی کی پھر مجھے اپنے ساتھ اندر لے گئے اور وہ پانی میرے گریبان اور میرے دونوں کندھوں کے درمیان چھڑکا اور قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، قل اعوذ برب الناس پڑھ کر مجھ پر دم کیا۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی الکنز ۷/ ۱۱۳]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ان کی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام بھیجا پھر میں نے اپنی ایک زرہ اور اپنا کچھ سامان چار سو اسی درہم میں بیچا حضور ﷺ نے فرمایا اس کے دو تہائی کی خوشبو اور ایک تہائی کے کپڑے خرید لو اور پانی کے ایک گھڑے میں کلی فرمائی اور فرمایا اس سے غسل کر و اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اپنے بچے کو میرے آنے سے پہلے دودھ نہ پلانا لیکن حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو دودھ پلا دیا البتہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو نہ پلایا بلکہ حضور ﷺ نے ان کے منہ میں کوئی چیز ڈالی جس کا پتہ نہ چلا

اسی وجہ سے دونوں بھائیوں میں حضرت حسن زیادہ علم والے تھے۔

[اخرجه ابویعلی و سعید بن منصور عن علباء بن احمد کذا فی الکنز ۷/ ۱۱۳ واخرجه ابن سعد ۸/ ۲۱ عن علباء قصة الطیب والشباب]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر ہم بھی موجود تھے ہم نے اس سے اچھی کوئی شادی نہیں دیکھی بچھونے میں ہم نے کھجور کی چھال بھری اور کھجور اور کشمش ہمارے پاس لائی گئی جسے ہم نے کھایا اور شادی کی رات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا بچھونا ایک مینڈھے کی کھال تھی۔

[اخرجه البزار قال الهیثمی ۹/ ۲۰۹ وفیه عبد اللّٰه بن میمون القداح وهو ضعیف]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک جھالر والی چادر ایک مشکیزہ اور ایک چمڑے کا تکیہ دیا جس میں اذخر گھاس بھری ہوئی تھی۔

[اخرجه البیهقی فی الدلائل کذا فی الکنز ۷/ ۱۱۳]

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر بھیجا تو ان کے ساتھ ایک جھالر والی چادر اور چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال اور اذخر گھاس بھری ہوئی تھی اور ایک مشکیزہ بھی بھیجا وہ دونوں آدھی چادر کو نیچے بچھا لیتے تھے اور آدھی کو اوپر اوڑھ لیتے تھے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۹/ ۲۱۰ وفیه عطاء بن السائب وقد اختلط]

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی ایسی چیز پسند ہے کہ جس میں لگ کر مجھے آپ کو چھوڑنا پڑے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اعراض فرما لیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دوبارہ فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا نہ میں شادی کرنا چاہتا ہوں اور نہ بیوی کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ ہے اور نہ مجھے کوئی

ایسی چیز پسند ہے جس میں لگ کر مجھے آپ ﷺ کو چھوڑنا پڑے۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے مجھ سے پھر اعراض فرمالیا پھر میں نے دل میں سوچا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ میری دنیا اور آخرت کی مصلحت کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں اللہ کی قسم! اگر اس دفعہ حضور ﷺ نے فرمایا کیا تم شادی نہیں کرتے؟ تو میں کہوں گا ہاں کرتا ہوں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا اے ربیعہ! کیا تم شادی نہیں کرتے؟ میں نے کہا جی ضرور یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ جو ارشاد فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا آل فلاں کے پاس چلے جاؤ اور انصار کے ایک قبیلہ کا نام لیا جو کبھی کبھی حضور ﷺ کی خدمت میں آیا کرتے تھے اور فرمایا جا کر ان سے کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ میری شادی اپنی فلاں عورت سے کردو۔ چنانچہ میں نے جا کر ان لوگوں سے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارے پاس بھیجا ہے حضور ﷺ فرمارہے ہیں کہ تم میری شادی فلاں عورت سے کر دو ان لوگوں نے کہا خوش آمدید ہو اللہ کے رسول ﷺ کو اور اللہ کے رسول ﷺ کے قاصد کو اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کا قاصد اپنی ضرورت پوری کر کے ہی واپس جائے گا۔ چنانچہ انہوں نے میری شادی کردی اور میرے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت کا معاملہ کیا اور مجھ سے کوئی گواہ بھی نہیں مانگا وہاں سے حضور ﷺ کی خدمت میں بڑا پریشان واپس آیا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میں ایسے لوگوں کے پاس گیا جو بڑے سخی اور با اخلاق ہیں انہوں نے میری شادی کر دی اور مجھ سے بڑی شفقت اور مہربانی کا معاملہ کیا اور مجھ سے گواہ بھی نہیں مانگے لیکن اب میرے پاس مہر دینے کے لیے کچھ نہیں ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے بریدہ اسلمی! اس کے لیے کھجور کی گٹھلی کے برابر سونا جمع کر۔ چنانچہ انہوں نے گٹھلی کے برابر سونا جمع کیا وہ سونا لے کر میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا حضور ﷺ نے فرمایا یہ سونا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ یہ اس عورت کا مہر ہے۔ چنانچہ میں نے ان لوگوں کو جا کر کہا یہ اس عورت کا مہر ہے۔ انہوں نے اسے قبول کرلیا اور بڑے خوش ہوئے اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے میں پھر پریشان ہو کر حضور ﷺ کی خدمت میں واپس آیا حضور ﷺ نے فرمایا اے ربیعہ! کیا بات ہے؟ تم پریشان کیوں ہو؟ میں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! ان لوگوں سے زیادہ با اخلاق کوئی قوم میں نے نہیں دیکھی میں نے ان کو جو مہر دیا اس سے وہ بہت خوش ہوئے اور انہوں نے مجھ سے بڑا

اچھا سلوک کیا اور کہا یہ تو بہت زیادہ ہے اور بڑا پاکیزہ ہے لیکن اب میرے پاس ولیمہ کے لیے کچھ نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا اے بریدہ! اس کے لیے بکری کا انتظام کرو چنانچہ وہ لوگ ایک موٹا تازہ ایک مینڈھا میرے لیے لے آئے اور حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا تم عائشہ سے جا کر کہو کہ جس ٹوکرے میں اناج ہے وہ بھیج دے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے جو فرمایا تھا وہ جا کر میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس ٹوکرے میں سات صاع جو ہیں اللہ کی قسم! ہمارے پاس اس کے علاوہ اور کوئی کھانے کی چیز نہیں ہے یہ لے لو۔ میں وہ جو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں آیا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا تھا وہ حضور ﷺ کو بتا دیا حضور ﷺ نے فرمایا یہ جو اور مینڈھا ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے کہو کہ جو کی روٹی اور مینڈھے کا سالن بنالیں ان لوگوں نے کہا روٹی تو ہم پکا دیں گے لیکن مینڈھا تم پکاؤ چنانچہ میں نے اور قبیلہ اسلم کے چند آدمیوں نے مل کر اسے ذبح کیا اس کی کھال اتاری اور اسے پکایا اس طرح روٹی اور گوشت کا انتظام ہو گیا جسے میں نے ولیمہ میں کھلایا اور کھانے کے لیے میں نے حضور ﷺ کو بلایا پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے مجھے ایک زمین عطا فرمائی اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بھی عطا فرمائی اور دنیا گئی اور میرا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا کھجور کے درخت کے بارے میں اختلاف ہو گیا میں نے کہا یہ میری حد میں ہے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں یہ میری حد میں ہے اس پر میرے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں کچھ بات بڑھ گئی اور انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا لیکن وہ فوراً پشیمان ہوئے اور انہوں نے مجھے فرمایا اے ربیعہ! تم بھی مجھے اس جیسا سخت لفظ کہہ لو تا کہ بدلہ ہو جائے۔ میں نے کہا نہیں۔ میں تو نہیں کہوں گا انہوں نے فرمایا تم بھی کہہ لو ورنہ میں جا کر حضور ﷺ سے عرض کروں گا میں نے کہا نہیں۔ بالکل نہیں کہوں گا اس پر وہ زمین کے جھگڑے کو وہیں چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف چل پڑے۔ میں بھی ان کے پیچھے چل پڑا۔ اتنے میں (میرے) قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں نے آ کر کہا اللہ تعالیٰ ابوبکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے۔ یہ کس بات پر حضور ﷺ سے شکایت کرنے جا رہے ہیں خود ہی تو انہوں نے تمہیں سخت بات کہی ہے۔ میں نے کہا تم جانتے ہو یہ کون ہیں؟ یہ ابوبکر صدیق ہیں یہ حضور ﷺ کے غار ثور کے ساتھی ہیں یہ مسلمانوں میں بڑی عمر والے ہیں۔ تم لوگ چلے جاؤ اگر انہوں نے مڑ کر تمہیں دیکھ لیا کہ تم میری مدد کرنے آئے ہو تو وہ ناراض ہو جائیں گے اور جا کر حضور ﷺ کو بتائیں گے تو ان کے ناراض

ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ مجھ سے ناراض ہو جائیں گے اور ان دونوں کے ناراض ہونے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائیں گے تو ربیعہ تو ہلاک ہو جائے گا۔ ان لوگوں نے کہا ہم اب کیا کریں؟ میں نے کہا تم لوگ واپس چلے جاؤ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں گئے اور میں اکیلا ان کے پیچھے چلتا رہا انہوں نے جا کر سارا واقعہ جیسا ہوا تھا بتایا۔ حضور ﷺ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا اے ربیعہ! تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ایسے ایسے بات ہوئی تھی انہوں نے مجھے سخت لفظ کہہ دیا جو مجھے ناگوار گزرا پھر انہوں نے مجھ سے کہا تم بھی مجھے اس جیسا لفظ کہہ لو تا کہ بدلہ ہو جائے لیکن میں نے انکار کر دیا حضور ﷺ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا ان کو بدلہ میں سخت لفظ نہ کہو بلکہ یہ کہہ دو اے ابوبکر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے۔ حضرت حسن راوی کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ' اللہ ان پر رحم فرمائے' روتے ہوئے واپس گئے (کہ ربیعہ مجھ سے آگے بڑھ گئے) [اخرجه احمد والطبرانی قال الهیثمی ۴/ ۲۵۷ رواه احمد والطبرانی وفیه مبارك بن فضالة و حدیث حسن و بقیة رجال احمد رجال الصحیح واخرجه ابویعلی عن ربیعه نحوه بطوله کما فی البدایة ۵/ ۳۳۶ والحاکم وغیره قصة النکاح کما فی الکنز ۷/ ۳۶ وابن سعد ۳/ ۴۴ قصة مع ابی بکر]

حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابوبرزہ اسلمی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ ایسے آدمی تھے جو عورتوں میں چلے جاتے ان کے پاس سے گزرتے اور ان سے ہنسی مذاق کر لیا کرتے میں نے اپنی بیوی سے کہا حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کو کبھی اپنے پاس نہ آنے دینا۔ اگر وہ تمہارے پاس آ گیا تو میں یہ کروں گا اور یہ کروں گا اور انصار کا دستور یہ تھا کہ جب ان کی کوئی عورت بیوہ ہو جاتی تو اس وقت تک اس کی آگے شادی نہ کرتے جب تک یہ پتہ نہ چل جاتا کہ حضور ﷺ کو اس کی ضرورت ہے یا نہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے ایک انصاری سے فرمایا اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کر دو اس نے کہا ضرور یارسول اللہ ﷺ! بسر و چشم یہ میرے لیے بڑی عزت کی بات ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک کا باعث ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میں خود شادی نہیں کرنا چاہتا اس انصاری نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کس سے شادی کرنا چاہتے ہیں حضور ﷺ نے فرمایا جلیبیب سے۔ اس

انصاری نے کہا ذرا میں اس کی ماں سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ جا کر اپنی بیوی سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ تمہاری بیٹی کے لیے شادی کا پیغام دے رہے ہیں اس کی بیوی نے کہا ضرور بسر وچشم۔ انصاری نے کہا کہ حضور ﷺ اپنے لیے پیغام نہیں دے رہے بلکہ حضرت جلیبیب کے لیے دے رہے ہیں۔ بیوی نے کہا جلیبیب۔ بالکل نہیں۔ جلیبیب بالکل نہیں۔ اللہ کی قسم! اس سے ہم شادی نہیں کریں گے جب وہ انصاری حضور ﷺ کو جا کر اپنی بیوی کا مشورہ بتانے کے لیے اٹھنے لگے تو اس لڑکی نے کہا میری شادی کا پیغام آپ لوگوں کو کس نے دیا ہے؟ اس کی ماں نے اسے بتایا (کہ حضور ﷺ نے دیا ہے) تو اس لڑکی نے کہا کیا آپ لوگ اللہ کے رسول ﷺ کی بات کا انکار کرو گے؟ مجھے حضور ﷺ کے حوالے کر دو وہ مجھے ہرگز ضائع نہیں ہونے دیں گے۔ چنانچہ اس کے والد نے جا کر حضور ﷺ سے عرض کر دیا کہ میری بیٹی آپ کے اختیار میں ہے جس سے چاہیں شادی کر دیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت جلیبیب سے اس کی شادی کر دی پھر حضور ﷺ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے جب اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو فتح نصیب فرما دی تو آپ ﷺ نے فرمایا کون سا ساتھی تم لوگوں کو نظر نہیں آ رہا ہے؟ صحابہ نے کہا کوئی ایسا نہیں ہے حضور ﷺ نے فرمایا لیکن مجھے جلیبیب نظر نہیں آ رہا ہے حضور ﷺ نے فرمایا انہیں تلاش کرو صحابہ نے تلاش کیا تو وہ سات کافروں کے پاس شہید پڑے ہوئے ملے کہ انہوں نے ان سات کو قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا صحابہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ سات کافروں کے پہلو میں پڑے ہوئے ہیں پہلے انہوں نے انہیں قتل کیا پھر انہوں نے انہیں شہید کر دیا چنانچہ حضور ﷺ خود ان کے پاس تشریف لے گئے اور دو یا تین مرتبہ فرمایا اس نے سات کو قتل کیا پھر انہوں نے اسے شہید کر دیا یہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں پھر حضور ﷺ نے ان کے جسم کو اپنے بازوؤں پر رکھ لیا پھر ان کے لیے قبر کھودی گئی۔ ان کے لیے اور تو کوئی تخت نہیں تھا بس حضور ﷺ کے بازو ہی تخت تھے۔ پھر حضور ﷺ نے خود ان کو قبر میں رکھا اس حدیث میں اس بات کا ذکر نہیں ہے کہ حضور ﷺ نے انہیں غسل دیا۔ حضرت ثابت کہتے ہیں کہ انصار میں کوئی بیوہ عورت اس لڑکی سے زیادہ خرچ کرنے والی نہیں تھی۔ حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی طلحہ نے حضرت ثابت سے کہا کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے اس لڑکی کو کیا دعا دی تھی؟ یہ دعا دی تھی کہ اے اللہ! تو اس پر خیروں کو خوب بہا دے اور اس کی زندگی کو مشقت والی نہ بنا۔ چنانچہ

انصار میں کوئی بیوہ عورت اس سے زیادہ خرچ کرنے والی نہ تھی۔ [اخرجه احمد قال الهيثمی ۹/ ۳۶۸ رواه احمد و رجاله رجال الصحيح و هو فی الصحيح عن الخطبه والتزويج انتهٰی]

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے قبیلہ کندہ کی ایک عورت سے شادی کی اور اس کے گھر میں ہی ان کی رخصتی ہوئی۔ جب رخصتی والی رات آئی تو ان کے ساتھ ان کے ساتھی بھی چلتے ہوئے ان کی بیوی کے گھر تک آئے وہاں پہنچ کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اب آپ لوگ واپس چلے جائیں اللہ تعالیٰ آپ لوگوں کو بہت اجر عطا فرمائے اور ان لوگوں کو اندر اپنی بیوی کے پاس نہ لے گئے جیسے کہ بے وقوف لوگوں کا دستور ہے۔ وہ گھر بہت سجا ہوا تھا دیواروں پر پردے پڑے ہوئے تھے یہ دیکھ کر انہوں نے فرمایا کیا تمہارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے؟ (جو اس پر اتنے پردے لٹکا رکھے ہیں) یا کعبہ کندہ قبیلہ میں آ گیا ہے؟ (جو تم نے اس گھر کو اتنا سجا رکھا ہے) گھر والوں نے کہا نہ تو ہمارے گھر کو بخار چڑھا ہوا ہے اور نہ کعبہ کندہ میں آ گیا ہے۔ جب ان لوگوں نے دروازے کے پردے کے علاوہ باقی تمام پردے اتار دیئے تب حضرت سلمان رضی اللہ عنہ گھر کے اندر گئے۔ جب اندر گئے تو انہیں بہت سا سامان نظر آیا فرمایا یہ سامان کس کا ہے؟ انہوں نے بتایا یہ سامان آپ کا اور آپ کی بیوی کا ہے انہوں نے فرمایا اتنے سامان کی تو میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت نہیں فرمائی تھی۔ انہوں نے تو مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ دنیا میں سے میرا سامان اتنا ہو جتنا ایک سوار کا توشہ سفر ہوتا ہے پھر انہوں نے بہت سی باندیاں دیکھیں فرمایا یہ باندیاں کس کی ہیں انہوں نے کہا یہ آپ کی اور آپ کی بیوی کی ہیں فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی باندیاں رکھنے کی مجھے وصیت نہیں فرمائی انہوں نے تو مجھے اس کی وصیت فرمائی تھی کہ میں اتنی رکھوں جن سے میں خود نکاح کر سکوں یا ان کا دوسروں سے نکاح کر سکوں۔ اگر میں اتنی ساری باندیاں رکھوں گا تو یہ تو زنا پر مجبور ہو جائیں گی (اور مالک ہونے کی وجہ سے) ان کے برابر مجھے بھی گناہ ہوگا اور اس سے ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ آئے گی پھر جو عورتیں ان کی بیوی کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں ان سے فرمایا کیا اب تم میرے پاس سے چلی جاؤ گی؟ اور مجھے اپنی بیوی کے ساتھ تنہائی کا موقع دوگی؟ انہوں نے کہا جی ہاں۔ چنانچہ وہ چلی گئیں حضرت

سلمان رضی اللہ عنہ نے جاکر دروازہ بند کیا اور پردہ لٹکا دیا اور آکر اپنی بیوی کے پاس بیٹھ گئے اور اس کی پیشانی پر ہاتھ پھیر کر برکت کی دعا کی اور اس سے کہا جس کام کا میں تمہیں حکم دوں گا کیا تم اس میں میری اطاعت کرو گی؟ اس نے کہا آپ ہیں ہی ایسے مقام پر کہ آپ کی بات مانی جائے انہوں نے فرمایا میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جب میں اپنی بیوی کے ساتھ (پہلی مرتبہ) اکٹھا ہوں تو اللہ کی اطاعت پر اکٹھا ہوں چنانچہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور ان کی بیوی کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی جگہ گئے اور کچھ دیر نماز پڑھی اور پھر دونوں واپس اپنی جگہ پر آگئے اور پھر انہوں نے اس بیوی سے اپنی وہ ضرورت پوری کی جو انسان اپنی بیوی سے کیا کرتا ہے صبح کو ان کے ساتھی ان کے پاس آئے اور پوچھا حضرت آپ نے اپنے گھر والوں کیسا پایا؟ انہوں نے اعراض فرمایا ان لوگوں نے دوبارہ پوچھا تو انہوں نے پھر اعراض فرمایا لوگوں نے تیسری مرتبہ پھر پوچھا تو پہلے تو ان سے اعراض فرمایا پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے پردے اور دروازے بنائے ہی اسی لیے ہیں تا کہ ان کے اندر کی چیزیں چھپی رہیں آدمی کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ ظاہری حالات کے بارے میں پوچھے۔ چھپے ہوئے اندر کے حالات ہرگز نہ پوچھے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بیوی کے ساتھ کے اندر کے حالات بتانے والا اس گدھے اور گدھی کی طرح ہے جو راستہ میں جفتی کر رہے ہوں۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۱۸۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ایک سفر سے واپس آئے تو ان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا آپ اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ بندے ہیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا تو پھر آپ (اپنے خاندان میں) میری شادی کرادیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر خاموش رہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا آپ مجھے اللہ کا پسندیدہ بندہ تو سمجھتے ہیں لیکن مجھے اپنا داماد بنانا آپ کو پسند نہیں ہے۔ صبح کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قوم کے لوگ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کوئی کام ہے۔ ان لوگوں نے کہا جی ہاں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے پوچھا کیا کام ہے؟ انشاء اللہ آپ لوگوں کا کام ہو جائے گا ان لوگوں نے کہا کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جو شادی کا پیغام دیا ہے وہ واپس لے لیں۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے یہ پیغام حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی امارت یا بادشاہت کی وجہ سے نہیں دیا تھا بلکہ میں نے تو اس وجہ سے دیا تھا کہ وہ نیک آدمی ہیں شاید اللہ تعالیٰ میرے اور ان کے رشتے سے

نیک اولاد پیدا فرمادیں۔ چنانچہ پھر انہوں نے قبیلہ کندہ میں شادی کی اور اس کے بعد پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر کیا۔ [عند ابی نعیم ایضاً واخرجه الطبرانی عن ابن عباس مختصراً وفی اسنادهما الحجاج بن فروخ وهو ضعیف کما قال الهیثمی ۴/ ۲۹۱]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبیلہ بنولیث کی ایک عورت سے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی شادی کا پیغام دینے گئے اور (گھر کے) اندر جا کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے فضائل اور ان کے شروع میں مسلمان ہونے اور ان کے اسلام لانے کے واقعات تفصیل سے بیان کئے اور انہیں بتایا کہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ ان کی فلاں نوجوان لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں ان لوگوں نے کہا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے شادی کرنے کو تو ہم تیار نہیں ہیں البتہ آپ سے کرنے کو تیار ہیں چنانچہ وہ اس لڑکی سے شادی کر کے باہر آئے اور حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے کہا اندر کچھ بات ہوئی ہے لیکن اسے بتاتے ہوئے مجھے شرم آرہی ہے اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے انہیں ساری بات بتائی یہ سن کر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا (آپ مجھ سے کیوں شرما رہے ہیں) وہ تو مجھے آپ سے شرمانا چاہئے کیونکہ میں اس لڑکی کو شادی کا پیغام دے رہا تھا جو اللہ نے آپ کے مقدر میں لکھی ہوئی تھی۔

[اخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۲۰۰ واخرجه الطبرانی بمثله قال الهیثمی ۴/ ۲۷۵ ورجاله ثقات الا ان ثابتالم یسمع من سلمان ولا من ابی الدرداء انتهی]

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی درداء رضی اللہ عنہا کی ایک غریب سادہ مسلمان سے شادی

حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یزید بن معاویہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی حضرت درداء سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے ان کو انکار کر دیا اور ایک غریب مسلمان سے اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔ اس پر لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ یزید نے

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو اسے انکار کردیا اور ایک عام غریب مسلمان نے اسی بیٹی سے شادی کا پیام دیا تو اس سے شادی کردی اس پر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے ایسا اپنی بیٹی کے فائدہ کی وجہ سے کیا تمہارا کیا خیال ہے کہ (اگر میں درداء رضی اللہ عنہا کی شادی یزید سے کردیتا تو) ہر وقت اس کے سر پر خواجہ سرا یعنی خصی غلام (خدمت کے لئے) کھڑے رہتے اور گھروں پر نگاہ ڈالتی تو (سونے چاندی کی کثرت کی وجہ سے) اس کی آنکھیں چکا چوند ہو جاتیں لیکن پھر اس کا دین کیسے باقی رہتا (بس ہر وقت دنیا میں لگی رہتی)

[اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۵۱ واخرجه ایضاً الامام احمد مثله کما فی صفة الصفوة ۱/ ۲۶۰]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا وہ تو چھوٹی ہے۔ کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا (وہ چھوٹی نہیں ہے) بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ یہ کہہ کر انکار کرنا چاہتے ہیں اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوبارہ بات کی (تو حضرت علی رضی اللہ عنہ راضی ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی بیٹی کا نکاح کردیا) اور انہوں نے کہا میں اسے آپ کے پاس بھیجتا ہوں اگر آپ کو پسند آ گئی تو وہ آپ کی بیوی ہے۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ ع نہ کے پاس بھیجا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی پنڈلی سے کپڑا ہٹانا چاہا تو انہوں نے کہا کپڑا نیچے ہی رہنے دیں اگر آپ امیر المومنین نہ ہوتے تو میں آپ کی آنکھ پر تھپڑ مارتی (واپس جا کر) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساری بات بتائی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ ایسا کر سکتے ہیں کیونکہ وہ تمہارے خاوند ہیں۔

[اخرجه عبد الرزاق و سعید بن منصور کذا فی الکنز ۸: ۲۹۱ واخرجه ابن عمر المقدسی عن محمد بن علی نحوه کما فی الاصابة ۴/ ۴۹۲]

حضرت محمد (بن علی) رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو (ان کی

بیٹی) حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے تو یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ اپنی تمام بیٹیوں کی شادی صرف (اپنے بھائی) حضرت جعفر (بن ابی طالب) رضی اللہ عنہ کے بیٹوں سے کروں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ آپ اس کی مجھ سے شادی کردیں۔ اللہ کی قسم! روئے زمین پر کوئی مرد ایسا نہیں ہے جو اس کے اکرام کا اتنا اہتمام کر سکے جتنا میں کروں گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا میں نے (اس بیٹی کا نکاح آپ سے) کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آ کر مہاجرین سے کہا مجھے شادی کی مبارک باد دو انہوں نے انہیں مبارک باد دی اور پوچھا آپ نے کس سے شادی کی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے رشتہ اور تعلق کے علاوہ ہر رشتہ اور تعلق قیامت کے دن ختم ہو جائے گا۔ میں نے اپنی بیٹی کی شادی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی اب میں نے چاہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نواسی سے میری شادی ہو جائے تو مزید رشتہ کا تعلق حاصل ہو جائے۔ حضرت عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو مہر میں چالیس ہزار دیئے۔

[عند ابن سعد کذا فی الاصابة]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کا اپنی بیٹی سے حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کی شادی کرنا

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو (ان کی بیٹی سے) شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مہر کے بارے میں میرا فیصلہ مانو گے تو میں اپنی بیٹی کی آپ سے شادی کروں گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا آپ کا وہ فیصلہ کیا ہے؟ حضرت عدی نے کہا تم لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے میرا تمہارے بارے میں یہ فیصلہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والا مہر چار سو اسی درہم دو گے۔

[اخرجه ابن عساکر]

حضرت حمید بن ہلال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو ان کی بیٹی سے شادی کا پیغام دیا تو حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے کہا میں اس سے شادی تو

کردوں گا لیکن مہر کے بارے میں میرا فیصلہ ماننا ہوگا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا میرے بارے میں آپ کا جو فیصلہ ہے وہ مجھے بتا دیں بعد میں حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ میں نے چار سو اسی درہم مہر کا فیصلہ کیا جو حضور ﷺ کی سنت ہے۔

[عند ابن عساکر ایضاً کذا فی الکنز ۸/ ۲۲۹]

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی کا نکاح

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور ان کے بھائی نے یمن کے ایک گھرانہ میں شادی کا پیغام دیا تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے یوں فرمایا میں بلال ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ہم دونوں حبشہ کے غلام ہیں ہم گمراہ تھے ہمیں اللہ نے ہدایت دی اور ہم دونوں غلام تھے ہمیں اللہ نے آزاد کر دیا اگر آپ لوگ ہم دونوں کی شادی کر دیں گے تو الحمد للہ یعنی ہم اللہ کا شکر ادا کریں گے اور اگر نہیں کرو گے تو اللہ اکبر یعنی اللہ بہت بڑے ہیں وہ کوئی اور انتظام کر دیں گے آپ لوگوں سے کوئی شکایت نہیں ہوگی ان لوگوں نے ان دونوں کی شادی کر دی حضرت عمرو بن میمون رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد (حضرت میمون رحمۃ اللہ علیہ) سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے ایک بھائی نسب میں اپنی نسبت عرب کی طرف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ عربوں میں سے ہیں انہوں نے عرب کی ایک عورت کو شادی کا پیغام بھیجا اس عورت کے رشتہ داروں نے کہا اگر حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئیں گے تو ہم آپ سے شادی کریں گے چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے اور انہوں نے خطبہ مسنونہ پڑھ کر فرمایا میں بلال بن رباح ہوں اور یہ میرا بھائی ہے لیکن یہ اخلاق اور دین میں برا آدمی ہے اگر تم چاہو تو اس سے شادی کر دو اور اگر چاہو تو چھوڑ دو انہوں نے کہا جس کے آپ بھائی ہوں ہم اس سے ضرور شادی کریں گے چنانچہ انہوں نے اپنی عورت کی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے بھائی سے شادی کر دی۔ [اخرجہ ابن سعد ۳/ ۲۷]

نکاح میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر انکار

حضرت عبداللہ بن قرط ثمالی رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ میں سے تھے وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے گورنر تھے ایک رات وہ حمص میں پہرہ کے لیے گشت کر رہے تھے کہ ان

کے پاس سے ایک بارات دلہن کو لیے ہوئے گزری اور ان لوگوں نے اس دلہن کے سامنے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی انہوں نے کوڑے سے باراتیوں کی ایسی پٹائی کی کہ وہ سب دلہن کو چھوڑ کر بھاگ گئے صبح کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ منبر پر بیٹھے اور اللہ کی حمد وثنا کے بعد فرمایا حضرت ابو جندلہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امامہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی تو ولیمہ میں حضرت امامہ رضی اللہ عنہا کے لیے چند مٹھی کھانا تیار کیا اللہ تعالیٰ ابو جندلہ رضی اللہ عنہ پر رحم کرے اور امامہ پر رحمت نازل کرے اور اللہ تمہاری رات والی دلہن اور باراتیوں پر لعنت کرے ان لوگوں نے کئی جگہ آگ جلا رکھی تھی اور کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کر رکھی تھی اور اللہ کافروں کے نور کو بجھانے والا ہے۔

[اخرجه ابو الشيخ فى كتاب النكاح عن عروة بن رويم كذا فى الاصابة]

مہر کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش تھا جس کے پانچ سو درہم ہوتے ہیں کیونکہ ایک اوقیہ میں چالیس درہم اور ایک نش میں بیس درہم ہوتے ہیں۔

[اخرجه ابن سعد ۸/ ۱۶۱]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا میرے علم میں ایسا آدمی کوئی نہ آئے جس نے چار سو سے زیادہ مہر مقرر کیا ہو کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا مہر چار سو درہم یا اس سے کم تھا اگر مہر بانی کرنا کوئی تقویٰ اور عزت کی بات ہوتی تو تم لوگ ان مبارک حضرات سے مہر میں آگے نہیں جا سکتے تھے پھر منبر سے نیچے تشریف لے آئے پھر ایک قریشی عورت ان کے سامنے آئی اور اس نے کہا کیا آپ نے لوگوں کو چار سو سے زیادہ مہر رکھنے سے منع کیا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں۔ اس عورت نے کہا' کیا آپ نے اللہ تعالیٰ کو قرآن میں یہ فرماتے ہوئے نہیں سنا:

﴿اٰتَيْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا﴾ [سورة نساء آيت:۲۰]

"اور تم اس ایک (عورت) کو انبار کا انبار مال دے چکے ہو تو اس میں سے کچھ بھی مت لو۔"

(یعنی اس آیت میں مہر میں بہت زیادہ مال دینے کو اللہ نے ذکر فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ زیادہ مہر دینا بھی جائز ہے) یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے اللہ! میں تجھ سے معافی مانگتا

ہوں تمام لوگ عمر سے زیادہ دین کی سمجھ رکھتے ہیں پھر واپس آ کر منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا اے لوگو! میں نے تمہیں چار سو سے زیادہ مہر دینے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اجازت ہے کہ جتنا چاہو یا جتنا تمہارا دل کہے تم اتنا مہر دے سکتے ہو۔ [اخرجه سعيد بن منصور وابويعلى والمحاملى كذا فى الكنز ٨/ ٢٩٨ قال الهيثمى ٤/ ٢٨٤ رواه ابويعلى فى الكبير وفيه مجالد بن سعيد وفيه ضعف وقد وثق انتهى واخرجه ابن سعد ٨/ ١٢١ من طريق عطاء الخراسانى اخصر منه]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا اور اللہ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا غور سے سنو عورتوں کے مہر زیادہ مقرر نہ کرو۔ اگر مجھے کسی آدمی کے بارے میں پتہ چلا کہ اس نے اس سے زیادہ مہر دیا ہے جتنا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا یا آپ کی بیٹیوں کو دیا گیا تھا تو میں زائد مہر لے کر بیت المال میں جمع کر دوں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ منبر سے نیچے اتر آئے تو قریش کی ایک عورت نے ان کے سامنے آ کر کہا اے امیر المؤمنین! کیا اللہ کی کتاب اتباع کی زیادہ حقدار ہے یا آپ کی بات؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب۔ کیا بات ہے؟ اس عورت نے کہا آپ نے لوگوں کو عورتوں کے مہر زیادہ بڑھانے سے منع کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں فرما رہے ہیں:

﴿اٰتَیْتُمْ اِحْدٰهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا﴾

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دو تین مرتبہ فرمایا ہر ایک عمر سے دین کی سمجھ زیادہ رکھتا ہے پھر منبر پر واپس آ کر لوگوں سے فرمایا میں نے تمہیں عورتوں کے مہر بہت زیادہ مقرر کرنے سے منع کیا تھا لیکن اب تمہیں اختیار ہے ہر آدمی اپنے مال میں جو چاہے کرے۔

[اخرجه سعيد بن منصور والبيهقى]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر زیادہ مہر آخرت میں درجات اور مرتبہ کی بلندی کا ذریعہ ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹیاں اور بیویاں اس کی زیادہ حقدار تھیں۔

[عند ابى عمر بن فضالة فى اماليه كذا فى كنز العمال ٨/ ٢٩٨]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عورت کو دو ہزار مہر دینے کی اجازت دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار ہزار کی اجازت دی۔

[اخرجه ابن ابى شيبة كذا فى الكنز ٨/ ٢٩٨]

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے چار سو درہم پر شادی کی تو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ پیغام بھیجا کہ یہ چار سو تو ہمیں کافی نہیں ہوں گے اس پر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپ کر دو سو درہم بڑھا دیئے۔

[اخرجه ابن ابی شيبة كذا فی الكنز ۸/ ۲۹۸]

حضرت ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ایک عورت سے شادی کی اور اس کے پاس سو باندیاں بھیجیں ہر باندی کے ساتھ ہزار درہم بھیجے (کل لاکھ درہم مہر کے ہو گئے) [اخرجه الطبرانی قال الهيثمی ۴/ ۲۸۴ رجاله رجال الصحيح انتهٰی]

عورتوں' مردوں اور بچوں کی معاشرت اور آپس میں رہن سہن

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے آٹا' دودھ یا گھی ملا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حریرہ پکایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا آپ بھی کھالیں انہوں نے انکار کیا میں نے کہا یا تو آپ کھائیں ورنہ میں آپکے منہ پر مل دوں گی انہوں نے پھر بھی انکار کیا تو میں نے حریرہ میں ہاتھ ڈال کر ان کے چہرہ پر لیپ دیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا ہاتھ حریرہ میں ڈال کر کہا تم عائشہ کے چہرے پر مل دو چنانچہ انہوں نے میرے چہرے پر مل دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بھی ہنسے اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے گزرے وہ کسی کو پکارتے ہوئے اے عبداللہ! اے عبداللہ کہہ رہے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اندر آئیں گے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عمر اندر آ رہے ہیں) تم دونوں اٹھو اور اپنے منہ دھولو۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اتنا خیال فرمایا اس وجہ سے میں ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ڈرتی تھی۔ [اخرجه ابو يعلی قال الهيثمی ۴/ ۳۱۶ رجاله رجال الصحيح خلا محمد بن عمرو بن علقمة وحديثه حسن واخرجه ابن عساكر مثله كما فی المنتخب ۴/ ۳۹۳ وابن النجار نحوه كما فی الكنز ۷/ ۳۰۲]

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی خاطر اپنا گھٹنا نیچے کر دیا تاکہ وہ مجھ سے بدلہ لے سکیں چنانچہ انہوں نے پیالے میں سے کچھ حریرہ لیا اور میرے چہرے پر مل دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔

حضور ﷺ کی آزاد کردہ باندی حضرت رزینہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت سودہ یمانیہ رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملنے آئیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا بھی تھیں حضرت سودہ رضی اللہ عنہا خوب بناؤ سنگھار کر کے بڑی اچھی شکل وصورت میں آئی تھیں۔ انہوں نے یمنی چادر اور یمنی اوڑھنی اوڑھی ہوئی تھی۔ انہوں نے گوشہ چشم کے قریب ایلوے اور زعفران کے دو بڑے بڑے نشان لگا رکھے تھے جو گردن کے پھوڑے کے برابر تھے۔ حضرت علیہ راویہ کہتی ہیں کہ میں نے عورتوں کو دیکھا کہ وہ ایلوا' زعفران وغیرہ زینت کے لیے استعمال کرتی تھیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا اے اُم المؤمنین! حضور ﷺ تشریف لائیں گے اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی۔ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا اے حفصہ اللہ سے ڈرو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا نہیں۔ میں تو ان کا بناؤ سنگھار سارا ضرور خراب کروں گی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا اونچا سنتی تھیں انہوں نے پوچھا تم دونوں کیا باتیں کر رہی ہو؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ان سے کہا اے سودہ! کانا (دجال) نکل آیا ہے انہوں نے کہا اچھا یہ سن کر بہت زیادہ گھبرا گئیں اور کانپنے لگیں پھر انہوں نے کہا میں کہاں چھپوں؟ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے کہا اس خیمہ میں چھپ جاؤ وہاں کھجور کے پتوں کا بنا ہوا ایک خیمہ تھا جس میں لوگ چھپتے تھے یہ جا کر اس میں چھپ گئیں اس میں گرد وغبار اور مکڑی کے جالے بہت تھے۔ اتنے میں حضور ﷺ تشریف لے آئے تو دیکھا کہ یہ دونوں ہنس رہی ہیں اور ہنسی کے مارے دونوں سے بولا نہیں جا رہا ہے حضور ﷺ نے تین مرتبہ پوچھا اتنا کیوں ہنس رہی ہو؟ تو دونوں نے ہاتھ سے اس خیمے کی طرف اشارہ کیا آپ ﷺ وہاں تشریف لے گئے تو دیکھا کہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کانپ رہی ہیں حضور ﷺ نے ان سے پوچھا اے سودہ! تمہیں کیا ہوا انہوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ کانا نکل آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ وہ ابھی نہیں نکلا لیکن نکلے گا ضرور۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں باہر نکالا اور ان کے کپڑوں اور جسم سے گرد وغبار اور مکڑی کے جالے صاف کئے۔ [اخرجه ابو يعلى قال الهيثمي ۳/ ۳۱۶ رواه ابو يعلى والطبراني وفيه من لم اعرفهم]

طبرانی کی روایت میں مضمون اس طرح ہے کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضور ﷺ ہمارے پاس تشریف لائیں گے ہم میلی کچیلی نظر آئیں گی اور یہ ہمارے درمیان چمک رہی ہوں گی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں انہوں نے لوگوں اور بچوں کے شور کی آواز سنی آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور لوگ اس کے اردگرد جمع ہیں آپ نے فرمایا اے عائشہ! ادھر آؤ اور ذرا دیکھو میں حضور ﷺ کے کندھوں پر اپنا رخسار رکھ کر کندھے اور سر کے درمیان دیکھنے لگی۔ آپ ﷺ پوچھتے اے عائشہ! ابھی تمہارا دل نہیں بھرا میں کہہ دیتی نہیں میں دیکھنا چاہتی تھی کہ حضور ﷺ کے ہاں میرا درجہ کتنا ہے؟ میں اتنی دیر یوں ہی کھڑی دیکھتی رہی کہ حضور ﷺ تھک گئے اور کبھی ایک پاؤں پر آرام کرتے اور کبھی دوسرے پر۔ اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگئے تو سارے لوگ اور بچے ادھر ادھر چلے گئے اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا کہ عمر کے آنے پر انسانوں اور جنات کے شیطان سب بھاگ گئے۔ [اخرجہ ابن عدی و ابن عساکر کما فی المنتخب ۴/ ۳۹۳]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ میرے حجرے کے دروازے پر کھڑے ہوتے اور مسجد (کے صحن) میں حبشی لوگ نیزوں سے کھیل رہے ہوتے اور آپ ﷺ میرے لیے اپنی چادر سے پردہ کرتے تاکہ میں حضور ﷺ کے کان اور کندھے کے درمیان سے ان کا کھیل دیکھ سکوں۔ پھر آپ ﷺ میری وجہ سے کھڑے رہتے یہاں تک کہ میں دیکھنا بس کرتی آپ لوگ خود ہی اندازہ لگالیں کہ ایک نوعمر کھیل کود کی مقدار کیا ہوگی۔

[عند الشیخین کما فی المشکوۃ صفحہ ۲۷۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کے ہاں شہد پیا کرتے (اس پر مجھے رشک آیا) میں نے اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے آپس میں طے کیا کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس حضور ﷺ تشریف لائیں وہ حضور ﷺ سے یہ کہے کہ مجھے آپ ﷺ سے مغافیر کی بو آرہی ہے۔ آپ ﷺ نے مغافر کھائی ہے (مغافیر ایک بودار گوند ہے یعنی آپ نے جو شہد پیا ہے اس کی مکھی نے مغافیر کے درخت سے رس چوس لیا ہوگا اور بودار چیز حضور ﷺ فرشتوں کی وجہ سے استعمال نہیں فرماتے تھے) چنانچہ ہم دونوں میں سے ایک کے پاس حضور ﷺ تشریف لائے اور اس نے یہ بات حضور ﷺ سے کہہ دی حضور ﷺ نے فرمایا نہیں میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ میں نے زینب بنت جحش کے ہاں شہد پیا ہے وہ بھی آئندہ کبھی نہیں پیوں گا پھر یہ آیات نازل ہوئیں یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ

لِمَ تُحَرِّمُ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ سے لے کر اِنْ تَتُوْبَاۤ اِلَى اللّٰهِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُكُمَا تک ان الفاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کو خطاب ہے ان میں یہ آیت بھی ہے وَاِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا اس آیت سے مراد یہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے مغافیر نہیں کھائی البتہ شہد پیا ہے ابراہیم بن موسیٰ ہشام سے نقل کرتے ہیں کہ اس آیت سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا ہے کہ آئندہ ہرگز نہیں پیوں گا میں نے قسم کھائی ہے (اے حفصہ) تم یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ آیات کا ترجمہ:

"اے نبی! جس چیز کو اللہ نے آپ کے لئے حلال کیا ہے آپ (قسم کھا کر) اس کو (اپنے اوپر) کیوں حرام فرماتے ہیں پھر وہ بھی اپنی بیبیوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کے لیے تمہاری قسموں کا کھولنا (یعنی قسم توڑنے کے بعد اس کے کفارہ کا طریقہ) مقرر فرمادیا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارا کارساز ہے اور وہ بڑا جاننے والا اور بڑی حکمت والا ہے اور جب کہ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اپنی کسی بیوی سے ایک بات چپکے سے فرمائی پھر جب اس بی بی نے وہ بات (دوسری بی بی کو) تھوڑی سی بات تو جتلا دی اور تھوڑی سی بات کو ٹال گئی سو جب پیغمبر نے اس بی بی کو وہ بات جتلائی وہ کہنے لگی آپ کو اس کی کس نے خبر کردی؟ آپ نے فرمایا مجھ کو بڑے جاننے والے خبر رکھنے والے (یعنی خدا) نے خبر کردی اے (پیغمبر کی) دونوں بیبیو! اگر تم اللہ کے سامنے توبہ کرلو تو تمہارے دل مائل ہو رہے ہیں۔" [اخرجہ البخاری و اخرجہ مسلم مثلہ]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حلوہ اور شہد پسند تھا جب عصر پڑھ کر آتے تو اپنی بیویوں کے ہاں جاتے اور پہلے کسی ایک کے پاس چلے جاتے۔ چنانچہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے اور روزانہ جتنا ان کے ہاں ٹھہرتے تھے اس سے زیادہ ٹھہرے اس پر مجھے غیرت آئی میں نے اس کی وجہ معلوم کی تو کسی نے مجھے بتایا کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی قوم کی ایک عورت نے انہیں شہد کی ایک کپی ہدیہ میں دی تھی تو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اس میں سے کچھ شہد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پلایا ہے (اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں دیر لگ گئی) میں نے کہا غور سے سنو! اللہ کی قسم! ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ضرور کوئی تدبیر کریں گے (تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

آئندہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں زیادہ دیر نہ لگایا کریں) میں نے حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے ہاں آئیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہیں کہ آپ نے مغافیر کھائی ہے وہ فرمائیں گے نہیں تو آپ ان سے کہیں تو یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے مجھے حفصہ نے شہد پلایا ہے تو آپ کہہ دینا کہ اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت سے رس چوسا ہو گا (جس کی وجہ سے مغافیر والی بو شہد میں آگئی ہوگی) میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی بات کہوں گی۔ اے صفیہ! تم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی بات کہنا۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اللہ کی قسم! (اے عائشہ) تمہاری بات ختم ہوئی ہی تھی کہ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے دروازے پر تشریف لے آئے تو تمہارے ڈر کی وجہ سے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہاری بات اونچی آواز سے وہیں دروازے پر ہی کہہ دینے لگی تھی لیکن میں نے خود کو روکا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس پہنچ گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغافیر کھائی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میں نے کہا تو پھر یہ بو کیسی ہے جو مجھے محسوس ہو رہی ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حفصہ نے مجھے شہد پلایا تھا میں نے کہا شاید اس شہد کی مکھی نے عرفط درخت کا رس چوسا ہو گا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے بھی یہی کہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے بھی یہی کہا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گئے تو انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہد میں سے پلاؤں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے کہا اللہ کی قسم! ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شہد پینے سے روکا ہے میں نے ان سے کہا آپ خاموش رہیں۔ [عند البخاری ایضاً واخرجہ مسلم کذا فی التفسیر لابن کثیر ۴/ ۳۸۷ وابو داؤد کما فی جمع الفوائد ۱/ ۲۲۹ وابن سعد ۸/ ۸۵]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میرے دل میں بڑی آرزو تھی کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے ان دو عورتوں کے بارے میں پوچھوں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے اِنْ تَتُوْبَا اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا فرمایا ہے لیکن بہت عرصہ تک مجھے پوچھنے کا موقع نہ ملا آخر ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ حج پر تشریف لے گئے میں بھی ان کے ساتھ حج پر گیا ہم لوگ سفر کر رہے تھے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ضرورت سے راستے سے ایک طرف کو چلے گئے

میں بھی پانی کا برتن لے کر ان کے ساتھ ہولیا آپ ضرورت سے فارغ ہو کر میرے پاس واپس تشریف لائے میں نے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالا آپ نے وضو کیا میں نے کہا اے امیر المؤمنین! نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات میں سے وہ دو عورتیں کون ہیں جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان تتوبا الی اللہ فقد صغت قلوبکما فرمایا ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عباس! تم پر تعجب ہے (کہ علم میں اتنے مشہور ہو اور پھر تمہیں معلوم نہیں کہ یہ عورتیں کون ہیں) حضرت زہری کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس سوال پر تعجب تو ہوا لیکن پھر انہوں نے سارا قصہ سنایا کچھ نہیں چھپایا اور فرمایا وہ دونوں حفصہ اور عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں پھر تفصیل سے سارا قصہ سنانے لگے اور فرمایا ہم قریش قبیلہ والے عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو دیکھا کہ یہاں کے مردوں پر عورتیں غالب ہیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں میرا گھر عوالی میں قبیلہ بنو امیہ بن زید میں تھا۔ میں ایک دن اپنی بیوی پر ذرا ناراض ہوا تو وہ آگے سے جواب دینے لگی میں اس کے یوں جواب دینے سے بڑا حیران ہوا میرے لیے بالکل نئی بات تھی وہ کہنے لگی آپ میرے جواب دینے سے کیوں حیران ہو رہے ہیں وہ تو اللہ کی قسم! حضور ﷺ کی ازواج مطہرات بھی آپ ﷺ کو جواب دے دیتی ہیں بلکہ بعض تو ناراض ہو کر حضور ﷺ کو سارا دن رات تک چھوڑے رکھتی ہیں میں یہ سن کر (اپنی بیٹی) حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور اس سے پوچھا کہ کیا تم رسول اللہ ﷺ کو برابر کا جواب دیتی ہو اس نے کہا جی ہاں میں نے کہا تم میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ تو اپنا بڑا نقصان کرے گی اور اگر اللہ کے رسول ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو پھر تو وہ ہلاک و برباد ہو جائے گی اس لیے آئندہ کبھی حضور ﷺ کو آگے سے جواب نہ دینا اور ان سے کچھ نہ مانگنا اور مجھ سے جو چاہے مانگ لینا اور تم اپنی پڑوسن یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دھوکہ نہ کھاؤ (کہ وہ حضور ﷺ کو آگے سے جواب دے دیتی ہے اور حضور ﷺ سے ناراض ہو جاتی ہے وہ ایسا کر سکتی ہے) کیونکہ وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور ﷺ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے (تم ایسا نہ کرو) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا ایک انصاری پڑوسی تھا ہم دونوں باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں جایا کرتے تھے ایک دن وہ جاتا اور سارے دن میں جو وحی نازل ہوتی یا اور کوئی بات پیش آتی وہ شام کو آ کر مجھے بتا دیتا اور ایک دن میں جاتا اور شام کو واپس آ کر سب کچھ اسے بتا دیتا ان دنوں ہمارے ہاں اس کا بہت

چرچا تھا کہ قبیلہ غسان والے ہم پر چڑھائی کرنے کے لیے تیاری کر رہے ہیں چنانچہ ایک دن میرا یہ پڑوسی حضور ﷺ کی خدمت میں گیا اور میرے پاس واپس آیا اس نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور مجھے آواز دی میں باہر آیا اس نے کہا ایک بہت بڑا حادثہ پیش آ گیا ہے میں نے کہا کیا ہوا؟ کیا غسان نے چڑھائی کر دی ہے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ اس سے بھی بڑا اور زیادہ پریشان کن حادثہ پیش آیا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنی ازواج مطہرات کو طلاق دے دی ہے۔ میں نے کہا حفصہ تو نامراد ہوگئی اور گھاٹے میں پڑ گئی اور مجھے تو پہلے ہی خطرہ تھا کہ ایسا ہو جائے گا۔ صبح کی نماز پڑھ کر میں نے کپڑے پہنے اور مدینہ گیا وہاں سیدہ حفصہ کے ہاں گیا وہ رو رہی تھی میں نے پوچھا کیا حضور ﷺ نے تم سب کو طلاق دے دی ہے؟ اس نے کہا یہ تو مجھے معلوم نہیں ہے البتہ حضور ﷺ ہم سے الگ ہو کر اس بالا خانہ میں تشریف فرما ہیں پھر میں آپ کے سیاہ غلام کے پاس آیا اور اس سے کہا عمر کو اندر آنے کی اجازت لے دو۔ وہ غلام اندر گیا اور باہر آیا پھر اس نے کہا میں نے حضور ﷺ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے پھر میں (مسجد) چلا گیا جب میں منبر کے پاس پہنچا تو دیکھا بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ان میں سے کچھ لوگ رو رہے ہیں میں کچھ دیر بیٹھا رہا پھر جب میری بے چینی بڑھی تو میں نے جا کر پھر اس غلام سے کہا عمر کو اجازت لے دو' وہ غلام اندر گیا پھر اس نے باہر آ کر کہا کہ میں نے حضور ﷺ سے آپ کا ذکر کیا لیکن حضور ﷺ خاموش رہے میں لوٹنے لگا تو غلام نے مجھے بلایا اور کہا آپ اندر چلے جائیں حضور ﷺ نے اجازت دے دی ہے میں نے اندر جا کر حضور ﷺ کو سلام کیا آپ ﷺ ایک خالی بوریئے پر ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے اور بوریئے کے نشانات آپ کے جسم اطہر پر ابھرے ہوئے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے حضور ﷺ نے میری طرف سر اٹھا کر فرمایا نہیں میں نے (خوشی کی وجہ سے) کہا اللہ اکبر۔ یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے ہمیں دیکھا ہوگا کہ ہم قریشی لوگ اپنی عورتوں پر غالب تھے جب ہم مدینہ آئے تو ہمیں یہاں ایسے لوگ ملے جن پر ان کی عورتیں غالب تھیں تو ہماری عورتیں ان کی عورتوں سے سیکھنے لگیں ایک دن میں اپنی بیوی پر ناراض ہوا تو آگے سے مجھے جواب دینے لگی میں اس کے جواب دینے پر بڑا حیران ہوا اس نے کہا آپ میرے جواب دینے پر کیا حیران ہو رہے ہیں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات حضور ﷺ کو جواب دیتی ہیں بلکہ سارے دن رات تک

حضور ﷺ کو چھوڑے رکھتی ہیں میں نے کہا ان میں سے جو بھی ایسا کرے گی وہ نامراد ہوگی اور گھاٹے میں رہے گی اگر اللہ کے رسول ﷺ کے ناراض ہونے کی وجہ سے اللہ ناراض ہو گئے تو وہ تو ہلاک و برباد ہو جائے گی اس پر حضور ﷺ مسکرانے لگے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! پھر میں حفصہ کے پاس آیا اور میں نے اسے کہا تم اپنی پڑوسن (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا) سے دھوکہ نہ کھانا وہ تم سے زیادہ خوبصورت ہے اور حضور ﷺ کو اس سے تم سے زیادہ محبت ہے حضور ﷺ دوبارہ مسکرائے میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! جی لگانے کی اور بات کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کرو پھر میں بیٹھ گیا اور سر اٹھا کر حضور ﷺ کے گھر پر نظر ڈالی تو اللہ کی قسم! مجھے صرف تین کھالیں بغیر رنگی ہوئی نظر آئیں میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی اُمت پر وسعت فرما وے اللہ تعالیٰ نے روم اور فارس پر وسعت کر رکھی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے ہیں پھر آپ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن خطاب! کیا تم ابھی تک شک میں ہو؟ ان لوگوں کو ان کی نیکیوں کا بدلہ دنیا ہی میں دے دیا گیا ہے۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرے لیے استغفار فرمادیں چونکہ حضور ﷺ کو اپنی ازواج مطہرات پر زیادہ غصہ آ گیا تھا اس وجہ سے آپ ﷺ نے قسم کھائی تھی کہ ایک مہینہ تک ان کے پاس نہیں جائیں گے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو متنبہ فرمایا۔

[اخرجه احمد و قد رواه البخاري و مسلم والترمذي والنسائي]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ نے اپنی بیویوں سے علیحدگی اختیار فرمائی تو میں مسجد میں گیا اور دیکھا کہ صحابہ سوچ میں پڑے ہوئے ہیں اور کنکریاں الٹ پلٹ رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ حضورؐ نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی اور یہ واقعہ پردے کے حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے میں نے کہا کہ میں اس طلاق والی بات کا پتہ ضرور چلاؤں گا (کہ حضور ﷺ نے دی ہے یا نہیں) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے پاس جا کر انہیں نصیحت کرنے کی تفصیل بتائی۔ پھر فرمایا میں حضور ﷺ کی خدمت میں گیا تو آپ ﷺ کے غلام حضرت رباح رضی اللہ عنہ بالا خانے کی دہلیز پر موجود تھے میں نے آواز دے کر کہا اے رباح! مجھے حضور ﷺ سے اندر آنے کی اجازت لے دو پھر آگے پچھلی حدیث جیسا مضمون ذکر فرمایا پھر فرمایا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ!

عورتوں کا معاملہ آپ کے لیے کچھ مشکل نہیں ہے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق دے دی ہے تو کوئی فکر اور پریشانی کی بات نہیں ہے کیونکہ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور اللہ کے فرشتے حضرت جبرائیل' حضرت میکائیل ہیں۔ حضرت ابوبکر اور سارے مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اور میں اس بات پر اللہ کی تعریف کرتا ہوں کہ جب بھی میں کوئی بات کہا کرتا تھا تو مجھے امید ہوتی تھی کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری بات کی تصدیق فرمائیں گے چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا اور یہ آیت نازل ہوئی عَسٰی رَبُّهٗۤ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ یُّبْدِلَهٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْكُنَّ اور یہ آیت نازل ہوئی وَاِنْ تَظٰهَرَا عَلَیْهِ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلٰىهُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَعْدَ ذٰلِكَ ظَهِیْرٌ [سورۃ تحریم آیت:۵،۴] اگر پیغمبر تم عورتوں کو طلاق دے دیں تو ان کا پروردگار بہت جلد تمہارے بدلے ان کو تم سے اچھی بیبیاں دے دے گا۔ اور اگر (اسی طرح) پیغمبر کے مقابلے میں تم دونوں کارروائیاں کرتی رہیں تو یاد رکھو کہ پیغمبر کا رفیق اللہ ہے اور جبرائیل ہے اور نیک مسلمان ہیں اور ان کے علاوہ فرشتے (آپ کے) مددگار ہیں" میں نے پوچھا کیا آپ نے انہیں طلاق دے دی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں پھر میں نے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے اونچی آواز میں اعلان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کو طلاق نہیں دی ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

﴿وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰۤى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ﴾ [سورۃ النساء آیت: ۸۳]

"اور جب ان لوگوں کو کسی امر کی خبر پہنچتی ہے خواہ امن ہو یا خوف تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں اور اگر یہ لوگ اس کو رسول اور جو ان میں ایسے امور کو سمجھتے ہیں ان کے اوپر حوالہ رکھتے تو اس کو وہ حضرات تو پہچان ہی لیتے ہیں جو ان میں اس کی تحقیق کر لیا کرتے ہیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس طلاق کے بارے میں میں نے ہی تحقیق کی تھی۔

[عند مسلم ایضاً کذا فی التفسیر لابن کثیر ۳/ ۳۸۹ واخرجه الحدیث ایضاً عبدالرزاق و ابن سعد و ابن حبان والبیهقی و ابن جریر وابن المنذر و ابن مردویه وغیرهم کما فی الکنز ۱/ ۲۶۹]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے اور لوگ

حضور ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت ابوبکر ؓ آئے اور انہوں نے اندر جانے کی اجازت مانگی لیکن انہیں اجازت نہ ملی پھر حضرت عمر ؓ نے آکر اجازت مانگی تو انہیں بھی نہ ملی لیکن تھوڑی دیر کے بعد دونوں حضرات کو اجازت مل گئی دونوں حضرات اندر گئے تو حضور ﷺ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ ﷺ کے اردگرد آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور ﷺ بالکل خاموش تھے۔ حضرت عمر ؓ نے اپنے دل میں کہا کہ میں ضرور ایسی بات کروں گا جس سے حضور ﷺ کو ہنسی آجائے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ ﷺ! اگر آپ ﷺ دیکھتے کہ میری بیوی بنت زید نے ابھی مجھ سے خرچہ مانگا تھا تو میں نے اس کی گردن پر مارا تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ ہنس پڑے اور اتنے ہنسے کہ آپ ﷺ کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا یہ بھی میرے چاروں طرف بیٹھی ہوئی مجھ سے خرچہ مانگ رہی ہیں یہ سن کر حضرت ابوبکر ؓ حضرت عائشہ ؓ کو مارنے کے لیے ان کی طرف اٹھے اور حضرت عمر ؓ حضرت حفصہ ؓ کی طرف اٹھے دونوں کہہ رہے تھے تم دونوں حضور ﷺ سے وہ کچھ مانگتی ہو جو ان کے پاس نہیں ہے حضور ﷺ نے ان دونوں حضرات کو مارنے سے روک دیا تو آپ ﷺ کی ازواج مطہرات کہنے لگیں اللہ کی قسم اس مجلس کے بعد ہم کبھی حضور ﷺ سے ایسی چیز نہیں مانگیں گی جو حضور ﷺ کے پاس نہ ہو پھر اللہ نے اختیار دینے والی آیت نازل فرمائی جس میں ازواج مطہرات کو حضور ﷺ کے پاس رہنے نہ رہنے میں اللہ نے اختیار دیا ہے حضور ﷺ سب سے پہلے حضرت عائشہ ؓ کے پاس گئے اور ان سے فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا لیکن میں چاہتا ہوں کہ تم اس میں جلد بازی سے کام نہ لینا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے کوئی فیصلہ کرنا۔ حضرت عائشہ ؓ نے پوچھا وہ بات کیا ہے؟ حضور ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ﴾ [سورۃ احزاب آیت: ۲۸،۲۹]

''اے نبی! آپ اپنی بیویوں سے فرمادیجئے کہ تم اگر دنیوی زندگی (کا عیش) اور اس کی بہار چاہتی ہو تو آؤ میں تم کو کچھ مال ومتاع (دنیوی) دے دوں اور تم کو خوبی کے ساتھ رخصت کروں اور اگر تم اللہ کو چاہتی ہو اور اس کے رسول ﷺ کو اور عالم آخرت کو تو تم میں نیک ارادوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے اجر عظیم مہیا کر رکھا ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا میں آپ کے بارے میں والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں بلکہ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی اختیار کروں گی اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں میں سے کسی کو نہ بتائیں کہ میں نے کیا اختیار کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے سختی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سکھانے والا اور آسانی کرنے والا بنا کر بھیجا ہے تمہارے اختیار کے بارے میں جو عورت بھی پوچھے گی میں اسے بتا دوں گا۔ [اخرجه احمد و اخرجه مسلم والنسائی.]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب اختیار والی آیت نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں میں سے سب سے پہلے مجھ سے پوچھا اور فرمایا میں تمہارے سامنے ایک بات رکھوں گا تم اس میں جلدی فیصلہ نہ کرنا بلکہ اپنے والدین سے مشورہ کر کے فیصلہ کرنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چھوڑنے کا ہرگز مشورہ نہیں دیں گے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے یہ نازل فرمایا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ (دو آیتیں) میں نے کہا کیا میں اس بارے میں اپنے والدین سے مشورہ کروں؟ ہرگز نہیں۔ میں تو اللہ اس کے رسول اور آخرت کو چاہتی ہوں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام بیویوں کو اختیار دیا لیکن سب نے وہی جواب دیا جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔

[عند ابن ابی حاتم واخرجه البخاری و مسلم عن عائشه مثله]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم ازواج مطہرات کو (اپنے پاس رہنے نہ رہنے میں) اختیار دیا تھا اور ہم نے آپ کے پاس رہنے کو ہی اختیار کیا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ہم پر کوئی طلاق وغیرہ شمار نہ کیا۔

[عند البخاری و مسلم ایضاً واحمد واللفظ له کذا فی التفسیر لابن کثیر ۳/ ۴۸۱]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو (اگرچہ تم دونوں حالتیں مجھ سے چھپاتی ہو لیکن) مجھے پتہ چل جاتا ہے میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پتہ چلتا ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں محمد کے رب کی قسم! اور جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو تو کہتی ہو نہیں ابراہیم کے رب کی قسم! میں نے کہا جی ہاں۔ اللہ کی قسم یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں صرف

آپ ﷺ کا نام چھوڑتی ہوں (دل میں آپ ﷺ کی محبت میں کمی نہیں ہوتی)

[اخرجه الشیخان کذا فی المشکوۃ ۲۷۲]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھی میں نے دوڑ میں حضور ﷺ سے مقابلہ کیا تو میں حضور ﷺ سے آگے نکل گئی اور یہ مقابلہ پیدل دوڑنے میں ہوا تھا۔ پھر میرا جسم بھاری ہو گیا تو پھر میں نے آپ ﷺ سے دوڑ میں مقابلہ کیا لیکن اس مرتبہ حضور ﷺ مجھ سے آگے نکل گئے اور آپ ﷺ نے فرمایا میری یہ جیت تمہاری اس جیت کے بدلہ میں ہے۔[اخرجه ابو داود کذا فی المشکوۃ ۲۷۳]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا (خالہ جان) کا مہمان بنا اور رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے (حیض کی وجہ سے) نماز نہیں پڑھی تھی۔ لیٹتے وقت وہ ایک چادر لائیں پھر دوسری چادر لائیں جسے بستر کے سرہانے رکھ دیا پھر انہوں نے لیٹ کر اپنے اوپر چادر ڈال لی اور اپنے پہلو میں میرے لیے بھی ایک بستر بچھا دیا اور میں ان کے پاس ان کے تکیہ پر سر رکھ کر لیٹ گیا پھر حضور ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ عشاء کی نماز پڑھ چکے تھے بستر کے پاس آ کر سرہانے سے وہ چادر اٹھائی اور اسے لنگی کے طور پر باندھا اور اپنے دونوں کپڑے اتار کر ٹانگ دیئے پھر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کی چادر میں لیٹ گئے۔ آخر رات میں آپ کھڑے ہو کر ایک لٹکے ہوئے مشکیزہ کی طرف گئے۔ آپ ﷺ نے اسے کھولا اور اس سے وضو کرنے لگے میرا ارادہ ہوا کہ میں کھڑے ہو کر پانی ڈالوں لیکن پھر میں نے سوچا کہ اس طرح حضور ﷺ کو پتہ چل جائے گا کہ میں جاگ رہا ہوں اور شاید یہ آپ ﷺ کو اچھا نہ لگے پھر آپ ﷺ بستر کے پاس آئے اور وہ لنگی اتار کر دونوں کپڑے پہن لیے پھر نماز پڑھنے کی جگہ تشریف لے گئے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر میں بھی اٹھا اور وضو کر کے آپ ﷺ کے بائیں طرف آ کر کھڑا ہو گیا آپ ﷺ نے پیچھے سے ہاتھ سے مجھے پکڑا اور مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر لیا۔ آپ ﷺ نے تیرہ رکعتیں پڑھیں میں نے بھی آپ ﷺ کے ساتھ تیرہ رکعتیں پڑھیں۔ پھر آپ ﷺ بیٹھ گئے میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھ گیا پھر آپ ﷺ کو اونگھ آ گئی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کا رخسار مبارک میرے رخسار کے قریب آ گیا اور مجھے آپ ﷺ کے سانس کی آواز ایسے سنائی دے رہی تھی جیسے کہ سونے والے کی ہوتی ہے پھر

حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آ کر کہا نماز یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر مسجد تشریف لے گئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے نماز کے لیے اقامت کہی۔

[اخرجه ابن النجار كذا في الكنز ۵/ ۱۱۹]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے کہا جثامہ مزنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں آج سے تمہارا نام حسانہ مزنیہ ہے تم کیسی ہو؟ تمہارا کیا حال ہے؟ ہمارے بعد تم لوگ کیسے رہے؟ اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خیریت ہے میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں جب وہ باہر چلی گئی تو میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بڑھیا پر بڑی توجہ فرمائی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ! یہ خدیجہ کے زمانے میں ہمارے پاس آیا کرتی تھی اور پرانے تعلقات کی رعایت کرنا ایمان میں سے ہے۔ [اخرجه البيهقي وابن النجار]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ایک بڑھیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا کرتی تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے آنے سے بہت خوش ہوتے تھے اور اس کا اکرام فرماتے تھے میں نے کہا میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بڑھیا کا جتنا خیال فرماتے ہیں اتنا کسی اور کا نہیں فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدیجہ پاس آیا کرتی تھی اور کہا تمہیں معلوم نہیں کہ تعلق اور محبت والے کا اکرام کرنا ایمان ہے۔ [عند البيهقي ايضاً كذا في الكنز ۷/ ۱۱۵]

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں گوشت تقسیم فرما رہے تھے میں اس وقت نوعمر لڑکا تھا اور اونٹ کا ایک عضو اٹھا سکتا تھا کہ اتنے میں ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے اپنی چادر بچھائی میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا یہ ان کی وہ ماں ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ [اخرجه البخاري في الادب صفحه ۱۸۸]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک چھوٹا سا حبشی لڑکا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر دبا رہا ہے میں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اونٹنی نے آج رات مجھے گرا دیا تھا۔

[اخرجه الطبراني والبزار وابن السني وابو نعيم و سعيد بن منصور كذا في الكنز ۴/ ۴۴]

حضرت قاسم بن عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتی پہنایا کرتے تھے پھر لاٹھی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجلس میں پہنچ جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں جوتیاں اتار کر اپنے بازوؤں میں ڈال لیتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لاٹھی دے دیتے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب مجلس سے اٹھنے لگتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتی پہناتے پھر لاٹھی لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے حجرے میں داخل ہوتے۔ [اخرجہ ابن سعد ۳/ ۱۵۳]

حضرت ابوملیح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم غسل فرماتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ کرتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکیلے چلتے۔ [عند ابن سعد ایضاً]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت میری عمر دس سال تھی اور جب حضور کا انتقال ہوا اس وقت میری عمر بیس سال تھی اور میرے والدہ اور خالائیں وغیرہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی ترغیب دیا کرتی تھیں۔

[اخرجہ ابن ابی شیبۃ وابونعیم]

حضرت ثمامہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا کیا آپ غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے؟ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری ماں نہ رہے میں غزوہ بدر سے کہاں غائب رہ سکتا تھا۔ حضرت محمد بن عبداللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم بدر تشریف لے گئے تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گئے اس وقت وہ نوعمر لڑکے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتے تھے۔ [عند ابن سعد وابن عساکر کذا فی المنتخب ۵/ ۱۴۱]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بیس انصاری نوجوان مختلف ضرورتوں کے لیے ہر وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی کام پیش آتا تو اس کے لیے انہیں بھیج دیتے۔ [اخرجہ البزار وفیہ من لم اعرفھم قالہ الھیثمی ۹/ ۲۲]

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار یا پانچ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے سے کبھی جدا نہ ہوتے تھے بلکہ ہر وقت پڑے رہتے تھے۔

[عند البزار ایضاً و فیہ موسیٰ بن عبیدۃ الترمذی و ھو ضعیف کما قال الھیثمی]

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ باری باری حضور ﷺ کی خدمت میں رہا کرتے تھے کہ آپ ﷺ کو کوئی ضرورت ہو گی یا آپ ﷺ کسی کام کے لیے ہمیں بھیج دیں گے۔ اس طرح آخرت کے ثواب کی امید میں باری باری خدمت کرنے والے بہت ہو گئے۔ چنانچہ ایک دن حضور ﷺ ہمارے پاس باہر تشریف لائے اس وقت ہم لوگ آپس میں دجال کا تذکرہ کررہے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کیا آپس میں سرگوشی ہو رہی ہے؟ کیا میں نے تمہیں سرگوشی کرنے سے منع نہیں کیا؟

[عند البزار ایضاً و رجالہ ثقات وفی بعضھم خلاف کما قال الھیثمی]

حضرت عاصم بن سفیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ یا حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ میں آپ ﷺ کے دروازے پر رات گزاروں تاکہ آپ ﷺ کو رات کو جب بھی کوئی ضرورت پیش آئے تو آپ ﷺ مجھے اٹھالیں حضور ﷺ نے اجازت دے دی اور میں نے وہ رات وہاں گزاری۔ [عند البزار ایضاً و رجالہ ثقات کما قال الھیثمی ۹/ ۲۲]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رمضان کے مہینہ میں حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھی پھر آپ ﷺ کھڑے ہو کر نہانے لگے تو میں نے آپ ﷺ کے لیے پردہ کیا (غسل کے بعد) برتن میں کچھ پانی بچ گیا حضرت ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہو تو اسی سے غسل کرلو اور چاہو تو اس میں اور پانی ملالو۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ کا بچا ہوا یہ پانی مجھے اور پانی سے زیادہ محبوب ہے۔ چنانچہ میں نے اسی سے غسل کیا اور حضور ﷺ میرے لیے پردہ کرنے لگے تو میں نے کہا آپ ﷺ میرے لیے پردہ نہ کریں حضور ﷺ نے فرمایا نہیں جس طرح تم نے میرے لیے پردہ کیا اسی طرح میں بھی تمہارے لیے ضرور پردہ کروں گا۔

[اخرجہ ابن عساکر کذا فی المنتخب ۵/ ۱۶۴]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے زیادہ بچوں پر شفیق اور مہربان کوئی نہیں دیکھا مدینہ کی عوالی بستیوں میں (آپ ﷺ کے صاحبزادے) حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے لیے دودھ پینے کا انتظام ہوا تھا حضور ﷺ وہاں تشریف لے جاتے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہوتے آپ ﷺ گھر کے اندر تشریف لے جاتے حالانکہ اندر دھواں ہو رہا ہوتا تھا

کیونکہ دودھ پلانے والی عورت کے خاوند لوہار تھے آپ ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کو لے کر چومتے اور پھر واپس کر دیتے جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابراہیم میرا بیٹا ہے دودھ پینے کے زمانے میں اس کا انتقال ہوا ہے اس لیے دودھ پلانے والی دو حوریں مقرر ہوئی ہیں جو جنت میں اس کے دودھ پینے کی باقی مدت پوری کریں گی۔

[اخرجہ مسلم ۲/ ۲۵۴ واخرجہ احمد کما فی البدایۃ ۶/ ۴۵]

حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت عبداللہ' حضرت عبیداللہ اور کثیر بن عباس رضی اللہ عنہم کو ایک صف میں کھڑا کرتے اور فرماتے تم میں سے جو پہلے میرے پاس آئے گا اسے یہ انعام ملے گا تو وہ سارے حضور ﷺ کے پاس پہلے پہنچنے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے اور آ کر آپ ﷺ کی کمر اور سینے پر گرتے حضور ﷺ انہیں چومتے اور اپنے سے چمٹا لیتے۔ [اخرجہ احمد قال الهیثمی ۹/ ۱۷ رواہ احمد و اسنادہ حسن]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو آپ ﷺ کے خاندان کے بچے آپ ﷺ کے استقبال کے لیے مدینہ سے باہر جاتے چنانچہ ایک مرتبہ آپ ایک سفر سے واپس لائے تو مجھے گھر لے گئے تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا پھر لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے دو بیٹوں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما میں سے ایک کو لائے انہیں حضور ﷺ نے اپنے پیچھے بٹھا لیا تو اس طرح ہم تین آدمی ایک سواری پر سوار مدینہ میں داخل ہوئے۔ [اخرجہ ابن عساکر]

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ دیکھنے کے قابل تھا کہ میں' حضرت عبیداللہ بن عباس اور حضرت قثم بن عباس بچے تھے اور ہم لوگ کھیل رہے تھے کہ اتنے میں حضور ﷺ سواری پر ہمارے پاس سے گزرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا (اے لوگو!) یہ بچہ اٹھا کر مجھے دے دو چنانچہ حضور ﷺ نے مجھے اپنے آگے بٹھا لیا پھر فرمایا قثم کو بھی اٹھا کر مجھے دے دو (لوگوں نے اٹھا کر دیا) اور انہیں اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ سے محبت حضرت قثم رضی اللہ عنہ سے زیادہ تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت عبیداللہ رضی اللہ عنہ کو رہنے دیا اور حضرت قثم رضی اللہ عنہ کو بٹھا لیا تو اس میں اپنے چچا کی زیادہ محبت کا خیال نہ کیا اور ان سے کوئی شرم محسوس نہ کی پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر تین مرتبہ ہاتھ پھیرا جب بھی آپ سر پر ہاتھ پھیرتے

تو فرماتے اے اللہ! تو جعفر کی اولاد میں جعفر کا خلیفہ بن جا (یعنی وہ تو شہید ہو کر دنیا سے جا چکے اب تو ہی ان کے بچوں کو سنبھال لے) [عند ابن عساکر ایضاً کذا فی المنتخب ۵/ ۲۲۲]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں پر دیکھا تو میں نے کہا تم دونوں کے نیچے کتنا عمدہ گھوڑا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دونوں گھڑ سوار بھی تو کتنے عمدہ ہیں۔

[اخرجه ابویعلی كذا فی الكنز ۷/ ۱۰۶ و المجمع ۹/ ۱۸۲ ورجاله رجال الصحیح كما فی المجمع وقال و رواه البزار باسناد ضعيف و اخرجه ابن شاهین كما في الكنز]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو کندھے پر اٹھائے ہوئے باہر تشریف لائے تو ایک آدمی نے کہا ارے میاں! تم بڑی عمدہ سواری پر سوار ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سوار بھی تو بہت عمدہ ہے۔ [عند ابن عساكر كذا فی الكنز ۷/ ۱۰۴]

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے کہ اتنے میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں یا دونوں میں سے ایک آئے اور آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم (سجدہ میں تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کی پشت پر سوار ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (سجدہ سے) سر اٹھایا تو انہیں ہاتھ سے تھامے رکھا اور (نماز کے بعد) فرمایا تمہاری سواری کتنی عمدہ ہے۔

[عند الطبرانی قال الهیثمی ۹/ ۱۸۲ واسناده حسن]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دونوں ہاتھوں گھٹنوں پر چل رہے ہیں اور حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کمر پر بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ فرما رہے ہیں تم دونوں کا اونٹ بڑا عمدہ ہے اور تم دونوں بہت اچھا بوجھ ہو۔

[عند الطبرانی ایضاً كما فی الهیثمی ۹/ ۱۸۲ وفیه مسروح ابو شاب وهو ضعیف]

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں حضرت اُم ایمن رضی اللہ عنہا آئیں اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حسن اور حسین رضی اللہ عنہما گم ہو گئے ہیں اس وقت دن چڑھ چکا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اٹھو اور میرے دونوں بیٹوں کو تلاش کرو۔ چنانچہ ہر آدمی نے اپنا راستہ لیا اور چل پڑا اور میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ لے کر

چل پڑا۔ حضور ﷺ چلتے رہے یہاں تک کہ ایک پہاڑ کے دامن میں پہنچ گئے تو دیکھا کہ حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما دونوں ایک دوسرے سے چمٹے ہوئے کھڑے ہیں اور پاس ہی ایک کالا ناگ اپنی دم پر کھڑا ہے جس کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں (غالباً اللہ نے ناگ بھیجا تاکہ بچوں کو آگے جانے سے روکے) حضور ﷺ جلدی سے اس ناگ کی طرف بڑھے اس ناگ نے حضور ﷺ کو مڑ کر دیکھا اور چل پڑا اور ایک سوراخ میں داخل ہو گیا پھر حضور ﷺ دونوں کے پاس گئے اور دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور دونوں کے چہروں پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا میرے ماں باپ تم دونوں پر قربان ہوں تم دونوں اللہ کے ہاں کتنے قابل اکرام ہو پھر ایک کو دائیں کندھے پر اور دوسرے کو بائیں کندھے پر بٹھالیا میں نے کہا تم دونوں کو خوشخبری ہو کہ تمہاری سواری بہت ہی عمدہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا یہ دونوں بہت عمدہ سوار ہیں اور ان کے والدین ان دونوں سے بہتر ہیں۔ [اخرجه الطبرانی قال الهیثمی ۹/ ۱۸۲ وفیه احمد بن راشد الهلالی وهو ضعیف واخرجه الطبرانی عن یعلی بن مرة مثله کما فی الکنز ۷/ ۱۰۷]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور ﷺ کے ساتھ تھے ہمیں کسی نے کھانے کے لیے بلایا (ہم حضور ﷺ کے ساتھ کھانے کے لیے چلے تو) راستہ میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ ملے جو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے حضور ﷺ جلدی سے لوگوں سے آگے بڑھے اور انہیں پکڑنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ حضور ﷺ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ ایک دوسرے کے ساتھ ہنسنے لگے۔ آخر حضور ﷺ نے انہیں پکڑ لیا اور ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور دوسرا ان کے سر اور کانوں کے درمیان رکھا اور اپنے سے چمٹا کر ان کا بوسہ لیا پھر فرمایا حسین (رضی اللہ عنہ) مجھ سے ہے اور میں حسین (رضی اللہ عنہ) سے ہوں۔ جو ان سے محبت کرے اللہ اس سے محبت کرے حسن اور حسین (رضی اللہ عنہما) دونوں نواسوں میں سے ہیں۔

[اخرجه الطبرانی کذا فی الکنز ۷/ ۱۰۷]

نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معاشرت

حضرت ابو اسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی میلی کچیلی پرانے کپڑوں میں حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے پاس آئیں انہوں نے پوچھا تمہیں کیا ہوا

ہے جو تم نے ایسی شکل وصورت بنا رکھی ہے ان کی بیوی نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ رات بھر عبادت کرتے ہیں اور دن بھر روزہ رکھتے ہیں۔ کسی نے یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر ناراض ہوئے اور فرمایا کیا تم میرے نمونہ پر نہیں چلتے ہو؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کرے اس کے بعد ان کی بیوی اچھی شکل وصورت میں عمدہ خوشبو لگا کر آئیں اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو انہوں نے یہ اشعار کہے

يَا عَيْنَ جُوْدِيْ بِدَمْعٍ غَيْرِ مَمْنُوْنِ
عَلٰى رَزِيَّةِ عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُوْنِ

''اے آنکھ! عثمان بن مظعون کی (وفات کی) مصیبت پر ایسے آنسو بہا جو کبھی نہ رکیں۔''

عَلٰى امْرِئٍ بَاتَ فِيْ رِضْوَانِ خَالِقِهٖ
طُوْبٰى لَهٗ مِنْ فَقِيْدِ الشَّخْصِ مَدْفُوْنِ

''ایسے شخص پر آنسو بہا جو اپنے خالق کو راضی کرنے میں ساری رات گزار دیتا تھا یہ دفن ہو کر گم ہو گئے ہیں۔ ان کے لیے جنت کا طوبیٰ درخت ہے۔''

طَابَ الْبَقِيْعُ لَهٗ سُكْنٰى وَ غَرْقَدُهٗ
وَ اَشْرَقَتْ اَرْضُهٗ مِنْ بَعْدِ تَفْتِيْنِ

''بقیع اور اس کے غرقد درختوں میں اس کا ٹھکانہ بہت ہی عمدہ بنا ہے اور بقیع کی زمین کفار کے دفن ہونے کی وجہ سے فتنہ والی تھی اب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دفن ہونے سے وہ روشن ہو گئی۔''

وَ اُوْرِثُ الْقَلْبَ حُزْنًا لَا انْقِطَاعَ لَهٗ
حَتّٰى الْمَمَاتِ فَمَا تَرْقٰى لَهٗ شُوْنِيْ

''اور ان کی موت سے دل میں ایسا غم پیدا ہوا ہے جو موت تک ختم نہیں ہوگا اور ان کے لیے آنسوؤں کی رگیں کبھی خشک نہ ہوں گی۔''

[اخرجه ابو نعيم فی الحلية ۱/ ۱۰۶ واخرجه ابن سعد ۳/ ۳۹۳ عن ابی بردة رضی الله عنه بمعناه وعبد الرزاق عن عروة بنحوه كما فی الكنز ۸/ ۳۰۵ الا انهما لم يذكر الاشعار]

حضرت عروہ کی روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بیوی کا نام خولہ بنت حکیم بتایا گیا ہے اور یہ کہ وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئی تھیں اور ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عثمان! رہبانیت کو ہمارے لیے قابل اجر عبادت نہیں بنایا گیا کیا میں تمہارے لیے اچھا نمونہ نہیں ہوں؟ اللہ کی قسم! تم لوگوں میں اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا اور اس کی حدود کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والا میں ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میرے والد نے قریش کی ایک عورت سے میری شادی کی جب وہ میرے پاس آئی تو میں نے اس کی کوئی پرواہ نہ کی کیونکہ مجھے نماز روزے اور عبادت کا بہت شوق تھا۔ ایک مرتبہ (میرے والد) حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنی بہو (یعنی میری بیوی) کے پاس گئے اور اس سے پوچھا تم نے اپنے خاوند کو کیسا پایا؟ اس نے کہا وہ اچھے آدمی ہیں یا کہا اچھے خاوند ہیں لیکن ابھی تک انہوں نے ہمارے کسی پہلو کو کھول کر دیکھا ہی نہیں اور ہمارے بستر کے قریب ہی نہیں آئے۔ حضرت عمرو میری طرف متوجہ ہوئے اور مجھے خوب برا بھلا کہا اور کہا کہ میں نے قریش کی خاندانی عورت سے تیری شادی کی اور تو نے اسے بیچ میں لٹکا رکھا ہے (تو اس کے پاس جاتا ہی نہیں) پھر انہوں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میری شکایت کر دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی بھیج کر مجھے بلایا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم دن بھر روزہ رکھتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم رات بھر عبادت کرتے ہو؟ میں نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میں تو کبھی روزہ رکھتا ہوں اور کبھی افطار کرتا ہوں اور رات کو کبھی نماز پڑھتا ہوں اور کبھی سوتا ہوں اور بیویوں کے پاس بھی جاتا ہوں (یہ میری سنت ہے) اور جو میری سنت سے اعراض کرے وہ مجھ سے نہیں (اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے) پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مہینہ میں ایک قرآن ختم کر لیا کرو میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ پڑھنے کی طاقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس دن میں ایک ختم کر لیا کرو۔ میں نے کہا مجھ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تین دن میں ختم کر لیا کرو۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر مہینے تین دن روزہ رکھا کرو۔ میں نے کہا مجھ میں اس سے زیادہ کی طاقت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دن بڑھاتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کیا کرو کیونکہ یہ بہترین روزے ہیں اور یہ میرے بھائی داؤد علیہ السلام کے روزے

ہیں۔ حضرت حصین کی حدیث میں یہ ہے کہ پھر حضور ﷺ نے فرمایا عبادت کے ہر شوقین پر کچھ عرصہ ایسا آتا ہے جس میں اسے عبادت کا بہت جوش وجذبہ ہوتا ہے اور یہ جوش وجذبہ کچھ عرصہ چلتا ہے پھر اس میں کمی آجاتی ہے جب کمی آتی ہے تو کوئی اس وقت سنت طریقہ اختیار کرتا ہے اور کوئی بدعت طریقہ کو جس نے جوش وجذبہ کی کمی کے زمانے میں سنت طریقہ کو اختیار کیا وہ ہدایت پا گیا اور جو کسی اور طرف چلا گیا وہ تباہ وبرباد ہو گیا۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما جب بوڑھے اور کمزور ہو گئے تو وہ کئی دن مسلسل روزے رکھتے پھر اس کے بعد کچھ دن نہ رکھتے تاکہ کچھ طاقت آجائے اور اسی طرح وہ قرآن کی منزل پڑھا کرتے کبھی زیادہ پڑھتے اور کبھی کم۔ لیکن تین یا سات دن میں مقدار پوری کر لیا کرتے پھر اس کے بعد کمزوری بڑھ جانے کے زمانے میں کہا کرتے تھے کہ میں اگر حضور ﷺ کی رخصت قبول کر لیتا تو یہ مجھے اس کثرت عبادت سے زیادہ محبوب ہوتا جسے میں نے اختیار کیا ہے لیکن میں ایک طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے حضور ﷺ سے جدا ہوا ہوں اب مجھے اچھا نہیں لگتا کہ اسے چھوڑ کر اور کوئی طریقہ اختیار کروں (یعنی حضور ﷺ کی زندگی میں آپ ﷺ کے انتقال تک جو معمولات میں نے روزانہ تلاوت کے بنائے تھے اب میں ان میں کمی کرنا اچھا نہیں سمجھتا۔ چاہے مجھے کتنی مشقت اختیار کرنی پڑے انہیں کروں گا) [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ١/ ٢٨٥ واخرجه ايضاً البخارى وانفرد به كما فى صفة الصفوة ١/ ٢٧١ نحوه مطولا]

حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے درمیان بھائی چارہ کرایا ایک دن حضرت سلمان رضی اللہ عنہ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو ملنے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا نے پرانے سادہ سے کپڑے پہن رکھے ہیں تو انہوں نے کہا آپ کے بھائی حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کو دنیا کی رغبت بالکل نہیں ہے۔ اتنے میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ آگئے اور انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے لیے کھانا تیار کیا اور ان سے کہا آپ کھائیں میرا تو روزہ ہے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا جب تک آپ نہیں کھائیں گے میں نہیں کھاؤں گا۔ چنانچہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کھانا کھا لیا۔ جب رات ہوئی تو حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ عبادت کے لیے کھڑے ہونے لگے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی تو سو جاؤ چنانچہ وہ سو گئے کچھ دیر کے بعد پھر کھڑے ہونے لگے تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا ابھی اور سو جاؤ

جب آخر رات ہوئی تو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا اب کھڑے ہو جاؤ۔ پھر دونوں نے نماز پڑھی پھر حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا آپ کے رب کا بھی آپ پر حق ہے لیکن آپ کے نفس کا بھی آپ پر حق ہے اور آپ کے گھر والوں کا بھی آپ پر حق ہے ہر حق والے کو اس کا حق دو۔ پھر حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ساری بات بتائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سلمان نے ٹھیک کہا۔ [اخرجه البخاری ۱/ ۲۶۴ واخرجه ابونعیم فی الحلیة ۱/ ۱۸۸ عن ابی جحیفه نحوه مع زیادات و ابویعلی کما فی الکنز ۱/ ۱۳۷ والترمذی و البزار و ابن خزیمة والدارقطنی والطبرانی وابن حبان کما فی فتح الباری ۴/ ۱۵۱]

حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے شادی کی تو ان کے پاس زمین تھی اور ایک گھوڑا تھا اسکے علاوہ ان کے پاس نہ کوئی مال تھا نہ غلام اور نہ کوئی اور چیز گھوڑے کی خدمت کے سارے کام حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی بجائے میں ہی کرتی تھی اس کی دیکھ بھال کرتی تھی اس کے لیے گھاس چارہ وغیرہ لاتی تھی اور کنویں سے پانی کھینچنے والے اونٹ کے لیے کھجور کی گٹھلیاں کوٹتی تھی اس کے لیے گھاس وغیرہ لاتی تھی اسے پانی پلاتی تھی اور کنویں سے پانی نکالنے کے بڑے ڈول کو خود ہی سیتی تھی اور گھر کا آٹا بھی گوندھتی تھی لیکن مجھے روٹی اچھی پکانی نہیں آتی تھی اس لیے میری انصاری پڑوسن عورتیں روٹی پکا دیا کرتی تھیں وہ بڑی سچی اور مخلص عورتیں تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو جو زمین دی تھی وہ مدینہ سے دو تہائی فرسخ یعنی دو میل دور تھی میں وہاں سے اپنے سر پر گٹھلیاں سر پر رکھے ہوئے آ رہی تھی کہ راستہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اونٹ پر سوار) مجھے مل گئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت بھی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور (اونٹ کو بٹھانے کیلئے) اخ اخ فرمایا تا کہ مجھے اپنے پیچھے بٹھالیں مجھے لوگوں کے ساتھ چلنے سے شرم آئی اور مجھے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی غیرت یاد آ گئی کیونکہ وہ لوگوں میں سب سے زیادہ غیرت والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ گئے کہ مجھے شرم آ رہی ہے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے میں نے جا کر حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ میں سر پر گٹھلیاں لے کر آ رہی تھی راستہ میں مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت تھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اونٹ بٹھانے لگے تا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جاؤں لیکن مجھے شرم آ گئی اور آپ کی غیرت کا خیال آ گیا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار ہو جاتیں

اس سے مجھے اتنی گرانی نہ ہوتی جتنی مجھے تمہارے گٹھلیاں سر پر لانے سے ہوئی ہے۔ اس کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے میرے پاس ایک باندی بھیجی جس نے گھوڑے کی دیکھ بھال اور خدمت کے تمام کام سنبھال لیے تو مجھے ایسے لگا کہ جیسے انہوں نے مجھے قید سے آزاد کر دیا ہو۔

[اخرجه ابن سعد ۸/ ۲۵۰]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ان پر سختی کیا کرتے تھے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے جا کر اپنے ابا جان سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کی شکایت کی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میری بیٹی صبر کرو کیونکہ جب کسی عورت کا نیک خاوند ہو پھر وہ خاوند مر جائے اور وہ عورت اس کے بعد اور شادی نہ کرے تو ان دونوں کو جنت میں جمع کر دیا جائے گا۔ [عند ابن سعد ایضاً ۸/ ۲۵۱]

حضرت کہمس ہلالی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ اتنے میں ایک عورت آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھ گئی اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے خاوند کا شر بڑھ گیا ہے اور اس کی خیر کم ہو گئی ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تمہارا خاوند کون ہے؟ اس نے کہا حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے اور سچے آدمی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا وہ آدمی ایسے نہیں ہیں؟ اس آدمی نے کہا امیر المؤمنین! آپ نے ان کے بارے میں جو کہا ہے ہمیں بھی یہی معلوم ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی سے کہا جاؤ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو میرے پاس بلا کر لاؤ۔ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے خاوند کے پاس آدمی بھیجا تو وہ عورت اٹھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے آ کر بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر میں وہ آدمی اس عورت کے خاوند حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر لے آیا اور وہ آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے بیٹھ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ میرے پیچھے بیٹھی ہوئی عورت کیا کہہ رہی ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ عورت کون ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ یہ آپ کی بیوی ہے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ کیا کہہ رہی ہے؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کہہ رہی ہے کہ آپ کی خیر کم ہو گئی ہے اور آپ کا شر زیادہ ہو گیا ہے۔ حضرت ابوسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس نے بہت بری بات کہی ہے یہ اپنے قبیلہ کی نیک عورتوں میں سے ہے لیکن اس کے

پاس کپڑے ان سب عورتوں سے زیادہ ہیں اور گھر میں سہولت اور راحت کا سامان بھی سب سے زیادہ ہے بس اتنی بات ہے کہ اس کا خاوند بوڑھا ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا اب تم کیا کہتی ہو؟ اس نے کہا یہ ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کوڑا لے کر اس عورت کی طرف بڑھے اور کوڑے سے اس کی خبر لی پھر فرمایا اے اپنی جان کی دشمن! تو اس کا سارا مال کھا گئی اور اسکی جوانی فنا کر دی اور اب اس کی ایسی شکایت لگا رہی ہے جو اس میں نہیں ہے۔ اس عورت نے کہا امیر المؤمنین! آپ جلدی نہ کریں اللہ کی قسم! آئندہ میں کبھی (شکایت کی) اس مجلس میں نہیں بیٹھوں گی (یعنی کبھی شکایت نہیں لگاؤں گی) پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس عورت کو تین کپڑے دیئے جائیں اور اس عورت سے کہا میں نے جو تجھے مارا ہے یہ کپڑے اس کے بدلے میں لے لو۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ قصہ مجھے ایسا یاد ہے کہ گویا کہ میں اب بھی اس عورت کو کپڑے لے کر اٹھتے ہوئے دیکھ رہا ہوں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے خاوند کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم نے جو مجھے اس کو سزا دیتے ہوئے دیکھا ہے اس کی وجہ سے تم اس کے ساتھ برا سلوک نہ شروع کر دینا۔ انہوں نے کہا میں ایسا نہیں کروں گا چنانچہ وہ میاں بیوی دونوں واپس چلے گئے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری اُمت کا بہترین زمانہ وہ ہے جس میں میں ہوں پھر دوسرا زمانہ پھر تیسرا زمانہ پھر اس کے بعد ایسے لوگ پیدا ہو جائیں گے جو گواہی دینے سے پہلے ہی قسمیں کھانے لگ جائیں گے اور ابھی ان سے گواہی مانگی نہ جائے گی کہ وہ پہلے ہی گواہی دینے لگ جائیں گے اور بازاروں میں شور مچاتے پھریں گے۔ [اخرجه الطيالسي والبخاري في تاريخه والحاكم في الكنى قال ابن حجر اسناده قوي كذا في الكنز ۸/ ۳۰۳ واخرجه ايضاً ابوبكر بن ابي عاصم كما في الاصابة ۴/ ۹۳]

حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی کہ میں آپ کے پاس ایسے آدمی کی شکایت کرنے آئی ہوں جو تمام دنیا والوں سے زیادہ بہتر ہیں ان سے بہتر وہی آدمی ہو سکتا ہے جو ان سے زیادہ عمل کرے یا ان کے برابر عمل کرے وہ رات سے صبح تک عبادت کرتے ہیں اور صبح سے شام تک روزہ رکھتے ہیں اتنا بتانے کے بعد اس عورت کو شرم آ گئی اور اس نے کہا اے امیر المؤمنین! آپ مجھے معاف فرما دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے تم نے اس آدمی کی بہت اچھی تعریف کی

ہے میں نے تمہیں معاف کر دیا جب وہ عورت چلی گئی تو حضرت کعب بن سور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس عورت نے آپ سے شکایت کرنے میں کمال کر دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس نے کیا شکایت کی ہے؟ حضرت کعب نے کہا اس نے اپنے خاوند کی شکایت کی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس عورت کو میرے پاس لاؤ اور اسی طرح آدمی بھیج کر اس کے خاوند کو بھی بلایا جب وہ دونوں آ گئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب سے کہا تم ان دونوں میں فیصلہ کر دو۔ حضرت کعب نے کہا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿فَانْكِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَاءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَاعَ﴾

"اور عورتوں سے جو تم کو پسند ہوں نکاح کر لو اور دو دو عورتوں سے اور تین تین عورتوں سے اور چار چار عورتوں سے۔"

اس کے خاوند سے کہا تم تین دن روزہ رکھا کرو اور ایک دن افطار کرو اور اس کے پاس رہا کرو اور تین رات نفلی عبادت کیا کرو اور ایک رات اس کے ساتھ گزارا کرو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا یہ فیصلہ تو مجھے تمہاری پہلی بات سے بھی زیادہ پسند آیا ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب کو بصرہ والوں کا قاضی بنا کر بھیج دیا۔ [اخرجه ابن سعد]

یشکری نے حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہی واقعہ اس سے زیادہ لمبا نقل کیا ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت سے کہا تم مجھے سچ بات بتاؤ اور حق بات کے ظاہر کرنے میں کوئی ڈر نہیں ہونا چاہئے۔ اس نے کہا اے امیر المؤمنین! میں ایک عورت ہوں مجھ میں بھی وہ خواہش ہے جو عورتوں میں ہوا کرتی ہے عبد الرزاق حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک عورت نے آ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم مجھے یہ کہنا چاہتی ہو کہ میں اسے رات کی عبادت سے اور دن کے روزے سے روک دوں؟ وہ عورت چلی گئی۔ دوبارہ آ کر اس نے وہی بات پھر کہی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر وہی جواب دیا۔ اس پر حضرت کعب بن سور رحمۃ اللہ علیہ نے کہا اے امیر المؤمنین! اس عورت کا بھی حق ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا حق ہے؟ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تعالیٰ نے اس کے خاوند کے لیے چار بیویاں حلال قرار دی ہیں تو آپ اس عورت کو چار بیویوں میں سے ایک شمار کر لیں اسے ہر چار راتوں میں سے ایک رات اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن ملنا چاہئے چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے خاوند کو بلا کر کہا کہ ہر چار راتوں میں سے

ایک رات اپنی بیوی کے پاس گزارا کرو اور ہر چار دنوں میں سے ایک دن اس کی وجہ سے روزہ نہ رکھا کرو۔ [کذا فی الکنز ۸/ ۳۰۷، ۳۰۸ واخرجه ابن ابی شیبة من طریق ابن سیرین والزبیر بن بکارفی الموفقیات من طریق محمد وابن درید فی الاخبار المشهورة عن ابن ابی حاتم السجستانی عن ابی عبیدة وله طرق کذافی الاصابة ۳/ ۳۱۵]

حضرت ابوغزرہ حضرت ابن ارقم رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنی بیوی کے پاس لے گئے اور اس سے کہا کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟ اس نے کہا ہاں۔ حضرت ابن ارقم رضی اللہ عنہ نے کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوغزرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کیونکہ لوگ مجھے بہت زیادہ باتیں کرنے لگ گئے تھے۔ حضرت ابن ارقم نے جا کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتائی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوغزرہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا آپ نے ایسا کیوں کیا؟ حضرت ابوغزرہ کی بیوی کو بلایا وہ بھی آئی اور اس کے ساتھ اس کی ایک پھوپھی بھی آئی جسے کوئی نہیں جانتا تھا پھوپھی نے اس سے کہا اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تم سے پوچھیں کہ تم نے ایسا صاف جواب کیوں دیا تو تم کہہ دینا کہ انہوں نے قسم دے کر مجھ سے پوچھا تھا (کہ کیا تم مجھ سے بغض رکھتی ہو؟) اس لیے جھوٹ بولنا مجھے برا لگا۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا تم نے یہ بات کیوں کہی؟ حضرت ابوغزرہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا کہ انہوں نے مجھے قسم دے کر پوچھا تھا اس لیے جھوٹ بولنا میں نے مناسب نہ سمجھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں۔ تمہیں جھوٹ بول لینا چاہیے تھا اور کوئی اچھی بات کہہ دینی چاہیے تھی (میاں بیوی میں تعلقات اچھے رکھنے کے لیے ایک دوسرے سے جھوٹی محبت کا اظہار کر سکتے ہیں) کیونکہ تمام گھروں میں حسن معاشرت کی بنیاد میاں بیوی کی محبت ہی نہیں ہوتی بلکہ بعض گھروں میں (میاں بیوی میں محبت نہیں ہوتی لیکن حسن معاشرت کی) بنیاد خاندانی شرافت اور اسلام ہوتا ہے۔ [اخرجه ابن جریر کذا فی الکنز ۸/ ۳۰۳]

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عاتکہ بنت زید بن عمرو بن طفیل رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہ بن ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہما کے نکاح میں تھیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان سے بہت زیادہ محبت تھی۔ حضرت عبداللہ نے ان کو ایک باغ اس شرط پر دیا کہ وہ ان کے مرنے کے بعد کسی سے شادی نہیں کریں گی۔ غزوہ طائف میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ایک تیر لگا جس کا زخم اس وقت تو ٹھیک ہو گیا لیکن حضور کی وفات کے چالیس دن بعد وہ زخم پھر ہرا ہو گیا جس سے

حضرت عبداللہ کا انتقال ہو گیا ان کی بیوی حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے

وَ اَلَیتُ لَا تَنفَكُّ عَینِی سَخِینَةً
عَلَیكَ وَ لَا یَنفَكُّ جِلدِی اَغبَرَا
مَدَی الدَّهرِ مَا غَنَّت حَمَامَةُ اَیكَةٍ
وَ مَا طَرَدَ اللَّیلَ الصَّبَاحُ المُنَوَّرَا

''اور میں نے قسم کھائی ہے کہ زندگی بھر اس وقت تک میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی (غم کے آنسو گرم ہوتے ہیں) اور میرا جسم گرد آلود رہے گا (یعنی میں زیب و زینت نہیں کروں گی) جب تک گھنے جنگل کی کبوتری گاتی رہے گی اور رات کے بعد روشن صبح آتی رہے گی (یعنی ہمیشہ روتی رہوں گی)''

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کو شادی کا پیغام دیا تو انہوں نے جواب میں کہا کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے مجھے اس شرط پر ایک باغ دیا تھا کہ میں ان کے بعد شادی نہ کروں گی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہلوا دیا کہ کسی عالم سے شادی کے بارے میں مسئلہ پوچھ لو تو انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے پوچھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا حضرت عبداللہ کے ورثاء کو باغ واپس کر دو اور شادی کر لو چنانچہ انہوں نے وہ باغ واپس کر دیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے شادی کر لی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چند صحابہ کو آدمی بھیج کر ولیمہ کے لیے بلایا ان صحابہ میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے بھائی چارہ کا تعلق تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا آپ مجھے اجازت دیں تو میں حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا سے کچھ بات کر لوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کر لو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اے عاتکہ تم نے یہ شعر کہا تھا اب اس کے خلاف کر لیا

وَ اَلَیتُ لَا تَنفَكُّ عَینِی سَخِینَةً
عَلَیكَ وَ لَا یَنفَكُّ جِلدِی اَغبَرَا

''میں نے قسم کھائی ہے کہ میری آنکھیں آپ پر گرم آنسو بہاتی رہیں گی اور میرا جسم گرد آلود رہے گا۔''

یہ سن کر حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا زور سے رو پڑیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ آپ کو معاف

کرے میری بیوی کا ذہن خراب نہ کریں۔

[اخرجه وكيع كذا فى الكنز ٨/ ٣٠٢ واخرجه ابن سعد بسند حسن عن يحيى بن عبدالرحمن بن حاطب مختصرا كما فى الاصابة ٣٥٦/٣]

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی آزاد کردہ باندی حضرت عدبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے مجھے (اپنے بھانجے) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بھیجا میں ان کے پاس گئی تو میں نے دیکھا کہ ان کے گھر میں دو بستر بچھے ہوئے ہیں (ایک ان کا اور ایک ان کی بیوی کا) میں نے واپس جا کر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے کہا میرے خیال میں تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو چھوڑ رکھا ہے۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بیوی بنت سرج کندی کو پیغام بھیج کر بلایا اور ان سے پوچھا (کیا تمہیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے چھوڑ رکھا ہے؟) حضرت بنت سرج نے کہا نہیں میرے اور ان کے درمیان کوئی جدائی نہیں ہے وہ تو آج کل مجھے حیض آ رہا ہے (اس لیے بستر الگ کر رکھے ہیں) اس پر حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو یہ پیغام بھیجا کہ تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے اعراض کر رہے ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم حالت حیض میں اپنی بیویوں کے ساتھ لیٹا کرتے تھے البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں گھٹنے یا آدھی پنڈلی تک کپڑا ڈال لیا کرتی تھیں۔ [اخرجه عبد الرزاق كذا فى الكنز ٥/ ١٣٨]

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تو مجھے پتہ نہ چل سکا کہ کھانا کس نے دوسرے کے لیے تیار کیا تھا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یا ان کے چچازاد بھائی نے بہر حال یہ حضرات کھانا کھا رہے تھے اور ایک باندی ان کے سامنے کام کر رہی تھی کھانا وغیرہ لا رہی تھی کہ ان میں سے کسی نے اس باندی سے کہا او زانیہ! تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسے نہ کہو اگر اس باندی کی وجہ سے تمہیں دنیا میں حد شرعی نہ لگ سکی تو آخرت میں تو ضرور لگے گی اس آدمی نے کہا اگر بات واقعی ایسی ہی ہو جیسی میں نے کہی ہے تو؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا (اگر بات ایسی ہو بھی سہی تو بھی بھری مجلس میں کہنی نہیں چاہئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ فحش گو اور قصداً بدکلامی کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے اور فحش گو اور بدکلامی والے کو اللہ کے پسند نہ کرنے کی بات حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود کہی تھی۔ [اخرجه البخاری فی الادب صفحه ۴۹]

حضرت ابو عمران فلسطینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی بیوی ان کے سر

میں سے جوئیں نکال رہی تھی ان کی بیوی نے اپنی باندی کو آواز دی باندی نے آنے میں دیر کر دی تو ان کی بیوی نے کہا او زانیہ! حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کیا تم نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے؟ ان کی بیوی نے کہا نہیں۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! تمہیں اس باندی کی وجہ سے قیامت کے دن اسی کوڑے مارے جائیں گے۔ ان کی بیوی نے اس باندی سے معافی مانگی باندی نے معاف کر دیا۔ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یہ بے چاری تمہیں کیوں معاف نہ کرے یہ تمہاری ماتحت جو ہے اسے آزاد کرو ان کی بیوی نے کہا کیا یہ آزاد کرنا کافی ہو جائے گا؟ (پھر مجھے آخر میں سزا تو نہیں ملے گی) حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں امید ہے۔ [اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز]

حضرت ابو المتوکل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی ایک حبشی باندی تھی جس کی کسی حرکت کی وجہ سے تمام گھر والے بڑے غمگین اور پریشان تھے۔ ایک دن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اسے مارنے کے لیے کوڑا اٹھا لیا لیکن پھر فرمایا اگر مجھے قیامت کے دن کے بدلے کا ڈر نہ ہوتا تو میں تجھے اس کوڑے سے مار مار کر بے ہوش کر دیتا لیکن اب میں تجھے ایسے کے ہاتھ بیچوں گا جو تیری قیمت پوری دے گا (یعنی اللہ تعالیٰ) جا تو اللہ کیلئے آزاد ہے۔

[اخرجه عساكر كذا في الكنز ۵/ ۴۸]

حضرت عبداللہ بن قیس یا ابن ابی قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ملک شام تشریف لائے تو میں بھی ان لوگوں میں شامل تھا جنہوں نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ان کا استقبال کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چل رہے تھے کہ انہیں اذرعات شہر کے کرتب دکھانے والے لوگ تلواریں اور نیزے لیے ہوئے ملے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ٹھہرو انہیں روکو اور واپس کرو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المؤمنین! یہ ان عجمیوں کا رواج ہے (کہ امیر کے آنے پر اظہار خوشی کے لیے اپنے کرتب دکھاتے ہیں) اگر آپ ان کو اس سے روکیں گے تو یہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ آپ ان کا امن کا معاہدہ توڑنا چاہتے ہیں (اس معاہدہ میں ان کو اپنے رواج پر چلنے کی اجازت حاصل ہے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا پھر ان کو چھوڑ دو کیونکہ اس وقت عمر اور آل عمر سب کو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنی پڑے گی۔ [اخرجه ابو عبيده وابن عساكر كذا في الكنز ۷/ ۳۳۴]

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے دوڑ میں مقابلہ کیا تو حضرت زبیر رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے اور انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم! میں آپ سے

آگے نکل گیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے دوبارہ مقابلہ کیا اس مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آگے نکل گئے تو انہوں نے کہا رب کعبہ کی قسم میں آپ سے آگے نکل گیا۔

[اخرجه المحاملی کذا فی الکنز ۷/ ۳۳۴]

حضرت سلیم بن حنظلہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم حدیثیں سننے کے لیے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے پاس گئے جب (حدیثیں سنا کر) حضرت ابی رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے تو ہم بھی آپ کے ساتھ کھڑے ہو کر چلنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملے اور انہوں نے فرمایا کیا تمہیں اس بات کا خیال نہیں ہے کہ لوگوں کا تمہارے ساتھ چلنا خود تمہارے لیے فتنہ اور بگڑنے کا سبب ہے اور ان کے لیے ذلت کا ذریعہ۔[اخرجه ابن ابی شیبة والخطیب فی الجامع کذا فی الکنز ۸/ ۶۱]

حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا آج لوگوں کا معاملہ کتنا عمدہ ہے میں سفر سے آ رہا ہوں اللہ کی قسم! میں جس کے ہاں بھی ٹھہرا مجھے ایسے لگا جیسے کہ میں اپنے باپ کے بیٹے کے ہاں ٹھہرا ہوں ہر ایک نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا اور بڑی مہربانی سے پیش آیا۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے میرے بھتیجے! یہ ایمان کے تازہ اور عمدہ ہونے کی نشانی ہے کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جب جانور پر سامان لادا جائے (اور سفر قریب کا ہو اور جانور بھی تازہ دم ہو) تو پھر جانور سامان لے کر خوب تیز چلتا ہے اور جب سفر لمبا ہو (اور جانور تھک چکا ہو) تو پھر رک رک کر چلتا اور پیچھے رہ جاتا ہے (اس لیے ایمان کو تازہ کرتے رہو اور اسے عمدہ بناتے رہو) [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۲۰۳]

حضرت حیہ بنت ابی حیہ رحمہا اللہ کہتی ہیں کہ ایک دن عین دوپہر کے وقت ایک آدمی میرے پاس اندر آیا میں نے کہا اے اللہ کے بندے! تمہیں کیا ضرورت پیش آ گئی؟ انہوں نے کہا میں اور میرا ایک ساتھی ہم دونوں اپنے اونٹ ڈھونڈنے آئے ہیں میرا ساتھی اونٹ تلاش کرنے چلا گیا اور میں یہاں سایہ میں آیا ہوں تا کہ کچھ دیر سائے میں بیٹھ جاؤں اور کچھ پی بھی لوں میں نے کھڑے ہو کر انہیں تھوڑی سی لسی پلائی اور انہیں پہچاننے کی کوشش کی میں نے کہا اے اللہ کے بندے! آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا ابو بکر۔ میں نے کہا وہی ابو بکر رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص صحابی ہیں جن کا میں سن بھی چکی ہوں؟ انہوں نے کہا جی ہاں پھر میں نے انہیں بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں ہماری قبیلہ خثعم کیساتھ لڑائی رہتی تھی اور ہم آپس میں بھی لڑتے رہتے تھے لیکن اب

اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپس میں الفت و محبت نصیب فرمادی (یہ سب اسلام کی برکت ہے) میں نے کہا اے اللہ کے بندے! لوگوں میں یہ الفت و محبت کب تک رہے گی؟ انہوں نے فرمایا جب تک کہ امام سیدھے رہیں گے میں نے پوچھا امام کون ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کیا تم نے دیکھا نہیں ہے کہ ہر قبیلہ میں ایک سردار ہوتا ہے جس کے پیچھے لوگ چلتے ہیں اور اس کی بات مانتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں کہ جب تک ٹھیک چلتے رہیں گے لوگوں میں تمام کام ٹھیک رہیں گے۔

[اخرجه مسدد وابن منيع والدارمي قال ابن كثير اسناده حسن جيد كذا في الكنز ۳/ ۱۶۴]

حضرت حارث بن معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں (ملک شام سے) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو مجھ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا تم نے شام والوں کو کس حال میں چھوڑا میں نے انہیں شام والوں کا حال بتایا تو انہوں نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی تعریف کی پھر فرمایا شاید تم لوگ مشرکوں کے ساتھ بیٹھتے ہو؟ میں نے کہا نہیں اے امیر المومنین! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم مشرکوں کے ساتھ بیٹھنے لگو گے تو تم ان کے ساتھ کھانے پینے لگ جاؤ گے اور تم لوگ اس وقت تک خیر پر رہو گے جب تک تم یہ (ان کے ساتھ کھانے پینے کا) کام نہیں کرو گے۔[اخرجه يعقوب بن سفيان والبيهقي وابن عساكر كذا في الكنز ۲/ ۳۰۰]

حضرت عیاض رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اس بات کا حکم دیا کہ وہ اپنا سارا لین دین کھال کے ایک ٹکڑے پر لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کریں۔ حضرا بوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا ایک نصرانی منشی تھا اس نے سارا حساب لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پیش کیا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بہت پسند آیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا حافظہ بڑا تیز ہے (پھر اس منشی سے کہا) ہمارے پاس ملک شام سے ایک خط آیا ہے کیا تم چل کر مسجد میں ہمیں وہ خط پڑھ دو گے؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو یہ کام نہیں کر سکتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیوں' کیا یہ جنبی ہے؟ حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا نہیں یہ تو نصرانی ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ڈانٹا اور میری ران پر ہاتھ مار کر کہا اسے یہاں سے نکال دو پھر: يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ "اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا۔"

[سورۃ مائدہ آیت ۵۱] آیت پڑھی۔[اخرجه ابن جرير كذا في الكنز ۴/ ۱۳۷]

کھانے پینے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کا طریقہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالتے تھے اگر طبیعت چاہتی تو کھالیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔

[اخرجه ابن ابی حاتم كذا فی التفسير لابن كثير ۲/ ۶۸]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں سب سے زیادہ دستی پسند تھی۔[اخرجه الشيخان كذا فی البداية ۶/ ۳۰]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دستی بہت پسند تھی اور دستی کے گوشت میں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر ڈال کر دیا گیا تھا اور سب کا خیال تھا کہ یہودیوں نے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا تھا۔[اخرجه ابن عساكر كذا فی الكنز ۴/ ۳۷]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس گھر تشریف لائے ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک بکری ذبح کی ان لوگوں کو معلوم تھا کہ ہمیں گوشت پسند ہے آگے حدیث مشہور قصہ ہے۔[عند الترمذی ایضاً فی الشمائل]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند تھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کے لیے بلایا گیا چونکہ مجھے معلوم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کدو پسند ہے اس لیے میں کدو تلاش کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھنے لگا۔[عند الترمذی ایضاً]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کھانا کھالیتے تو اپنی تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔[عند الترمذی ایضاً]

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین پر بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے اور دودھ نکالنے کے لیے بکری کی ٹانگوں کو باندھا کرتے اور جو کی روٹی پر بھی غلام کی دعوت قبول کر لیا کرتے (یعنی بہت متواضع تھے)[اخرجه ابن النجار كذا فی الكنز ۴/ ۴۴]

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ روزانہ ثرید کا ایک پیالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کرتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس بیوی کے ہاں ہوتے وہ وہاں ہی بھیج دیا کرتے۔[اخرجه ابن عساكر كذا فی الكنز ۴/ ۳۷]

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (سفر میں) ایک جگہ قیام فرمایا وہاں ایک عورت نے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک بکری آپ ﷺ کے پاس بھیجی آپ ﷺ نے اس کا دودھ نکالا پھر اس لڑکے سے کہا یہ اپنی ماں کے پاس لے جاؤ (وہ اپنی ماں کے پاس لے گیا) س کی ماں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا وہ لڑکا دوسری بکری لے آیا اس کا دودھ نکال کر حضور ﷺ نے خود نوش فرمایا۔ [عند ابی یعلی کذا فی الکنز ۴/ ۴۴]

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضورؐ اپنا دایاں ہاتھ کھانے پینے وضو اور ان جیسے کاموں کے لیے فارغ رکھتے اور اپنا بایاں ہاتھ استنجا ناک صاف کرنے اور ان جیسے کاموں کے لیے رکھتے۔ [اخرجه سعید بن منصور کذا فی الکنز ۸/ ۴۵]

حضرت جعفر بن عبداللہ بن حکم بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا اور کبھی ادھر سے کھا رہا تھا کبھی ادھر سے۔ حضرت حکم رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ رہے تھے انہوں نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے! ایسے نہ کھاؤ جیسے شیطان کھاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ جب کھانا کھاتے تو آپ ﷺ کی انگلیاں آپ ﷺ کے سامنے ہی رہتی تھیں (ادھر ادھر نہ جاتی تھیں)

[اخرجه ابونعیم کذا فی الکنز ۸/ ۴۶ وقال فی الاصابة ۱/ ۳۴۴ سنده ضعیف]

حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن حضور ﷺ کے ساتھ کھانا کھا رہا تھا تو میں پیالہ کے ارد گرد سے گوشت لینے لگا حضور ﷺ نے فرمایا اپنے سامنے سے کھاؤ۔

[اخرجه ابن النجار کذا فی الکنز ۸/ ۴۶]

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ ایک آدمی کھانا کھا رہا ہے اور اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی ہے کھاتے کھاتے بس ایک لقمہ رہ گیا جب اسے منہ کی طرف اٹھانے لگا تو اس نے بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ کہا اس پر حضور ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا اللہ کی قسم! شیطان تمہارے ساتھ کھاتا رہا پھر جب تم نے بسم اللہ پڑھی تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا وہ سب اس نے قے کر دیا اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جب تم نے اللہ کا نام لیا تو اس کے پیٹ میں جو کچھ تھا وہ اس نے قے کر دیا۔

[اخرجه احمد وابوداؤد والنسائی و ابن قانع والطبرانی والحاکم و غیرهم کذا فی الکنز ۸/ ۴۵]

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم لوگ حضور ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے

کہ اتنے میں کھانے کا ایک پیالہ لا کر رکھا گیا۔ حضور ﷺ نے کھانے سے ہاتھ روکے رکھا تو ہم نے بھی اپنے ہاتھ روکے رکھے کیونکہ جب تک حضور ﷺ کھانے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھاتے تھے ہم بھی نہیں بڑھاتے تھے اتنے میں ایک دیہاتی آیا ایسے لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضور ﷺ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اس کے بعد ایک بچی آئی ایسے لگ رہا تھا جسے اسے کوئی دھکے دے کر لا رہا ہو۔ اس نے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو حضورؐ نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا لوگوں کے جس کھانے پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہو جاتا ہے۔ جب شیطان نے دیکھا کہ ہم نے اپنے ہاتھ روکے ہوئے ہیں تو وہ ان دونوں کو لے کر آیا تا کہ یہ بغیر بسم اللہ کے کھانا شروع کریں اور کھانا اس کے لیے حلال ہو جائے اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے! شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھوں کے سامنے میرے ہاتھ میں ہے۔ [اخرجه النسائی کذا فی الکنز ۸/ ۴۶]

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ چھ آدمیوں کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ اتنے میں ایک دیہاتی داخل ہوا اور ان کے سامنے سے سارا کھانا دو لقموں میں کھا گیا۔ اس پر حضور ﷺ نے فرمایا اگر یہ بسم اللہ پڑھتا تو یہ کھانا سب کے لیے کافی ہو جاتا۔ جب تم میں سے کوئی کھانا کھانے لگے تو اسے بسم اللہ پڑھنی چاہیے اگر بسم اللہ پڑھنا شروع میں یاد نہ رہے تو جب بسم اللہ یاد آ جائے تو بسم اللّٰہ اولہ واخرہ کہہ لے۔

[اخرجه ابن النجار کذا فی الکنز ۸/ ۴۷]

حضرت عبداللہ بن بسر ؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میرے والد صاحب کے ہاں آ کر ٹھہرے میرے والد حضور ﷺ کی خدمت میں ستو اور کھجو اور گھی کا بنا ہوا حلوہ لے کر آئے حضور ﷺ نے اسے کھایا پھر میرے والد پینے کی کوئی چیز لے کر آئے جسے حضور ﷺ نے نوش فرمایا پھر پیالہ اپنے دائیں طرف کے ایک صاحب کو دے دیا اور آپ ﷺ جب کھجور کھایا کرتے تو گٹھلی کو اس طرح ڈالا کرتے۔ حضرت عبداللہ ؓ نے اپنی انگلی سے اس کی پشت کی طرف اشارہ کر کے بتایا جب حضور ﷺ سوار ہونے لگے تو میرے والد نے کھڑے ہو کر حضور ﷺ کے خچر کی لگام پکڑی اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ ہمارے لیے اللہ سے دعا فرماویں۔ حضور ﷺ نے یہ دعا فرمائی اے اللہ! ان کو جو روزی تو نے دی ہے اس میں برکت نصیب فرما ان

کی مغفرت فرما اور ان پر رحم فرما۔ [اخرجه ابن ابی شیبة وابو نعیم]

حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد نے میری والدہ سے کہا کہ اگر تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کچھ کھانا پکا لو تو بہت ہی اچھا ہو۔ چنانچہ میری والدہ نے ثرید تیار کیا پھر میرے والد گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا کر لے آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ثرید کے درمیان میں سب سے اونچی جگہ پر اپنا ہاتھ رکھا اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ چنانچہ سب نے پیالے کے کنارے سے کھانا شروع کیا جب سب کھا چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ! ان کی مغفرت فرما ان پر رحم فرما اور ان کے رزق میں برکت نصیب فرما۔ [عند الحاکم کذا فی الکنز ۸/ ۴۷]

حضرت ابن عبد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے ابن عبد! کیا تم جانتے ہو کہ کھانے کا حق کیا ہے؟ میں نے کہا کھانے کا حق کیا ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم یوں کہو بسم اللہ! جو رزق تو نے ہمیں دیا ہے اس میں برکت نصیب فرما پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب تم کھانا کھا چکو تو اس کا شکر کیا ہے؟ میں کہا کھانے کا شکر کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کھانے کا شکر یہ ہے کہ تم کھانے کے بعد یہ دعا پڑھو اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا۔

[اخرجه ابن ابی شیبة وابن ابی الدنیا فی الدعاء و ابو نعیم فی الحلیة والبیهقی کذا فی الکنز ۸/ ۴۶]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بہت زیادہ کھانے پینے سے بچو کیونکہ زیادہ کھانے پینے سے جسم خراب ہو جاتا ہے اور اس سے کئی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں اور نماز میں سستی آ جاتی ہے لہٰذا کھانے پینے میں میانہ روی سے جسم ٹھیک رہتا ہے اور اسراف سے انسان زیادہ دور رہتا ہے اللہ تعالیٰ موٹے عالم کو پسند نہیں فرماتے (جسے اپنا جسم زیادہ کھا پی کر موٹا کرنے کی فکر ہو) اور آدمی تب ہی ہلاک ہوتا ہے جب اپنی شہوتوں کو اپنے دین پر مقدم کر دیتا ہے۔

[اخرجه ابو نعیم کذا فی الکنز ۸/ ۴۷]

حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں حضرت صفوان ابن امیہ رضی اللہ عنہ ایک پیالہ لے کر آئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھ دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسکینوں کو اور آس پاس کے لوگوں کے غلاموں کو بلایا اور ان سب نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ یہ کھانا کھایا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر لعنت

کرے جو اس بات سے اعراض کرتے ہیں کہ ان کے غلام ان کے ساتھ کھانا کھائیں۔ حضرت صفوان رضی اللہ عنہ نے کہا ہمیں ان کے ساتھ کھانے سے انکار نہیں لیکن ہمیں عمدہ کھانا اتنا نہیں ملتا جو ہم خود بھی کھالیں اور انہیں بھی کھلا دیں اس لیے ہم کھانا الگ بیٹھ کر کھا لیتے ہیں۔

[اخرجه ابن عساكر كذا في الكنز ۵/ ۴۸]

امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بتایا گیا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک مرتبہ جحفہ مقام پر پڑاؤ ڈالا تو عبداللہ بن عامر بن کریز رضی اللہ عنہ نے اپنے نانبائی سے کہا تم اپنا کھانا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس لے جاؤ وہ پیالہ لے کر گیا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رکھ دو وہ نانبائی دوسرا پیالہ لے کر گیا اور پہلا پیالہ اٹھانے لگا۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کیا کرنے لگے ہو؟ اس نے کہا میں اس پیالے کو اٹھانے لگا ہوں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا نہیں دوسرے میں جو کچھ ہے وہ پہلے میں ہی ڈال دو چنانچہ وہ نانبائی جو بھی لاتا اسے پہلے میں ڈلواتے۔ وہ نانبائی غلام جب ابن عامر کے پاس گیا تو اس نے کہا یہ تو اجڈ دیہاتی ہیں۔ حضرت ابن عامر نے اس سے کہا یہ تمہارے سردار ہیں یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ [اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/ ۳۰۱]

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما انار کا ایک دانہ لیتے اور اسے کھا لیتے کسی نے ان سے کہا اے ابن عباس! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ زمین میں جو انار بھی اگتا ہے اس میں جنت کا ایک دانہ ضرور ہوتا ہے تو میں ایک ایک دانہ اس خیال سے کھا رہا ہوں کہ شاید جنت والا دانہ یہی ہو۔

[اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/ ۳۲۳ عن عبد الحميد بن جعفر عن ابيه]

حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت سالم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنے آقا حضرت زید بن صوحان رضی اللہ عنہ کے ساتھ بازار میں تھا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہمارے پاس سے گزرے انہوں نے ایک وسق (ساٹھ صاع یعنی سوا پانچ من) غلہ خرید رکھا تھا حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا اے اللہ کے بندے! آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہو کر یہ کر رہے ہیں (اتنا غلہ جمع کر رہے ہیں) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انسان جب اپنی روزی جمع کر لیتا ہے تو اس کا نفس مطمئن ہو کر عبادت کے لیے فارغ ہو جاتا ہے اور وسوسہ ڈالنے والا شیطان اس سے ناامید ہو جاتا ہے۔ [اخرجه ابونعيم في الحلية ۱/ ۲۰۷]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے ہاتھ سے کما کر کھانے کو پسند کرتا ہوں۔ [عند ابی نعیم ایضاً ۱/ ۳۸۴]

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت مسلم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پینے کی کوئی چیز منگوائی میں ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ لایا اور میں نے اس پیالہ میں پھونک ماردی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے واپس کر دیا اور پینے سے انکار کر دیا اور فرمایا تم ہی اسے پی لو (تمہیں پھونک نہیں مارنی چاہئے تھی)

[اخرجه ابن سعد ۶/ ۲۳۷ عن القاسم بن مسلم عن مسلم عن ابیه]

لباس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شامی جبہ پہنا ہوا تھا جس کی آستینیں تنگ تھیں۔ [اخرجه ابن سعد کذا فی الکنز ۴/ ۳۷ وقال سنده صحیح]

حضرت جندب بن مکیث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی وفد آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سب سے اچھے کپڑے پہنتے اور اپنے بڑے اور اونچے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کا حکم دیتے چنانچہ میں نے دیکھا کہ جس دن کندہ کا وفد آیا اس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یمنی جوڑا پہنا ہوا تھا اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے بھی ایسے ہی کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ [اخرجه ابن سعد ۴/ ۳۴۶]

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ آدھی پنڈلی تک لنگی باندھا کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی ایسی ہوا کرتی تھی۔

[اخرجه ابن ابی شیبة والترمذی فی الشمائل کذا فی الکنز ۸/ ۵۵]

حضرت اشعث بن سلیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی پھوپھی سے سنا وہ اپنے چچا سے نقل کر رہی تھیں کہ میں ایک مرتبہ مدینہ میں چلا جا رہا تھا کہ راستے میں ایک آدمی نے میرے پیچھے سے کہا اپنی لنگی کو اوپر اٹھا لو کہ اس میں تقویٰ بھی زیادہ ہے اور اس سے لنگی بھی زیادہ دیر چلے گی۔ میں نے مڑ کر دیکھا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو سیاہ سفید دھاریوں والی (ایک معمولی) چادر ہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لنگی آدھی پنڈلی تک تھی۔

[عند الترمذی فی الشمائل صفحه ۹]

حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ایک پیوند والی چادر اور ایک موٹی لنگی نکال کر دکھائی اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان دو کپڑوں میں انتقال ہوا تھا۔

[عند الترمذی ایضاً]

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑوں میں قمیص سب سے زیادہ پسند تھی۔ [عند الترمذی ایضاً]

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص کی آستین گٹے تک تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ پہنا ہوا تھا۔

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیاہ عمامہ پہن کر لوگوں میں بیان کیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں میں بیان فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر چکنی پٹی تھی۔

حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب پگڑی باندھتے تو اس کا شملہ دونوں کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے۔ حضرت نافع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت قاسم بن محمد اور حضرت سالم دونوں کو بھی ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ [کذا فی الشمائل صفحہ ۹]

کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا بستر تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔

[اخرجه الشیخان واخرجه ابن سعد ۱/ ۳۶۴ نحوه]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک انصاری عورت میرے پاس اندر آئی اور اس نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ایک چغہ ہے جسے دوہرا کر کے بچھایا ہوا ہے اس نے جا کر ایک بستر میرے پاس بھیجا جس میں اون بھرا ہوا تھا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! یہ کیا ہے میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں انصاری عورت میرے پاس آئی اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر دیکھا پھر اس نے جا کر یہ بستر میرے پاس بھیج دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اسے واپس کر دو لیکن میں نے واپس نہ کیا کیونکہ میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہ بستر میرے گھر میں رہے یہاں تک کہ آپ ﷺ نے تین دفعہ واپس کرنے کا حکم دیا اور آخر میں فرمایا اے عائشہ! یہ بستر واپس کر دو اللہ کی قسم! اگر میں چاہتا تو اللہ تعالیٰ میرے ساتھ سونے اور چاندی کے پہاڑ چلا دیتا۔

[عند الحسن بن عرفه واخرجه ابن سعد ۱/ ۴۶۵ عن عائشه نحوه]

حضرت محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور کسی نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا آپ کے گھر میں حضور ﷺ کا بستر کیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا بستر ایک ٹاٹ تھا جسے دوہرا کر کے بچھاتے تھے اس پر حضور ﷺ آرام فرماتے ایک رات میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں اسے چوہرا کر کے بچھاؤں تو زیادہ نرم ہو جائے گا چنانچہ اس رات ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھا دیا۔ صبح کو حضورؐ نے فرمایا آج رات تم نے میرے لیے کیا بچھایا تھا؟ ہم نے کہا آپ کا ہی بستر تھا بس آج ہم نے اسے چوہرا کر کے بچھایا تھا خیال تھا کہ اس طرح آپ ﷺ کا بستر زیادہ نرم ہو جائے گا حضور ﷺ نے فرمایا کہ اسے پہلی حالت پر کر دو کیونکہ اس کی نرمی نے آج رات مجھے نماز سے روک دیا (یا تو اٹھ ہی نہ سکا یا دیر سے اٹھا) [عند الترمذی فی الشمائل عن جعفر بن محمد عن ابیه كذا فی البداية ۶/ ۵۳ واخرجه ابن سعد ۱/ ۳۶ عن عائشه]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ حضور ﷺ نے نئے کپڑے منگوا کر پہنے جب آپ ﷺ کی ہنسلی تک کرتہ پہنچا تو آپ ﷺ نے یہ دعا پڑھی: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ پھر فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے! جو مسلمان بندہ نیا کپڑا پہنے پھر وہ یہ دعا پڑھے جو میں نے ابھی پڑھی ہے پھر جو پرانے کپڑے اتارے ہوں وہ کسی مسلمان فقیر کو اللہ کے لیے دے دے تو جب تک اس فقیر پر ان کپڑوں میں سے ایک دھاگہ بھی رہے گا یہ بندہ اللہ کی حفاظت اللہ کی ذمہ داری اور اللہ کی پناہ میں رہے گا۔ وہ پہنانے والا چاہے زندہ رہے یا مر جائے۔ چاہے زندہ رہے یا چاہے مر جائے۔ [اخرجه ابن المبارك والطبرانی والحاكم والبيهقی اسناده غير قوی وحسنه ابن حجر فی اماليه كذا فی الكنز ۸/ ۵۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن بارش ہوئی تھی میں بقیع کے قریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ اتنے میں ایک عورت گدھے پر سوار گزری اس پر کرایہ پر دینے والا یعنی گدھے کا مالک بھی تھا وہ زمین کے نشیبی حصہ سے گزرنے لگی تو وہ گر گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ دوسری طرف فرمالیا۔ لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو شلوار پہنے ہوئے ہے (لہٰذا اس کا ستر ننگا نہ ہوا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا اللہ! میری اُمت کی شلوار پہننے والی عورتوں کی مغفرت فرما اے لوگو! شلوار پہنا کرو کیونکہ شلوار سے سب سے زیادہ ستر چھپتا ہے اور جب تمہاری عورتیں باہر نکلا کریں تو شلوار پہنا کر ان کی حفاظت کیا کرو۔ [اخرجه البزار والعقيلي وابن عدي وغيرهم واورده ابن الجوزي في الموضوعات فلم يصب والحديث لو عدة طرق كذا في الكنز ٨/ ٥٥]

حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ہرقل (بادشاہ روم) کے پاس بھیجا جب میں وہاں سے واپس آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مصر کا بنا ہوا ایک باریک سفید کپڑا دیا اور فرمایا آدھے سے تم اپنی قمیص بنالو اور آدھا اپنی بیوی کو دے دو وہ اس کی اوڑھنی بنا لے گی جب میں واپس جانے لگا تو مجھے بلایا اور فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہنا کہ وہ اس کے نیچے ایک اور کپڑا بھی اوڑھے تاکہ نیچے کا بدن نظر نہ آئے۔ [اخرجه ابن منده و ابن عساكر كذا في الكنز ٨/ ٦١]

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ جو ہدیے قیصر روم کے ہاں سے لائے تھے ان میں سے ایک سفید کھردرا باریک مصری کپڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پہننے کو دیا میں نے وہ اپنی بیوی کو دے دیا پھر ایک دن مجھ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا بات ہے تم وہ مصری سفید باریک کپڑا کیوں نہیں پہنتے؟ میں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے وہ کپڑا پہننے کو اپنی بیوی کو دے دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ وہ اس کے نیچے بنیان وغیرہ پہنا کرے کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ اس کپڑے میں اس کا جسم نظر آئے گا۔ [اخرجه ابن ابي شيبة وابن سعد واحمد والروياني والباوردي والطبراني والبيهقي وسعيد بن منصور كذا في الكنز ٨/ ٦٢]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن کپڑے پہنے اور گھر میں چل رہی تھی اور اپنے دامن اور کپڑوں کو دیکھ رہی تھی (اور خوش ہو رہی تھی) کہ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس اندر تشریف لائے اور فرمایا اے عائشہ! اس وقت اللہ تعالیٰ تمہیں (رحمت کی نگاہ سے) نہیں دیکھ رہے ہیں۔ [اخرجه ابن المبارك وابونعيم في الحلية]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ نئی قمیص پہنی میں اسے دیکھ کر خوش ہونے لگی وہ مجھے بہت اچھی لگ رہی تھی۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا دیکھ رہی ہو؟ اس وقت اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں دیکھ رہے میں نے کہا کیوں؟ انہوں نے فرمایا کہ جب دنیا کی زینت کی وجہ سے بندے کے دل میں عجب کی کیفیت پیدا ہو جائے تو جب تک وہ اس زینت کو اپنے سے دور نہیں کر دے گا۔ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض رہیں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے وہ قمیص اتار کر فوراً صدقہ کر دی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید یہ صدقہ کرنا اس عجب کا کفارہ بن جائے۔ [عند ابی نعیم فی الحلیة کذا فی الکنز ۸/ ۵۳ قال و هو فی حکم المرفوع]

حضرت عبدالعزیز بن ابی جمیلہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قمیص کی آستین گٹے سے آگے بڑھی ہوئی نہیں ہوتی تھی۔ [اخرجه ابن سعد]

حضرت بدیل بن میسرہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جمعہ کے لیے تشریف لے جا رہے تھے انہوں نے سنبلان مقام کی بنی ہوئی لمبی قمیص پہنی ہوئی تھی اور اپنی تاخیر کی معذرت کرنے لگے اور فرمانے لگے اس قمیص کی وجہ سے مجھے دیر ہو گئی وہ اپنی آستین کو کھینچتے تھے جب اسے چھوڑتے تو وہ انگلیوں کے کنارے تک پھر واپس آ جاتی۔ حضرت ہشام بن خالد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ناف سے اوپر لنگی باندھا کرتے تھے حضرت عامر بن عبیدہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ریشم ملے ہوئے اونی کپڑے کے بارے میں پوچھا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کپڑے کو پیدا ہی نہ فرماتے اور حضرت عمر اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صحابی نے اس کپڑے کو پہنا ہے (یہ کپڑا حلال تھا لیکن اسے عجم کے مالدار لوگ پہنتے تھے اس لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اسے پسند نہ کیا) [کذا فی منتخب الکنز ۴/ ۴۱۹ و هو صحيح]

حضرت مسروق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر تشریف لائے۔ انہوں نے سوتی جوڑا پہنا ہوا تھا لوگوں نے انہیں تیز نظروں سے دیکھا تو انہوں نے یہ شعر پڑھا

لَا شَيْءَ فِيمَا تَرَى تَبْقَى بَشَاشَتُهُ
يَبْقَى الْإِلٰهُ وَ يُودِي الْمَالُ وَ الْوَلَدُ

"دنیا کی جتنی چیزیں تم دیکھ رہے ہو ان میں سے کسی چیز کی چمک دمک باقی نہیں رہے

گی اللہ باقی رہیں گے مال اولاد سب ختم ہو جائیں گے پھر فرمایا آخرت کے مقابلہ میں تو دنیا خرگوش کی ایک چھلانگ کی طرح ہے۔"

[اخرجه هنادو ابن ابی الدنیا فی قصر الامل كذا فی منتخب الكنز ۴/ ۴۰۵]

حضرت شداد بن ہاد کے آزاد کردہ غلام حضرت ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جمعہ کے دن حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو منبر پر دیکھا انہوں نے عدن کی بنی ہوئی موٹی لنگی باندھی ہوئی تھی جس کی قیمت چار پانچ درہم تھی اور ایک گیروے رنگ کی کوفی چادر اوڑھی ہوئی تھی ان کے جسم پر گوشت کم تھا داڑھی لمبی اور چہرہ خوبصورت تھا۔

[اخرجه الحاكم ۳/ ۹۶ واخرجه ایضاً الطبرانی عن عبد الله بن شداد بن الهاد مثله واسناده حسن كما قال الهیثمی ۹/ ۸۰]

حضرت موسیٰ بن طلحہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن لاٹھی پر سہارا لے کر چلتے تھے آپ لوگوں میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے انہوں نے ایک لنگی باندھ رکھی تھی اور دوسری زرد چادر اوڑھ رکھی تھی وہ چلتے رہتے یہاں تک کہ آ کر منبر پر بیٹھ جاتے۔

[عن الحاكم ایضاً قال الهیثمی ۹/ ۸۰ رواه الطبرانی عن شیخه المقدام بن داؤد و هو ضعیف]

حضرت سلیم بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ پر یمانی چادر دیکھی جس کی قیمت سو درہم تھی۔ [اخرجه ابن سعد ۳/ ۵۸]

حضرت محمد بن ربیعہ بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنی عورتوں کو لباس میں اتنی وسعت دیتے تھے جس سے گرمی سردی سے بچاؤ اور آبرو کی حفاظت اور زینت حاصل ہو سکے۔ چنانچہ میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ریشم ملے ہوئے اونی کپڑے کی ایک چادر دیکھی جس کی قیمت دو سو درہم تھی جس کے دونوں طرف کنارے پر حاشیہ تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ چادر (میری بیوی) حضرت نائلہ کی ہے میں نے انہیں پہننے کو دی تھی اب میں انہیں خوش کرنے کے لیے خود پہن رہا ہوں۔ [عند ابن سعد ایضاً ۳/ ۵۸]

حضرت زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بصرہ والوں کا ایک وفد آیا اس میں ایک خارجی تھا جسے جعد بن نعجہ کہا جاتا تھا اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قمیص پر ناراضگی کا اظہار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تجھے میری قمیص سے کیا؟ میری قمیص تکبر سے بہت دور اور اس

لائق ہے کہ مسلمان میری اقتداء کر سکیں۔ [اخرجه ابو نعیم فی الحلیة ۱/ ۸۲]

حضرت عمرو بن قیس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے امیر المؤمنین! آپ اپنی قمیص پر پیوند کیوں لگاتے ہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے دل میں تواضع پیدا ہوتی ہے اور مؤمن اس کی اقتدا کر لیتا ہے۔

[اخرجه هناد عن عمرو بن قیس مثله كما فی المنتخب ۵/ ۵۷ واخرجه ابن سعد ۳/ ۲۸ عن عمرو نحوه]

حضرت عطاء بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر بے دھلے کھدر کی ایک قمیص دیکھی۔ [اخرجه ابن ابی شیبة وهناد]

حضرت عبداللہ بن ابو ہذیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر رے مقام کی بنی ہوئی قمیص دیکھی جب حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے ہاتھ کو لمبا کرتے تو آستین انگلیوں کے کنارے تک پہنچ جاتی اور جب ہاتھ (لمبا کرنا) چھوڑ دیتے تو آدھے بازو کے قریب تک پہنچ جاتی۔

[عند هناد و ابن عساكر كذا فی المنتخب ۵/ ۵۷]

حضرت علی رضی اللہ عنہ جب قمیص پہنا کرتے تو آستین کو لمبا کرتے اور جتنی آستین انگلیوں سے آگے بڑھ جاتی اسے کاٹ دیتے اور فرماتے آستینوں کو ہاتھ سے آگے نہیں بڑھنا چاہئے۔

[اخرجه ابن عیینه فی جامع والعسكری فی المواعظ و سعید بن منصور والبیهقی وابن عساكر كذا فی الكنز ۸/ ۵۵]

حضرت ابو سعید ازدی رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ ازد کے اماموں میں سے تھے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ بازار تشریف لے گئے اور فرمایا کسی کے پاس ایسی قمیص ہے جس کی قیمت تین درہم ہو؟ ایک آدمی نے کہا میرے پاس ہے وہ آدمی وہ قمیص حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے آیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وہ قمیص پسند آگئی اور فرمایا شاید یہ تین درہم سے بہتر ہو یعنی اس کی قیمت تین درہم سے زیادہ ہو اس آدمی نے کہا نہیں اس کی قیمت یہی ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے کپڑوں میں سے درہموں کی گانٹھ کھول رہے تھے پھر کھول کر انہوں نے اسے تین درہم دیئے اور وہ قمیص پہن لی تو اس کی آستین انگلیوں کے کنارے سے آگے بڑھی ہوئی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمانے پر انگلیوں کے زائد حصہ کو کاٹ دیا گیا۔

[عند ابی نعیم فی الحلیة ۱/ ۸۳]

حضرت ابو غصین کے ایک آزاد کردہ غلام کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا

کہ وہ باہر تشریف لائے اور ایک کھدر بیچنے والے کے پاس گئے اور اس سے فرمایا کیا تمہارے پاس سنبلان شہر کا بنا ہوا لمبا کرتا ہے؟ اس کھدر والے نے ایک کرتا نکالا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہنا تو وہ ان کی آدھی پنڈلیوں تک آیا پھر انہوں نے دائیں بائیں دیکھ کر فرمایا مجھے تو یہ ٹھیک لگ رہا ہے یہ کتنے کا ہے؟ اس نے کہا اے امیر المومنین! چار درہم کا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لنگی میں سے کھول کر چار درہم اسے دیئے اور پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔

[اخرجه احمد في الزهد كما في البداية ٨/ ٣]

حضرت سعد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ چار پانچ سو کا چادر یا جوڑا پہنا کرتے تھے۔ [اخرجه ابن سعد ٣/ ١٣١]

حضرت قزعہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر کھردرے کپڑے دیکھے میں نے ان کی خدمت میں عرض کیا اے ابوعبدالرحمٰن! چونکہ آپ نے کھردرے کپڑے پہن رکھے ہیں اس لیے میں آپ کے لیے خراسان کا بنا ہوا نرم کپڑا لایا ہوں انہیں آپ پر دیکھ کر میری آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی انہوں نے فرمایا مجھے دکھاؤ میں بھی ذرا دیکھوں۔ انہوں نے اسے ہاتھ لگا کر دیکھا اور فرمایا کیا یہ ریشم ہے؟ میں نے کہا نہیں یہ روئی کا ہے فرمایا مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ اسے پہن کر کہیں میں تکبر کرنے والا اور اترانے والا نہ بن جاؤں اور اللہ تعالیٰ کو کوئی تکبر کرنے والا اور اترانے والا پسند نہیں ہے۔ [اخرجه ابو نعيم في الحلية ١/ ٣٠٢]

حضرت عبداللہ بن حنش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما پر معافر شہر کے بنے ہوئے دو کپڑے دیکھے اور ان کا کپڑا آدھی پنڈلی تک تھا۔

[عند ابي نعيم ايضاً واخرجه ابن سعد ٤/ ١٧٤ عن عبدالله بن حنش نحوه]

حضرت وقدان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کون سے کپڑے پہنا کروں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ایسے کپڑے پہنو جن میں بیوقوف لوگ تمہیں حقیر نہ سمجھیں اور عقلمند اور بردبار لوگ تم پر ناراض نہ ہوں اس آدمی نے پوچھا ایسے کپڑے کس قیمت کے ہوں گے؟ انہوں نے فرمایا پانچ درہم سے لے کر بیس درہم تک۔

[عند ابي نعيم ١/ ٣٠٢]

حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو آدھی پنڈلی تک لنگی باندھے ہوئے دیکھا دوسری روایت میں حضرت ابو اسحاق کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی

صحابہ حضرت اسامہ بن زید' حضرت ابن ارقم' حضرت براء بن عازب اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم کو آدھی پنڈلیوں تک لنگی باندھتے ہوئے دیکھا۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۴/ ۳۴۱]

حضرت عثمان بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ہزار درہم کا کپڑا خرید کر پہنا۔ [اخرجه ابو نعيم فى الحلية ۱/ ۳۲۱]

حضرت کثیر بن عبید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں گیا تو انہوں نے فرمایا ذرا ٹھہرو میں اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی لوں میں نے کہا اے اُم المؤمنین! اگر میں باہر جا کر لوگوں کو بتاؤں (کہ اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تو اپنا پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) تو وہ سب آپ کے اس سینے کو کنجوسی شمار کریں (کہ آپ بڑی کنجوس ہیں اس لیے پھٹا ہوا کپڑا سی رہی ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تو اپنا کام کر جو پرانا کپڑا نہیں پہنتا اسے نیا کپڑا پہننے کا کوئی حق نہیں (یا جو دنیا میں پرانا کپڑا نہیں پہنے گا اسے آخرت میں نیا کپڑا نہیں ملے گا)

[اخرجه البخارى فى الادب ۶۸]

حضرت ابو سعید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس گیا وہ اس وقت اپنا نقاب سی رہی تھیں اس آدمی نے کہا اے اُم المؤمنین! کیا اللہ تعالیٰ نے مال میں وسعت نہیں عطا فرما رکھی؟ انہوں نے فرمایا ارے ہمیں ایسے ہی رہنے دو جس نے پرانا کپڑا نہیں پہنا اسے نیا پہننے کا کوئی حق نہیں۔ [اخرجه ابن سعد ۸/ ۷۳]

حضرت ہشام بن عروہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت منذر بن زبیر رضی اللہ عنہما عراق سے آئے تو انہوں نے (اپنی والدہ) حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں مرو اور قوہ کے بنے ہوئے باریک اور عمدہ جوڑے بھیجے۔ یہ واقعہ ان کی بینائی کے چلے جانے کے بعد کا ہے انہوں نے ان جوڑوں کو ہاتھ لگا کر دیکھا پھر فرمایا اوہو۔ اس (منذر) کے جوڑے اسے ہی واپس کر دو حضرت منذر کو یہ بات بہت گراں گزری انہوں نے کہا اے اماں جان! یہ کپڑے اتنے باریک نہیں ہیں کہ ان سے جسم نظر آئے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا اگر جسم نظر نہیں آئے گا تو جسم کی بناوٹ تو ان کپڑوں سے معلوم ہو جائے گی پھر حضرت منذر رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے مرو اور قوہ کے عام اور سادہ کپڑے خرید کر دیئے تو وہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے قبول فرما لیے اور فرمایا ایسے کپڑے مجھے پہنایا کرو۔ [اخرجه ابن سعد ۸/ ۲۵۳]

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نے آ کر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی

خدمت میں عرض کیا اے امیر المؤمنین! میرا کرتا پھٹ گیا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا میں تمہیں اس سے پہلے پہننے کا کپڑا نہیں دے چکا ہوں اس عورت نے کہا دیا تو تھا لیکن وہ بھی پھٹ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے لیے ایک عمدہ جوڑا اور دھاگہ منگایا اور اس سے فرمایا جب روٹی یا سالن پکاؤ پھر تو یہ پرانا جوڑا پہنا کرو جب کھانا پکانے سے فارغ ہو جایا کرو تو پھر یہ نیا جوڑا پہنا کرو کیونکہ جو پرانا کپڑا نہ پہنے اسے نیا پہننے کا حق نہیں ہے۔

[اخرجه البيهقي كذا في الكنز ۸/ ۵۵]

حضرت خرشہ بن حر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس سے ایک نوجوان گزرا جس کی لنگی ٹخنے سے نیچے جا رہی تھی بلکہ وہ اسے زمین پر گھسیٹتے ہوئے جا رہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے بلا کر فرمایا کیا تمہیں حیض آتا ہے؟ اس نے کہا کیا مرد کو بھی حیض آتا ہے؟ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چھری منگائی اور اس کی لنگی کا کنارہ پکڑ کر ٹخنوں کے نیچے سے کاٹ دیا۔ حضرت خرشہ کہتے ہیں اب بھی وہ منظر میرے سامنے ہے اور مجھے اس کی ایڑیوں پر لنگی کے دھاگے نظر آ رہے ہیں۔ [اخرجه سفيان بن عيينه في جامعة كذا في الكنز ۸/ ۵۹]

حضرت ابو عثمان نہدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ آذربائیجان میں تھے وہاں ہمارے پاس حضرت عتبہ بن فرقد رضی اللہ عنہ کے ذریعے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا خط آیا جس میں یہ مضمون تھا اما بعد! لنگی باندھا کرو اور چادر اوڑھا کرو اور جوتے پہنا کرو اور موزے اتار پھینکو اور شلواریں اتار دو (ان کی جگہ لنگی باندھا کرو) اور اپنے والد حضرت اسماعیل علیہ السلام کا لباس اختیار کرو اور ناز و نعمت کی زندگی اور عجمی لوگوں کا لباس اختیار نہ کرو اور دھوپ میں بیٹھا کرو کیونکہ یہی عربوں کا حمام ہے اور معد بن عدنان جیسی سادہ اور مشقت والی زندگی اختیار کرو اور سخت کھردرے اور پرانے کپڑے پہنو۔ تیروں سے نشانہ بازی کیا کرو۔ گھوڑوں کی رکابیں کاٹ دو اور کود کر گھوڑوں پر سوار ہوا کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگلی سے زیادہ ریشم پہننے سے منع کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے درمیانی انگلی سے اشارہ کیا۔ [اخرجه ابوذر الهروي في الجامع والبيهقي كذا في الكنز ۸/ ۵۸]

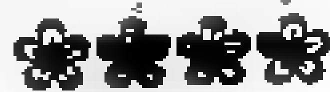
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر

حضرت معاذ بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک مجلس میں حضرت عمران بن انس رحمۃ اللہ علیہ

بھی تھے اس مجلس میں حضرت عطاء خراسانی قبر اطہر اور منبر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے ان کو میں نے یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر کھجور کی ٹہنیوں کے بنے ہوئے تھے اور ان کے دروازوں پر کالے بالوں کے بنے ہوئے پردے تھے پھر میں اس وقت موجود تھا جب کہ ولید بن عبدالملک بادشاہ کا خط پڑھا جا رہا تھا جس میں اس نے حکم دیا تھا کہ نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہرات کے گھر مسجد نبوی میں شامل کر دیئے جائیں اس دن سے زیادہ رونے والے میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ چنانچہ میں نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کو اس دن یہ کہتے ہوئے سنا اللہ کی قسم! کاش کہ یہ لوگ ان گھروں کو ان کے حال پر رہنے دیتے تاکہ مدینہ میں پیدا ہونے والی نسلیں اور اطراف عالم سے آنے والے لوگ دیکھ لیتے کہ حضور ﷺ نے اپنی زندگی میں کس چیز پر اکتفا فرمایا اس سے لوگوں کے دلوں میں دنیا کے بڑھانے اور اس میں فخر کرنے کی بے رغبتی پیدا ہوتی۔ حضرت معاذ کہتے ہیں کہ جب حضرت عطاء خراسانی اپنی بات پوری کر چکے تو حضرت عمران بن ابی انس نے کہا ان میں سے چار گھر کچی اینٹوں کے تھے اور ان کا صحن کھجور کی ٹہنیوں سے بنا ہوا تھا اور پانچ گھر کھجور کی ٹہنیوں کے تھے جن پر گارا لگا ہوا تھا اور ان کا صحن کوئی نہیں تھا۔ ان کے دروازوں پر بالوں کے پردے تھے۔ میں نے پردے کی پیمائش کی تو وہ تین ہاتھ لمبا اور ایک ہاتھ سے زیادہ چوڑا تھا اور آپ نے اس دن کے بہت زیادہ رونے کا جو تذکرہ کیا (تو یہ مجھے بھی یاد ہے) میں بھی ایک ایسی مجلس میں بیٹھا تھا جس میں حضور ﷺ کے چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے جن میں حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن اور حضرت ابو امامہ سہل بن حنیف اور حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ عنہم بھی تھے اور یہ سب اتنا زیادہ رو رہے تھے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئی تھیں اور اس دن حضرت ابو امامہ نے یہ بھی کہا تھا کہ کاش یہ گھر ایسے ہی چھوڑ دیئے جاتے اور انہیں گرایا نہ جاتا تاکہ لوگ (ان گھروں کو دیکھ کر) اونچے اور بڑے گھر نہ بناتے اور دیکھ لیتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لیے کیا پسند کیا حالانکہ دنیا کے خزانوں کی چابیاں ان کے ہاتھ میں تھیں۔ [اخرجه ابن سعد ۸/ ۱۶۷ عن الواقدی]

محمد احسان

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ لاہور۔ پاکستان







عربی

اردو



جلد دوم

تالیف راس المفسرین

علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ

مترجم مولانا محمد صاحب جوناگڑھی رحمۃ اللہ

شمع بک ایجنسی

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

Ph: 042-7232132

خوابنامہ کبیر اردو ترجمہ کامل التعبیر

یعنی

تعبیر الرؤیا

خواب اور اس کی تعبیر سے متعلق سب سے جامع کتاب

مشہور معبر

علامہ ابن سیرینؒ اور دیگر نامور معبرین اور اولیاء کرام کی
بتلائی ہوئی خواب کی تعبیروں پر مشتمل اہم اور نادر کتاب کا مکمل اردو ترجمہ

شمع بک ایجنسی

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اردو بازار ○ لاہور

Ph: 042-7232132

تحفۂ خواتین

خواتینِ اسلام سے رسول اللہ ﷺ کی باتیں

تالیف: مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہریؒ

جس میں اسلامی عقائد، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کے مفصل احکام مذکور ہیں۔ ذکر و تلاوت اور دعا کے فضائل دعا کے آداب اور مختلف موقع کی دعائیں درج ہیں۔ نکاح، طلاق، خلع، عدت وغیرہ کے مسائل تفصیل سے لکھے ہیں، اولاد کی دینی تعلیم و تربیت کی اہمیت، اسلامی معاشرہ کی تفصیل اور اس کی ضرورت بتائی گئی ہے۔ اسلامی آداب، اسلامی اخلاق کی تشریح کرتے ہوئے غیر اسلامی معاشرہ پر بھرپور تبصرہ کیا گیا ہے۔ آخر میں توبہ کا طریقہ اور زندگی گزارنے کا دستور العمل لکھ دیا گیا ہے۔ خواتین کی دینی زندگی بنانے کے لیے بہت جامع کتاب ہے جو سینکڑوں احادیث شریفہ کی روشنی میں لکھی گئی ہے۔

شمع بُک ایجنسی

8 یُوسُف مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور 7232132

تقویۃ الایمان

معہ

تذکیر الاخوان

مؤلفہ

علامہ شاہ محمد اسمٰعیل شہید

نصیحۃ المسلمین

مؤلفہ: مولانا خرم علی بلہوریؒ

شمع بک ایجنسی

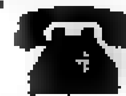
یونٹ مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

ارشاداتِ رسولِ اکرم ﷺ

خواجہ محمد اسلام

شمع بُک ایجنسی

یوسف مارکیٹ ○ غزنی سٹریٹ ○ اُردو بازار ○ لاہور

 7355447 P.P

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ

احکامِ میّت

مسلمان کے آخری لمحاتِ زندگی سے لے کر عالمِ برزخ تک تمام مراحل کے متعلق احادیثِ نبویہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حنفی فقہی مسائل کا نہایت مفصل اور محقق مجموعہ

تالیف

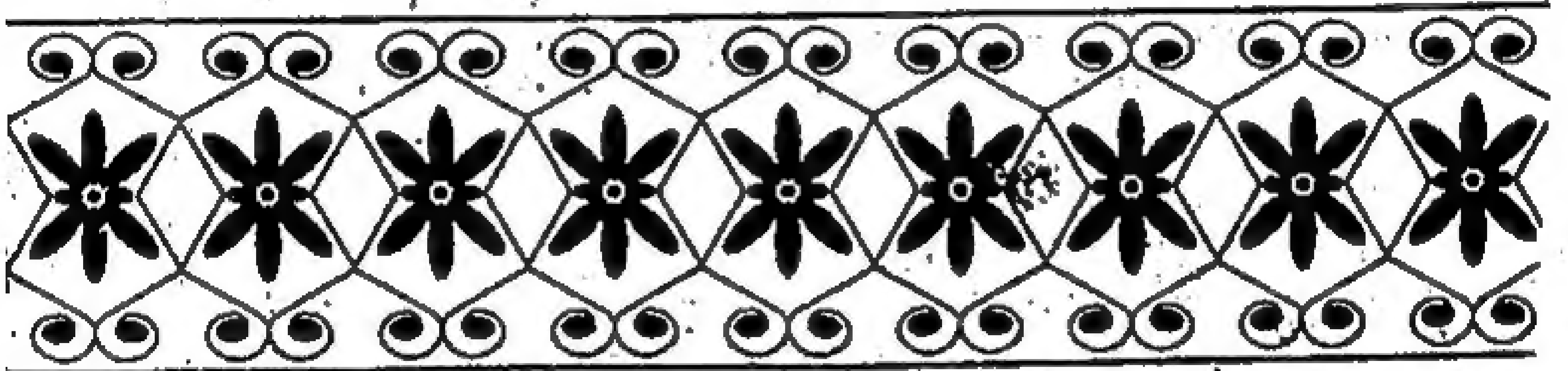
بقیۃ السلف مرشد العلماء، مخدوم الصلحاء، شیخ العصر
عارف باللہ حضرت ڈاکٹر عبدالحی نور اللہ مرقدہٗ
خلیفہ مجاز حضرت حکیم الامت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

ناشر
بیت القرآن
الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور

جدید عربی ایسے بولیے

تالیف

بدر الزماں قاسمی کیرانوی



ملنے کا پتہ

شمع بک ایجنسی 8 یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ

اردو بازار لاہور فون پی پی: 7355447

مشہور و معروف سب سے زیادہ فروخت ہونے والی کتاب

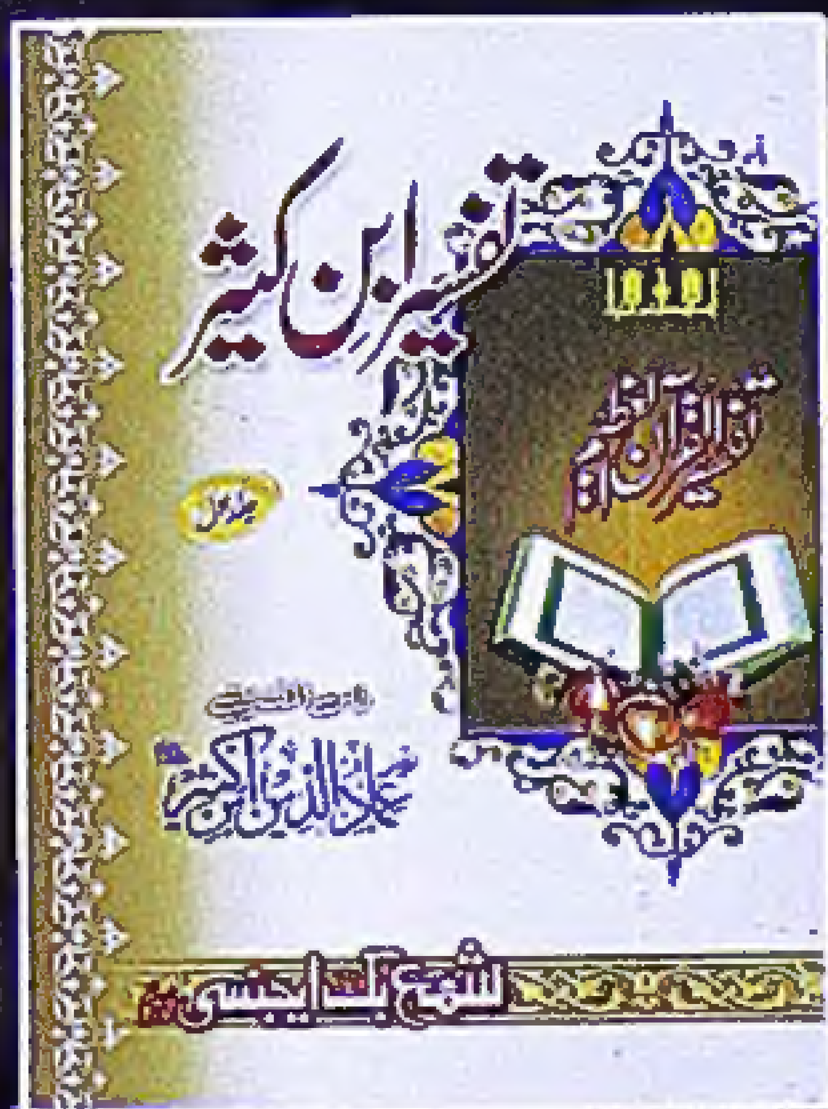
سچّا خواب نامہ حضرت یوسف علیہ السلام

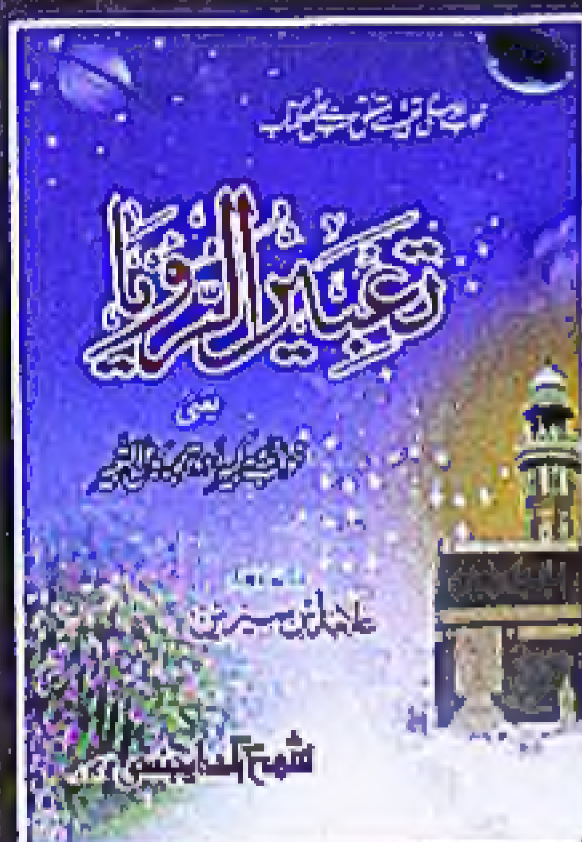


محمد حسین آزاد اجمیری

شمع بک ایجنسی
یوسف مارکیٹ ۰ غزنی سٹریٹ ۰ اردو بازار ۰ لاہور
Ph: 042-7232132


سیرت عائشہ


تفسیر ابن کثیر
شمع بک ایجنسی


تعبیر الرؤیا
شمع بک ایجنسی


بہار شریعت
1
شمع بک ایجنسی


سچا خواب نامہ


تحفہ خواتین